دار التحقیقات الکتب
وزارت مذہبی امور

قومی سیرت
کانفرنس
۲۰۰۰ء / ۱۴۲۱ھ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مقالات سیرت

بے لاگ احتساب ۔ سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

پیش کردہ :

شعبہ تحقیق و مراجع ۔ وزارت مذہبی امور

حکومت پاکستان ۔ اسلام آباد

GIFT BOOK

GIFT BOOK
ACC, G........Acc G 150
Date 23-12-...............
P.U. LIBRARY LHR.
805 p.
(805 pages)
70925

297.9981
28
70925

قومی سیرت کانفرنس ۲۰۰۰ء

فہرست

عنوان		صفحہ نمبر
پیش لفظ	سیکرٹری وزارت مذہبی امور	۷

حصہ (الف) خطبات

افتتاحی خطبہ	محترم جنرل پرویز مشرف، چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان	۳
تعارفی کلمات	محمد زبیر قدوائی، سیکرٹری وزارت مذہبی امور	۵
خطبہ استقبالیہ	ڈاکٹر عبدالمالک کاسی، وزیر مذہبی امور	۸
صدارتی خطبہ (اختتامی اجلاس)	محترم محمد رفیق تارڑ، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان	۱۲
خطبہ استقبالیہ (اختتامی اجلاس)	محمد زبیر قدوائی، سیکرٹری وزارت مذہبی امور	۱۷

حصہ (ب) مقالات سیرت

موضوع: بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

اسمائے گرامی مقالہ نگار

۱-	محمد اشرف ملک - لاہور	۲۱
۲-	سید عزیز الرحمٰن - کراچی	۶۵
۳-	پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی - کراچی	۱۰۴
۴-	محمد نسیم خان - مانسہرہ	۱۴۳
۵-	ڈاکٹر محمد اشرف شاہین قیصرانی - کوئٹہ	۱۸۹

Marfat.com

۶- پروفیسر رشید احمد قاسمی- بھمبر آزاد کشمیر ۰۷

۷- ابراہیم عبداللہ اوگوی- سکردو ۲۲۴

۸- ڈاکٹر محمد سلیم- اسلام آباد ۲۴۱

۹- آنسہ عصمت ناز- ملتان ۷۳

۱۰- فائزہ احسان- کراچی ۲۸۹

۱۱- مس شاہدہ قاضی- ہری پور ۳۱۲

۱۲- بشریٰ بتول- کوئٹہ ۳۲۲

۱۳- سلمیٰ بی بی- برنالہ آزاد کشمیر ۳۴۶

۱۴- بلقیس وہاب چوہدری- اسلام آباد ۳۶۴

۱۵- ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی- لاہور ۳۸۵

۱۶- پروفیسر عزیز اللہ - ملتان ۴۱۲

۱۷- پروفیسر محمد رفیق ضیاء قادری- کراچی ۴۵۰

۱۸- عبد الماجد- مانسہرہ ۷۳

۱۹- پروفیسر عبد الرزاق- قلات ۵۳۵

۲۰- ڈاکٹر عبدالخالق- میر پور آزاد کشمیر ۵۵۲

۲۱- افضل الدین- چترال ۵۷۵

۲۲- ڈاکٹر محمد ضیاء الحق - اسلام آباد ۵۸۷

۲۳- خالدہ جمیل- لاہور ۶۳۴

۲۴- طاہرہ کوکب- کراچی ۶۴۵

۲۵- فرزانہ شاہین- ایبٹ آباد ۶۶۶

۲۶- عائشہ لطیف- کوئٹہ ۶۸۳

۲۷- زاہدہ پروین- فتح پور (نکیال) کوٹلی آزاد کشمیر ۶۹۲

Marfat.com

۲۸- ساجدہ گیلانی - اسلام آباد ۷۱۴
۲۹- ڈاکٹر سید محمد طاہر شاہ - اسلام آباد ۷۳۳
۳۰- حافظ محمد سعد اللہ - لاہور ۷۴۴
۳۱- ڈاکٹر نور الدین جامی - ملتان ۷۶۱
۳۲- جنید احمد ہاشمی - اسلام آباد ۷۸۲

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

پاکستان کی تشکیل کا مقصد یہی تھا کہ یہاں اللہ کا قانون نافذ ہو۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وظیفۂ حیات بنایا جائے اور تمام ملّی وملکی اور دینی دنیاوی امور اسوہ حسنہ کی روشنی میں طے کئے جائیں۔

الحمد للہ وفاقی وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان نے اپنے قیام کے ساتھ ہی سے سیرت النبیؐ جیسے نہایت اعلیٰ وارفع کام کی طرف توجہ کرتے ہوئے حیات طیبہ پر تحقیق اور تعلیمات نبوی ﷺ کے فروغ کی بھرپور کوشش کی اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہر سال سیرت کانفرنسوں، مقابلہ کتب سیرت وکتب نعت اور مقابلہ مقالات سیرت کے پروگرام شروع کئے جو انتہائی کامیاب رہے اور سیرت نویسی کے رجحان کے فروغ کے علاوہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں جدید مسائل کے حل کی دریافت جیسے اہم مسئلہ کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہوئی اور اس طرح ان کی اشاعت سے اصلاح معاشرہ، اصلاح اخلاق اور اصلاح احوال ممکن ہوئی۔

وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام قومی سطح پر چوبیسویں سیرت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آٹھ سو علماء ومشائخ، دانشور، وزرائے کرام، سفرائے عظام اور معزز شہری شامل ہوئے۔ کانفرنس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت جناب جنرل پرویز مشرف چیف ایگزیکٹو پاکستان اور اختتامی اجلاس کی صدارت جناب محمد رفیق تارڑ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان نے کی اور اپنے بصیرت افروز خطاب پیش فرمائے۔ وزارت مذہبی امور نے سال ۲۰۰۰ء میں مقالات سیرت کے لئے ''بے لاگ احتساب سیرتؐ طیبہ کی روشنی میں'' کا موضوع منتخب کرکے علماء، دانشور اور اہل قلم کو مقابلہ میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ اس عنوان پر کل ۹۷ مقالات سیرت موصول ہوئے۔ جن میں سے ۲۸ بہترین مقالہ نگار خواتین وحضرات کو انعامات سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ سیرت ونعت پر ۵۸ کتب بھی موصول ہوئیں، جن میں سے ۹ بہترین قرار پانے والی کتب کو بھی انعامات سے نوازا گیا۔

وزارت بہترین اور معیاری مقالہ جات کو کتابی شکل میں شائع کرکے تقسیم کا فریضہ بھی انجام

Marfat.com

دیتی ہے جس سے سیرت طیبہ کی نشر واشاعت میں اضافہ اور سیرت نگاروں کی حوصلہ افزائی ممکن ہوتی ہے۔ اس سال حسب روایت معیاری مقالات سیرت کتاب کی صورت میں استفادہ کے لئے پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہماری مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

محمد زبیر قدوائی

سیکرٹری، وزرت مذہبی امور

حکومت پاکستان، اسلام آباد۔

Marfat.com

حصہ (الف)

خطبات

افتتاحی خطبہ
عزت مآب عالی مرتبت جنرل پرویز مشرف
چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین

محترم ڈاکٹر عبد المالک کاسی صاحب، وفاقی وزیر امور مذہبی امور

معزز سفیران ممالک اسلامیہ،

وفاقی وصوبائی وزرائے کرام،

علمائے ملت ومشائخ عظام،

مؤقر حاضرین ومہمانانِ گرامی

معزز خواتین وحضرات!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ میں اس مبارک موقع پر آپ سے مخاطب ہوں۔ اس کے لئے میں وزارت مذہبی امور کا مشکور ہوں۔ اس تاریخی دن کی اہمیت یہ ہے کہ آج کے دن ہمارے پیارے نبی ﷺ لامحدود برکات کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائے۔ ان کی آمد کی بشارت تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ ان کی شفاعت اور خوبیوں کا ذکر نہ صرف قرآن بلکہ دیگر آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم سب اس نبیؐ کی امت ہیں جو نبیؐ آخر الزمان ہیں اور یہی ہمارے عقیدے کا اہم بنیادی جز ہے۔ ہمیں سیرت النبی سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ اب اس موقع پر میں خصوصاً یہ ذکر کرنا چاہوں گا کہ حضور ﷺ حقوق العباد کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ میرے ذاتی خیال میں بحیثیت مسلمان ہم پاکستان میں اس پہلو کو بھول چکے

Marfat.com

ہیں۔ میں تمام پاکستانیوں سے التجا کرتا ہوں کہ ہم سب حقوق العباد پر خصوصی توجہ دیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ پاکستان اس وقت تاریخ کے انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ پاکستان اس وقت فرقہ واریت اور منافرت کا شکار ہے جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان دشمن عناصر ملک کے اندر خلفشار پیدا کر رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم دشمن کے ان عزائم کو سمجھیں اور ذاتی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ملک اور قوم کی یکجہتی کے لئے کام کریں۔ رسول پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں ایک دوسرے کے حقوق اور عقائد کا احترام کرنا چاہیئے۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ اس سال سیرت النبی کا موضوع ''بے لاگ احتساب'' چنا گیا۔ یوں تو اس وقت قومی احتساب بیورو کے ذریعے ملک میں احتساب کا عمل جاری ہے۔ لیکن میری نظر میں اس احتساب سے زیادہ اہم خود احتسابی ہے جس کی روشن مثالیں ہمارے نبی ﷺ اور خلفائے راشدین ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خود احتساب کے حصول کے لئے سب سے اہم چیز قناعت پسندی ہے۔

آخر میں آج کی اس تقریب کے آرگنائزرز کو مبارکباد دیتا ہوں جن سب نے مل کر اس تقریب کا خوش اسلوبی سے انتظام کیا۔ آیئے ہم سب مل کر اس بابرکت موقع پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں تا کہ ملک میں خوشحالی اور یکجہتی ہو اور عالم اسلام میں اتحاد پیدا ہو۔ آمین ثم آمین۔ بہت بہت شکریہ۔

اسلام زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

Marfat.com

تعارفی کلمات - افتتاحی اجلاس
جناب محمد زبیر قدوائی
سیکرٹری وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر
حکومت پاکستان - اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

عالی مرتبت جنرل پرویز مشرف صاحب

چیف ایگزیکٹو پاکستان

محترم ڈاکٹر عبدالمالک کاسی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور

وزرائے کرام،

سفیران ممالک اسلامیہ،

علمائے کرام ومشائخ عظام،

اور محترم سامعین!

مؤقر حاضرین ومہمانانِ گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج عید میلاد النبی ﷺ ہے۔ مقام شکر ہے آج کے اس مقدس موقع پر وفاقی وزارت مذہبی امور کو سیرت کانفرنس منعقد کرنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر حکومت پاکستان کی طرف سے سیرت کانفرنس کا انعقاد الحمد للہ اب ایک باقاعدہ روایت بن چکی ہے۔ یہ سلسلہ ۱۹۷۶ء میں شروع ہوا تھا۔ اس سال یہ چوبیسویں سیرت کانفرنس ہے۔

Marfat.com

حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ اور ان کی زندگی ہر مسلمان کے لئے ایک اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل ہے۔ آپ علیہ السلام نے امت کو صرف عبادات اور عقائد ہی کی تلقین نہیں کی بلکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر ایک شعبہ کے متعلق ہدایات بھی ارشاد فرمائی ہیں اور اپنے مثالی اعمال کے ذریعے ہمیں سیدھا، روشن اور بہترین راستہ بتایا ہے۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو روشن اور منور کرنے کے لئے پورا سال بالعموم اور ربیع الاول کے مبارک مہینہ میں خصوصی طور پر سیرت کی مجالس اور سیرت کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی یہ عظیم الشان قومی سیرت کانفرنس اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

جناب صدر محفل!

ہر سال کی طرح اس سال بھی ہم نے ملکی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کانفرنس کا موضوع ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' قرار دیا ہے۔

سیرت النبی علیہ السلام کی وسیع پیمانے پر نشر واشاعت کے لئے وزارت نے اس سال بھی قومی، بین الاقوامی اور پاکستانی علاقائی زبانوں میں مقابلہ کتب سیرت ونعت اور مقالات سیرت کا انعقاد کیا۔ اس کے علاوہ اسلامی موضوعات پر صرف خواتین کی تحریر کی گئی کتب کے مقابلہ کا اعلان بھی ہوا۔ ان مقابلہ جات کا اخبارات وغیرہ کے ذریعے باقاعدہ اعلان کیا گیا جس کے جواب میں وزارت کو کل ۵۸ کتب سیرت ونعت، ۶ رسائل اور ۹۷ مقالات سیرت وصول ہوئے۔

ابتدائی جانچ پڑتال کے بعد ۴۰ کتب، چھ رسائل اور ۹۷ مقالات سیرت کو مقرر شدہ نامور اہل علم منصفین حضرات کو برائے جانچ پڑتال ارسال کیا گیا۔ منصفین حضرات نے ہر کتاب اور مقالے کا ہر پہلو سے جائزہ لے کر اپنی گرانقدر آراء سے وزارت کو مطلع کیا۔ پھر طریق کار کے مطابق ان منصفین کی رپورٹوں اور وزارت کی آراء کو حتمی فیصلہ کے لئے ایک اور اعلیٰ کمیٹی (اپیکس کمیٹی) کے سامنے پیش کیا گیا جس کے فیصلہ کے مطابق اس سال:

۱- مقابلہ کتب سیرت اردو میں دو کتابیں۔

۲- بچوں کے لئے تحریر کی گئی کتب سیرت کے مقابلہ میں ایک کتاب۔

Marfat.com

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وعظمت، اخلاق عالیہ اور اسوہ حسنہ کا یہ معجزہ ہے کہ اس معلم صدق وصفا سے درس لینے والی تہذیب سے نا آشنا قوم دیکھتے دیکھتے اقوام عالم کے لئے نہ صرف راستی، اخوت ومساوات، عدل واحسان، حسن اخلاق اور امن وسکون کی امین بن گئی بلکہ اس نے اپنے تدبر وتفکر کی کلید سے علوم وفنون کی مخفی اور بند خزانوں کے دروازے کھول دیئے جس کے نتیجہ میں بین الاقوامی تہذیبی دور کا آغاز ہوا اور اگر میں کہوں کہ آج جہاں کہیں بھی تہذیب وتمدن، خیر وفلاح اور انفرادی یا اجتماعی نیکی کا کوئی ذرہ چمکتا دکھائی دیتا ہے تو وہ یقیناً حضور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور درس گاہِ نبوت سے فیضان حاصل کرنے والی امت کی یادگار ہے۔

جناب والا!

اگر ہم اپنی نظر کو وسیع کر کے تمام دنیا کے حالات دیکھیں تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تمام تر علوم وفنون، ذرائع اور وسائل کی تیز رفتار افزائش کے باوجود ساری انسانیت تہذیبی بحران سے دوچار ہے اور جنگوں، انقلابوں، قومی وطبقاتی تعصبات اور طرح طرح کی نفرت پیدا کرنے والے نظریات اور ہر طرح کے بدترین جرائم کے ہجوم میں کھڑا ہوا بے بس انسان دل ودماغ کا سارا سکون واطمینان کھو کر ہمدردی وتسلی کے چند مخلصانہ الفاظ کے لئے ترس رہا ہے۔ اس لئے آج ملکی وقومی لحاظ سے اور عالمی سطح پر بھی زندگی سنوارنے اور انسان میں جوہر انسانیت پیدا کرنے اور اس کے سر پر اشرف المخلوقات کا تاج سجانے کے لئے ضروری ہے کہ اس صراط مستقیم کو اختیار کیا جائے جو فخر کونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی۔

حضرات گرامی!

سیرت کانفرنسوں کا انعقاد اس لئے کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے مختلف معمولات پیش کر کے یہ بتایا جائے کہ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس پر عمل کر کے بھی دکھایا جائے کیونکہ زندگی حیات انسانی کے مضمون عمل میں ہی پوشیدہ ہے، سیاست ہو یا جمہوریت، اقتصادی ومعاشی عدل ہو یا اخلاقی شعور، انسداد جرائم ہو یا حدود وتعزیرات سب کا حیات طیبہ میں عملی ثبوت مل سکتا ہے۔

Marfat.com

جناب والا!

وزارت مذہبی امور کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ یہ ہر سال حضور اکرم ﷺ کو روشن وتازہ خراج تحسین پیش کرنے کے لئے سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کرتی ہے اور وزارت کے پیش نظر یہ بات رہی ہے کہ ہر سال کے لئے کوئی مرکزی موضوع منتخب کیا جائے جس پر اہل علم مقالات اور کتابیں لکھیں۔ جنہیں بعد ازاں کتابی شکل میں چھپوایا جائے۔ چنانچہ اب تک چوبیں موضوعات پر نہ صرف علماء ودانشور حضرات اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرما چکے ہیں بلکہ ان موضوعات پر وقیع مقالات بھی لکھے جا چکے ہیں جنہیں کتابی شکل میں اہل علم، ملک کی لائبریریوں وغیرہ میں بھجوایا گیا ہے۔

محترم حضرات!

پچھلے سال قومی سیرت کانفرنس کا موضوع ''عدم برداشت کا قومی وبین الاقوامی رجحان اور تعلیمات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' تھا۔ اس سال عالی مرتبت جناب چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف صاحب کی ہدایات کے مطابق قومی وملکی تقاضوں کے پیش نظر کانفرنس کا موضوع جیسا کہ سیکرٹری مذہبی امور نے اپنے تعارفی خطبہ میں بتایا ہے ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' ہے۔

حضرات محترم!

حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ایک مسلمان کی خانگی، سیاسی، تعلیمی، انفرادی، اخلاقی اور دینی ودنیوی زندگی اور احتساب کا آپس میں دامن چولی کا ساتھ ہے۔ کامیاب زندگی میزان احتساب پر پورا اترنے کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے انفرادی اور اجتماعی بے لاگ احتساب کی ایسی درخشاں اور روشن مثالیں پیدا کی ہیں جن کو اپنا کر ہم دین ودنیا میں سرخرو ہوسکتے ہیں۔ ہمارے سلف صالحین نے جب اس عمرانی وسیاسی موضوع پر قلم اٹھایا تو احتساب کا عنوان سورج کی طرح روشن ہو کر دنیا کے سامنے آیا۔ حضرت امام غزالی، الماوردی، امام ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہم نے احتساب کی برکات کو خوب اجاگر کیا ہے۔

Marfat.com

حضرات گرامی!

سچ پوچھیے تو احتساب معاشرہ سے ہر قسم کی برائیاں ختم کرنے کے لئے ایک مؤقر ترین ذریعہ ہے اور اہل ایمان کی پوری زندگی کے مہ وسال احتساب کے لئے مختص ہوتے ہیں۔ لیکن جو حضرات اللہ تعالیٰ جو حبیب ہے اور حضور اکرم ﷺ جو مطاع امین ہیں کے احکام کی تکریم و تعظیم کریں۔ ایسے احتساب کی زد میں نہیں آتے کہ انہیں دنیا میں ذلت سے دوچار ہونا پڑے اور آخرت میں بھی۔ ایک مسلمان کی زندگی ایسی پاکیزہ اور صاف شفاف ہوتی ہے کہ اس کے قول و فعل، اعمال و کردار اور معاملات و اخلاق اس کے بھائیوں کے لئے درخشاں مثال ہوتے ہیں۔

محترم حاضرین!

میں سمجھتا ہوں کہ عالمی تناظر اور ملکی احوال کے پیش نظر ہمیں ایسے تمام شعبوں میں ایک زندہ قومیں کی حیثیت سے بے لاگ احتساب کو اپنے اعمال و کردار سے اپنانا ہوگا تاکہ ملک سے رشوت ستانی، ظلم، معاشی ناہمواریوں کے عفریت کا گلا کاٹا جاسکے۔

ان گزارشات کے بعد میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں اور تمام اہل ایمان سے التماس کرتا ہوں کہ وہ بے لاگ احتساب کو انفرادی و اجتماعی لحاظ سے زندگی کا گہنا بنالیں تاکہ اس مستعار حیات کو اچھی طرح گزار کر اپنے آپ کو فوز عظیم سے ہمکنار کرسکیں۔ شکریہ۔

Marfat.com

خطبہ اختتامیہ
عزت مآب محمد رفیق تارڑ صاحب
صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترم ڈاکٹر عبد المالک کاسی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور

ممالک اسلامیہ کے معزز سفرائے کرام

علماء ومشائخ عظام، محترم مندوبین وحاضرین کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس مقدس تقریب میں شرکت میرے لئے سعادت وافتخار کا باعث ہے۔ میں وزارت مذہبی امور کا شکر گزار ہوں کہ مجھے محسن انسانیت نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے یوم ولادت باسعادت کے حوالے سے منعقد کی جانے والی سیرت کانفرنس میں شرکت اور اپنے خیالات کے اظہار کا موقع فراہم کیا گیا۔ اس مرحلہ پر مجھے مولانا ظفر علی خان یاد آگئے جنھوں نے ایسی ہی بابرکت تقریب میں کہا تھا اور میں دُہراتا ہوں

سرکار دو جہاں کا بنا کر مجھے غلام
میرا بھی نام تا بہ ابد زندہ کردیا

ہوتا ہے جن میں نام رسول خدا بلند
ان محفلوں کا مجھ کو نمائندہ کردیا

حضور ختمی مرتبت کی ولادت باسعادت درحقیقت عالم انسانیت کی تاریخ کا سب سے اہم سنگ میل ہے۔ یہ ایک نئے عہد کا دیباچہ اور ایک نئے زمانہ کا لمحہ آغاز ہے۔ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بنی نوع انسان تک پہنچنے والا اللہ کا آخری پیغام، قیامت تک کے لئے رشد وہدایت کا عظیم

سرچشمہ ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ انسانیت کی تمام اعلیٰ اقدار اور فکر ونظر کے تمام روشن حوالے اسلام ہی کے ماخذ سے پھوٹتے ہیں۔ احترام آدمیت اور حقوق انسانی کا شعور اسی مکتب کا فیضان ہے۔ خدا شناسی اور خود شناسی اسی سرچشمہ علم وحکمت کی عطا ہے۔ نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد ایک ایسے آفتاب جہاں تاب کا طلوع ہے جس کی کرنیں ابد تک بنی نوع انسان کے روح وقلب اور احساس وشعور کو منور کرتی رہیں گی۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو دین حق کے پیروکار ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پر پختہ اور کامل ایمان ویقین کی دولت سے بہرہ مند ہیں اور جن کے دل حضورؐ کی عقیدت ومحبت سے سرشار ہیں۔

سیرت کانفرنس کا خصوصی موضوع ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسلامی نظریہ کے مطابق احتساب کا مفہوم اپنے اندر بڑی جامعیت اور وسعت رکھتا ہے۔ اسلام اپنے ہر پیروکار سے، ہر لحہ اپنے نفس کے محاسبہ یعنی خود احتسابی کا مطالبہ کرتا ہے۔ خود احتسابی تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے اور تقویٰ دنیا وآخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔

پہلی وحی کے بعد جب حضور اکرم ﷺ نے اہل مکہ کو مخاطب کر کے اعلان فرمایا کہ ''میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا ''کیا میں نے چالیس سال تمہارے درمیان نہیں گذارے؟'' آپ ﷺ کا ارشاد گرامی اسلام کے تصور احتساب کی روح ہے۔ آپ ﷺ نے بعثت سے پہلے کی اپنی چالیس سالہ پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لحہ معجزہ طلب کرنے والوں کے سامنے احتساب کے لئے پیش کردیا۔ یہ کھلا چیلنج تھا مخاطبین کو کہ اگر تم نے بعثت سے پہلی زندگی میں بھی کوئی معمولی سا جھول یا چھوٹی سے چھوٹی اخلاقی کمزوری دیکھی ہے تو نشاندہی کرو۔ مخاطبین بخوبی جانتے ہیں تھے کہ حضور ﷺ امین، صادق الوعد، صلہ رحمی کرنے والے، غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور بے کسوں کے ہمدرد وغمگسار ہیں۔

مولانا حالی حضور ﷺ کے اعلیٰ ترین اخلاق وکردار کے انہی مبارک پہلوؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

Marfat.com

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوٰی
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر وزبر کرنے والا
قبائل کو شیر وشکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اسلام کا تصور احتساب خلفائے راشدینؓ کے مبارک ادوار حکومت میں اس طرح رو بہ عمل رہا کہ اس کی کوئی مثال تاریخ کے کسی اور دور میں نہیں ملتی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو آج غیر مسلم بھی دنیا کے بہترین منتظم اور عظیم حکمرانوں میں شمار کرتے ہیں۔ آپؓ کے عہد خلافت میں اسلامی تصور احتساب کی یہ مثال ایک درخشندہ نمونہ تقلید کی حیثیت رکھتی ہے کہ ایک عام بدو وقت کے حکمران سے اس کے کُرتے کا حساب لیتا اور حکمران اپنے آپ کو اس کی وضاحت پر مجبور پاتا ہے۔ احتساب کے اس معیار پر خود پورا اترنے کے بعد ہی ایک حکمران دوسروں کے کڑے احتساب کا نظام نافذ کرسکتا ہے۔ اسلامی تصور احتساب کا ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ اس میں کوئی استثناء نہیں۔ کوئی شخص چاہے وہ کتنے ہی بلند منصب پر فائز ہو، قانون سے بالاتر نہیں۔ احتساب کا یہ تصور عدل وانصاف کے اسلامی تصور سے ہم آہنگ ہوکر ایک ایسے مثالی معاشرے کی بنیاد ڈالتا ہے جس میں کوئی کسی پر ظلم نہیں کرسکتا، کوئی اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کرسکتا، کوئی کسی کے حقوق غصب نہیں کرسکتا اور کوئی اپنے فرائض سے غفلت نہیں برت سکتا۔ یہی اسلامی ریاست کا تصور حکمرانی ہے اور یہی قرآن وسنت پر مبنی نظام حکومت کا تقاضا ہے۔

Marfat.com

معزز حاضرین کرام!

رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کا یوم سعید مناتے ہوئے ہمیں اس امر کا جائزہ بھی ضرور لینا چاہئے کہ وطن عزیز کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے ہم نے کتنا سفر طے کیا ہے۔ ہمیں اپنے اس ایمان ویقین کو بھی تازہ کرنا ہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور اسلام ہی اس کی ترقی وبقا کا ضامن ہے۔ پاکستان کے اسلامی تشخص پر دو رائے نہیں ہوسکتیں۔ مسلمانان برصغیر کی لازوال قربانیاں ایک ایسی اسلامی ریاست ہی کے لئے تھیں جس کا پورا نظام اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلا ہو۔ ریاست مدینہ کے علاوہ پاکستان ہی ایک ایسی ریاست ہے جو اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر وجود میں آئی۔ ہمارا ایمان ہے کہ کوئی نظام فکر اسلام سے زیادہ مہذب، کشادہ ظرف، جدید، تحمل مزاج، ترقی پسند، روشن خیال اور حقوق انسانی کا نگہبان نہیں ہوسکتا۔ پاکستان کے اسلامی تشخص پر پختہ یقین ہی استحکام پاکستان کی ضمانت ہے۔ یہ حقیقت ہمارے آئین کا حصہ ہے جسے کسی بھی قسم کے حالات میں نہ تو ختم کیا جاسکتا ہے نہ ہی اس میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ پاکستان کے عوام اس حقیقت کے دفاع کا ناقابل شکست عزم رکھتے ہیں۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

حضور ﷺ ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی عقیدت کا محور ومرکز ہیں۔ مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی محبت باقی تمام محبتوں پر فائق ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہدایت۔ عقیدہ ختم نبوت دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک امت ہونے کا اعزاز بخشا ہے اور وہ اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور سے قربانیاں دیتے چلے آرہے ہیں۔ یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ مملکت خداداد میں اس عقیدہ کی منافی کسی سرگرمی کی نہ اب گنجائش ہے نہ آئندہ کبھی ہوگی۔ اس عقیدہ کو قرآنی، قانونی اور عدالتی تحفظ حاصل ہے۔ عشق رسولؐ اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسداری علامہ اقبال کے کلام کی مرکزی روح ہیں۔

لا نبی بعدی ز احسانِ خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کی جانی چاہئیے کہ ہر مسلمان ناموسِ دینِ مصطفیٰ کے تحفظ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے۔

میں علمائے کرام، مشائخ عظام اور اہل فکر ودانش سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ پاکستان کو اکیسویں صدی کی جدید اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ حضور اکرم ﷺ کا یوم ولادت باسعادت مناتے وقت ہمیں یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں قرآن کی تعلیمات اور حضورؐ کے اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنائیں گے۔ اسی میں ہماری عزت وعظمت اور اسی میں ہماری بقا ہے۔ یہی ہمارا منشور سیاست وحکومت اور یہی ہمارا آئین حیات ہونا چاہئیے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اور

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

میں ان کلمات کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق پر کاربند رہنے اور وطن عزیز کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اسلام زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

Marfat.com

خطبہ استقبالیہ
محمد زبیر قدوائی
سیکرٹری وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر
حکومت پاکستان- اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزت مآب محمد رفیق تارڑ صاحب، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

محترم علماء ومشائخ عظام،

معزز حاضرین وسامعین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے انتہائی خوشی ہے کہ میں آج صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان محترم محمد رفیق تارڑ صاحب کو قومی سیرت کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں خوش آمدید کہہ رہا ہوں اور ان کا اس بابرکت محفل میں شرکت پر تہہ دل سے مشکور ہوں۔ اس سے نہ صرف ان کا آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ سے قلبی لگاؤ کا بخوبی اظہار ہوتا ہے بلکہ ہماری حوصلہ افزائی بھی ہے۔

جملہ حاضرین کرام کا میں دل کی اتاہ گہرائی سے نہایت مشکور ہوں کہ انہوں نے اس گرم موسم میں آنحضرت ﷺ سے اظہارت عقیدت میں والہانہ شوق کا مظاہرہ کیا۔

محترم صدر پاکستان!

یقیناً آپ کے علم میں ہے کہ وزارت مذہبی امور عرصہ دراز سے نبی اکرم ﷺ کی حیات بابرکت اور تعلیمات کے فروغ کے لئے مسلسل کام کر رہی ہے کہ جس سے عاشقان رسول ﷺ تشنہ کام ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس پر جتنا ہی فخر کیا جائے کم ہے۔ میں نہایت عجز سے اس بات کو بیان کرنا

Marfat.com

ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کی ہی ذات گرامی ہمارے لئے دین ہے۔ آپ نے ہمیں دین دیا، آپ نے دین سکھایا، آپ نے طریقہ سمجھایا۔ آپ نے ہمیں فکر دیا اور آپ ہی نے ہمیں عمل دیا۔ شخصیت جس کی زندگی سے ہمیں عشق ہو جس کے اعمال پر عمل کرنے سے روحانی مستی آئے، ایسی شخصیت ہی کے اقوال پر عمل کرنے سے سرخروئی دنیا اور آخرت میں نصیب ہوگی۔ اس حوالہ سے ہر وہ شخص اور ادارہ جو تعلیمات نبوی کے فروغ میں کوشاں ہے یقیناً مبارکباد کا مستحق ہے۔ چنانچہ حسب روایت اس سال جن سیرت نگار خواتین و حضرات کو آج کی کانفرنس میں انعامات دیئے گئے وہ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔

صدر محترم!

وزارت مذہبی امور نے وطن عزیز کے موجودہ حالات کی نسبت اس سال مقابلہ مقالات سیرت کے لئے ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہؐ کی روشنی میں'' کا عنوان مخصوص کیا جس پر شیدایان رسول ﷺ نے عالمانہ اور محققانہ مضامین تحریر کئے۔ جو عنقریب مطبوعہ شکل میں دستیاب ہوں گے۔

احتساب اور اسلام میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلام کا سب سے اول اور بنیادی فکر نقطۂ توحید ہے۔ یہ ایسا فکر ہے کہ جو ہر وقت انسان کو ایک ماوراء ہستی کی نگرانی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ لہٰذا ایک سچا اور صاحب ایمان مسلمان اس فکر سے ہٹ کر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا جو تعلیمات اسلامی کے منافی ہو۔

محترم حاضرین کرام!

میں چونکہ عالم و فاضل نہیں ہوں اور نہ ہی میں اس حوالہ سے کوئی طویل تقریر کرنا چاہتا ہوں۔ میں صرف یہ گذارش کرنا چاہوں گا کہ اگر ہم اپنے نبی ﷺ کے پیروکار اور ان سے محبت کرنے کے دعویدار ہیں تو ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی حیثیت میں اپنا اپنا احتساب کرنا چاہیئے اور کرتے رہنا چاہیئے کہ اسی میں ہماری دنیاوی اور اخروی نجات ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں صدر محترم اور شرکاء اجلاس کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ہم سب کی حاضری کو قبول فرمائے اور نبی اکرم ﷺ کی قربت سے نوازے۔ آمین۔

شکریہ۔

Marfat.com

حصہ (ب)

مقالات سیرت

Marfat.com

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

محمد اشرف ملک- لاہور

''اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے بدی سے روکا کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (۱)

Marfat.com

1- حسبہ، محتسب اور احتساب

1-1 تعریف:

حسبہ کی اصطلاح کا اسلامی مفہوم یہ ہے کہ ہر مسلمان ''امر بالمعروف نہی عن المنکر'' کا فریضہ ادا کرے اور دوسرے اس شخص کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جو کسی علاقے یا شہر میں سرکاری طور پر عوام کے اعمال اور خلاق عامہ کی نگرانی کرے ایسے اہلکار کو محتسب کہا جاتا ہے۔ احتساب سے مراد کسی شخص کی بدعنوانی، بداعمالی یا جرائم پسندی کے بارے میں باز پرس کرنا، آزمائش کرنا، حساب لینا، نگرانی کرنا، تفتیش و تحقیقات کرنا اور اس کے افعال کی جانچ پڑتال کرنا ہے۔ احتساب کا عمل قرآن پاک کی اساس پر اسلامی حکومت کے لئے لازم قرار پاتا ہے۔ یہ حکم ایمان کا مدار استقامت ہے اور اس کی اساس امانت ہے۔ جب ہم بے لاگ احتساب کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد ایسا احتساب ہے جو غیر جانبدارانہ، بے غرض، صاف ستھرا، شفاف اور بے تعصب ہو۔ معاندانہ یا دشمنی پر مبنی نہ ہو بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے عین مطابق ہو اور مملکت کی بہتری اور مفاد عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل میں لایا جائے۔ اور اس احتساب کو ہمیشہ جاری و ساری رکھا جائے۔

1-2 احتسابی عمل سے اغماض:

اگر ارباب اختیار قدرت رکھتے ہوئے بھی احتسابی عمل سے کوتاہی تغافل یا اغماض برتنے لگیں تو مکافاتِ عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بے غرض اور بے باک ہوکر خود اس اہم فریضہ کو انجام دیتا ہے اور ایسے حالات پیدا کر دیئے جاتے ہیں جن کی زد میں بدعنوان، ظالم اور خائن عناصر کے ساتھ ساتھ ارباب بست وکشاد بھی گرفت میں آ جاتے ہیں۔ جو حکمران اپنا ذاتی محاسبہ بھی کرتے ہیں اور احتسابی فریضہ کو اپنا فرض منصبی خیال کرتے ہوئے۔ بے لاگ اور خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہیں اور جنت کے حق دار ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا۔تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے تا کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بہت سخت ہے اور بہت درگذر کرنے والا رحم فرمانے والا ہے یعنی کہ وہ یہ دیکھے کہ جو نعمتیں اس نے تمہیں دی ہیں تم نے کس حد تک ان کا حق ادا کیا ہے۔

1-3 دنیا میں بہترین امت وہ ہے جو معروف کا حکم دے اور منکرات سے روکے:

(1) احتساب کا عمل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اساس پر قائم ہے۔ جو ہر مسلمان کے لئے فرضیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔" اب دنیا میں بہترین امت تم ہو جسے بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ (2) وہی لوگ بہترین امت کہلانے کے صحیح حق دار ہیں جو اس رہنما اصول پر مسلسل کاربند رہتے ہیں۔ ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے کہ تم میں ہر شخص نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ کیا ہم فی الواقع بہترین امت کہلانے کے مستحق ہیں اور ہمعصر انسانوں کی نگہبانی کا فرض ادا کرتے ہیں؟ اسلام میں احتساب کا دائرہ وسیع تر ہے جس کا مختصراً ذکر مقالہ کیا جائے گا۔

1-4 احتساب اور محتسب کی اہمیت:

دورِ خلافت میں محتسب ریاست کے اہم عہدہ داروں میں شمار ہوتا تھا۔ حسین واعظ کاشفی لکھتا ہے کہ محتسب کا وجود اس امر کی ضمانت ہے کہ عوام اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔ ہر وہ سربراہ مملکت جو شریعت کے قوانین رائج کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ زمین پر اللہ کا نائب اور اس کا سایہ (ظل

70925

ملہ) ہے۔لیکن اس کے فرائض اتنے ہمہ گیر ہیں کہ وہ ان کی تفصیل پر نظر نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا احکام شریعت پر عمل درآمد کے لئے اسے مملکت میں محتسبوں کا تقرر کرنا چاہئے۔ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پانچویں صدی ہجری سے لے کر گیارہویں صدی ہجری تک مسلم ممالک اور برصغیر میں حسبہ کے فرائض انجام دینے کے لئے محتسب موجود تھے۔محتسب کا اہم فریضہ دینداری کی ضمانت اور بے دینی کا قلع قمع کرنا تھا۔

1-5 محتسب کی ضرورت:

معاشرے کو اعتدال پر رکھنے اور اسے جرائم پسندی، بے راہ روی اور بدعنوانی سے روکنے کے لئے مسلسل احتسابی عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی برائیاں اگر ابتداء سے نہ روکی جائیں تو ایک بڑی برائی اور فساد کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ نظام الملک لکھتا ہے کہ اوزان اور قیمتوں کی جانچ پڑتال تجارتی لین دین کی نگرانی، اشیاء میں ملاوٹ دھوکے کے انسداد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترویج کے لئے ہر شہر میں محتسب کا تقرر ہونا چاہئے۔ سربراہ مملکت اور اس کے عہدہ دار اس کی تائید وحمایت کریں کیونکہ اگر وہ اس کی مدد سے ہاتھ اٹھالیں تو غریب نادار لوگ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ بیوپاری بھی خرید وفروخت میں من مانیاں کریں گے منڈی کے آڑھتی (فضلہ خور) مسلط ہو جائیں گے۔ رشوت عام ہو جائے گی اور شریعت (قانون) کا وقار جاتا رہے گا۔(3) لیکن آج کل ان معاملات کی طرف بہت ہی کم توجہ دی جارہی ہے۔

1-6 محتسب کی قانونی حیثیت:

سری لنکا میں کولمبو کے مقام پر 1966ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہر ملک میں عملی طور پر محتسب کی ضرورت ہے۔ یہ عدلیہ اور مقننہ کے متوازی ادارہ نہ ہو بلکہ اسے ایک ضمنی اور ثانوی ادارے کی حیثیت حاصل ہو جو ان کا ممد ومعاون ہو۔ وہ ترغیب، آمدگی، سفارش اور تشہیر جیسے محرک استعمال کر کے اپنے کام کو آگے بڑھائے۔ اس طرح انتظامیہ کی بداعمالیوں، بدعنوانیوں اور اختیارات کے تجاوزات کو روکنے کے لئے یہ ایک مؤثر ادارہ ثابت ہوسکتا ہے۔خصوصاً ان معاملات میں جو پولیس اور عدلیہ کے دائرہ اختیار میں نہ آتے ہوں یعنی محتسب کیلئے قابل دست اندازی افعال کی حدود متعین کر دی جائیں۔اور اس بارے مناسب قانون سازی کی جائے اور اختیارات کو نچلی سطح پر منتقل کیا جائے۔ (4) دنیا کے تمام مہذب اور متمدن ممالک میں حکومتوں کی کارکردگی جانچنے اور کرپشن پر کڑی نظر رکھنے کے لئے ایسے ادارے موجود ہوتے ہیں جو مصلحتوں

سے بالاتر ہوکر احتساب کا عمل جاری رکھتے ہیں اور کرپشن کلچر کا خاتمہ کرتے ہیں لیکن ہر ملک کی انسدادی کاروائیوں میں ترجیحات مختلف ہوتی ہیں۔

1-7 حسبہ اور محتسب کی ابتداء:

سب سے پہلے محتسب کے ادارے 1953ء میں Scandinavian Countries یعنی سویڈن، ناروے اور ڈنمارک میں قائم ہوئے۔ سویڈن میں محتسب کو Ombudsman کا نام دیا گیا جب وہ شکایات سنتا تو اسے Justitic Ombudsman کہا جاتا تھا۔ وہ ملکیوں اور غیر ملکیوں کی شکایات پر دادرسی کرتا تھا لیکن کوئی وکیل پیش نہیں ہوسکتا تھا۔ بیسوی صدی کے وسط میں مغربی جرمنی، کیوبا اور امریکہ کی ریاستوں اور دنیا کے بیشتر ممالک میں ادارے قائم ہوئے۔ (5) باور یہ کیا جاتا ہے کہ احتساب کا اصول قانون مسلمانوں کے نظام سلطنت سے اخذ کیا گیا ہے۔ وبسٹر ڈکشنری میں محتسب کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ Ombudsman is an appointed Public official, who investigates activities of "Government Agencies that may infringe the rights of the individuals, (6)

اسلام آباد میں ایشیائی محتسبوں کی کانفرنس منعقدہ فروری 2000ء میں انتظامیہ کی ناجوازیوں کو روکنے، رشوت ستانی اور بدعنوانی کے انسداد اور محاسبے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ جن ممالک اور علاقوں میں محتسب کے ادارے نہیں ہیں وہاں بھی قائم کئے جائیں اور ان شعبوں کی نشاندہی کی جائے جن میں احتساب کی ضرورت ہے۔ محتسب کے ادارے کو مزید مؤثر بنانے کے لئے ممبر ممالک میں تعاون بڑھایا جائے۔ قانون، ضابطہ، طریقکار اور اطلاعات ممبر ممالک کو ارسال کی جائیں، پاکستان میں ڈیٹا بینک قائم کیا جائے تاکہ تحقیقاتی مواد سے ممبر ممالک مستفید ہوسکیں۔ انتظامیہ کی تطہیر کے عمل کو جاری رکھا جائے اور حسبہ کے ادارے کو مزید وسعت دے کر اس عمل کو آگے بڑھایا جائے۔

2- اللہ تعالیٰ خود محتسب اعلیٰ ہے۔

2-1 اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے:

اسمائے حسنیٰ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا صفاتی نام ''الحسیب'' ہے۔ اس نے دنیا میں احتساب کیلئے انسان

Marfat.com

کو انسان پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ وہ خود تمام مہمات امور کے لئے کافی ہے۔ وہ دنیاوی افعال و اعمال کا حساب کنندہ ہے۔ وہ نیکی بدی کے بارے میں سریع الحساب ہے یعنی وہ احتساب میں تاخیر نہیں کرتا۔ وہی دنیا اور آخرت دونوں میں سزا و جزا دینے والا ہے۔ یہاں تک کہ سورج چاند اور ستارے بھی آفاقی حساب کے اندر اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ اس دنیا میں انسان کو اللہ کی طرف سے مہلت ملتی ہے لیکن جس طرح تمام مخلوق کو یکبارگی دنیامیں رزق مل رہا ہے اسی طرح یوم حساب کو سب کا یکبارگی حساب لیا جائے گا۔ اس روز اعمال نامے کی کتاب میں کوئی چھوٹی بڑی بات ایسی نہ ہوگی جو اس میں درج نہ ہو اور اس روز وہ جو انہوں نے عمل کیے تھے اپنے سامنے پالیں گے۔ (7) ان تمام اختلافی امور یعنی نیکی اور بدی کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (8) قیامت کے روز سب کو اعمال کا بدلا ملے گا انصاف سے فیصلہ ہوگا اور ظلم نہیں ہوگا بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (9) یہی آفاقی احتسابی عمل کا رہنما اصول ہے۔ جس کا دنیاوی احتساب پر بھی اطلاق ہوتا ہے تا کہ کوئی غیر جانبدار، آزاد اور معتبر حسبہ کا ادارہ بدعنوان حکمران اور ان کے کارندوں کو ان کے اپنے دور اقتدار میں ہی گرفت میں لا سکے۔

2-2 اللہ تعالیٰ کے احتساب سے کچھ پوشیدہ نہ ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے اور لقمان نے کہا تھا بیٹا کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو اور کسی چٹان یا آسمان میں چھپی ہوئی ہو تو اللہ اسے نکال لائے گا۔ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔ بیٹا نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر۔ (10) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''جو کچھ تم نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے اللہ اس کے بارے میں بھی تم سے مواخذہ کرے گا۔ (11) اللہ جل شانہ نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے پورا دین قرآن و سنت کی صورت میں واضح کر دیا ہے تا کہ لوگ خیر و شر نیکی اور بدی حلال و حرام میں تمیز کر سکیں۔ انسان میں عقل اور ضمیر جیسی صلاحیت بھی ودیعت کر دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اے رسول! تیرے رب نے جو کچھ تیری طرف نازل کیا ہے (دوسروں تک) پہنچا دے۔ اگر تو یہ نہ کرے تو گویا تو نے فرض رسالت ادا ہی نہیں کیا۔ (12) ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے محمد ﷺ! جو کپڑا لپیٹے ہوئے ہو اٹھو اور (لوگوں کو) ہدایت کرو۔ (13)

2-3 برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے:

اسلامی نظام احتساب میں برابری، توازن اور عدل کا اصول کارفرما ہے۔ احتساب یا بدلہ

لینے میں افراط وتفریط سے کام نہیں لیا جاتا۔ ارشاد خداوندی ہے کہ ''ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (اچھے بُرے اعمال کا) دنیا اور آخرت میں حصہ پائیں گے۔ اجر تو زیادہ مل سکتا ہے لیکن برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔ مگر جو درگزر کرے اور معاملے کو درست کر دے تو اس کا بدلہ خدا کے ذمہ ہے۔ (14) لیکن جس پر ظلم ہوتا ہے اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کچھ الزام نہیں۔ (15) برائی کا بدلہ زیادہ نہیں لیا جائے گا۔ اگر دنیا میں ارباب بست وکشاد برائی کو نہیں روکتے تو اللہ تعالیٰ برائی کا بدلہ خود لے گا۔ ان لوگوں کو جزا سے نوازے جنہوں نے نیک اعمال کئے ہیں اور بڑے گناہوں اور قبیح افعال سے پرہیز کرتے ہیں ماسوائے کہ ان سے کوئی قصور بالغرض ہو جائے تو بھی اللہ مغفرت کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور اللہ تم کو خوب جانتا ہے۔ (16) اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت شدیدہ ہے۔

2-4 برائی کا تدارک:

اسلام میں ماسوائے حدود کے مقدمات میں برائی کو روکنے کے لئے سختی یا تشدد کی بجائے ترغیب سمجھانے بجھانے سے کام لیا جاتا ہے۔ ''نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں''۔ (17) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں اور اپنی کمائی سے نیک کاموں کے لئے اعلانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں برائی کا بدلہ تو ویسی ہی برائی ہے لیکن اگر کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اور صبر سے کام لے اور درگزر کرے تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (18-19) یہی احتساب کا فیصلہ ہے۔

2-5 برائی اور گناہ کے بعد توبہ اصلاح اور معافی:

جو شخص گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو اللہ اسے معاف کر دے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (20) اگر کوئی نادانی سے برائی کا ارتکاب کرتا ہے اور بعد میں توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے، تو اللہ اسے معاف فرما دیتے ہیں اور نرمی سے کام لیتے ہیں۔ (21) کیونکہ اللہ تعالیٰ الرحمٰن الرحیم اور الغفور الرحیم ہیں۔ (22) ایک بار توبہ اور اصلاح کرنے والا شخص آئندہ برائی کے ارتکاب سے باز رہ سکتا ہے۔

Marfat.com

2-6 ظلم اور فساد:

اللہ تعالیٰ ظلم اور فساد برپا کرنے والے کا سخت محاسبہ کرے گا۔ وہ شدید العقاب ہے یعنی سخت عذاب دینے والا جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہو گا۔ (23) اللہ تعالیٰ کے احتساب سے کوئی بڑا چھوٹا نہیں بچ سکے گا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں حساب لینے کی قدرت رکھتا ہے۔ یہی قانون احتساب حسبہ اور محتسب کے لئے رہنما اصول تھے۔ ''اطاعت کرو اللہ اور رسول ﷺ کی کیونکہ تمہارے لئے رسول ﷺ اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے''۔ (24) کیونکہ یہ آفاقی اور اعلیٰ ہدایت اور کاملیت کے ساتھ انسانی افعال و اعمال کیلئے حکمت اور راہبری کا سرچشمہ ہے جو انسانیت کی ارتقاء، اصلاح، فلاح احتساب کیلئے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ انسان کو اندر سے نیک خصال بنانے بلکہ معراج انسانیت کے لئے لازوال نعمت، نصیحت، شفا اور بیماریوں کا علاج ہے۔

2-7 غیر جانبدارانہ عدل اور احتساب:

اللہ تعالیٰ خود انصاف کے ساتھ فیصلے کرتا ہے اس کے قانون ازلی اور ابدی ہیں۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔ (المائدہ 42 الحجرات 9) امت مسلمہ بے لاگ، جلد اور مفت انصاف کی بہم رسانی کی مکلف ہے کیونکہ تمام تر عدل گستری اور دادرسی اللہ کے نام پر انجام پاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ'' خدا کے واسطے انصاف کے علمبردار بنو۔ اگرچہ تمہارے انصاف اور گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین، رشتہ دار پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو، فریق مقدمہ مال دار ہو یا غریب اپنے نفس کی خواہش کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ (25) محتسب یا جج کی ایک غضب آلودہ نگاہیں گنہگار یا ملزم کو راہ راست پر لا سکتی ہیں بشرطیکہ ان نگاہوں کے پس پردہ عدل ہو۔

2-8 لوگوں کے حقوق کی محافظت:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقوق العباد نہایت اہم ہیں جو کہ حقوق اللہ کے مقابلے میں 95 فی صد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ'' اللہ تم کو حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کے حقوق (امانتیں) انہیں پہنچا دیا کرو۔ جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو اللہ خوب سنتا اور دیکھتا ہے۔ (26) قرابت داروں کو ان کا حق

Marfat.com

دو مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کو بھی (27) مسکین اور مسافر کو بھی (28) پیداوار کا حق فصل کاٹنے کے دن ادا کرو۔ (29) ''اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا مقررہ حق ہے۔ یعنی جس پر مالی افتاد پڑی ہو۔ (30) حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ''تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (31) تیرے بچوں اور ملاقاتی کا بھی تجھ پر حق ہے''۔ بیوی کا حق شوہر پر یہ ہے کہ وہ اسے کھانا کھلائے، کپڑے پہنائے اور اس کے چہرے پر تھپڑ نہ مارے۔ (32) اسلام میں حقوق العباد کی اہمیت اور وسعت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جس میں ارشاد ہے ''بے شک تیری جان کا تجھ پر حق ہے تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (33) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ ایک حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن سے میں جھگڑا کروں گا۔ ان میں ایک وہ ہے جس نے مزدور سے کام تو پورا لیا مگر اسے اجرت ادا نہ کی۔ (34) اسی طرح آپ نے ہمسایوں، یتیموں، حاجت مندوں، بیماروں، غلاموں، مہمانوں کے حقوق کی حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔

2-9 بازاری نرخ اور پورا ناپ تول:

ناپ تول میں کمی بیشی کے مسئلے میں عام طور پر دوکاندار تاجر وغیرہ ملوث ہوتے ہیں۔ فطری قوانین میں عدل کو بڑی اہمیت حاصل ہے یعنی وہ ترازو یا میزان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اور ہر شخص کو برابر تول کر اس کا حق ملنا چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''مت زیادتی کرو ترازو میں اور انصاف کے ساتھ سیدھی ترازو سے تولو اور تول کو مت گھٹاؤ۔'' (36) ''ناپ تول پورا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی مت ڈالو۔ یہ تمہارے لئے بھلا ہے۔ (37) جب تم ناپو تو ناپ پورا بھر دو اور سیدھی ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔ (38) لیکن اس کے برعکس کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے جو اوروں سے جب ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب دوسروں کو ناپ تول کر دیں تو گھٹا دیں۔ قیامت کے روز اللہ کے روبرو حاضر ہو کر حساب دینا پڑے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے نرخ میں اس لئے دخل دے کہ اسے گراں کر دے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن اس کا محاسبہ کر کے عذاب میں مبتلا کر دے۔ کاروباری معاملات میں بددیانتی ملک میں فساد برپا کرنے کے مترادف ہے۔ ''ترازو میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور تول مت کم

Marfat.com

کرو"۔ (39) اس طرح اسلام نے واضح طور پر معاشی استحصال کے سدباب کا حکم دیا ہے۔ قرآن و حدیث میں ناپ تول میں کمی کرنے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ عام طور سے عاملات کا لین دین انہی دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ انہیں کے ذریعے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقدار کا حق ادا ہو گیا یا نہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ خواہ ناپ تول سے ہو یا عددی شماری یا کسی اور طریقے سے ہو ہر ایک میں حقدار کے حق سے کم دینا بحکم تطفیف حرام ہے۔ اسی طرح حقوق العباد میں جو شخص مقررہ حق سے کم کرتا ہے وہ بھی تطفیف کے حکم میں ہے۔ مزدور ملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے اس میں سے وقت چرانا اور کم کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ اسی طرح معاہدے کے مطابق تنخواہ یا مزدوری کم دینا بھی اس میں داخل ہے۔ (پی ایل ڈی 1994ء۔ سپریم کورٹ 72)۔ (39 الف) محتسب کے اہم فرائض منصبی میں منڈیوں کے کاروبا ناپ تول اور باٹوں کی نگرانی تھی۔ آج اس عوامی مسئلہ پر کس حد تک عمل ہو رہا ہے؟ ہر تاجر راتوں رات امیر بننے کے خواب دیکھ رہا ہے اور بددیانتی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

2-10 احتساب اور مکافات عمل:

قرآن حکیم کی تعلیمات ہمارے لئے ضابطہ قانون اور احتسابی نظام کا آئین اور شریعت ہے۔ وہی لائحہ عمل ہے اور وہی نصب العین اسی قانون کے ذریعہ تخلیق کائنات کا مسلسل محاسبہ اس دنیا میں ہوتا رہتا ہے۔ مکافات عمل کے ذریعہ انسانوں کا محاسبہ غیب سے ہو رہا ہے۔ انسانی اعمال و افعال اور سزا و جزا کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے۔ وہ انسان کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ بظاہر خائن اور ظالم لوگ خوشحال نظر آتے ہیں اور نیک و صالح لوگ تکلیف میں۔ جب قومیں ظلم اور تعدی میں حد سے بڑھ جاتی ہیں اور انہیں منع کرنے والا اور روکنے والا کوئی نہ ہو تو انہیں من حیث المجموع مٹا دیا جاتا ہے۔ پہلے تو ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیے جاتے ہیں اور ادنیٰ عذاب بطور تنبیہ کے آتے ہیں لیکن یہ سب کچھ بڑے عذاب کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس جو حکمران بے لاگ احتساب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ دشمنوں کی سرکوبی، غریبوں، ضعیفوں اور یتیموں کی دستگیری اور معاشرے کے عام افراد کی روحانی اور جسمانی تطہیر کر کے دفع فساد کرتے ہیں یہی لوگ اس سرزمین میں خلافت کے صحیح حقدار ہیں اور ان کے لئے کامیابی ہے۔

3- آنحضرت ﷺ بے لاگ احتساب فرماتے تھے

3-1 احتساب عدل واحسان پر مبنی تھا:

ہادی برحق ﷺ نے ظالموں، شرپسندوں اور بدعنوان عناصر کی اصلاح اور ان کے برے اثرات سے متوسط طبقے کو محفوظ رکھنے کیلئے تادیب، تنبیہ اور تہدید کا جو طریق کار اپنایا وہ عدل واحسان کے منفرد اور فقید المثال اصولوں پر مبنی تھا۔ جن کی اساس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی شکایت لے کر آتا تو آپ ﷺ تحقیق فرماتے۔ نور ہدایت کے پیکر، مکمل نمونہ حیات، خیر البشر، امانتوں کے امین، مظلوموں کے خیر خواہ وسیع وعریض سلطنت کے شہنشاہ نے نہ کوئی دولت سمیٹی نہ زمین حاصل کی نہ کوئی محل یا کارخانہ لگایا بلکہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کیلئے بھی زمین خرید لی۔ اپنے مال سے لوگوں کو نوازا اور امت مسلمہ کو وہ نصب العین اور مکمل ضابطہ حیات دیا جس کی بدولت اللہ کی سلطنت رہتی دنیا تک قائم دائم رہے گی۔ اپنی حالت یہ تھی کہ جب وفات کا وقت آیا تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ گھر میں جو مال ہے وہ خیرات کر دیا جائے۔ تعمیل حکم پر جب گھر کی پڑتال کی گئی تو گھر کی کل پونجی پانچ درہم نکلی جسے خیرات کر دیا گیا۔ وفات کے بعد جلانے کے لئے تیل بھی ہمسائے سے ادھار لیا گیا۔ ہر مسلمان حاکم کے لئے یہ درس عبرت ہے۔ کیا آج کے حاکم بھی اس ذاتی احتساب کے معیار پر پورا اتر سکتے ہیں؟

3-2 بلامعاوضہ احتساب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریاستی معاملات اور احتسابی عمل کے لئے کبھی معاوضہ وصول نہیں کیا۔ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کو یہ فرمانے کا حکم ہوا کہ ''میں نے جو ہدایت تم کو دی ہے یعنی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے باز رہنے کیلئے کہا ہے میں کوئی معاوضہ لینے کا خواہاں نہیں ہوں میری مزدوری تو اللہ پر ہے یعنی میرا صلہ تو یہی ہے کہ تم لوگ حق کو قبول کر لو اور قرابت داروں کا حق ادا کرو اور آپس میں محبت رکھو''۔ (40) اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد، مبشر، داعی الی اللہ اور سراج منیر یعنی حق ظاہر کرنے والا، خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (41) یہی فرائض ہر مسلمان پر عائد ہوتے ہیں وہ دوسرے انسانوں کی ہدایت اور محاسبے کا مکلف ہے بشرطیکہ وہ خود ہدایت یافتہ ہو۔

Marfat.com

3-3 ناقص غلہ کی فروختگی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات خود بازار تشریف لے جاتے تھے اور اشیائے خوردنی کے بارے میں حالات اور معاملات کی تحقیقات فرماتے تھے ایک مرتبہ بازار میں غلہ نظر آیا آپ ﷺ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی۔ دکاندار سے فرمایا کہ یہ کیا ماجرہ ہے جواب میں اس نے کہا کہ بارش سے بھیگ گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھا گیا تا کہ خریدار کو نظر آئے۔ جو لوگ فریب دیتے ہیں۔ وہ ہم میں سے نہیں۔ (42) آج ہم کس قدر ناقص غذا کھاتے ہیں چائے میں رنگے ہوئے دالوں کے چھلکوں مرچوں میں ٹیکسٹائل رنگوں سے رنگی ہوئی مرچیں، اور دیگر ملاوٹ شدہ اغذیہ فروخت کی جاتی ہیں لیکن کوئی احتساب نہیں کئی بیماریاں عود کر آتی ہیں۔

3-4 حکام اور ولاۃ کی تقرری:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصل قضا اقامت عدل، بسط امن اور رفع فساد کے لئے حکام اور والیوں کا تقرر فرمایا۔ جو عہدہ کے اعتبار سے محتسب کی مساوی یا زیادہ اختیارات کے مالک ہوتے تھے۔ انہیں جو فرائض سونپے جاتے تھے۔ ان میں احتساب، سیاسی انتظامات، جزیہ کی وصولی، غیر قوموں سے گفت وشنید اور مصالحت، جائیدادوں کی تقسیم، فصل قضا، مقدمات کا فیصلہ، خانہ جنگیوں کا انسداد، نومسلموں کے مسائل اور انتظامات اور وفود کے لئے وظائف کا اہتمام وغیرہ شامل تھے۔ ان کے علاوہ یکم محرم ۹ ہجری کو وسیع وعریض سلطنت کے مختلف شہروں اور قبیلوں کے لئے الگ الگ مصلحین مقرر فرمائے۔ جو قبائل کا دورہ کر کے لوگوں سے زکوٰۃ اور خراج وصول کر کے خدمت اقدس میں پیش کرتے تھے۔ انہیں واجب الوصول زکوٰۃ مقدار سے آگاہ کیا جاتا اور حق سے زیادہ یا تشدد کے ذریعہ وصولی یا عمدہ مال نکالنے کی اجازت نہ تھی۔ (43)

3-5 قرضوں کی واپسی:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقدار کو امانتوں اور قرضوں کی واپسی کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اگر کوئی مقروض وفات پا جاتا یا اس میں قرض کی ادائیگی کی سکت نہ ہوتی تو قرض بیت المال سے ادا کر دیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ابن ابی حدرد پر حضرت کعب بن مالکؓ کا قرض تھا۔ انہوں نے مسجد میں قرض کا تقاضا کیا۔ بات بڑھ گئی۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور حضرت کعبؓ کو پکارا اور فرمایا کہ ''نصف قرضہ معاف کر دو'' کعب

Marfat.com

راضی ہو گئے۔ فرمایا کہ ''جاؤ بقیہ حصہ ادا کر دو''۔ اسلام میں اگر صاحب جائیداد مقروض ہو کر مر جاتا ہے تو پہلے تو متوفی کی جائیداد سے اس کا قرض ادا کیا جاتا ہے اور اس کے بعد ہی اس کی جائیداد وارثوں میں تقسیم کی جاتی اگر وہ نادار ہے تو اس کے قرض کی ادائیگی بیت المال سے ہوتی ہے۔ اگر بیت المال میں رقم نہ ہو تو اس کے قرابت دار یا عام مسلمان اس کے قرض کی ادائیگی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ مقروض کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرماتے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کہ اگر کوئی مسلمان قرض دار مر جائے تو میں (یعنی حکومت) بیت المال سے قرض ادا کروں گا اور اگر اس کے پاس کچھ مال ہو تو اس کے حقدار اس کے وارث ہوں گے۔ اگر قرض دار مدیوں ادائیگی کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی قرض ادا نہیں کرتا تو وہ ظالم ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے طالب دین کو راس المال کے مطالبے کا حق دیا ہے اور مدیوں کو ادائیگی کرنے کا حکم دیا ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں اسے ظالم قرار دیا جائے گا اور حبس یعنی قید کی سزا کا مستوجب ہو گا۔ ارشاد خداوندی ہے کہ نہ تو زیادہ لے کر ظالم بنو اور نہ ہی راس المال سے کم وصول کرنے مظلوم بنو۔ ظالم مدیوں کو مار پیٹ کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اس کے لئے سزائے قید ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ تونگر کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اگر امیر آدمی مقروض ہو تو قرض خواہ کو چاہئے کہ اس کے ساتھ چمٹا رہے اور ظالم سزا کا مستحق ہے اگر وہ حراست میں رہنے کے باوجود قرض ادا نہیں کرتا تو اس سے دوبارہ مطالبہ کیا جائے اور پھر تا ادائیگی اسے حراست میں رکھا جائیگا۔ البتہ نادار ہے تو اسے رہا کر دیا جائے گا۔ لیکن مقروض مدیوں اپنی ناداری اور غربت کی گواہی پیش کرے اور اس کی معاشی حالت کی باقاعدہ تفتیش کی جائے گی۔ اگر اسے عدالت میں قاضی کے روبرو پیش کیا گیا ہے تو پہلی پیشی پر اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے پاس مال موجود ہو اور وہ جان بوجھ کر نادہندہ بنا ہوا ہو۔ یا اس نے مال کہیں چھپا رکھا ہو اور دوسرے کسی شخص کو علم نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ دوران قید دو تین ماہ کے اندر اس کا ضمیر اسے ملامت کرنے لگے ایک مرتبہ ایک گرفتار شدہ مدیوں نے اعتراض کیا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر قرض والا تنگ دست ہے تو اسے کشائش حاصل ہونے تک مہلت دو پھر آپ نے مجھے کیوں قید کیا ہے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''امانت والوں کی امانتیں واپس کر دیا کرو''۔ عصر حاضر میں بھی اسی اصول قانون کے تحت نادہندگان کا محاسبہ کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ مملکت کی ہر شے ان کے پاس امانت ہے امانات میں خیانت نہ کریں۔ (45)

3-(ج) زکوٰۃ کی وصولی اور عمال کا محاسبہ:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنہ ۹ ہجری میں زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی کے لئے عمال کا تقرر فرمایا۔ (46) آپ خود عمال کو مقرر فرماتے ہوئے ان کی عملی بصیرت اور طرز عمل کا امتحان لیتے تھے اور دیانتدار لوگوں کا تقرر فرماتے۔ ان فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے زیادہ ضرورت تجربہ، عملی بصیرت وسعت نظر، معتدل مزاجی اور اجتہاد کی تھی۔ انہیں پہلے قرآن پھر حدیث اور پھر اجتہاد کے ذریعہ فیصلے کرنے کی ہدایت فرمائی جاتی تھی۔ اگر وہ اس حکم پر عملدرآمد نہ کرتے تو ان کا محاسبہ کیا جاتا تھا۔ جب وہ زکوٰۃ یا صدقات وصول کر کے آتے تو آپ ان کا جائزہ لے کر مواخذہ فرماتے تھے کہ انہوں نے وصولی کی کاروائی کے دوران کوئی ناجائز طریقہ استعمال نہیں کیا۔ عصر حاضر میں بھی زکوٰۃ اور بیت المال سے رقوم نکلوا کر خورد برد کی جاتی ہیں۔ لاکھوں کروڑوں کے ٹیکس زائد وصول کئے جاتے ہیں اور بعد میں فنڈ واچر تیار کر کے زائد ٹیکس واپس کئے جاتے ہیں لیکن کوئی محاسبہ نہیں ہوتا۔ یہ یا تو نا اہلی ہے یا خیانت ہے یا ٹیکس گزاروں سے ملی بھگت سے رقوم واپس کی جاتی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صدقہ کی رقم وصول کرنے کیلئے ایک شخص کو مامور فرمایا جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا کہ فلاں مال اسے ہدیہ میں ملا ہے فرمایا کہ یہ ہدیہ تمہیں گھر بیٹھے ہی کیوں نہیں مل گیا۔ بعد ازاں آپ نے ایک خطبہ کے دوران فرائض منصبی کے دوران رشوت یا ہدیہ قبول کرنے کی سخت ممانعت فرمائی۔ (66) اس لئے عمال جو ایک قسم کے محتسب ہی ہوتے ان کا انتخاب آپ ﷺ خود فرماتے اور جو لوگ خود کو اس خدمت کے لئے پیش کرتے تو ان کی درخواست نامنظور ہو جاتی تھی ایسے افراد منتخب کئے جاتے جن کے بارے میں یہ یقین ہوتا کہ وہ رشوت یا ہدیہ ہرگز قبول نہیں کریں گے بلکہ ایسی پیشکش کو ٹھکرا دیں گے۔ عمال کو بقدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا۔ آپ ﷺ نے منادی کرا دی تھی کہ جو شخص مقرر کردہ شرح سے زائد وصول کرے گا وہ مالی خیانت کا مرتکب ٹھہرا دیں گے۔ فرمان یہ تھا ''جو شخص ہمارا عامل ہو اگ اسے ایک بیوی کا خرچہ لینا ہوگا اگر اس کے پاس نوکر نہ ہو تو نوکر کا اور اگر مکان نہ ہو تو مکان کا لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو خائن ہوگا''۔ ایک مرتبہ عبد المطلب بن ذمعہ بن حارث اور فضل ابن عباسؓ چچازاد بھائی اور بھتیجے تھے، عرض کی کہ لوگوں کی طرح انہیں بھی زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی کے لئے عامل مقرر کیا جائے تا کہ اس میں سے جو معاوضہ ملے اس جمع شدہ مال سے نکاح کے لئے سرمایہ مہیا کر سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آل محمد کے لئے صدقہ جائز نہیں یہ لوگوں کا میل

Marfat.com

ہے۔(48) اگر ایک اہم منصب پر کسی رشتہ دار، خائن یا غیر ذمہ دار شخص کو مقرر کیا جائے تو احتساب کا مقصد معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ زکوٰۃ بیت المال کی رقم کی خیانت اللہ کے خلاف خیانت ہے۔

3-7 اصلاح بین الناس:

اسلامی نظام حکومت کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ انسانیت کے تمام فرقوں اور گروہوں کے اختلافات مٹا کر لوگوں کے باہمی تنازعات مفاہمت اور صلح جوئی سے حل کئے جائیں کیونکہ بنی نوع انسان کے عظیم معلم و رہنماء نے اپنے فلسفہ وحکمت کی بنیاد پر اخلاقیات اور اصلاح بین الناس اور ان کے باہمی حقوق کی محافظت پر زور دیا ہے۔ جس سے انسان کے جذبات اور اخلاقی فطرت کی روشنی میں جسمانی اور روحانی اصلاح فرمائی معاشرتی ہم آہنگی برقرار رکھنے کیلئے داد رسی دیانتداری عفو و درگذر، میانہ روی، معافی، مساوات، رحم اور شفقت، باہمی مشاورت، اللہ کی راہ میں خرچ، تزکیہ نفس، اقامت الصلوٰۃ اور زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی۔ کسی جان کا ناحق خون، بدکاری، فحاشی، مکروفریب، دھوکہ دہی، طمع، نفسانی اور منکرات سے بچنے پر زور دیا، حدیث میں ہے ''تم میں سے سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ (49) آپ ﷺ نے حسبہ کے فرائض خود انجام دیئے، کیونکہ عہد مبارک میں احتساب کے لئے حسبہ کا باقاعدہ محکمہ قائم نہیں ہوا تھا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ '' خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمہارے لئے لازم ہے کہ معروف کا حکم دو اور برائی سے لوگوں کو منع کرو اور بدکار کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے حق کی طرف موڑ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بدکاروں کے دلوں کا زنگ معصیت حق پرستی کے دعویداروں کے دلوں پر بھی چڑھا دے گا۔ (50) مدعا یہ تھا کہ دنیا میں اللہ کی سلطنت قائم ہو۔ اللہ کے احکامات کی تعمیل ہو۔ نیکیوں کا دور دورہ ہو اور برائیوں کا استیصال ہو۔ ایک مرتبہ اہل قبا میں نزاع کی صورت پیدا ہوگئی فریقین نے ایک دوسرے پر پتھر برسائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود پیدل چل کر موقع پر تشریف لے گئے اور مصالحت فرمائی۔ (51) اور فرمایا کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے انصاف کروں۔ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس پر عمل کر کے دکھایا اور قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔

3-8 احتساب میں حاکم ومحکوم سب برابر ہیں:

عدالت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظریہ معدلت اور احتساب میں حاکم اور محکوم سب برابر تھے۔ آپ ﷺ نے حکم خداوندی سے یہ اعلان فرمایا کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے قوانین

Marfat.com

وندی کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کروں اگر میں ان قوانین کی خلاف ورزی کروں تو سزا سے نہیں بچ سکتا۔'' ایک
بہ ایک بااثر عورت نے چوری کی تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ اس عورت کے قبیلے والوں نے
سامہ بن زید کے ذریعہ سفارش پہنچائی۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا کہ تم حدود اللہ کے
اف سفارش کرتے ہو۔ حضرت اسامہ لرز اٹھے اور استغفار کی درخواست کی شام کے وقت آپ ﷺ نے خطبہ
ں فرمایا کہ تم سے پہلے کی امتیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ امیر اور مالدار سزا سے بچ جاتا تھا۔ ضعیف اور نادار کو سزا
ی جاتی تھی۔ اس ذات کی قسم کہ اگر میری بیٹی فاطمہؓ سے جرم سرزد ہو جاتا تو میں اس کا ہاتھ بھی کٹوا دیتا۔ (52)
م الجمعہ 17 رمضان کو صفوں کے سامنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گزرے تو صف میں آپ ﷺ نے
پی چھڑی سے انصاری کو پیٹ میں لگا کر فرمایا کہ ''برابر ہو جاؤ'' کیونکہ وہ صف سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ اس نے
کہا کہ مجھے تو بڑی تکلیف ہوئی ہے۔ آپ ﷺ تو عدل و انصاف کے علمبردار اور پیغام رساں ہیں میں تو بدلہ لوں
گا۔ حضور ﷺ نے کہا ٹھیک ہے۔ اس انصاری نے کرتہ اٹھانے کو کہا۔ جب حضور پاک ﷺ نے کرتہ اٹھایا تو اس
نے فوراً حضور پاک ﷺ کے بطن اطہر کو چوم لیا اور کہنے لگا کہ میں نے چاہا کہ زندگی کا اعتبار نہیں میں اس شرف
سے مشرف ہو جاؤں حضور ﷺ نے اسے دعائے خیر دی۔ یعنی محاسبے کے لئے خود کو بھی پیش کر دیں۔ باب
مر بالمعروف و نہی عن المنکر میں حدیث نقل کی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت
کیا کہ تمام شہیدوں میں سب سے افضل کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو بادشاہ وقت سے احتساب کرے
اور اس میں مارا جائے''۔ (53)

3-9 نقیبوں کی تقرری:

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک انقلابی اسلامی ریاست کی تشکیل کے لئے بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ جن کے ذمہ تبلیغ اسلام کے علاوہ اخلاقی اور سیاسی ذمہ داری بھی تھی۔ وہ امر بالمروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتے ہوئے اپنے فرائض ادا کرتے ان کی ذمہ داریاں محتسب کے فرائض سے مماثلت رکھتی تھیں۔ آنحضور ﷺ نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا ''تم لوگ اپنی قوم کے (احتساب کے) اسی طرح ذمہ دار ہو جیسے حضرت عیسیٰ کے سامنے ان کے حواری ذمہ دار تھے۔ میں خود اپنے کل گروہ کا ذمہ دار ہوں۔ (54) اولین ترجیح اسلامی ریاست میں امن و امان کا قیام تھا اور لوگوں کے اخلاق و کردار کو بہتر بنانا مقصود تھا۔ نقیب بھی کم و بیش

Marfat.com

محتسب کے فرائض انجام دیتے تھے۔

3-10 قانون کی عملداری:

مظلوموں کے خیر خواہ، محسن انسانیت کا احتساب بے لاگ اور دیانتدارانہ تھا۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے تمام کفار مکہ سے کوئی احتساب نہیں کیا اور نہ بدلا لیا اور فرمایا کہ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ حصول جاہ و جلال سے ہٹ کر حق اور سچائی کو فروغ دیا اگر کسی سے بازپرس بھی کی تو رحم اور عفو کے ساتھ شمشیر زنی کی بجائے مکارم اخلاق اور عقلی دلائل کو بنیاد بنایا۔ معاندانہ انتقام سے گریز کیا اپنے ماتحتوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔ لیکن ظلم اور فساد کی قوتوں کی سرکوبی کی۔ ظالموں اور بے راہ رولوگوں کا تزکیہ کیا۔ معاشرے کو پرامن ماحول فراہم کیا۔ قانون کی عملداری قائم کی۔ ارشاد خداوندی ہے ''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ (دین اسلام) کو تمام دینوں پر غالب کر دے''۔ (55) یعنی اگر کوئی دوسرا نظریہ حیات غالب ہو جائے تو یہ فتنہ و فساد کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ ارشاد ہوا کہ تم ان سے اس وقت تک لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ اگر (ظالم) فساد سے باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں کرنی چاہئے۔ (56) یہی ایک عظیم محتسب کا عظیم احتسابی عمل ہے۔ لیکن اگر ظالم ظلم سے باز نہ آئے تو اسے معاف کرنا ظلم کے مترادف ہے۔

3-11 ارباب استعداد کی تقرریاں:

رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدینہ کے باہر فرامین کی تعمیل اور نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کیلئے ارباب استعداد اور اکابر صحابہ کی تقرریاں بھی فرمائیں۔ تا کہ قرآن وسنت میں دیئے گئے احکام کی تعمیل کرائی جائے۔ (57) انہیں اس امر کی یاد دہانی کرائی گئی کہ اگر تم فیصلہ کرنا چاہو تو قرآن کی روشنی میں انصاف سے فیصلہ کرنا کیونکہ انصاف کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ جن کو فرائض منصبی سونپے جائیں انہیں اپنے قول وفعل میں مستحکم ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ تمام امانتیں ان کے حقداروں کو واپس کر دی جائیں۔ ارباب استعداد کے ذمہ یہ کام بھی تھا وہ لوگوں کی شکایات سنتے اور قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلے کرتے تھے۔ ظالموں کو ظلم کرنے سے روکتے اور مظلوموں کی مدد اور داد رسی کرتے تھے۔ یعنی کہ اس منصب کے فرائض کی بجا آوری میں ایسے شخص میں اس قدر استعداد و استطاعت ہونی

ہے کہ وہ اپنے حکم پر عملدرآمد کرا سکے۔

3-1 احتساب بالنفس:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا تمہارے اپنے نفسوں پر بھی حق ہے یعنی آپ ﷺ نہ صرف دوسروں کا محاسبہ کرتے رہیں بلکہ خود اپنا بھی محاسبہ کریں اور ایسے ذرائع استعمال کریں جن کی بدولت آپ کی جسمانی اور روحانی ارتقاء ہو۔ افضل لوگ وہ ہیں جو ''دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں تنگی سے ہی کیوں نہ گزارا کرنا پڑے۔ نفس کے محاسبے کو جہاد بالنفس کہا گیا ہے۔ نفس کو برائیوں سے بچانا خواہشات نفسانی اور نفس امارہ کی سرکوبی، شیطانی اور طاغوتی قوتوں پر غالب آنے کا نام ''جہاد اکبر'' ہے۔ اس کی بدولت نفس مطمئنہ کی بالادستی قائم کی جائے۔ خود احتساب اور ضبط و اعتدال کی راہ اختیار کر کے نفس کی کثافتوں کو دور کیا جائے۔ بدکاری سے بچا جائے تو پھر معاشرے میں کسی محتسب کی ضرورت نہیں رہے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بہترین جہاد وہ ہے جو انسان اپنے نفس اور اپنی خواہشات کے خلاف جہاد کرے۔ (58)

3-13 احتساب باللسان:

ایک انسان یا محتسب کے لئے یہ ضروری ہے کہ اگر وہ طاقت رکھتا ہے تو وہ منکرات کو ہاتھ یعنی طاقت سے روکے، اگر اس میں قدرت قوت اور ہمت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل میں قباحت خیال کرے جو کہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (59) اگر زبان سے تنبیہہ، تہدید تنقید اور تاکید کا عمل جاری رکھا جائے اور ترغیب کے ذریعہ نیکی کی جانب مائل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں معاشرے کی اکثریت جرائم پسندی، گناہ، برائی کو ترک کر کے نیکی کی طرف راغب ہو جائے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ سلامت رہیں۔

3-14 احتساب بالاحسان:

اگر احسان کو بنیاد بنا کر احتسابی عمل کیا جائے تو کئی معاشرتی برائیوں کا سدباب ہو سکتا ہے۔ احسان سے مراد نیک برتاؤ۔ فیاضانہ سلوک، ہمدردانہ دادرسی، رواداری، خوش خلقی، درگزر، باہمی مراعات کا احترام، ایک دوسرے کی ضروریات کا لحاظ، دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم پر راضی

ہو جاتا ہے اگر عدل احتساب کی اساس ہے تو احسان اس کا جمال اور کمال ہے۔ اپنے حق پر اڑا رہنے یا برائی بضد رہنے سے معاشرے میں تلخیاں اور ناگواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ احسان کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ صفت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان فرض کر دیا ہے۔ اول والدین، رشتہ داروں درجہ بدرجہ احسان پھر یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔ اس طریق کار سے معاشرے میں اعتدال برقرار رہتا ہے اسلام دنیا میں جو لطف ومحبت، اتحاد و یگانگت اور انسا ہمدردی کا پیغام لے کر آیا ہے اس کی عملی تعبیر کی جائے۔

4- احتساب بالقرآن

4-1 احتساب کی اساس:

اسلامی نظام حکومت میں احتساب کی بنیادیں قرآنی اصالیب پر استوار ہیں جن میں اوامر نواہی ہیں۔ ایک ہزار آیات اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں ہیں ایک ہزار آیات ایسے کاموں کے متعلق ہیں جن سے منع کیا گیا ہے ایک ہزار آیات نیکی کے بارے میں بیان کی گئی ہیں۔ قرآن حکیم لوگوں کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ کیونکہ اس میں سب باتیں بیان کر دی گئی ہیں اور رحمت اور بشارت ہے۔ (60) قرآن میں لوگوں کے لئے ہدایت اور فرقان ہے کیونکہ لوگوں کو سمجھانے کے لئے اس کتاب میں کھول کھول کر ہر شے بیان کر دی گئی ہے۔ (61) قرآن ہدایت اور بشارت ہے، قرآن کے احکام میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔ (62) الغرض قرآن حکیم سارے جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ (63) یہ عظیم شمع ہدایت ہے جو زندگی کے ہر مسئلہ پر رہنمائی کرتا ہے۔ اگر محتسب بھی اپنے مسائل اور امور کا فیصلہ قرآن کی روشنی میں کریں تو بے لاگ احتساب کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

4-2 صراط مستقیم اور تعمیر شخصیت:

سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان کی جن پر تو نے غضب کیا۔(64) یہ دعا خود کو یہ یاددہانی، ذاتی محاسبے اور تزکیہ نفس کے لئے کافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت ہی کافی ہے''۔ (65) قرآن حکیم تمام انسانوں کے لئے شفا ہے

Marfat.com

ور تمام نفسی جسمانی اور معاشرتی بیماریوں کا علاج ہے۔ یہ نسل انسانی کے اتحاد و یگانگت، تکمیل و ترقی، تعمیر شخصیت، فلاح و ارتقا، اخلاق و محبت، انسانی ہمدردی اور عدل و احسان جیسی اعلیٰ اقدار کا درس دیتا ہے اور تمام تر رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ بے لاگ، شفاف اور دیانتدارانہ احتساب صرف قرآن حکیم اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ہی ممکن العمل ہے کیونکہ مسلمانوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ کے قوانین پر عمل پیرا ہو کر فلاح حاصل کی جائے۔

4-3 انصاف کے ساتھ گواہی:

ارشاد ربانی ہے کہ ''مسلمانو خدا کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لئے آمادہ رہو اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم کے ارتکاب کے باعث نہ ہو کہ تم معاملات میں انصاف نہ کرو۔ انصاف کیا کرو یہی پرہیزگاری کے قریب تر ہے''۔ اسلامی نظام عدل میں خصوصاً حدود کے مقدمات میں گواہوں کے بارے میں عدالت کو ان کی سچائی یا جھوٹ کا اندازہ لگانے کے لئے ''تزکیہ الشہود'' کا طریقہ کار متعین کیا گیا کہ گواہ نیکو کار ہو سچ بولنے والا ہو اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنیوالا ہو۔ گواہوں کے خلاف عدالت کو باقاعدہ انکوائری کے ذریعہ یہ معلومات حاصل کرنا پڑتی ہیں۔ (66) اس طرح بڑی حد تک بے لاگ محاسبہ کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔

4-4 معاملات کا فیصلہ قرآن کے مطابق ہوگا:

(الف) جو (حاکم جج یا محتسب) خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔(67)

(ب) جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے یعنی برائی کے بدلے ویسی ہی برائی ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے تو قصور وار کے لئے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔(68)

(ج) (اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے اور جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آ چکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا ہم نے تم میں سے ہر فرقے کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ جو حکم تم کو دیا ہے وہ اس میں تمہاری آزمائش کرنا

Marfat.com

چاہتا ہے۔ سو نیک کاموں میں جلدی کرو۔ (69) سب ایمان والوں کے لئے حکم یہ ہے کہ اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہیں اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ہوگا۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے۔ یہ قرآن ہی ہے جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور ہر کس و ناقص کے بے لاگ محاسبے کے لئے مؤثر اور صحیح لائحہ عمل اور ضابطہ ہے۔ برصغیر میں انگریزوں کی آمد سے پہلے قرآن و سنت کے مسلم لاز کے مطابق فیصلے ہوتے تھے لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے بعد برٹش قانون کی عملداری شروع ہوگئی اور لارڈ میکالے کی سربراہی میں تعزیرات اور ضابطہ فوجداری تشکیل دیا گیا۔ اب ان تمام تعزیراتی اور ضابطے کے قانون کو قرآن و سنت کی روشنی میں از سرِ نو تدوین کیا جانا چاہئے۔

5- اسلامی ریاست میں امر بالمعروف کے تحت محتسب کے فرائض

5-1 حقوق کی تقسیم:

ارشاد خداوندی ہے کہ ''امر بالمعروف کرنے والا اور برائیوں سے باز کرنے والا گروہ ہی نجات یافتہ ہے۔ اور ظلم کرنے والوں کے لئے عذاب ہے''۔ (70) محتسب کے معنی و مفہوم حساب لینے والا، تہدید و تنبیہہ کرنیوالا اور سرزنش کرنیوالا ملازم سرکار ہے۔ جس میں حاکم عہدیدار، کوتوال بھی شامل ہے۔ جو خلاف شریعت باتوں، مفاد عامہ میں خلل اندازی اور فساد برپا کرنے کی ممانعت کا حکم دے یا روکے۔ لیکن اگر کسی معاملے کی قانونی تعبیر و توضیح یا عدالتی چارہ جوئی یا داد رسی درکار ہوتی تو معاملہ کی عدالتی تجویز ہوتی محتسب جب اپنی صوابدیدی کارروائی کرتا تھا تو اس کے پیش نظر اصول قانون امر بالمعروف ہوتا تھا۔ جس کی تین قسمیں ہیں اول حقوق اللہ، دوئم حقوق العباد اور سوئم مشترکہ حقوق جو کہ رعایا کے معاملات، مفاد عامہ اور لوگوں کی فلاح و بہبود سے تعلق رکھتے ہوں۔ (71) تفصیل درج ذیل ہے۔

5-2 امر بالمعروف بابت حقوق اللہ:

اگر کوئی شخص بدعت پھیلائے، اجماع اور نص کے خلاف بات کرے، قرآن اور شریعت کی ظاہری تاویل سے ہٹ کر من گھڑت بیان بازی کرے یا کوئی غلط یا بے بنیاد حدیث کو اس طرح بیان کرے کہ

Marfat.com

س سے لوگوں کے دل دین سے برگشتہ ہوں یا تفرقہ بازی پھیلائے تو محتسب کا فرض ہے کہ ایسے اقدام یا رتکاب کو روکے بشرطیکہ وہ خود عالم ہو یا ایسی شریعت سے کماحقہ، واقف ہو اور حق و باطل کے معانی اور روایات سے واقف ہو یا پھر علمائے دین ایسی لغویات کو ابطال کر دیں یا وہ خود معتبر فتویٰ حاصل کر کے کارروائی کرے محتسب کا دائرہ اختیار حقوق اللہ اور عبادات کی حد تک بڑھایا جائے اور اس بارے میں مناسب قانون سازی کی جائے۔ علمائے دین اس فریضہ سے کماحقہ عہدہ برا ہو سکتے ہیں۔

(الف) اقامت صلوٰۃ: محتسب کا نہایت اہم فریضہ لوگوں کو اقامت صلوٰۃ پر آمادہ اور مجبور کرنا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر میرا ارادہ ہو کہ میں صحابہ کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور یہ بھی حکم دوں کہ اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا کریں اور خود ان لوگوں کے گھروں میں جا کر دیکھوں کہ نماز میں شریک نہیں ہوئے تو ان کو آگ لگا دوں''۔ امام کی امامت میں صف آرائی سے مساوات، اتحاد و اخوت، تنظیم اور اطاعت امیر پیدا ہوتی ہے۔ نماز برائی اور بے حیائی کو روکنے کا موثر ذریعہ ہے۔ بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریزی سے نخوت اور تکبر ختم ہو جاتا ہے اور اجتماعی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں اقامت صلوٰۃ کے ذریعہ عزت نفس، خود اعتمادی، احترام قانون اور انسانی ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے کا کام محتسب سے لیا جاتا تھا۔ الغرض نماز دین کا ستون ہے۔ اگر صحیح معنوں میں اقامت صلوٰۃ کا نفاذ ہو جائے تو نہ کوئی برائی ہوگی اور نہ کسی محتسب کی ضرورت:

(ب) زکوٰۃ کی ادائیگی: انسان کو اس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔ اس حیثیت کے ناطے وہ فقراء، غرباء، مساکین، مسافر، مقروض، یتیم، قیدی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی ضروریات پوری کرنے کا مکلف ہے۔ یہ فریضہ معاشی و معاشرتی ترقی اور اقتصادی ہمواری کا بہترین ذریعہ ہے۔ قوم نے معاشی استحکام اور مساوات جنم لیتی ہے۔ لوگوں میں احساس محرومی، بھوک، غربت، بیماری اور جرائم پسندی پر قابو پایا جا سکتا ہے اس لئے محتسب کا فرض تھا کہ خود یا عمال کے ذریعہ نصاب کے تحت صاحب نصاب لوگوں سے زکوٰۃ کی وصولی کو ممکن بنائے۔ اگر کوئی بروقت ادا نہ کرے تو زکوٰۃ اور صدقات جبراً وصول کرے۔ بلا عذر ادائیگی سے کوتاہی یا انکار پر سزا کا حکم جاری کرے۔ زکوٰۃ کی وصولی کے بعد محتسب کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ دیکھے کہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف قرآن پاک میں دی گئی ضروریات کو پورا کرنے پر ہو رہا ہے یا نہیں۔

Marfat.com

(ج) احترام رمضان: روزہ سے انسان کے باطن کی تطہیر ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تو روزہ رکھے تیرے کان، تیری آنکھ، تیری زبان، تیرے ہاتھ اور تیرے تمام اعضاء ناپسندیدہ اور حرام باتوں سے رکے رہیں گے۔ روزے سے صبر، تقویٰ، مادی اور روحانی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی فیاضی رمضان میں بڑھ جاتی تھی۔ (72) اور ہر سائل کی حاجت پوری کرتے اور قیدیوں کو رہا فرماتے تھے۔ (73) محتسب کا بھی یہ فرض ہوتا تھا کہ وہ امر بالمعروف کے ذریعہ لوگوں کو کھلے بندوں کھانے پینے سے روکے اور احترام رمضان کو پوری طرح نافذ کرے اور اگر سر عام کھاتے ہوئے دیکھے تو فوراً تادیب شروع نہ کرے بلکہ سر عام کھانے کی وجہ معلوم کرے۔ اگر مریض یا مسافر ہو تو علی الاعلان کھانے سے روک دے اور پوشیدہ کھانے کا حکم دے اگر کوئی جواز نہ ہو تو اسے خلاف ورزی پر ڈانٹے اور عبرتناک سزا دے۔ پاکستان میں بھی احترام رمضان آرڈیننس 1981ء کے تحت موثر تادیب اور کارروائی کو موثر بنایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص جس پر اسلامی عقیدے کے مطابق روزہ رکھنا واجب ہو ماہ رمضان میں روزہ کے اوقات کے دوران عام مقام پر نہ تو وہ کچھ کھائے گا نہ پیئے گا اور نہ ہی تمباکو نوشی کر سکے گا۔ خلاف ورزی کی پاداش میں 3 ماہ سزائے قید یا پانچ صد روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ (74) احترام رمضان پر عملدرآمد محتسب کے دائرہ اختیار میں لایا جا سکتا ہے۔

5-3 امر بالمعروف بابت حقوق العباد:

امر بالمعروف بابت حقوق العباد کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(الف) رفاع عامہ کے کام: محتسب کا یہ فرض تھا کہ مفاد عامہ کے بارے میں فوری اور بروقت حکم جاری کرے مثلاً نہر یا پانی کی بہم رسانی میں تعطل کو فوری دور کرائے، بوسیدہ عمارتوں کو گرائے تاکہ کوئی جانی نقصان نہ ہونے پائے اگر حاجت مندوں، یتیموں، ناداروں اور مسافروں وغیرہ کی اعانت نہ ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں بیت المال سے رقوم خرچ کرنے اور اصلاح احوال کیلئے حکم دے اگر بیت المال میں سرمایہ نہ ہو تو ان امور کا اہتمام اہل ثروت یا حکومت کے ذریعہ کروائے۔ بڑے کاموں کی اصلاح تعمیر و ترقی کے لئے اطلاع سربراہ مملکت کو دے کر حکم حاصل کرے اور متعلقہ محکمے سے تعمیل کرائے۔ مگر وہ کسی جبراً اصلاحی کام کروانے یا امدادی رقوم حاصل کرنے کا مجاز نہیں تھا۔ عصر حاضر میں کارپوریشن میونسپل کمیٹیوں یا دیگر اداروں نے یہ کام سنبھال لیا ہو

Marfat.com

ا ہے لیکن انکی نگرانی کا کام محتسب کر سکتا ہے۔

(ب) امانتوں اور قرضوں کی واپسی: محتسب کا اہم فریضہ لوگوں کے دینی، معاشرتی اور اقتصادی حقوق کی محافظت تھا۔ اگر قرض کی ادائیگی، لین دین، امانات کی واپسی یا وصیتوں پر عملدرآمد اور جائیداد کے معاملات میں نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی۔ یا مقروض قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا یا تاخیری حربوں سے کام لیتا تو محتسب حکماً رقوم واپس دلا سکتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ اگر میں نیک کام کروں تو میری مدد کرو اور برا کام کروں تو مجھے ٹوکو۔ صدق امانت ہے کذب خیانت ہے تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں اور تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس کے ذمہ جو حق ہے اس سے نہ لے لوں۔ یہی محتسب کا ماحصل ہے۔ (75) بشرطیکہ قرض خواہ یا امانت دار واپسی کا مطالبہ کرے اور مقروض کو ادائیگی کی استطاعت ہو۔ محتسب کو قید کی سزا دینے کی اجازت نہ تھی بلکہ سزا کا اختیار قاضی کو حاصل تھا۔ محتسب صرف ادائیگی کے لئے آمادہ کرتا یا ترغیب دلاتا تھا اور خیر سگالی، تعاون اور انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت معاملے کا حل نکالتا تھا محتسب قاضی کے احکام کی تعمیل کرانے کا پابند ہوتا تھا۔

(ج) اصلاح اخلاق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''جو جسم حرام غذا سے پلا بڑھا ہو وہ جنت میں نہ جا سکے گا''۔ اصلاح اعمال کے ساتھ ساتھ اصلاح اخلاق بھی مقدم تھی۔ اسلام کا منشا انسان کو فضائل اخلاق کا عمال بنانا اور رزائل اخلاق سے عملاً بچانا ہے۔ محتسب کے لئے یہ ضروری تھا کہ رزائل اور بری باتوں مثلاً ظلم زیادتی، خیانت، بددیانتی وغیرہ کے انسداد کے لئے اپنی بھرپور قوت کا استعمال کرے اور لوگوں میں اپنی عقل و دانش سے خشیت الٰہی، عہد کی پاسداری، اطاعت امیر، احترام قانون، غصہ پر قابو، معافی تقویٰ، تزکیہ نفس اور انسانی ہمدردی جیسی اعلیٰ اقدار پیدا کرے۔ طمع نفسانی یا حرص ہو ہوس لوگوں کو حدود اللہ اور مروجہ قانون سے برگشتہ نہ کر سکے۔ محتسب کی بروقت ہدایت، سرزنش اور رہنمائی لوگوں کو بڑے گناہ بے راہ روی، بے حیائی اور جرائم پسندی سے باز رہنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

5-2 نہی عن المنکر کے تحت محتسب کے فرائض:

افعال و اعمال جنہیں شریعت نے فحش ناپسندیدہ، حرام، قبیح یا گناہ قرار دیا ہے وہ منکرات میں شامل ہیں اور محتسب کا فرض منصبی ہے کہ وہ ان کے ارتکاب سے لوگوں کو منع کرے۔ منکر کا لفظ اچھائی اور نیکی

کی ضد ہے نہی عن المنکر کا اصول قانون حکم علی الاطلاق فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا کہ ''جو قومیں نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیتی ہیں ان پر عذاب نازل ہو کر رہتا ہے۔ (76) ایک جگہ فرمایا کہ اسباب نزول عذاب میں ایک سبب یہ بھی ہو گا کہ لوگ برائی کو دیکھیں گے مگر منع نہیں کریں گے۔ اسی طرح بغی کی روک تھام بھی محتسب کے دائرہ اختیار میں آتی ہے۔ یعنی فرض منصبی کی ادائیگی میں حد سے تجاوز کرنا، دوسروں کے حقوق پر دست اندازی کرنا، منصب یا طاقت کے ناجائز استعمال سے ناجائز فائدے مراعات اور رشوت حاصل کرنا یا انتقامی جذبے کے تحت حراساں کرنا یا تشدد سے اقبال جرم یا حکم پر عملدرآمد کرانا وغیرہ۔

6- مسلم ممالک میں محتسب کا دائرہ اختیار

6-1 محتسب کے اختیار کی حدود:

مختلف ادوار میں مسلم ممالک میں احتساب کے لئے حسبہ کا محکمہ مستقل شکل اختیار کر چکا تھا۔ جو کہ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اساس پر اپنے فرائض منصبی ادا کرتا تھا۔ وہ خلاف شرح اعمال کا سدباب کرتا اور غلط کاروں کو سزا دیتا تھا۔ اس شعبے کی باقاعدہ ابتداء امیہ دور سے شروع ہوئی جب نظام حکومت چلانے کے لئے کئی محکمے تشکیل دیئے گئے۔ جن میں اہم محکمہ دیوان المستغلات تھا جو کہ متفرق کاموں کے لئے مختص تھا اور محتسب بھی اسی محکمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اول محتسب کو صاحب السوق کہا جاتا اور بعد ازاں المامون کے دور خلافت میں صاحب السوق کی بجائے محتسب کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ محتسب قاضی اور الشرطہ سے بالا بالا کارروائی کرنے کا مجاز تھا۔ نیکی کی ترویج اور بدی کی روک تھام کیلئے وہ سب کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اسلامی حکومت میں اسے ہرگز اس بات کی اجازت نہ تھی کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور حکومت کا کام خود انجام دینے لگے۔ وہ ایک انتظامی عہدے دار ہوتا تھا۔ (77)

6-2 محتسب کا تعلق کھلے اعمال سے ہوتا:

محتسب کا بنیادی اور مستقل تعلق منڈیوں بازاروں کی جانچ پڑتال، تاجروں اور دوکانداروں کی کوتاہی، اشیاء کی خریداری فروختگی اور تیاری میں بددیانتی کی روک تھام، مصنوعات کی تیاری اور بناوٹ میں

نقص اور بدعنوانی کی روک تھام کرنا تھا تا کہ تاجر لوگ عوام کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ اور نہ ہی زیادہ دام وصول کریں۔ وہ سکوں اور باٹوں، اوزان اور پیمانوں کی دیکھ بھال بھی کرتا غلط کاری کی صورت میں مال کر ضبط کر لیتا تھا۔

6-3 ذخیرہ اندوزی اور قیمتوں کی جانچ پڑتال:

محتسب کا اولین فرض قیمتوں کو اعتدال پر رکھنا اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائی کرنا تھا۔ لیکن اسے قیمتیں مقرر کرنے کا اختیار حاصل نہیں تھا۔ جو تاجر مقرر شدہ قیمتوں سے زائد وصول کرتا وہ نہ صرف اس کی سرزنش کرتا بلکہ سزا بھی دیتا تھا۔ البتہ قحط کے دنوں میں وہ قیمتیں مقرر کرنے کا مجاز تھا اور ذخیرہ اندوزوں کو سزا دیتا تھا۔

6-4 سودی کاروبار کی ممانعت:

حرام سودی کاروبار کے سدباب کے لئے اسے کارروائی کرنے کا اختیار حاصل تھا۔

6-5 مدرسوں کی نگرانی:

محتسب کے فرائض میں ایسے استادوں کی سرزنش میں شامل تھی۔ جو معلمی کے فرائض سے کوتاہی برتتے یا اپنے شاگردوں کے ساتھ غیر معمولی طور پر تشدد روا رکھتے یا سخت گیر ہوتے تھے۔

6-6 عطاروں اور طبیبوں کا محاسبہ:

عطاروں اور طبیبوں کی ادویات کی نگرانی بھی کرتا تھا تا کہ کوئی مضر صحت دوائی یا خوشبو و عطریات لوگوں کو فراہم نہ کریں۔ خصوصاً حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف تیار کی گئی ہوں۔

6-7 مکانوں کی تعمیر و مرمت:

محتسب کا فرض ہوتا تھا کہ شارع عام یا گلیوں میں لوگ ناجائز تجاوزات کر کے مکان یا دوکانیں تعمیر نہ کریں تا کہ پیدل چلنے والوں اور گاڑیوں کے لئے رکاوٹ نہ بنیں۔ اگر کوئی بوسیدہ عمارت ہوتی جس کے گرنے سے انسانی جان کو خطرہ کا احتمال ہوتا تو وہ اسے منہدم کرا سکتا تھا۔

6-8 حفظان صحت اور بازاروں کی صفائی:

صفائی نصف ایمان ہے۔ بہترین وقار و تمدن کے لئے بازاروں گلیوں اور گھروں کے آس

Marfat.com

پاس کی صفائی کی دیکھ بھال بھی اسی کے ذمہ تھی۔ وہ شہر پناہ کی مرمت پانی کی بہم رسانی اور تقسیم کا ذمہ دار تھا یعنی کہ شہریوں سے تعلق رکھنے والے معاملات اس کی دسترس میں تھے۔

6-9 عورتوں اور مردوں کے مابین شستگی:

محتسب یا اس کے کارندوں کا یہ فرض ہوتا کہ وہ گلیوں، بازاروں، حماموں اور ایسی جگہوں کی کڑی نگرانی کریں جہاں عورتیں اور مرد اکٹھے ہوتے ہوں وہاں شستگی اخلاق کی پڑتال اور سرعام نازیبا حرکات اور بدکاری نہ ہونے دیں اور غیر محرم عورتوں کے اختلاط پر پابندی عائد کریں اور ان کا محاسبہ کریں۔

6-10 زمیوں اور غیر ملکی لوگوں کی نگرانی:

زمیوں اور غیر ملکی باشندوں کے حقوق کی نگرانی بھی اس کے فرائض منصبی میں شامل تھی۔ غیر ملکیوں کی آمد اور روانگی پر وہ نگرانی رکھتا تھا۔ انہیں ملکی قانون کا احترام کرنے پر مجبور کرتا تھا۔

6-11 اشیاء درآمد پر محصولات کا نفاذ:

سلطنت عثمانیہ کے دورِ خلافت میں محتسب کا نہایت ہی اہم فریضہ اشیاء درآمد، تاجروں اور کاریگروں پر محصول داخلہ یا ٹیکس درآمد کا نفاذ تھا۔ اسے احتساب آغاسی یا احتساب امینی کہا جاتا تھا۔ احتساب کو بے لاگ نافذ کرنے کے لئے اکثر محتسب کی آسامی پر اعلیٰ فوجی عہدیدار فائز کئے جاتے تھے۔ استنبول ترکی میں محتسب تھوک فروشوں تاجروں اور کاریگروں کے درمیان تجارتی سامان کی تقسیم کی نگرانی کرتا تھا۔

6-12 شراب اور منشیات کی ناجائز خرید وفروخت:

شراب کی کشید کاری منشیات کی تیاری اور فروخت خصوصاً مساجد کے گرد ونواح میں تدارک کرنا اس کے فرائض میں داخل تھا۔ اس کا ایک فرض یہ بھی تھا کہ وہ گشت کے دوران یہ دیکھے کوئی شخص شارع عام پر مدہوش تو نہیں پایا جاتا ان صورت میں اس کے علاج معالجہ اور تفتیش کرنے کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوتی تھی۔

6-13 پیشہ وارانہ انجمنوں کی نگرانی:

ملک یا شہر میں امن وامان کی صورت حال برقرار رکھنے کے لئے وہ تمام پیشہ ورانہ انجمنوں، تنظیموں اور برادریوں پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ تاکہ انہیں ملک دشمن سرگرمیوں سے باز رکھا جا سکے۔

6-14 جانوروں پر ظلم کی روک تھام:

جانور بھی اس کی حفاظت میں ہوتے وہ جانوروں پر ظلم اور بے رحمی کی مدافعت کرتا، اگر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادا جاتا تو اس کے مالک کو سزا دیتا تھا۔

6-15 لاوارث اور یتیم بچوں کی نگہداشت:

لاوارث اور یتیم بچوں کی نگہداشت بھی محتسب کے ذمہ تھی وہ ان کی مناسب دیکھ بھال اور پرورش کے لئے مناسب بندوبست کرتا تھا۔ وہ حکومت اور اہل ثروت سے امداد کی اپیل کر سکتا تھا۔

6-16 ملازموں سے بدسلوکی:

محتسب ایسے تمام واقعات کا جائزہ لیتا تھا جن میں آقا اپنے ملازم کے ساتھ بدسلوکی کرتا۔ وہ آقاؤں کو یہ کہتا تھا کہ ملازموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے انہیں مناسب معاوضہ دیا جائے اور روٹی کپڑا اور رہنے کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

6-17 قمار بازی اور ناجائز ازدواجی کی روک تھام:

محتسب قمار بازی کو سختی سے روکتا اور عورتوں کو ناجائز ازدواجی رشتوں میں منسلک کرنے کی روک تھام کرتا تھا۔ عصمت فروشی پر سخت تادیبی کارروائی کرتا تھا۔

6-18 امانتوں اور قرضوں میں مداخلت:

محتسب کا دائرہ اختیار اس وقت موثر ہوتا تھا جب قرض نادہندہ سریحاً غلط کاری، بددیانتی اور فریب کاری کا مرتکب پایا جاتا قرضوں کی ادائیگی کے معاملے میں محتسب اسی حد تک مداخلت کرنے کا مجاز تھا جبکہ قصداً یا شرارت آمیز نادہندگی کو روکنا مطلوب ہوتا۔ وہ معاہدوں اور کاروباری معاملات میں مداخلت کرنے کا مجاز نہ تھا جو کہ قاضی کے دائرہ اختیار میں تھے۔

6-19 ظلم و زیادتی کی مدافعت:

محتسب سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ طاقتوروں کے خلاف کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کرے اور عام لوگوں کو ظالموں کے ظلم سے بچائے۔ خلاف شرع اعمال کا سدباب کرے۔ شہری زندگی میں باقاعدگی اور شائستگی کا ذمہ ہوتا تھا۔ کوئی شخص جعل سازی یا دھوکہ دہی سے یا فریب کاری سے خیانت کا مرتکب تو

نہیں ہو رہا۔ وہ لوگوں کے اخلاق عامہ کی سہولتوں اور آسائشوں کی نگرانی بھی کرتا تھا۔

6-20 مذہبی فرائض کی ادائیگی:

چونکہ محتسب کی تقرری سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں کی جاتی تھی اس لئے اسے مذہبی فرائض بھی سونپے جاتے تھے مثلاً باجماعت نمازوں کی ادائیگی، نماز جمعہ اور نماز عیدین کا اہتمام، زکوۃ اور خراج کی وصولی کی نگرانی اور احترام رمضان وغیرہ اور غریبوں مسافروں اور قیدیوں وغیرہ کی ضروریات کا خیال وغیرہ بھی اسی کے ذمہ تھا۔

6-21 متفرق فرائض:

عمارات عامہ اور شہر کی دیواروں کی دیکھ بھال، مسافروں کے لئے مسافر خانوں اور سراؤں اور دیگر آسائشوں کا بندوبست شوارع عامہ کی نگرانی، ہمسایوں کا پردہ قائم رکھنے کے لئے عمارتوں کی بلندی کا حساب یعنی جو عمارت ہمسایوں کے لئے تکلیف دہ ہوتی اس کی تعمیر روک دیتا۔ کشتیوں و دریا یا سمندر میں چلنے سے قبل معائنہ کرتا کہ اس میں ضرورت سے زیادہ بوجھ تو نہیں اور اس سے جانی و مالی نقصان کا اندیشہ تو نہیں اور شوارع عام پر روشنیوں کا مناسب بندوبست ہے۔ ان تمام فرائض کی انجام دہی احتساب کے دائرے میں شامل تھی جو کہ ایک اعلیٰ قسم کے حکومتی نظام کی ضامن تھی۔

6-22 تہمت سازی:

محتسب کی سرزنش اور جوابدہی کا تصور لوگوں کے انفرادی حقوق و مفادات کا تحفظ کرنا ہے جو پورے معاشی اور معاشرتی نظام کو صحیح خطوط پر استوار رکھتا ہے۔ وہ تہمت اور محل شعبہ سے روکے قاضی کے پاس مخاصمات لے کر جانے سے پہلے تہمت سازی اور مشتبہ قسم کے الزامات لگانے سے روکے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبہ والی چیز کو چھوڑ کر غیر شبہ والی چیز کو اختیار کرو۔ محتسب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تادیب یا سزا میں عجلت سے کام نہ لے بلکہ پہلے منع کرے اور روکے اگر کسی مرد یا عورت کو ویران جگہ میں پائے تو اگر فسق و فجور کا شبہ قوی ہے تو پہلے تفتیش کرے اور پھر روکے کیونکہ وہ سکتا ہے کہ وہ میاں بیوی ہوں۔

Marfat.com

7- محتسب کی تقرری اور اہلیت

7-1 محتسب کے انتخاب کا مسئلہ:

محتسب کے انتخاب کے لئے سربراہ مملکت کے لئے بڑا مسئلہ ہوتا تھا۔ کیونکہ بسا اوقات وہ محتسب کے ذریعہ اپنی مخالف قوتوں کو دبانا اور اپنے زیر اثر لانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس کی تقرری کا پروانہ براہ راست سربراہ مملکت ہی جاری کرتا تھا۔ البتہ چھوٹے شہروں میں قاضی یا گورنر بھی تعینات کرتے اگر حسبہ کا شعبہ ان کے انتظامی کنٹرول میں ہوتا۔ عام لوگ بھی رشوت اور سفارش سے یہ منصب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

7-2 احتسابی امور تفویض کرنے کا اختیار:

احتساب کا دائرہ وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ محتسب اعلیٰ یا حاکم تمام امور خود سرانجام دینے کی بجائے ہر حرفے کے لئے اسی پیشہ سے متعلق امین اور عارف مقرر کرنے کے مجاز تھے۔ تاکہ انہیں ماہرانہ یا فنی امداد حاصل ہو سکے اور تفتیش بے لاگ اور صحیح خطوط پر کی جائے۔

7-3 پیشہ ورانہ مہارت:

محتسب کی تقرری کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ پیشہ ورانہ مہارت فنی تجربہ اور قانونی موشگافیوں سے واقف ہوتا کہ اپنے عملے سے مناسب کام لے سکے اور نگرانی کا عمل خوش اسلوبی سے طے پائے۔

7-4 محتسب قاضی اور شرطہ کے مابین اشتراک عمل:

قاضی اور شرطہ کے ساتھ محتسب کا رابطہ اور اشتراک عمل ناگزیر تھا۔ ایک شعبہ دوسرے کی مدد کرتا۔ وسعت عمل اور دینی منصب کا اختیار ہونے کے باوجود محتسب کو قاضی کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ بعض اوقات محتسب کو ترقی دے کر قاضی کے عہدہ پر فائز کر دیا جاتا تھا۔ لیکن تینوں شعبے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں آزاد اور خود مختار تھے۔

7-5 محتسب کی اہلیت اور بے لاگ احتساب:

سربراہ مملکت یا قاضی ایسے شخص کا انتخاب کرتا تھا جو فی الواقعی اس عظیم منصب کا کام سر انجام دینے کا اہل ہوتا تاکہ وہ اپنی ذمہ داری سے بے لاگ اور دیانتدارانہ طور پر عہدہ برا ہو سکے۔ اسے مندرجہ

Marfat.com

ذیل صفات سے متصف ہونا چاہئے۔ (78)

(1) وہ راسخ العقیدہ مسلمان ہو اور کام میں پر جوش ہو۔

(2) عفت، تقویٰ، امانت، دیانت اور قناعت کی صفات میں ممتاز ہو۔

(3) اس کا ہر عمل اور ہر اقدام شریعت کی تقویت اور استحکام کے لئے ہو۔

(4) وہ ذاتی اغراض، خود غرضی، حرص اور لالچ سے مبرا ہو۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے نزدیک اسے مندرجہ ذیل صفات سے متصف ہونا چاہئے۔ (79)

(1) محتسب ایک عادل قانون دان اور مجتہد ہو۔

(2) وہ معتبر شخصیت کا مالک ہو جو قوم کے مصالح و مفادات اور فاسد اور ضرر رساں امور سے واقف ہو۔

(3) اسے اجتماعی قومی حالت کا بخوبی علم ہو۔

(4) وہ دور رس نگاہوں سے کام لینے والا ہو اور کسی شخص کو جبلی خواہشات سے محروم کرنے کی کوشش نہ کرے۔

(5) وہ کسی شخص کی بنیادی ضروریات کی بیخ کنی کرنے والا نہ ہو۔

(6) وہ ہر انسان کی طبیعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ حکم دینے والا ہو تا کہ اس کے حکم کی تعمیل با آسانی ہو سکے اور لوگ قانون اور اخلاق کے لئے آمادہ ہو سکیں۔

امام غزالیؒ کے خیال میں اگر معاشرے کے لوگ اپنے معاملات کو باہمی انصاف اور رواداری سے حل کر سکیں تو پھر قانون وکلا اور محتسب کی ضرورت باقی نہیں رہتی محتسب کا کردار مندرجہ ذیل معیار کے مطابق ہونا چاہئے۔

(1) محتسب جو کہ ایک عادل بھی ہے اسے خود کو ذہنی لحاظ سے ہر دو فریقین کی حالت میں خیال کرنا چاہئے۔

(2) وہ تمام لوگوں کے جائز حقوق کو ملحوظ رکھے جو اس کے پاس انصاف کے لئے آئیں۔

(3) وہ فرائض کی ادائیگی اور مذہبی امور کی انجام دہی میں تند مزاج نہ ہو بلکہ نرمی اور شائستگی کا

Marfat.com

مظہر ہو۔

(4) اسے فریقین کے حقوق کا اسی طرح تحفظ کرنا چاہئے جس طرح وہ اپنے گھریلو معاملات کی طرح توجہ دیتا ہے اور اسے لائق فائق شخصیتوں سے تبادلہ خیال کرتے رہنا چاہئے اور بعض امور و مسائل میں ان کی اصابت رائے کو اہمیت دینی چاہئے۔

(5) اسے یہ دیکھنا ہے کہ واقعی اس کے ماتحت اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں یا نہیں۔

ابوالحسن علی محمد بن الماوردی (80) کے نزدیک اسے ہوشیار، ذہین، پرہیز گار، دیانت دار ار ب وشبہ سے آزاد ہونا چاہئے۔ قانون وشریعت سے کما حقہ، واقف ہو اس کے حواس خمسہ میں کوئی نقص نہ ہو رحقیقت پسندانہ فیصلہ کرے نیز اسے اس بات کا بخوبی علم ہونا چاہئے کہ انسانی زندگی کی تکمیل اور تعمیر شخصیت ں سے نہیں بلکہ اعمال سے ہوتی ہے اس لئے یہ ضروری کہ اسے مندرجہ بالا اوصاف کا حامل ہونا چاہئے تاکہ وہ وام الناس کی تعمیر شخصیت میں ممدو معاون ثابت ہو سکے۔ لیکن کسی صورت میں اس کی سیاسی وابستگی نہیں ہونی پاہئے۔

8- قومی احتساب اور عصر حاضر کے تقاضے

8-1 پاکستان کی موجودہ اقتصادی صورت حال:

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد پچاس برسوں میں سیاست دان جو خرابیاں پیدا کر سکتے تھے ان کو کسی نے روکا نہیں۔ سیاست دانوں، بدعنوان بیوروکریسی اور ارباب اقتدار نے ملک میں لوٹ گھسوٹ، رشوت اور بدعنوانی کا بازار گرم رکھا تھا، غلط رہائشی پتوں اور جعلی دستاویزات کی بنا پر بنکوں اور دیگر مالیاتی اداروں سے بھاری قرضے حاصل کئے اب جن کی مقدار ڈھائی کھرب روپے سے تجاوز کر چکی ہے۔ ہر دیانتدار شہری کی خواہش ہے کہ نادھندگان سے احتساب کے ذریعہ پائی پائی وصول کی جائے اور انہوں نے جو ضبط شدہ زرمبادلہ کے ذخائر بیرون ملک کے بنکوں میں جمع کر رکھے ہیں انہیں بھی واپس منگوایا جائے۔ کیونکہ یہ دولت اخلاقی اور قانونی لحاظ سے ان لوگوں کے پاس امانت تھی جس میں خیانت مجرمانہ کی گئی اور جس کے حقیقی

Marfat.com

وارث پاکستان کے عوام ہیں۔ جسے وہ اب مہنگائی اور ٹیکسوں کی صورت میں پورا کر رہے ہیں۔ ان کے اس اقدام اور بددیانتی سے ملکی اقتصادی ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے۔ عوام کی بھوک، افلاس اور پس ماندگی میں اضافہ ہوا اور چند مٹھی بھر خاندانوں کی اجارہ داری قائم ہوئی ہے لوٹی ہوئی دولت کے بل بوتے پر وہ لوگ نام نہاد جمہوریت کی آڑ میں بار بار برسراقتدار آجاتے ہیں اور پھر اسی طرح لوٹ گھسوٹ میں مشغول ہو جاتے ہیں کئی قرضے معاف کرا لئے گئے اور بعض قلم زد کر دیئے گئے۔ بدعنوان عناصر مضبوط اور طاقتور تھے لیکن قانون کے ہاتھ کمزور تھے۔ حکمران ان کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے رہے اور یہ لوگ دولت ہضم کرتے گئے لیکن نہ کوئی محاسبہ کرنے والا تھا نہ ہی کوئی سزا دینے والا تھا۔

8-2 بنک نادہندگان:

اگر بادی النظر میں حالات کا جائزہ کیا جائے تو بنک خود لوٹ مار میں برابر کے شریک رہے اور مدتوں چشم پوشی اور اغماض برتتے ہیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرضے صرف ہڑپ کرنے کی غرض سے حاصل کئے گئے۔ کوئی باشعور انسان یہ ہرگز تسلیم نہیں کرے گا کہ تمام نادھندگان کو کاروباری خسارہ ہوا تھا حالانکہ یہ لوگ بڑے بڑے کارخانوں، پلاٹوں، پجارو گاڑیوں، کوٹھیوں اور زرعی اراضی کے مالک ہیں جو انہوں نے اپنے خاندان اور اعزا و اقربا کے نام منتقل کر رکھی ہے۔ قرضے قومی امانت ہیں جو ہر صورت میں وصول کئے جانے چاہئیں اور نادھندگان سے قرضوں کی وصولی کے لئے کڑا محاسبہ وقت کی پکار ہے۔ دفاعی اور دیگر مدوں میں کل بیرونی قرضے 36 ارب ڈالر سے تجاوز کر گئے ہیں۔ پاکستان کی معیشت سامراج کے مفادات کے تابع رکھنے کی روایت قائم رہی اور ملکی اقتصادی منصوبہ بندی سامراجیوں اور ان کے مقامی ایجنٹوں کی مرہون منت رہی ملکی محاصل کا ... فیصد سے زائد قرضوں کی ادائیگی میں صرف ہو جاتا ہے جس کے لئے ترجیحی بنیادوں پر ٹھوس اقدامات کرنا ہوں گے۔

8-3 قومی احتساب بیورو کا قیام:

14/ اکتوبر 1999ء کو قومی احتساب بیورو آرڈیننس (81) کی رو سے قومی احتساب کا ادارہ قائم ہوا جس کا مقصد رشوت ستانی، بداعمالی اور خیانت وغیرہ کا استیصال اور ایسے لوگوں کا محاسبہ کرنا تھا جو اس قسم کے جرائم کے مرتکب پائے جائیں۔ اس قانون سازی سے ایسے جرائم کی بہتر سراغ برادی، تفتیش و تحقیقات

ق تجویز، اختیارات کے ناجائز استعمال جائیداد کی خورد برد کے مقدمات میں فوری حصول انصاف کو مزید موثر یا گیا ہے۔ بنکوں اور دیگر مالیاتی اداروں کے ہڑپ شدہ قرضے اور لوٹی ہوئی قومی دولت کو حکومت واپس لے گی۔ کیونکہ خلاف ورزی یا ارتکاب جرم کی پاداش میں سزائے قید چودہ برس تک ہو سکے گی یا جرمانہ یا دونوں اگر کسی شخص نے بدعنوانی یا رشوت سے ایسی جائیداد بنا رکھی ہے جو اس کی ظاہری آمدنی سے غیر متناسب ہے وہ سرکار ضبط ہو سکے گی۔ لیکن جرمانہ کسی صورت میں ناجائز فائدہ سے کم نہ ہوگا اور سزا یابی کی صورت میں وہ ں برس تک کسی الیکشن میں حصہ لینے کا نااہل تصور ہوگا اور آئندہ دس برس تک کسی بنک یا مالیاتی ادارے سے ں نہیں لے سکے گا۔ ایسے مقدمات کی تجویز و سماعت روزانہ ہوا کرے گی اور تیس دن کے اندر فیصلہ کر دیا ئے گا۔ ملزموں کو اپنی بے گناہی خود ثابت کرنا ہوگی۔ حقائق کی روشنی میں قانونی طور پر قیاس یہی کیا جائے گا اس نے ارتکاب جرم کیا ہے بجز اس کے کہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کر دے۔ امید یہ کی جاتی ہے کہ آئندہ ساب کے خوف سے یہ لوگ باز رہیں گے اور ان کی بدعنوانیوں اور خیانتوں کا ازالہ ہو سکے گا لیکن پس پردہ ں قوت کو بروئے کار لانا ہوگا جو احتسابی عمل کو غیر جانبدارانہ طور پر پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ اور محض سیاسی وت یا کسی دشمنی کی بنا پر الزام تراشی یا سزا نہ دی جائے احتساب کے عمل کو نچلی سطح پر بھی لایا جائے۔ نجی اور کاری معاملات میں تفریق نہ برتی جائے یہی اسلامی احتساب سے عبارت ہے۔

9- بے لاگ احتساب کے لیے عملی تجاویز:

احتساب کے ادارے کو موثر بنانے کے لئے مندرجہ ذیل عملی تجاویز پیش ہیں۔

9-1 اختیارات کی وسعت:

محتسب کے اختیارات میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے۔ سرکاری محکموں کی باز پرس سے قطع نظر کرتے ہوئے محتسب کا دائرہ اختیار نجی اور تجارتی شعبوں تک بڑھایا جائے خصوصاً وہ معاملات جو عدلیہ اور پولیس کی دسترس سے باہر ہوں۔ محتسب کے اختیارات کی وفاقی اور صوبائی تقسیم ختم کی جائے اور ضلعی سطح پر محتسب مقرر کئے جائیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد اخلاقی تربیت کی نگرانی کا منصب بھی سونپا جائے۔ صنعتی، تجارتی اور کاروباری معاملات بھی اس کے دائرہ اختیار میں لائے جائیں تا کہ کوئی شخص عوام سے دھوکا اور بددیانتی نہ کر

سکے۔ قانون میں مناسب ترامیم کی جائیں۔

9-2 مستحکم قومی معیشت:

بینکوں، سرکاری اور مالیاتی اداروں سے حاصل کیے گئے غبن شدہ واجبات کی وصولی کے لئے بدعنوان عناصر کے خلاف مروجہ قانون کے تحت موثر اور غیر جانبدارانہ احتسابی عمل جاری رکھا جائے اور قومی معیشت کو آزاد، خود مختار اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ نیز رشوت بدعنوانی اور لوٹ مار کے ذریعہ بیرون ملک جمع کرائے گئے اثاثے اور زرمبادلہ وطن منتقل کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں کیونکہ قانونی اور اخلاقی لحاظ سے اس دولت کے جائز اور حقیقی مالک پاکستان کے عوام ہیں۔

9-3 بیرونی قرضوں اور امداد کی جانچ پڑتال:

بھاری سود پر حاصل کی گئی امداد اور قرضے جس مقصد کے لئے حاصل کئے گئے تھے کیا فی الواقعی اس کے لئے استعمال ہوئے یا نہیں؟ ان میں کس حد تک خیانت ہوئی اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ایسے لوگوں کو بھی دائرہ احتساب میں لایا جائے تمام قرضوں اور بیرونی امداد کا آڈٹ کرایا جائے اور جائز مصارف سے قوم کو آگاہ کیا جائے کیونکہ کھربوں روپیہ کے زرمبادلہ اور قرضوں کی سرمایہ کاری سے پاکستان کی تقدیر بدل سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔

9-4 سود اور قرضوں کی ادائیگی:

محب وطن اقتصادی ماہرین پر مشتمل اعلیٰ سطحی کمیشن تشکیل دیا جائے جو امداد اور قرضے دینے والے ممالک سے قرضے معاف کرائے تاکہ قرضوں کے سنگین بحران سے نجات مل سکے۔ آئندہ سودی قرضوں پر انحصار نہ کیا جائے۔ سادگی اپنائی جائے انتظامی اخراجات میں خاطر خواہ کمی کی جائے۔ اسلامی بینک یا اسلامی ملکوں سے بلا سود قرضے حاصل کر کے مغربی ملکوں کے سودی قرضوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے یا طویل المعیاد مدت کے لئے ری شیڈول کر لیا جائے۔ آئندہ سود کے خاتمے کے لئے بھی قرآن وسنت کی روشنی میں موثر اقدامات کئے جائیں۔ اس سے شریعت کے تقاضے بھی پورے ہوسکیں گے اور قیمتوں میں بھی کمی واقع ہوگی۔

9-5 محتسب کے لیے دیانتدار شخصیتوں کی تقرری:

بے لاگ اور موثر احتساب کے لئے انتہائی معتبر، دیانتدار اور غیر جانبدار شخصیتوں کی تقرری

Marfat.com

ضروری ہے جو ذاتی مفادات سے ہٹ کر صاف، شفاف اور جرأت مندانہ احکام بلا خوف وخطر جاری کر سکیں۔ وہ نہ صرف اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں عادل ہی ہوں بلکہ وہ اجتماعی اور قومی مفادات کا تحفظ بھی کر سکیں۔ صلاحیت اور اہلیت کی بنیاد پر سیاسی اور جانبدار نمائندوں کو مقرر کرنے سے گریز کیا جائے۔

9-6 انتظامیہ کے لامحدود اختیارات:

انتظامیہ کے تمام شعبوں کے لامحدود اختیارات کو آخری حد تک محدود کر دیا جائے۔ بدعنوانی اور رشوت حاصل کرنے کی مدوں کو ختم کر کے ضابطوں کو آسان بنا دیا جائے، ون ونڈو آپریشن کا طریق کار اپنایا جائے۔

9-7 بے جا غیر پیداواری اخراجات سے گریز:

انتظامی غیر پیداواری اخراجات نے قومی معیشت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ عوام مہنگائی کی صورت میں پس رہے ہیں۔ اعلیٰ سرکاری عہدے داروں کی وسیع و عریض اقامت گاہوں اور بچارو گاڑیوں کی تزئین و آرائش، پٹرول، ٹیلی فون، ہیٹر، ایئر کنڈیشنرز بے قاعدہ ملکی اور غیر ملکی دوروں پر کروڑوں روپے صرف ہو جاتے ہیں جو کہ قوم کو ٹیکسوں اور یوٹیلٹی بلوں کی صورت میں ادا کرنے پڑتے ہیں۔ ایسے اخراجات خاطر خواہ حد تک کم کئے جائیں اور سادگی اپنائی جائے۔

9-8 پولیس اصلاحات:

(الف) پولیس کے اختیارات میں نمایاں کمی کی جائے۔ تفتیش اور انتظامی پولیس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ رشوت والی مدیں ختم کی جائیں۔ پولیس کو ضلعی انتظامیہ کے کنٹرول میں دے دیا جائے اور پولیس ایکٹ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا جائے۔

(ب) پولیس کی غیر ضروری آسامیاں ختم کی جائیں۔ ہر صوبے میں صرف ایک انسپکٹر جنرل اور ہر ضلع میں صرف ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو۔ اینٹی کرپشن، کرائم برانچ، سی آئی اے، ایف آئی اے اور پی آر پی کو ختم کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ کرائم کنٹرول شعبے نہیں ہیں۔

(ج) صفائی نصف ایمان ہے۔ مہتمم تھانہ، بیٹ اے ایس آئی اور بیٹ کانسٹیبل کو علاقہ کی صفائی کا مکلف بنا دیا جائے جو محکمہ صفائی کے عملہ کے تعاون سے اپنے علاقے کی گندگی اور نجاست صاف کروائے۔ یہ

Marfat.com

پولیس ایکٹ 1861ء اور عام قانون میں پولیس کے فرائض میں بھی شامل ہے۔ وہ گشت کے دوران صفائی کو چیک کر سکتے ہیں۔ انکی کارکردگی کا اندازہ ان کے علاقہ کی صفائی گندگی اور نجاست سے پاک گلیاں اور بازار اور ناجائز تجاوزات یعنی فٹ پاتھوں پر ہوٹل اور رکاوٹوں کو دور کرنے سے لگایا جائے۔ نیز ان کو محتسب کے فرائض بھی سونپے جائیں۔ اگر پولیس سے ہم اس قدر کام لے لیں تو یہ بڑے ہمت کے کام ہوں گے اور پولیس کی موجودگی کا جواز ہو سکے گا۔ نیز پولیس کو دہشت گردی، فساد، غنڈہ گردی کی روک تھام میں کوتاہی کے لئے باز پرس کی جائے اور مسلسل احتسابی عمل جاری رکھا جائے۔

(د) قابل دست اندازی اور ناقابل دست اندازی جرائم کی تفریق ختم کی جائے معاشرے کی ہر برائی کو دور کرنے کی ذمہ داری سونپی جائے لیکن ہلکے پھلکے جرائم میں کسی شخص کو تھانہ بلانے سے روک دیا جائے۔ پولیس کے احتساب کے لئے اعلیٰ سطحی احتسابی کمیشن تشکیل دیا جائے جو لوگوں کی شکایات سن کر ازالہ کرے اور داد رسی کرے اور کمیشن کو پولیس کے تمام اختیارات حاصل ہوں پولیس کو سروس ایجنسی اور عوام دوست بنایا جائے نہ کہ سخت گیر حاکم، بدعنوان پولیس اہلکاروں کی تطہیر کی جائے اور انہیں لوگوں پر مسلط نہ کیا جائے۔

9-9 عبادات کی نگرانی وغیرہ:

کوئی ایسا محتسب یا نائب محتسب ضرور ہونا چاہئے جو عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے لوگوں کو آمادہ کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول پر فرائض انجام دے اور لوگوں کی اخلاقی تربیت کرے۔ نماز جمعہ اور نماز عیدین کا بڑی عزت و احترام سے وسیع پیمانے پر سرکاری طور اہتمام کیا جائے نیز پیشہ ورانہ گداگروں کو بھیک مانگنے سے روکا جائے اور انکے لیے زکوٰۃ یا بیت المال سے مناسب انتظام کیا جائے۔

9-10 جانوروں پر بے رحمی:

جانوروں پر بے رحمی کا سدباب بھی محتسب کے دائرہ اختیار میں ہونا چاہئے خصوصاً شہری علاقوں میں تانگے، بیل اور گدھا گاڑیوں کو فوری طور پر ختم کیا جائے کیونکہ گھوڑوں کے منہ میں کانٹے دار لگام اور بیل کے نتھنوں میں نکیل ان پر ظلم اور بے رحمی کے مترادف ہے، بری طرح زود و کوب کیا جاتا ہے۔ نیز یہ شہری آبادی میں نجاست گندگی اور ماحول کو آلودہ بناتے ہیں۔ ان کی قوت سے زیادہ بوجھ لادا جاتا ہے عرب میں یہ

Marfat.com

دستور رہا کہ لوگ زندہ اونٹ کی کوہان اور دنبے کی چکی کاٹ دیتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں پر بے رحمی کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ بلاوجہ کسی جانور کو قتل کرنا گناہ عظیم قرار دیا ہے۔ (82) مزید ارشاد ہوا کہ ہر ذی حیات کے ساتھ رحم دلانہ سلوک کرنا موجب ثواب ہے۔ (83) جو جانور جس کیلئے کیا گیا ہے۔ اس سے وہی کام لیا جائے۔ (84) ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں پر سختی کی ممانعت فرمائی اور ایسا کرنے والے کو ملعون قرار دیا۔ (85) جانوروں کو باہم لڑانے سے بھی آپ نے منع فرمایا کیونکہ وہ بے فائدہ شغل ہیں۔ (86) پاکستان میں بھی انسداد بے رحمی جانوراں ایکٹ 1890ء (87) اور حفاظت جنگلی پرندگان و جانوروں ایکٹ کے تحت ان کی حفاظت تحفظ، بقاء و انتظام اور انسداد بے رحمی کی کارروائی کی جاسکتی ہے لیکن اس کا انفرادی سطح پر نگرانی محتسب ہے۔

9-11 مسافروں کے لیے رہائشی سہولتیں:

ایک فلاحی مملکت کے لیے ضروری ہے کہ مسافروں کے عارضی قیام کے لئے مسافر خانے یا سرائے کا ضلعی سطح پر انتظام بھی مجسٹریٹ ضلع یا محتسب کی سربراہی میں ہو خصوصاً ان مسافروں کے لئے جو ہوٹلوں کے خرچہ کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ اخراجات زکوٰۃ فنڈ سے برداشت کئے جائیں اور سرائے ایکٹ 1876ء (89) سرکاری سطح پر مناسب ترامیم کے ساتھ نافذ العمل کیا جائے۔ سرائیوں میں ان کی آمد و رفت کا اندراج ہو اور نگرانی بھی کی جائے۔

9-12 یتیموں کے لیے سرکاری ادارے:

زکوٰۃ فنڈ سے لاوارث یتیم بچوں کے لئے ضلعی سطح پر پرورش اطفال کے لئے ادارے قائم کئے جائیں جہاں انہیں والدین کی طرح رہائشی طبی اور تعلیمی سہولتیں میسر ہوں۔ تاکہ جاوید اقبال کیس کی طرح کسی بچے پر تشدد نہ ہونے پائے۔

9-13 رشوت ستانی اور بدعنوانی کی روک تھام:

ایسے جرائم کی روک تھام کے لئے اعلیٰ افسروں کو ماتحت عملہ کے محاسبے اور بدعنوانی سے روکنے کا مکلف بنایا جائے اور صریحاً خلاف ورزی کی پاداش میں افسروں کو ذمہ دار قرار دیا جائے۔ بلکہ گریڈ 17 سے اوپر کے تمام افسروں کو انسداد رشوت ستانی کے قانون کے تحت محتسب کے اختیارات سونپے جائیں اور ان کی

اعلیٰ سطح پر مانیٹرنگ کی جائے اور ایسی بری شہرت کے حامل ملازموں کو ملازمت سے برطرف کرنے سے تامل نہ کیا جائے۔ کارروائی کے لئے صرف شکایات پر ہی اکتفا نہ کیا جائے بلکہ محتسب اپنی طرف سے بھی دست اندازی کرے۔

9-14 تعلیمی معیار بلند کیا جائے:

سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر سائنس و ٹیکنالوجی اور دینی تعلیم کو فوقیت دی جائے اور تمام نصاب قومی تقاضوں کے مطابق از سرنو ترتیب دیئے جائیں اور اساتذہ کا اس طرح محاسبہ کیا جائے کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر رہیں اور تعلیمی معیار قائم رکھیں اور شرح خواندگی میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے۔

9-15 معمولی جرائم اور تلافی نقصان:

معمولی جرائم میں سزائے قید سے گریز کیا جائے اور سزائے جرمانہ پر ہی اکتفا کیا جائے نیز مظلوم کے حق میں تلافی نقصان کے اصول کو لازمی قرار دیا جائے اور معاوضہ کسی صورت میں نقصان رسانی سے کم نہ ہو۔ نیز جس شخص کی جائیداد جبری طور پر لی جا رہی ہے اسے قبضے میں لینے کی تاریخ سے مارکیٹ کے نرخوں کے مطابق معاوضہ ادا کیا جائے۔ اس طرح حکومت یا قبضہ گروپ یا کسی شخص کو ظلم و تعدی کرنے کی اجازت نہ ہو۔ (۱)(۹)

9-16 متفرق فرائض:

درج مقالہ ہذا میں جن متفرق فرائض کی نشاندہی کی گئی ہے ان کو بھی محتسب کے دائرہ اختیار میں لایا جائے تاکہ لوگوں کی معاشرتی، روحانی اور معاشی اصلاح وارتقا ممکن ہو سکے اور کارروائی کی غرض سے احتساب کی ترجیحات مقرر کی جائیں۔

10- حرف آخر:

ہم اللہ جلّ شانہ کی بارگاہ ایزدی میں دست بستہ دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں سیرت طیبہ کی روشنی میں وہ فہم و فراست، حکمت اور نور حقیقی عطا فرمائے تاکہ ہم امر بالمعروف نہی عن المنکر کے اصول قانون کی رو سے موثر طریق سے یہ کردار اور دینی فریضہ انجام دے سکیں۔ یا اللہ ہم میں سے ہر شخص محتسب، منصف، اخلاق

حسنہ کا پیکر بن جائے جس کا ہر قدم ہر فیصلہ عدل و احسان اور ملت کے وسیع تر مفاد لئے ہو۔قومی دولت رشوت اور دوسروں کے مال پر نظر رکھنے کی بجائے حق گوئی رزق حلال اور تقویٰ کے ذریعہ اپنا تزکیہ نفس کرے۔ تمام قرضے امانتیں اور لوٹی ہوئی دولت واپس کر دے۔حرص و ہوس اور ذاتی مفاد کو اجتائی قومی مفاد پر ترجیح نہ دے۔ ماضی کے گناہوں اور کئے گئے ناروا اعمال پر نادم و پشیماں ہو، اظہار ندامت کرے اور آئندہ کے لئے توبہ کرے۔ پہلے اپنی ذات کا محاسبہ کرے پھر اسوہ حسنہ کی روشنی میں دوسروں کا احتساب کرے نیکی اور تقویٰ کی باتوں میں لوگوں سے تعاون کرے اے باری تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور ہم پر رحم فرما ہمیں دنیا کی بہترین امت بنا دے۔

آخر میں اس بات پر اکتفا کرتے ہیں کہ.................

بے لاگ احتساب کے دو اصول

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں درود و سلام

Marfat.com

حوالہ جات

1 ال عمران 114, 104

2 ال عمران 110

3 سیاست نامہ طبع شیفر

4,5 شریعہ اور لیگل پروفیشن

6 وبسٹر ڈکشنری

7 الکھف 49

8 السجدۃ 25

9 المؤمن 17

10 لقمٰن 16, 17

11 البقرۃ 225

12 المائدۃ 67

13 المدثر 1, 2

14 الشوریٰ 40

15 الشوریٰ 41

16 النجم 31, 32

17 ھود 114

18 البقرۃ 37

19 الشوریٰ 40, 41

20 المائدۃ 39

21 الانعام 53

22 الاحزاب 59, 24

23 الشوریٰ 42

24 الاحزاب 21

25 النساء 135

26 النساء 58

27 الروم 38

28 المعارج 24

29 الانعام 29

30 الذٰریٰت 19

31 صحیح بخاری

32 حدیث ابوداؤد کتاب النکاح

33 حدیث صحیح بخاری

34 حدیث صحیح بخاری روایت ابو ہریرہ

35 سورۃ الرحمٰن 7, 9

36 الاحزاب 85

37 سورۃ بنی اسرائیل 35

38 سورۃ المطففین 1, 6

39 سورۃ الرحمٰن 8, 9

39(الف) پی ایل ڈی 1994ء سپریم کورٹ

40 الشوریٰ 23

41 الفتح ۔ 8

42 حدیث صحیح بخاری

Marfat.com

43 حدیث صحیح بخاری کتاب الصدقات

44 حدیث صحیح بخاری

45 الانفال 27

46 سیرت النبی جلد دوئم تاریخ طبری

47 حدیث صحیح بخاری جلد دوئم کتاب الاحکام

48 حدیث صحیح بخاری کتاب الصدقات

49 حدیث صحیح بخاری کتاب الادب

50 ابن کثیر

51 حدیث صحیح بخاری

52 صحیح بخاری جلد دوئم

53 احیائے علوم الدین امام غزالیؒ

54 سیرت النبی سلیمان ندوی

55 سورۃ التوبۃ 33

56 البقرۃ 193

57 سیرت النبی سلیمان ندوی

58 حدیث روایت ابوذر

59 حدیث مسلم بخاری، ابوداؤد، ترمذی

60 الاعراف۔ النحل 52

61 البقرۃ 159

62 البقرۃ 2

63 سورۃ یوسف 104

64 سورۃ الفاتحۃ 5,6,7

Marfat.com

65 الانفال۔ المومنون 2-3

66 حدود آرڈیننس بابت جرائم مال شراب قذف اور زنا وغیرہ

67 المائدۃ 44

68 المائدۃ 45

69 المائدۃ 48

70 الاعراف 165

71 الاحکام السطانیہ الماوردی

72 حدیث صحیح بخاری

73 مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم

74 احترام رمضان آرڈیننس 1981

75 خطبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تاریخ ابن کثیر جلد ششم اور فیڈرل شریعت کورٹ پی ایل ڈی 1992 صفحہ

76 حدیث ترمذی

77 حسبہ، اردو ایڈیشن دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8

78 اخلاق محسنی طبع مرزا ابراہیم شیرازی

79 البدور البازغہ شاہ ولی اللہ دہلوی

80 ابوالحسن علی بن محمد بن

81 الماوردی (الاحکام السطانیہ)

82 قومی احتساب بیورو آرڈیننس 1999ء مستدرک حاکم جلد دوئم

83 صحیح بخاری کتاب الادب رحمت الناس

84 حدیث صحیح بخاری کتاب الادب باب الحرث

85 ابوداؤد کتاب الجہاد

86 ابوداؤد کتاب الجہاد

Marfat.com

87 انسداد بے رحمی جانوران ایکٹ 1890

88 حفاظت جنگلی پرندگان و جانوران ایکٹ 1974

89 سرائے ایکٹ 1867

90 پی ایل ڈی 1990 سپریم کورٹ....... 90

91 قرآن حکیم مترجم

☆☆ ختم شد ☆☆☆

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

سید عزیز الرحمٰن - کراچی

یہ مقالہ ذیل کے امور پر مشتمل ہے۔

۱- احتساب، مفصل تشریح۔
۲- موجودہ دور میں احتساب کی ضرورت۔
۳- بے لاگ احتساب کے اجزائے ترکیبی۔
۴- اقسام احتساب۔
۵- اجتماعی احتساب کے مختلف پہلو۔
۶- بے لاگ احتساب کی درخشاں مثالیں۔

فطرت کے قائم نظام کے تحت کرہ ارض پر فساد کا پھیلنا اور زمین پر بسنے والی مخلوق کا جبرو تشدد اور ظلم وستم کا شکار ہونا یہ سب انسان کی پیدا کردہ برائیوں، سیاہ کاریوں اور کوتاہیوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس قاعدے کی رو سے جب کبھی انسان اپنے فرائض سے روگردانی کرتا ہے، اپنے خالق و مالک کی جانب سے اوپر عائد کردہ ذمہ داریوں سے اعراض کرتا ہے اور اپنے اوپر واجب دوسروں کے حقوق سے احتراز کرتا ہے تو پھر تباہی کے ایک لامتناہی سلسلے کا آغاز ہو جاتا ہے، اور آہستہ آہستہ خرابیاں اس مقام تک پہنچ جاتی ہیں جہاں سے واپسی کا راستہ باقی نہیں رہتا اور انسان کو ہوش اس وقت آتا ہے جب اس کے لئے کرنے کو کچھ باقی نہیں بچتا، عمل کا وقت گزر چکا ہوتا ہے، اب فقط نتائج کا ظہور باقی رہتا ہے۔

اس کے برعکس اگر انسان اپنی زندگی گزارنے کے عمل کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں جاری رکھے، فرائض وحقوق کی پابندی اور نواہی ومنکرات سے اجتناب کرے، اور وقتاً فوقتاً اپنا محاسبہ کرتا رہے تو دنیا کے نظام کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا اور زمین بھی فساد و تضاد کے عمل سے محفوظ رہتی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے!

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض

الذی عملوا لعلھم یرجعون (۱)

''بحرو بر میں فساد ظاہر ہوگیا لوگوں کی ہاتھ کی کمائی (اعمال بد) کے باعث، تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزا چکھا دے، ممکن ہے لوگ (راہ راست پر) واپس لوٹ آئیں۔

یہ فساد صرف اس لئے پھیلا یہ طوفان فقط اس لئے بپا ہوا کہ اللہ اس کے ذریعے مخلوق کو ان کی بداعمالیوں کا مزا چکھانا چاہتا ہے تا کہ جن کی قسمت میں ہدایت ہو وہ غلط راستے سے لوٹ کر راہ راست اور صراط مستقیم پر واپس آ جائیں (۲)۔

اس ابدی حقیقت کا نہ انکار ممکن ہے نہ اس سے انحراف کی کوئی صورت ہے کہ فطرت کے اصول اور قوانین اٹل ہیں اور تا ابد رہنے کے لئے ہیں، ان میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی ممکن نہیں، یہ ضابطے ہر چیز پر محیط ہیں اور کائنات کا کوئی ذرہ بھی ان اصولوں وضوابط کی حدود سے باہر نہیں، ان میں توازن ہے، اعتدال ہے ایک نظم و ضبط ہے، کائنات کے عناصر کا یہ اعتدال ہی ہے جو اسے برقرار رکھے ہوئے ہے ورنہ اس ضمن میں معمولی سی بے اعتدالی اور طے شدہ طریقہ کار سے تھوڑا سا انحراف بھی نظام کائنات کو درہم برہم کرنے کے لئے کافی ہے، ستاروں کی روشنی، چاند کا حساب، ایام کی تبدیلی، موسموں کا تفاوت، مزاجوں کا اختلاف اور علاقوں کا فرق سب ایک دوسرے سے الگ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے متصل ہیں، کیونکہ قدرت کے طے فرمودہ طریقہ کار کے تحت ہیں، فرمان خداوندی ہے!

والسمآء رفعھا ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان (۳)

''اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے میزان (عدل) قائم کی۔ تا کہ تولنے میں بے اعتدالی نہ کرو۔

ہر معاشرہ اگرچہ مختلف عناصر سے مرکب ہوا کرتا ہے لیکن ان عناصر میں افراد کی اہمیت و حیثیت امتیازی ہوتی ہے، یہ وہ اکائی ہے جو معاشرے کی سمت متعین کرتی ہے، اسی پر معاشرے کے اصلاحی اور مثالی ہونے کا انحصار ہوتا ہے، اس کے برخلاف اگر یہ اکائی ہی فساد و تضاد کی شکار ہوجائے تو پھر پورا انسانی معاشرہ ٹوٹ پھوٹ اور شکست و ریخت کے عمل سے دوچار ہو جاتا ہے (۴)۔ اس لئے معاشرے کی اصلاح کی

Marfat.com

ت صورت یہی ہے کہ اصلاح کا عمل فرد سے شروع کیا جائے، سابقہ تمام پیغمبروں اور انبیاء علیہم السلام کا یہی یقہ کار رہا اور آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی پہلی توجہ کا مرکز فرد ہی کو بنایا، اور چونکہ اصلاح معاشرہ کے لئے ساب لازمی عنصر ہے اس لئے احتساب کا آغاز بھی فرد ہی کو بنایا، اور جو کہ معاشرے کی تعمیر و ترقی کا سنگ د بھی ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

حکومت اور اس کے ذیل میں آنے وال تمام ادارے اور ان کی تفویض ہونے والی تمام ے داریاں اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کی امانت ہیں، اس امانت میں من مانے تصرف کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں، رف اللہ تعالیٰ کی متعین فرمودہ حدود کے اندر رہ کر قومی مفاد اور مصالح میں خرچ کرنے کی اجازت ہے، جن وں کو یہ امانتیں سپرد ہوتی ہیں وہ خدا کے حضور اس کے جوب دہ ہیں، بدعنوانی اور لوٹ مار کا آغاز وہیں سے تا ہے جہاں جواب دہی اور امانت داری کے تصور کا اختتام ہوتا ہے، اسلام نے اسی بناء پر پہلے نمبر پر خود تسابی کو لازمی قرار دیا ہے تاکہ خوف آخرت اور خدا کے حضور جواب دہی کا تصور قوی رہے اور دوسرے مرحلے ں حکمرانوں پر اور ہر اس شخص پر محاسبے کا فریضہ عائد کیا ہے جو کسی بھی درجے میں ذمہ دار اور مسئول ہیں۔

ذیل کی سطور میں احتساب کی تشریح کے بعد احتساب کے اجزائے ترکیبی بیان کرنے کے اتھ ساتھ احتساب کے اسلامی طریقہ کار پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

احتساب، مفصل تشریح

لغوی معنی:

ح، س، ب مادے کے الفاظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱- باب نصر سے حسبہ، حساباً اور حسبہ و حسابتہ کے معنی شمار کرنے اور گننے کے ہیں (۵)۔

۲- باب سمع اور حسب سے حسباناً و حسبتہ کے معنی گمان کرنے اور خیال کرنے کے ہیں(۶)۔

۳- باب کرم سے حسباً و حسابتہ کے معنی ہیں شریف الاصل ہونا(۷)۔

Marfat.com

۴- اسی طرح حسبۃ کے معنی تکیہ دینے کے ہیں اور اگر حسبہ المیت کہا جائے تو میت کو دینے اور دفنانے کے معنی ہوں گے(۸)۔

۵- اور احسبہ کے معنی ہیں کسی کو خوب دینا، مثلاً کہا جاتا ہے اعطی فاحسب، اس نے دیا اور خوب دیا(۹)۔

۶- حاسبہ محاسبۃ وحساباً حساب کی جانچ پڑتال کرنا(۱۰)۔

۷- تحاسباً آپس کے حساب کی جانچ پڑتال کرنا، آپس کا حساب درست کرنا(۱۱)۔

۸- احتساب عربی میں طلب اجر کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے آپ نے فرمایا!

من صام رمضان ایماناً و احتساباً (۱۲) یعنی طلباً لوجه الله تعالیٰ وثوابه

۹- احتسب ان معانی میں بھی مستعمل ہے:

(i) احتسب الامر، شمار کرنا، گمان کرنا۔

(ii) احتسب ما عند فلان، دوسروں کے پاس موجود چیز کا حساب، شمار، آزمائش کرنا۔

(iii) احتسب علیه الامر، امر منکر سے منع کرنا۔

(iv) احتسب به، قناعت کرنا۔

(v) احتسب عنه، رک جانا باز رہنا(۱۳)۔

موجودہ مفہوم

اردو میں احتساب کے معنی حساب، جانچ پڑتال اور آزمائش کے ہیں(۱۴)۔ آج کل عام مروجہ مفہوم بھی یہی ہے اور غالباً اس کا تعلق احتسب ما عند فلاں سے ہے، جس کے مفہوم میں احتساب موجودہ معانی شامل ہیں۔

موجودہ دور میں احتساب کی ضرورت

احتساب کی ضرورت سے کوئی باعزت اور متمدن معاشرہ انکار نہیں کر سکتا خواہ وہ ترقی پذیر یا ترقی یافتہ، احتساب کی ضرورت واہمیت ہمیشہ مسلم رہی ہے، ابوالکلام لکھتے ہیں!

''احتساب ایک سنہری زنجیر ہے، جس میں تمدن، اخلاق، مذہب اور معاشرت کی تمام جزئیات جکڑی ہوئی ہیں، اگر اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے تو دفعتاً نظام عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہو جائے، اسی غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا، خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کیے، سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیت بشری کو مجبور کرتا ہے''(۱۵)۔

یا کہ تحریر ہوا احتساب کی ضرورت ہر متحرک، فعال اور مستحکم معاشرے میں ہوتی ہے اور درحقیقت وہی قوم میاب بھی ہے جو ہمہ وقت اپنے احتساب پر مستعد تیار رہتی ہے۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

لیکن جہاں یہ معاملہ ہو کہ ہر آنے والا دن صورت حالات کے مخدوش تر ہونے کی گواہی ے رہا ہو وہاں احتساب سے روگردانی آخری موقع کھو دینے کے مترادف ہوتی ہے، ہمارے ملک اور معاشرے کا اس وقت یہی عالم ہے اس کی وضاحت کے لئے ذیل کے نکات پر غور کیجئے۔

- قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ملک میں مقیم پاکستانیوں کی بیرون ملک بینکوں میں رکھی ہوئی رقوم کا تخمینہ ۵۰ بلین ڈالر، جبکہ کچھ عرصہ قبل ایک امریکی سفارت کار کا یہ بیان اخبارات کی زینت بن چکا ہے کہ پاکستان ۱۰۰ بلین ڈالر کی رقم لوٹ کر بیرون ملک منتقل ہو چکی ہے۔

۲- ملک کو بدعنوانی، دھوکہ دہی، اسمگلنگ، اسراف اور نااہلی و بددیانتی کی وجہ سے ہونے والے سالانہ نقصان کا تخمینہ ۶۰۰ بلین روپے جس کی مختصراً تفصیل یہ ہے۔ ☆ ٹیکس چوری اور ٹیکس نظام میں دیگر

Marfat.com

گھپلوں سے سالانہ نقصان ۲۰۰ بلین روپے۔ ☆ ۱۰۰ بلین روپے کے ترقیاتی بجٹ میں بدعنوانی نقصان ۶۰ بلین روپے سالانہ۔ ☆ بینکوں کے پھنسے ہوئے قرضوں کی رشوت، سیاسی دباؤ اور بدعنو کی بناء پر عدم وصولی سے نقصان ۱۵ بلین روپے سالانہ۔ ☆ پبلک سیکٹر میں بدعنوانی، فضول خرچی نا اہلی و بددیانتی سے حکومت کو پہنچنے والا نقصان ۱۰۰ بلین روپے سالانہ۔ ☆ غیر ترقیاتی اخراجات بدعنوانی اوراسراف کی وجہ سے نقصان ۱۵ بلین روپے سالانہ، وغیرہ۔

۳- سات برسوں میں بیرونی کرنسی کے کھاتوں کی تقریباً ۱۰ بلین ڈالر کی رقم کو بلا اختیار شاہ خرچیوں اور ضروری درآمدات وغیرہ میں خرچ کرنا، جوکہ خیانت کی بدترین مثال ہے(۱۶)۔

۴- گزشتہ حکومت کے ۳۲ ماہ کے دور اقتدار میں غیر ملکی قرضوں کی مد میں ۱۵ ارب ڈالر کا ریکارڈ اضافہ

۵- سالانہ بدعنوانی (Corruption) کا تخمیہ ۲۰۰ ارب روپے ہے جس میں ۴۰ ارب روپے سرکا ملازمین کی بدعنوانی اور ۱۴۰ ارب روپے ٹیکس چور کی نذر ہوتے ہیں۔

۶- ۴۵ ارب روپے کے قرضے ناکافی ثبوت، ریکارڈ غائب ہونے اور سیاسی اثرورسوخ کی بناء پر ناقا واپسی تصور کیے جا چکے ہیں(۱۷)۔

۷- ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان ۷۰ فیصد بیوروکریٹ رشوت لیتے ہیں(۱۸)۔

۸- اورانسٹیٹیوٹ آف کاسٹ اینڈ مینجمنٹ اکاؤنٹس پاکستان کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ہر سال کھرب سے زیادہ مالی بدعنوانی (Corruption) ہوتی ہے جس میں ہر سال ڈھائی کھرب رو کے ٹیکس چوری ہوتے ہیں جبکہ سرکاری اداروں کی بدانتظامی اور خورد برد میں ایک کھرب روپے سال ترقیاتی اور غیر ترقیاتی پروگراموں میں ۷۵ ارب اور سرکاری بینکوں و مالیاتی اداروں میں ہر سال ارب روپے نا اہلی کی نذر ہو جاتے ہیں(۱۹)۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے لئے اس وقت بے لا احتساب کس قدر ناگزیر ہو چکا ہے۔ رہا اسلامی تعلیمات اور سیرت طیبہ سے حاصل ہونے والی ہدایات کا معا ان کی روشنی میں بھی احتساب ہر حکومت وقت کی اولین ذمہ داری ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب کے اجزائے ترکیبی

احتساب کوئی منفرد چیز نہیں متعدد امور سے مرکب ایک مکمل نظام کا نام ہے۔ جو نظام حکومت کا حصہ ہے، اس کے اجزائے ترکیبی میں نظام حکومت و سلطنت کے تمام اہم اجزاء شامل ہیں۔ جن پر کسی حکومت کے استحکام کا مدار ہوتا ہے، کیونکہ ایک مستحکم حکومت ہی ایک مضبوط نظام احتساب کی بنیاد رکھ سکتی ہے یہ وہ امور ہیں جو ہر حکومت کے لئے ضروری و لابدی ہیں، ان سے اعتنا کئے بغیر کسی حکومت کیلئے استحکام حکومت اور احتساب مسلسل کی منزل کا حصول ممکن نہیں، نیز ان نکات پر اگر عمل کر لیا جائے تو کافی حد تک احتساب کی ضرورت خود ہی پوری ہو جاتی ہے، ذیل میں ان کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے، ساتھ ساتھ احتساب کے ساتھ ان کے ربط و تعلق کی وضاحت بھی کی جائے گی۔

عدل:

عدل عربی زبان کا لفظ ہے اس کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں، علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ دونوں میں سے کسی میں بھی کمی بیشی نہ ہو، اسے عدل کہا جاتا ہے[۲۰]۔

☆ ابن منظور کے بقول عدل حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا نام ہے یہ جور کی ضد ہے[۲۱]۔

☆ نسفی نے کہا ہے کہ عدل آپس کے حقوق میں تسویہ و برابری، ظلم کو ترک کرنے اور ہر حق دار کو اس کا حق پہنچانے کا نام ہے[۲۲]۔

☆ ابن فارس کہتا ہے **العدل، الحکم بالاستواء**[۲۳] (عدل برابر کے حکم کو کہتے ہیں)۔

☆ ایک معنی یہ کئے گئے ہیں **ھو التوسط بین طرفی النقض**[۲۴] (دو مخالف انتہاؤں کے بالکل درمیان میں ہونا)۔

☆ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عدل، اعتقاد، عمل اور خلق میں اعتدال اور میانہ روی کا نام ہے[۲۵]۔

اس قول کی تشریح بیضاوی کے ہاں ملتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ''عدل تمام امور میں توسط اور میانہ روی کا نام ہے اعتقاداً بھی جیسے خدا کے انکار اور شرک کے درمیان توحید متوسط کا اقرار یعنی صرف ایک خدا کی شہادت اور جبر و قدر کے عقائد کے مابین کسی متوسط کا اقرار اور عملاً بھی جیسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے واجب کئے جانے والے فرائض کی میانہ روی کے ساتھ ادائیگی، نہ تو مکمل روگردانی نہ اتنا غلو کہ رہبانیت کا آغاز ہو جائے، اور خلقاً بھی جیسے بخل و اسراف کے مابین جود و سخاوت کا راستہ''(۲۶)۔

علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ عدل افراط و تفریط کی دونوں جانبوں کے مابین میانہ روی کی رعایت رکھنے کو کہتے ہیں (۲۷)۔ ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ عدل در اصل تسویہ و برابری اور مساوات و انصاف کا نام ہے، ابن العربی نے عدل کے دائرہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے ان تمام اقوال کا مفہوم جمع کر دیا ہے اس اعتبار سے ان کا قول جامع ترین ہے، وہ فرماتے ہیں۔

> ''عدل کا دائرہ بندہ و خدا، انسان اور اس کی ذات، انسان اور مخلوق خدا تک وسیع ہے، بندہ و خدا کے مابین عدل یہ ہے کہ انسان خدا کے حق اور اس کی رضا کو اپنے حق اور اپنی پسند سے مقدم تصور کرے، خدا کے ہر حکم پر عمل اور ہر نہی سے اجتناب کو اپنا مقصد زندگی سمجھے وانسان اور نفس کے مابین عدل یہ ہے کہ نفس کو مہلکات سے روکا جائے اور ''نہی النفس عن الھوی'' کے خدائی حکم کے تحت اللہ کی اتباع کے ذریعے نفس کو قناعت پسند بنائے اور انسان اور مخلوق خدا کے مابین عدل یہ کہ انسانیت کی خیر خواہی اختیار کرے، خیانت سے اجتناب کرے، دوسروں کے لئے اپنی طرف سے ہر اعتبار سے انصاف کی فراہمی کو لازم گردانے، برائی سے ہر حالت میں بچے خواہ وہ قولاً ہو فعلاً ہو یا سِراً ہو یا جبراً، مخلوق کی جانب سے پیش آنے والے مصائب کو برداشت کرے''(۲۸)۔

خلاصہ یہ ہے کہ عدل اس کا نام ہے کہ ہم جو کام بھی کریں اور جو بات بھی کہیں اس میں میزان صداقت اور میزان عمل کسی جانب بھی جھکنے نہ پائے، بلکہ صرف وہی بات کہی جائے اور فقط وہی کام

Marfat.com

کیا جائے جو انصاف کی کسوٹی پر پورا اترے اور جس میں افراط تفریط کا شائبہ تک نہ ہو۔

کسی بھی مسلم ریاست اور مستحکم حکومت کے لئے نظام عدل و انصاف کا قیام ابتدائی ضروریات میں سے ہے، اس کے بغیر کوئی سلطنت اور مملکت استحکام حاصل نہیں کر سکتی، اس کا تعلق براہ راست عوام سے ہے، جب تک ریاست میں بسنے والے تمام افراد کو بلا تفریق اور بلا تاخیر انصاف مہیا نہیں کیا جائیگا اور ان سے عدل و مساوات پر مبنی سلوک روا نہیں رکھا جائیگا اس وقت تک انہیں ذہنی طور پر آسودہ نہیں کہا جا سکتا اور جب تک وہ ذہنی طور پر کسی حکومت سے مطمئن اور متفق نہیں ہوں گے اس وقت تک وہ حکومت سے تعاون نہیں کریں گے اور عدم اطمینان اور عدم تعاون کی یہ فضا داخلی انارکی اور عدم استحکام کو جنم دیتی ہے[۲۹]۔

ایسی فضا میں احتساب کا انتظام بھی قابل افتخار کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا، اسے بھی عدم تعاون پر مبنی عوامی رویئے کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ نظام احتساب عوامی تعاون کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔

شورائیت کے حکم پر عمل

احتساب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حکمران شورائیت کے قرآنی حکم پر عمل پیرا ہوں تاکہ احتساب کے عمل میں کسی جانبداری کا شائبہ نہ پایا جا سکے، اور نہ کسی کو اس عمل کی غیر جانبداری مشکوک بنانے کا موقع مل سکے۔ شورائیت کی اسلام میں اس قدر تاکید ہے کہ آپ ﷺ کو بھی جن کا ہر عمل سرتاپا وحی تھا[۳۰]۔ یہ حکم دیا گیا کہ

وشاورهم فی الامر[۳۱]۔

(اور اے نبی ﷺ ان (صحابہ کرامؓ) سے معاملات میں مشاورت کیجئے)۔

اور مسلمانوں کے معاملات کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ کہ!

وامرهم شوریٰ بینهم[۳۲] (اور ان (مسلمانوں) کے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں)۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

من اراد امرا فشاور فیه امرأ مسلماً و فقه الله لأرشد اموره[۳۳]

جس شخص نے کسی امر کا ارادہ کیا پھر اس بارے میں مسلمان فرد سے مشورہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے بہترین کام کی توفیق دے گا۔

ابن المنذر نے حسن اور عبد بن حمید اور بخاری نے الادب میں روایت کیا ہے، فرمایا:

ماتشاور قوم قط الا هو ذو رشد امرهم ثم تلا وامرهم شوریٰ بینهم (۳۴)

جس قوم نے بھی مشورہ کیا اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے صحیح راستے کی ہدایت ملے گی اور ان کا معاملہ درست ہو جائے گا۔ پھر آپ نے آیت وامرھم شوریٰ بینھم تلاوت فرمائی۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کے بارے میں قرآن میں کوئی حکم نہ ہو اور نہ ہم نے آپ ﷺ سے کچھ سنا ہو تو ہم کیا کریں آپ ﷺ نے فرمایا!

اجمعوا له العابدين من امتي واجعلوا بينكم شوریٰ ولا تقضوه برای واحد (۳۵)

میری امت کے عابدین کو جمع کرنا اور اس معاملہ کو مشورے کے لئے ان کے سامنے پیش کرنا اور کسی ایک کی رائے پر فیصلہ مت کرنا۔ (بلکہ باہمی رضامندی سے اجتماعی فیصلہ کرنا)

حضرت عمرؓ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ''اگر کوئی شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر اپنی یا کسی اور شخص کی امارت کے لئے دعوت دے تو تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم اسے قتل نہ کرو۔ (یعنی اسے قتل کر ڈالو) (۳۶)

ان احادیث سے اندازہ ہو گا کہ اسلام میں شورائیت کا حکم کس قدر اہمیت رکھتا ہے اس لئے احتساب کے سلسلے میں بھی اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔

Marfat.com

منصفانہ قوانین کا اجراء

بے لاگ احتساب کے کسی رکاوٹ کے بغیر جاری رہنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ریاست میں رائج تمام قوانین منصفانہ اور عادلانہ ہوں، ان میں زیادتی، جبر اور ظلم کا عنصر شامل نہ ہو، کیونکہ اگر یہ قوانین انصاف کے تقاضوں کو نظرانداز کر کے مدون اور جاری کئے جائیں گے تو ایک تو انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہو سکیں گے اور یہ عوام الناس میں بے چینی پھیلنے کا سبب بنے گا، دوسرے عوام کا اعتماد بھی اداروں پر قائم نہیں رہ سکے گا اور نتیجۃً وہ قانون سے فرار کی راہیں تلاش کرنے لگیں گے یہ بھی عدم استحکام کا سبب بنے گا ایسی صورت میں احتساب کا عمل کامیاب نہیں ہو سکتا جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ بے لاگ اور منصفانہ احتساب کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔

جمہوری حکومتوں میں قانون سازی کی ذمہ داری اسمبلی کے پاس ہوتی ہے اور وہی مقننہ کے فرائض انجام دیتی ہے لیکن اسلامی ریاست میں اس کا کردار کافی محدود ہوتا ہے کیونکہ اس کے ہاں دیگر امور کی حکمرانی اور امور ریاست سے وابستہ تمام معاملات اور اصول وضوابط مرتب و طے شدہ ہیں اور ان میں کوئی ابہام اور کسی قسم کی کمی موجود نہیں ہے اس لئے ان میں ترمیم و تنسیخ کی بھی کسی کو اجازت نہیں ہے قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے!

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً بعيدا (۳۷)

''اور کسی مومن مرد و عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دے تو پھر ان کا اپنے معاملے میں کچھ اختیار رہ جائے، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہی میں جا پڑا''

لیکن وہ نئے امور جن کے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی ہدایت نہ ملتی ہو ان کے بارے میں مسلمان اہل علم کو باہمی مشاورت سے فیصلہ کرنے کا حکم ہے، اسی لئے اجتہاد کی بھی اجازت ہے جیسا کہ ماقبل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بیان ہو چکا ہے (۳۸)۔

مگر اس کے لئے دو بڑی اہم شرطیں ہیں ایک تو ہے کہ یہ قانون سازی ایسے ہاتھوں سے

Marfat.com

انجام پائے جو اجتہاد کے سلسلے میں عائد کی جانے والی کڑی شرائط پر پورا اترتے ہوں اور دوسری اہم شرط یہ ہے کہ ان کی مدون کردہ قوانین اسلام کے مروجہ اصولوں اور متفقہ قوانین سے متصادم نہ ہوں۔

قوانین پر بلا تخصیص عمل درآمد

بے لاگ احتساب کے ضمن میں قوانین کا بلا امتیاز نفاذ اور ان پر بلا تخصیص عمل درآمد بھی ایک اہم ضرورت ہے، کیونکہ اگر قوانین کا نفاذ بھی کسی وجہ سے طبقاتی تقسیم کا شکار ہو جائے اور مساوات برقرار نہ رہے تو احتساب کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے جو احتسابی عمل کے لئے بے حد ضروری ہے، آنحضور ﷺ نے اس سلسلے میں بھی درخشاں مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ کی مدینہ منورہ آمد سے قبل وہاں آباد یہود کے قبائل بنونضیر اور بنوقریظہ میں عزت و شرف کا بالکل غیر فطری اور نہایت غیر معقول طریقہ کار رائج تھا جس کے مطابق بنوقریظہ کا کوئی شخص بنونضیر کے کسی فرد کو قتل کر دیتا تو قصاصاً قاتل کو بھی مارا جاتا، لیکن اگر کوئی بنونضیر کا فرد بنوقریظہ کے کسی شخص کو مار ڈالتا تو اس کا صرف خون بہا سو وسق کھجور کی صورت میں ادا کیا جاتا تھا قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا تھا، آپ ﷺ کے سامنے جب اس قسم کے صورت حال پیش آئی تو آپ ﷺ نے اس غیر فطری منصفانہ طریقے کو ختم فرما دیا اور توریت ہی کے حکم کے بموجب تمام قبائل میں برابر کا قصاص جاری فرمادیا(۳۹)۔

آپ ﷺ نے قوانین کے بلا امتیاز نفاذ کے سلسلے میں ہمیشہ اہم اقدامات کئے اور ریاست کے تمام اراکین پر بغیر تخصیص کے انہیں لاگو کیا، اور اس بارے میں نہ کسی کی سفارش قبول کی نہ رعایت سے کام لیا۔ بنومخزوم کی ایک عورت نے چوری کا ارتکاب کیا اور گرفتار ہوئی، چونکہ اس کا تعلق بڑے خاندان سے تھا اس لئے یہ کوشش کی گئی کہ اس پر حد سرقہ جاری نہ ہو، مگر آپ ﷺ نے حضرت اسامہ سے تعلق خاطر کے باوجود نہ صرف ان کی سفارش قبول نہیں فرمائی بلکہ ان پر غصے کا اظہار فرمایا اور فرمایا ''اے اسامہ کیا تم حدود خداوندی میں سفارش کرتے ہو؟'' اور پھر لوگوں کو جمع کر کے خطاب فرمایا اس میں فرمایا!

> ''تم سے پہلے کی امتیں اس لئے تباہ ہوگئیں کہ جب معزز آدمی کوئی جرم کرتا تو درگزر کرتے اور اگر کوئی معمولی حیثیت کا آدمی جرم کر بیٹھتا تو اس کو سزا دیتے،

Marfat.com

خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بھی ہاتھ کاٹتا''(۴۰)۔

یہاں آخری جملہ خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے، درس یہ دینا مقصود ہے کہ اسلامی نظام چونکہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کا عطاء فرمودہ ہے اس لئے اس میں ترمیم و تنسیخ اور تبدیلی کا اختیار کسی کو حاصل نہیں نہ اس کے اجرا و نفاذ میں کسی قسم کی تخصیص روا رکھی جا سکتی ہے۔

اہل و دیانت دار اہل کاروں کا تقرر

غیر جانبدارانہ احتساب کے لئے یہ شرط بھی اہم ہے کہ حکومتی مناصب پر ان افراد کا تقرر کیا جائے جو اہل دیانت و امانت بھی ہوں اور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے درکار مکمل اہلیت کے بھی حامل ہوں، نااہل اور بددیانت افراد کا تقرر استحکام حکومت کے لئے بھی مضر ہے اور عمل احتساب کے لیئے بھی کیونکہ نا اہل افراد نہ تو دیانت داری کے تصور کا پاس رکھ سکتے ہیں نہ ان میں یہ اہلیت ہوتی ہے کہ وہ ایمان داری سے اپنے فرائض انجام دے سکیں جس کے نتیجے میں احتساب کی روح مجروح ہوتی ہے اور اس کا پورا عمل شدید متاثر ہوتا ہے، اس لئے دیانت دار افراد کا تقرر بھی ضروری ہے اور اہم مناصب پر فائز افراد میں اہلیت کا پایا جانا بھی اہم ہے۔

حضور ﷺ نے ان دونوں پہلوؤں کی جانب توجہ مبذول کروائی ہے۔ معقل بن یسارؓ کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا!

''جس شخص کو اللہ ایک رعیت دے (اسے لوگوں کا حاکم یا ذمہ دار بنائے) پھر وہ مرے اور جس دن مرے اس دن اپنی رعایا پر خیانت کرتے ہوئے مرے تو اللہ اس کے لئے جنت کو ضرور حرام کر دے گا''(۴۱)۔

عہدے داروں کے تقرر کے بعد اگر ضرورت سمجھے تو حکمران یا ان کا نمائندہ ان کا امتحان بھی لے سکتا ہے تا کہ ان کی تقرری کسی بھی شک و شبہ سے بالا تر ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ کا یہی طریقہ تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کے لئے مامور کر کے روانہ فرمایا تو روانگی کے وقت ان کی

تبحر علمی، شرعی امور سے واقفیت اور اسلامی تعلیمات سے آگہی کا امتحان لیا اور جب آپ ﷺ مطمئن ہو گئے تو اس پر تحسین فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا(۴۲)۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خود کسی ذمہ داری کیلئے پیش کرتا ہے تو یہ اس کے نااہل ہونے کی علامت ہے، اسے قطعاً کوئی ذمہ داری نہیں سونپی جائیگی۔ ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

اِنا، واللہ! لا نولی علی ھذا العمل احداً سَاله، ولا احدا حرص علیه(۴۳)

''اللہ تعالیٰ کی قسم، ہم کسی ایسے شخص کو عامل (ذمہ دار) مقرر نہیں کرتے جو اس کا سوال کرتا ہے نہ کسی ایسے شخص کا تقرر کرتے ہیں جو اس کا حریص ہو''۔

ابوذرؓ نے جب آپ ﷺ سے سوال کیا آپؐ مجھے عامل نہیں مقرر کرتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا!

یا اباذرؓ انک ضعیف، و انها امانة و انها یوم القیامة خزی و ندامة الا من اخذها، بحقها و ادی الذی علیه فیها(۴۴)

''اے ابوذرؓ تم کمزور ہو، اور یہ عہدے امانت ہیں، اور یہ عہدے روز قیامت رسوائی اور ندامت کا باعث ہوں گے، سوائے اس کے جس نے یہ عہدے حق طریقے پر حاصل کئے اور اس سلسلے میں اپنے آپ پر عائد ہونے والے حقوق ادا کئے''۔

اس روایت سے کئی ایک باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ۱- عہدے امانت ہیں، ۲- کمزور لوگوں کا تقرر مناسب نہیں، ۳- اس امانت کی عدم ادائیگی روز قیامت رسوائی و ندامت کا سبب ہو گی۔ اور ایک روایت میں تو آپ ﷺ نے عہدے طلب کرنے والے کو خائن قرار دیا ہے، خائن بھی وہ جس سے بڑھ کر کوئی خائن نہیں، ابوموسیٰ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا!

ان اخونکم عندنا من طلبه(۴۵)

بلا شبہ ہمارے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ خائن وہ ہے جو ذمہ داری خود طلب کرتا ہے۔

Marfat.com

اقسام احتساب

قرآن سنت کی روشنی میں احتساب کی دو قسمیں ہیں،

۱- انفرادی احتساب اور ۲- اجتماعی احتساب

انفرادی احتساب خود احتسابی کا نام ہے، اگرچہ موضوع بحث صرف اجتماعی احتساب ہی کا احاطہ کرتا ہے، لیکن ایک مثالی اسلامی معاشرے میں حکمرانوں کی دوسری عمدہ صفات کے ساتھ ساتھ خود احتسابی پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ یہ عمل ان کی کارکردگی جانچنے کے لئے بھی ضروری ہے، نیز چونکہ کوئی بھی حکمران، بننے سے پہلے اسی معاشرے کا ایک فرد ہوتا ہے اس لئے جہاں دوسرے افراد کے لئے اپنے آپ کو مسلسل خود احتسابی کے عمل سے گزارنا لازمی امر ہے وہیں اس عمل کی ذمہ دراری حکمرانوں پہ زیادہ شدت سے عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف اپنے اعمال کے ذمہ راد نہیں پوری سلطنت کے مسؤل بھی ہیں اور ان کے ذمہ صرف اپنے فرائض کا محاسبہ نہیں اپنے ماتحتوں اور ریاست کے تمام ذمہ داروں اور عہدے داروں کا احتساب بھی ہے جو اجتماعی احتساب کا حصہ ہے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے!

الا کلکم راع، وکلکم مسؤل عن رعیته، فالا میر الذی علی الناس راع، وهو مسؤل عن رعیته، والرجل راع علی اهل بیته، وهو مسؤل عنهم والمراة راعیة علی بیت بعلها و ولدها، وهی مسؤلة عنهم والعبد راع علی مال سیده، وهو مسؤل عنه، الا فکلکم راع، وکلکم مسؤل عن رعیته[۴۶]

”آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت (اس کے زیر اثر افراد) کی بابت سوال ہوگا، پس جو لوگوں کا امیر ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق، سوال ہوگا، اور ہر شخص اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر اور اولاد کے گھر کی نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا، اور غلام (یا ملازم) اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا، سو آگاہ

Marfat.com

ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کی بابت سوال ہو گا''۔

یہاں پہلے خود احتسابی کے حوالے سے گفتگو ہو گی پھر اجتماعی احتساب اور اس کے مختلف پہلوؤں کے متعلق بات ہو گی، کیونکہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد ''احتساب کی ترتیب اصلاح نفس سے شروع ہو کر بالترتیب محتسب کے قبیلے اور قوم تک منتہی ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرضِ احتساب اسی ترتیب سے ادا فرمایا ہے''۔ (۴۷)

خود احتسابی

خود احتسابی ایک ضروری وصف ہے، خصوصاً اسلام میں اس کی بہت اہمیت ہے، قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے!

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغدج واتقوا اللہ ط ان اللہ خبیر بما تعملون (۴۸)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چاہے کہ ہر شخص دیکھ لے کہ اس نے آگے آئندہ (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے؟ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو''۔

یعنی قبل اس کے کہ تمہارا روز قیامت محاسبہ کیا جائے تم اپنے آپ کا خود احتساب کرو اور غور کرو کہ اس روز کے لئے جب تم اپنے رب کے حضور پیش کئے جاؤ گے تم نے نیک اعمال کا کیا کچھ ذخیرہ کر رکھا ہے؟ اور جان لو کہ تمہارا پروردگار تمہارے تمام حالات اور اعمال سے بخوبی آگاہ ہے اس سے نہ کوئی بڑا عمل مخفی ہے نہ کوئی چھوٹی چیز (۴۹)۔

آپ ﷺ نے فرمایا

موتوا قبل ان تموتوا و حاسبوا قبل ان تحاسبوا (۵۰)

''مارو اپنے آپ کو (یعنی اپنے نفس کو) اپنی موت سے پہلے اور اپنا احتساب

کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے"۔

یعنی مرنے سے قبل اپنے محاسبہ کرو اور خود احتسابی کے عمل سے اپنے آپ کو متواتر گزارتے ہوتا کہ تمہارے اعمال درست رہیں، خود احتسابی کی دو جہتیں ہیں:

۱۔ ہر شخص کو خواہ کوئی سیاسی و سماجی حیثیت رکھتا ہو یا نہیں ہمہ وقت خود احتسابی کے عمل سے گزرتے رہنا چاہئے۔

۲۔ خصوصاً حکمرانوں کو اور ان لوگوں کو جو کسی بھی نوعیت کی عوامی یا قومی ذمہ داریاں رکھتے ہوں، اس کی اہمیت کا احساس ہونا چاہئے، اس لئے بھی کہ حکمران طبقہ عام طور پر اپنے آپ کو جواب دہی کی ذمہ داری سے ماوراء تصور کرتا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے قول مبارک کلکم مسؤل عن رعیته(۵۱) کے مطابق جس شخص کو شریعت مقدسہ نے جس قدر اختیارات دیئے ہیں اسی قدر اس سے جواب طلبی بھی ہوگی۔ نیز اس لئے بھی حکمرانوں میں خود احتسابی کا جذبہ زیادہ ہونا چاہئے کہ الناس علی دین ملوکھم کے بمصداق عوام میں وہی خواہشیں، تمنائیں، اور عادات پرورش و فروغ پاتی ہیں جو ان کے حکمرانوں کا طریقہ و وطیرہ ہیں اس لئے اگر عام لوگوں میں ایمانداری و اخلاق حسنہ کو فروغ دینا ہے تو حکمرانوں میں ان صفات کو پیدا کرنا ہوگا، جس کی صحیح صورت خود احتسابی ہی ہے، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے!

اعلم ان العامل اذا زاغ زاغت رعیته، واشقی الناس من شقیت به رعیته(۵۲)

"جان لو کہ جب حاکم کج روی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی رعایا بھی کج رو ہو جاتی ہے اور جس حاکم کی وجہ سے اس کی رعایا کج رو ہو وہ بدترین انسان ہے"۔

حضور اکرم ﷺ نے خود احتسابی کے حکم پر اس طرح عمل کیا اور اپنی تربیت و تعلیم کے ذریعہ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم کی صورت میں ایسی قوم تیار کی جس کا ہر لمحہ خود احتسابی کی دولت سے مالا مال تھا اور جس کا ہر عمل ان کی قوت احتساب کا معلن و شاہد تھا، خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بار خلافت سنبھالتے ہی جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا اس میں یہ قیمتی الفاظ بھی شامل تھے۔

یایھا الناس! انما انا متبع، ولست بمبتدع، فان انا احسنت فاعینونی، وان انا زغت فقومونی. (۵۳)

''اے لوگو! میں دین میں نئے طریقے وضع کرنے والا نہیں ہوں، میں تو (حضور ﷺ کے طریقے اور سنت کی) اتباع کرنے والا ہوں، سو اگر تم دیکھو کہ میں خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں تو مجھ سے تعاون کرو اور اگر دیکھو کہ میں راہ حق سے بھٹک رہا ہوں تو مجھے سیدھا کرو''۔

اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

''ایھا الناس! انی قد ولیت علیکم و لست بخیرکم ، فان رأیتمونی علی حق فاعینونی، و ان رأیتمونی علی باطل فسدونی، اطیعونی ما اطعت اللہ فیکم ، فاذا عصیتہ فلا طاعۃ لی علیکم (۵۴)

''اے لوگو! مجھے تمہارا ولی مقرر کیا گیا ہے، حالانکہ مں تم سے بہتر نہیں ہوں، سو اگر تم مجھے حق پر دیکھو تو میری اعانت کرو اور اگر باطل پر دیکھو تو مجھے درست کرو، میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا رہوں اور اگر میں اس کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت ضروری نہیں۔

غور کیا جائے تو یہ چند مختصر مختصر جملے آب زر سے لکھنے کے قابل اور ہر صاحب اختیار کے لئے مثالی اسوہ اور نمونہ ہیں اور اگر انہیں ہمہ وقت سامنے رکھا جائے تو قدم ڈگمگانے کا سوال ہی باقی نہ رہے۔ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کا انداز نہ تھا، حضرت عمرؓ نے ایک بار کسی مسئلے پر مشورہ لیتے ہوئے صحابہ کرام سے فرمایا تھا!

ولست ارید ان تتبعوا ھذا الذی اھوی (۵۵)

''میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ جو میں چاہتا ہوں اسے تم (بے چون و چرا) تسلیم کرلو''۔

اس طرز عمل کی مثالیں ان ہی دو جلیل القدر خلفاء راشدین تک محدود نہیں ہیں آپ ﷺ

Marfat.com

تربیت کے نتیجے میں خود احتسابی کا جو جذبہ پیدا ہوا تھا اس کے شواہد اور ثبوت تاریخ و سیر میں جا بجا نظر آتے ہیں طوالت کا خوف ان کی تفصیل کے بیان سے مانع ہے (۵۶)۔

اجتماعی احتساب

احتساب کی بیان کردہ تقسیم کے بموجب دوسری قسم اجتماعی احتساب ہے، یہ درحقیقت حاکم وقت کی ذمہ داری ہے اس کا فرض ہے کہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کا وقتاً فوقتاً احتساب کرتا رہے اس قسم کو ہم نے سہولت کے چند عنوانات میں تقسیم کیا ہے یہ وہ شعبے ہیں جن میں احتساب کی فوری ضرورت ہے ذیل میں اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہی کا بیان کیا جاتا ہے۔

اجتماعی احتساب کے مختلف پہلو

حکمرانوں کا احتساب

حکمرانوں سے ہماری مراد وہ افراد ہیں جو مختلف اوقات میں یہاں حکمرانی کے منصب پر فائز اور سیاہ و سفید کے مالک رہے ہیں، باقی موجودہ حکمران خواہ وہ کوئی ہوں ان کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کا خلاصہ خود احتسابی کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے۔

حکمرانوں کے احتساب کا مسئلہ ہمارے ہاں کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر کافی پیچیدہ ہو چکا ہے، ماقبل میں پاکستان میں قائم ہونے والے بدعنوانیوں کے ریکارڈ کی بابت عرض کیا جا چکا ہے (۵۷)۔ چند مزید جھلکیاں ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ سابقہ حکمرانوں کے ۳۲ سالہ دور حکومت میں غیر ملکی قرضوں میں ۱۵ ارب ڈالر کا اضافہ ہوا (۵۸)۔

۲۔ سابقہ حکمرانوں ہی نے تیل کی قیمتوں میں کمی کے باوجود پاکستان میں اس کی قیمت کم نہ کر کے عوام کو دو سال کے دوران ۵۱ ارب روپے کے فائدے سے محروم رکھا (۵۹)۔

۳۔ سابقہ دور حکومتوں نے مجموعی طور پر صرف تین سال کے مختصر سے عرصے میں غیر ملکی دوروں

Marfat.com

پر ملکی خزانے کے ۵۱ کروڑ روپے خرچ کر ڈالے، تفصیلات کے مطابق سابق حکومت نے ۲۴ فروری ۱۹۹۷ء سے قبل ایک سال کی قلیل ترین مدت میں ۲۱ کروڑ روپے خرچ کر ڈالے، ان میں سفری اخراجات ، الاؤنس ، کار رینٹ، تحائف اور وفد کے ارکان کی رہائش کے اخراجات شامل ہیں، یہ وفود سیاسی افراد پر مشتمل ہوتے تھے، اور اہل خانہ اور اقرباء کو بھی نوازا جاتا تھا، ان اخراجات میں وہ رقوم شامل نہیں ہیں جو ۱۹۹۵ء میں اس وقت کی وزیر اعظم نے واشنگٹن میں اپنی تشہیر پر خرچ کی تھیں (۶۰)۔

اور دوسری جانب ملاحظہ کیجئے کہ آپ ﷺ کی ہدایات کیا تھیں؟ اور اسلامی تعلیمات کے حامل حکمرانوں کا طرز عمل کیا تھا؟ یاد رہے کہ خلفاء راشدین اور دیگر اسلامی سربراہان کا طرز کوئی ان کا اپنا پسند فرمودہ نہیں تھا، انہوں نے وہی کچھ کیا جو ہادی اعظم ﷺ نے انہیں تعلیم فرمایا تھا۔ اور جس طرز پر خود آپ ﷺ نے اپنی زندگی بسر کی تھی۔

آپ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کے لئے مقرر فرمایا تو انہیں یہ زریں ہدایت بھی فرمائی تھی فرمایا!

ایاک و التنعم، فان عباد الله لیسوا بالمتنعمین (۶۱)۔

''عیش پسندانہ زندگی سے احتراز کرنا، کیونکہ اللہ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے''۔

آپ ﷺ کی اپنی عملی حیات طیبہ بھی اس قول مبارک کی تفسیر تھی (۶۲)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی اچھا کھانا نہیں کھایا، ایک مرتبہ اہل خانہ نے میٹھا کھانے کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا کہ میں بیت المال سے اس سے زیادہ نہیں لے سکتا، اور جب اہلیہ محترمہؓ نے پیٹ کاٹ کر ایک مدت میں کچھ رقم جمع کی تو بیت المال کے منتظم کو لکھ بھیجا کہ اتنی رقم میرے وظیفے سے کم کر لی جائے، کیونکہ اس سے کم میں بھی گزارا ہو جاتا ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ بچی ہوئی رقم بھی بیت المال کو واپس کر دی (۶۳)۔

اور حضرت عمرؓ اپنے گورنروں اور عمال کو یہ ہدایات دے کر روانہ فرمایا کرتے تھے!

لا ترکبوا برذونا ولا تاکلوا نقیا ولا تلبسوا رقیقا، ولا تغلقوا ابوابکم

Marfat.com

دون حوائج الناس فان فعلتم شیئًا ذالک فقد حلت بک العقوبۃ(۶۴)۔

''عمدہ ترکی گھوڑے پر سوار مت ہونا میدہ استعمال نہ کرنا، باریک پوشاک مت پہننا، اور نہ ضرورت مندوں پر اپنے دروازے بند کرنا، اگر ان میں سے کوئی بات کی تو تمہارے لئے سزا حلال ہو جائے گی۔

ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح تعیش پسندی کی جڑ کاٹ ڈالی، ان کا منشا فقط یہ تھا کہ حکمران عامتہ الناس سے بڑھ کر معیار زندگی نہ اپنالیں، اس صورت میں ایک غیر قدرتی طبقاتی تقسیم قائم ہو جائے گی، اور حکمران خادم بننے کی بجائے مخدوم بن جائیں گے، اس قول کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں!

''ترکی گھوڑے کی سواری سے روکنا درحقیقت تکبر سے روکنا ہے اور میدے کے استعمال کرنے اور باریک لباس پہننے سے منع کرنا اصل میں عیش پسندی اور اسراف سے منع کرنا اور دروازے بند کرنے سے روکنا در اصل لوگوں کی ضروریات پوری کرنے میں ایسی سستی وغفلت سے منع کرنا ہے جس میں سارا وقت اپنے لئے مخصوص ہو جائے''(۶۵)۔

پھر حضرت عمرؓ صرف ان ہدایات پر ہی اکتفاء نہیں فرماتے تھے بلکہ جب کبھی انہیں یہ اطلاع ملی کہ کسی عہدے دار نے ان ہدایات کی خلاف ورزی کی ہے تو انہوں نے فوری تادیبی کارروائی کی(۶۶)۔

عمر بن عبدالعزیزؒ بھی جنہیں عمر ثانی کہا جاتا ہے اس سلسلے میں خلفائے راشدین کے صحیح معنی میں جانشین نظر آتے ہیں انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ غلط طور پر رائج پا جانے والے شاہی تزک واحتشام کی روایات کو یکسر موقوف کرنے کا اعلان کیا، اپنی جاگیر مسلمانوں کو واپس کر دی، اپنی اہلیہ کا زیور تک بیت المال میں داخل کر دیا اس وقت ان کے دو وقت کھانے کا خرچ دو درہم سے زیادہ نہ تھا(۶۷)۔

حکمرانوں کے فرائض میں جیسا کہ یہ ہے کہ وہ اپنا رہن سہن سادہ رکھیں، اور اپنے ماتحتوں کے طرز زندگی اور عوام الناس کے ساتھ ان کے طرز عمل پر نظر رکھیں اور ان کا احتساب کرتے رہیں، وہیں ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ عامتہ الناس کی دیکھ بھال اور ان کے روز مرہ کے امور و معاملات میں شرکت کریں اور

Marfat.com

انہیں یہ احساس نہ ہونے دیں کہ حکمران کسی اور دنیا کی مخلوق ہیں، یہ ریاست کے استحکام کے لئے بھی بے حد ضروری ہے، حضرت عمرؓ کا عمل ملاحظہ کیجئے آپؓ اپنے پاس آنے والے وفود سے پوچھا کرتے تھے کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ کمزوروں کے ساتھ وہ کیا سلوک کرتا ہے؟ بے کسوں کے دروازوں پر بیٹھنے میں وہ اپنی ہتک محسوس نہیں کرتا؟ اگر انہیں جواب نفی میں ملتا اور معلوم ہوتا کہ وہ ان کی ہدایت کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسے فوراً معزول کر دیتے تھے (۶۸)۔

ہمیں اپنی زندگیوں کا ان ہدایات کی روشنی میں جائزہ لینا ہوگا اور حکمرانی کے منصب پر فائز افراد کو ان تعلیمات کے مطابق اپنا اور دوسرے حکمرانوں کا احتساب کرنا ہوگا، ''بے لاگ احتساب'' کا ہم سب سے یہی مطالبہ ہے۔

نوکر شاہی (Bureaucracy) کا احتساب:

نوکر شاہی کا احتساب بھی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق نوکر شاہی کا ۷۰ فیصد حصہ رشوت لینے میں ملوث ہے (۶۹)۔ اسی رپورٹ میں ان کے معیار زندگی کے حوالے سے بھی باتیں کہی گئی ہیں (۷۰)۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کا رہن سہن اور عادات وطوار خالص اسلامی طرز زندگی کے مطابق ڈھالی جائیں، اور ان کا مکمل اور کھرا و کڑا احتساب کیا جائے آیئے سیرت طیبہ سے اس ضمن میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے اس سلسلے میں ہدایات دیتے ہوئے فرمایا!

من والاہ اللہ عزو جل شیئا من امر المسلمین فاحتجب دون حاجتھم و خلتھم وفقرھم احتجب اللہ عنہ دون حاجتہ و خلتہ و فقرہ (۷۱)

''جو شخص مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا جائے اور پھر وہ اپنا دروازہ ان کی ضرورت و حاجات کے وقت ان پر بند کر لے تو اللہ اس کی ضرورت، حاجت اور فقر کے وقت اس کے لئے اپنے دروازے بند کر لے گا''۔

حضرت معاویہؓ نے جب یہ روایت سنی تو ایک شخص کو لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے

Marfat.com

لئے مقرر کر دیا(۷۲)۔

آپ ﷺ حکمرانوں اور عملے کی تن خوئی اور سختی کو بھی سخت نا پسند فرماتے تھے، آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی ہے!

''اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی شعبے کا نگران بنایا اور پھر وہ لوگوں پر بے جا سختی سے پیش آئے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کر، اور جو نرمی اور ملاطفت کا معاملہ کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرما''(۷۳)۔

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا!

''جو شخص عوام کی خدمت کے لئے متعین کیا جائے اور پھر وہ لوگوں کی اتنی حضاظت نہ کرے جتنی اپنے گھر والوں کی کرتا ہے تو وہ شخص جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکے گا''(۷۴)۔

اس خیانت، عوام کی رقوم میں ناجائز تصرف اور عوام پر ہونے والی بے جا سختی کو روکنے کے لئے سخت احتساب کی ضرورت ہے، اور اسلام نے اس کا طریقہ کار بھی وضع فرما دیا ہے، ملاحظہ کیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا سد باب کس خوبی سے فرمایا تھا، بلازدی کا بیان ہے!

کان عمربن الخطابؓ یکتب اموال اعماله اذا ولاهم ثم یقاسمهم مازباد علی ذالك(۷۵)۔

یعنی جب کسی شخص کو عامل مقرر کرتے تھے تو تو اس کے مال واسباب کی مفصل فہرست تیار کروا کر رکھ لیتے تھے، پھر اگر اس کی مالی حالت میں اس دوران اضافہ ہوتا تو زائد رقم اس سے لے لیتے تھے۔

غور فرمایئے کہ کیا اس سے بہتر احتساب کا طریقہ ممکن ہے؟ اور کیا یہ آج ہمارے لئے قابل عمل نہیں ہے؟ حضرت عمرؓ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا انہوں نے تمام اعمال کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ حج کے موقع پر حاضر ہوں، وہ تمام لوگوں کی موجودگی میں یہ اعلان کرتے تھے کہ اگر کسی کو کسی عامل کے بارے کوئی شکایت ہو تو بیان کرے؟ چنانچہ جو شکایات پیش ہوتیں ان کی تحقیقات کے بعد ان کا تدارک کیا جاتا تھا(۷۶)۔ اور حضرت

Marfat.com

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی جانب سے ہر حج کی موقعہ پر اعلان ہوتا تھا کہ جو کسی کے ظلم کی اطلاع یا نیک مشورہ دے گا اسے سو دینار سے تین سو دینار تک انعام ملے گا(۷۷)۔ بدعنوانی کے سدباب اور اس کا سراغ لگانے کے لئے آج بھی اس تجویز پر عمل پیرا ہوکر بہتر نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں کا احتساب:

اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہوگا کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں خصوصاً پولیس کا کردار ہمارے ہاں نا قابل اطمینان اور سخت متنازع ہو چکا ہے، گزشتہ اور اس سے پیوستہ دور حکومتوں میں ''پولیس مقابلے'' سخت قومی و بین الاقوامی تنقید کا نشانہ بنے رہے، اور بعض اوقات ان کی بازگشت اعلیٰ عدلیہ تک میں سنی گئی آج بھی ان کے بارے میں تحقیقات کرانے کے عندیئے مل رہے ہیں، اور حال ہی میں لاہور ہائی کورٹ گے ایک فاضل جج نے ایک مقدمے میں سخت ترین ریمارکس دیئے اور آئی جی لاہور کے سامنے فاضل جج نے کہا کہ ''آپ کے ماتحت شہریوں کے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہیں جو جانوروں کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا'' انہوں نے یہ تک کہا'' قانون اجازت دیتا تو انسانیت کی تذلیل کرنے والے پولیس افسران کو زندہ جلانے کا حکم دیتے''(۷۸)۔ اس سے صورت حال کی سنگینی کا اندازہ لگیا جا سکتا ہے، یقیناً اب اس معاملے میں کڑے احتساب میں اب مزید تاخیر نہیں کی جا سکتی، حضورﷺ نے قانون کے نفاذ کے ذمہ داروں کو بھی اس بارے میں بڑی واضح ہدایات جاری فرمائی ہیں۔

ہشام بن حکیم بن حزامؓ کا ایک بار شام میں کچھ لوگوں پر سے گزر ہوا، جنہیں دھوپ میں کھڑا کرکے ان کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا تھا، معلوم ہوا کہ یہ سخت عذاب ان سے خراج وصول کرنے کیلئے دیا جا رہا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے فرمایا!

ان اللہ یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا(۷۹)

''بلا شبہ اللہ انہیں عذاب دے گا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے تھے''۔

پولیس وغیرہ کے جبر وتشدد کے بہت سے اسباب ہیں، ماضی میں اس کا اظہار جزیئے اور خراج وغیرہ ٹیکس وصولی میں زبردستی و جبر کے ذریعے ہوتا تھا، حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایک بار جزیئے کا

Marfat.com

مال کثرت سے آیا، انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے (اس قدر مال وصول کر کے) لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیا ہوگا عاملین بولے کہ نہیں خدا کی قسم ہم نے یہ مال ان کی سہولت اور خوش دلی سے وصول کیا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا" تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے میری حکومت کو جبر و تشدد سے محفوظ رکھا[۸۰]۔ پولیس کی زیادتیوں میں ناجائز دباؤ رشوت اور دوسرے خلاف قانون امور بھی ہیں جن کی شریعت میں واضح ممانعت کی گئی ہے[۸۱]۔

ان روایات ونصوص کی روشنی میں میں پولیس کے نظام کا جائزہ لے کر اس کا احتساب کرنا ہوگا اور اس میں اصلاحات کرنی ہوں گی۔

نظام محصولات کا احتساب

نظام محصولات دو پہلوؤں سے احتساب کا متقاضی ہے ایک تو اس اعتبار سے کہ صحیح طور پر محصولات ادا نہیں کئے جاتے، اور ان کے حصول میں بہت سی خرابیاں در آئی ہیں اس مسئلے کا دوسرا غور طلب پہلو یہ ہے کہ جو حاصل شدہ ٹیکس ہیں وہ بھی ملکی اور ریاستی ضرورتوں پر پوری طرح خرچ نہیں ہوتے، اور یا تو بالا ہی بالا صرف کر دیے جاتے ہیں یا اعلیٰ پیمانے پر ہونے والی بدعنوانی کی نظر ہو جاتے ہیں، اس کی چند مثالیں پیش کی جا چکی ہیں ٹیکس چوری کے متعلق کچھ عرصے قبل یہ خبر اخبارات کی زینت بنی تھی کہ سالانہ ۱۴۰ ارب روپے ٹیکس چوری کی نذر ہو جاتے ہیں[۸۲]۔ جبکہ انسٹیٹیوٹ آف کاسٹ اینڈ مینجمنٹ اکاؤنٹنٹس پاکستان کی رپورٹ میں ٹیکس چوری ہونے والی رقم کا تخمینہ سالانہ ڈھائی کھرب روپے لگایا گیا ہے[۸۳]۔ اسلام جہاں اس بات پر زور دیتا ہے کہ حکومت وقت کی اطاعت کی جائے اور اس کے احکامات کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے[۸۴]۔ جس میں حکومت کی جانب سے لگائے جانے والے ٹیکس اور دیگر انتظامی اقدامات بھی شامل ہیں[۹۵]۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں!

اما النوائب فان اريد بها ما يكون بحف ككرى النهر المشترک واجر الحارس والموظف لتجهيز الجيش وفداء الاسارى وغيرها جازت الكفالة بها على الاتفاق[۸۶]

Marfat.com

''محصول (ٹیکس) جو واقعتاً ضرورت کے لئے عائد کیا جائے مثلاً مشترکہ مقاصد میں استعمال ہونے والی نہر کھودنے کے لئے یا پہرہ داروں کی تنخواہوں کے لئے یا فوج کی تیاری کے لئے یا قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے لئے تو بالا تفاق اس کی اجازت ہے''۔

وہیں یہ اجازت مذکورہ تصریح کے مطابق ریاست کی ضروریات کے لئے ہے اسراف اور حکومتی مناصب پر فائز افراد کی عیش پسندانہ زندگی اور اللوں تللوں میں اڑانے کے لئے نہیں، اس مقصد کے لئے عائد ہونے والا ٹیکس سراسر ظلم اور ناجائز ہے، صاحب ہدایہ نے اپنے مذکورہ بیان کے فوراً بعد اس کی جانب اشارہ کیا ہے [۸۷]۔ اور شمس الائمہ رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کے امراء کا ذکر کرتے ہوئے یہ تک فرما دیا کہ ''لیکن ہمارے زمانے میں چونکہ عموماً یہ محصول ظلماً وصول کئے جاتے ہیں اس لئے اس ظلم کے ازالے کا جس کا جتنا موقع ملے اتنا ہی بہتر ہے'' [۸۸]۔

اس لئے جہاں بلا امتیاز سب سے ٹیکس کی وصول یابی ضروری ہے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ ٹیکس کا نظام شفاف اور ٹیکسوں کی شرح حقیقت پسندانہ بنائی جائے، جس میں ظلم کا پہلو موجود نہ ہو، نیز ان کے استعمال میں بھی احتیاط کا مظاہرہ کیا جائے، کیونکہ یہ قومی امانت ہیں، پھر ٹیکس وصول کرنے والوں کی جانب سے اس سلسلے میں غبن کرنا اور اس میں خورد برد کرنا بھی بہت بڑا جرم ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی سخت سزا بیان فرمائی ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے یمن کی جانب بھیجا میرے روانہ ہونے کے بعد ایک شخص کو مجھے بلانے کے لئے روانہ کیا، جب میں آ گیا تو فرمایا، تمہیں پتہ ہے میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟ پھر فرمایا، میری اجازت کے بغیر کبھی کسی سے کوئی چیز مت لینا، کیونکہ یہ خیانت ہے اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اسے قیامت کے دن لے کر آئے گا، میں نے تمہیں یہی بتانے کے لئے بلایا تھا اب جاؤ [۸۹]۔

این جی اوز (Non Governmental Organizations) کا احتساب:

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ سماجی ترقی میں این جی اوز کا بڑا کردار ہے۔ ان غیر سرکاری

رضا کار تنظیموں نے پاکستان کی ترقی اور تعمیر میں کافی کوششیں کی ہیں مگر ہر شعبے کی مانند اس اہم شعبے میں بھی بدعنوان عناصر کی کمی نہیں بلکہ ان کا مسئلہ تو اس لئے بھی زیادہ سنگین ہو چکا ہے کہ اس میں ملک دشمن اور مذہب مخالف سرگرمیوں میں مصروف افراد بھی موجود ہیں ایک رسالے نے کچھ عرصے قبل اپنے اداریئے میں ان کی بدعنوانیوں کے یہ نکات شمار کرے تھے۔

۱- حاصل ہونے والے فنڈ کا بیشتر حصہ ہضم کر جاتے ہیں۔

۲- انسانی حقوق کے نام پر کام کرنے والی بہت سی تنظیمیں قرآن وسنت کے صریح احکامات کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں ملوث ہیں۔

۳- بعض تنظیمیں قومی وحدت اور ملکی سالمیت کے خلاف کام کرنے والوں اور بین الاقوامی تخریب کاروں کی پناہ گاہ بن چکی ہیں۔

۴- مسیحی مشنریاں مسلمانوں کو غیر مسلم بنانے میں مصروف ہیں۔

۵- بعض تنظیمیں سیاسی و مذہبی جماعتوں اور صحافیوں میں بدعنوانی پھیلانے میں سرگرم ہیں[۹۰]۔ اسی دوران ایک اہم خبر بھی اخبارات کی زینت بنی کہ عراق میں امریکہ نے اقوام متحدہ کے ذریعے جاسوسی کروائی، اقوام متحدہ براہ راست یا بالواسطہ بے شمار ادارے کنٹرول کر رہی ہے، بالواسطہ کام کرنے والوں میں این جی اوز بھی شامل ہیں۔ جنہیں زیادہ فنڈ اقوام متحدہ ہی دیتی ہے ان انکشافات نے اقوام متحدہ اور این جی اوز کے کردار کو سراسر مشکوک بنا دیا ہے[۹۱]۔

یہ حالات ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہیں ہمیں کوشش کرنی ہوگی کہ ان تنظیموں کا بے لاگ احتساب کیا جائے اور کھرے اور کھوٹے کی پہچان کی جائے یہ ایک صبر آزما کام ہے، کیونکہ ایک محتاط اندازے کے مطابق صرف پنجاب میں ۴۰ ہزار سے زائد این جی اوز رجسٹرڈ ہیں[۹۲]۔ خصوصاً ملک اور اسلام مخالف سرگرمیوں کا فوری محاسبہ ضروری ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں منافقین کا ایک سازشی گروہ موجود تھا جس نے اسلام مخالف قوتوں سے ساز باز کر کے اسلام اور آنحضرت ﷺ کو نقصان پہنچانے کی مذموم کوششیں کیں، منافقین کی سازشوں اور قبیح عادات کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آیا ہے[۹۳]۔ منافقین نے مسلمانوں کے راز کفار و مشرکین

Marfat.com

کو فراہم کرنے کی بھی کوششیں کیں اور متعدد مواقع پر کفار کو مسلمانوں کے خلاف اقدامات پر ابھارا، چنانچہ مشہور یہودی سردار کعب بن اشرف انہی میں سے ایک تھا، مسلمانوں کو جب غزوہ بدر میں فتح ہوئی تو اسے سخت صدمہ پہنچا کچھ عرصے بعد وہ مکہ روانہ ہوا، جہاں وہ عبدالمطلب بن ابی وداعہ کے ہاں ٹھہرا، اس نے بدر میں مارے جانے والے مشرکین کے مرثیئے لکھے اور متعدد طریقوں سے انہیں مسلمانوں پر حملے کے لئے اکسایا(۹۴)۔ اس نے بہانے بہانے سے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی بھی سازش کی(۹۵)۔ جس کے نتیجے میں اس کو قتل کیا گیا(۹۶)۔ اس طرح آپ ﷺ نے اس سازش کا خاتمہ کیا جو ریاست اور مسلمانوں دونوں کے لئے نقصان دہ تھی۔

اس طرح غزوہ خندق کے موقع پر حی بن اخطب نے سازش کر کے اور بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو سبز باغ دکھا کر جس نے حضور اکرم ﷺ سے امن وصلح کا معاہدہ کیا ہوا تھا اس معاہدے کو ختم کرا دیا(۹۷)۔ آپ ﷺ نے ان تمام اندرونی سازشوں کا جس طرح مقابلہ کیا وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے اور ہمیں اس سے بھی تعلیم ملتی ہے کہ بیرونی خطرات کے ساتھ ساتھ اندونی خطرات سے بھی غافل نہیں رہنا چاہئے۔ ہمیں این جی اوز کے معاملات کا بھی اسی تناظر میں جائزہ لینا ہوگا۔

معاشی معاملات کا احتساب

معاشی زندگی بھی ہم سے بھر پور توجہ کا تقاضاہ کر رہی ہے، کیونکہ آج غربت اور کمزور مالی حالت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ کساد بازاری بھی انتہا پر ہے اور پورا معاشی ڈھانچہ ہم سے احتساب مسلسل اور اصلاح مکمل کا متقاضی ہے، غربت و فاقہ کشی کس حد تک بڑھ چکی ہے اس کے اندازے کے لئے یہی کافی ہے کہ گزشتہ چند برسوں میں خودکشی کے واقعات میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے اور ان میں اکثر کا سبب غربت تھی دیکھا جائے تو اس کا بڑا سبب معاشیات کے حوالے سے ہمارا غیر حقیقت پسندانہ نظریہ اور ہمارے غیر اسلامی معاشی اصول ہیں جن کی وجہ سے ہم مسلسل مالی مشکلات اور معاشی وسائل کی کمی کا شکار ہیں ہماری ان کوتاہیوں میں سرفہرست سودی کاروبار ہے جس کے بارے میں واضح ارشاد ربانی ہے کہ ''اگر تم سودی کاروبار ترک نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ''(۹۸)۔ ہمارے ہاں بازاروں میں جو برائیاں عام طور پر رائج

Marfat.com

ہیں، ان میں دھوکہ دہی اور ملاوٹ عام ہے، اس کی آپ ﷺ نے سخت ممانعت فرمائی اور اسے غیر اسلامی فعل قرار دیا، ایک بار آپ ﷺ کا بازار سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے غلے کے ایک ڈھیر کا معائنہ کیا تو اس میں خراب گندم ملی ہوئی محسوس ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کو سخت سرزنش کی اور فرمایا کہ ''مسلمانوں کے باہمی معاملات میں دھوکہ دہی نہیں چاہئے جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں''(۹۹)۔ ہمارے ہاں ناپ تول میں کمی کا بھی بہت رواج ہو چکا ہے، بلکہ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ اسے برائی ہی تصور کیا جاتا، حالانکہ قرآن کریم نے اس پر سخت وعید فرمائی ہے، ارشاد ہے!

ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون(۱۰۰)

''ہلاکت ہے (ناپ تول میں) کمی بیشی کرنے والوں کے لئے وہ لوگ کہ جب ناپ کر لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں''۔

آپ ﷺ نے ان برائیوں کے انسداد اور سدباب کے لئے باقاعدہ بازاروں کے نگران افراد کا تقرر فرمایا تھا جو بازاروں میں جا کر وہاں کی صورت حال کا جائزہ لیتے تھے چنانچہ حلبی نے بیان کیا ہے کہ بازاروں کے احتساب کے لئے آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد سعد بن سعید بن العاصؓ کو مکہ مکرمہ کے بازار میں اور حضرت عمر بن الخطابؓ کو مدینہ منورہ کے بازار میں مقرر فرمایا تھا (۱۰۱)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مارکیٹ انسپکٹر کا تصور سب سے پہلے آپ ﷺ نے ہی پیش فرمایا تھا۔

بے لاگ احتساب کی درخشاں مثالیں

احتساب کے عنوان پر گفتگو ختم کرتے ہوئے مناسب ہے کہ اسلامی احتساب کی چند درخشاں مثالیں بھی پیش کر دی جائیں، تا کہ ہمارے لئے عادلانہ، منصفانہ اور بے لاگ احتساب کے قیام کے لئے اسوہ حسنہ اور خلفاء راشدین کے طرز عمل سے صحیح نمونہ عمل سامنے آ سکے، اور غیر جانبدارانہ نظام احتساب کے بنیادی خطوط واضح ہو سکیں۔

Marfat.com

۱- ابوحمید ساعدیؓ سے رروایت ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو بنی سلیم کے صدقات وصول کرنے کے لئے اپنا عامل مقرر کر کے روانہ کیا، جب مال وصول کر کے وہ لوٹا تو آپ ﷺ نے رقوم کا حساب طلب کیا، اس پر وہ کہنے لگا کہ یہ تو آپ ﷺ کا مال ہے یعنی وصول کرنے والے صدقات ہیں اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے یہ سن کر آپ ﷺ غصے ہوئے اور فرمایا!

فھلا جلست فی بیت ابیک و امک حتیٰ تاتیک ھدیتک، ان کنت صادقاً

''اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تم کیوں نہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھے رہے، یہ ہدیہ وہیں تمہارے پاس آ جاتا؟

پھر آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس عمل کی سخت مذمت فرمائی (۱۰۲)۔

۲- فتح مکہ کے بعد طائف جب فتح ہوا تو اس میں صخر نامی ایک رئیس کا بڑا ہاتھ تھا۔ انہوں نے ہی اہل شہر کو مصالحت پر آمادہ کیا تھا، مگر اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ آئے اور آپ ﷺ سے شکایت کی کہ صخر نے میری پھوپھی پر قبضہ کر رکھا ہے، آپ ﷺ نے صخر کو حکم دیا کہ ان کی پھوپھی واپس کر دیں، پھر بنو سلیم آئے کہ صخر نے ہمارے زمانہ کفر میں ہمارے چشمے پر قبضہ کر لیا تھا، اب ہم اسلام لا چکے ہیں اب ہمارا چشمہ ہمیں واپس دلا دیں۔ آپ ﷺ نے صخر کو چشمہ بھی واپس کرنے کا حکم دیا، راوی کا بیان ہے کہ صخر نے دونوں حکم منظور کئے مگر آپ ﷺ کے چہرہ انور پر شرم سے سرخی آ گئی کہ دونوں معاملوں میں انہیں شکست ہوئی اور فتح طائف کا انہیں کوئی صلح نہیں ملا (۱۰۳)۔ مگر اس کے باوجود احتساب کے تقاضے آپ ﷺ نے پورے کئے اور متاثرین کو فوری انصاف فراہم کیا۔

۳- شاہ غسان جبلہ بن ایہم نے ایک مرتبہ ایک عام عرب کو تھپڑ مار دیا۔ یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا، وہ اگرچہ بادشاہ تھا مگر انہوں نے فیصلہ سنا دیا کہ یا تو تم اسے راضی کرو ورنہ وہ بدلہ لے گا، یہ فیصلہ شاہ غسان پر بہت شاق گزرا، انہوں نے کہا کہ آپ کے نزدیک عام عرب اور ایک بادشاہ کے درمیان کوئی فرق نہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ''نہیں قطعاً نہیں، اسلام نے تم دونوں کو یکساں مقام عطاء کیا ہے'' (۱۰۴)۔

۴- حضرت عمرؓ ہی کا واقعہ ہے کہ ان کے صاحبزادے ابوشحمہؓ پر جب شراب پینے کا الزام لگا تو انہیں

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے سزا دی اور انہیں ۸۰ کوڑے مارے اور ان کا اسی ضرب کی وجہ سے انتقال ہوا (۱۰۵)۔ مگر حضرت عمرؓ نے ان کے لئے کوئی رعایت نہ کی۔

اختتام

جو کچھ اوپر بیان ہو، وہ یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ اگر ہم غیر جانبدارانہ منصفانہ و عادلانہ اور بے لاگ احتساب کا ایک مکمل نظام قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ اور تعلیمات نبویؐ میں مکمل اور مفصل راہنمائی موجود ہے، ضرورت صرف خلوص نیت اور یقین کامل کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

Marfat.com

☆ حوالہ جات ☆

۱- القرآن، سورۃ الروم آیت ۴۱

۲- (i) ملاحظہ کیجئے آلوسی، ابوالفضل شہاب الدین السید محمود، وم ۱۲۷۰ھ/ روح المعانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت طبعہ رابعہ، بیروت، ۱۹۸۵، ج ۲۱،ص ۴۸ء

☆ (ii) ابن کثیر، الحافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل ،م ۷۷۴ھ تفسیر القرآن العظیم، عیسیٰ البابی الحلبی، مصر، ج ۳ ص ۴۳۵

☆ (iii) سید امیر علی ملیح آبادی م ۱۹۱۹، مواہب الرحمٰن ،مکتبہ رشیدہ لمیٹڈ، لاہور، ج ۲۱ ،ص ۵۲_۵۳ القرآن

۳- سورۃ الرحمٰن آیت ۷_۸

۴- سید عزیز الرحمٰن ،وتعمیر شخصیت و فلاح انسانیت، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز،وکراچی،طبع اول ۱۹۹۶ء، ص ۱۴،۱۵

۵- لوبس معلوف، المنجد عربی، مطبعہ کاثولیکیہ، بیروت طبع عاشر ۱۹۴۷ء ص ۱۲۷

۶- ایضاً

۷- ایضاً

۸- ابن المنظور، لسان العرب، نشر ادب الحوزہ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، ج ۱ص ۳۱۵

☆ لویس معلوف ،المنجد، ص ۱۲۷

۹- ایضاً

۱۰- ابن المنظور، لسان العرب، ج ۱،ص ۳۱۵

☆ لویس معلوف، المنجد، ص ۱۲۷

۱۱- ابن المنظور، لسان العرب، محولہ بالا

۱۲- مکمل حدیث اس طرح ہے (عن ابی ہریرۃؓ) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صا

Marfat.com

رمضان ایماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه، ومن قام لیلة القدر ایماناً واحتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رکھے اور اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جس شخص نے لیلۃ القدر کو ایمان کی حالت میں ثواب کی غرض سے رات بھر عبادت کی اس کے (بھی) سابق تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

☆ مسلم ابوالحسین بن حجاج القشیری م ۲۶۱ ھ، الصحیح، دارالکتب، بیروت طبع اولیٰ، ۱۹۹۸ء، ج ا، ص ۴۲۴، رقم ۷۶۰

☆ بخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، م۲۵۶، الصحیح مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر۱۹۵۳ء، کتاب الصوم، باب ۶

☆ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی م ۲۷۵، السنن، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۴ء، ج، ص ۵۱۰، ورقم ۳۷۲۔

☆ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب م۳۰۳، السنن، قدیمی کتب خانہ کراچی، کتاب الصیام باب ثواب من قام رمضان و صامہ ایماناً و احتساباً

۱۳۔ بلیادی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ برہان دہلی، ص ۱۲۸

۱۴۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات اردو، جامع، فیروز سنز، لمیٹڈ، لاہور، ص ۷۳

۱۵۔ ابوالکلام آزاد، مولانا، رسول رحمت شیخ غلام اینڈ سنز، لاہور، ترتیب مولانا غلام رسول مہر، ص ۶۹۹

۱۶۔ معیشت کی جھلکیاں، ڈاکٹر شاہد حسین صدیقی، روز نامہ جنگ کراچی، ۱۰ نومبر ۲۰۰۰ء

۱۷۔ روز نامہ جنگ کراچی، ۱۰، نومبر ۱۹۹۹ء

۱۸۔ روز نامہ جنگ کراچی، ۲۴، دسمبر ۱۹۹۹ء

۱۹۔ روز نامہ جنگ کراچی، ۴، فروری ۱۹۹۹ء

۲۰۔ راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد، م ۵۰۳، المفردات فی غریب القرآن، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۶۱ء، ص ۳۲۵

۲۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ج ۱۱، ص ۴۳۰

Marfat.com

۲۲۔ نسفی، ابوالبرکات عبداللہ احمد بن محمود، تفسیر نسفی (مدارک التنزیل)، داراحیاء الکتب العربیہ، ج۲، ص ۲۹۷

۲۳۔ ابن فارس، ابوالحسن احمد معجم مقاس اللغہ، عیسی البابی الحلی، مصر۱۳۶۱ھ، ج۴، ص۲۴۶

۲۴۔ ابن العربی، ص ۱۱۶۰

۲۵۔ حسنین محمد مخلوف، کلمات القرآن، مکتبہ عبدالحمید مرزا، مکہ مکرمہ، ص ۲۲۹

۲۶۔ بیضاوی، قاضی ناصر الدین ابوسعید عبد اللہ بن عمر، م ۷۹۱ تفسیر القرآن الکریم، مکتبہ جمہوریہ مصریہ مصر، ص ۳۰۳

۲۷۔ آلوسی، روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۱۷، عدل کی تشریح کے ضمن میں تفاسیر کے جو حوالے اوپر گزرے سورۃ النحل کی آیت ۹۰ ان اللہ یامر بالعدل کے ذیل میں اور اس کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔

۲۸۔ قرطبی، ابوعبداللہ محمد الانصاری، الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۰، ص ۱۶۶

۲۹۔ سید عزیز الرحمٰن، استحکام پاکستان سیرت طیبہ کی روشنی میں، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۲۸۔

۳۰۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے! وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (سورۃ النجم آیت ۳-۴) ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم) خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتے، یہ تو صرف آپ ﷺ کی جانب کی جانے والی وحی ہے''۔

۳۱۔ القرآن، سورۃ آل عمران، آیت ۱۵۹

۳۲۔ القرآن سورۃ الشوریٰ، آیت ۳۸

۳۳۔ ہیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر، م۸۰۴ مجمع الزوائد، دارالفکر، بیروت ۱۹۹۴ء، ج۸، ص ۱۸۱، رقم ۱۳۱۵۸

۳۴۔ آلوسی، روح المعانی، ج ۲۵، ص ۴۶

۳۵۔ محولہ بالا

۳۶۔ علی متقی، علاؤ الدین الہندی، م ۹۷۵ کنز العمال، والتراث الاسلامی، ج۵، رقم ۲۵۷۷

Marfat.com

۳- القرآن ،سورۃ احزاب آیت ۳۶

۳- ملاحظہ کیجئے حوالہ ۳۵

۳- ابوداؤد، السنن، ج۴،ص ۱۶۵، رقم ۴۴۹۴

☆ نسائی، السنن، کتاب القسامہ، باب تاویل قول اللہ تعالی و ان حکمت فاحکم بینھم بالقسط

۴- بخاری، السنن، کتاب الحدود ، باب الحدود باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد

☆ دارمی ، عبداللہ ب ن عبدالرحمٰن م ۲۵۵، السنن ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۲،ص ۲۲۷ رقم ۲۳۰۲

۴- بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب من استر علی رعیتہ فلم ینصح

☆ مسلم، الصحیح، ج ۱،ص ۱۱۷، رقم ۱۴۲

☆ احمد بن محمد بن حنبل، ابوعبداللہ، م ۲۴۱، المسند ، داراحیاء التراث العربی، بیروت طبع ثانیہ ۹۳ء، ج۵، ص ۶۶۰، رقم ۱۹۷۸۰

۴۲- طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک ، دارالمعارف، مصر ۱۹۶۰ء ج ۲،ص ۱۰۴

☆ ابن اثیر، عزیز الدین ابوالحسن علی، الکامل فی التاریخ، دار صادر، بیروت، ۱۹۶۵ء، ج ۱،ص ۴۳۹

۴۳- مسلم، الصحیح، ج ۳،ص ۲۲۳، رقم ۱۷۳۳

☆ بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب ۱۷

۴۴- مسلم، الصحیح، ج ۳،ص ۶۱، رقم ۱۸۱۵

۴۵- ابوداؤد، السنن ج ۳،ص ۶۰، رقم ۲۹۳۰

۴۶- مسلم، الصحیح، ج ۳،ص ۶۰، رقم ۱۹۲۸

☆ ابوداؤد، السنن ج ۳،ص ۶۰، رقم ۲۹۲

☆ بخاری، الصحیح، کتاب الاستعراض، باب العبد راع فی مال سیدہ ، و کتاب الجمعۃ باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن

☆ ترمذی ، ابوموسیٰ محمد بن عیسیٰ م ۲۷۹، الجامع ، السنن، دارالفکر، بیروت ۱۹۹۴ء ج ۳،ص ۲۶۹، رقم ۱۷۱۱

۴۷- ابوالکلام آزاد، رسول رحمت ص ۷۰۱

۴۸- القرآن سورۃ الحشر آیت ۱۸

۴۹- ابن کثیر، التفسیر، ج ۴ ص ۳۴۲

۵۰- عجلونی، کشف الخفاء مکتبہ دارالتراث، بیروت، ج ۲، ص ۴۰۲

۵۱- ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۴۶

۵۲- محمد ظفرالدین مفتاحی، ندوی، مولانا، اسلام کا نظام امن، ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۵

۵۳- ابوعبید قاسم بن سلام، م ۲۲۴، کتاب الاموال، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، مصر، ص ۵

۵۴- احمد زکی صفوت، جمہرۃ خطب العرب، مکتبہ علمیہ، بیروت، ص ۱۸۰

☆ تھوڑے فرق سے یہ روایت ابن ہشام نے بھی دی ہے ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک، السیرۃ النبویۃ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۹۷۸ء ج ۴، ص ۲۶۲

۵۵- ابویوسف، کتاب الخراج، ص ۱۴

۵۶- اس قسم کے واقعات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تک اور اس کے دوسرے مسلمان حکمرانوں اور ذمہ داروں کی زندگی میں یہ کثرت سے موجود ہیں، بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی بھی ان واقعات سے مرصع ہے، چند واقعات اس مضمون میں آگے بھی بیان ہورہے ہیں۔

۵۷- ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹

۵۸- روزنامہ جنگ کراچی، ۱۰ نومبر ۱۹۹۹ء

۵۹- روزنامہ جنگ کراچی، ۲۱ دسمبر ۱۹۹۹ء

۶۰- روزنامہ جنگ کراچی، ۲ مارچ ۱۹۹۹ء

۶۱- احمد، المسند، ج ۶، ص ۳۲۲، رقم ۲۱۶۰۰

☆ ہیثمی، مجمع الزوائد، وج ۱۰، ص ۴۳۹، رقم ۱۷۸۳۵

۶۲- ملاحظہ کیجئے کتب سیرت میں موجود آپ ﷺ کی سادہ زندگی کے عملی نمونے زرقانی، محمد بن عبدالباقی، شرح المواھب اللدنیہ، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۹۹۳ء ج ۴، ص ۳۰۵ ج ۵، ص ۲-۵۵۔

Marfat.com

- رفیق بک، اشہر مشاہیر اسلام، ج ۱، ص ۹۳

- خطیب عمری، ولی الدین محمد بن عبداللہ، م ۷۴۳، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ، باب ما علی الولاۃ التیسیر، فصل ثالث

- ملا علی قاری، علی بن سلطان محمد، م ۱۰۱۴ھ، المرقاۃ الفاتح، مجلس اشاعت المعارف ملتان، ۱۹۶۷ء، ج ۷، ۲۳۶

- چنانچہ تاریخ کی مشہور روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے عہد گورنری میں اپنے لئے ایک محل بنوایا ہے، جس کی وجہ سے عوام کو ان تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے تو آپؓ نے فوراً محل جلوا دیا، ابن تیمیہ، الحسبۃ فی الاسلام، ص ۵۹

- ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی، چوتھا ایڈیشن، ج ۱ ص ۳۵-۳۶

- رفیق بک، اشہر مشاہیر اسلام، ج ۲ ص ۳۹۳

- روزنامہ جنگ کراچی، ۲۴ دسمبر ۱۹۹۹ء

۷- ایضاً

۷- ابوداؤد، السنن، ج ۳، ص ۶۸، رقم ۲۹۴۸، و رواہ الترمذی، معناہ، ج ۳، ص ۸۴، رقم ۳۳۷، ابو داؤد ایضاً، ترمذی ایضاً

۷۳- محمد ظفیر الدین مفتاحی، اسلام کا نظام امن، ص ۷۳

۷۴- ایضاً

۷۵- بلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، مصر ۱۹۰۱ء، ص ۳۲۵

۷۷- ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، ج، ص ۳۸

۷۸- روزنامہ جنگ کراچی، ۲ مارچ ۲۰۰۰ء

۷۹- مسلم، الصحیح، ج ۴، ص ۱۹۲، رقم ۲۶۱۳

☆ ابوعبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص ۴۲، رقم ۱۱۰

۸۰- ابوعبید قاسم بن سلام، ص ۴۳، رقم ۱۱۴

Marfat.com

۸۱- رشوت کی ممانعت کے لئے ملاحظہ کیجئے ترمذی، ج ۳ ۶۵، رقم ۱۳۴۱

۸۲- روزنامہ جنگ کراچی، ۱۰ نومبر ۱۹۹۹ء

۸۳- روزنامہ جنگ کراچی، ۴ فروری ۲۰۰۰ء

۸۴- دیکھئے القرآن، سورۃ النسآء آیت ۵۹، وغیرہ، یہ مضمون متعدد احادیث میں بھی بیان ہوا ہے، ملاحظہ کیجئے مشکوٰۃ، کتاب الامارہ

۸۵- ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، م ۸۶۱ھ، و فتح القدیر، ومطبعہ کبریٰ الامیریہ، ومصر طبع اول ۱۳۱۶ھ، ج ۵، ص ۴۳۲، ابن ہمام کے الفاظ یہ ہیں لانها واجبة على كل مسلم موسر بايجاب طاعته ولى الامر فيما فيه مصلحة المسلمين
ان ٹیکسوں کی ادائیگی ہر طاقت رکھنے والے مسلمان راس لئے ضروری ہے کہ حکمرانوں کی اطاعت ان امور میں واجب ہے، جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔

۸۶- مرغینانی، برہان الدین علی بن ابی بکر، م ۵۹۳ھ، الہدایہ، امین کمپنی جامع مسجد دہلی، ۱۳۵۸ء ج ۳ ص ۱۰۹

۸۷- مرغینانی، الہدایہ، محولہ بالا

۸۸- ابن ہمام، فتح القدیر، ج ۵، ص ۴۳۳

۸۹- ترمذی، ج ۳، ص ۶۵، رقم ۱۳۴۰

۹۰- پندرہ روزہ الشریعہ، گوجرانوالہ، مدیر محمد عمار خان ناصر، حافظ، الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ، ۱۶ جنوری ۲۰۰۰

۹۱- روزنامہ اوصاف اسلام آباد، ۹ جنوری ۱۹۹۹ء

۹۲- پیر سید محمد بنیامین رضوی، الشریعہ، گوجرانوالہ، ۱۶ جنوری ۹۹، ص ۱۰

۹۳- ملاحظہ کیجئے قرآن کریم، سورۃ بقرہ آل عمران، توبہ، منافقون

۹۴- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۳، ص ۱۳۹

۹۵- ابن حجر العسقلانی، م ۸۵۲، فتح الباری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۷، ص ۴۲۸

۹۶- ابن حجر، فتح الباری محولہ بالا

☆ ابن ہشام، محولہ بالا

۹- ابن ہشام، ہشام، السیر النبویه، ج ۳ ص ۲۶۱

۹- القرآن، سورۃ البقرہ آیت ۲۸۹ پوری آیت یوں ہے ۔ **فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله**

۹- دارمی، السنن، ج ۲، ص ۳۲۳، رقم ۲۵۴۱

☆ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین بن علی، م ۴۵۸، السنن الکبریٰ، دارالفکر، بیروت ۱۹۹۶ء، ج ۸، ص ۹۵، رقم ۱۰۵۵۹

۱۰۰- القرآن، سورۃ المطففین، آیت ۱-۳

۱۰۱- حلی علی بن برہان الدین، م ۱۰۴۴ھ، انسان العیون، دارالمعرفہ، بیروت، ج ۳، ص ۴۲۴

۱۰۲- بخاری، الصحیح ج ۴، ص ۱۴۶

۱۰۳- شبلی نعمانی، سیرت النبی، ج ۲، ص ۱۸۵

۱۰۴- رفیق بک اشہر مشاہیر الاسلام، ج ۲، ۲۸۲

۱۰۵- شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۵۱۸

☆○☆○☆

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی - کراچی

ابتدائیہ

زندہ اور عدل پسند قوموں کی پہچان ''نظام احتساب'' کا اس کی روح کے ساتھ نفاذ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ اسی قوم کے گرد گھوم رہی ہے۔ ''الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم''(۱) حکومت کفر کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔

پاکستانی قوم جس اجتماعی عذاب میں مبتلا ہے اور جس کی سزا کم وبیش ہر فرد کو بھگتنا پڑ رہی ہے اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم نے اللہ سے کئے ہوئے عہد وفا کی خلاف ورزی کی اس کے نتیجہ میں ہم ایک ہمہ گیر نظام ظلم کے شکنجہ میں پھنس گئے پھر اس شکنجہ کو توڑ کر ظالموں اور خون چوسنے والوں سے نجات حاصل کرنے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچانے کی جدو جہد سے بھی گریز کیا حقیقت یہ ہے کہ ظلم سے سمجھوتہ بھی ظلم کرنے سے کچھ کم جرم نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک میں حقیقی اور بے لاگ احتساب کیا جائے ایسا احتساب جس سے کوئی مستثنیٰ اور بالا تر نہ ہو۔ یہی سیرت طیبہ ﷺ کی پیروی کا تقاضہ ہے۔ آپ ﷺ نے اذن الٰہی کے مطابق جب پہلی دفعہ اسلام کی عام دعوت دی تو سب سے پہلے احتساب کے لئے اپنی ذات کو پیش کیا مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کے اعلیٰ کیریکٹر کا ''صادق و امین'' کے الفاظ کے ساتھ اعتراف کیا اس کے بعد آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی۔

مسلمانوں کو احتساب کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا (۲) لوگو خود اپنا احتساب کرو قبل اس کے کہ تمہارا احتساب کیا جائے دیگر مقامات پر فرمایا کل امریء حسیب نفسہ (۳) ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے فلیحتسب (۴) ہر شخص کو احتساب کرنا چاہئے محتسب حقیقی تو

Marfat.com

اللہ کی ذات ہے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ یحاسب(۵) اللہ احتساب کرنے والا ہے واللہ حسیب(۶) ساری کائنات میں بسنے والوں کا حساب کتاب کرے گا، شاید یہی وجہ ہے اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ''الحسیب''(۷) ہے اور قیامت کے دن کے ناموں میں سے ایک نام ''یوم الحساب''(۸) بھی ہے۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی آپ ﷺ نے فرمایا!

''لا تزول قدما ابن آدم یوم القیامۃ یسئل عن خمس، عن عمره فیما افناه و عن شبابه فیما ابلاه و عن ماله این اکتسبه و فیما انفقه وماذا عمل فیما علم''(۹)

قیامت کے دن (جب احتساب کے لئے بارگاہ خداوندی میں پیشی ہوگی تو) کسی شخص کو اپنی جگہ سے ہلنے کی اجازت نہیں ہوگی جب تک اس سے پانچ معاملات کے بارے میں پوچھ گچھ (احتساب) نہ کر لی جائے ایک زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں میں گذاری، دوسرے جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں مصروف رہ کر بڑھاپے تک پہنچایا، تیسرے مال و متاع کے بارے میں کہ کن ذریعوں سے حاصل کیا چوتھے یہ کہ مال کن کاموں میں صرف کیا پانچویں یہ کہ علم پر کتنا عمل کیا۔

یعنی ذاتی امور کے ساتھ معاشرتی ذمہ داریوں اور دینی ذمہ داریوں کا بھی احتساب ہوگا۔

صحیح بخاری کی روایت میں اسی طرف اشارہ ہے!

الا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته(۱۰)

خبردار تم میں سے ہر شخص نگہبان (محتسب) ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس (احتساب) ہوگی۔

بالخصوص جن لوگوں کو احتساب کی ذمہ داری سونپی گئی ہے ان کے بارے میں آپ ﷺ نے خصوصی طور پر فرمایا فیحسب الحاسب(۱۱) احتساب کی ذمہ داری جن کے کاندھوں پر ہے ان کا بھی احتساب ہوگا بلکہ دوسری جگہ فرمایا فیکثر المحتسبون(۱۲) یعنی عام لوگوں کے مقابلہ زیادہ احتساب ہوگا اس

Marfat.com

لئے کہ زیادہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے غالباً یہی وجہ ہے آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد صحابہؓ کے سامنے خود کو احتساب کے لئے پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''لوگو! تم سے میرے متعلق پوچھا جانے والا ہے (کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کردیا ہے) تم لوگ کیا کہو گے؟ صحابہؓ نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں آپ نے تبلیغ کردی پیغام پہنچایا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا''۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین دفعہ فرمایا ''اے اللہ گواہ رہو'' (۱۳)

یہی وجہ ہے آپ ﷺ اکثر احتساب سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔

اللھم حاسبنی حساباً یسیرا (۱۴) (اے اللہ مجھ سے آسان محاسبہ فرمانا)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے سوال کیا آسان محاسبہ سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ بندے کا اعمال نامہ ملاحظہ فرماتے وقت درگزر سے کام لیں (۱۵)۔ اس لئے کہ من حوسب یوم القیامة عذب (۱۶) جس ایک ایک چیز کا حساب لیا گیا وہ عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ لہٰذا اخروی احتساب سے بچنے کا یہی راستہ ہے کہ خود احتسابی کے ساتھ احتساب سے بچنے کی دعا بھی کرتا رہے۔

خود احتسابی کا آلہ

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے اچھے اور برے عمل کا فیصلہ کیسے کیا جائے؟ اس کا جواب بھی آپ ﷺ نے از خود پہلے ہی دے دیا کہ احتساب کا آلہ ہر شخص کے ساتھ لگا کر اسے پیدا کیا گیا ہے صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت نواسؓ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا!

البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک وکرھت ان یطلع علیه الناس (۱۷)

''نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ناپسند کرتا ہو کہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے گا''۔

گویا آلہ احتساب ہر شخص کے پاس موجود ہے اگر وہ دنیاوی و اخروی احتساب سے بچنا

Marfat.com

چاہتا ہے تو اسے اپنے کام کا خود احتساب کرنا چاہئے۔

احتساب کا دائرہ انسان کی پیدائش سے شروع ہو کر اس کی موت کے بعد قیامت تک کو محیط ہے فقہاء کرام نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے لیکن تفصیلات میں جانے سے پہلے ضروری ہے احتساب کی لغوی اصطلاحی قرآن و سنت کی روشنی میں تعریفات کے ساتھ مفہوم کی تعین اور دائرہ بحث کو متعین کیا جائے تا کہ غور کیا جائے کہ عہد حاضر کے تناظر میں احتساب کے عمل کو بے لاگ اور حقیقی کیسے بنایا جا سکتا ہے؟۔

احتساب کی لغوی تعریفات

احتساب باب افتعال سے ہے اردو میں اس کے معنی جانچ پڑتال، اور آزمائش کے ہیں (۱۸) عربی میں اس کا مادہ حسب ہے باب حسب یحسب سے ہے حاء کے زیر کے ساتھ حسبہ Computation Calculation (۱۹) کے معنی میں آتا ہے ابن منظور جوہری اور زبیدی کے مطابق اجر کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: ''من صام رمضان ایمانا و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه'' (۲۰)

جوہری نے اس کے علاوہ گننا شمار کرنا، حسب و نسب اور گرفت کرنے و سزا دینے کے معنی بھی بیان کئے ہیں (۲۱) یہی معنی فیروز آبادی اور زبیدی نے بھی لکھے ہیں (۲۲) مؤخر الذکر معنی ہی ہماری بحث کے مفہوم کا احاطہ کرتا ہے حسب کا مادہ قرآن میں نو سے زائد معانی میں استعمال ہوا ہے جن میں سے چار معانی کا تذکرہ حسن المصطفوی نے التحقیق فی کلمات القرآن میں کیا ہے پہلا شمار کرنا، گننا، دوسرے ظن اور گمان کے معنی میں تیسرے حاء کے پیش کے ساتھ چھوٹی تکیہ یا تیر کے معنی میں چوتھے اس بیماری کا نام ہے جس کے سبب جلد اور بال سفید ہو جاتے ہیں (برص) (۲۳) لیکن میں نے غور کیا تو گمان کرنے (۲۴) اور گننے (۲۵) کے ساتھ کافی ہونے (۲۶) ٹھکانہ (۲۷) لازم کرنا (۲۸) بدلہ دینا (۲۹) اور اندازہ و محور کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے (۳۰) ان میں سے کچھ معانی کا تذکرہ مولانا عبدالرشید نعمانیؒ نے بھی کیا ہے (۳۱)۔

احتساب کی اصطلاحی تعریفات

احتساب کی تقریباً دس اصطلاحی تعریفات کی گئی ہیں جن میں سے آٹھ عبدالعزیز صاحب

Marfat.com

نے اپنے ایم اے کے مقالہ ''نظام الحسبة فی الاسلام'' (۳۲) مین بیان کی ہیں ان پر کچھ تعریفات کا اضافہ ساجد الرحمٰن صاحب نے اپنی کتاب اسلام میں پولیس اور احتساب کے نظام میں کیا ہے (۳۳) پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے عبدالعزیز صاحب کے مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی کتاب ادب القاضی (۳۴) میں عبدالعزیز کی تائید کرتے ہوئے ابن خلدون کی تعریف:

''ھی وظیفة دینیة من باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر (۳۵)

یہ ایک دینی منصب ہے جس کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے۔

کو سب سے زیادہ جامع ومختصر قرار دیا ہے۔ اس تعریف کی وضاحت پروفیسر استاد محمد المبارک (۳۶) اس تعریف سے ہو جاتی ہے۔

ھی رقابة اداریة تقوم بھا لادولة عن طریق موظفین خاصین علی نشاط الافراد فی بحال الاخلاق والدین ولا قتصادای فی المجال الا جتماعی بوجه عام تحقیقا للعدل و الفضیلة وفقا للمبادی المقررہ فی الشروع الاسلامی ولا اعرف المالوفة فی کل بیئة و زمن (۳۷)

یہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے جس کو حکومت قائم کرتی ہے اور خاص (مقرر شدہ) ملازم اسے چلاتے ہیں اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق، مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے یعنی ان کی عام اجتماعی و معاشرتی سرگرمیوں کی نگرانی ہو تا کہ عدل اور اعلیٰ اقدار کو عملا بروئے کار لایا جا سکے اور اس معاملے میں اسلامی شریعت اور مختلف زبانوں و علاقوں میں جو معروف و پسندیدہ طریقے رائج ہیں اس کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جا سکے۔

ابن خلدون سے ملتی جلتی تعریفیں امام موردیؒ (۳۸) ابی یعلی (۳۹) اور امام غزالیؒ (۴۰) فضل اللہ رز بنیاتی (۴۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (۴۲) اور آکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا (۴۳) نے بھی کی ہیں تقریبا تمام تعریفات کا مفہوم ایک ہے اگرچہ الفاظ میں فرق ہے۔

Marfat.com

اس فریضہ کو ادا کرنے والے کا نام

جو شخص احتساب کا فریضہ انجام دیتا ہے اگر وہ از خود یہ فریضہ انجام دیتا ہو اسے متطوع کہا جاتا ہے(۴۴) یعنی اللہ کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والا اگر اس کا تقرر حکومت کی طرف سے ہوتا ہے تو اسے محتسب (۴۵) صاحب السوق(۴۶) مارکیٹ آفسر(۴۷) اور اومبڈس مین (OMBUDSMAN) کہا جاتا ہے۔ اومبڈس مین کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

'An Appointed Public Official Who Investigates Activities of Government Agencies That May Infringe on the Rights of Indiviuals. (48)

اومبڈس مین سے مراد وہ سرکاری ملازم ہے جسے افراد کے حقوق غصب کرنے کے متعلق سرکاری اداروں کے معاملات کی چھان بین کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

اس سے ملتی جلتی تعریف انسائیکلوپیڈیا ایوری مین-۴۹ میں موجود ہے۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں جو حکومت کی جانب سے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے مقرر کیا جاتا ہے اس محتسب کہتے ہیں اور اس عمل کی انجام دہی کو احتساب کہا جاتا ہے(۵۰) اور احتساب ہر اس عمل کا کیا جاتا ہے جو اللہ کے نزدیک قابل گرفت ہو(۵۱)۔

حسبہ (نظام محکمہ احتساب) کا تقابلی مطالعہ

حسبہ یعنی "نظام احتساب" کے دائرہ عمل و دائرہ اختیار کی وضاحت تقابلی مطالعہ کے ذریعہ ہی واضح ہو گی لہذا ضروری ہے کہ یہاں دیگر عدالتی اداروں سے تقابلی مطالعہ کیا جائے۔

محتسب اور محنہ کا فرق

ڈاکٹر ایم ایس ناز لکھتے ہیں محتسب کا مفہوم اگرچہ محنہ کے قریب ہے لیکن تاریخی تناظر میں محتسب اور محنہ میں فرق کے معنی میں آزمائش ایسی آزمائشیں جو (مسلم یا غیر مسلم حکمرانوں کی طرف سے)

Marfat.com

بزرگان دین مصلحین امت علماء صالحین اور آئمہ دین کو پیش آئیں۔جیسے امام احمد بن حنبلؒ کو خلق قرآن کے مسئلہ میں امام بخاریؒ کو اور امام ابوحنیفہؒ کو حکمرانوں سے، جبکہ احتساب کی زد میں نافرمان اور فاسق و فاجر لوگ آتے ہیں(۵۲)۔

محتسب اور متطوع کا فرق

متطوع کو مطوع بھی کہا جاتا ہے، اس کا مادہ طوع ہے باب تفعل سے مطلب ہے رضا کار (Volunteer) بغیر تنخواہ کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خدمات انجام دینے والے۔قرآن میں بھی اسی مفہوم میں آیا ہے۔

ومن تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم(۵۳)

جو اپنی خوشی سے بھلائی کا کام کرے تو اللہ تعالٰی شاکر و علیم ہے۔

دوسری جگہ فرمایا

فمن تطوع خیراً فھو خیر لہ(۵۴)

اور جو نیکی کا کام کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے محتسب اور متوطع میں کئی فرق بیان کیے ہیں۔پہلا یہ کہ محتسب کو حکومت مقرر کرتی ہے متوطع از خود خدمات انجام دیتا ہے۔دوسرے یہ کہ محتسب پر احتساب فرض عین ہے (اس لئے کہ اسے اسی کام کی تنخواہ ملتی ہے۔)متطوع پر فرض کفایہ ہے تیسرے یہ کہ محتسب سے جواب طلبی کی جا سکتی ہے متطوع سے نہیں چوتھے کہ محتسب کو فرائض کی ادائیگی کا پابندکیا جا سکتا ہے متوطع کو نہیں پانچویں یہ کہ محتسب ان معاملات میں مداخلت کر سکتا ہے جن کا اوامرو نواہی سے تعلق ہو اور چھان بین بھی کر سکتا ہے جبکہ متطوع کو جستجو یا مداخلت کا اختیار نہیں ہے(۵۵)۔

محتسب اور قاضی کا فرق

امام ماوردیؒ کے نزدیک(۵۶) اور قاضی ابویعلی کے نزدیک ادارہ احتساب دو باتوں میں

Marfat.com

قضاء کی طرح ہے اوردو میں کم درجہ کا ہے جبکہ دو باتوں میں قضا پر برتری حاصل ہے ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے تین باتوں میں محتسب کو قاضی کے برابر اور پانچ اعتبار سے فرق بیان کیا ہے قاضی کی طرح محتسب کے سامنے بھی دعوی کیا جا سکتا ہے لیکن صرف تین صورتوں میں پہلی یہ کہ خراب دھوکہ سے بچا جائے یا مکیلی وموزونی (یعنی ناپ کر یا وزن کر کے بیچی جانے والی چیزوں) میں کمی کر کے بیچا جائے دوسرے یہ کہ مال کی خرید وفروخت میں دھوکہ ہو جائے یا مال تبدیل کردیا جائے یا رقم میں تبدیلی یا کمی کر دی جائے تیسرے یہ کہ مقروض قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرے، اور پانچ اعتبار سے فرق ہے۔

پہلا یہ کہ محتسب ان تین کے علاوہ دیگر دعوؤں کی سماعت نہیں کرسکتا جبکہ قاضی تمام دعوؤں کی سماعت کرسکتا ہے دوسرا یہ کہ محتسب صرف انہی کیسوں کی سماعت کرسکتا ہے جس میں ملزم اعتراف جرم کرے جہاں بحث وجرح (ہیرنگ) ہو وہاں سماعت نہیں کرسکتا جبکہ قاضی کرسکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ محتسب کا فرض ہے وہ ازخود ایکشن لے، اچھے کام کرنے کا حکم دے، برے کام سے روکے چاہے وہ مسئلہ اس کے سامنے لایا جائے یا نہ لایا جائے جبکہ قاضی اسی وقت مداخلت کرے گا جبکہ وہ مسئلہ اس کی عدالت میں لایا جائے ۔ چوتھے یہ کہ محتسب حکمران کا نمائندہ ہونے کے ساتھ سرکاری کارندوں کی مدد سے اپنے فرائض سختی کے ذریعے ادا کرتا ہے جبکہ قاضی نرمی کے ساتھ حکومتی تعاون کے بغیر آزادی کے ساتھ فیصلے کرتا ہے۔

پانچویں یہ کہ محتسب کا منصب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہے۔ اور یہ دونوں کام قاضی کے ذمہ نہیں ہیں(۵۸)۔ اس پر مزید فرق وتفصیلات عبدالعزیز کے مقالہ(۵۹)، اردو دائرہ معارف اسلامیہ (۶۰)، آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف ماڈرن اسلامک ورلڈ(۶۱)، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام(۶۲) اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کی ادب القاضی میں میں ملاحظہ فرمائیں(۶۳)۔

محتسب اور محکمہ مظالم کا فرق

امام ماوردی اور قاضی ابی یعلیٰ لکھتے ہیں محکمہ احتساب قضاء سے کم درجہ کا ادارہ ہے جبکہ مظالم قضاء سے اوپر درجہ کا ادارہ ہے محکمہ مظالم میں وہ کیس زیر بحث آتے ہیں جو محکمہ قضاء سے حل نہ ہوسکیں۔ اسی طرح محکمہ مظالم میں محکمہ قضاء اور محکمہ احتساب دونوں قسم کے کیس کی سماعت ہوسکتی ہے جبکہ محتسب محکمہ قضاء

سے متعلق فیصلوں کی سماعت بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ محکمہ مظالم (۶۴) منہاج کے مقالہ نگار لکھتے ہیں البتہ محکمہ احتساب اور محکمہ مظالم میں اس اعتبار سے مشابہت ہے کہ دونوں میں قوت و اقتدار رعب وہیبت ہے اور ظلم و زیادتی کی صورت میں دونوں سماعت کر سکتے ہیں (۶۵) مزید تفصیل ملاحظہ کریں (۶۶) خلاصہ کلام یہ کہ محکمہ احتساب محکمہ قضاء سے کم درجہ کا ادارہ ہے اور اس کا دائرہ بحث معاشرہ کے ظاہری اعمال کے اوامر و نواہی ہیں۔

محکمہ احتساب کا ادارتی ارتقاء و تعارف

محکمہ احتساب کس طرح وجود میں آیا؟ محتسب کے تقرر کے شرائط کیا ہیں؟ فرائض کیا ہیں؟ اختیار کیا ہے؟ اسلامی کے نظام احتساب کو سمجھنے کے لئے تقابلی مطالعہ ضروری ہے تا کہ سیرت طیبہ کے امتیازی پہلو اظہر من الشمس ہو کر سامنے آ جائیں۔

محکمہ احتساب اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد

احتساب کا تصور قدیم نظاموں میں موجود تھا یہ اور بات ہے کہ اس کی شکل وہیئت جدا تھی لیکن اس قدر منظم و مؤثر ہو کر ادارہ کی حیثیت میں نہیں تھا جیسا کہ اسلام نے اسے بنایا ہے نبی کریم ﷺ کی دو احادیث سے بھی میرے موقف کی تائید ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا حوسب رجل ممن کان قبلکم (۶۷) جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں ان کا بھی احتساب کیا گیا تھا دوسری حدیث میں فرمایا نحن آخر الامم واول من یحاسب (۶۸) ہم آخری امت ہیں لیکن ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ پہلے ہمارا احتساب ہوگا پھر دوسری امتوں کا ان احادیث سے معلوم ہوا ہے کہ احتساب کا تصور پہلے موجود تھا اور ہم سے پہلوں کا بھی احتساب کیا گیا اور قیامت کے دن بھی ساری ملتوں و امتوں کا احتساب ہوگا اب اقوام عالم کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

عہد فراعنہ مصر میں محکمہ احتساب

فراعنہ مصر کے زمانہ میں (جو کہ دنیا کی دوسری قدیم تہذیب ہے) محتسب کا عہدہ موجود تھا اور اسے ''الضابطہ'' کہا جاتا تھا یعنی نظم کو ضبط کو سنبھالنے والا اس کے فرائض میں جنگی لشکروں کی خدمت، رہن کی

Marfat.com

نگرانی جس میں مردوں کے ساتھ دفن کئے جانے والے کتبات وغیرہ(۶۹) شامل تھے یہ فوجیوں کی تربیت کی نگرانی کرتے بچوں کی غیر سنجیدہ و غیر اخلاقی حرکتوں پر ڈنڈوں سے انہیں تنبیہ کرتے لوگوں کے معاملات کی نگرانی کرتے تھے جیسا کہ موریس کرز کی تاریخ احضارات سے معلوم ہوتا ہے(۷۰)۔

عہد چانکیہ (ہندو مذہب) میں محکمہ احتساب

ہندو تہذیب بھی دنیا کی قدیم ترین تہذیب ہے اس کے قوانین کوتلیہ چانکیہ (۳۰۰ تا ۳۱۱ قبل مسیح) نے لکھے ہیں جو کہ ارتھ شاستر کے نام سے موسوم ہیں(۷۱) اس میں محتسب کے اختیارات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کاروبار کی نگرانی، ہر قسم کی تجارت کی طلب، قیمتوں کے اتار چڑھاؤ، درآمدی مال کی نگرانی فروخت کے وقت کی نگرانی کرے گا(۷۲)۔ مزید لکھا ہے کہ ناپ تول و پیائش کے آلات حکومت تیار کرائے گی باٹوں کے ایک سیٹ کی قیمت بیس پن ہوگی ترازو کی ۶۲/۳ پن ہوگی باٹوں پر ٹھپہ (سرکاری) لگانے کی فیس نگران افسر (محتسب) ۴ ماشے وصول کرے گا۔ جو بغیر ٹھپہ (سرکاری) باٹ استعمال کرے گا اس پر ۲۷/۴ پن جرمانہ ہوگا(۷۳)۔

اسی طرح مختلف شعبوں کے حساب کتاب چیک کرنے والے محاسب کا بھی ذکر ملتا ہے(۷۴)۔ اس کے علاوہ ذات پات کی تقسیم کی خلاف ورزی پر احتسابی سزائیں موجود ہیں اور مختلف موقعوں پر ان کا نفاذ بھی کیا گیا ہے مثال منوشاستر میں ہے اگر کوئی شودر برہمن پر ہاتھ اٹھائے تو اس کا ہاتھ توڑ ڈالا جائے، کاٹ ڈالا جائے اگر وہ برہمن کو لات سے مارے گا تو اس کا پاؤں کاٹ دیا جائے اگر وہ برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو راجہ کا فرض ہے اس کے کولہوں کو داغ دیا جائے(۷۵)۔ فرانسیسی مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان نے اپنی کتاب تمدن ہند میں متعدد مقامات(۷۶) پر ارتھ شاستر(۷۷) اور منوشاستر(۷۸) میں اس کے علاوہ میں نے اپنی کتاب بابری مسجد کی شہادت میں(۷۹) میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔

عہد روما فارسی وارسطو میں محکمہ احتساب

رومی حکمرانوں کے مدون کے قانون جسٹی نین (۵۰۰ سال قبل ولادت نبوی ﷺ) نے احتساب کا قانون صرف عوام کے لئے رکھا تھا حکمرانوں کو اس سے بالا قرار دیا تھا(۸۰) لیکن عوامی دباؤ کے تحت

Marfat.com

سرکاری افسران کے خلاف تحقیق و تفتیش کا عمل رائج کیا تھا(۸۱) اس کے علاوہ عوام کی فکری آزادی پر سزائیں د
جاتی تھیں علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں۔ (مذہبی معاملات پر احتساب کیا جاتا) الحاد وارتداد کا فتویٰ دے کر آگ
میں جلا دیا جاتا یا ایسے سخت دردناک عذاب میں مبتلا کیا جاتا جس سے حیوان کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جا
تھے(۸۲)۔ معمولی جرائم پر قتل آگ اور وحشی جانور سے چبوانے کی سزا دی جاتی(۸۳) ارسطو نے اپنی مشہ
کتاب السیاستہ میں بھی حکمرانوں کو احتساب سے بالا قرار دیتے ہوئے عوام کو کٹہرے میں کھڑا کیا ہے(۸۴)
شاہان فارس بھی سرکاری افسران کے خلاف عوام شکایات پر دادرسی کرتے تھے(۸۵)۔

چین میں محکمہ احتساب

ڈاکٹر ایم ایس ناز لکھتے ہیں چین کے عظیم منگول شہنشاہ قبلائی خان نے بھی احتساب
لئے ایک ادارہ قائم کیا تھا جسے **CENSORATE** کہتے تھے اس کی نگرانی میں افسروں اور اہلکاروں
زیادتیوں کی جانچ پڑتال ہوتی اور عوام شکایات کا ازالہ کیا جاتا تھا(۸۶)۔

عہد جاہلیہ میں تصور احتساب

زمانہ جاہلیت سے مراد عہد نبوی ﷺ سے پہلے ایک سو سال تک کا زمانہ ہے دیکھئے مہ
مقالہ(۸۷)۔ زمانہ جاہلیت میں بھی احتساب کا تصور موجود مشرکین مکہ نے احتسابی نقطہ نظر ہی سے آپ ﷺ او
آپ ﷺ کے حامیوں کو شعب ابی طالب میں محصور کیا تھا حالانکہ آپ ﷺ کی حمایت میں ابوطالب سمیت دیگ
غیر مسلم بھی تھے اسی طرح جب آپ ﷺ حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی تو جس حکمران نے بھی اسلام کی طرف
جھکاؤ ظاہر کیا عمائدین سلطنت نے ان پر سخت گرفت کی سوائے حبشہ کے حکمران کے اور کوئی مسلمان نہیں ہو سکا
زمانہ جاہلیت میں بھی احتساب صرف عوام تک محدود تھا بڑے طبقہ کو یا سزا ہی نہیں دیتے تھے یا پھر کم درجہ کی س
دیتے تھے اہل عرب کا نظریہ تھا کہ: **ان دم القتیل الشریف لا یغسل الابدم شریف مثلہ**(۸۸) شریف اد
معزز آدمی کا خون اس کے ہم مرتبہ شریف و معزز آدمی کے خون سے دھویا جا سکتا ہے لہذا معزز شخص اگر کسی کمزو
سے زیادتی کرے یا اس کا خون بہائے تو وہ احتساب سے بالاتر ہے یا معمولی سزا کا مستحق ہے(۸۹) یہی وجہ تھی

لمہ بنت مخزومیہ کی حد سرقہ انہیں بری لگی مگر آپ ﷺ نے فرمایا الا کل شئی من امر الجاھلیۃ موضوع
ت قدمی (۹۰) آگاہ رہو تمام امور جاہلیت میرے قدموں کے نیچے پامال ہو چکے ہیں فرمایا تم سے پچھلی امتیں
س لئے تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کمزور مجرموں کو سزا دیتے (ان کا احتساب کرتے تھے) اور صاحب عزت لوگوں کو
چھوڑ دیتے تھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر فاطمہؓ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو
میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا (۹۱) آپ ﷺ نے اسلام سے پہلے جاری دوغلے احتسابی عمل کی بنیادیں مسمار کر
کے انہیں مساوات اور برابری کی بنیاد پر جاری کیا اور واضح فرمادیا کہ کوئی شخص یا کوئی قوم احتساب سے بالا تر
نہیں ہے۔

عہد حاضر میں احتسابی ادارے

ڈاکٹر ایم ایس ناز لکھتے ہیں کہ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں بین الاقوامی محتسب کے ادارہ کی جانب سے شائع ہونے والی ڈائریکٹری کے مطابق ۲۱ سے زائد مسلم وغیرہ مسلم ممالک میں احتساب کے ادارے مختلف ناموں سے کام کر رہے ہیں عہد حاضر میں ۱۸۰۹ء میں سویڈن میں یہ ادارہ وجود میں آیا برطانیہ میں ۱۹۶۷ء میں فن لینڈ میں ۱۹۱۹ء میں ڈنمارک میں ۱۹۵۴ء میں ناروے میں ۱۹۶۲ء میں کنیڈا میں ۱۹۷۰ء اسرائیل میں ۱۹۶۶ء میں (۹۲) اور پاکستان میں ۱۹۸۳ء میں قائم ہوا (۹۳) اس کے علاوہ سعودی عرب، نائیجیریا، سوڈان، لیبیا اور ایران میں بھی محکمہ احتساب موجود ہے (۹۴)۔

کیا اسلام کا ''نظام احتساب'' مغرب سے اخذ کردہ ہے

اس موقع پر اہل مغرب کے ایک الزام کا ذکر کردینا ضروری ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام کا نظام احتساب بازنطینیوں سے لیا گیا ہے الزام کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے من وعن قبول بھی کرلیا ہے (۹۵) یہ الزام لگانے والی معروف مستشرق شخصیات ہیں جس میں فرانس کے گاڈ فروا اور گوشاف (۹۶) وغیرہ شامل ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ بلکہ اسلام کے نظام احتساب تو میثاق مدینہ میں موجود تھا اور اس دستور کی رو سے احتساب فرد کی نہیں معاشرہ کی ذمہ داری قرار دی گئی اور احتساب میں کوئی فرد مستثنیٰ نہیں رکھا

Marfat.com

گیا تھا(۹۷) دوسری بات یہ ہے کہ بازنطینی حکومت کا دور دسویں صدی عیسوی حکومت کا دور دسویں صدی عیسوی یعنی پانچویں صدی ہجری ہے جبکہ اس سے قبل عہد نبوی ﷺ، عہد خلفائے راشدین میں نظام احتساب کا اجرا ہوئے پانچ سو سال گذر چکے تھے تیسری اہم ترین بات یہ ہے اس وقت تک آپ ﷺ او خلفاء اربعہ کے خطوط جن میں احتساب کی تعلیم دی گئی یا احتساب کے لئے لکھے تھے مدون ہو چکے تھے صرف یہی نہیں بلکہ ۲۸۶ھ میں کتاب الحسبۃ الکبیر کے نام سے اس زمانے کی محتسب ابی العباس احمد بن محمد بن مروان الرخسی کی کتاب محکمہ احتساب کے حوالہ سے شائع ہو چکی تھی لہذا یہ تو کہا سکتا تھا ہے کہ اہل مغرب نے مسلمانوں کے نظام احتساب سے استفادہ کیا لیکن یہ ثابت کرنا ممکن نہیں کہ مسلمانوں نے اہل مغرب سے استفادہ کیا ہے اس لئے کہ ہمارا نظام احتساب تو بازنطینیوں سے پانچ سو سال پہلے تحریری صورت میں مرتب ہو چکا تھا(۹۸) بلکہ اس کے اثرات اتنے گہرے تھے کہ اندلس سے مسلمانوں کی حکومت ختم ہوگئی پھر بھی نظام احتساب وہاں جاری رہا(۹۹) اور اس سے مغرب ومشرق کے نظامہائے حکومت متاثر ہوتے رہے۔

نظام احتساب پر لکھی جانیوالی کتاب

اسلام میں احتساب یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حکمران پر فرض عین ہے عام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے لہذا آغاز اسلام ہی سے اس کے قواعد وضوابط بنائے گئے۔ اس میں محتسب کے تقرر کے شرائط، فرائض اختیارات کی تفصیلات جمع کر دی گئی تھیں۔ نظام احتساب پر جو کچھ گیا ہے اسے ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں پہلی مستقل اس موضوع پر تصانیف دوسری وہ تصانیف جن میں ضمناً یہ بحث مذکور ہیں تیسرے مقالات ہیں۔

۱- اس موضوع پر پہلی کتاب الحسبۃ الکبیر ابی العباس احمد بن محمد بن مروان السرخسی (متوفی ۲۸۶ھ) کی ہے موصوف خلیفہ معتضد کے عہد میں محتسب کے منصب پر فائز تھے(۱۰۰)۔

۲- دوسری کتاب جسے قدیم ترین تسلیم کیا گیا ہے وہ ہے کتاب احکام السوق یحیٰی بن عمر اندلسی (۲۸۹ھ/۹۰۲ء)(۱۰۱) کی ہے(۱۰۲)۔

۳- تیسری قدیم تریم کتاب کتاب الاحتساب ہے حسن بن علی الاطروش (۳۰۴ھ ۹۱۷ء) کی

Marfat.com

ہے موصوف زیدی فرقہ کے آئمہ میں سے ہیں۔(۱۰۳) خاص کر جو کتابیں اس موضوع پر چھپ چکی ہیں وہ ابجدی ترتیب کے مطابق ہی ہیں۔

۴- الحسبة فی الاسلام ابراهیم دسوقی الشهادی مطبعة المدنی ۱۳۸۲ھ

۵- الحسبة فی الاسلام احمد بن تیمیة مکتبه دار البیان دمشق ۱۳۸۷ھ

۶- الحسبة فی الاسلام احمد مصطفی المراغی مطبعة الحلی

۷- الحسبة فی الاسلام عبدالرزاق الحصان مطبوعه بغداد ۱۹۴۶ھ

۸- الدولة و نظام الحسبة عند ابن تیمیته محمد المبارک دار الفکر بیروت ۱۳۸ھ

۹- معالم القربة فی احکام الحسبة محمد بن احمد القرشی المعروف الاخوة دار الفنون کیمبرج ۱۹۳۷ء

۱۰- نهایة الرتبة فی طلب الحسبة عبدالرحمن بن نصر الشیرزی مطبوعه قاهره، ۱۹۴۶ء

۱۱- نصاب الاحتساب خواجہ ضیاء الدین سناصی(۱۰۴) کی مخطوطہ کی شکل میں ہے اس کا مخطوطہ بغداد میں محفوظ ہے(۱۰۵)

۱۲- نهایة الرتبة فی طلب الحسبة محمد بن احمد بن بسام المحتسب مخطوطہ کی شکل میں ہے(۱۰۶)

۱۳- رسالة فی الحسبة والمحتسب محمد بن احمد بن عبدون اندلسی (۴۱۹ھ/۱۰۲۸ء) کی ہے(۱۰۷)

۱۴- آداب الحسبة و المحتسب احمد بن عبداللہ بن عبدالرؤف(۱۰۸)

۱۵- رسالته فی الحسبة عمر بن عثمان بن العباس الجرسیفی(۱۰۹)

۱۶- الحسبۃ محمد بن احمد السقطی یہ اندلس میں محتسب تھے(۱۱۰)

۱۷- رسالۃ فی القضاء والحسبۃ ابن عبدون(م ۵۰۰ھ/ ۱۱۰۶ء) یہ ۱۹۳۴ء میں دوسری دفعہ شائع ہو چکا ہے(۱۱۱)

۱۸- احکام السوق ابن سعدون(م ۵۶۷ھ/۱۱۷۲)محمود علی مکی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۶۵ء میں

Marfat.com

شائع ہوئی (۱۱۲)

۱۹- کتاب الرتبة فی طلب الحسبة للماوردی کی اس کا مخطوط استنبول کے مکتبہ مسجد الفاتح میں ۳۴۹۵ نمبر پر ہے (۱۱۳)

۲۰- الحسبۃ والمحتسب فی الاسلام ڈاکٹر نقولا زیادہ کی ہے

۲۱- اصول المحاسبۃ ڈاکٹر حیرت ضیف کی ہے

۲۲- المحاسبۃ العلمیۃ الحدیثۃ عبدالسید کی ہے

۲۳- الحسبۃ والنیابۃ العامۃ سعد بن عبداللہ العریفی

۲۴- نظام الحسبۃ فی الاسلام عبدالعزیز کا ایم اے کا مقالہ ہے

۲۵- اسلام کا دیوان المظالم اور احتساب پاکستان میں محفوظ احمد کا ایم اے کا مقالہ ہے

۲۶- اسلام کا نظام احتساب۔ شہزاد اقبال شام کی ہے مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

۲۷- اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام ساجد الرحمٰن کی دیال سنگھ سے شائع ہوئی ہے۔

ان ۲۷ مستقل تصانیف کے علاوہ بہت سی کتابیں وہ ہیں جنہیں ضمناً احتساب سے بحث گئی ہے اختصار کی خاطر چھوڑ رہا ہوں (تفصیل کے لئے دیکھئے) (۱۱۴)

جہاں تک مقالات کا تعلق ہے تو ۲۳ تیئیس مقالات عربی میں اور متعدد اردو میں شائع چکے ہیں عربی مقالات کے لئے ملاحظہ کریں کشاف الدوریات العربیۃ (۱۱۵) اردو مقالات میں میرا بھی ایک مقالہ کراچی کے معروف ماہنامہ آگہی میں بعنوان اسلام میں احتساب کی حقیقت عہد بعہد تحقیقی جائ ۱۹۹۷ء (۱۱۶) میں شائع ہو چکا ہے۔

عہد اسلامی کے اہم محتسبین:

اسلامی نقطہ نظر سے محتسب اعلیٰ اللہ کی ذات ہے اسلام میں اس منصب کو سب سے حضور اکرم ﷺ نے ادا کیا اور مختلف علاقوں کے لئے جدا جدا محتسب مقرر کئے پروفیسر محمود احمد غازی صاحب عبدالعزیز صاحب کے مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے درج ذیل محتسبین کے نام بیان گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ عہد نبوی ﷺ میں مدینہ کے محتسب تھے حضرت سعید مکہ مکرمہ کے عہد فاروقی میں حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود مدینہ کے اور سائب بن یزید بھی مدینہ کے امام نافع بن عبدالرحمٰن عہد عباسی کے خلیفہ ہادی کے عہد میں بغداد کے عبدالجبار مہدی کے دور میں بغداد کے ضای ابراہیم بن محمد قاہر باللہ کے عہد میں بغداد کے اور ابوسعید الاصطخری بھی اسی دور میں بغداد کے محتسب رہے ابوجعفر بن الخرقی مقتدی بامر اللہ کے عہد میں بغداد کے محتسب رہے قاضی ضیاء الدین سنامی عہد تغلق میں اور میر زاہد ہروی عہد اورنگزیب میں دہلی کے محتسب رہے سید احمد شہید نے جب سرحد میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تو وہاں ہر علاقہ میں محتسب مقرر کیے۔(۱۱۷) خطیب بغداری نے ابی جعفر المنصور کے عہد میں دو محتسب عاصم بن سلیمان الاحوال اور ابی ذکریا بن عبداللہ کا مزید ذکر کیا ہے۔(۱۱۸) ڈاکٹر عبدالکریم نے پانچ محتسبین کے مزید نام لکھے ہیں محمد بن احمد بن علیبن مخلد الجوہری (م ۲۴۶ھ/ ۸۷۸) ہارون بن ابرہیم ہاشمیہ خلیفہ متعضد کے عہد میں محتسب رہے عبیداللہ ہاشمی اور ان کے والد بھی محتسب مقرر ہوئے(۱۱۹) دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق رواج تھا کہ استنبول میں ہر سال محتسبوں کا تقرر کیا جاتا اور صرف استنبول میں ان کی تعداد ۱۵ تھی جو کہ بعد میں ۵۶ تک پہنچ گئی اس سے محتسبین کی کثرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے(۱۲۰) اسلام کا یہ وہ روشن پہلو ہے جس سے کوئی عہد خالی نہیں رہا۔

احتساب کا حکم قرآن وسنت کی روشنی میں

احتساب کرنا حکمران اور اس کے مقرر کردہ محتسبین پر فرض عین ہے جبکہ عام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وسنت نبویہ میں اس کی واضح تعلیمات دی گئی ہیں(۲۱)

احتساب قرآن کی روشنی میں

قرآن میں مسلمانوں کو واضح حکم دیا گیا ہے قوا انفسکم و اھلیکم ناراً(۲۲) خود اپنے اور اپنے اہل وعیال کا (محاسبہ کر کے) انہیں جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ صرف یہی نہیں بلکہ سورہ بنی اسرائیل میں واضح کر دیا ہے کہ ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ اس کے سامنے کر دیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اور کہا جائے گا خود اپنا اعمال نامہ پڑھ کر محاسبہ کر لو(۱۲۳) یہی بات

سورہ اسراء میں کہی گئی ہے(۱۲۴) آل عمران میں واضح حکم دیا گیا ہے کہ ایک جماعت امر بالمعروف اور نہی ع
المنکر کے لئے ہونی چاہئے(۱۲۵) بلکہ مسلمانوں کی صفت کے طور پر اس فریضہ کی ادائیگی بیان کی گئی ہے(۱۲۶
صرف یہی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اعلان کروایا گیا کہ جو قیامت اور احتساب کا قائل نہیں انبیا
اس سے بری ہیں(۱۲۷) نیک لوگوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ یہ فریضہ انجام دیتے ہیں(۱۲۸) جن امتوں
افراد نے احتساب کی ذمہ داری ادا نہیں کی جیسے بنی اسرائیل -۱۲۹) اور منافقین(۱۳۰) قران نے ان کی سخ
مذمت کی ہے عبدالرحمٰن الدمشقی نے تفسیر ماثور کے ذریعہ احتساب کی اہمیت کو واضح کیا ہے دیکھئے(۱۳۱)

احتساب سنت نبویہ کی روشنی میں

قران کی طرح حدیث نبوی ﷺ و سیرت نبوی میں بھی احتساب کے واضح احکامات موجو
ہیں صحیح مسلم کی روایت میں احتساب کے درجہ بھی واضح کر دیئے ہیں ارشاد نبوی ﷺ ہے!

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذالک اضعف الايمان(۱۳۲)

یعنی برائی کو ہاتھ سے روکو اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے ورنہ آخری درجہ دل سے بُ
جاننا ہے۔ بنی اسرائیل پر جو عذاب مسلط ہوئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ جس جماعت نے امر بالمعروف و نہی
عن المنکر چھوڑ یا تھا اسے حکم دیا گیا کہ بچھڑے کی پوجا کرنیوالی قوم کو قتل کریں اس لئے آپ ﷺ نے حکم
دیا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعية(۱۳۳) تم میں سے ہر شخص پر احتساب کی ذمہ داری ہے اور ہر شخص
سے خود اس کے اور ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا ارشاد نبوی ہے حاسبو قبل ان تحاسبوا!(۱۳۴
اپنا احتساب کرو قبل اس کے کہ تمہارا احتساب کیا جائے۔ احتساب کی اسی اہمیت کے پیش نظر محدثین نے کتب
احادیث میں مستقل ابواب قائم کئے ہیں جیسے امام بخاری نے باب محاسبة الامام عماله(۱۳۵) اور باب محاسب
المصدقین مع الامام وغیرہ(۱۳۶) کچھ علماء نے مستقلاً اس موضوع پر کتابیں لکھیں ہیں جیسے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی
الکنز الاکبر فی الامه بالمعروف والنهی عن المنکر (۱۳۷) اور ابوعلی حسین بن المبارک الموصلی کی الامر والنواهی(۱۳۸
اس کے علاوہ الترغیب والترهیب اور وثائق الامر بالمعروف والنهی عن المنکر (۳۹) قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

احتساب کا دائرہ بحث

اگر ہم اسلامی لٹریچر کا مختصراً جائزہ لیں تو اس کے مناہج بحث کچھ اس طرح ابھر کر سامنے آتے ہیں:

اللہ تعالیٰ محتسب اعلیٰ:

نبی کریم ﷺ کا احتساب۔ عام مسلمانوں کا احتساب۔ غیر مسلموں کا احتساب

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ، عام مسلمانوں اور غیر مسلموں تینوں کا مختلف انداز میں مختلف مقامات پر احتساب فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت محتسب

عائلی امور:

اپنی ذات کا احتساب کے لئے پیش کرنا۔	اپنی بیویوں کا احتساب کرنا
اپنی اولاد کا احتساب کرنا۔	علماء و زھاد کا احتساب
ججوں کا احتساب۔	سرکاری کارندوں کا احتساب
فوجی خدمات انجام دینے والوں کا احتساب کرنا۔	معاشرتی، وسیاسی تعلیمی ونظریاتی احتساب کرنا
معاشی امور میں احتساب کرنا۔	اخروی تصور احتساب

اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ کا احتساب کرنا

بہت سے کام جو نبی کریم نے نیک نیتی کے ساتھ اجتہاد کرتے ہوئے یا گنجائش موجود ہوتے انجام دیئے اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئے تو فوراً اپنے نبی پر بذریعہ وحی احتساب کیا گیا (تفصیل کے لئے دیکھئے الانعام ۵۲ الانفال ۶۷-۶۸ التوبۃ ۴۳ اور ۱۱۳-۱۱۴- الکہف ۲۳ الاحزاب ۳۷-۳۸ التحریم ۱-۲-

Marfat.com

عبس ۱۸۰۔۱۰ کی تفاسیر یہاں اشارۃ چند باتیں لکھے دے رہا ہوں) حضرت زیدؓ منہ بولے بیٹے کی بیوی حضرت زینبؓ سے شادی کرنے میں تذبذب تھا سو حکم الٰہی کے ذریعہ متوجہ کیا گیا(۱۴۰) بیویوں کی دل جوئی کی خاطر شہد نہ پینے کا عہد کیا اور ماریہ قبطیہ سے علیحدگی کا عہد کیا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ تحریم میں احتساب فرمایا آپ ﷺ نے دونوں ارادے تبدیل کر لئے(۱۴۱) غزوہ احد کے موقع پر آپ ﷺ نے بددعا دی تو آپ ﷺ کو اس سے روکا گیا(۱۴۳) مشرکین مکہ کے سرداروں کی خواہش پر آپ ﷺ نے ہدایت کی امید پر غریب صحابہ کو اٹھانا چاہا تو سورۃ کہف نازل ہوئی اور سختی کے ساتھ اس عمل سے روک دیا گیا(۱۴۴) اسی سے ملتا جلتا واقعہ عبداللہ ام مکتوم کے ساتھ پیش آیا تو فوراً آپ ﷺ کا احتساب کیا گیا اور عبس کی آیات نازل ہوئیں(۱۴۵) لیکن یہاں میں یہ بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں آپ ﷺ کی ذات سے بڑھ کر کوئی عادل نہیں اس لئے آپ سے کسی عمل کا صادر ہونا اجتہادی عمل تھا جس کی بنیاد خلوص پر تھی اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے زیادہ بہتر کام کروانے کے لئے بذریعہ وحی اس کی اصلاح فرما دیتا کسی عام انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ نبی کا محاسبہ کرے اگرچہ آپ ﷺ نے خود اپنی ذات کو متعدد مرتبہ احتساب کے لئے پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام مسلمانوں کا احتساب کرنا

بعض مسلمانوں سے بے خیالی میں کوتاہی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی احتساب کیا مثلاً متنبہ کیا کہ اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو(۱۴۷) صحابہ نے اپنے عمل کی اصلاح کر لی غزوہ حنین کے موقع پر بعض مسلمانوں کی زبان سے متکبرانہ کلمات نکل گئے فوراً سورہ توبہ کی ۲۵۔۲۶ آیات نازل ہوئیں مسلمانوں نے اس سے توبہ کر لی اور عاجزی کو شعار بنا لیا اللہ نے شکست فتح میں بدل دی۔(۱۴۸) آزمائشوں اور مشکلات پر مسلمانوں نے شکوہ کیا تو ان کا محاسبہ کیا گیا۔

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا(۱۴۹)

کیا مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ایمان لانا ہی کافی ہے نہیں بلکہ

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع و نقص من الاموال(۱۵۰)

ہم ہر تکلیف کے ذریعے تمہارے مسلمان ہونے کو جانچیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر مسلموں کا احتساب

نصف قرآن غیر مسلم یہود، نصاریٰ اور منافقین کی حرکات کے احتساب پر مشتمل ہے جس میں ان کے انکار، ضد، چیلنج، شرک ، بدعملی اور بدعقیدگی سمیت تمام امور شامل ہیں۔ یہود اہانت کرنے کے لئے راعنا کی جگہ راعینا کہتے تھے مسلمانوں کو کہا گیا تم راعنا کے بجائے آپ ﷺ کو متوجہ کرنے کے انظرنا(۱۵۱) کہا کرو۔

آپ ﷺ کا اپنی ذات کا احتساب

آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی ذات عادل نہیں لیکن آپ ﷺ نے خوی کو بھی احتساب سے بالا نہیں قرار دیا۔ حجتہ الوداع اور تبلیغ (کا تذکرہ پہلے آچکا ہے) کے موقع پر اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کیا بدر کے دن صفیں سدھی کرتے ہوئے ایک صحابیؓ کو تیر چبھ گیا اس نے بدلہ کا مطالبہ کیا آپ نے اپنا پیٹ کھول کر بدلہ کیلئے پیش کردیا(۱۵۲)۔ اس طرح آپ ﷺ نے مرض الموت میں صحابہؓ کو جمع کر کے اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کیا ایک صحابیؓ نے اپنے تین درہم طلب فرمائے آپ ﷺ نے ادا کرنے کا حکم دیا(۱۵۳)

اپنی بیویوں کا احتساب

اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی ازواج کا احتساب کیا گیا اور کہا گیا تم میں سے جسے دنیا اختیار کرنا ہے اسے دنیا دے دی جائے گی جسے آخرت چاہیئے وہ دنیا کا مطالبہ نہ کرے(دیکھئے(۱۵۴) سورہ احزاب کی آیات ۳۲۔۳۴ اسی سلسلے کی کڑی ہے حضرت عائشہؓ نے حضرت صفیہؓ کے قد میں عیب نکالا تو فرمایا تم نے ایسی بات زبان سے نکال دی ہے اگر سمندر میں بھی ملائی جائے اس کی کڑواہٹ اس کو بھی تلخ کر دے(۱۵۵) آپ ﷺ نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا اس کے نزدیک ہوئے تو اس نے اللہ کی پناہ مانگی آپ ﷺ نے اسے طلاق دے دی(۱۵۶) حضرت عائشہؓ نے ایک چور کو بددعا دی تو آپؐ نے فرمایا ''اس کے گناہ کے بوجھ کو بددعا دے کر ہلکا نہ کرو''(۱۵۷)۔

Marfat.com

اپنی بیٹیوں کا احتساب

آپ ﷺ اپنی بیٹیوں کا احتساب بھی فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ غلام مانگنے آئیں تو انہیں تسبیح بتا کر بھیج دیا (۱۵۸) فاطمہؓ کے گھر پر پردہ لٹکے دیکھا اور حسن وحسین کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے تو ناپسندیگی کا اظہار کر کے احتساب فرمایا (۱۵۹) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دوسری شادی کرنی چاہی تو انہیں منع کر دیا (۱۶۰)۔

علماء وزھاد کا احتساب

ایک طرف آپ ﷺ نے علماء کو انبیاء کا وارث بتایا ہے دوسری طرف اسی اعتبار سے انہیں زیادہ محتاط رہنے کی تعلیم بھی دی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں شب معراج میں ایسے لوگوں پر سے گزرا جن کی زبانوں میں آگ کی لگام ڈالی ہوئی تھی پوچھا یہ کون ہیں بتایا گیا آپ ﷺ کی امت کے علماء ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (۱۶۱) صحیح مسلم کی روایت ہے پانچ افراد جن میں عالم اور عبادت گزار بھی شامل ہیں بلایا جائے گا اور یہ کہہ کر جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا کہ تم نے جو کچھ کیا شہرت کے لئے کیا سو تمہیں وہ دنیا میں مل گیا پھر انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (۱۶۲) اسی طرح فرمایا فرمایا جس نے علم کو چھپایا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی آپ ﷺ نے عبادت گزاری میں غلو پر بھی احتساب فرمایا چند صحابہؓ آئے اور ساری زندگی کسی نے نمازیں پڑھنے کسی نے وزے رکھنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے منع کر دیا فرمایا میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرتا ہوں ایک صحابیؓ کو عجلت کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو تین دفعہ نماز دھرائی (۱۶۳) کچھ صحابہؓ کو تقدیر کے مسئلہ پر بحث کرتے دیکھا تو سخت گرفت فرمائی (۱۶۴) حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ تورات لا کر پڑھنی شروع کی تو آپؐ نے اس عمل کو ناپسند فرمایا (۱۶۵) صحابی عورتوں نے مسجد میں نماز ادا کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا تو آپؐ نے فرمایا گھر کا کونہ زیادہ بہتر ہے (۱۶۶)

Marfat.com

فوجی خدمات انجام دینے والوں کا احتساب

طاقت انسان کوظلم و جور پر آمادہ کرتی ہے سرکاری سرپرستی ظلم کو وسعت دیتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے فوج سے وابستہ افراد کے ساتھ بھی سختی کے ساتھ احتساب فرمایا غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کا مقاطعہ کیا گیا یہاں تک کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی (۱۶۷) حضرت اسامہؓ نے ایک کلمہ پڑھنے والے مخالف کو یہ سمجھ کر کہ یہ جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے قتل کر دیا حضور ﷺ نے سخت گرفت فرمائی۔ وہ فرماتے تھے کاش میں نے اسی دن اسلام قبول کیا ہوتا تا کہ اس گرفت سے بچ جاتا (۱۶۸) فتح مکہ کے موقع پر بعض انصاری نوجوانوں نے مال غنیمت کم ملنے پر نازیبا کلمات کہہ دیے آپ ﷺ نے سختی کے ساتھ احتساب فرمایا اور نصیحتیں کیں یہاں تک کہ سب کہہ اٹھے رضینا برسول اللہ (۱۶۹) خالد بن ولیدؓ نے جذیمہ کے افراد کو قتل کر دیا تو آپؐ نے اس واقعہ سے اپنی بیزاری ظاہر کر دی اور حضرت علیؓ کو مقتولوں کا خون بہا ادا کرنے کا حکم دیا تفصیل دیکھیے (۱۷۰)۔

ججوں کا احتساب

فیصلے میں سفارش یا اثر اندازی کرنے والے کا سخت احتساب فرماتے فاطمہ بنت مخزومی کی سفارش حضرت اسامہ بن زیدؓ سے کروائی گئی مگر آپ ﷺ نے سختی کے ساتھ رد کر دی (۱۷۱) ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے عہدہ طلب کیا آپ ﷺ نے فرمایا ہم مانگنے والے کو عہدہ نہیں دیتے، آپ ﷺ نے فیصلہ کرنے میں عدل کو لازم کیا ہے اور فرمایا جو جج بنایا گیا سمجھ لو وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا ہے۔

سرکاری عہدہ داروں کا احتساب

آپ ﷺ لوگوں کو سرکاری عہدے تقویٰ کی بنیاد پر دیتے اور ان پر واضح کر دیتے کہ یہ عہدہ امانت ہے اگر فرائض صحیح طور پر نہیں ادا کیا یا عوام کا خادم سمجھنے کی بجائے اپنے آپ کو آقا بنا لیا تو حکومت کرنے کے اہل نہیں رہو گے اختیارات کے ناجائز استعمال یا وسائل کا استعمال رشوت وغیرہ پر واضح وعیدیں موجود ہیں بنو ثعلبہ کے بعض افراد کا آپ ﷺ کو قتل کا مشورہ دیا گیا آپ ﷺ نے صاف فرمایا کہ ایک کی غلطی

Marfat.com

کی سزا دوسرے کو دینا جائز نہیں ہے(۱۷۲) حوصلہ شکنی اس لئے کی کہ عموماً لوگ حکمرانوں کو غلط مشوروں سے گمراہ کرتے ہیں لہٰذا باز رہیں۔

معاشرتی سیاسی و تعلیمی احتساب

احتساب کا زیادہ تعلق معاشرتی امور سے ہے لہٰذا لوگوں کو اخلاق ، معاملات اور ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کی خصوصی تعلیم دی ہے ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ کو دروازے کی جھری سے جھانکا تو اسے تھدید کے طور پر فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جاتا تو دیکھ رہا ہے تو تیری آنکھوں میں کنگا چبھو دیا(۱۷۳) راہ چلتے دو صحابہ ؓ مل گئے تو آپ ﷺ نے روک کر بتا دیا کہ میرے ساتھ صفیہ بنت حی میری بیوی ہیں(۱۷۴)۔تاکہ صحابہ ؓ بدگمانی کا شکار نہ ہوں آپ ﷺ نے فرمایا انصر اخاک ظالما او مظلوما(۱۷۵) اپنے بھائی کو ظلم سے روکو یعنی مظلوم کو ظلم سے بچاؤ اور ظالم کو ظلم نہ کرنے دو۔ ورنہ معاشرہ میں ظلم وجور پھیل جائے گا لوگوں کو فتنے سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ایک وقت آئے گا جب سونے والا جاگنے والے سے کھڑا ہونے والا کوشش کرنے والے سے بہتر ہوگا لہٰذا جو پناہ کی جگہ پائے محفوظ ہو جائے(۱۷۶) اس حدیث میں فتنوں ، فساد کا حصہ بننے سے روکا گیا ہے یہ وہ زمانہ ہوگا۔

لا یدر القاتل فی ای شییء قتل ولا یدری المقتول علی ای شیء قتل(۱۷۷)

''قاتل نہیں جانتا ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا اور مقتول نہیں جانتا ہوگا کہ میں کیوں قتل کیا گیا۔

ایسے زمانے میں

العبادة فی الھرج کھجرة الیّ(۱۷۸)

''عبادت کا ثواب میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہوگا۔

معاشرے میں اچھے برے لوگ ہوتے ہیں اگر پڑوسی برائی کرے تو اس کے احتساب کا طریق بھی بتا دیا کہ اپنے گھر کا سامان روڈ پر رکھ کر بیٹھ جاؤ اس صحابیؓ نے اسی طرح کیا اور جو گذرتے ہوئے

پوچھا وہ بتا دیتا آخر لوگوں نے اسے لعنت ملامت کی تو تنگ کرنے والے پڑوسی نے خود آ کر معافی تلافی کی اس کا سامان گھر میں اٹھا کر رکھ دیا اور آئندہ زیادتی نہ کرنے کا وعدہ کیا(۱۷۹) یہ تھا آپ ﷺ کا معاشرتی احتساب کا تصور آپ ﷺ کے سامنے حضرت حسانؓ نے اعشی کا قصیدہ سنایا جس میں علقمہ کی ہجو تھی آپ ﷺ نے فرمایا آئندہ اس قسم کا شعر مجھے نہ سنانا(۱۸۰) اس طرح آپ ﷺ برائی سننے سنانے پر احتساب کرتے ہوئے اصلاح فرمائی معاشرہ میں مل جل کر نہ رہنے والوں کا احتساب کرتے ہوئے فرمایا لا یدخل الجنة قتات(۱۸۱) رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا فرمایا افواہیں پھیلانے اور جھوٹ گھڑنے والے کو قیامت میں عذاب ہوگا(۱۸۲) ایسے لوگوں کا احتساب کر کے معاشرہ میں فساد کا دروازہ بند کر دیا ہے معاشرتی مسائل میں احتساب کا طریقہ ہر شخص کو سکھاتے ہوئے فرمایا اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو مال دو دولت حسن وصورت میں تم سے بہتر ہو(اور تمہیں حسد ہونے لگے) تو تمہیں چاہیے ان بندوں پر نگاہ کرو جو اس حیثیت میں تم سے کمتر ہوں(۱۸۳) تو حسد کی جگہ تشکر پیدا ہوگا معاشرہ کے وہ افراد جو دینی امور کی ادائیگی میں غلو سے کام لیتے ہیں جیسے حکم ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دو مگر وہ ایک ساتھ تین دے دیتے ہیں محمد بن لبید سے روایت ہے کہ ایسا کرنے پر آپ ﷺ نے سخت احتساب کرتے ہوئے فرمایا میں ابھی تمہارے درمیان زندہ ہوں اور کتاب اللہ کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے(۱۸۴) یعنی طلاق بے شک واقع ہو جاتی ہے لیکن غلط طریق اختیار کرنے پر آپ ﷺ نے احتساب فرمایا۔ ابن ماجہ کی روایت ہے فرمایا اسلام کا تصور احتساب یہ ہے کہ لا ضرر ولا ضرار نہ نقصان پہنچاؤ نہ اٹھاؤ(۱۸۵) جو لوگوں پر سختی کرے گا اس پر سختی کرے گا اللہ اس احتساب کے ذریعہ معاشرہ سے ظلم و زیادتی کو دور کیا ہے۔

آپ ﷺ کا معاشی امور میں احتساب کرنا

معاش ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے ایک طرف آپ ﷺ نے محنت کرنے پر اکسایا ایک انصاری نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسی کی چیزیں بیچ کر اپنے ہاتھ سے کلہاڑی بنا کر دی اور کہا جاؤ لکڑیاں کاٹ کر بیچو پندرہ دن تک تمہیں یہاں نہ دیکھوں پھر جب وہ کما کر لایا تو فرمایا بھیک مانگنے والے کے چہرہ پر قیامت میں داغ ہوگا(۱۸۶)۔ اس طرح خوبصورتی کے ساتھ بھیک مانگنے والے کا احتساب کر کے صحیح راستہ پر

Marfat.com

چلنے میں مدد بھی دوسری طرف لوگوں کو کفالت پر اکسایا نہ کرنے پر احتساب فرمایا صحیح مسلم کی طویل روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ کہے گا میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی میں بھوکا تھا تو نے مجھ کو کھانا نہیں کھلایا میں پیاسا تھا تو نے پانی نہیں پلایا بندہ کہے گا میں یہ کیسے کرتا تو ان چیزوں سے بے نیاز ہے تو اللہ فرمائے گا فلاں بندہ کو اس کی ضرورت تھی اگر اس کے ساتھ کرتا تو گویا میرے ساتھ کرتا (۱۸۸) گویا معاشی عدم تعاون پر احتساب کرتے ہوئے ترغیب بھی دی اسی طرح ضرورت مندوں کو قرض نہ دینے والوں کا احتساب کرتے ہوئے انہیں قرض دینے کی ترغیب دی فرمایا جتنا مال قرض میں دیا جاتا ہے اس کے برابر صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے (۱۸۹)۔ پھر قرض وصول کرنے میں سختی کرنے والوں کا احتساب کیا اور انہیں تلقین کی مہلت ''من یسر علی معسر یسر اللہ علیہ (۱۹۰) جو لوگوں پر آسانی کرے گا اللہ اس پر آسانی کرے گا مقروض کا احتساب کرتے ہوئے فرمایا۔ یحل عرضہ و عقوبۃ (۱۹۱) اسے قید کرنا اور تنگ کرنا جائز نہیں ہے اس سے بھی بڑا احتساب یہ فرمایا کہ آپ کے سامنے جنازہ لایا جاتا تو پوچھتے کیا اس پر کسی کا قرض ہے اگر قرض ہوتا تو صحابہؓ سے فرماتے تم اس کا جنازہ پڑھ لو خود نہیں پڑھتے اس قسم کے واقعات دیگر کتب احادیث میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں اس احتساب کے ذریعہ جہاں مالدار کے مال کو تحفظ دیا ہے وہیں غریب کو سود کو حرام کر کے تحفظ دیا ہے اور سود لینے والوں کا سختی سے محاسبہ کرتے ہوئے اللہ و رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے برابر مجرم ٹھہرایا ہے بلکہ عملاً ماں سے زنا کرنے کے برابر مجرم ٹھہرایا ہے آپ ﷺ کاروباری دھوکہ پر سخت احتساب کرتے۔ گیلا اناج بیچنے والے کا احتساب کرتے ہوئے فرمایا ''لیس لیس منامن غش'' (۱۹۳) دھوکہ دہی کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے فرمایا وزن کرو تو جھکتا ہوا تولو (۱۹۴) جہاں خرید و وہاں سے دوسری جگہ لے جا کر بیچو (۱۹۵) قرآن کا حکم ہے کہ لین دین کرو تو لکھ لیا کرو (۱۹۶) جو لوگ مال ہونے کے باوجود قرض ادا نہیں کرتے ان کے بارے میں واضح طور پر آپ ﷺ نے فرمایا مطل الغنی ظلم مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور ظلم اسلام میں ممنوع ہے۔

اخروی احتساب کا تصور

احتساب کو موثر و دیرپا بنانے کے لئے اخروی احتساب کو لوگوں کے ذہنوں میں جاگزیں کیا ہے کہ اگر دنیا میں احتساب سے بچ گئے تو یاد رکھو کہ کراماً کاتبین کے پاس سب کچھ محفوظ ہے قیامت کے دن

ایک ایک بات کا حساب دینا ہوگا اور فرمایا ''جس کا قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ ہلاک ہو جائے گا'' (۱۹۸)۔ دوسری جگہ عذاب (۱۹۹) پھر عذاب بھی ملے گا لہذا آخرت کے احتساب سے بچنے کے لئے حاسبوا قبل ان تحاسبوا (۱۹۹) یوم الحساب سے پہلے از خود اپنا محاسبہ کر کے بچ جاؤ۔

مطالعہ کا تقابلی خلاصہ

اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی نشوونما کے لئے جو احتساب کا تصور دیا ہے وہ پیدائش سے موت کے بعد تک حاوی ہے لہذا دنیا کو کوئی احتسابی قانون اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے دیگر نظاموں کے مقابلہ میں یہاں احتساب کرنیوالوں کے لئے ڈبل سزائیں رکھی گئیں ہیں (۲۰۰)۔

اور احتسابی نقطہ نظر سے تمام انسانوں کو برابر قرار دیا ہے جبکہ دنیا ک تمام قدیم احتسابی قوانین میں طاقت ور اور کمزور کی تقسیم موجود تھی (جیسا کہ آپ آغاز میں مطالعہ کر چکے ہیں) یہی وہ خوبی ہے جسکا اعتراف کرتے ہوئے ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ اسلامی شریعت ایسے دانشمندانہ اصول پر اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں ملتی (۲۰۱) پروفیسر سانتی لانا کہتا ہے عربی قانون کے اہم اجزاء نے مغربی (قانونی) تصورات کے ارتقاء میں حصہ لیا ہے جس میں اس کی فضیلت ظاہر ہے (۲۰۲) جان سموئیل یہ اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے کہ اسلام قانون فطرت ہے (۲۰۳)۔ موسیو لیون کہتا ہے کہ اسلام جامع کمالات دستور ہے جس کو انسانی فطری، طبعی، اقتصادی اور اخلاقی قانون کہنا بجا ہے (۲۰۴)۔

دعاء

آپ ﷺ ہر کام دعاء سے کرتے تھے اور بحیثیت محتسب دعا فرمایا کرتے تھے اللھم حاسبنی حسابا یسیرا (۲۰۵) اے اللہ میرا حساب کتاب آسان کردے عبدالرحمٰن الدمشقی نے لکھا ہے محتسبین کو چاہئے کہ وہ فرائض ادا کرتے ہوئے وہ دعائیں کریں جو آپ ﷺ کیا کرتے تھے (۲۰۶) تاکہ فرائض کی بجا آوری میں جو کوتاہی یا مشکل ہو اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دے۔ دعا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم.

Marfat.com

حواشی وحوالہ جات

۱- اس قول کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ حدیث ہے یا حضرت علیؓ کا اثر ہے۔

۲- ترمذی، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی (مترجم حامد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، کراچی مقابل مولوی مسافر خانہ، ۱۹۶۷ء) کتاب القیامۃ/ ۲۵۔

۳- ابن حنبل، امام احمد، مسند احمد (ویلیہ المسدد لابن حجر، تحقیق عبد اللہ محمد الدرویش، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۱ء) ج/۲، حدیث نمبر ۳۰۵، ۳۲۷۔

۴- ترمذی، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی- کتاب القیامۃ/ ۱۔

۵- بخاری، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (مترجم محمد عادل خان محمد فاضل قریشی، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار ۱۹۷۹ء) کتاب الشہادات/ ۵۔

۶- مسلم، ابن الحجاج، صحیح المسلم (دہلی، مطبع علمی ۱۳۴۸ھ) کتاب الزہد/ ۶۵، اور صحیح البخاری، کتاب الادب/ ۹۵،۵۴-سنن دارمی، کتاب الحدود/۲۳- مسند احمد بن حنبل، ج/۵، حدیث ۴۱، ۴۵، ۴۶۔

۷- ترمذی، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی- کتاب الدعوات/۸۲۔

۸- قرآن میں متعدد جگہ ذکر ہے۔ دیکھئے سورہ ابراہیم/ ۴۱، سورہ ص/ ۱۶، ۲۶، ۲۹، ۳۹، ۵۳۔

۹- ترمذی، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی- کتاب القیامۃ۔

۱۰- بخاری، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج/۳، ص/ ۵۶۷۔

۱۱- بخاری، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار/ ۴۵۔

۱۲- ابن حنبل، امام احمد، مسند احمد، ج/۳، حدیث نمبر ۳۰۔

۱۳- مسلم، ابن الحجاج، صحیح المسلم، باب حجۃ النبی، ج/۱، ص/ ۳۹۷۔

۱۴- ابن حنبل، امام احمد، مسند احمد، ج/۶، ص/ ۴۸۔

۱۵- (ماہنامہ) نقوش، رسول نمبر (شمارہ/ ۱۳۰ لاہور، ادارہ فروغ اردو، جنوری ۱۹۸۴ء) ج/۷، ص/ ۸۶۔

۱۶- مسلم، ابن الحجاج صحیح المسلم، کتاب الجنۃ/ ۷۹، اور صحیح البخاری، کتاب العلم/ ۳۵، سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز/ ۱۔

Marfat.com

- مسلم، ابن الحجاج، صحیح المسلم، کتاب الآداب، باب تفسیر البر والاثم/ ۲۷۷،۸۰۴۔
- فیروز الدین مولوی- فیروز اللغات اردو (لاہور، فیروز سنز۱۹۶۴ء)، ص ۱۰۳
- Qalaji, Dr. M. Rawwas- Mujam Lughtal-Fuqaha (Karachi, Idaratul Quran, 1404), p.179.

۱- ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصاری- لسان العرب، (مصر، الدار المصریۃ، تألیف والترجمۃ) ج/۱، ص/۳۰۵ اور ابی نصر اسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی تاج اللغۃ المسمی الصحاح (حواشی عبد اللہ المقدسی- بیروت- دار احیاء التراث العربی ۱۹۹۹ء، ج ۱، ص ۹۸- اور محمد مرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس (المطبعۃ الخیریۃ ۱۳۰۶ھ) ج/ ۱، ص ۳۱۲، اور حدیث کے لئے ملاحظہ کریں محی الدین أبی زکریا یحیٰی بن شرف النووی کی ریاض الصالحین، المطبعۃ المصریۃ ص/۳۱۴۔

۲- الجوہری، أبی نصر اسماعیل بن حماد الفارابی، تاج اللغۃ المسمی الصحاح، ج/۱، ص/ ۹۸-۹۹۔

۲۲- الفیروزآبادی، مجد الدین بن یعقوب، یعقوب القاموس المحیط، ج/۱، ص ۵۵ اور تاج العروس، ج/۱، ص ۳۱۳۔

۲۳- حسن المصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم (تہران وزارۃ الثقافۃ والارشاد الاسلامی ۱۴۱۶ھ) ج/۲، ص/۲۱۰۔

۲۴- دیکھئے الکہف/ ۱۰۲، العنکبوت/ ۲، ۴، الجاثیۃ/ ۲۱، محمد/ ۲۹، الکہف/ ۹، البقرۃ/ ۲۱۴، آل عمران/ ۱۴۲ وغیرہ۔

۲۵- دیکھئے آل عمران/ ۲۷، ۳۷، الرعد/ ۱۸، ۲۱۔

۲۶- دیکھئے الانفال/ ۶۲، ۶۴، آل عمران/ ۱۷۳، المائدہ/ ۱۰۴، التوبہ/ ۵۹، الطلاق/ ۳۔

۲۷- دیکھئے البقرۃ/ ۲۰۶، الرعد/ ۱۸، ۲۱۔

۲۸- دیکھئے الانعام/ ۵۲۔

۲۹- دیکھئے النور/ ۳۹، الانعام/ ۵۲

۳۰- دیکھئے سورۃ الرحمٰن/ ۵، الانعام/ ۹۶، الکہف/ ۴۰۔

۳۱- نعمانی، مولانا محمد عبد الرشید، لغات القرآن (دہلی، جید برقی پریس ۱۹۴۵ء)، ج/ ۲، ص/ ۲۷۹۔

۳۲- عبدالعزیز، بن محمد بن مرشد، نظام الحسبۃ فی الاسلام دراسۃ مقارنۃ (رسالۃ ماجستیر، سعودی عرب، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، ۱۳۹۳ھ) ص/۱۲ تا ۱۶۔

۳۳- ساجد الرحمٰن، صدیقی کاندھلوی، اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام (لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ ۱۹۸۸ء) ص/۱۰۸ تا ۱۱۰۔

۳۴- غازی، پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد- ادب القاضی (اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳ء ص/۷۵۷-۷۶۰۔

۳۵- ابن خلدون، عبد الرحمٰن- مقدمہ ابن خلدون (بیروت، دار المصحف ۱۹۷۸ء) ج/۱، ص ۲۲۵۔

۳۶- موصوف شام کی کلیۃ الشریعۃ کے سابق سربراہ اور وزیر تعلیم رہے بعد میں جامعۃ ام القری مکۃ المکرمۃ کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۴۰۲ھ میں انتقال ہوا۔ دیکھئے محمود احمد غازی کی ادب القاضی، ص/۷۵۹۔

۳۷- المبارک، محمد- الدولۃ ونظام الحسبۃ عند ابن تیمیۃ (بیروت- دار الفکر ۱۳۸۷ھ) ص/۷۳۔

۳۸- ماوردی، علی بن حبیب الشافعی- الاحکام السلطانیۃ (مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۳ء) ص/۲۴۰۔

۳۹- ابی یعلیٰ، محمد بن الحسین الفراء الحنبلی - الاحکام السلطانیۃ (مصر، المطبعۃ الحلبی، ۱۳۵۷ھ) ص/۲۸۴

۴۰- الغزالی، ابی حامد محمد بن محمد- احیاء علوم الدین (مطبوعہ بیروت) ج/۲، ص/۳۱۲۔

۴۱- بن رزبہانی، فضل اللہ اصلاحی، سلوک الملوک، ترجمہ ایم اسلم (اسلام آباد- یونیورسٹی آف اسلام آباد پریس، ۱۹۷۴ء) ص/۱۸۱۔

۴۲- The Encyclopedia of Islam, Ed. by: B. Lewisard V.L. Menage (London- Leiden E J. Brall, 1971) Vol. iii, P. 485

۴۳- The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World, Ed: Johnl. Esposito (Newyork, Oxford University Press, 1995) Vol. 4, p. 170

۴۴- زیدان، د/ عبد الکریم "نظام القضاء فی الشریعۃ الاسلامیۃ" (بغداد، مطبعۃ المعانی ۱۹۸۴) ص/ ۱۹۹۔

۴۵- ایضاً۔

۴۶- اردو دائرہ معارف اسلامیہ (لاہور، دانشگاہ پنجاب ۱۹۷۳ء) ج/ ۸،ص/۱۹۰۔

۴۷- Mazhar Siddiqui, Organisation of Covt Under the Prophit (Delhi, Adara Adabiyat, 1987)

۴۸- Noah, Webster, New Twentheth Century Dictionary of the English (U.S.A, Simon and Schuster) Vol. 2, P.1247.

۴۹- Encyclopedia Everymans (London, J. M. Dent and Sons Ltd, 1978) Vol. 9, p. 152

۵۰- زیدان، دکتور عبد الکریم- نظام القضاء فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص/ ۳۱۷، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ۱۹۹۹ء) ص/۷۲-۷۳۔

۵۳- سورۃ البقرۃ / ۱۵۸

۵۴- سورۃ البقرۃ/ ۱۸۴

۵۵- زیدان، دکتور عبد الکریم- نظام القضاء فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص/ ۳۱۹-۳۲۱۔

۵۶- ماوردی، علی بن حبیب الشافعی- الاحکام السلطانیۃ، ص/ ۲۶۸۔

۵۷- أبی یعلی، محمد بن الحسین الفراء الحنبلی - الاحکام السلطانیۃ، ص/ ۲۳۱۔

۵۸- زیدان، ڈاکٹر عبد الکریم- نظام القضاء فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص/ ۳۲۱-۳۲۳۔

۵۹- عبد العزیز، بن محمد بن مرشد، نظام الحسبۃ فی الاسلام، ص/ ۵۳-۵۴۔

۶۰- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج/ ۸، ص ۱۹۱ تا ۱۹۳۔

۶۱- Vol. 4, p.170

۶۲- Vol. 3, p.490

مزید دیکھیں: ساجد الرحمٰن کی ''اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام'' ص/ ۱۴۱

۶۳- غازی، پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد، ادب القاضی، ص/ ۲۶۵ تا ۲۶۸۔

۶۴- ماوردی، علی بن حبیب الشافعی اور قاضی ابی یعلی کی الاحکام السلطانیۃ، ص/ ۲۳۳، اور ص ۲۷۰۔

Marfat.com

۶۵- (سہ ماہی) منہاج اسلامی نظام عدل نمبر، حصہ دوم (جنوری ۱۹۸۴ء، لاہور مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری) ج/۲،ص ۶۱۔

۶۶- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج/ ۲،ص/۱۹۱ تا ۱۹۳- اور عبدالعزیز کی نظام الحسبۃ،ص/۵۶ تا ۸ احکام السلطانیۃ ماوردی،ص/ ۲۴۲-۲۴۳، اور ابی یعلیٰ ص/ ۲۷۰ ، اور فضل اللہ رزبہانی کی سلوک الملوک،ص/۲۱۲، ساجد الرحمٰن کی اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام،ص/ ۱۴۲۔ اس موضوع بہت عمدہ تھیسس علامہ اقبال یونیورسٹی میں ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی نگرانی میں محفوظ احمد صاحب ۱۹۹۰ء میں برائے ایم اے بعنوان ''اسلام کا دیوان المظالم اور ادارہ احتساب پاکستان'' لکھا گیا اسکے علاوہ ڈاکٹر ایم ایس ناز کی 'اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار' ص/ ۱۲۷ تا ۱۳۸ ملاحظہ کر (مگر میرے پاس موجود نسخہ میں حوالہ جات غائب ہیں)۔

۶۷- مسلم، ابن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب المساقات/ ۳۰، اور جامع ترمذی، کتاب البیوع/۶۵۔

۶۸- ابن حنبل، امام احمد، مسند احمد، ج/۱،ص/۳۸۳، اور سنن ابن ماجۃ/کتاب الزہد/۳۴۔

۶۹- عہد فراعنہ میں تصور آخرت کے تحت ان کا نظریہ تھا کہ ہر وہ شخص جس کا جسم محفوظ رہے وہ دوبارہ زندہ ہوگا لہٰذا وہ لاش کو ممی کر کے چھوٹا سا کمرہ بنا کر اس میں انسانی ضروریات کی کچھ چیزیں رکھ کر اس میں رکھ دیا کرتے تھے۔ یقیناً کچھ لوگ ایسی لاوارث ہوجانے والی ممیوں کے ساتھ رکھی جانے والی اشیاء غائب کرلیتے ہونگے لہٰذا محتسب کو اس کی چیکنگ کی ذمہ داری بھی سونپی گئی ہوگی۔

۷۰- تاریخ الحضارات العالم، اشراف موریس کرزیۃ (بیروت، مطبوعہ عویدات ۱۹۹۸ء) ج/۱،ص ۸۰-۸۱

۷۱- چانکیہ، کوتلیہ، ارتھ شاستر، مترجم سلیم اختر (لاہور ۱۹۹۹ء) چانکیہ ۳۰۰ تا ۳۱۱ قبل مسیح میں ٹیکسلا پاکستان میں پیدا ہوا۔ اسی زمانہ میں اس نے نظام حکومت چلانے کے لئے جو قوانین وضع کئے انہیں ارتھ شاستر کا نام دیا گیا۔ ۱۹۰۴ء میں اس کا سنسکرت متن ملا۔ ۱۹۹۹ء میں اس کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع کیا گیا ہے۔

۷۲- چانکیہ، کوتلیہ، ارتھ شاستر،ص/۱۲۲۔

۷۳- ایضاً،ص ۱۲۹ تا ۱۳۱

Marfat.com

۷۴- ایضاً،ص/ ۸۷۔

۷۵- گستاؤلی بان، ڈاکٹر- تمدن ہند، مترجم سید علی بلگرامی (کراچی، بک لینڈ، ۱۹۶۲ء) ص/ ۱۲۰ بحوالہ منوشاستر ۸/۲۸۱، اور مولانا محمد ظفیر الدین کی 'اسلام کا نظام امن' (کراچی ایچ ایم سعید ۱۹۹۱ء)، ص/۲۶۔

۷۶- دیکھئے ایضاً ص/۲۱۰، ۲۲۰، ۲۲۷ وغیرہ۔

۷۷- دیکھئے ص/ ۸۷، ۱۲۲، ۱۲۹- ۱۳۱، اور دیگر مقامات پر یہ تفصیلات موجود ہیں۔

۷۸- منوشاستر، باب اول/۳۱، باب ۹/ ۲۴۱، باب ۹/ ۲۴۱، باب ۹/ ۳۷۹- ۱۲- ۱۳۲/۱۲ وغیرہ۔

۷۹- ثانی، صلاح الدین (ڈاکٹر) بابری مسجد کی شہادت ۱۸۵۵ء سے ۱۹۹۳ء تک (لاہور، جنگ پبلشرز ۱۹۹۳ء) دیکھئے ص/ ۴۵ تا ۵۰۔

۸۰- عبد المعید، ڈاکٹر- عہد نبوی کا اسلامی معاشرہ، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اپریل ۱۹۹۷ء۔

۸۱- Williams, Henry Smith, The Historians, History of the World (London, The Times 1907).

۸۲- فرید وحدی، المدینۃ والاسلام، ص ۵۱۔

۸۳- عبد المعید، ڈاکٹر- عہد نبوی کا اسلامی معاشرہ، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اپریل ۱۹۹۷ء۔

۸۴- دیکھئے پیر کرم شاہ الازہری کی ضیاء النبی (لاہور، ضیاء القرآن پبلشرز ۱۴۱۳ھ) ج/۱، ص ۱۱۴، ماخوذ ارسطو کی کتاب السیاسۃ سے جس کا عربی ترجمہ احمد لطفی نے کیا ہے اور مصر سے شائع ہوا ہے دیکھئے ص/۲۲۴۔

۸۵- Malik, Dil Muhammad, Ombudsman Development in Pakistan (Lahor, Pakistan Law Journal, Suprem Court, Punjab Bar Council 1982) Vol.10, p.96.

۸۶- ناز، ڈاکٹر ایم ایس- اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ص/ ۳۵۲۔

۸۷- زمانہ جاہلیت پر میرا مضمون دیکھئے ''زمانہ جاہلیت سے کیا مراد ہے؟'' ماہنامہ آگہی کراچی، جنوری، ۱۹۹۷ء۔

۸۸- جواد علی، ڈاکٹر- المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام (مطبوعہ بیروت ۱۹۷۰ء) ج/۴، ص ۵۴۲۔

۸۹- آلوسی، محمود شکری- بلوغ الارب فی احوال العرب (مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن- لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۹۶۷ء) ج/۳، ص ۴۸۶- ۴۸۷۔

Marfat.com

۹۰- علی متقی، الہندی- کنز العمال (حیدرآباد دکن، انڈیا، دائرہ معارف عثمانیہ ۱۹۵۴ء) ج/۵ ص/۵۹-۱۶۶۔

۹۱- بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب کراہیۃ الشفاعۃ ۱۶/۸۔

۹۲- ناز، ڈاکٹر ایم ایس- اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ص/۳۵۳۔

۹۳- محفوظ احمد، اسلام کا دیوان المظالم اور ادارہ احتساب پاکستان، ص/۲۵۷۔

۹۴- ناز، ڈاکٹر ایم ایس- اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ص/ ۳۶۰۔

۹۵- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج/۸، ص/۱۹۰۔

۹۶- عبدالعزیز، بن محمد بن مرشد، نظام الحسبۃ فی الاسلام، ص/۲۳۔

۹۷- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (قاہرہ، مطبع امیریۃ ۱۹۱۸ء) ج/۱، ص/ ۷۸۔

مزید دیکھیں: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دنیا کا پہلا تحریری دستور، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۳ء، ص/۲۱۔

۹۸- تفصیل کیلئے دیکھئے عبدالعزیز کی نظام الحسبۃ فی الاسلام، ص/ ۲۳-۲۵۔ اور البینۃ الاداریۃ للدولۃ العباسیۃ، ص ۱۶۱-۱۶۳۔

۹۹- ساجد الرحمٰن، صدیقی کاندھلوی- اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، ص/ ۱۵۹۔

۱۰۰- حاجی خلیفہ، کشف الظنون (طہران، المطبعۃ الاسلامیۃ، ۱۳۸۷ھ اور مطبوعہ استنبول کے مطابق) ج/۱ ص/۶۶۵۔

۱۰۱- الضبی، احمد بن یحیٰ بن احمد بن عمیرہ- بغیۃ الملتمس فی رجال اہل الاندلس (مطبع روخس مجریط ۱۸۸۴ء) پر سوانح کے لئے دیکھئے نمبر ۱۴۸۴۔

۱۰۲- خاملۃ، الدکتور عبدالکریم عبدہ، البینۃ الاداریۃ للدولۃ العباسیۃ فی القرن الثالث الہجری (عمان، جمعیۃ عمال المطابع التعاونیۃ ۱۹۸۵ء) ص/ ۱۶۴ پر تفصیل دیکھیں۔ کتاب کے تفصیلی تعارف کیلئے ملاحظہ کریں منہاج میں محمد اکرام چغتائی کا مقالہ ص/ ۱۹۹ (اکتوبر ۱۹۸۳ء)۔

۱۰۳- ایضا، اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج/۸، ص/۱۸۸، اور ایضا منہاج مذکورہ بالا، ص/۲۰۰۔ اور تذکرہ علماء ہند، ایوب قادری (مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۱ء) ص/ ۲۵۵ پر مصنف اور کتاب

تفصیلی تذکرہ ہے اور شیخ اکرام کی آب کوثر (فیروز سنز ۱۹۵۸ء) ص/۱۹۴-۱۹۵، اور عبد الحی لکھنوی کی نزہۃ الخواطر (دائرہ معارف عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۰ھ) ج/۱، ص۶۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج/۸، ص/۱۸۸۔ کشف الظنون، ج/۱، ص/۱۶۔ قاضی ضیاء الدین خود بھی محتسب تھے۔

۱۰۵- اس کا ایک مخطوطہ جامعۃ البغداد میں ۱۸۹ نمبر پر موجود ہے۔ دوسرا نسخہ مکتبہ الاوقاف المرکزیۃ بغداد میں ۵۷۸۹ نمبر پر موجود ہے۔ البینۃ الاداریۃ، ص/۱۸۱۔ ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔ دیکھئے منہاج اکتوبر ۱۹۸۳ء (اکرام)، ص/ ۲۰۶۔

۱۰۶- حاملۃ، الدکتور عبدالکریم عبدہ، البینۃ الاداریۃ للدولۃ العباسیۃ، ص/ ۱۶۵، اور منہاج اکتوبر ۱۹۸۳ء (اکرام) ص/ ۲۰۶۔

۱۰۷- ایضا

۱۰۸- ایضا اور مزید تعارف منہاج، اکتوبر ۱۹۸۳ء (اکرام) ص/۲۰۴۔

۱۰۹- ایضا اور مزید تعارف ملاحظہ کریں منہاج، اکتوبر ۱۹۸۳ء (اکرام) ص/۲۰۴۔

۱۱۰- ایضا اور منہاج، اکتوبر ۱۹۸۳ء (اکرام) ص/ ۲۰۵۔

۱۱۱- چغتائی، محمد اکرام، سہ ماہی منہاج لاہور (اسلامی نظام عدل نمبر مرکز تحقیق دیال سنگھ لاہور، اکتوبر ۱۹۸۳ء)، ص/۲۰۴۔

۱۱۲- ایضا، ص/ ۲۰۵۔

۱۱۳- الماوردی، ابی الحسن علی بن حبیب الشافعی، ادب القاضی، تحقیق محی ہلال السرحان (بغداد، عراق، مطبعۃ الارشاد ۱۹۷۱ء) ج/۱، ص/ ۶۱ پر کتاب کے کوائف ملاحظہ کریں۔

۱۱۴- ناز، ڈاکٹر ایم ایس- اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، پر ص/ ۳۲ تا ۳۶ تک کتب کا مطالعہ وتعارف ملاحظہ کریں اور اردو دائرہ معارف ج/۸ص/ ۱۸۸۔

۱۱۵- عبدالجبار، عبدالرحمٰن- کشاف الدوریات العربیۃ ۱۹۷۶ء تا ۱۹۸۴ء (بغداد، عراق، مرکز التوثیق الاعلامی لدول الخلیج العربی ۱۹۸۹ء) ج/۱، ص/۲۰۹۔

۱۱۶- دیکھئے ماہنامہ آگہی کراچی، ج/۸، اپریل ۱۹۹۷ء، ص/۷۰۔

Marfat.com

۱۱۷- غازی، پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد، ادب القاضی، ص/۶۴-۷۔

۱۱۸- الخطیب البغدادی، ابو بکر احمد بن علی ثابت بن احمد- تاریخ بغداد، تصحیح محمد حامد (قاہرہ- مطبعہ السعادۃ ۱۹۳۱ء) ج/۱، ص/۷۹، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ عاصم بغداد کے قاضی تھے یا مدائن تھے۔ مزید دیکھیں البینۃ الاداریہ ص/۱۶۳- تاریخ طبری، ج/۷، ص/۶۵۳۔

۱۱۹- خاملۃ، الدکتور عبد الکریم عبدہ، البینۃ الاداریہ، ص/ ۱۷۸۔

۱۲۰- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج/۸، ص/۱۹۴۔

۱۲۱- Bin Ruzbihani, Fadl-ullah, Suluk-ul-Muluk, p.186-197

۱۲۲- التحریم/ ۶

۱۲۳- سورۃ بنی اسرائیل/ ۱۳-۱۴۔

۱۲۴- الاسراء/ ۱۴۔

۱۲۵- آل عمران/ ۱۰۴۔

۱۲۶- الحج/ ۴۱۔

۱۲۷- سورہ ک/ ۲۷۔

۱۲۸- آل عمران/ ۱۱۳-۱۱۴۔

۱۲۹- المائدہ/ ۷۸-۷۹۔

۱۳۰- التوبہ/ ۶۳۔

۱۳۱- عبد الرحمٰن، بن ابی بکر الدمشقی- الکنز الاکبر فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ج/۱، ص ۳۵ تا ۴۲۔

۱۳۲- النووی، محی الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف، صحیح مسلم بشرح النووی (مصر، المطبعۃ المصریہ) ج/۲، ص/۲۲۔

۱۳۳- صحیح البخاری، ج/۳، ص/ ۷۵۶۔

۱۳۴- جامع الترمذی، کتاب القیامۃ/ ۲۵۔

۱۳۵- صحیح البخاری، کتاب الاحکام/ ۴۱۔

۱۳۶- ایضا، کتاب الزکوۃ/ ۶۷۔

Marfat.com

۱۳۷- یہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکۃ المکرمۃ سے دو جلدوں میں ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی ہے انتہائی عمدہ ومفصل کتاب ہے۔

۱۳۸- یہ ایک جلد میں مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی ہے۔

۱۳۹- یہ ادارۃ الوثائق بمعہد الادارۃ العامۃ ریاض سے شائع ہوئی ہے۔

۱۴۰- مبارکپوری، صفی الرحمٰن- الرحیق المختوم (المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۱۹۹۱ء) حصہ اول، ص/۱۰۲-۱۰۳ پر تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۴۲- ایضاً، حصہ دوم، ص/۱۷۵-۱۷۶ تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۴۳- ایضاً، ص/ ۱۷۷ تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۴۴- ایضاً، ص/ ۲۲۷-۲۲۸ تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۴۵- ایضاً، ص/ ۲۳۱ پر تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۴۶- الحلبی، علامہ علی بن برہان- سیرت حلبیہ (مترجم مولانا محمد اسلم قاسمی، کراچی دار الاشاعت ۱۹۹۹ء) ج/۳، ۴۱۹۔

۱۴۷- الحجرات/۲۔

۱۴۸- تفصیل کیلئے دیکھئے: صفی الرحمٰن کی الرحیق المختوم، ص/ ۶۶۹ تا ۶۷۲۔

۱۴۹- سورۃ العنکبوت۔

۱۵۰- بقرۃ/ ۱۵۵۔

۱۵۱- بقرۃ/۱۰۴۔

۱۵۲- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مترجم عبدالجلیل (کراچی، شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۶۶ء) ج/۱، ص/ ۶۷۹-۶۸۰، اور التاریخ الاسلامی محمود شاکر، ج/۱، ص/۲۰۲۔

۱۵۳- سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر لاہور، ج/۱، شمارہ/۵، نومبر ۱۹۷۳ء، ص/۴۲۲۔

۱۵۴- صفی الرحمٰن، مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص/ ۶۷۷۔

۱۵۵- ابن ہشام السیرۃ النبویۃ، ج/۱، ص/ ۴۱۸۔

۱۵۶- صحیح البخاری، کتاب الطلاق، ج/۴/۸۷۲۔

Marfat.com

۱۵۷- اخلاق حسین، قاضی- اخلاق، رسول، حصہ دوم، ص/ ۱۷۹۔

۱۵۸- ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج/ ۱، ص/ ۱۶۔ اور الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج/ ۱، ص/ ۷۲۹۔

۱۶۱- عبدالرحمٰن- الکنز الاکبر فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ج/ ۲، ص/ ۶۱۵۔

۱۶۲- صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء، ج/ ۳، ص/ ۱۶۱۔

۱۶۳- جانگڑا، عبدالرزاق- شان سید المرسلین وخاتم النبیین (کراچی ۱۹۹۷ء) ص/ ۱۶۱۔

۱۶۴- ایضاً، ص/ ۱۶۱۔

۱۶۵- مشکوٰۃ المصابیح، ص/ ۳۲۔

۱۶۶- نعمانی، مولانا محمد منظور، معارف الحدیث، ج/ ۳، ص/ ۱۸۹۔

۱۶۷- تفصیل کیلئے دیکھئے: شان سید المرسلین، ص/ ۱۵۸۔

۱۶۸- نقوش، سیرت نمبر، ج/ ۷، ص/ ۱۰۲۔

۱۶۹- نوشہری، امام ابو یحییٰ- مکالمات نبوی (لاہور مکتبہ نذیریہ ۱۹۷۸ء) ص/ ۱۷۸۔

۱۷۰- حلبی، علامہ علی بن برہان الدین- سیرت حلبیہ، ج/ ۳، ص/ ۱۰۸ تا ۱۱۲۔

۱۷۱- نقوش، سیرت نمبر، ج/ ۷، ص/ ۱۱۱۔

۱۷۲- سنن نسائی، ج/ ۳، ص/ ۳۳۲۔

۱۷۳- صحیح مسلم، کتاب السلام، ج/ ۳، ص/ ۳۲۱۔

۱۷۴- ایضاً، کتاب السلام، ج/ ۳، ص/ ۳۳۴۔

۱۷۵- ایضاً، کتاب البر والصلۃ، ج/ ۳، ص/ ۶۵۱۔

۱۷۶- ایضاً، کتاب اشراط الساعۃ، ج/ ۳، ص/ ۸۷۵۔

۱۷۷- ایضاً، کتاب اشراط الساعۃ، ج/ ۳، ص/ ۸۹۱۔

۱۷۸- ایضاً، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، ج/ ۳، ص/ ۹۳۰۔

۱۷۹- اخلاق حسین، قاسمی، اخلاق رسول، حصہ اول، ص/ ۶۱ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)۔

۱۸۰- ایضاً، حصہ دوم، ص/ ۱۶۸۔

Marfat.com

۱۸۱- عبدالرحمٰن، بن ابی بکر، الکنز الاکبر فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ج/۲، ص/۲۰۶۔

۱۸۲- ایضاً، ج/۲، ص/۲۰۸۔

۱۸۳- نقوش، سیرت نمبر، ج/۷، ص/۱۳۲۔

۱۸۴- ایضاً، ص/۵۵۵ بحوالہ مشکوٰۃ، ج/۲، ص/۱۰۱۔

۱۸۵- سنن ابن ماجہ، باب من بنی فی حقہ مایضرہ، ج/۲، ص/۲۷۰۔

۱۸۶- ایضاً۔

۱۸۷- جانگڑا، عبدالرزاق- شانِ سید المرسلین وخاتم النبیین (کراچی ۱۹۹۷ء) ص/۲۰۶۔

۱۸۸- صحیح مسلم، کتاب الادب، ج/۳، ص/۶۴۳۔

۱۸۹- سنن ابن ماجہ، باب القرض، ج/۲، ص/۳۱۷۔

۱۹۰- ایضاً، کتاب الصدقات، باب انظار المعسر، ج/۲، ص/۳۱۱۔

۱۹۱- ایضاً، کتاب الصدقات، باب الحسن فی الدین، ج/۲، ص/۳۱۵۔

۱۹۲- تفصیل کیلئے دیکھئے: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج/۳، ص/۳۹، باب صلوٰۃ النبی علی من قرض- السنن الکبریٰ للبیہقی، ج/۵-۶، مصنف ابن ابی شیبہ، ج/۷، ص/۷۹۔

۱۹۳- سنن ابن ماجہ، کتاب التجارۃ۔

۱۹۴- ایضاً۔

۱۹۵- ایضاً، کتاب التجارۃ، باب بیع المجازفۃ، ج/۲، ص/۲۱۷۔

۱۹۶- سورۃ البقرۃ/۲۸۲۔

۱۹۷- صحیح البخاری، کتاب العلم/ ۳۵۔

۱۹۸- صحیح مسلم، کتاب الجنۃ/ ۷۹، اور صحیح البخاری، کتاب العلم/ ۳۵، اور سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز/۱ ملاحظہ کریں۔

۱۹۹- جامع الترمذی، کتاب القیامۃ/ ۲۵، اور مسند احمد، ج/۲، حدیث ۳۰۵-۳۲۷۔

۲۰۰- مسند احمد، ج/۳، حدیث/۳۰، اور صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار/۴۵۔

Marfat.com

۲۰۱- ثانی، حافظ محمد- تجلیات سیرت (کراچی، فضلی سنز اردو بازار ۱۹۹۶ء) ص/۹۹۔

۲۰۲- ایضاً، ص/۱۱۵۔

۲۰۳- ایضاً، ص/۱۱۶۔

۲۰۴- ایضاً۔

۲۰۵- مسند احمد، ج/۶، حدیث/۴۸۔

۲۰۶- عبدالرحمٰن، ابی بکر داؤد الصالحی - الکنز الاکبر فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ج/۲، ص/۴۹۱۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

محمد نسیم خان۔ مانسہرہ

فاحکم بین الناس بالحق و لا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ(۱)

احتساب کا مفہوم اور اس کی اہمیت

احتساب کا لفظ عربی لغت میں حسابات کی جانچ پرکھ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی زبان میں اس کا متبادل Accountability کا لفظ ہے جو جوابدہی (Responsibility)، وضاحت (Explanation)، حساب دینا، قدر معلوم کرنا یا فیصلہ کرنا (evaluation)، چھان بین (scruitinty)، تعزیزی کارروائی (punitive exercise)، کنٹرول (control) وغیرہ مفاہیم میں استعمال ہوتا ہے(۲)۔ جب یہ لفظ اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو مختلف تناظر میں مختلف چیزوں کی طرف اشارہ کرتا ہے اگرچہ بنیادی مفہوم کسی نہ کسی شکل میں موجود ہوتا ہے۔

اگر ہم پبلک ایڈمنسٹریشن کے حوالے سے احتساب کی بات کریں تو ''انتظامی احتساب'' Administrative Accountability سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جن کے ذریعے سرکاری عمال کے افعال و اعمال کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ایل۔ ڈی۔ وائٹ اس کی تعریف یوں کرتا ہے:

> Administrative Accountability is the sum total of the constitutional, statutory, administrative and judicial rules and precedents and the established practices by means of which public officials may be held responsible for their

Marfat.com

official action.(۳)

جب ہم سوشیالوجی کے تناظر میں اس لفظ پر غور کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جنکے ذریعے سوسائٹی افراد معاشرہ کے ان تمام انحرافی رویوں (Deviant behaviour) کو کنٹرول کرتی ہے جو معاشرہ کی قدروں (values)، نارمز (Norms)، مورز (mores)، (folkways) اور قوانین (Laws) وغیرہ سے متصادم ہوں (۴)۔ ای۔اے۔راس (E.A. Ross) سماجی کنٹرول کی تعریف یوں کرتا ہے:

(It is) the system of devices whereby society brings its members into conformity with the accepted standards of behaviour.

لینڈس (Landis) سوشل کنٹرول کی تعریف یوں کرتا ہے:

A process by which individual is made group responsive and by which social organization is built and maintainted.(۵)

اسلامی تناظر میں اگر احتساب کے مفہوم پر غور کریں تو اس سے مراد نگرانی اور جوابدہی کا ایک ایسا ہمہ گیر نظام ہے جس میں فرد، معاشرہ اور ریاست باہم ایک دوسرے کے اعمال و افعال پر نظر رکھتے ہیں اور اصلاح ترمیم اور سدباب کے لئے ضروری اقدامات اٹھاتے ہیں۔ امام ابوالحسن الماوردی نے احتساب کی بڑی جامع تعریف کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''احتساب ''امر بالمعروف'' کو (جبکہ معروف متروک ہو جائے) اور نہی عن المنکر کو (جبکہ منکر ہونے لگے) کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر''(۶)

''معروف'' اور'' منکر'' قرآن حکیم کی دو مشہور اصطلاحیں ہیں جو مفہوم و معانی کے اعتبار سے ہماری پوری زندگی پر محیط ہیں۔ امام راغب اصفہانی کے مطابق 'المعروف' ہر اس قول وفعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہو اور 'منکر' ہر اس بات کو کہا جائے گا جو عقل و شریعت کی رو سے بُری سمجھی

Marfat.com

پائے (۷)۔

اسی حوالہ سے مولانا شہاب الدین ندوی لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ پورے دین اسلام کی روح 'معروف' اور 'منکر' میں سمیٹ دی گئی ہے...... ہماری پوری زندگی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی معروف کے مطابق ڈھلتے رہنا چاہئے اور اس میں خیر کا پہلو نمایاں ہونا چاہئے۔ اس میں دین شریعت، تہذیب و ثقافت اور تمدن و اجتماع سب کچھ آ جاتے ہیں اور جو تمدن معروف کے دائرہ سے ہٹ کر منکر کے حدود میں داخل ہو جائے وہ مضر اور نقصان دہ ہو گا اور اس کا روکا جانا ضروری ہو گا...... موجودہ دور میں معروف اور منکر کی صحیح ادائیگی ہی کے باعث اسلامی اور انسانی معاشروں کی اصلاح عمل میں آ سکتی ہے۔(۸)

ایک ہمہ گیر نظام احتساب، جس کا اسلام علمبردار اور خواہاں ہے، میں عوام اور عوام کے مختلف طبقات میں پائی جانے والی خرابیوں کی اصلاح حکومت کرے گی اور حکومت اور عمال حکومت اور امراء حکومت میں پائی جانے والی خرابیوں کی اصلاح عوام کریں گے۔ قرآن و حدیث کے احکامات سے عیاں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عوام اور حکومت دونوں پر عائد ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ریاست کا مقصد وجود یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اسلام کے معیار اخلاق کے مطابق بھلائیوں کو فروغ دے اور برائیوں کو مٹائے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر۔(۹)

حضور ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں فرد اور ریاست کے والی کی ذمہ داری اور جواب دہی کے متعلق فرمایا:

الا کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راعٍ و ھو مسئول عن رعیتہ و الرجل راعٍ علی اھل بیتہ و ھو مسئول عن رعیتہ...... و عبد الرجل راعٍ علی مال سیدہ و ھو مسئول عنہ......... (۱۰)۔

ریاست اور والیان کو صحیح راستہ پر قائم رکھنے کے لئے مسلم معاشرے کے ہر فرد کا نہ صرف

Marfat.com

یہ حق ہے بلکہ یہ اس کا فرض بھی ہے کہ کلمۂ حق کہے، نیکی اور بھلائی کی حمایت کرے، اور معاشرے یا مملکت میں جہاں بھی غلط اور ناروا کام ہوتے نظر آئیں ان کو روکنے میں اپنی امکانی حد تک پوری کوشش کرے۔ قرآن حکیم کا فرمان ہے: ''نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو'' (۱۱)۔ ایک اور جگہ فرمایا: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو'' (۱۲) قرآن حکیم ایک اور مقام پر اہل ایمان کی امتیازی صفت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ''نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں'' (۱۳)۔ ایک اور موقع پر فرمایا ''حکام میں سے جو کوئی تمہیں کسی معصیت کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو (۱۴)۔ ایک اور موقع پر حضورﷺ نے فرمایا ''سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی (یا حق کی) بات کہنا ہے'' (۱۵) پھر فرمایا ''پھر ان کے بعد نالائق لوگ ان کی جگہ آئیں گے۔ کہیں گے وہ باتیں جو کریں گے نہیں اور کریں گے وہ کام جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا۔ پس جو ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس سے کم تر ایمان کا ذرہ برابر بھی کوئی درجہ نہیں ہے'' (۱۶)۔ نبی اکرمﷺ کا ایک اور ارشاد یہ ہے '' عنقریب تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جن کے ہاتھ میں تمہاری روزی ہوگی۔ وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو برے کام کریں گے۔ وہ تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کی برائیوں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو۔ پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارہ کریں۔ پھر اگر وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے'' (۱۷)۔

امراء و عاملین حکومت کی اصلاح کے بغیر امت کی اصلاح نہیں ہو سکتی ہے اس لئے ان کی اصلاح پر احتسابی عمل کا زور ہونا چاہئے۔ حضورﷺ نے اس حوالہ سے ارشاد فرمایا ''میری امت کے دو قسم کے لوگوں کی حالت جب تک درست نہ ہوگی تو امت کی حالت بھی درست ہوگی اور جب ان کی حالت خراب ہو جائے گی تو امت میں بھی بگاڑ اور خرابی پیدا ہو جائے گی۔ ان سے مراد حکمران اور علماء ہیں'' (۱۸)۔ اسی حوالہ سے ایک تابعی ابو مسلم خولانی نے بڑی خوبصورت مثال دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ''حکمران کی مثال ایک بڑے صاف اور میٹھے چشمے کی ہے۔ اس چشمے کا پانی ایک بڑی نہر میں بہہ رہا ہے لوگ اگر اس نہر کے پانی میں غوطے لگا کر اسے خراب کر دیں تو چشمے سے تازہ اور صاف پانی دوبارہ آ جائے گا لیکن اگر خود چشمے کا پانی خراب اور گدلا

Marfat.com

و تو نہر کا پانی خود بخود گدلا اور خراب ہو جائے گا۔ لوگوں کی اصلاح حکمران کے بغیر نہیں ہو سکتی اور حکمران کی اصلاح لوگوں کے بغیر نہیں ہو سکتی'' (۱۹)۔

جب ساری قوم احتساب سے روگردانی کرنے لگتی ہے تو ایسا فتنہ برپا ہوتا ہے جس کی آگ سب خشک و تر کو اپنی لپیٹ میں لے کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے اور خرابیوں کے عواقب و نتائج صرف ان کے ذمہ داروں تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ عذاب عام کی لپیٹ میں ہر ایک آ جاتا ہے خواہ وہ بذات خود کتنا ہی متقی اور صالح ہو۔ قرآن حکیم ہمیں متنبہ کرتے ہوئے کہتا ہے

''اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت صرف انہی لوگوں کو محدود نہ رہے گی جنہوں نے ظلم کیا ہو'' (۲۰)۔

مفسرین کرام کی اکثریت کی رائے ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس فتنہ کا ذکر ہو رہا ہے وہ علاوہ اور امور کے سب سے زیادہ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف ترک کرنے سے برپا ہوگا۔ ایک حدیث نبوی ﷺ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا

''انَ اللہ یعذب العامة بعمل الخاصة حتیٰ یروا المنکرین ظھور انیھم و ھم قادرون علیٰ ان ینکروہ فلا ینکروہ فاذا فعلوا ذالک عذب اللہ الخاصة و العامة'' (۲۱)۔

ہماری سطور بالا کی بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری سوسائٹی اور نظام حکومت کی اصلاح کے لئے ہمیں اسلام کے ہمہ گیر نظام احتساب کو ہر سطح پر لاگو کرنا پڑے گا۔ اس سلسلہ میں فرد، معاشرہ اور ریاست تینوں کو اپنی اپنی جگہ متحرک اور فعال کردار ادا کرنا ہوگا۔ تب ہی ہم مثبت نتائج کی توقع کر سکتے ہیں اور موجودہ ناگفتہ بہ صورت حال سے نکل سکتے ہیں۔

ہمارے وطن عزیز میں گذشتہ کچھ عرصہ سے احتساب کی جو Exercise کی گئی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے عوام الناس کے ذھنوں میں بہت سے خدشات (Apprehensions) ہیں جنکی وجہ سے احتساب کے جاری عمل پر سے ان کا اعتبار اٹھ گیا ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ احتساب ضرور ہو لیکن وہ صاف، شفاف اور بے لاگ ہو۔

احتساب کے عمل کو بے لاگ بنانے کے لئے میرے خیال میں اسے درج ذیل خصوصیات کا حامل ہونا چاہئے:

1- یہ عدل وقسط (Equity) کی بنیادوں پر استوار ہو۔

2- یہ ظلم وجور سے مبرا ہونا چاہئے۔

3- قوانین وضوابط کا نفاذ (Across the board) ہو یعنی تمام طبقوں اور تمام اداروں کو احتسابی عمل سے گزارا جائے۔

4- قانون کے نفاذ میں کسی کی ناپسندیدگی کی پرواہ نہ کی جائے۔

5- جرم اور سزا میں توازن ہو۔

6- سزا کی بنیاد شواہد (Evidence) پر ہو۔

8- جرم کے معاونین بھی قابل مواخذہ ہوں۔

9- احتساب کرنے والے خود بھی احتسابی عمل سے مستثنیٰ نہ ہوں۔

10- احتساب انتقامی نہ ہو۔

11- رحم دلی یا محبت کے جذبات یا کسی کے ساتھ دوستی احتسابی عمل میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

12- احتسابی عمل صاف وشفاف، مسلسل (Contiuous) اور غیر جانبدارانہ (Impartial) ہو۔

13- احتساب فوری اور بروقت ہو ورنہ وہ اپنی افادیت کھو دیتا ہے۔

14- کسی آدمی کے ذاتی اختیار (Discretion) پر احتساب کے عمل کی بنیاد نہ ہو۔

15- اصول احتساب (Consistent) اور (Measurable) ہوں۔

16- احتسابی مشینری کا کردار اور انتخاب کسی شک وشبہ سے بالاتر ہو۔

17- اللہ کا قانون اور اسوۂ نبوی ﷺ مشعل راہ ہوں کیونکہ باقی تمام نظام عدل (...ested interests) کے محافظ ومئوید ثابت ہوئے ہیں۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب کے لوازمات اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں

شرط اولین، عدل و قسط

بے لاگ احتساب کی شرط اولین عدل و قسط ہے۔ اگر احتسابی عمل سے عدل غائب ہو جائے تو وہ ظلم و جور یا انتقام کا روپ دھار لے گا۔ عدل وقسط کی حکمرانی سے کسی معاشرہ میں توازن، حسن، فلاح اور بہتری کے حصول کو ممکن بنایا جا سکتا ہے کیونکہ کائنات میں ہر جگہ عدل و قسط کی حکمرانی نظر آتی ہے اور جہاں عدل کو انسانوں کے ذریعے قائم کرنا مقصود ہے وہ انسانی سماج ہی ہے۔

لغوی طور پر عدل سے مراد ایسی کیفیت ہے جس میں وزن کو اس طرح دو برابر حصوں میں بانٹ دیا جائے کہ کس طرف بھی ذرا بھی کمی یا بیشی نہ ہو۔ قسط کا لفظ بھی عدل کا ہم معنی ہے، اس میں توازن تناسب اور برابری کا مفہوم پایا جاتا ہے عدل کی ضد ظلم اور جور ہے اور لغت میں ظلم سے مراد ہوتا ہے کسی چیز کو بے موقع رکھنا (وضع الشیء فی غیر موقعه) اس طرح لا محالہ عدل کا مفہوم ہوگا وضع الشیء الی محله (چیز کو ٹھیک اس کی اصل جگہ رکھنا) (۲۲)۔ قانون اور عدالت کے حوالہ سے اس کا مطلب ہے حق کے مطابق فیصلہ کرنا (القضاء بالحق) (۲۳)۔ یعنی کسی شخص کے ساتھ بغیر کسی افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ مستحق ہے۔ عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور متوازن ہونی چاہئے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلڑوں میں کسی پلہ کو جھکا نہ سکے۔ جب حق کی ادائیگی میں کمی یا تاخیر کی جائے تو یہ بھی ظلم کی ایک قسم ہے۔ قرآن حکیم نے اللہ کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے (اللہ یقضی بالحق)۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو (قال یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی و جعلته بینکم محرماً فلا تظالموا) (۲۴)۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر نائب (خلیفہ) بنایا ہے اور اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور ان کا مقصد بعثت بھی یہ متعین کیا ہے کہ وہ عدل و قسط کی حکمرانی قائم کریں۔ حضرت داؤدؑ کو حکم دیا گیا ''اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تا کہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو (۲۵)۔ ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے ''لقد ارسلنا

Marfat.com

رسلنا بالبینات و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط"(۲۶)۔ نبی اکرمﷺ کو بار
تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جب آپﷺ فیصلہ کریں تو قسط کے ساتھ فیصلہ کریں کیونکہ اللہ مقسطین کو پسند کر
ہے(۲۷)۔ دوسرے مقام پر حکم دیا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل(۲۸)۔ قرآن حکیم میں
مومنین کو بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ عدل و قسط کو ہر حال میں قائم کریں۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے "اے ایمان وا
قسط کے ساتھ کھڑے ہو اللہ کے لئے گواہ بنو۔ اگرچہ تمہارا اپنا اسی میں نقصان ہی ہو یا ماں باپ کا رشتہ داروں
اگر وہ دولت مند ہے یا محتاج ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے تو تم عدل کے معاملہ میں اپنے نفس
خواہش کی پیروی نہ کرو، اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو اللہ تمہارے کام سے واقف
ہے"(۲۹)۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے ایمان والو اللہ کے لئے راستی پر قائم رہنے وا
اور انصاف کی گواہی دینے والو بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کہ
یہ تقویٰ سے قریب تر ہے(۳۰)۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح با
ہے۔ ایک اور آیت کریمہ میں حضورﷺ کو ہدایت دی گئی کہ آپ بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑا نہ کریں ا
بے گناہ یہودیوں کو مورد الزام ٹھہرانے والے ضعیف الاسلام لوگوں کی باتوں کا اعتبار کر کے عدل کے راستے
ہٹ کر فیصلہ نہ کریں(۳۱)۔ ارشاد ہوتا ہے "انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ارا
اللہ ولا تکن للخائنین خصیماً" ایک اور قرآن آیت میں بھی اسلام کے کھلے دشمنوں یہودی و نصاریٰ
مقابلہ میں عدل پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ.... و امرت لاعدل بینکم(۳۲)۔

اگر ہم مذکورہ بالا تمام آیات جن میں نبی کریمﷺ اور مومنین اور انبیاء سابقہ علیہم السلام
عدل و قسط کی تعلیم دی گئی ہے پر غور کریں تو بے لاگ احتساب کے ضمن میں بہت سے اصول و ضوابط اخذ کیے
سکتے ہیں۔ یہ آیات کریمہ ہمیں یہ درس دیتی ہے:۔

۱۔ اگر فیصلہ صادر کرنا ہو تو حقائق کی چھان بین پوری طرح کی جائے اور صرف مجرم کو سزا
جائے۔

۲۔ فیصلہ کرتے وقت اس بات کی پرواہ نہ کی جائے کہ اس کی زد میں کون آتا ہے ہو سکتا
وہ آپ خود ہوں یا آپ کا کوئی رشتہ دار ہو یا ماں باپ ہوں یا کوئی دولت مند ہو یا

غریب ہو۔ اگر احتساب و انصاف کے معاملہ بھی کوئی تعلق یا واسطہ آڑے آ گیا تو قانون کی بالادستی (Rule of law) قائم نہیں رہے گی۔

قانون کی بالادستی کی راہ میں جب تعلق واسطہ یا رشتہ داری آڑے آ جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ ہم عدل کو چھوڑ کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنے لگ گئے ہیں۔ جب ہم کسی کے ساتھ بے جا خیر خواہی کے جذبہ کے تحت عدل کے معاملہ میں کوئی فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں تو سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ اس سے خیر کا کوئی پہلو نکل آئیگا حالانکہ اللہ تبارک تعالیٰ عدل و قسط کے قائم کرنے کے لئے جو اصول و ضوابط عطا کرتا ہے وہ انسانوں کیلئے زیادہ فائدہ مند ہیں۔

بے لاگ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔ قانون کی خلاف ورزی کوئی بھی کرے خواہ وہ امیر ہو یا غریب، قرابت دار ہو یا غیر قرابت دار، دوست ہو یا دشمن، ہر ایک کو قانون کے شکنجے میں کسا جائے۔ سابقہ امتوں میں یہ خرابی تھی کہ وہ دولت مندوں اور عزت والوں کے ساتھ رعایت کا اور عام لوگوں کے ساتھ سختی کا قانون برتتے تھے۔ حضور ﷺ نے سابقہ امتوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب بھی ان کی اس عادت بد کو قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''انما هلک من کان قبلکم انهم کانوا یقیمون الحد علی الوضیع ویترکون الشریف، والذی نفس محمد بیدہٖ لو ان فاطمة (بنت محمد ﷺ) فعلت ذالک لقطعت (۳۳)۔

۳۔ اگر دشمنوں کے لئے ایک قانون ہو اور دوستوں کے لئے دوسرا تو احتساب کے عمل سے غیر جانبداری (Impartiality) اور معروضیت (Objectivity) کا عنصر غائب ہو جائے گا اور تعصبات اور ذاتی پسند و ناپسند کا عنصر داخل ہو جائے گا۔

۴۔ ان آیات سے ہمیں گواہی کے معاملات کے متعلق بھی رہنمائی ملتی ہے۔ ہمیں حکم دیا جا رہا ہے کہ گواہی کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہ رکھیں جو حق و سچ ہو اسے بلاکم و کاست پیش کر دیں خواہ اس کی زد میں خود ہماری ذات، ماں باپ، قرابت دار یا دوست آتے ہوں۔ اگر دشمنوں کا معاملہ ہو تو ان کے ضمن میں سچی گواہی سے اس لئے اجتناب نہ کیا جائے کہ انہیں فائدہ پہنچ جائے گا۔

Marfat.com

۵- احتساب کے معاملہ میں عدل نہ صرف مسلمانوں کے حوالہ سے مطلوب ہے بلکہ عدل بین الناس (مسلم ہوں یا غیر مسلم) مطلوب ہے۔

۶- ایک آیت میں 'کونوا قوامین بالقسط' فرمایا گیا ہے۔ اس جملہ میں لفظ قوامین استعمال کر کے یہ بتلایا کہ عدل و انصاف پر ہمیشہ ہر حال اور ہر دوست و دشمن کیلئے قائم رہنا ضروری ہے اور اتفاقی طور پر کسی معاملہ میں عدل و انصاف کر دینے سے ذمہ داری پوری نہیں ہو جاتی کیونکہ کسی نہ کسی معاملہ میں عدل ہو جانا تو ایک طبعی امر ہے کہ ہر بڑے سے بڑے اور ظالم سے ظالم حکم پر بھی صادق ہے کہ اس سے کسی معاملہ میں تو انصاف ہو ہی جاتا ہے (۳۴)۔

۷- اگر احتساب عدل و قسط کی بنیادوں پر ہو گا تو ہم کہہ سکیں گے کہ اس کے اصول (Consistent) ہیں۔

۸- احتساب اس وقت تک بے لاگ ہو نہیں سکتا جب تک محتسب خود بھی اس قانون کا پابند نہ ہو جو وہ دوسروں پر لاگو کر رہا ہے۔

۹- انبیاء و کتب بھیجنے کا مقصد عدل و قسط کو قائم کرنا ہے اور و سرکش و معاند دلیل و برہان اور میزان (شریعت) سے ہٹ کر طرز عمل کا مظاہرے کرے اس کو کھلی چھٹی نہیں دی جا سکتی اسی لئے لوہے کو اتارا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ احکام الٰہیہ اور عدل و انصاف کے احکام کی پابندی کروائی جائے (۳۵)۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمارے لئے اسوۂ کاملہ ہے۔ وہ احتساب کے معاملہ میں اپنی ذات کو بھی مستثنیٰ نہیں سمجھتے تھے۔ اور جب بھی فیصلہ کرتے عدل وقسط اور حق کے ساتھ کرتے، نہ تو قانون سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھتے اور نہ دوسروں کو ایسا کرنے کی اجازت دیتے، اپنے اور غیر، بڑے اور چھوٹے، شریف اور کمین کے لئے ان کے ہاں الگ الگ حقوق نہیں تھے۔ جو حق تھا سب کے لئے حق تھا۔ جو گناہ تھا وہ سب کے لئے گناہ تھا۔ جو حرام تھا وہ سب کے لئے حرام تھا۔ جو حلال تھا وہ سب کے لئے حلال تھا۔ عدالت و قضا کے معاملات میں بھی کسی کی رورعایت گوارا نہ تھی۔ اگر مسلمان کے مقابلہ میں کوئی غیر مسلم حق پر ہوتا تو فیصلہ اس کے

Marfat.com

حق میں صادر فرماتے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن خزاعیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول ﷺ اللہ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی جس سے ایک شخص کے پیٹ میں چوٹ آ گئی اس نے کہا آپ ﷺ نے مجھے درد پہنچا دیا ہے اس لئے مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیدو۔ آپ ﷺ نے وہی شاخ اس کے ہاتھ میں دی اور فرمایا ''بدلے لے لو'' اس شخص نے آپ ﷺ کا پیٹ مبارک چوم کر کہا میں نے آپ ﷺ کو معاف کر دیا۔ ایک اور واقعہ میں ایک شخص کو حضور ﷺ کے دست مبارک سے چوٹ لگ گئی تو آپ ﷺ نے کہا آؤ بدلہ لے لو۔ اس شخص نے آپ ﷺ کے ناف کا بوسہ لے کر اس چھڑی کو پھینک دیا اور کہا اے اللہ کے نبی میرا یہی مقصد تھا کہ ہم آپ ﷺ کے بعد ظالموں کی سرکوبی کر سکیں اور ان سے بدلہ لے سکیں''۔ مرض موت کے ایام میں ایک روز رسول ﷺ اللہ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا ''اگر میں نے کسی کو گالی دی ہو تو وہ اپنا بدلہ لے لے اگر میں نے کسی کو پیٹا ہو تو وہ بھی اپنا بدلہ لے لے اور اگر میں نے کسی کا مال لیا ہو تو وہ بھی اپنا حق لے لے تم میں سے مجھے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو مجھ سے اپنا حق وصول کر لے یا پھر مجھے معاف کر دے تا کہ میں اپنے رب کے پاس اطمینان سے جا سکوں۔ بھری مجلس میں سے ایک شخص نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا تو رسول ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی فضل بن عباسؓ کو کہا کہ میری طرف سے اس کو قرض ادا کر دو (۳۷)۔

ایک دفعہ ایک عورت نے جو خاندان مخزوم سے تھی چوری کی۔ قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ وہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ جو رسول ﷺ اللہ کے محبوب خاص تھے سے آپ ﷺ سے سفارش کرنے کو کہا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے معافی کی درخواست کی کہ آپ ﷺ نے غضب آلود ہو کر فرمایا بنی اسرائیل کی تباہی اسی وجہ سے ہوئی کہ وہ غرباء پر حد جاری کرتے تھے اور امراء سے درگذر فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی ایسا کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا (۳۸)۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نضر کی بیٹی ربیع نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیئے۔ ربیع کے گھر والوں نے اس لڑکی سے عفو و درگذر کی درخواست کی لیکن اس کے اہل خانہ نے معاف کرنے سے انکار کر دیا........ بارگاہ رسالت میں آ کر انہوں نے فریاد کی اور عرض کی ہم ربیع سے اپنی بچی کا قصاص لیں گے حضور

ﷺ نے ربیع، اسکے باپ، اسکے خاندان کی وجاہت کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا کہ ربیع سے قصاص لیا جائے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ اللہ کیا ربیع جیسی شریف زادی کے دانت توڑ دیئے جائیں گے تو حضور ﷺ نے جواب دیا "اے انسؓ! قصاص لینا اللہ کا حکم ہے اس میں ہیر پھیر ممکن نہیں چنانچہ جب لڑکی کے خاندان والوں نے عدل و انصاف کی اس بالادستی کو دیکھا تو ان کا غصہ فرو ہو گیا اور انہوں نے خوش دلی سے ربیع کی خطا معاف کر دی (۳۹)۔

مدینہ میں ایک یہودی اور ایک منافق کہ ظاہر میں مسلمان تھا کسی امر میں جھگڑا ہو گیا۔ یہودی جو سچا تھا کہا کہ چل محمد ﷺ کے پاس جا کر جھگڑے کا فیصلہ کرواتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق جو باہر نکلا تو کہنے لگا کہ اچھا حضرت عمرؓ کے پاس چلو جو وہ فیصلہ کر دیں وہی منظور اور رسول ﷺ اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ غالباً یہ سمجھا ہو گا کہ میں مدعیٔ اسلام ہوں اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے۔ جب وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو ان کو اپنی روداد سنائی تو حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کا عدل پر مبنی فیصلہ نہ ماننے پر منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا جو کوئی نبی کریم ﷺ کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ یہی ہے (۴۰)۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ اللہ نے فرمایا حکمران ایک ڈھال ہے جس کی قیادت میں لڑائی لڑی جاتی ہے اور اس کے ذریعے لوگوں کو تحفظ ملتا ہے۔ اگر اس نے تقویٰ کا حکم دیا اور انصاف کیا ہو تو اس کا اسے اجر ملے گا لیکن اگر اس نے عدل و تقویٰ کے خلاف حکم دیا ہو تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ ایک اور حدیث نبوی ﷺ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے سایے میں جگہ دے گا اس روز جب اللہ کے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔ اور ان میں سے ایک عادل حکمران ہو گا (۴۱)۔

حضرت عمر فاروقؓ کا عدل ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ادنیٰ و اعلیٰ، حاکم و محکوم، غنی و محتاج اور امیر و حقیر کے درمیان بے لاگ عدل کے علمبردار تھے۔ والی مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کے بیٹے کو ایک بدوی سے کوڑے لگوائے جس نے اس پر ظلم کیا تھا۔ پھر حضرت عمرو بن عاصؓ کی طرف مخاطب ہو کر غضبناک لہجے میں فرمایا "عمروؓ تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنایا، ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا"۔ ایک اور واقعہ میں

Marfat.com

حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرزنش کی کیونکہ ان کے خیال میں حضرت عمرؓ کے بیٹے عبد الرحمان پر حد کے نفاذ میں کوئی رعایتی سلوک کیا گیا تھا۔ آپ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو لکھا ''عبد الرحمان تمہاری رعایا کا ایک فرد تھا اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہئے تھا جو تم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو''۔ ایک اور واقعہ پر جب حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کے درمیان ایک باغ کے معاملہ پر تنازع پیدا ہوا تو فیصلے کے لئے ان دونوں نے زید بن ثابتؓ کی طرف رجوع کیا۔ اس موقعہ پر جب زید بن ثابتؓ نے عمرؓ کے ساتھ ترجیحی برتاؤ کیا تو خلیفۃ المسلمین نے فرمایا ''زید اس وقت تک منصب قضاء کے اہل نہیں ہو سکتے جب تک عمرؓ (امیر المؤمنین) اور عام مسلمانوں میں سے معمولی آدمی ان کے نزدیک برابر نہ ہوں'' (۴۲)۔

حضرت علیؓ کے دور میں وہ اپنی چوری شدہ زرہ کا مقدمہ یہودی کے مقابلہ میں قاضی شریح کی عدالت میں ہار گئے۔ قاضی کے عادلانہ فیصلہ سے متاثر ہو کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا اور کہا یہ انبیاء جیسا عدل ہے کہ امیر المؤمنین مجھے اپنے مقرر کردہ قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ دیتا ہے (۴۳)۔

امام ابو یوسفؒ نے ہارون الرشید کو ایک کتاب مرتب کر کے دی۔ اس کے آغاز میں لکھتے ہیں:

''تمام لوگوں کو قانون میں یکساں رکھیے خواہ آپ کے قریب ہو یا دور''۔ عدلیہ کی آزادی کے متعلق فرماتے ہیں ''انصاف کے معاملہ میں ہر قسم کی مداخلت اور سفارش کا دروازہ بند ہونا چاہئے اور کسی شخص کے مرتبے یا حیثیت کا قطعاً لحاظ نہ کیا جائے''۔

امام ابو یوسفؒ اپنے موت کے وقت قاسم بن الحکم عراقی سے فرماتے ہیں ...... ''اللہ کے فضل سے میں نے قصداً نہ کسی پر ظلم کیا ہے اور نہ کسی فریق مقدمہ کے ساتھ دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ محبت کی ہے خواہ وہ حکمران ہو یا عام بازاری آدمی'' (۴۴)۔

عدل کی حکمرانی کے متعلق اسلامی تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ ہر دور میں صلحاء امت نے قانون کی بالادستی کو قائم رکھنے کی جدوجہد کی۔ قانون کی بالادستی کا تقاضا یہ ہے کہ صدر مملکت سے لے کر عام شہری تک اور کمانڈر انچیف سے لے کر ادنیٰ سپاہی تک نظام احتساب کے اداروں کے سامنے جوابدہ ہوں۔ فقہاء امت نے

Marfat.com

واضح طور پر اس رائے کا اظہار کیا ہے قانون کی بالادستی کو یقینی بنانے کے لئے قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ امیر المؤمنین اور اسکے عمال اور اسی طرح دوسرے قاضیوں کے مقدمات کی سماعت کرے اور فیصلہ دے۔ قاضیخان فرماتے ہیں: ''قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس امیر کے مقدمے کا فیصلہ کرے جس نے اس کو قاضی مقرر کیا تھا اس طرح قاضی اعلیٰ قاضی اسفل کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور قاضی اسفل قاضی اعلیٰ کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے (۴۵)۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ تھی کہ قاضی کا حکم خود خلیفہ پر بھی نافذ ہونا چاہئے اور اگر قاضی اپنا فیصلہ حکمران اور اسکے عمال پر نافذ نہ کر سکتا ہو تو اسے قضا کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دینا چاہئے۔ عباسی عہد میں المنصور نے آپ کو سلطنت عباسیہ کا چیف جسٹس مقرر کرنے کی پیشکش کی مگر آپ نے انکار کر دیا اور وجہ بتاتے ہوئے فرمایا ''خدا کی قسم میں تو اگر رضامندی سے بھی یہ عہدہ قبول کروں تو آپ کے بھروسے کے لائق نہیں ہوں کجا کہ ناراضی کے ساتھ مجبوراً قبول کروں۔ اگر کسی معاملہ میں فیصلہ آپ کے خلاف ہوا اور پھر آپ نے دھمکی دی کہ یا تو میں تجھے فرات میں غرق کر دوں گا یا اپنا فیصلہ بدلو تو میں غرق ہو جانے کو قبول کر لوں گا مگر فیصلہ نہ بدلوں گا۔ پھر آپ کے بہت سے اہل دربار اور حاشیہ بردار بھی ہیں انہیں تو ایسا قاضی چاہئے جو آپ کی خاطر ان کا بھی لحاظ کرے۔ میں تو اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا'' (۴۶)۔

شرط دوم: احتسابی عمل کے لئے موزوں ترین مشینری

بے لاگ احتساب کے لئے شرط دوم یہ ہے کہ احتسابی مشینری ایسی ہو جو عدل و قسط کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے موزوں ترین ہو۔ وہ ظلم و ناانصافی سے پاک ہو بے گناہوں کو احتسابی عمل سے محفوظ رکھے اور گناہگاروں کو ان کے جرائم کی قرار واقعی سزا دے۔ وہ دباؤ، دھونس، دھاندلی، لالچ اور سفارش سے پاک ہو۔ بااثر مجرموں کے انتقام سے محفوظ ہو۔ وہ جرائم کی تفتیش و تحقیق اور شواہد کو اکٹھے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور مجرموں کو عدالتی چارہ جوئی کے بعد کیفر کردار تک پہنچا سکتی ہو۔ وہ ہمارے روایتی نظام عدل کی خرابیوں سے پاک ہو جس میں سالوں کی مقدمہ بازی کے بعد بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا، نتیجتاً مجرموں کو ان کے جرائم سے باز رکھنے میں ہمارا نظام عدل ناکام ہو گیا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے

Marfat.com

اہل لوگوں تک پہنچا دو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو عدل سے۔ بے شک اللہ تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ سمیع و بصیر ہے"۔ اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں........ آیت کے پہلے حصہ میں ادائے امانات کا حکم ہے اور دوسرے میں عدل و انصاف کا۔ ان میں ادائے امانات کو مقدم کیا گیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پورے ملک میں عدل و انصاف کا قیام اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا کہ جن کے ہاتھ میں ملک کا اقتدار ہے وہ پہلے ادائے امانات کا فریضہ صحیح طور پر ادا کریں یعنی حکومت کے عہدوں پر صرف انہی لوگوں کو مقرر کریں جو صلاحیت کار اور امانت و دیانت کی رو سے اس عہدہ کیلئے سب سے بہتر نظر آئیں۔ دوستی اور تعلقات یا محض سفارش یا رشوت کو اس سے راہ نہ دیں ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ نا اہل یا خائن اور ظالم لوگ عہدوں پر قابض ہو جائیں گے، پھر اگر ارباب اقتدار دل سے بھی چاہیں کہ ملک میں عدل و انصاف کا رواج ہو تو ان کیلئے ناممکن ہو جائے گا........ اور امانتوں (یعنی سرکاری عہدوں) کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو صلاحیت کار اور قابلیت و استعداد کے اعتبار سے بھی اس عہدے کیلئے مناسب اور موجود لوگوں میں سب سے بہتر ہوں اور دیانت و امانت کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں۔(۴۷)

حضرت ابوذرؓ نے جب حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ مجھے کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمائیں تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا "اے ابوذرؓ آپ ضعیف آدمی ہیں اور منصب ایک امانت ہے جس سے قیامت کے دن انتہائی ذلت اور رسوائی ہوگی، سوائے اس شخص کے جس نے امانت کا حق پورا کر دیا"(۴۸)۔

آج کے دور میں جرائم کی نوعیت کافی پیچیدہ ہو گئی ہے۔ جن جرائم نے ہماری معیشت، ہماری تجارت، ہماری سیاست، ہماری بیوروکریسی بلکہ پورے ریاستی و معاشرتی ڈھانچہ کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کیا ہے ان میں 'وائٹ کالر' (white collar)، کارپوریٹ کرائمز (carporate crimes) سرفہرست ہیں(۴۹)۔ ان جرائم کے ثبوت ڈھونڈنا اور حقیقی مجرموں تک رسائی حاصل کرنا کافی مشکل کام ہے۔ اس لئے تفتیشی اداروں میں ایسے لوگوں کو لانے کی ضرورت ہے جو ان جرائم کے سراغ میں ماہر ہوں، ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ امانت و دیانت کے اوصاف کے حامل ہوں تا کہ کوئی بے گناہ ظلم کا شکار نہ ہو اور کوئی گناہگار بچ نہ سکے۔ ہماری موجودہ تفتیشی ایجنسیوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو بے لاگ احتساب کے عمل میں خود

Marfat.com

ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

تفتیش و تحقیق جرائم کے بعد مرحلہ آتا ہے مجرموں کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کا۔ اس مرحلہ کیلئے کس قسم کے لوگ ہونے چاہئیں اس کے لئے بھی ہم قرآن و حدیث، تعامل خلفاء راشدین اور فقہاء و صلحاء امت کی آرا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شرط اول کی وضاحت کرتے ہوئے ہم نے متعدد آیات کریمہ درج کی ہیں۔ ان آیات سے ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ احتسابی مشینری ایسی ہو جو عدل و قسط کو بہرصورت یقینی بنا سکے۔

جب ہم احادیث نبوی ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں قاضی کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور بعض میں مذمت۔ فضیلت ان قاضیوں کی بیان ہوئی ہے جو حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں اور مذمت ان کی جو ناحق فیصلے کر کے لوگوں پر ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک جنت میں جائے گا اور دو جہنم میں جائیں گے۔ جنت میں ہو جائے گا جو حق کو جانتا ہو اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور جو قاضی حق کو جانتے ہوئے قصداً فیصلہ دینے میں ظلم کرتا ہو وہ جہنم میں جائے گا۔ اور جو جاہل ہونے کے باوجود یہ ذمہ داری قبول کر کے لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہو وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ ایک اور موقعہ پر فرمایا ''کسی پر رشک کرنا مناسب نہیں ہے مگر دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا ہو اور اسے نیکی کے کاموں پر خرچ کرنے کی توفیق دی ہو اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے شریعت کا علم دیا ہو جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے اور اسکی تعلیم دیتا ہے''۔ ایک اور حدیث نبوی ﷺ ہے ''اللہ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک اس نے ظلم نہ کیا ہو جب وہ ظلم کرتا ہو تو اللہ کی مدد اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور شیطان کا اس پر قبضہ ہو جاتا ہے''۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ عدل و انصاف کرنے والے حاکم کو نور کے منبروں پر قیامت کے دن بٹھایا جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو لوگوں کا قاضی بنایا گیا ہو تو وہ چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی حاکم فیصلہ کرے اور اس میں اجتہاد کرے تو اگر اس نے حق کو معلوم کر لیا تو اس کو دو گنا اجر ملے گا اور جب اس سے غلطی ہوگئی ہو اور حق معلوم نہ کر سکا ہو تو اس کو ایک اجر ملے گا'' (۵۰)

احادیث نبوی ﷺ میں بے لاگ عدل کے سلسلہ میں بھی قاضیوں کے لئے کچھ ہدایات ملتی

Marfat.com

ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک جگہ کا قاضی مقرر کرتے وقت ہدایت کی کہ جب دو شخص تیرے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو جب تک دوسرے فریق کی بات نہ سن لے اس وقت تک پہلے کے موافق فیصلہ مت کر کیونکہ دونوں کی بات سننے سے حکم اچھی طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا ''کوئی فیصلہ کرنے والا ہرگز فیصلہ نہ کرے جب وہ غصے کی حالت میں ہو''۔ رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مقدمے کے فریقین کو قاضی کے سامنے برابر بیٹھنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''تجارت کرنے والا قاضی اور حاکم عدل پر قائم نہیں رہ سکتا''۔ حضور ﷺ نے راشی اور مرتشی دونوں پر لعنت کی ہے اور آپ ﷺ نے امراء اور حکام کا تحفہ وصول کرنا خیانت قرار دیا ہے(۵۱)۔ رسول ﷺ اللہ نے قاضیوں کو یہ بھی ہدایت دی کہ ''اگر لوگوں کو صرف دعویٰ کرنے سے دلایا جائے تو بلا شبہ لوگ آپس میں خون و مال کا دعویٰ کریں مگر مدعی کے لئے بینہ اور مدعا علیہ پر قسم ہے''(۵۲)۔ قاضی سے متعلق ضروری شرائط و لوازمات کا تعین آسانی کیا جا سکتا ہے۔ نیز یہ کہ احتسابی عمل کی شفافیت اور مبنی بر عدل ہونے کو بھی یقینی بنایا جا سکتا ہے۔

خلفاء راشدین کے دور حکومت میں ریاست کے مختلف organs کو باقاعدہ شکل دی گئی اور نظام عدل کو خرابیوں سے پاک رکھنے کے لئے ضروری اقدامات اٹھائے گئے۔ آج کے دور میں احتسابی عمل کی شفافیت برقرار رکھنے کے لئے ان اقدامات سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں باقاعدہ عدالتی نظام کی بنیاد رکھی اور عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ رکھنے کا اہتمام کیا۔ آپ نے قاضیوں کو بھاری تنخواہیں دینے کا اہتمام کیا تاکہ وہ رشوت کی طرف مائل نہ ہوں۔ وہ دولت مند اور معزز لوگوں کو قاضی مقرر کرتے۔ یہ قدم بھی رشوت کے انسداد اور کسی کے رعب و دبدبہ سے قاضیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اٹھایا گیا تھا۔ اسکے علاوہ انہوں نے قاضیوں پر تجارت اور خرید و فروخت کرنے پر پابندی لگائی تھی۔ یہ قدم اس لئے ضروری تھا کہ جب قاضی لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرے گا تو وہ اپنے حق میں فیصلے کروانے کی خاطر اس کے ساتھ خرید و فروخت میں رعایت کریں گے(۵۳)۔ حضرت عمرؓ خود فریق مقدمہ بن کر اپنے مقرر کردہ قاضیوں کی عدالت میں جاتے تھے اور انہیں بے لاگ فیصلے کرنے کی تلقین کرتے تھے(زید بن ثابتؓ کا واقعہ ہم شرط اول کے تحت درج کر آئے ہیں)۔ ان کے دور کے قاضی خود خلیفہ کے خلاف بھی بعض اوقات فیصلے صادر کرتے تھے جو قانون کی بالادستی Rule of supremeay of law کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مختلف لوگوں

Marfat.com

کو جو خطوط لکھے وہ بھی ہمارے لئے رہنمائی کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ابو موسیٰ اشعریؓ، والی مصر کو لکھتے ہیں "........اپنی مجلس اور لوگوں کی طرف توجہ میں لوگوں کے درمیان برابری اور مساوات قائم رکھو تا کہ کوئی باثر آدمی یہ غلط امید نہ رکھے کہ تم سے کسی کے خلاف زیادتی کرا لے گا اور کوئی کمزور شخص اس سے مایوس نہ ہو کہ اس کو تمہارے ہاں سے عدل و انصاف ملے گا اور اسی طرح کوئی کمزور شخص تمہاری سختی سے خوفزدہ نہ ہو۔ بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور قسم اس شخص کی ذمہ داری ہے جو دعویٰ کی صحت کا انکار کر رہا ہو.........اگر تم نے کل کوئی فیصلہ کیا ہے اور آج تم نے اس پر دوبارہ غور و فکر کیا ہے اور تم کو راہ راست کی طرف رہنمائی حاصل ہو گئی ہے تو محض یہ بات کہ تم کل ایک فیصلہ کر چکے ہو تمہیں ہرگز ہرگز حق کی طرف رجوع کرنے سے باز نہ رکھے، اس لئے کہ یاد رکھو حق ایک اٹل حقیقت ہے اس کو کوئی دوسری چیز باطل نہیں ٹھہرا سکتی اور یاد رکھو کہ باطل پر اڑے رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ حق کی طرف رجوع کر لیا جائے........غصہ سے پرہیز کرو، تنگ دلی اور پریشانی سے بچو، لوگوں کی مقدمہ بازی سے اکتاہٹ اور تکلیف محسوس نہ کرو، اس لئے کہ یہی وہ موقع ہے جہاں تمہیں حق نافذ کرنا ہے۔ یہ کام تمہارے لئے اللہ کے ہاں اجر کا موجب آخرت میں بہترین ذخیرہ کا سبب بنیگا........"۔ حضرت امیر معاویہؓ کے نام خط میں آپؓ نے ان کو لکھا "........ جب فریقین تمہارے سامنے پیش ہوں تو تم صرف عادلانہ ثبوت اور پختہ قسم ہی کی بنیاد پر فیصلہ کرو......"۔ قاضی شریح کو ہدایت دیتے ہوئے خط میں انہوں نے لکھا "لاتشاور لا تمار و لا اتبع ولا تتبع فی مجلس القضاء، ولا تقض بین اثنین و انت غضبان" (۵۴)۔

حضرت علیؓ نے مالک اشتر گورنر مصر کے نام خط میں قاضیوں کے تقرر کے متعلق ہدایات دیتے ہوئے لکھا "جب تم قاضی مقرر کرو تو نیک اور پاکباز لوگوں کو مقرر کرو، یہ نہ لالچی ہوں اور نہ غلط فیصلے کرنے والے ہوں۔ ایسے کہ وہ کسی صورت میں بھی جان بوجھ کر حق سے ہٹنے والے نہ ہوں۔ یہ چاپلوسی سے متاثر نہ ہوتے ہوں...... ان کا مشاہدہ اچھا ہونا چاہئے تا کہ وہ مال کے لئے مجبور نہ ہو جائیں لیکن ان کی نگرانی خفیہ پولیس کے ذریعہ ہو۔ ان میں سے اگر کوئی رشوت لینے کا اور خیانت کرنے کا مجرم پایا جائے یا کوئی دوسرا جرم کرے تو ان کو فوراً سزا دو۔ ایسے لوگوں کو معطل کر کے بے عزت کر کے برخاست کرنا چاہئے" (۵۵)۔

احتسابی مشینری کے متعلق پروفیسر خورشید نے جو بات کی ہے وہ احتسابی عمل کے بے لاگ

نے میں قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''.....فوری طور پر ایک آزاد اور بااختیار مشینری کا قیام
وری ہے جو سپریم کورٹ کے ان سابق ججوں پر مشتمل ہو جنکی دیانت و امانت پر سب کو اعتماد ہو۔ انہیں اپنا
بطۂ کار بنانے کا خود اختیار دیا جائے اور ان کو ضروری مالی وسائل اور ایمان دار عملہ فراہم کیا جائے جو تفتیش
investiga اور استغاثہ prosecution کا کام اپنے آزاد عملے سے لیں اور پھر ایک متعین وقت میں مدعا علیہ کو
اع کا موقع دے کر معاملات طے کر دیں''(۵۷)

رط سوم: سزا کی بنیاد شواہد ہوں

شرط سوم یہ ہے کہ سزا کی بنیاد شواہد evidences ہوں۔ محض الزام یا شک کی بنیاد پر کسی کو جرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اسلامی تعزیرات اور حدود اللہ کے نفاذ کے لئے بنیادی شرط کامل ثبوت اور مکمل شہادت ہے شہادت بھی ایسی جو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہو۔ قرآن و حدیث میں اس سلسلہ میں کامل ہدایت ملتی ہیں۔ قرآن حکیم میں لین دین کے معاملات کو دستاویزی اور شخصی شواہد سے مستحکم کرنے کی ہدایت ملتی ہے۔ کہا گیا عدل کے ساتھ دستاویز لکھی جائے اور عدل وحق کے ساتھ بلا کم و کاست املا کرائی جائے۔ گواہ کو جب گواہی کیلئے بلایا جائے تو اسے گواہی دینے سے انکار نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی گواہی کو چھپانا چاہئے اور جو ایسا کرے گا وہ قلبی گناہ سے اپنے آپ کو آلودہ کر لے گا۔ مومنین کی صفت تو یہ ہے کہ وہ جھوٹی گواہی سے پرہیز کرتے ہیں۔ قضا الحق کی بنیاد صحیح، درست اور کامل گواہی پر ہے لیکن جب گواہ خوف و ہراس میں مبتلا کئے جائیں گے تو پھر صحیح شہادت سامنے نہیں آئے گی اور فیصلے بھی عدل و انصاف سے عاری ہوں گے(۵۸)۔

بے لاگ عدل و احتساب کا تقاضا یہ ہے کہ ظن وتخمین کی بجائے کامل یقین کی بنیاد پر کسی کے مجرم یا بے گناہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔ قرآنی آیت و لا تقف ما لیس لک بہ علم (کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو) کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں

> ''.....اخلاق میں ہدایت کی گئی کہ بدگمانی سے بچو اور کسی شخص یا گروہ پر بلا تحقیق کوئی الزام نہ لگاؤ۔ قانون میں یہ مستقل اصول طے کر دیا گیا کہ محض شبے پر کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ تفتیش جرائم میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ

Marfat.com

گمان پر کسی کو پکڑنا اور مار پیٹ کرنا یا حوالات میں دے دینا قطعی ناجائز ہے"(۵۹)۔

ایک اور آیت کریمہ میں مومنین کو کہا گیا کہ فاسق لوگوں کی باتوں پر اعتبار کرتے ہوئے کسی قوم کے خلاف کارروائی نہ کرو بلکہ اچھی طرح تحقیق کر کے حقائق معلوم کر لو کیونکہ نادانی میں اٹھائے گئے اقدامات بعض اوقات پچھتاوے کا باعث بنتے ہیں(۶۰)

حضور علیہ السلام نے فرمایا "اگر لوگوں کو ان کے دعاوی کے مطابق دیا جانے لگے تو بہت سے آدمی دوسروں کے مال و جان پر دعوے دائر کرنا شروع کر دیں لیکن مدعی کے لئے بینہ(حجت، دلیل، ثبوت، شواہد) اور مدعا علیہ پر قسم لازم ہے"(۶۱)۔ بینہ میں تحریری ثبوت، شخصی شہادتیں، حلف اور واقعاتی شہادتیں circumstantial evidences شامل ہیں۔ جدید دور میں جن جرائم کا احتساب مقصود ہے ان کی نوعیت ایسی ہے جس میں عینی شخصی شہادتوں سے زیادہ واقعاتی یا قرائن و علامات کی شہادتیں زیادہ مل سکتی ہیں(۶۲)۔ قرائن سے مراد وہ واقعاتی شواہد اور علامات ہیں جنکی بنا پر قاضی کو دعوے کی صحت و صداقت کا یقین جازم حاصل ہو سکتا ہے۔ اے۔ایس ہارن بائی (A.S Hornby) واقعاتی یا قرائن کی شہادت کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"(Cricumstantial evidence) based on, consisting of details that strongly suggest something but do not provide direct proof"(۶۳)

علامہ ابن قیمؒ نے ایک استغاثہ جس میں پوچھا گیا تھا کہ کیا قاضی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ قرائن و علامات کی بنا پر کوئی فیصلہ کرے اور صرف گواہوں کی شہادت پر اعتماد نہ کرے بلکہ حالات و واقعات اور قرائن و علامات کو بھی ملحوظ رکھے کے جواب میں لکھا

"...... قاضی قرائن کو بالکل ہی نظر انداز کرتا ہے تو بہت سے ایسے لوگوں کے حقوق برباد اور ضائع ہو جائیں گے جن کے پاس عینی گواہ تو موجود نہ ہوں لیکن قرائن اور واقعاتی شواہد ان کے حق میں موجود ہوں لیکن اگر قاضی بے احتیاطی کرتا ہے اور قرائن کی قطعیت و ظنیت کا جائزہ لئے بغیر فیصلہ دیتا ہے تو اس طرز

Marfat.com

عمل سے ظلم و فساد کا خطرہ ہے۔ قاضی اگر احکام شرعیہ کو جانتا ہو مگر واقعات و شواہد میں فقیہ النفس اور معاملہ فہم نہ ہو تو وہ ایسے فیصلے کرے گا جن کے غلط ہونے میں لوگوں کو شبہ تک نہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ قاضی احکام و واقعات دونوں میں فقیہ النفس اور معاملہ فہم اور تجربہ کار ہو"۔

ابن قیمؒ نے بینہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے "بینہ ہر اس دلیل کو کہتے ہیں جو حق کو ظاہر کرتی ہو اور ثابت کرتی ہو جو لوگ اس کو دو گواہوں یا چار گواہوں یا ایک گواہ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں وہ اس کا پورا حق ادا نہیں کرتے۔ قرآن حکیم میں کسی جگہ بھی لفظ بینہ گواہوں کے معنیٰ میں نہیں آیا بلکہ حجت، دلیل اور برہان کے معنوں میں آیا ہے خواہ کوئی چیز انفرادی طور پر دلیل ہو یا کئی چیزیں مل کر دلیل بنی ہوں۔ البینۃ علی المدعی کا مطلب یہ ہے کہ مدعی ایسی دلیل اور ثبوت پیش کرے گا جس سے اس کے دعوے کی صحت اور صداقت ثابت ہوتی ہو۔ دو گواہ بھی بینہ کے مفہوم میں شامل ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ بعض اوقات گواہوں کے علاوہ دوسری دلائل قوی تر ہوتے ہیں مثلاً حالات و واقعات کی شہادت جو مدعی کے صادق ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہو"(۶۴)

علامہ علاؤالدین نے "معین الحکام" میں اس ضمن میں لکھا ہے "قرائن و شواہد (واقعاتی شہادت) کی بنا پر فیصلہ کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ متعدد مسائل میں قرائن پر عمل کرنے کی ایسی مثالیں موجود ہیں جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اتفاق ہے"(۶۵)

تعزیری سزاؤں (یعنی وہ سزائیں جو حکومت جرائم کیلئے تجویز کرے) کے معاملہ میں واقعاتی شہادتیں بھی قابل قبول ہوتی ہیں۔ آج ہماری سوسائٹی میں 'وائٹ کالر' اور 'کارپوریٹ' جرائم کی وجہ سے فساد اور بگاڑ پیدا ہو گیا ہے اور ان جرائم کے سد باب کے لئے واقعاتی یا قرائن کی شہادتوں پر انحصار کرنا چاہئے اور مجرمین کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہئے۔

شرط اول کے تحت ہم قرآنی آیات کے حوالہ سے بے لاگ گواہی، جس میں کسی چھوٹے بڑے یا امیر غریب کی پرواہ نہ ہو، دینے کے بارے میں اللہ کے احکامات پر بحث کر آئے ہیں۔ اس لئے جن لوگوں کے پاس کرپشن کا ثبوت موجود ہو وہ وسیع تر قومی مفاد میں سامنے لا کر اپنا دینی فریضہ ادا کریں۔

Marfat.com

شرط چہارم: سزا اور جرم میں توازن ہو

بے لاگ احتساب کی شرط چہارم یہ ہے کہ جرم اور سزا میں توازن ہو۔ سزا نہ تو جرم کے مقابلہ میں کم ہو نہ جرم سے زیادہ ہو۔ پہلے صورت میں عدل وقسط کا خون ہوگا اور دوسری صورت میں ظلم ہوگا پہلی صورت میں مجرم اور جری ہو کر جرائم کریں گے جبکہ دوسری صورت میں سزا انتقام کی صورت اختیار کرے گی قرآن حکیم کی متعدد آیات ہماری اس طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ قرآنی حکم ان النفس بالنفس و العین بالعین الانف بالانف والاذن بالاذن و السن بالسن سے ہمیں جرم و سزا میں توازن اور برابری کا درس ہے(٦٦)۔ ایک اور آیت میں فرمایا "اور وہ لوگ کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی ویسی ہی.......اور جو کوئی بدلہ لے اپنے مظلوم ہونے کے بعد سو ان پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد مچاتے ہیں" (٦٧)۔ ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے "فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ علیکم " (٦٨)۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ آتا ہے و ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به (٦٩)۔

اگر ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جرم و سزا کے طریقہ کو سامنے رکھیں تو وہاں مجرمین کو جو سزا دی جائے وہ جرائم کے مطابق ہونگی۔ قرآن حکیم کی کئی آیات اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ایک جگہ فرمایا الذین کسبو السیات جزاء سیئة بمثلها (٧٠)۔ ایک جگہ فرمایا من عمل سیئة فلا یجزیٰ الا مثلها(٧١)۔ ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے ثم یجزاه الجزاء الاوفی (٧٢)۔

اگر جرم اور سزا میں توازن نہ ہوا تو احتسابی عمل مثالی (examplary) نہ ہوگا اور نہ لوٹی ہوئی دولت واپس آسکے گی۔ ایسی صورت میں کرپشن اور لوٹ مار کا سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔ اپنے کئے کی سزا پوری ملی تو سزا یافتہ دوسروں کیلئے عبرت بنے گا۔

شرط پنجم (الف) احتساب فوری اور بروقت ہو

ہمارے ہاں احتساب کا جو نظام موجود ہے وہ احتساب کے عمل کو فوری اور بروقت مکمل کرنے میں ناکام رہا ہے مثلاً مختلف محکموں کی آڈٹ رپورٹس گذشتہ دس بارہ سالوں سے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی

ہیں زیر بحث نہیں لائی گئیں جس کی وجہ سے ان اداروں میں جو کرپشن ہوئی ہے وہ بھی سامنے نہیں آ سکی اس طرح احتساب بھی نہیں ہو سکا۔ قرآن حکیم کے فرمان و اللہ سریع الحساب کو سامنے رکھتے ہوئے الٰہی نظام احتساب کی ایک جھلک ہمارے نظام میں بھی ہونی چاہیے۔

احتساب کو فوری پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ عدالتی نظام میں بھی اصلاح کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں تا کہ موجودہ طویل اور صبر آزما طریقہ کار سے چھٹکارا ملے۔

شرط پنجم (ب): سزا بھی اسے ہی ملنی چاہیئے جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہو

اسلامی تعلیمات کی رو سے قابل مواخذہ شخص وہی ہے جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہیں پکڑا جا سکتا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضورﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا "یاد رکھو کوئی بھی جرم کرنے والا اپنے سوا کسی اور پر جرم نہیں (یعنی اس کے جرم کی پاداش میں کوئی اور نہیں بلکہ خود مجرم ہی پکڑا جائے گا)۔ یاد کرو! کوئی جرم کرنے والا اپنے بیٹے پر یا کوئی بیٹا اپنے باپ پر جرم نہیں کرتا (یعنی باپ کے جرم میں بیٹا یا بیٹے کے جرم میں باپ کو نہیں پکڑا جائے گا)" (۷۳)۔ ایک اور موقع پر ایک انصاری نے ایک قبیلہ کے وفد کی حضورﷺ کی خدمت میں حاضری کے موقع پر کہا "یا رسولﷺ اللہ! یہ لوگ بنو ثعلبہ کے قبیلہ کے ہیں اور ان کے مورث نے ہمارے خاندان کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے بدلہ میں ان کا ایک آدمی قتل کرا دیجئے۔ آپﷺ نے فرمایا "باپ کا بدلہ بیٹا سے نہیں لیا جا سکتا" (۷۴)۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و من یکسب اثماً فانما یکسبہ علیٰ نفسہ (۷۵)۔

شرط ششم: لا یخافون لومۃ لآئم اور ولا تا خذکم بھما رافۃ فی دین اللہ

قرآن حکیم نے سوسائٹی کو صحیح ڈگر پر قائم رکھنے کے لئے اور خرابیوں سے پاک رکھنے کے سلسلہ میں ہر ایک سطح پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ اور پھر اس راہ کی مشکلات مخالفتوں، احتجاج اور ہر کسی قسم کے دباؤ کے مقابلہ میں مستقل مزاجی سے ڈٹے رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جن لوگوں کے مفادات پر زد پڑتی ہے وہ احتسابی عمل کی مخالفت تو ضرور کریں گے۔ انہیں اپنے کیئے کی سزا سامنے نظر آتی ہے اگر احتسابی

عمل کو بے لاگ رکھا گیا تو احتساب ہمہ گیر ہو گا جس میں ہر سطح اور ہر طبقہ اور گروہ کے لوگ متاثر ہوں گے ہمارے ملک میں بعض طبقوں کے "پریشر گروپس" کافی مضبوط ہیں ماضی میں بھی بار ہا وہ احتسابی عمل کو سبوتاژ چکے ہیں اس لئے عوام میں یہ خدشات پائے جاتے ہیں کہ احتسابی عمل Across the board نہیں ہو سکے گا کچھ ایسے گروہ ضرور اپنی جان بچا لیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ احتسابی عمل کی شفافیت کو برقرار رکھنے لئے کسی بھی 'پریشر گروپ' کی طعن و تشنیع، اعتراض، مخالفت اور دباؤ کو خاطر میں لایا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا ایک طرف اگر احتسابی عمل کی شفافیت متاثر ہو گی تو دوسری طرف عدل و قسط کے اصولوں کی بھی خلاف ورزی گی۔ پھر یہ خطرہ بھی ہے کہ ہم اپنی سوسائٹی کے بگاڑ کو درست کرنے کی بجائے مزید گہرا کر دیں گے۔ جب کو سوسائٹی راہ اعتدال سے ہٹ جاتی ہے اس کی تباہی کا نقشہ کھینچتے ہوئے قرآن حکیم کہتا ہے: و کم اھلکنا قریة بطرت معیشتھا (۷۶)۔ سوسائٹی کے بگاڑ کو درست کرنے کے لئے قرآن ہمیں حکم دیتا ہے کہ اللہ قانون کے نفاذ کے سلسلہ میں لوگوں سے خوف نہ کھاؤ فرمایا "فلا تخشوا الناس و اخشون ولا تشتروا بایٰ ثمناً قلیلاً و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٓئک ھم الکفرون" (۷۷)۔ ایک اور مقام پر یہ فرمایا کہ "قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے" (و لکم فی القصاص حیٰوۃ) (۷۸)۔ اس طرف اشارہ دیا گیا عدل و انصاف کے قیام میں ہی سوسائٹی کا چین، امن، سکون، خوشحالی اور بہتری پوشیدہ ہے۔ ایک اور سزا اجراء کے وقت حکم خداوندی ہوتا ہے "اور تم کو اللہ کے حکم چلانے میں ان دونوں گنہگاروں پر ترس نہ آئے، اگر تم کو خدا پر اور قیامت پر ایمان ہے" (۷۹)۔ رحم دلی سے ایسے موقع پر اس لئے منع کیا گیا ہے تا کہ سوسائٹی کا وسیع تر مفاد متاثر نہ ہو۔ ایسا ہی رویہ احتساب کے معاملہ میں بھی ہونا چاہئے تا کہ سوسائٹی کے وسیع تر مفاد کا تحفظ کیا جا سکے۔

شرط ہفتم: اسلامی فلسفہ اخلاق و قانون احتساب کی بنیاد ہو

حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد ان ﷺ کے اپنے الفاظ میں اخلاق حسنہ کی تکمیل ہے (انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق) (۸۰)۔ آپ ﷺ نے انسانیت کو جو نظام اخلاق تعلیم کیا ہے اس میں انسان کی برابری کا درس ہے اور اگر معیار فضیلت کوئی ہے تو وہ صرف تقویٰ ہے (ان اکرمکم عنداللہ

Marfat.com

تفکم)(۸۱)۔ قانون کے نفاذ کا مسئلہ درپیش ہو تو اسلام کسی قسم کے امتیاز کا روادار نہیں ہے۔ اسلام کے ہاں کسی مراعات یافتہ طبقہ (Privelized class) کا تصور نہیں ہے کہ اس کے لئے ایک طرح کے ضوابط ہوں اور محکوم اور غریب طبقہ کے لئے دوسرے۔ مدینہ میں حضورﷺ کی آمد کے وقت دو قبائل یہود بنونضیر اور بنو قریظہ آباد تھے۔ ان میں بنونضیر قوت اور دولت میں بنو قریظہ سے زیادہ تھے۔ بنونضیر نے بنو قریظہ کو اس ظالمانہ معاہدے پر مجبور کر دیا تھا کہ اگر بنونضیر کا کوئی آدمی بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دے تو قصاص لینے کا ان کو حق نہ ہو گا بلکہ خون بہا کے طور پر 70 وسق کھجوریں ادا کی جائیں گی اور اگر معاملہ برعکس ہو تو بنو قریظہ کے خون بہا سے دو گنا کھجوریں بھی لی جائیں گی اور قصاص بھی لیا جائے گا اور اگر مقتول مرد ہو تو بنو قریظہ کے دو مرد قتل کئے جائیں گے اور اگر بنو نضیر کے غلام کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں بنو قریظہ کے آزاد کو قتل کیا جائے گا۔ اگر بنونضیر کے آدمی کا ہاتھ کاٹا ہے تو بنو قریظہ کے آدمی کے دو ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ نبی اکرمﷺ کی مدینہ آمد کے بعد بھی بنونضیر نے بنو قریظہ پر یہی ظالمانہ قوانین نافذ کرنا چاہے تو بنو قریظہ نے اعلان کیا ''جاؤ ہم اب ظالمانہ قوانین نہیں مانتے اب عدل کرنے والی ہستی حضورﷺ ہمارے درمیان آ گئی ہے''۔ حضورﷺ نے اپنے قول و فعل سے قانونی مساوات کا مظاہرہ کیا۔ شرط اول کے تحت ہم چند مثالیں درج کر آئے ہیں۔ خطبہ حجتہ الوداع میں بھی آپﷺ نے تمام امتیازات کے خاتمہ کا اعلان کر کے انسانوں کی مساوات کا پیغام دیا(۸۲)۔

احتساب کے تناظر میں اگر ہم اپنی حالت پر ایک نظر ڈالیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ جہاں جہاں بھی منڈی کی معیشت (market economy) رائج ہے وہاں کا فلسفہ قانون و اخلاق بھی اسی نظام معیشت سے اخذ شدہ ہے۔ اس نظام کا فلسفہ قانون و اخلاق یہ ہے کہ سرمایہ دار طبقہ کے مفادات کو ہر طرح تحفظ دیا جائے۔ اس لئے جو لوگ سرمایہ دار کی ملکیت (property) اور مراعات (priveleges) کے لئے خطرہ ہوں ان کے لئے تو سخت قوانین ہیں اور ان کے نفاذ کے لئے ریاستی مشینری فوراً حرکت میں آتی ہے لیکن اگر سرمایہ دار اور کاروباری طبقہ کسی قسم کی بدعنوانیوں کا ارتکاب کرے تو اس صورت میں یا تو قانون کچھ مراعات فراہم کرتا ہے یا ان بدعنوانیوں سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ پھر اس نظام کے اندر تشکیل پانے والی حکومتیں اپنے کل پرزوں سے سرزد ہونے والی بدعنوانیوں کو اتنی شدت سے نہیں روکتی تا کہ مراعات یافتہ طبقہ کے مفاد کا تحفظ ہوتا رہے۔ ایسی سوسائٹیوں میں ڈاکہ زنی، چوری، کارچوری، نقب زنی اور Vandalism جیسے جرائم کو مال و جائیداد کے خلاف

Marfat.com

ہونے کی وجہ سے زیادہ شدید سمجھا جاتا ہے جبکہ کاروباری جرائم (Carporate crimes) پر اتنا زور نہیں دیا جاتا
اول الذکر جرائم کی سزا قید ہے جبکہ ثانی الذکر کی سزا جرمانہ ہے۔ ماہر عمرانیات Amitai Etazoini کی تحقیق کے
مطابق 1975 سے 1984ء کے دوران امریکہ کی 62 فیصد کارپوریشنیں ایک یا ایک سے زیادہ غیر قانونی سرگرمیوں
میں مشغول تھیں، 42 فیصد 2 یا 2 سے زیادہ اور 15 فیصد پانچ یا پانچ سے زیادہ۔ ان میں غیر قانونی سرگرمیاں جیسے
Price fiaring، زیادہ قیمت وصول کرنا، اندرون ملک اور بیرون ملک رشوتیں دینا، فراڈ، پیٹنٹ کے قوانین کی
خلاف ورزیاں وغیرہ شامل ہیں۔ 1981ء میں ایک کمپنی نے ایک دھماکہ خیز مائع کو گندے پانی کے نکاس کے
نظام میں چھوڑ کر 10 ملین ڈالر کا نقصان کیا لیکن اس پر اسے صرف 63 ہزار ڈالر جرمانہ کیا گیا۔ امریکہ میں
فیڈرل بیورو آف انوسٹیگیشن (FBI) ہر قتل، زنا بالجبر، کار چوری، تشدد کا ریکارڈ رکھتا ہے جبکہ کاروباری جرائم
ریکارڈ رکھنے کے لئے کوئی ایجنسی موجود نہیں ہے۔ امریکہ میں جو محدود سے چند 'وائٹ کالرز' اور کاروباری جرائم
مرتکب افراد گرفتار کئے جاتے ہیں اور سزا دی جاتی ہے تو وہ بھی معمولی ہے۔ 1970 کی دہائی کے آخری سالوں
کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ بینک غبن کرنے والے مجرمین نے اوسطاً 23 ہزار ڈالر چرائے لیکن ان میں سے
صرف 17% جیل بھیجے گئے جبکہ اتنی ہی رقم کا آٹھواں حصہ چرانے والے بینک ڈکیتوں میں سے 91% جیل بھیجے
گئے (۸۳)۔

پاکستانی معاشرہ کا نقشہ بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے بلکہ کئی لحاظ سے زیادہ ناگفتہ بہ ہے۔
چند سال پہلے 'ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل' نے پاکستان کو دنیا کا دوسرا بڑا کرپٹ ملک قرار دیا تھا۔ یہاں بھی کاروباری
جرائم اور وائٹ کالر جرائم کے مقابلہ میں چوری، ڈاکہ زنی، نقب زنی، کاریں اٹھانے، جائیداد و مال کو نقصان
پہنچانے والوں کے خلاف قانون نافذ کرنے والے ادارے نسبتاً زیادہ تیزی سے حرکت میں آ جاتے ہیں۔
سمگلنگ، ٹیکس چوری، فراڈ، غبن، ماحول کو خراب کرنے والے جرائم، کرپشن، غبن وغیرہ جرائم کو اتنا زیادہ شدت
نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ حکومت کی طرف سے مختلف سکیموں اور رعایتوں کا وقتاً فوقتاً اعلان کیا جاتا ہے جس
متوازی معیشت (parralel economy یا غیر قانونی معیشت جس کا سائز ہماری باقاعدہ معیشت کے برابر ہے)
میں پیدا ہونے والی دولت کو lagalized کرنے کے لئے ترغیب دی جاتی ہے۔ اس معیشت میں ٹیکس چوری،
سمگلنگ، ڈرگ ٹریڈ اور دوسرے غیر قانونی کاروباروں کا پیسہ شامل ہے۔ سمگلنگ کی مثال ہی لے لیجئے اس کی

Marfat.com

سے ایک طرف اگر ہمارے معاشرہ میں تعیشانہ کلچر کو فروغ مل رہا ہے تو دوسری طرف کروڑوں روپے کے محاصل سے بھی سرکاری خزانہ محروم ہو رہا ہے۔ ہر حکومت پہلے پہل سمگلروں کو کچھ دھمکیاں دیتی ہے اور پھر چشم پوشی کا روایتی رویہ ہی مشاہدہ میں آتا ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ کرنے کی بجائے اسلامی فلسفہ اخلاق و قانون کی روشنی میں اپنے امتیازی رویوں میں تبدیلی لائیں اور قانونی مساوات کے نبوی ﷺ درس کو عملی طور پر اپنے نظام عدل میں سمو دیں۔ اگر ہم ایسا کر دیں گے تو احتسابی عمل یقیناً بے لاگ و شفاف ہو جائے گا۔

شرط ہشتم: بے لاگ احتساب کے لئے پریس آزادی اور عوام کا اطلاعات تک رسائی کا حق بحال کرنا ضروری ہے

نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ضمیر کی آزادی کا جو حال عرب اور گرد و نواح کے معاشروں میں تھا اس کا نقشہ ایک یہودی جاہلی شاعر نے اپنے ایک شعر میں کچھ یوں کھینچا ہے:

و ننکر ان شئنا علی الناس قولهم ولا ینکرون القول حین نقول (۸۳)-A

(اور اگر ہم چاہیں تو لوگوں کی باتوں کو رد کر دیں۔ اور جب ہم بولیں تو وہ لوگ اس کو رد نہیں کر سکتے)

آنحضرت ﷺ بحیثیت پیغمبر خدا معصوم عن الخطاء تھے۔ آپ ﷺ کے کسی قول یا فعل کا جادہ حق سے دور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور قرآن حکیم کے مطابق آپ ﷺ کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی ایمان سے محروم کر کے واصل جہنم کر سکتی ہے قرآن نے یہاں تک حکم دیا ہے کہ حضور ﷺ کی آوازوں سے اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو (۸۴)۔ اس سے بھی بڑھ کر قرآن نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے "نہیں اے محمد ﷺ، تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں" (۸۵)۔ ان تمام ہدایات کے باوجود کئی مواقع پر آپ ﷺ نے اپنے نجی معاملات اور امور مملکت کے متعلق سوال و جواب اور استفسار کی جرات کو جائز رکھا۔ یہ صرف اس لئے تھا کہ آپ ﷺ امرائے اسلام کے لئے ایک اسوہ چھوڑنا چاہتے

Marfat.com

تھے تا کہ آنے والے ادوار میں امراء اور حاکم استفسار اور اظہار رائے کو امت پر بند نہ کریں۔ اسی لئے آپ ﷺ نے ان مواقع پر انتہائی شفقت سے خود زحمت کو گوارہ کر لیا۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخصیرہ تھا آیا اور کہا کہ یا رسول ﷺ اللہ انصاف فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ ذوالخویصرہ کی اس گستاخی پر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا اور آنحضرت ﷺ سے کہا اگر آپ اجازت دیں تو اس کی گردن اڑا دوں لیکن آپ ﷺ نے ان کو روک دیا (۸۶)۔ ایک اور موقع پر حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری صحابی کے درمیان آبپاشی کے متعلق ایک نزاع ہوا۔ اس کا فیصلہ حضور ﷺ نے حق و انصاف کے ساتھ اس طرح کیا کہ دونوں افراد کا مسئلہ حل ہو جائے لیکن انصاری صحابی تقاضائے بشری سے انتہائی برہم ہو گئے اور کہا یا رسول ﷺ اللہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ صرف بنا پر کیا ہے کہ زبیرؓ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا تب آپ ﷺ نے اخلاقی فیصلے کے بجائے قانونی فیصلہ دیا (۸۷)۔ ایک اور دفعہ ایک بدو حضور ﷺ سے اپنے قرض کا مطالبہ بڑی درشتگی کے ساتھ کرتا ہے تو صحابہ اسکو ڈانٹتے ہیں اور کہتے ہیں "تجھ کو خبر ہے کہ کس سے ہمکلام ہے؟" بولا میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں، آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو اسی کا ساتھ دینا چاہئے کیونکہ اس کا حق ہے اس کے بعد قرض ادا کرنے کا حکم فرمایا اور اس کو اس کے حق سے زیادہ دلوایا" (۸۸)۔ غزوات کے موقع پر کئی دفعہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے انکی جنگی حکمت عملی کے متعلق استفسار کیا اور حضور ﷺ کے فیصلوں سے اختلاف بھی کیا اور کئی دفعہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے مشورہ کے مطابق جنگی حکمت عملی تبدیل کی اور کئی مواقع پر لوگوں نے عمال نبوی ﷺ کی شکایت کی تو ان مواقع پر بجائے برہم ہونے کے آپ ﷺ نے دونوں کو مناسب رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ان مواقع پر آپ ﷺ نے کسی قانونی دفعہ سے لوگوں پر اظہار شکایت کے سلسلہ میں کوئی قدغن نہ لگائی اور نہ حکام کی حمایت میں معترضین پر کسی قانونی جرم کو عائد فرمایا (۸۹)

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ ایک دفعہ منبر پر جہاد کی دعوت کی تو ایک شخص نے کہ ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے۔ عمرؓ نے پوچھا کیوں؟ وہ بولا "تم نے اپنے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے۔ تمہارے حصے میں ایک چادر آئی تھی لیکن تمہارا قد طویل ہے وہ چادر تمہارے لئے کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر تم نے اس کا یہ کرتا کیسے بنا لیا۔ اس استفسار اور تنقید پر برہم ہونے کے بجائے آپؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو وضاحت پیش کرنے کو کہا تو

Marfat.com

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے حصہ کی چادر والد کو دے دی تھی اور اس سے یہ کرتا پورا ہوا ہے(۹۰)۔

مضمون کی ابتداء میں ہم نے فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالہ سے حدیث نبویﷺ بیان کی تھی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس فریضہ کا ایک درجہ زبان کے ذریعہ اظہار ہے۔ اس طرح عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حکام وعمال کے ناجائز افعال و اعمال کو جائز طریقہ سے زیر بحث لائیں اور تنقید کریں اور اپنی شکایات متعلقہ حلقوں تک پہنچائیں۔ اسکے علاوہ حکام وعمال کے عہدے اور اختیارات عوامی امانت ہیں اگر ان عہدوں اور اختیارات کا ناجائز استعمال ہو تو عوام اس کی باز پرس کا حق رکھتے ہیں اس ضمن میں حکومتی افعال و اعمال سے لوگوں کا آگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون سے افعال و اعمال درست ہیں اور کون سے غلط۔ اس سے آج کے دور میں پریس کی آزادی اور عوام کا اطلاعات تک رسائی کا حق نکلتا ہے۔ پریس کی آزادی کی وجہ سے ہی ماضی قریب میں ہمارے حکمرانوں کی بدعنوانیاں اور اختیارات کا ناجائز استعمال آشکارا ہوا ہے۔ بے لاگ احتساب کو یقینی بنانے کے لئے اظہار حق کا حق برقرار رہنا چاہئے۔

سطور بالا میں ہم نے ان شرائط کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جو احتسابی عمل کو بے لاگ رکھنے کے سلسلہ میں ناگزیر لوازمات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب ہم مختصر طور پر اس بات کا جائزہ لیں گے کہ مختلف طبقوں اور گروہوں کے کون کون سے افعال و اعمال 'منکر' کی حدود میں داخل ہیں اور کون سے اس سے باہر۔ اس چیز کا علم ہمیں ہر معاملہ میں حق و انصاف کے راستہ پر قائم رکھنے میں مددگار ہوگا۔

عمال و حکام کا احتساب اور تعلیمات نبویﷺ

''جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں''(۹۱)۔ جب نبیﷺ نے یہ اعلان کیا تو ریاست وحکومت کے متعلق ایک نیا تصور پیش کیا۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں میں سرکاری خزانہ بادشاہ کا ذاتی خزانہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ جس طرح چاہتا تھا تصرفات کرتا تھا۔ قیصر و کسریٰ کی بادشاہتوں میں تو عیش پرستی کا ایک کلچر حکومت سے عام آدمی تک پھیلا ہوا تھا اور اس عیش پرستی کو قائم رکھنے کے لئے عوام پر نت نئے ظالمانہ ٹیکسوں کا بوجھ لاد کر زراعت، تجارت اور مختلف پیشوں کی حالت خراب کر دی گئی تھی(۹۲)۔ اس پس منظر میں اسلام نے اعلان کیا کہ ذمہ داری کے مناسب اور سرکاری

Marfat.com

خزانہ امانت ہیں۔ ان کا غلط استعمال بددیانتی کے مترادف ہوگا۔ حضورﷺ نے سرکاری بیت المال میں جو کچھ بھی مختلف مدات سے حاصل ہوتا تھا اس کو مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا اور کبھی اس کو اپنے شخصی تصرف میں نہ لائے، زکوٰۃ کی ساری رقم کو اپنے اور اپنے اہل وعیال اور اپنے خاندان ہاشم پر حرام قرار دیا اور اس کو بحکم الٰہی عام غرباء اور اہل حاجت کا حق قرار دیا۔ اس حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں''.........قرآن کا یہ حکم تھا کہ زکوٰۃ کا مال رسولﷺ اللہ کی ذات اور رسولﷺ کے اہل وعیال کے لئے حرام ہے۔ اگر سرکاری آمدنی حکمران کی آمدنی سمجھ لی جائے تو حکمران کے قریبی لوگ، ماتحت لوگ، ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور اگر معلوم ہو کہ حکمران کیلئے حرام ہے تو ماتحت افسران کو ذرا احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے کہ حکمران ان کا محاسبہ کرے گا''(۹۳)۔

زکوٰۃ میں تو سرے سے حضورﷺ اور ان کے خاندان کیلئے کوئی حصہ نہ تھا لیکن مال غنیمت کے پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ حضورﷺ کی ذات اور ان کے خاندان کے لئے مخصوص تھا۔ لیکن حضورﷺ اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے بعد باقی مال کو عام مصالح مسلمین میں خرچ کر دیتے تھے۔ اس لئے آپﷺ فرمایا کرتے تھے''خدا نے جو آمدنی اے مسلمانو تم پر واپس کی ہے اس میں خود میرے لئے بجز اس خمس کے اور کچھ لینا جائز نہیں اور وہ خمس بھی تم ہی لوگوں پر لوٹا دیا جاتا ہے لہٰذا ایک ایک سوئی اور ایک ایک تالا لاکر رکھ دو کوئی چھوٹی یا بڑی چیز چھپا کر نہ رکھو۔ ایسا کرنا شرمناک ہے اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے(۹۴)۔ قرآن حکیم نے بھی حضورﷺ کی دیانت وامانت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور کہا ہے''کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا۔ پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا(۹۵)۔ حضورﷺ نے ایک موقع پر فرمایا''میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کچھ روک سکتا ہوں میں تو صرف خزانچی ہوں جس موقع پر صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں صرف کرتا ہوں(۹۶)۔ نبی اکرمﷺ کا یہ فرمان دراصل ان تعلیمات قرآنی کا مظہر تھا جن کے ذریعے دنیا میں پہلی دفعہ حکومتوں کی صرف کی پالیسی(Expenditure Policy) کے لئے واضح ہدایات دیتے ہوئے مدات خرچ (heads of expenditures) بھی بیان کر دیئے گئے۔ اس بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں''اسلام سے پہلے کے مذہبوں میں سرکاری آمدنی کے ذرائع، یعنی کن کن چیزوں پر ٹیکس لیا جائے اس کی تفصیل تو ہمیں ملتی ہے

Marfat.com

مثلاً توریت وغیرہ میں، لیکن کن کن مدات میں انہیں خرچ کیا جائے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ وہ بالکل حکمران کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ اس ٹیکس کو وہ جیسا چاہے خرچ کرے.......... میرے علم میں قرآن حکیم ہی وہ پہلی دینی کتاب ہے جس میں آمدنی کے وسائل کے متعلق بہت کم تفصیلیں ملتی ہیں لیکن خرچ کے متعلق انتہائی تفصیل سے بتایا جاتا ہے کہ کس کو کتنی رقم دی جائے‘‘(۹۷)۔

نبی اکرم ﷺ خود بھی سرکاری خزانہ کو مسلمانوں کی امانت سمجھتے تھے اور اپنے عمال کو بھی بددیانتی یا خیانت کرنے سے منع کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے جو معیار زندگی اپنایا ہوا تھا اس میں نہ تو بادشاہوں جیسی کروفرتھی نہ ان جیسی عیاشیاں اور اسراف وتبذیر کے مظاہرے، وہ انتہائی سادہ زندگی بسر کر سکتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نبی اکرم ﷺ کے حجرہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے اثاث البیت کو دیکھ کر رونے لگے تو حضور ﷺ نے رونے کی وجہ دریافت کی تو آپؓ نے عرض کی ’’یا رسول ﷺ اللہ میں کیوں نہ روؤں جب میں دیکھ رہا ہوں کہ بستر نہ ہونے کی وجہ سے چٹائی کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے ہیں اور آپ ﷺ کا سارا اثاث البیت میرے سامنے ہے ادھر قیصر وکسریٰ ہیں جو باغ و بہار اور عیش و آرام کے مزے لوٹ رہے ہیں اور حضور ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور ان سے بے نیاز ہیں، ارشاد ہوا کہ اے ابن خطابؓ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہم آخرت لیں اور وہ دنیا؟‘‘(۹۸)۔ سرکاری خزانہ سے غبن، چوری یا فراڈ اسلام کی نظر میں بہت بڑا گناہ ہے۔ اس گناہ کی شدت اس وجہ سے ہے کہ سرکاری خزانہ اجتماعی ملکیت ہوتا ہے اور اگر کوئی اس سے چوری کر کے توبہ بھی کرنا چاہے تو اس کے لئے ہزاروں، لاکھوں افراد سے معاف کروانا مشکل ہے۔ وہ کس کس کے پاس جائے گا اور معافی کا خواستگار ہوگا؟ یہی وجہ تھی کہ ایک غزوہ میں ایک شخص نے اون کا کچھ حصہ چھپا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ مال غنیمت تقسیم ہونے کے بعد اس کو خیال آیا تو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ باوجود رحمتہ للعالمین ہونے اور امت پر ماں باپ سے زیادہ شفیق ہونے اس کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اب میں اس کو کس طرح سارے لشکر میں تقسیم کروں اب تو قیامت کے دن ہی تو اس کو لے کر حاضر ہونا(۹۹)۔

آج کل کمیشنوں اور kickbacks کی لعنت نے عمال و حکام کو بڑی بری طرح گھیرا ہوا ہے۔ وہ سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر سرکاری سودوں اور ٹھیکوں میں سے اپنا حصہ رسدی وصول کرتے ہیں۔ جو لوگ ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں انہیں حضور ﷺ کی اس حدیث کو پیش نظر رکھنا چاہئے جس میں

Marfat.com

زکوۃ کے ایک عامل کے یہ کہنے پر کہ لوگوں نے یہ مال مجھے ہدیہ کیا ہے اور یہ آپ ﷺ کا ہے۔ آپ ﷺ نے سخت تنبیہ کرتے ہوئے کہا ''بعض اشخاص کو میں بعض کاموں کا ناظم بنا دیتا ہوں۔ پس وہ آ کر کہتے ہیں کہ یہ مال (اے مسلمانو!) تمہارا ہے اور یہ مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے آخر وہ اپنی ماں اور اپنے باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ رہتا کہ اگر وہ سچا ہے تو اس کا ہدیہ گھر بیٹھے اس کے پاس آ جاتا۔ خدا کی قسم! جو شخص تم میں سے کوئی چیز ناحق لے گا وہ ضرور اللہ کے سامنے جائیگا تو وہ چیز اوپر لائے گا''(۱۰۰)۔

سرکاری عمال اور حکام میں پائی جانے والی کرپشن کی ایک شکل رشوتیں (bribes) ہیں۔ اس میں وہ رشوتیں بھی شامل ہیں جو عوام سے جائز و ناجائز کاموں کی انجام دہی کے عوض وصول کیجاتی ہیں اور وہ رشوتیں بھی ہیں جو اپنے چہیتوں کو نوازنے کے لئے پلاٹ، پرمٹ، ملازمتوں وغیرہ کی شکل میں سیاسی زعماء کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ قرآن و حدیث میں متعدد مواقع پر شدید الفاظ میں رشوتوں کی مذمت کی گئی ہے(۱۰۱)۔

عمال کی بددیانتی کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی میں سے کوتاہی کرتے ہیں اور ڈیوٹی کا جو حق ہے وہ پوری طرح ادا نہیں کرتے یہ چیز بھی قرآن کی تعلیمات کے مطابق بددیانتی کے ذیل میں آتی ہے۔ فرمایا ان خیر من استاجرت القوی الامین۔ ہمارے ملک میں سرکاری کارپوریشنوں واپڈا، ریلوے، کے ای ایس سی، پاکستان سٹیل، پی آئی اے وغیرہ کا مسلسل خسارہ کا شکار رہنا کرپشن کے علاوہ سرکاری عمال کی inefficiency کی وجہ سے ہے۔ اس حالت کو بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت عمرؓ جب کسی شخص کو کسی عہدہ پر فائز کرتے تو اس کے تمام اثاثوں کی فہرست تیار کرواتے اور اگر معمولی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تو اس سے مواخذہ کرتے اور زائد مال کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ کے بارے میں شکایت ملی کہ وہ حکم کے خلاف گھر میں عدالت لگاتے ہیں تو محمد بن مسلمہ کو بھیج کر ان کے گھر کو آگ لگوا دی (۱۰۲)۔

ٹیکس نادہندگان کا احتساب اور تعلیمات نبوی ﷺ

اسلامی نظام محاصل کے اجزاء میں خمس من الغنائم، خراج، جزیہ، عشور، کراء الارض، زکوۃ و عشر، وقف، اموال فاضلہ وغیرہ شامل ہیں۔ اسکے علاوہ حکومت کو ضرائب و نوائب کی شکل میں اضافی ٹیکس بھی نافذ

Marfat.com

کرنے کی مشروط اجازت ہے۔ اس ضمن میں مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی لکھتے ہیں کہ جو لوگ یہ مؤقف رکھتے ہیں کہ زکوٰۃ، عشر اور خراج کے علاوہ مال پر مزید حقوق واجبہ نہیں ہیں وہ قلت فکر کا شکار ہیں۔ علماء محققین کا مسلک یہ ہے کہ بلاشبہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال پر حقوق واجبہ ہیں اور ان کا وجوب اس حد تک اہمیت پذیر ہے کہ اگر کوئی شخص ان حقوق واجبہ سے گریز کرے تو بلا تامل امام اس کو ادائے حقوق پر مجبور کر سکتا ہے(۱۰۳)۔ ابن حزم اندلس کے مشہور محدث وفقیہہ ہیں جن کو بعض علماء نے قرن خامس کا مجدد قرار دیا ہے انہوں نے اس کے متعلق لکھا ہے ''اور ہر ایک شہر کے ارباب دولت پر فرض ہے کہ وہ فقراء اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کا سامان کریں اور اگر نہ کریں تو ان کو ادائیگی فرض پر خلیفہ اور امام مجبور کر سکتا ہے اور اگر زکوٰۃ اور فئی (اموال بیت المال) ان کی کفالت کے لئے کافی نہ ہوں''۔ علامہ ابن حزم نے اپنے مؤقف کی تائید میں مختلف روایات درج کی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ''جو بات مجھ کو بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے سے معلوم ہوتی تو میں دولتمندوں کی فاضل دولت کو ان سے لے کر فقراء مہاجرین پر تقسیم کر دیتا''۔ حضرت علی ابن طالبؓ نے فرمایا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب دولت وثروت پر اس قدر مال کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے جو ان کے فقراء اور حاجتمندوں کی حاجت کی کفالت کر سکے۔ پس اگر لوگ بھوکے اور ننگے اور تکالیف وشدائد میں مبتلا رہیں تو اس کی وجہ یہی ہوگی کہ اصحاب دولت نے اپنا فرض ادا نہیں کیا''۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا ''فی مالک حق سوی الزکوٰۃ اور مشہور تابعین شعبی، مجاہد طاؤس وغیرہ بھی باتفاق اس بات کے قائل تھے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق مفروض ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضور ﷺ کی حدیث نقل کی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس ضرورت سے فاضل سواری ہو اس کو چاہئیے کہ جس کے پاس سواری نہیں ہے اس کو دیدے اور جس کے پاس اپنی اصل حاجت سے زائد خورد نوش کا سامان ہو اس کو چاہئیے کہ جس کے پاس خورد نوش کا سامان نہیں ہے اس کو دیدے۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں آپ ﷺ مختلف اقسام احوال کو شمار کر کے اسی طرح فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ حاجت سے زائد مال پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے(۱۰۴)۔ علامہ ابن حزم نے زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی آمدنی کے کفایت نہ کرنے کی صورت میں ہنگامی ٹیکس نافذ کرنے پر زور دیا ہے۔ اسی طرح دوسری پبلک کی انفرادی اور اجتماعی ضروریات کے لئے بھی ضرائب پر انحصار کرنے کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آج کل کے دور میں دشمنوں کے مقابلہ میں قوت تیار کرنے کے قرآنی حکم کی تکمیل کے

Marfat.com

لئے سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم پر خرچ کے لئے بے پناہ وسائل کی ضرورت ہے اور پھر جدید اسلحہ کی خریداری پر بھی بہت زیادہ خرچ آتا ہے۔ ملکی امن و امان برقرار رکھنے کیلئے بھی وسائل کی ضرورت ہے۔ ملک کے سماجی اور معاشی ڈھانچہ کو ترقی دینے کے لئے بھی وسائل چاہئیے ہیں تا کہ ملک سے بے روز گاری اور غربت کا خاتمہ کیا جا سکے۔ اسی طرح دوسرے فلاح و بہبود کے کاموں کے لئے بھی وسائل درکار ہیں۔

سطور بالا کی بحث سے ضرائب ونوائب کے جائز ہونے کا ثبوت مہیا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ان اصولوں کو بھی سامنے رکھنا چاہئے جو اسلامی تعلیمات سے ٹیکس کے نفاذ کے متعلق ملتے ہیں۔ وہ اصول یہ ہیں: اول، ''دولت تمہارے مالداروں میں ہی گردش نہ کرتی رہے'' (۱۰۵)۔ نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ کے محصول کا مقصد سمجھاتے ہوئے فرمایا ''تؤخذ من اغنیائهم فترد علی فقرائهم'' (۱۰۶)۔ دوم، جو مال لوگوں کی ضرورت سے زائد ہو اس مال پر ٹیکس لگایا جائے (۱۰۷)۔ سوم، ٹیکس کی شرح ظالمانہ اور غیر عادلانہ نہ ہو (۱۰۸)۔ چہارم، ٹیکس وصولی پر اخراجات زیادہ نہ ہوں (۱۰۹)۔ پنجم، جو حکومت کی جائز ضرورتوں کو کفایت کرے اور خرچ کی پالیسی میں اسراف و تبذیر نہ ہو اور غبن و چوری ہو (۱۱۰)۔ ششم، معیشت کی پیداواریت کو متاثر نہ کریں (۱۱۱)۔

ہمارا موجودہ ٹیکس کا نظام ایک طرف اگر کرپشن کی خرابیوں کا شکار ہونے کی وجہ سے خاطر خواہ محاصل اکٹھے کرنے میں ناکام ہو گیا ہے تو دوسری طرف وہ اسلام کے اصول محاصل کی خلاف ورزی کرنے کی بنا پر ایک ظالمانہ نظام محاصل بن گیا ہے۔ اس نظام کی سب سے بڑی خرابی ہی یہ ہے کہ اس میں بالواسطہ ٹیکسوں (Indirect Taxes) کی بھر مار ہونے کی وجہ سے یہ دولت کو غرباء سے امراء کی طرف منتقل کرتا ہے (۱۱۲)۔ اگر حکومت ان طبقوں اور معیشت کے شعبوں Sectors of Economy سے جو ٹیکس ادا کرنے کے قابل ہیں ٹیکس وصول نہیں کرتی تو وہ اپنے فرائض سے غفلت کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ایسے لوگوں کے معاملہ میں صدیقی جذبہ اسلام کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ موجودہ نظام محاصل میں ٹیکسوں کا بوجھ عام شہریوں پر زیادہ اور متمول طبقات پر کم ہے۔ اور یہ عدم توازن جی ایس ٹی کے نفاذ مزید گہرا ہو گا جو آئی ایم ایف کے مشورہ سے نافذ کیا جا رہا ہے۔ آئی ایم ایف کی ایک رپورٹ، ڈاکٹر محمد یعقوب (سابق گورنر سٹیٹ بینک) کا ایک مضمون اور عمر نعمان کی کتاب اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ دولت کی تقسیم کا رجحان مسلسل دولت مندوں

کے حق میں اور غریب طبقات کے خلاف ہے(۱۱۳)۔ پروفیسر خورشید احمد ٹیکس کے نظام کی اصلاح کے متعلق لکھتے ہیں "اگر ٹیکس کے نظام کو بدعنوانیوں سے پاک کیا جا سکے تو کوئی وجہ نہیں کہ کم شرح کے باوجود زیادہ آمدنی کا حصول ممکن نہ ہو۔ استعماری دور کے رسم و رواج سے نجات اور ایک نئے ٹیکس کلچر کی ضرورت ہے تا کہ ٹیکس گزاروں کی بنیاد وسیع ہو سکے۔ شرح ٹیکس معقول ہو، سرکاری اخراجات طریقے سے اور عوام کی بہبود کے لئے ہوں اور یہ سب کچھ چشم سر سے نظر آ سکے۔ پھر دیکھئے لوگوں کا رویہ کس طرح بدلتا ہے(۱۱۴)۔

قرض نادہندگان کا احتساب اور تعلیمات نبوی ﷺ

اس وقت پاکستان کی معیشت کے بڑے بڑے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ بینکوں اور مالیاتی اداروں کے قرضے کا ہے۔ دو سو بلین سے زیادہ کے قرضے نادہندگی کا شکار ہیں۔ ان میں سے بڑے بڑے قرضے حکومتی حلقوں میں اثر و رسوخ رکھنے والے لوگوں نے بینکوں پر دباؤ ڈال کر یا قرضے کی شرائط نرم کروا کر اور بعض صورتوں میں بغیر ضمانتوں کے جاری کروائے تھے اور بعض صورتوں میں قرضہ حاصل ہی اس نیت سے کیا گیا تھا کہ واپس نہیں کرنا۔ کچھ قرضے بیمار صنعتی یونٹ (Scik Units) سے متعلق ہیں اور کچھ قرضے چھوٹے پیمانے پر کاروبار اور زراعت کرنے والوں نے لئے ہوئے ہیں۔

اس بحث میں ہم پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ قرض کے معاملہ کے متعلق اسلام کیا اصولی ہدایات دیتا ہے اور پھر ہم قرض نادہندگان کے احتساب کے متعلق گفتگو کریں گے:

قرض بنیادی طور پر دائن و مدیون کے درمیان ایک معاہدہ ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس معاہدہ کو لازمی طور پر گواہوں کی موجودگی میں پوری تفصیل کے ساتھ تحریری شکل میں لانے کا حکم دیا ہے(۱۱۵)۔ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق سفر کے علاوہ حضر میں بھی اس معاہدہ کو رہن کے ذریعہ مضبوط کیا جا سکتا ہے(۱۱۶)۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات معاہدوں کی پاسداری پر زور دیتی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے: و اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا (۱۱۷)۔ ایک دوسرے موقع پر قرآن مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: و الذین هم لامنتهم و عهدهم راعون (۱۱۸)۔ احادیث نبوی ﷺ میں سے بھی اس معاہدہ کی پاسداری اور قرض کی ادائیگی پر مختلف انداز سے زور دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "دینے کی قدرت کے

باوجود دوسروں کے حق مطالبہ کی ادا میں تاخیر بہت بڑا ظلم ہے''(۱۱۹)۔ ایک اور موقع پر فرمایا قرض کی بروقت ادائیگی واجب اور فرض ہے (۱۲۰)۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو چیز کسی نے کسی سے لی ہے جب تک اس کو ادا نہ کر دے اس کا بار ادا اس پر برابر قائم ہے''(۱۲۱)۔ جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے تو آپ ﷺ اس کے قرض کے متعلق دریافت کرتے اور اس وقت تک جنازہ نہ پڑھتے جب تک کوئی اس میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی کی ضمانت نہ دیتا یا آپ ﷺ کو یہ یقین نہ دلایا جاتا کہ میت کا دین ادا کرنے کے لئے کافی اثاثہ موجود ہے۔ آپ ﷺ نے ایک دفعہ اپنے صحابہؓ سے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایک شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو اور اسے دوبارہ زندگی دی جائے اور وہ پھر شہید ہو اور پھر اٹھایا جائے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یوم قیامت مدیون کی نیکیاں دائن کو قرضے کے بدلے دے دی جائیں گی کیونکہ اس دن درہم و دینار نہ ہوں گے اور مدیون کی نیکیاں ختم ہوں گی تو دائن کے گناہ اس کے کھاتہ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ ایک راوی بیان کرتا ہے کہ میرا بھائی چھوٹے چھوٹے بچے او کچھ اثاثہ چھوڑ کر مر گیا میں یہ اثاثہ اپنے بھائی کے بچوں پر خرچ کرنا چاہتا تھا لیکن حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی قرض کے عذاب میں گرفتار ہے اس کا قرض ادا کردو۔ حضور ﷺ اپنا قرض بھی خود بڑے اہتمام سے ادا کرتے تھے (۱۲۲)۔

اب اگر کوئی قرض ادا نہ کرے تو اس کے ضمن میں سیرت نبوی ﷺ سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے؟۔ قرآن حکیم کے ایک جملہ الا مادمت علیہ قائماً سے امام ابو حنیفہ نے استدلال کیا ہے کہ دائن کو یہ حق حاصل ہے کہ مدیون سے اپنا حق وصول کرنے تک اس کا پیچھا کرتا رہے (۱۲۳)۔ بخاری کی ایک روایت کے مطابق جو شخص باوجود طاقت کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو دائن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس پر سختی کرے اور اس کی بے عزتی (defanation) کرے (۱۲۴)۔ جو لوگ دوسرے کے مال کو دباتے ہیں وہ اکل بالباطل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قرض نادہندگان کے احتساب کے سلسلہ میں حکومت کو چاہیئے کہ جو لوگ جان بوجھ کر اور استطاعت ہونے کے باوجود قرضے ادا کرنے میں لیت ولعل سے کام لے رہے ہیں ان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کرے اور قانون میں ایسی ترامیم لائے جنکی موجودگی میں کسی کے لئے قرضے معاف کروانے کیلئے کوئی سقم (loophole) نہ مل سکے۔ اور جو لوگ اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ اس وقت قرض کی ادائیگی کر سکیں انہیں

نی حکم ''و ان کان ذوعسرة فنظرة الی میسرة'' (۱۲۵) کے مطابق قرض کی ادائیگی میں مہلت دے دینی
ہئے اس میں بیمار صنعتی یونٹوں کے قرضے بھی آ سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ جو امیر معاویہؓ کے دور
ں قاضی تھے کا فیصلہ بھی نظیر بن سکتا ہے۔ جس میں آپؓ نے دائن کی طرف سے مدیون کو قید کرنے کی
خواست پر فیصلہ دیا ''میں اسے تمہارے دین کی خاطر قید نہیں کروں گا بلکہ آزاد کرتا ہوں تا کہ وہ روزی کمائے
ہارا دین ادا کرنے کے لئے اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے'' (۱۲۶)۔ بعض ایسے قرضے ہیں جو یتیموں
ر بیواؤں کے ذمہ ہیں اور وہ اتنی اچھی مالی حالت نہیں رکھتے کہ قرضے ادا کر سکیں ان کے قرضے حکومت کو زکوٰۃ
یرہ فنڈ سے ادا کرنے چاہئیں۔ قرض کے معاملہ کے متعلق یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ قرآن حکیم اور
حادیث نبوی ﷺ سے سود کی شدید ترین الفاظ میں مذمت وارد ہوئی ہے اس لئے اصل زر (principal
amoun) کے علاوہ جو سود کی رقم لوگوں کے ذمہ بنتی ہے وہ کسی طرح بھی لوگوں سے وصول کرنا ازروئے اسلام
بائز نہیں۔ اب تو سپریم کورٹ نے سود کے متعلق تاریخی فیصلہ دے دیا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد موجودہ قرضوں کو
سلامی طریقہ ہائے سرمایہ کاری میں تبدیل کر دینا چاہئے۔

منکرات کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ تجارتی اور معاشی حوالہ سے بہت سے امور ایسے ہیں
جن کی اصلاح کے بغیر معاشی فساد سے نجات ممکن نہیں ہے۔ مثلاً مصنوعی قلت و ذخیرہ اندوزی، سٹہ بازی
(Speculative trade)، اجارہ داریاں (Monopolies & Cartels)، سمگلنگ، اشیاء خورد نوش اور ادویات
وغیرہ میں ملاوٹ اور جعلسازی، تخمیس اشیاء غیرہ منکرات کا سدباب ضروری ہے۔ اخلاقی حوالہ سے دیکھیں تو
میڈیا (خصوصاً الیکٹرانک میڈیا) کی طرف سے بے حیائی کے کلچر کو فروغ دینا سوسائٹی میں بہت بڑی خرابی کا
باعث بن رہا ہے۔ اس کے علاوہ میڈیا سے تشدد (Voilance) پر مبنی جو پروگرام دکھائے جا رہے ہیں وہ بھی
نوجوان نسل کی تباہی اور غلط راستوں پر ڈالنے کا باعث بن رہے ہیں۔ (ماہرین نفسیات اور عمرانیات کے مطابق
تشدد پر مبنی پروگراموں سے نوجوان تشدد سیکھتے ہیں اور مغربی ممالک میں اس حوالہ سے جو Empirical studies
ہوئی ہیں ان سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے)۔ سماجی و معاشرتی حوالہ سے دیکھیں تو ہماری سوسائٹی میں جو فرقہ
وارانہ، لسانی، نسلی اور علاقائی تعصبات، منشیات، غیر قانونی اسلحہ کی سمگلنگ وغیرہ چیزیں فروغ پا رہی ہیں وہ بھی
سوسائٹی میں فساد پر منتج ہو رہی ہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے بھی ضروری اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔

Marfat.com

حرف آخر

اختتام نبی اکرم ﷺ کی اس دعا کے ساتھ کرتا ہوں جو آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے:

''اللھم اھدنی لاحسن الاعمال لا یھدی لاحسنھا الا انت و اعوذبک من منکرات الاخلاق و الاعمال و الاھواء''(۱۲۷)

Marfat.com

ماخذ ومراجع

۱) القرآن الحکیم (۲۶: ۳۸)

۲) مصباح اللغات، عبد الحفیظ بلیاوی، ''ایڈوانسڈ لرنر ڈکشنری فار کرنٹ انگلش''، اے ایس ہارن بائی اور ''پریکٹیکل ڈکشنری''، پروفیسر بشیر احمد قریشی

۳) Public Administration، ڈاکٹر سلطان خان (۲۳۵ـ۲۲۶)

۴) Sociology، ایم اقبال چوھدری اور Sociology and Introduction، ایس ایم شاہد

۵) "Social change & control"، ڈاکٹر جی داس (۲۳۶ـ۲۳۷)

۶) الاحکام السلطانیہ، الماوردی ترجمہ مولانا سید محمد ابراہیم ص (۳۷۶)

۷) مفردات القرآن، ترجمہ وحواشی مولانا محمد عبدہ فیروز پوری ج ۲ ص ۶۹۰

۸) اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں، مولانا شہاب الدین ندوی ص ۴۹۷

۹) (۴۱:۲۲)

۱۰) بخاری کتاب الاحکام، ج ۲ ص ۱۰۵۷

۱۱) (۲:۵)

(۱۲) ....

(۱۳) (۱۱۲:۹)

(۱۴) ....

(۱۵) خلافت وملوکیت، سید ابو اعلیٰ مودودی ص ۷۹

(۱۶) ایضاً، سید مودودیؒ ص ۷۹

(۱۷) ایضاً، سید مودودی ص ۸۰

(۱۸) اور (۱۹) اسلامی سیاست، مولانا گوہر رحمان ص ۱۳۴ـ۱۳۶

(۲۰) (۸: ۲۵)

(۲۱) تفہیم القرآن، مودودیؒ ج ۲ ص ۱۳۷ اور ضیاء القرآن ج ۲، محمد کرم شاہ ص ۱۴۱

(۲۲) سیرۃ النبی ﷺ، سلیمان ندوی ج ٦ ص ۳۹۷ و مقالات سیرت 1988ء شائع کردہ وزارت مذہبی امور ص ۲۵۹۔۲٦۲

(۲۳) اسلامی سیاست، گوہر رحمان ص ۳٦۸

(۲۴) اربعین نووی، ترجمہ وتشریح مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ص ۱۲۴

(۲۵) (۳۸:۲٦)

(۲٦) (۵۷:۲۵)

(۲۷) (۴۲:۵)

(۲۸) (۴:۵۸)

(۲۹) (۴:۱۳۵)

(۳۰) (۵:۸)

(۳۱) (۴:۱۰۵)

(۳۲) (۴۲:۱۵)

(۳۳) اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ آگے چل کر ہم لکھیں گے، خلافت وملوکیت، ایضاً ص ٦۳

(۳۴) معارف القرآن، مفتی محمد شفیعؒ ص ۵۷۷ جلد دوم

(۳۵) ایضاً، ص ۳۲۱ جلد ۸

(۳٦) اسلامی ریاست، ایضاً ص ۴۰۵

(۳۷) ایضاً ص ۴۰۴

(۳۸) نبی رحمت ﷺ، ابوالحسن علی ندوی ج ۲، ص ۳۷

(۳۹) مقالات سیرت 92ء، پیر کرم شاہ مضمون ص ۲۵۔۲٦

(۴۰) تفسیر عثمانی

(۴۱) اسلامی سیاست، ایضاً ص ۱۲۱

(۴۲) عمر فاروق اعظم، محمد حسین ہیکل ترجمہ حبیب اشعر، ص ۵۹۵ اور اسلامی عدالت مجاہد قاسمی ص ۱۸

(۴۳) اسلامی عدالت، مجاہد الاسلام قاسمی ص ۳۴

(۴۴) خلافت وملوکیت، ایضاً ص ۲۸۸ اور اسلامی سیاست ص ۴۱۲

(۴۵) اسلامی سیاست، ایضاً ص ۴۱۰

(۴۶) ایضاً، ص ۴۱۱

(۴۷) معارف القرآن، محمد شفیع ص ۴۴۶۔ ۴۴۹ جلد دوم

(۴۸) WHITE COLLAR CRIMES: These are crimes's commited by relatively affluent persons, often in course of business activities. Included in white collar crimes are carporate crimes, fraud, embezzlement, corruption, bribery, tax fraud or evasion, stock mainpulation, under so over envoicing, misrepresentation of advertising, restraint of trade, infringement of patents, pollution of air and environment, over charging, and so on.

Organized Crimes: These refer to large scale bureaucratic organizations, that provide illegal goods and services in public demand.

These crimes are committed by Drug Mafias, smugglars of illegal goods & illegal arms etc.

James W. Wander) کی کتاب "Sociology: The Core" سے ترمیم واضافہ کے ساتھ) ص ۱۴۰۔ ۱۴۳

(۵۰) اسلامی عدالت، ایضاً ص ۲۰۴۔ ۲۰۵ اور اسلامی سیاست، ایضاً ص ۳۷۳۔ ۳۷۶

بے غیر چھری کے ذبح ہونے کا مطلب: امام ابن الاثیر کے مطابق بغر چھری کے ذبح کا مفہوم یا تو یہ ہے کہ وہ روحانی اور اخلاقی طور پر ذبح ہو جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ قاضی کے عذاب اور ہلاکت کی طرف اشارہ ہے اگر وہ ظلم وجور سے فیصلے کرے۔

اس طرح ظالم قاضیوں کے لئے تربیت کی حدیث ہے۔ صاحب معین الاحکام اور بعض دیگر فقہاء نے حدیث مذکور کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ قضاء کی ذمہ داری قبول کرنا بہت بڑا بوجھ اٹھانا ہے جو مجاہدہ نفس

Marfat.com

اور ریاضت کے بغیر نہیں اٹھایا جا سکتا تو جو شخص یہ بوجھ اٹھاتا ہے وہ ذبح بغیر مسکین کہلانے کا مستحق ہے۔ قاضی شوکانی نے پہلے مطلب کو رائج قرار دیا ہے۔ (بحوالہ اسلامی سیاست ص ۳۷۶)

(۵۱) اسلامی سیاست، ص ۳۹۵

(۵۲) حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، قضاء کا بیان ص ۵۴۰

(۵۳) الفاروق، شبلی نعمانی، ص ۲۱۸۔۲۲۰

(۵۴) اسلامی عدالت، ایضاً ص ۱۳۹۔۱۴۳

قاضی شریح کے نام خط کا ترجمہ: مجلس قضاء میں نہ تو کسی سے جھگڑا کرو، نہ بلا وجہ مباحثہ کرو نہ فروخت کرو، نہ کوئی چیز خریدو اور غصہ کی حالت میں کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کرو (ایضاً ص ۱۴۳)

(۵۵) ''اسلامی نظام حکومت میں عدلیہ کا مقام اور اختیارات''، سید معروف شاہ شیرازی، ص ۱۹۔۲۰

(۵۶) حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، قضاء کا بیان ص ۵۴۰

(۵۷) ترجمان القرآن (ماہنامہ)، نومبر 1999ء ص ۲۰

(۵۸) (۲:۲۸۲۔۲۸۳)

(۵۹) تفہیم القرآن، مودودیؒ، جلد دوم ص ۶۱۶ (۱۷:۳۶)

(۶۰) (۴۹:۶)

(۶۱) حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، قضاء کا بیان ص ۵۴۰

(۶۲) آج کل لوگوں نے کرپشن وغیرہ کر کے جائیدادیں، گاڑیاں اور مکانات خرید رکھیں اور اپنی تنخواہ آمدنی سے اعلیٰ معیار زندگی اپنایا ہوا ہے۔ ان سے کہا جائے کہ آپ نے یہ چیزیں اتنی معمولی تنخواہ سے کیسے خرید لیں تو وہ ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ یہ جائز ذرائع سے خریدی ہوئی چیزیں نہیں ہیں۔ اس ضمن میں چند سالوں میں درجنوں فیکٹریاں اور کارخانے بنانے والوں سے بھی مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اگر یہ فیکٹریاں کرپشن، ٹیکس چوری اور مالیاتی اداروں کے قرضے ہڑپ کر کے نہیں بنائیں تو اپنے جائز ذرائع کا ثبوت پیش کریں۔

Marfat.com

(۶۳) OXFORD ADVANCED LEARNER'S DICTIONARY FOR CURRENT ENGLISH، A S HORNBY ص ۱۵۱

(۶۴) اسلامی سیاست، ایضاً ص ۳۸۴

(۶۵) ایضاً، ص ۳۸۵ (صاحب معین الاحکام کے مطابق ۲۵ ایسے مسائل ہیں جن میں فقہاء نے قرائن پر فیصلہ کیا ہے)

(۶۶) (۴۵:۵)

(۶۷) (۴۲_۳۹:۴۲)

(۶۸) (۱۹۴:۲

(۶۹ (۱۲۶:۱۶)

(۷۰) (۲۷:۱۰)

(۷۱) (۴۰:۴۰)

(۷۲) (۴۱:۵۳)

(۷۳) الرحیق المختوم، صفی الرحمان مبارک پوری ص ۶۲۰

(۷۴) ....

(۷۵) (۱۱۱:۳)

(۷۶) (۵۸:۲۸)

(۷۷) (۱۴۴:۵)

(۷۸) (۱۷۹:۲)

(۷۹) (۲:۲۴)

(۸۰) سیرت النبی ﷺ، سلیمان ندوی ص ۵ (جلد ششم)

(۸۱) ....

(۸۲) اسلامی سیاست ص ۴۰۱ والرحیق المختوم

(۸۳) James W. Vander , Sociology:-The Core ص ۱۳۲،۱۳۳،۱۴۰،۱۴۱

(۸۳)-A سیرۃ النبی ﷺ، سید سلیمان ندوی ص ۴۳ (جلد ہفتم)

(۸۴) (۳:۴۹)

(۸۵) (۴:۶۵)

(۸۶) سیرۃ النبی ﷺ، ایضاً جلد ہفتم ص ۵۰

(۸۷) ایضاً ص ۴۹-۵۰

(۸۸) ایضاً، ص ۵۱

(۸۹) ایضاً، ص ۵۰

(۹۰) عمر فاروق اعظم، ایضاً ص ۵۹۰

(۹۱) سیرۃ النبی ﷺ، ایضاً جلد ہفتم ص ۴۰

(۹۲) اسلام کا اقتصادی نظام، حفظ الرحمان سیوہاروی ص ۲۶

(۹۳) اسلامی ریاست: عہد رسالت کے طرز عمل سے استشہاد، ڈاکٹر حمید اللہ ص ۴۰

(۹۴) تفہیم القرآن، مودودیؒ، جلد ۲ ص ۳۱ و اسلامی معاشیات، مناظر احسن ص ۴۰۴

(۹۵) (۳:۱۶۱)

(۹۶) سیرۃ النبی ﷺ، ایضاً جلد ہفتم ص ۴۵

(۹۷) اسلامی ریاست، حمید اللہ ص ۴۵

(۹۸) سیرۃ النبی ﷺ، ایضاً جلد ہفتم ص ۴۶

(۹۹) معارف القرآن، ایضاً جلد دوم ص ۲۳۲-۲۳۳

(۱۰۰) تفسیر مظہری، ثناء اللہ پانی پتی، جلد دوم ص ۴۰۱-۴۰۲

(۱۰۱) (۲:۲۳)، (۵:۹)، (۲:۲۱) (حدیث نبوی ﷺ: الراشی و المرتشی کلاھما فی النار)

(۱۰۲) احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت، مولانا تقی امینی، ص ۲۳۱-۲۳۲

(۱۰۳) اسلام کا اقتصادی نظام، ایضاً ص ۳۵۷

Marfat.com

(۱۰۴) ایضاً، ص ۳۵۷۔۳۶۴

(۱۰۵) (۵۹:۷)

(۱۰۶) اسلام کا نظام مالیات، ڈاکٹر نور محمد غفاری ص ۲۹

(۱۰۷) معاشیات اسلام، مودودیؒ، ص ۱۱۳

(۱۰۸) کتاب الخراج لابی یوسف بحوالہ خلافت وملوکیت ص ۲۹۱۔۲۹۲

(۱۰۹) اسلام کا نظام مالیات، ایضاً، ص ۳۴

(۱۱۰) ایضاً، ص ۳۴ (اضافہ کے ساتھ)

(۱۱۱) اسلامی معاشیات، ایضاً ص ۴۱۸۔۴۱۹

(۱۱۲) Public Finance in Islam، زبیر اقبال وغیرہ۔ص ۲۴ اور Islamic Economics, Theory & Practical، ایم اے منان ص ۳۱۳

(۱۱۳) ترجمان القرآن (ماہنامہ) جون 1998ء، ص ۱۲ ''آئی ایم ایف کی رپورٹ: کم آمدنی والے گروپ (۷۰۰ روپے ماہانہ سے کم) کے لئے فی صد آمدنی میں ٹیکس کا 6.8% بوجھ، زیادہ آمدنی والے گروپ (۴۵۰۰ روپے ماہانہ سے کم) کے 4.3% کے مقابلہ میں زیادہ تھا'' تازہ ترین صورت حال کے متعلق ڈیلی ''ڈان'' کا ۱۰ مارچ ۲۰۰۰ء کا پرچہ دیکھا جا سکتا ہے۔ اور مذکورہ رسالہ سے مسٹر نعمان اور ڈاکٹر یعقوب کے مضمون کی findings معلوم کی جا سکتی ہیں۔

(۱۱۴) ترجمان القرآن، دسمبر ۱۹۹۹ء، ص ۱۴

(۱۱۵) (۲:۲۸۲۔۲۸۳)

(۱۱۶) تفسیر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۶۱

(۱۱۷) (۱۷:۳۴)

(۱۱۸) (۸:۲۳)

(۱۱۹)، (۱۲۰) اور (۱۲۱) اسلام کا اقتصادی نظام، ایضاً ص ۳۸۰

(۱۲۲) Sanctity of debtin Islam، ڈاکٹر عبد الکریم کا مضمون روزنامہ ڈان ۱۰ مارچ ۲۰۰۰ء

Marfat.com

(۱۲۳) معارف القرآن، مفتی شفیع، جلد دوم ص ۹۲۔۹۳

(۱۲۴) ''ڈان'' ۱۰ مارچ ۲۰۰۰ء

(۱۲۵) (۲۰: ۲۸۰)

(۱۲۶) اسلامی عدالت، ایضاً، ص ۲۰

(۱۲۷) سنن النسائی، ص ۱۰۶ بحوالہ ماہنامہ ترجمان القرآن، فروری ۱۹۹۹ء، ص ۳۱

☆☆☆ختم شد☆☆☆

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد اشرف شاہین قیصرانی۔ کوئٹہ

احتساب کا مفہوم:

زیادہ سیاسی مفکرین کی رائے میں ''احتساب'' کا مفہوم ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کے مترادف ہے[1]۔ لیکن آج ہمارے ہاں ''احتساب'' سے مراد یہ لیا جارہا ہے کہ جو لوگ ''مالی بدعنوانیوں'' کے مرتکب ہوئے ہیں ان سے قوم کا پیسہ واپس لیا جائے اور انہیں عدالت کے روبرو پیش کر کے مناسب سزا دلوائی جائے۔ بظاہر ان دونوں میں تناقض نظر آتا ہے لیکن درحقیقت بات ایک ہی ہے کیونکہ قرآنی اصطلاح کے مطابق معروف میں صرف نماز وروزہ قسم کی عبادات ہی داخل نہیں ہیں بلکہ یہ لفظ فرد واجتماع کی جملہ ضرورتوں اور فائدہ پہنچانے والی تمام چیزوں کو شامل ہے۔ اس طرح ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' میں صرف مشہور قسم کے بُرے کام ہی داخل نہیں بلکہ اس میں ہر ضرر رساں چیز اور انسانی ضرورتوں سے گریز وفرار کی راہ بھی داخل ہے[۲]۔

پس احتساب کا جامع مفہوم یہ ہوگا کہ:

> ''زندگی کے ہر شعبہ میں بھلائیوں، نیکیوں، عدل وانصاف اور خیر کو رائج کیا جائے اور ہر شعبہ سے برائیوں، ظلم، استحصال اور محرومی ومایوسی کا خاتمہ کیا جائے۔ بالفاظ دیگر عدل اجتماعی (Social Justic)[۳] ہی ''بے لاگ احتساب'' ہے اور یہی ایک اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرے کا مطلوب ومقصود ہے''[۴]۔

Marfat.com

سیرت طیبہؐ اور بے لاگ احتساب:

سیرت طیبہؐ کی روشنی میں ''بے لاگ احتساب'' کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے معاشرہ میں تعلیم وتربیت، تزکیہ نفس، اخلاقی اقدار کے استحکام اور عدل وانصاف کے نظام کو جس طرح نافذ کیا تھا ان کی بدولت احتساب یا مؤاخذہ کا موقع کم ہی آتا تھا۔ اولاً تو صحابہ کرامؓ میں خوف خدا، خوف آخرت، پاکیزگی نفس اور اخلاقی اقدار ہی اس قدر مستحکم تھے کہ وہ کبھی اسلامی تعلیمات سے انحراف کرتے ہی نہ تھے اور کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی جاتی تو ضمیر کی خلش ہی انہیں چین نہ لینے دیتی اور وہ خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سزا یا معافی کے طلبگار ہوتے[۴] اور اگر کبھی ایسا موقع آ ہی جاتا کہ یہ سارے ہتھیار کند ہو جاتے تو عدل وانصاف کا تازیانہ ایسا تھا جو اپنے پرائے میں کوئی امتیاز روا نہ رکھتا تھا۔ فاطمہ مخزومی پر حد جاری کرنے کا واقعہ عدل وانصاف کی بلا امتیاز فراہمی کا بہترین نمونہ ہے[۵]۔ مگر افسوس کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی فراموش کر دیا ہے کہ:

> ''تم سے پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ ان میں اگر کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور اگر وہی جرم کوئی غریب اور کم درجے کا آدمی کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے''[۶]۔

اور آج ہماری بدقسمتی یہی ہے کہ ہم نے پچاس باون سال کے عرصہ میں ''بڑے آدمیوں'' کو کوئی سزا نہیں دی۔ نتیجتاً آج ہر طرف سے ''بے لاگ احتساب'' کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے، نہ ہی ہم نے اپنے معاشرہ کا نظام تعلیم وتربیت، اخلاقی اقدار اور نظام عدل وانصاف ان بنیادوں پر استوار کیا ہے جس کا درس ہمیں ختمی مرتبت حضرت محمد ﷺ نے دیا تھا۔

سیرت طیبہؐ کی روشنی میں ''احتساب'' کے ذرائع دو قسم کے ہیں:

(۱) احتساب کے اخلاقی ذرائع۔

(۲) احتساب کے قانونی ذرائع۔

۱۔ احتساب کے اخلاقی ذرائع:

احتساب کے اخلاقی ذرائع سے مراد وہ اخلاقی اقدار اور عقائد ہیں جن کے ذریعے فرد اپنا احتساب خود کرتا ہے۔ ان میں سرفہرست خوف خدا اور خوف آخرت ہیں۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''انسان کا انفرادی رویہ اور انسانی گروہوں کا اجتماعی رویہ کبھی اس وقت درست نہیں ہوتا جب تک یہ شعور اور یقین انسانی سیرت کی بنیاد میں پیوست نہ ہو کہ ہم کو خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے''(۷)۔

خوف خدا اور خوف آخرت کے بعد دوسری اہم چیز حسن اخلاق یا اخلاقی اقدار ہیں جو انسان کو کجروی سے محفوظ رکھتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے فرامین کہ ''میرے نزدیک تم میں سے انتہائی محبوب وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں''(۸) اور ''تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں''(۹) حسن اخلاق کی اہمیت کو بخوبی واضح کرتے ہیں۔ آج جو اقوام مستحکم ہیں، ترقی یافتہ اور مہذب شمار ہوتی ہیں ان میں خواہ خوف خدا اور جوابدہی کے عقیدے کا اقرار نہ بھی ہو، پھر بھی ان کی اخلاقی اقدار انہیں کم از کم اجتماعی معاملات میں کرپشن سے محفوظ رکھتی ہیں۔ معاشرہ کی خدمت، انسانیت کی فلاح، دیانت داری، ادائے فرض، ضمیر کے اطمینان اور دل کے سکون جس میں چیزوں کا شوق اور لالچ نہیں، ہر ایسے اقدام سے روکتا ہے جس سے معاشرہ میں فساد پیدا ہو۔ غرضیکہ اخلاقی اقدار بھی انسان کی محتسب ہیں جو اسے منکرات سے بچاتی ہیں۔

اس ضمن میں جب ہم عہد نبوی ﷺ کے اسلامی معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عقائد اور اخلاقیات نے لوگوں کے قلوب واذہان ہی کو بدل ڈالا تھا۔ ایک شخص گناہ کرنے کے بعد خود اپنے آپ کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور آپ ﷺ سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ ''مجھے پاک کر دیجئے میں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے''۔ ایک دوسرے موقع پر ایک خاتون اس طرح اپنے آپ کو پیش کر کے سزا کی طلبگار ہوتی ہے۔ غزوہ بدر میں آپ ﷺ لوگوں کو کفار کے خلاف جنگ کی ترغیب دلا رہے ہوتے ہیں تو ایک شخص کھجوریں کھا رہا ہوتا ہے وہ آپ ﷺ سے دریافت کرتا ہے یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں اس جنگ میں شریک ہو کر شہید ہو گیا تو کیا مجھے جنت ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اس نے یہ سنتے ہی باقی ماندہ کھجوریں پھینک دیں اور کہا میں کیوں وقت ضائع کروں، باقی کھجوریں جنت میں کھاؤں گا۔ جب

Marfat.com

آپ ﷺ نے شراب نوشی کی ممانعت کا حکم سنایا تو حکم سنتے ہی لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے اور شراب مدینہ کی گلیوں میں بہادی گئی۔ جب جہاد کے لئے بلایا گیا تو نابالغ بچے بھی پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اپنے آپ کو قتال کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے مالی قربانیوں کی انتہا کر دی۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے اپنے گھر کا سارا مال واسباب آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ مدینہ ہجرت فرمائی تو انصار نے مہاجرین کے لئے اپنے تمام وسائل پیش کر کے اپنے بھائیوں کو آدھے آدھے کا شریک بنالیا۔ یہ سب کچھ عقائد اور اخلاقیات ہی تھے جنہوں نے صحرائے عرب کے شتربانوں کو دنیا کا امام بنادیا۔ فلپ کے ہٹی نے لکھا ہے:

''پیغمبر کی وفات کے بعد صحرائے عرب کو ایسی نرسری میں تبدیل کر دیا گیا جو تعداد اور کردار دونوں لحاظ سے بے مثال تھی۔ جرات، صبر وتحمل، ہمسایوں کے حقوق وفرائض کی ادائیگی، مروت ومردانگی، جود وسخا اور مہمان نوازی، عورتوں کا احترام اور عہد وپیمان کی پاسداری میں وہ اپنی مثال آپ تھے''(۱۰)۔

عقائد واخلاقیات کے ساتھ ساتھ اس فکری انقلاب کے پس پردہ ایک احتسابی قوت بھی تھی جسے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے نام سے قرآن اس طرح امت مسلمہ کا فریضہ بتاتا ہے کہ:

''تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''(۱۱)۔

اور اس کا کم از کم معیار یہ بتلایا گیا کہ:

''تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں''(۱۲)۔

یعنی اگرچہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' پوری امت مسلمہ کا فرض ہے لیکن اگر کچھ لوگ دیگر ضروری امور مثلاً سیاست وحکومت، جہاد، عدالت، تعلیم وغیرہ جیسے معاملات میں مصروف ہوں تو کم از کم ایک گروہ ایسا ضرور ہو جس کا کام صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو۔ شاید اسی لئے ماوردی نے محتسب کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

Marfat.com

۱۔ تنخواہ دار محتسب (جسے وہ باقاعدہ عہدہ دار محتسب کہتا ہے اور جس کے لئے اضساب کا کام فرض ہے)۔

۲۔ غیر تنخواہ دار یا رضا کار (جن کو وہ متطوع کہتا ہے اور جن کے لئے فریضہ اضساب فرض کفایہ ہے)(۱۳)۔

اس تقسیم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ پوری امت مسلمہ کے ذمہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا فریضہ ہے لیکن کچھ لوگ لازماً اس فریضہ کو رضا کارانہ طور پر انجام دیں۔ گویا یہ فرض انسان کے اخلاقی فرائض میں شامل ہے۔ تنخواہ دار محتسب چونکہ حکومت ہی مقرر کرے گی اور اس کی حیثیت قانونی ہوگی اس لئے اس کا تذکرہ ''اضساب کے قانونی ذرائع'' میں کیا جائے گا۔ یہاں صرف ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کی بطور اخلاقی فریضہ اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته(۱۴)۔

(خوب غور سے سن لو! ہر شخص تم میں راعی ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی)۔

کلام عرب میں راعی کے معنی ہیں ''حفظ الغیر لمصلحته''(۱۵) (دوسرے کی حفاظت اس کی مصلحت کے مطابق کرنا)۔ پس لازم ہے کہ ہر فرد اپنی رعایا کی نگہبانی دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی مصلحتوں کو مدنظر رکھ کر کرے۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ:

''ہر مسلمان پر فرداً فرداً جماعتی حیثیت سے اپنے مقدور کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کی ادائیگی لازمی ہے اور اس ادائیگی میں ایک دوسرے کے احوال کی ضمانت ونگرانی کی صورت ہونی چاہئے۔ نیز حکمت ومصلحت کے پیش نظر طریق کار اختیار کرنا چاہئے(۱۶)۔

درج بالا حدیث کلکم راع میں آنحضرت ﷺ نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ ''امیر جو لوگوں کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے پس

اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی نگران ہے اس سے ان کے بارے میں باز پرس ہوگی"(۱۷)۔

اس اصول کے مطابق اگر ہر شخص اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے تو عدالتی اور قانونی احتساب کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ لیکن جب یہ ذمہ داری پس پشت چلی جاتی ہے تو اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

﴿ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون﴾(۱۸)۔

(خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آجائیں)۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ ضرور نیکی کا حکم دوگے اور ضرور برائی سے روکوگے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے گا۔ پھر تم دعائیں کروگے لیکن وہ قبول نہیں ہوں گی"(۱۹)۔

آج ہم جس صورتحال سے دوچار ہیں وہ دراصل اسی بات کی غماز ہے کہ ہم میں نہ خوف خدا ہے نہ خوف آخرت، نہ اخلاقی اقدار کی پاسداری ہے، نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس ذمہ داری۔ ہم دعائیں مانگتے ہیں لیکن مقبولیت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بیماری، فحاشی، لاقانونیت، دہشت گردی، مہنگائی اور پریشانی واضطراب کے خوفناک عذابوں سے ہماری زندگیاں اجیرن ہوکر رہ گئی ہیں۔ بہرحال اب بھی غنیمت ہے کہ "بے لاگ احتساب" کے نعرے ہر طرف سنائی دے رہے ہیں مگر احتساب کا مفہوم صرف قانونی اور عدالتی نہیں ہے ہم سب کو بھی خود احتسابی اور اپنی اپنی رعیت کا احتساب کرنا ہوگا۔

اب آیئے احتساب کے دوسرے ذرائع کی طرف یعنی "احتساب کے قانونی ذرائع" کی طرف۔

Marfat.com

۱۔ احتساب کے قانونی ذرائع:

یہ حقیقت ہے کہ اسلام فرد کو خاندان یا معاشرے کے رکن کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور معاشرہ کی سب سے اعلیٰ تنظیم ریاست ہے۔ ایک فرد خاندان، معاشرہ اور ریاست سے الگ رہ کر نہ اپنی ذات کی تکمیل کرسکتا ہے اور نہ مادی ضروریات حاصل کرسکتا ہے اس لئے اسلام افلاطون اور ارسطو سے اس بات پر متفق ہے کہ ایک عادل ریاست کا قیام اجتماعی عدل اور فرد کی خوشحال زندگی اور تکمیل ذات کے لئے ناگزیر شرط ہے[۲۰]۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکٰوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور﴾[۲۱]۔

(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے''۔

عدلِ اجتماعی کا قیام اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیئے بغیر ایک ریاست اسلامی ریاست کہلا ہی نہیں سکتی۔ لہٰذا قانونی اور عدالتی سطح پر احتساب کا نظام قائم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کا طریقہ کار کیا رہا؟ یہ بات زیادہ واضح نہیں۔ اکثر سیرت نگار یہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے احتساب کا کوئی باقاعدہ محکمہ قائم نہیں کیا۔ شاید اس کی وجہ وہی تھی جس کا تذکرہ مقالہ کے آغاز میں کیا گیا کہ لوگوں میں خوف خدا، خوف آخرت، تزکیہ نفس اور اخلاقی اوصاف کے جوہر اس قدر راسخ ہو چکے تھے کہ احتساب کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔ پھر یہ بھی ایک وجہ ہوسکتی ہے ابھی سوسائٹی انتہائی سادہ اور آبادی محدود تھی۔ اس لئے احتساب کا کوئی باقاعدہ نظام وضع کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی تاہم اکثر سیرت نگار اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ خود احتساب کے لئے بازاروں میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایسی ایک موقع پر آپ ﷺ نے غلہ کے ڈھیر میں دست مبارک ڈال کر دیکھا تو آپ ﷺ کو نمی محسوس ہوئی۔ غلہ والے سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا بارش کا پانی لگ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے اس کو اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں (کہ وہ بھیگا ہوا ہے)۔ نیز فرمایا جو شخص دھوکہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ کتب

Marfat.com

حدیث میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ مدینہ آنے کے بعد آپ ﷺ نے جو معاشی اصلاحات رائج کی تھیں اگر کوئی ان پر عمل نہ کرتا تو آپ ﷺ ان کو سزائیں بھی دیتے تھے۔ چونکہ کوئی باقاعدہ جیل خانہ نہ تھا اس لئے عارضی طور پر مجرم کو گھر یا مسجد میں بند کردیا جاتا تھا اور اس کے مخالف کو اس پر پہریدار بنادیا جاتا تھا کہ وہ مجرم کو لوگوں سے ملنے نہ دے(۲۲)۔ صحیح بخاری میں:

> ''حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دیکھا کہ لوگ تخمیناً غلہ خریدتے تھے ان کو اس بات پر سزا دی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود اسی جگہ بیچ ڈالیں جہاں اس کو خریدا تھا(۲۳)۔

علامہ عبد الحیٔ کتانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سعید بن عاصؓ کو مکہ کے بازاروں کا نگران مقرر کیا تھا(۲۴)۔ یہ بھی مذکور ہے کہ حضور ﷺ بازاروں میں سے گزرتے تو لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم فرماتے، بری باتوں سے روکتے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہوتا تھا(۲۵)۔

ابن تیمیہؒ نے اگرچہ یہ وضاحت نہیں کی کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں احتساب کا نظام کیا تھا مگر انہوں نے یہ بتایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلامی ریاست کا فریضہ ہے اس مقصد کے لئے اسلامی حکومتوں نے ایک علیحدہ شعبہ قائم کردیا تھا۔ جس کا نام ''حسبہ'' رکھا تھا اس شعبہ کا کام یہ تھا کہ اگر کسی معروف کو عملاً ترک کیا جارہا ہو یا کسی منکر کا ارتکاب کیا جارہا ہو اور یہ خرابیاں علانیہ نمودار ہو جائیں انہیں دور کیا جائے اور ان کا سد باب کیا جائے(۲۶)۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

> ''(دور نبویؐ میں) اس ریاست کے قواعد میں آخری قاعدہ جو اس کو صحیح راستہ پر قائم رکھنے کا ضامن تھا یہ تھا کہ مسلم معاشرہ کے ہر فرد کا نہ صرف یہ حق ہے بلکہ یہ اس کا فرض بھی ہے کہ کلمہ حق کہے، نیکی اور بھلائی کی حمایت کرے اور معاشرہ یا مملکت میں جہاں بھی غلط اور ناروا کام ہوتے نظر آئیں ان کو روکنے میں اپنی امکانی حد تک پوری کوشش صرف کرے''(۲۷)۔

Marfat.com

درج بالا سطور سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نظام احتساب آنحضرت ﷺ کا ورثہ بھی ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں امت مسلمہ کا فریضہ بھی۔ لیکن یہ بات ابھی وضاحت طلب ہے کہ یہ فریضہ کون انجام دے اور اسے کس طرح انجام دیا جائے۔ سب سے پہلے ''کون'' کا جواب:

۱- ظاہر ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں اقتدار کا مستحق وہی ہے جو منصب قیادت کا خود طالب نہ ہو۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''ہم اپنے منصب اس کے سپرد نہیں کرتے جو خود اس کا طالب ہو''[۲۸]۔

۲- آنحضرت ﷺ کے عہد میں چونکہ یمن اور حجاز اسلامی ریاست میں شامل ہو چکے تھے اس لئے آپ ﷺ ان علاقوں میں والی مقرر کرتے ہوئے ان کے تقویٰ، علم ودانش اور عقل وعمل کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے[۲۹]۔ حضرت معاذؓ کو یمن کا والی مقرر کرتے ہوئے ان کا امتحان بھی لیا تھا[۳۰]۔ لہٰذا قیادت کے لئے درج بالا اوصاف کا ہونا ازبس لازم ہے۔

۳- قیادت ایسے افراد کے سپرد کی جائے جو اسے امانت تصور کریں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''جب امانت ضائع کی جانے لگے تو ساعت (قیامت) کا انتظار کرو'' پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! امانت ضائع کرنا کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امور حکومت اور سرداری نا اہلوں کے سپرد کی جائے تو تم ساعت (قیامت) کا انتظار کرو''[۳۱]۔

۴- منصب قیادت جن لوگوں کے سپرد کیا جائے وہ اپنے تن من دھن سے اپنے فرائض انجام دیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے ''جس بندہ کو اللہ کی رعیت کا نگران بنایا جائے اور وہ ان کی پوری پوری خیرخواہی نہ کرے تو وہ جنت کی بو بھی نہ پائے گا''[۳۲]۔

۵- اسلامی قیادت کے لئے اولین مطلوبہ صفت عدل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن لوگوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور ان سب سے زیادہ قریب میرے پاس بیٹھنے والا شخص امام عادل ہوگا اور قیامت کے دن سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کیا جانے والا شخص امام ظالم ہوگا''[۳۳]۔

عدل کے علاوہ حکمت، تدبر، علم وفہم، بیت المال کو عوام کی امانت سمجھنا، خود کو رعایا کے برابر سمجھنا، عدلیہ

Marfat.com

کا احترام، پابندی مشاورت ایسے امور ہیں جو اہل قیادت کے لئے مطلوبہ اوصاف بھی ہیں اور ان کے فرائض بھی۔

درج بالا اوصاف وفرائض کی حامل قیادت خود بھی احتساب کے لئے تیار ہوتی ہے اور اپنے افسران وعمال کا احتساب بھی کرسکتی ہے۔ بلکہ اول الذکر کا احتساب بذریعہ عدالت بھی ہوتا ہے۔ بذریعہ مجلس شوریٰ بھی اور بذریعہ عوام بھی (۳۴)۔ اور سب سے بڑا محتسب اللہ کے سامنے جوابدہی کا احساس ہوتا ہے جیسا کہ خلفائے راشدین کو تھا (۳۵)۔ اور یہ قیادت اپنے عمال اور افسران کا احتساب جس طرح کرتی ہے وہ خود آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ اور خلفائے راشدین کے تعامل سے ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اپنے عمال کو ہدایت نامے اور اولو الامر کو عوام کی خیرخواہی کی تنبیہات، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ خلافت، حضرت عمرؓ کا حج کے موقع پر عمال کا احتساب اور قضاۃ کو احکامات وتنبیہات، حضرت عثمانؓ کا اپنے اوپر الزامات کی صفائی پیش کرنا، اور حضرت علیؓ کا خارجیوں سے تعارض نہ کرنا، قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوکر اپنی صفائی پیش کرنا چند ایسی مثالیں ہیں جن کی تفصیل بیان کرنے کی اس مقالہ میں گنجائش نہیں لیکن ان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خدا اور عوام کے سامنے جوابدہی کا جو تصور اپنے پیروکاروں کو دیا تھا اسلام کے دور زریں میں وہ پوری طرح نافذ رہا اور کوئی بھی شخص خواہ خلیفہ ہو، والی یا عالم یا عام آدمی، احتساب سے بالاتر نہ تھا۔ بلکہ خلفاء راشدینؓ کا تو یہ عالم تھا کہ وہ خود کو بھی عوام کے سامنے احتساب کے لئے نہ صرف پیش کرتے تھے بلکہ عوام کے اندر جذبہ احتساب کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خطبہ خلافت میں فرمایا تھا کہ ''اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کرو اور اگر ٹیڑھا ہوجاؤں تو مجھے سیدھا کرو'' (۳۶)۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے امت کی قوت احتساب کا جائزہ لینے کے لئے کہا تھا کہ اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل اختیار کرلوں تو تم کیا کروگے؟ حضرت بشر بن سعدؓ کھڑے ہوئے، تلوار نیام سے کھینچ کر کہا ''ہم آپ کا سر اڑادیں گے''۔ حضرت عمرؓ نے ڈانٹ کر کہا ''کیا میری شان میں تم نے یہ الفاظ کہے؟!'' انہوں نے کہا کہ ''ہاں! ہاں آپ کی شان میں''۔ حضرت عمرؓ نے خوش ہوکر کہا ''الحمد للہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں کج روی اختیار کروں تو وہ مجھے سیدھا کردیں گے'' (۳۷)۔

ان مثالوں سے زیادہ ''احتساب بلکہ بے لاگ احتساب'' کا نمونہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ یہی

Marfat.com

بے لاگ احتساب ہے جس کے بارے میں قرآن پاک کا حکم ہے کہ:

﴿یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھدآء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین﴾ (۳۸)۔

(اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لئے سچی گواہی دو خواہ (اسمیں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو)۔

یہ آیت دراصل ''بے لاگ عدل'' سے متعلق ہے۔ لیکن میرے نزدیک بے لاگ عدل ہی دراصل بے لاگ احتساب ہے۔ احتساب کی نوبت اس وقت ہی آتی ہے جب عدل نہیں رہتا یا عدل میں تاخیر کی جاتی ہے۔ اسلامی مفکرین نے محکمہ احتساب کے قیام کا ذکر بھی اس لئے کیا ہے کہ کسی کو ظلم نہ کرنے دیا جائے اور جو ظلم کا مرتکب ہو اسے عدل کے تقاضوں کے مطابق سزا دی جاسکے۔

محتسب کا تقرر اور طریقہ احتساب:

موجودہ معروضی حالات میں محتسب کون ہو اور طریقہ احتساب کیا ہو اس بارے میں ہمیں لازماً اسی معیار کو مدنظر رکھنا ہوگا جس کا تعین سیرت طیبہؐ سے ہوتا ہے۔ اس ضمن میں پہلا اصول یہ ہے کہ اہلیت اور استحقاق ہی اصل معیار ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''جو شخص مسلمانوں کا حاکم یا سربراہ مقرر ہوا اور وہ کسی کو اہلیت اور استحقاق کے بغیر کسی عہدے پر فائز کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اللہ اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہیں کرے گا'' (۳۹)۔

محتسب کے لئے کچھ خاص شرائط بھی ہیں۔ علامہ عبدالحئی کتانی لکھتے ہیں:

''علم الاحتساب میں شہری لوگوں کی نگرانی کے معاملات سے بحث ہوتی ہے اور ان کی اصلاح کئے بغیر تہذیب اور تمدن کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ یہ علم اس حیثیت سے ہو کہ منصفانہ قانون اس کی اساس ہو۔ عمل کرنے والوں کے درمیان مطمئن کرنے والا ہو۔ بری باتوں سے روکنے اور اچھی باتوں کا حکم کرتا ہو اور درمیان میں جھگڑے اور فخر ومباحات کی طرف داعی نہ ہو۔ خلیفہ ان کی رعب

Marfat.com

اور زجر و توبیخ کے ساتھ نگرانی کرتا ہو۔ اس علم کی مبادیات میں بعض فقہی امور کارفرما ہوتے ہیں لہٰذا ان امور میں ملکہ اور مہارت حاصل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس علم کا فائدہ شہری امور کو جاری کرنے میں علی وجہ الاتم انتظام وانصرام کے اہتمام کا متقاضی ہے۔ یہ علم بہت باریکیوں کو اپنے اندر رکھتا ہے اس کا ادراک وہی شخص کرسکتا ہے جس کی سمجھ بہت تیز ہو، دانائی صحیح ہو، اس لئے کہ اشخاص اور ازمان اور احوال ایک نہج پر نہیں ہوتے بلکہ ہر زمانہ اور احوال کے واسطے ضروری ہے کہ اس میں سیاست کا خاصہ ہو اور بہت سخت امور میں سے ہے''(۴۰)۔

ماوردی محتسب کے دائرہ اختیار کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حقوق الناس میں تین قسم کے دعوے محتسب کے ہاں کئے جاسکتے ہیں او محتسب سماعت کرسکتا ہے۔

(۱) ناپ تول میں کمی کا دعویٰ۔

(۲) بیع یا ثمن میں دخل اور کھوٹ کا دعویٰ۔

(۳) واجب الادا دَین کو باوجود قدرت کے نہ دینے اور ٹالنے کا دعویٰ۔

یہ تین دعوے ایسے ہیں کہ ان کا تعلق منکرات ظاہرہ سے ہے اور چونکہ محتسب کا فرض منصبی یہ ہے کہ دینداری کی باتیں جاری کرے اور بری باتوں کا استحصال کرے بلکہ حسب ضرورت پولیس سے امداد لے۔ ان تینوں دعوؤں کی سماعت کرے ان کے علاوہ اور احکام اور انفعال مقدمات کا مجاز نہیں''(۴۱)۔

ماوردی نے یہ بھی لکھا ہے کہ محتسب خود تلاش وتجسس کرکے ایسے مقدمات پکڑ سکتا ہے جن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تعلق ہو۔ تاہم اس نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ محظورات (بداعمالیاں) جب تک ظاہر نہ ہوں محتسب ان کا تجسس اور پردہ دری نہ کرے۔ ماوردی احتساب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ احتساب دراصل اساس دین ہے۔ صدر اول کے ائمہ فوائد اور اجرِ جزیل کے خیال سے اس کے فرائض

Marfat.com

بہ نفس نفیس انجام دیتے تھے لیکن جب سلاطین نے چھوڑ کر معمولی لوگوں کے حوالے کر دیا تو کھانے کمانے اور رشوت لینے کا ذریعہ بن گیا۔ لوگوں کے دلوں سے اس کی عظمت وہیبت جاتی رہی"(۴۲)۔

درج بالا تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ محتسب کا فریضہ نہایت اہم ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کر سکتا ہے۔ ریاست کی قوت اور طاقت کو بھی استعمال کر سکتا ہے تاہم اس کے لئے متقی، مصلحت شناس، عادل، ذکی وفہیم، عالم باعمل اور قانون دان ہونا لازمی ہے۔ ہمارے ہاں محتسب، احتساب بیورو اور احتساب عدالتوں کے ادارے اس وقت الگ الگ کام کر رہے ہیں جبکہ ان کو ایک ہی دائرہ کار میں لا کر زیادہ ہمہ گیر اور مؤثر بنانا ضروری ہے۔ احتساب کے طریقہ کار میں وہی طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا جو عدلیہ کا ہے۔

یعنی فریقین میں سے ہر ایک کے موقف کو سننا اور قرآن وسنت کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنا۔ کیونکہ قرآن کریم اسلامی ریاست پر لازم قرار دیتا ہے کہ اس کے تمام فیصلے بذریعہ عدالتی حکم (Decree) نافذ ہوں اور جو ایسا نہ کرے وہ ظالم، فاسق بلکہ کافر ہے(۴۳)۔ یہ حکم تو عام لوگوں کے درمیان تنازعات سے متعلق ہے۔ لیکن اگر کوئی تنازعہ حکومت اور عوام کے درمیان ہو تو اس کا فیصلہ بھی اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق کرنا ہوگا:

﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول﴾(۴۴)۔

(اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ (کے احکامات) کی طرف پھیرو"۔

خلاصہ، تجاویز اور سفارشات:

۱۔ احتساب کوئی عارضی اور فوری اقدام نہیں بلکہ یہ ایک مستقل فریضہ ہے جس کی ادائیگی کے لئے امت مسلمہ کا ہر فرد مکلف ہے کیونکہ "احتساب" سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

Marfat.com

۲- احتساب سے حقیقی مراد زندگی کے ہر شعبہ میں بھلائی، نیکی، عدل وانصاف اور خیر کی ترویج ہے اور ہر شعبہ سے برائی، ظلم، استحصال، محرومی و مایوسی کا استحصال ہے۔

۳- احتساب کے لئے خوف خدا، خوف آخرت، پاکیزگی نفس اور اخلاقی اقدار اولین محافظ ہیں۔ بے لاگ عدل بے لاگ احتساب کا دوسرا نام ہے۔

۴- حکومت ''احتساب'' کا ادارہ الگ سے بھی قائم کرنے کی پابند ہے اور عوام میں بھی کچھ ایسے رضاکار لازماً ہونے چاہئیں جو ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔

۵- حکومت کا فرض ہے کہ وہ احتساب کے ساتھ ساتھ عدل اجتماعی کا نظام قائم کرے کیونکہ ایک عادل ریاست میں ہی عدل اجتماعی، فرد کی خوشحالی اور تکمیل ذات ممکن ہے۔

۶- آنحضرت ﷺ نے اگرچہ احتساب کا کوئی باقاعدہ ادارہ قائم نہیں کیا تھا لیکن آپ ﷺ خود احتساب فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے نگران بھی مقرر کئے تھے اور عمال وافسران کا احتساب بھی فرماتے تھے۔ خلفاء راشدین کے عہد میں احتساب کا مکمل نظام قائم تھا جس میں راعی اور رعایا کے درمیان کوئی امتیاز روا نہ رکھا جاتا تھا۔

۷- اولو الامر اور محتسب کا انتخاب خالصتاً اہلیت اور استحقاق کی بنیاد پر ہو، ان کے اندر جذبہ امانت اور احساب جوابدہی موجود ہے وہ خدا اور عوام دونوں کے سامنے جوابدہ ہوں۔

۸- عوام کی قوت احتساب کا جائزہ لیتے رہنا چاہئیے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے نہ کہ ان کی آزادی اظہار کو کچلا جائے۔

۹- مجلس شوریٰ، اہل قیادت اور افسران وعمال سب احتساب کے عمل میں شریک ہوں۔ وہ خود کو بھی احتساب کے لئے پیش کریں اور ایک دوسرے کا بھی احتساب کریں۔

۱۰- عوام میں بھی یہ جذبہ بیدار کیا جائے کہ ہر فرد نیکی کی حمایت کرے اور معاشرے یا مملکت میں جہاں بھی غلطی دیکھے اس کو روکنے میں اپنی امکانی حد تک پوری کوشش کرے۔

۱۱- نظام عدالت کو اسلامی قوانین کے سانچے میں ڈھالا جائے، انصاف بے لاگ، سستا اور فوری ہو۔

۱۲- احتساب کا فریضہ خود حکمران بھی انجام دیں اور اسے ہرگز عام لوگوں کے حوالہ نہ کیا جائے بلکہ باکردار

Marfat.com

لوگوں کا انتخاب کر کے محتسب، احتساب بیورو اور احتساب عدالتوں کو ایک ہی نظم میں پرو کر احتساب کا دائرہ وسیع، ہمہ گیر اور مؤثر بنایا جائے۔

۱۳- پولیس کے نظام کی اصلاح کی جائے اور اُسے صحیح معنوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تربیت دی جائے (اگرچہ اب بھی اس ادارے کے مونوگرام پر یہی الفاظ کندہ ہیں)۔

۱۴- بے لاگ احتساب کے لئے صرف سیاسی مخالفین کو نشانہ نہ بنایا جائے بلکہ معاشرہ کے ہر طبقہ میں موجود غلط افراد کو احتساب کے شکنجے میں کسا جائے۔ اس میں اپنے پرائے، امیر وغریب، مسلم غیر مسلم سب کے لئے قانون کا معیار یکساں اور مساوی ہو۔

۱۵- وکالت کے نظام کی اسلامی خطوط پر تشکیلِ نو کی جائے۔ اور غریب لوگوں کو وکیلوں کی فیسوں، عزت نفس کو مجروح کرنے والی جرح، طویل بحثوں اور غلط قسم کی قانونی موشگافیوں سے نجات دلانے کی کوئی صورت نکالی جائے تاکہ ہر شخص کو مفت اور فوری انصاف مل سکے۔

حوالہ جات وحواشی

۱- تفصیلات کے لئے دیکھئے الماوردی کی ''الاحکام السلطانیة''، ابن تیمیہ کی ''الحسبة فی الاسلام'' اور علامہ عبدالحیٰ کتانی کی ''التراتیب الاداریة''

۲- محمد تقی امینی (مولانا) ''احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت'' ص ۵۸، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

۳- عدل اجتماعی کی وضاحت کے لئے دیکھئے سید قطب کی ''العدالة الاجتماعیة فی الاسلام'' اور مولانا مودودی کی ''اسلامی ریاست'' باب عدل اجتماعی۔

۴- حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ اور بی بی غامدیہؓ کا خود کو سزا کا طلبگار ہونا، نیز انصاری صحابی کا قبہ گرا کر معافی کا طلبگار ہونا ایسے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں خوف اور خوف آخرت کا کیا عالم تھا۔ نیز ان کے لئے سرکار دو جہاں ﷺ کی ناراضگی دنیا کی تمام خوشیوں سے زیادہ اہم تھی۔ حضرت ماعزؓ اور بی بی غامدیہؓ کا واقعہ مولانا مودودی نے تفہیم القرآن کی سورہ نور کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر میں تفصیلا بیان کیا ہے جبکہ انصاری صحابیؓ کا قبہ گرا دینے کا واقعہ کتب احادیث میں مذکور ہے۔ حدیث کہ ''تمام عمارتیں اپنے مالکوں کے لئے وبال ہوں گی، بجز ان کے جن کا بنانا ناگزیر ہو''۔

۵- صحیح بخاری، کتاب الحدود۔

۶- ایضاً

۷- ابو الاعلیٰ مودودیؒ (سید) تفہیم القرآن، تفسیر سورہ یونس، آیت نمبر ۷-۸ (ان الذین لا یرجون لقاءاللہ)

۸- مشکوٰۃ المصابیح، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، فصل اول (رواہ البخاری)۔

۹- ایضاً (متفق علیہ)۔

۱۰- فلپ کے ہٹی، دی ہسٹری آف عربز (انگریزی) لندن، ۱۹۶۰ء۔

۱۱- القرآن، ۳: ۱۱۰ (کنتم خیر امة) آل عمران۔

۱۲- القرآن، ۳: ۱۰۴ (ولتکن منکم امة) آل عمران۔

۱۳- الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص ۳۱۵ نفیس اکیڈمی، کراچی۔

۱۴- مشکوٰۃ (کتاب الامارہ والقضاء، فصل اول)۔

۱۵- المنجد

۱۶- محمد تقی امینی، بحوالہ بالا، ص ۶۱۔

۱۷- مشکوٰۃ (کتاب الامارۃ والقضاء، فصل اول) (متفق علیہ)۔

۱۸- القرآن، ۳۰: ۴۱ (الروم)

۱۹- مشکوٰۃ (باب الامر بالمعروف، فصل اول) (رواہ الترمذی)۔

۲۰- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ''اسلام کا نظریہ حیات''، ص ۲۶۳، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۸ء۔

۲۱- القرآن، ۲۲: ۴۱ (الحج)۔

۲۲- حسن ابراہیم حسن ''مسلمانوں کا نظام مملکت''، ص ۳۱۱۔

۲۳- مشکوٰۃ (کتاب البیوع، باب المنہی عنہا من البیوع)۔

۲۴- عبدالحیٔ کتانی (علامہ) ''التراتیب الاداریۃ''، ص ۱۴۸، کراچی، ۱۹۹۱ء۔

۲۵- ایضاً، ص ۱۴۹۔

۲۶- ساجد الرحمٰن صدیقی (ڈاکٹر) ''کشاف اصطلاحات قانون (اسلامی)'' جلد اول، ص ۳۰، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء بحوالہ ابن تیمیہؒ، الحسبۃ فی الاسلام۔

۲۷- ابوالاعلیٰ مودودیؒ ''اسلامی ریاست''، ص ۴۱۴، لاہور، ۱۹۷۴ء۔

۲۸- صحیح بخاری (کتاب الاحکام، باب ۷) ومسلم (کتاب الامارۃ، باب ۳)۔

۲۹- الترمذی (ابواب الاحکام)۔

۳۰- مشکوٰۃ (کتاب الامارۃ والقضاء، باب العمل فی القضاء، فصل ۲)۔

(رواہ الترمذی وابو داؤد والدارمی) آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا تو ان سے دریافت کیا کہ وہاں آپ فیصلے کس طرح کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کروں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اگر تم اسے اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟ حضرت معاذؓ نے

Marfat.com

جواب دیا کہ میں سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلے کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم سنت رسول ﷺ میں بھی نہ پاسکو تو؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا تو میں اجتہاد کروں گا اور کوشش میں کمی نہ کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

۳۱۔ بخاری (روایت ابو ہریرہؓ)۔

۳۲۔ بخاری (کتاب الاحکام) ج ۲، ص ۱۰۵۔

۳۳۔ مشکوٰۃ (کتاب الامارۃ والقضاء، فصل دوم) رواہ الترمذی۔

۳۴۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے محمد صلاح الدین ''بنیادی حقوق'' صفحات ۲۲۱-۲۲۸، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۸ء۔

۳۵۔ ملاحظہ ہوں خلفاء راشدین کے خطبات۔

۳۶۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی ''تاریخ اسلام'' حصہ اول، ص ۲۲۹، کراچی، ۱۹۸۶ء۔

۳۷۔ محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق، ص ۲۲۷ (بحوالہ الفاروق)۔

۳۸۔ القرآن، ۴: ۱۳۵ (النساء)۔

۳۹۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۶۔

۴۰۔ عبدالحیٔ کتانی، التراتیب الاداریۃ، ص ۱۴۸-۱۴۹۔

۴۱۔ الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص ۳۱۶۔

۴۲۔ ایضاً، ص ۳۳۵۔

۴۳۔ القرآن، ۵: ۴۵-۴۷ (المائدہ)۔

۴۴۔ القرآن، ۴: ۵۹ (النساء)۔

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

مقالہ نگار: پروفیسر رشید احمد قاسمی. بھمبر آزاد کشمیر

عَلِقْ سَوْطَکَ حَیْثُ یَرَاهُ اَهْلُکَ

''اپنے کوڑے کو وہاں لٹکاؤ جہاں سے اسے تمہارے گھر والے دیکھتے رہیں''

تاریخی پس منظر

تاریخ عالم اور خصوصاً اسلامی تاریخ پر نظر ڈالنے اور بغور جائزہ لینے سے جو بات آدمی کے ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ حکومتوں کے زوال اور ان کی تباہی اور بربادی کی اصل وجہ یہی تھی کہ اُن پر احتساب کا کوڑا موجود نہیں تھا۔ اگر ان حکمرانوں پر احتساب کی تلوار لٹک رہی ہوتی تو وہ حوادث پیش نہ آتے جن کا سامنا تاریخ کر چکی ہے۔

ہمیں بحیثیت قوم تلخ حقائق کا سامنا کرنے کی عادت ڈالنا ہے غیر معروضی اور غیر منطقی رویوں سے ہم پہلے ہی بہت نقصان اٹھا چکے ہیں۔

اسلام سے قبل لوگوں کا یہ دستور اور طریقہ تھا کہ اگر نیچے طبقہ کے لوگ جرم کریں تو ان پر احکام جاری کیے جاتے اور اوپر درجہ کے لوگ جرم کا ارتکاب کرتے تو اس سے درگزر کرتے، قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے جرم کا ارتکاب کیا۔ اس پر حضرت اسامہ بن زیدؓ سے سفارش کروائی گئی۔ آپ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا اور فرمایا ''کہ خدا کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ لیتا''۔

جب ہم دنیا کے وضع کردہ قانون پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قانونی طور پر

Marfat.com

بعض لوگوں کو رعائتیں حاصل تھیں عبدالقادر عودہ شہیدؒ اپنی کتاب ''اسلام کا فوجداری قانون'' میں لکھتے ہیں۔

''اٹھارہویں صدی کے آخر تک وضعی قانون کا اجرا افراد پر ہوتا ان کے درمیان قانونی مساوات کا قائل نہیں تھا بلکہ مختلف افراد کے درمیان عدالتی کارروائی، وقوع سزا اور نفاذ سزا میں فرق کیا جاتا۔ اشراف کی عدالتیں الگ، عوام الناس کی عدالتیں علیحدہ ہوتیں چنانچہ جس جرم کے ارتکاب پر طبقہ اشراف کے کسی شخص کو معمولی سزا دی جاتی ۔ اسی جرم پر ایک عام آدمی کو سخت ترین سزا کا مستحق گردانا جاتا۔ کچھ ایسے افعال تھے کہ اگر عام لوگ ان کو کر بیٹھیں تو وہ جرم شمار ہوں اور ان پر سختی سے گرفت کی جائے۔ مگر یہی افعال اگر اشراف اور اہل مذہب کرتے رہیں تو ان پر کوئی احتساب نہیں۔

جب اقوام میں احتساب صرف غرباء اور عوام الناس کا ہو اور بڑے حکمرانوں کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو تو نتیجہ زوال ہی ہوتا ہے بقول میاں محمد افضل:

احتساب ہی کسی قوم کو توانائی عطا کرتا ہے۔ جبکہ احتساب کا نظام ختم کر دینے والی قومیں زوال وانحطاط میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

خلیفہ بغداد معتصم باللہ کے دو بیٹے ابوبکر اور سلیمان شاہ تھے۔ ابوبکر نے ایران میں مشہد اور کرخ پر حملہ کیا اور وہاں ایک خاص جماعت کے افراد کے ساتھ بلا وجہ زیادتیاں کی تھیں۔ جن زیادتیوں کا کوئی احتساب کرنے والا نہ تھا جس کے نتیجہ میں ابن علقمی کی سازشوں سے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔

خلافت عباسیہ جب قائم ہوئی تو عوام الناس کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ یہ خاندان رسالت کے لوگ ہیں اور یہ کتاب وسنت کے مطابق کام کریں گے اور حدود اللہ قائم ہوں گی لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی معلوم ہو گیا کہ یہ سب فریب نظر ہے حکمرانوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب ہمارا کوئی احتساب نہیں کرسکتا۔ نتیجتاً عباسی فوجوں نے دمشق فتح کیا جس میں پچاس ہزار آدمی مارے گئے۔ ستر دن تک جامع مسجد بنی امیہ گھوڑوں کا اصطبل بنی رہی۔ حضرت امیر معاویہؓ سمیت بنی امیہ کی قبریں کھود ڈالیں گئیں۔ ہشام بن عبدالملک کی لاش قبر سے صحیح سلامت مل گئی اسے کوڑوں سے پیٹا گیا۔

Marfat.com

مطلق العنان بادشاہ اور خلفاء بالعموم حد سے گزرنے والے ہوتے ہیں ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ ہمیں کوئی پوچھ نہیں سکتا اور نہ ہی ہمارا احتساب ہو سکتا ہے۔

عباسی خلیفہ سفاح نے بنی امیہ کی قبریں کھدوائیں۔ منصور نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کو درے لگوائے، یہاں تک کہ اس وقت کے قطب سفیان ثوریؒ اور عباد بن کثیرؒ بھی محفوظ نہ رہے۔ بنو امیہ نے جس ظلم کی بنیاد ڈالی تھی جس کا نقطہ آغاز کربلا تھا۔ ردعمل کے طور پر بنو امیہ کے ساتھ بھی وہی ہوا پھر یہی انجام بنو عباس کا بھی ہوا۔

سلطان التمش نے وفات پائی تو اس کے بیٹے رکن الدین نے حکومت سنبھالی۔ تاریخ فرشتہ میں رکن الدین کے بارے میں تحریر ہے کہ اس نے انتظامی امور کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا اور اس وجہ سے عدل و انصاف سے بہت دور جا چکا تھا۔ رعیت پر ظلم اور جائیدادوں کی ضبطی کے علاوہ کوئی کام نہ کیا۔ ان زیادتیوں پر کوئی احتساب نہ تھا۔

غیاث الدین بلبن بیدار مغز حکمرانوں میں شمار ہوتا ہے مگر تاریخ فیروز شاہی کے مصنف ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ قہر و غصہ میں وہ (بلبن) خدا کے ڈر کو بھول جاتا دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے انکی صلاحیت اور دینداری کو پس پشت ڈال دیتا۔ اور اپنی مرضی کرتا خواہ وہ کام شرع کے مطابق ہوتا یا خلاف۔ بلبن کا جانشین معز الدین کیقباد بھی اسی ذہن کا تھا۔ ان میں کسی کو بھی کسی کے سامنے جواب دہی کا خوف نہ تھا۔

حکم بن ہشام (اندلس) انتہائی خود سر اور ظالم حکمران تھا۔ اس نے اپنے چچا سلمان کو قتل کروا کر اس کی لاش کو قرطبہ کے بازار میں لٹکا دیا۔ حکم اپنی طاقت اور قوت میں اس قدر بدمست تھا کہ اس نے حدود میں بھی دخل اندازی شروع کر دی اور اس نے اعلان کر دیا کہ اسلام میں حرمت شراب کا حکم کالعدم اور ساقط ہو چکا ہے۔ اس نے کبھی یہ نہ سوچا کہ مجھ سے بھی کوئی محاسبہ کر سکتا ہے۔

اس طرح جب انسان کے ذہن سے احتساب کا ڈر اور خوف اتر جائے تو وہ ظلم اور جابر بن کر سامنے آتا ہے اور ایسی صورتوں میں انسان میں انسانیت کی نسبت حیوانیت زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔

Marfat.com

اسلام اور مقصد زندگی

اس وقت پوری دنیا میں درج ذیل مقاصد زندگی موجود ہیں۔

۱-تفوق اور برتری کا حصول

۲-نجات اخروی کا حصول

تفوق اور برتری کا حصول

جب زندگی کا نصب العین صرف تفوق اور برتری ہو جس میں احتساب اور نجات اخروی کا تصور تک نہ ہو۔ ایسا نصب العین انسان کو کبھی بھی مطمئن نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ ایک خالص حیوانی نصب العین ہے۔ اگر اس مقصد زندگی کو درست اور صحیح مان لیا جائے تو پھر انسان حیوان مطلق سے زائد کوئی چیز نہیں۔

نجات اخروی کا حصول

اسلام نے انسان کو خدا کا خلیفہ اور روئے زمین پر اس کا نائب قرار دیا ہے ایک نائب کا اس کے علاوہ اور کیا مقصد زندگی ہونا چاہئے کہ وہ جس کا نائب ہے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے۔ انسان نائب خدا ہے لہذا اس کی زندگی کا مقصد خدا کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کا حصول ہونا چاہئے۔

قرآن مجید نے اس مقصد زندگی کو مختلف انداز سے ذہن نشین کروایا ہے فرمان رب جلیل ہے۔

﴿قل ان صلاتی و نسکی و محیای ومماتی لله رب العٰلمین﴾ (۵)۔

''اے پیغمبر کہہ دیجئے میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے''۔

﴿ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة﴾

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں جس کے معاوضہ میں ان کے لئے جنت ہے''۔

Marfat.com

سورۃ البقرہ میں فرمانبردار اور نافرمان بندے کا فرق اس طرح بیان کیا گیا ہے۔
''اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اپنی جان کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر بیچ دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر شفقت کرنے والا ہے''۔
﴿الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت﴾
''جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ ظلم اور سرکشی کی خاطر لڑتے ہیں''۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام اور مقصد زندگی

سابقہ انبیاء نے بھی نجات اخروی کو ہی مقصد زندگی قرار دیا اور اکثر انبیاء کی امتوں نے ان کی اس بات پر اعتراض کیا۔ قرآن مجید حضرت شعیب علیہ السلام کا واقع اس طرح نقل کرتا ہے۔
﴿قالوا یٰشعیب اصلٰوتک تامرک ان نترک ما یعبد اباؤنا او ان نفعل فی اموالنا مانشآء انک لانت الحلیم الرشید﴾
''انہوں نے کہا اے شعیب کیا تیری نماز ہمیں آباؤ اجداد کے معبودوں کی عبادت چھوڑنے اور اپنے مالوں میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے سے روکتی ہے بے شک تو بردبار اور رشید ہے''
﴿قالوا یٰشعیب مانفقه کثیرا مما تقول و انا لنراک فینا ضعیفا ولو لا رھطک لرجمنٰک و ما انت علینا بعزیز﴾
''بولے اے شعیب ہمیں تمہاری باتوں کی سمجھ نہیں آتی تم ہم میں کمزور ہو۔ اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے تو ہم پر غالب نہیں ہے''۔
گویا سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں نے بھی انہیں یہی کیا کہ ہم اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کے خواہش مند ہیں کیا تمہاری نماز (دین) ہمیں مرضی کی زندگی گزارنے سے منع کرتی ہے۔

Marfat.com

یعنی اسلام نے آغاز ہی سے انسان پر احتساب کی چوکی بٹھائی ہے جو اس سے روگردانی
کرتا ہے وہ نجات اخروی کا خواہش مند نہیں ہے۔

احتساب ...... اور اس کی پیش بندی

اسلام نے صاف صاف فرمودات کے ذریعہ، انسان کے اندر کی نگرانی کے لئے خشیت الٰہی ،تقویٰ اور احتساب کی چوکی بٹھا کر بیرونی احتساب کی پیش بندی کر دی ہے۔

اسلام کے پیش نظر ایک ایسا سیاسی نظام ہے جس میں صالح افراد اور معاشرے کے لئے کار آمد لوگ مہیا ہو سکیں اسلام نے صرف روحانیات، اقتصادیات یا صرف قانونی ذمہ داری پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے دو چیزوں کو باہم مربوط کیا ہے۔

افراد کی اندرونی اصلاح

سماجی اور خارجی اصلاح ...... (قانونی احتساب)

اسلام ان دونوں سے کام لیتے ہوئے ایک طرف انسان کے اندر کی اصلاح کرتا ہے اور دوسری طرف انسان کی فطری کمزوری سے غافل نہیں رہتا۔

افراد کی اندرونی اصلاح کے نمونے

آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی تربیت اس انداز میں کی تھی کہ خارجی قانون کی ضابطہ بندی لاگو ہونے سے پہلے جرم کا اقرار کر لیا جاتا ہے۔ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔

''ماعز بن مالکؓ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا برا ہو لوٹ جاؤ اللہ کے حضور توبہ و استغفار کر لے۔ راوی کہتے ہیں وہ تھوڑی دور تک گئے پھر واپس لوٹ آئے۔ اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کر دیجئے۔ نبی

Marfat.com

رسول ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ تین بار ایسا ہوا۔ چوتھی بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں تجھے کس چیز سے پاک کر دوں؟ وہ بولے زنا سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا یہ شخص پاگل تو نہیں؟ آپ ﷺ کو بتلایا گیا وہ پاگل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ صحابہؓ نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! اس پر آپ ﷺ حکم صادر فرمایا کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے۔ دو تین دن بعد آپ ﷺ سے فرمایا ماعز بن مالکؓ کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو پوری قوم میں تقسیم کر دیا جائے تو ان سب کے لئے کافی ہو"۔

اسی طرح کا واقعہ قبیلہ ازد سے ایک غامدی عورت آئی اور اس نے بھی زنا کا اقرار کیا......

اس پر آپ ﷺ نے اس پر بھی حد جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ اسلام مجرم کے ضمیر میں شدت احتساب کا ظہور چاہتا ہے جب انفرادی جرائم کا یہ حال ہو، حالانکہ یہ جرائم چھپائے جا سکتے تھے تو پھر اس قسم کے بیدار ضمیر لوگوں پر جب حکمرانی کی ذمہ داری ڈال دی جائے تو وہ کس قدر محتاط اور خوف خدا کے حامل ہوں گے۔

خارجی اصلاح ......بذریعہ قانونی ضابطہ بندی

احتساب

اندرونی بیداری کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کے احتساب کا نظام بھی بنایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا اور تمہیں ہماری طرف لوٹنا نہیں ہے"۔

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے۔

"کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا"۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یہ بات سمجھائی ہے کہ وہ جو بھی کام کریں گے ان کے لئے ان کو جوابدہ ہونا ضروری ہے اسی جواب دہی کو احتساب کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

احتساب ...... (قران مجید کے حوالہ سے)

قرآن مجید مین احتساب کے مفہوم میں حسیباً (۴ مقامات پر) اور حساب (۲۹ مقامات پر) حساباً (۴ مقامات پر) ہے جبکہ احادیث میں بھی لفظ احتساب بہت سے مقامات پر استعمال ہے۔

احتساب ...... سیرت طیبہ کے حوالہ سے

انسان خارج میں ایک ایسی قوت کا شدت سے محتاج ہے جو اسے غلط روی سے باز رکھ سکے جیسا کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں۔

﴿یزع اللہ بالسلطان اکثر مما یزع بالقرآن﴾

''اللہ تعالیٰ صاحبِ امر کے ذریعہ اس سے زیادہ اصلاح اور درستگی کر دیتا ہے جتنی قرآن کے ذریعے کرتا ہے''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں احتساب کا کوئی باقاعدہ محکمہ قائم نہ تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرض ملی خود انجام دیا کرتے تھے۔ تجارتی معاملات کی بھی نگرانی فرماتے۔ صحیح بخاری میں ہے

حدثنا یحییٰ بن بکر حدثنا اللیث عن یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی سالم بن عبداللہ ان ابن عمرؓ قال لقد رایت الناس فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یبتاعون جزافا یعنی الطعام یضربون ان یبیعوہ حتی یردوہ الی رحالهم

''آنحضرتﷺ کے زمانے میں دیکھا کہ لوگوں کو اس پر تنبیہ کی جاتی (مارا جاتا) جب وہ غلہ کا ڈھیر خرید کر اپنے ٹھکانے پر لانے سے پہلے اس کو بیچ ڈالتے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ایک مقام پر ہے۔

حدثنا اسحق بن ابراهیم، اخبرنا الولید ابن مسلم عن الاوزاعی عن الزهری عن سالم عن ابیه قال رایت الذین یشترون الطعام مجازفة

Marfat.com

یضربون علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبیعوہ حتیٰ یردوہ الی رحالھم

''انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ لوگ اناج کے ڈھیر (اندازاً ماپ تول کے بغیر) آنحضرت ﷺ کے وقت میں خرید لیتے تھے ان کو مار پڑتی تھی اس لئے کہ جبتک اپنے گھر نہ لے جائیں نہ بیچیں''۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک اور حدیث ہے:

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قافلہ والوں سے (جو غلہ لے کر آئیں) آگے جا کر نہ ملو۔ ان کو بستی میں آنے دو اور بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے''۔

اسی باب میں ایک اور حدیث ہے:

''لوگ ایسا کرتے تھے کہ بازار کی بلند جانب جا کر غلہ خریدتے پھر اس کو وہیں بیچ ڈالتے تب آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کیا کہ غلہ وہاں نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں''۔

اسی طرح بخاری شریف کی درج بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خود تجارتی معاملات کی نگرانی فرماتے اور اگر کسی جگہ کوئی کوتاہی نظر آتی تو اسے درست کرواتے حدیث کے الفاظ یضربون...... نھاھم یعنی ایسے لوگوں کو جو کوتاہی کرتے حسب ضرورت مارا بھی جاتا اور منع بھی کیا جاتا۔

آپ ﷺ جاری کردہ اصلاحات پر عمل بھی کرواتے ۔ اور جو باز نہ آئے ان کو سزائیں دیتے تھے آپ ﷺ کے عہد میں کوئی باقاعدہ جیل خانہ نہ تھا اسلئے صرف اتنا خیال کیا جاتا تھا کہ مجرم کو کچھ مدت کے لئے لوگوں سے ملنے جلنے اور معاشرتی تعلقات قائم نہ رکھنے دیا جائے اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ مجرم کو ایک گھر یا مسجد میں بند کردیا جاتا تھا اور اس کے مخالف کو اس پر متعین کردیا جاتا تھا تا کہ وہ مجرم کو لوگوں سے ملنے نہ دے۔

آپ ﷺ عمال اور افسروں پر کڑی نگاہ رکھتے کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کرواتے۔

Marfat.com

آپ ﷺ بازار یا منڈی میں جاتے ہوئے بھی اس بات کا خیال رکھتے کہ کوئی تاجر زیادتی نہ کرے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک جگہ غلے کا ڈھیر پڑا ہوا دیکھا۔ آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ اندر بھیگا اور باہر سوکھا ہے۔ آپ ﷺ نے غلہ والے سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ بارش سے بھیگ گیا ہے فرمایا تو پھر اس کو اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ لیں۔ جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

اس طرح ایک عامل نے آکر کہا کہ یہ صدقہ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی۔

''عامل کا کیا حال ہے کہ ہم اس کو بھیجتے ہیں تو آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ میرا ہے تو اپنے ماں یا باپ کے گھر بیٹھ کر نہیں دیکھتا کہ اس کو تحفے ملتے ہیں یا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس میں سے جو لے جائے گا قیامت کے دن وہ اپنی گردن پر لاد کر لائے گا۔ اونٹ، گائے بکری جو ہو پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار فرمایا خداوندا میں نے پہنچا دیا''۔

اسی طرح آپ ﷺ کے عہد میں بے لاگ احتساب کا نظام موجود تھا اور مجرموں کو باقاعدہ سزا دی جاتی تھی۔

احتساب کی غرض سے حضرت قیس بن سعدؓ ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہتے ۔ مجرموں کو کڑی سزا دینے کی خدمت حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ، حضرت مقداد بن الاسودؓ، حضرت محمد بن مسلمؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ اور حضرت ضحاک بن سفیان کلابیؓ کے سپرد تھی۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتساب کا خاکہ دے کر خلفائے راشدین کیلئے عمارت کھڑی کرنا آسان کردیا۔ ان ہی بنیادوں پر خلفائے راشدین نے احتساب کا وہ نظام دنیا کو دیا جس کی دنیا کے پاس کوئی مثال نہیں۔

احتساب اور خلفاء راشدین

احتساب ...... صدیق اکبرؓ کے دور میں

اگرچہ صدیق اکبرؓ کے دور میں بھی باقاعدہ احتساب کا محکمہ قائم نہ ہوا۔ لیکن صدیق اکبرؓ عمال کی نگرانی خود فرماتے رہے کسی حکومت کا قانون گو کیسا ہی منظم ہو لیکن اگر ذمہ دار حکام کی نگرانی اور ان کے احتساب کا اہتمام نہ ہو تو نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ صدیق اکبرؓ اگرچہ نرم مزاج تھے مگر انتظام اور مذہب میں اس قسم کی نرمی روا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حکام سے جب کبھی کوئی نازیبا امر سرزد ہوتا فوراً ان کا احتساب فرماتے۔

یمامہ کی جنگ میں مجاعہ حنفی نے جو مسیلمہ کذاب کا سپہ سالار تھا حضرت خالد بن ولیدؓ کو دھوکا دے کر مسیلمہ کی تمام قوم کو مسلمانوں کے پنجہ سے بچایا۔ حضرت خالدؓ نے اس غداری پر اس کو سزا دینے کی بجائے اس کی لڑکی سے شادی کر لی چونکہ اس جنگ میں بہت سے صحابہ کرامؓ شہید ہوئے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا

"تم عورتوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف ہو اور تمہارے خیمے کی طنابوں کے پاس خون ہے"۔

مالک بن نویرہ منکر زکوۃ تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس کی تنبیہ پر مامور ہوئے انہوں نے زبانی ہدایت سے پہلے اس کو قتل کر ڈالا۔ مالک کا بھائی شاعر تھا۔ اس نے اس کا نہایت پرسوز مرثیہ لکھا۔ اور ظاہر کیا وہ تائب ہونے کے لئے تیار تھا مگر خالد نے محض ذاتی عداوت سے قتل کر دیا۔ دربار خلافت کو جب یہ اطلاع پہنچی تو خالد بن ولیدؓ کو سخت عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔

اسی طرح صدیق اکبرؓ کے عہد میں عمال کی کڑی نگرانی رکھی جاتی تھی اور ان سے احتساب بھی کیا جاتا۔

احتساب ...... عمر فاروقؓ و دیگر خلفاءؓ کے ادوار میں

حضرت عمر فاروقؓ حکومت کے ملازمین اور عمال کی نگرانی اور ان کے حالات سے باخبر رہتے۔

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں تم پر ایک ایسے شخص کو عامل بنا دوں جو ان سب سے بہتر ہو۔ جنہیں میں جانتا ہوں اور اسے عدل و انصاف کرنے کا حکم دے دوں۔ تو کیا میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ میرا فرض یہ بھی ہے کہ میں دیکھوں کہ یہ عامل میرے احکام کی تعمیل بھی کر رہا ہے یا نہیں؟

اس لیے آپ ﷺ ایسے اشخاص روانہ کیا کرتے تھے جو امراء اور عمال کے بارے میں خفیہ معلومات جمع کرتے اور آپ ﷺ کو اصل حقائق سے آگاہ کرتے۔

کعب بن مالکؓ......(بطور محتسب)

حضرت عمر فاروقؓ کے ایک عامل کعب بن مالکؓ تھے ایک دفعہ آپؓ نے ان کو لکھا کہ......

''امابعد اپنی ذمہ داریاں کسی شخص کے سپرد کر کے تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ارض سواد کے سفر پر روانہ ہو جاؤ اور ہر چھاؤنی پر وہاں کے عمال کے بارے میں معلومات جمع کرو۔ اور دجلہ اور فرات کے مابین تمام عمال کے بارے میں اسی طرح اطلاعات اکٹھی کر کے بغداد چھاؤنی بیقیا پہنچ جاؤ اور اس کے فرائض کی ذمہ داری سنبھال لو اور جس علاقے کا اللہ نے تمہیں والی بنایا ہے اس میں اللہ کے احکام کے مطابق عمل کرو۔''

وفود سے ملاقات

حضرت عمر فاروقؓ کے پاس جب وفود آتے تو آپؓ ان سے ان کے امراء کے بارے میں پوچھتے کہ وہ مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، غلاموں کی بات سنتے ہیں، ان کا طرز عمل کیسا ہے، ان کے دروازے پر دربان ہوتا ہے؟ اگر ایک بات کا جواب بھی نفی میں ہوتا تو ایسے امیر کو آپؓ معزول کر دیتے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی تادیبی کارروائی کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱- معزولی اور مال سے متعلق تادیبی کارروائی۔

۲- معزولی اور جسمانی سزا۔

۱-معزولی اور مال سے متعلق تادیبی کارروائی

خالد بن ولیدؓ کی معزولی

حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے شجاعانہ کارناموں کے باوجود بعض معاملات میں لاپرواہی برتتے تھے۔ عمر فاروقؓ کو ان لاپرواہیوں کی خبر تھی اور وہ ان پر کانپ کانپ جاتے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ کی جنگ میں مجاعہ حنفی کی لڑکی سے شادی کر لی مجاعہ حنفی مسیلمہ کذاب کا سپہ سالار تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کو جلد بازی میں قتل کر دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اشعث بن قیس شاعر کو دس ہزار درہم کی خطیر رقم بطور انعام دی۔ عمر فاروقؓ نے انہیں لکھا کہ اگر یہ رقم بیت المال سے دی ہے تو خیانت ہے اور اگر یہ رقم اپنی جیب سے دی ہے تو اسراف ہے ہر دو حالتوں میں معزولی ضروری ہے۔ ان کی معزولی کا حکم سنایا گیا اور مجمع عام میں معزولی کے نشان کے طور پر ان کے سر سے پگڑی اتار دی گئی اور ان سے زائد مال وصول کر لیا گیا۔

عمر فاروقؓ نے خالد بن ولیدؓ کو معزول فرما کر حضرت ابوعبیدہؓ کو سپہ سالار بنایا تو ان کو لکھا کہ:

> اوصیک بتقوی اللہ الذی یبقی ویغنی ما سواہ الذی ھدانا من الضلالۃ و اخرجنا من الظلمات الی النور...... و ایاک واتعاب المسلمین فی الھلکۃ وقد ابلاک اللہ بی و ابلانی بک ......

عیاض بن غنم کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں کسی مقام سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے باآواز بلند کہا کہ آپؓ صرف حکم دے کر اللہ کے یہاں سے بچ جائیں گے۔ جب کہ مصر میں آپؓ کا مقرر کردہ عامل عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس نے دربان مقرر کیا ہوا ہے اس پر آپؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو بلایا جن کو آپؓ عمال کی جانب سفیر بنا کر بھیجا کرتے تھے۔ اور کہا عیاض بن غنم کو لے آؤ۔ چنانچہ محمد بن مسلمہؓ جب

وہاں پہنچے تو دروازے پر دربان موجود تھے اور عیاض باریک کپڑے پہنے بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین نے آپ کو طلب کیا ہے۔ اس نے قبا پہننے کی مہلت چاہی مگر محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ آپ کو اسی حالت میں چلنا ہوگا۔ چنانچہ انہیں اسی حالت میں عمر فاروقؓ کے پاس لایا گیا۔ عمر فاروقؓ نے فرمایا یہ قمیص اتارو۔ آپؓ نے اون کا جبہ بکریوں کا ریوڑ اور لاٹھی منگوائی اور کہا یہ اونی جبہ پہنو، لاٹھی اٹھاؤ اور بکریاں چراؤ خود بھی پیو اور پاس سے گزرنے والوں کو بھی پلاؤ۔ اس نے کہا اس زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ عمر فاروقؓ نے کہا تمہارا باپ بھی بکریاں چرایا کرتا تھا اس کے بعد آپؓ نے ان کا مال لے کر بیت المال میں جمع کروا دیا۔ اور ان کو پہلے کام پر واپس بھیج دیا۔

عامر بن صعق کا واقعہ

عامر بن صعق نے دیکھا کہ عاملوں کے پاس مال جمع ہو گیا ہے حضرت عمرؓ کو اشعار لکھ کر اطلاع دی ...... لوگوں کے پاس خوبصورت گھوڑے، پردے اور جھالر موجود ہیں۔ حالانکہ ہم بھی انہی کے ساتھ تجارت کرتے اور انہی کے ساتھ جنگوں میں جاتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے اپنے عمال کے پاس جن میں ابو ہریرہؓ اور حضرت سعدؓ بھی تھے۔ اپنا کارندہ بھیجا اور مال کا ایک حصہ لے لیا۔

۲۔ معزولی اور جسمانی سزا

عمر فاروقؓ موقع محل کی مناسبت سے عمال کو جسمانی سزا بھی دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے عامل نے کسی شخص کو مارا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ تم اسے کوڑے مارنا چاہتے ہو۔ آؤ اور اس سے انتقام لو۔ اس پر عمرو بن العاصؓ نے اٹھ کر کہا کہ آپؓ اپنے عمال کے ساتھ یہ سلوک شروع کر دیں گے تو انہیں گراں گزرے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو پھر کیا میں اس آدمی کو بدلہ نہ دلواؤں آپ نے اس آدمی سے مخاطب ہو کر فرمایا آؤ اس عامل سے بدلہ لے لو۔ چنانچہ عامل نے اس شخص کو راضی کر لیا۔

ابوزرعہ بن عمر بن جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ایک شخص تھا جس کی دشمنوں پر گرفت سخت تھی۔ مال غنیمت سے اسے حصے سے کم دیا گیا۔ اس نے پورے حصہ کا

Marfat.com

مطالبہ کیا اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اسے ۲۰ کوڑے مارے اور اس کا سر منڈوا دیا اس نے اپنے بال جمع کیئے اور حضرت عمرؓ کے پاس پہنچ گیا۔ اور سارا واقعہ سنایا اس پر عمر فاروقؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اگر تم نے علیحدگی میں یہ سلوک کیا ہے تو تمہارے ساتھ علیحدگی میں یہ سلوک ہوگا......

ابوموسیٰ اشعریؓ قصاص دینے کے لئے بیٹھے تو اس شخص نے اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا کہ اے اللہ میں نے معاف کردیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا۔ جس میں ڈیوڑھی بھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ اس سے اہل حاجت کو رکاوٹ ہوگی محمد بن مسلمہؓ کو حکم دیا کہ جا کر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی اور سعد خاموشی سے دیکھتے رہے۔

حضرت علیؓ بھی عمال کی نگرانی اور احتساب فرمایا کرتے تھے۔ کنز العمال میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ بازار سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ تاجر اور دکاندار بازار تک بڑھ آئے ہیں آپؓ نے ان کو بازار میں تجاوز کرنے سے منع فرمایا۔

اس طرح عمر فاروقؓ جب کسی کو عامل بناتے تو اس کے مال کا حساب کر لیتے اور اسے چند باتوں کا پابند بناتے۔

قال ابویوسف: وحدثنی عبداللہ بن الولید عن عاصم بن ابی النجود عن عمارۃ ابن خزیمہ بن ثابت قال کان عمرؓ اذا استعمل رجلاً اشھد علیہ رھطاً من الانصار وغیرھم واشرط علیہ اربعاً ان لا یرکب برذوناً ولا یلبس ثوباً دقیقاً ولا یاکل نقیا ولا یغلق بابا دون حوائج الناس ولا یتخذ حاجباً

سیرت طیبہؐ سے ہمیں ایک ایسے احتساب کی رہنمائی ملتی ہے جو معاشرہ کو پرامن اور خوشگوار بنانے کا ضامن ہے خدا کرے ہم سیرت طیبہ کی روشنی میں اپنا اور دوسروں کا احتساب کرنے والے بن جائیں۔

آمین

Marfat.com

کتابیات

☆ القرآن

☆ ابن تیمیہ، الامام تقی الدین احمد، السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی ورعیۃ بیروت ۱۳۹۰ھ

☆ ابن حجر العسقلانی فتح الباری شرح البخاری، الریاض جامعہ الامام

☆ ابن خلدون علامہ عبدالرحمان، مقدمہ ابن خلدون، بیروت، دارالبیان

☆ ابن قیم الجوزیہ شمس الدین، زاد المعاد، مصر ۱۹۸۰ء

☆ ابن کثیر عماد الدین اسماعیل، تفسیر ابن کثیر، لاہور ۱۹۸۲ء

☆ ابن کثیر عماد الدین اسماعیل، البدایۃ والنھایۃ، القاہرہ

☆ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، مصر مطبعہ بولاق ۱۹۰۲ھ

☆ احمد الوقفی، ابراہیم، تلک حدود اللہ دار العلم اسلام آباد

☆ البخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، بیروت ۱۹۸۱

☆ حسن ابراہیم ڈاکٹر ''مسلمانوں کا نظم مملکت'' ترجمہ نجات اللہ صدیقی، کراچی

☆ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمان، تاریخ الخلفاء، کراچی

☆ شیبہ، بن ابی شیبہ، مصنف، بیروت

☆ عبدالرزاق، عبدالرزاق مصنف، بیروت

☆ علی المتقی الشیخ علامہ، کنز العمال، بیروت مؤسسۃ الرسالۃ ۱۹۸۹ء

☆ الدہلوی، شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغۃ، لاہور

☆ قطب سید، اسلام میں عدل اجتماعی'' ترجمہ نجات اللہ صدیقی، لاہور

☆ قلعہ جی، محمد رواس ڈاکٹر فقہ حضرت عمرؓ ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی،

☆ میاں، محمد افضل، سقوط بغداد سے سقوط ڈھاکہ تک''، لاہور

☆ عودہ، عبدالقادر ''اسلام کا فوجداری قانون'' ساجد الرحمان صدیقی، لاہور

Marfat.com

☆ محمود، شیخ خالد ''الخلافۃ الاسلامیہ''، اسلام آباد

☆ الماوردی، ابوالحسن ''السلطانیہ''، اردو سید ابراہیم، لاہور

☆ الہاشمی، ڈاکٹر طفیل محمد، امام ابوحنیفہ کی مجلس تدوین فقہ، اسلام آباد

☆ الہاشمی، ڈاکٹر طفیل محمد، تدوین طبقات، لاہور

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

ابراہیم عبداللہ اوگوی۔سکردو

احتساب کے معنی ومفہوم:

احتساب اور محاسبہ کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ انسان جو کچھ عمل کرے اس کا حساب کرے اور ان اعمال اور کردار کی جانچ پڑتال کرے۔ جو لوگ اپنے اعمال اور افعال کا ہمہ وقت محاسبہ کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داری اور حقوق کی ادائیگی میں کسی طرح کی کمی اور کوتاہی نہیں کرتے یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور معاشرتی طور پر کامیاب اور کامران ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ''احتساب'' پر بہت زور دیا ہے۔ اگر ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں تو ہمیں بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اور اپنے صحابہ کرام کو نیز اپنی امت کو بڑی سختی کے ساتھ اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ ہمہ وقت اپنا محاسبہ کرتے رہیں۔ دین کا، جان ومال کا، قومی امور کا اور قومی خزانے کا۔ زیرنظر مضمون میں ہم ''سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب'' کا تصور اس کے ثمرات کا جائزہ لیں گے ان شاء اللہ۔

قرآن کریم میں احتساب کا تصور:

چونکہ نبی کریم ﷺ کی زندگی اور آپ کی سیرت قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے اس لئے پہلے قرآن کریم میں احتساب کا تصور دیکھتے ہیں۔ قرآن مجید تا قیامت تمام لوگوں کے لئے دستور حیات ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ امانت والوں کی امانت اور حقداروں کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرنے اور اس میں خیانت نہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

﴿ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل﴾ (النساء: ۵۸)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو۔

اس آیت کریمہ میں تمام لوگوں کو خواہ وہ عوام ہوں یا حکام سب کو تاکیدی حکم دیا جا رہا ہے کہ امانتیں انہیں پہنچاؤ جو امانتوں کے اہل ہیں۔ اس میں ایک تو وہ امانتیں ہیں جو کسی نے کسی کے پاس رکھوائی ہوں اس میں خیانت نہ کی جائے بلکہ بحفاظت عند الطلب لوٹا دی جائیں۔ دوسرا عہدے اور مناصب اہل لوگوں کو دیئے جائیں محض سیاسی بنیاد، نسلی، علاقائی، لسانی بنیاد یا قرابت وخاندان کی بنیاد یا کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر سرکاری عہدے اور مناصب کسی کو نہ دیتے رہیں ایسا کرنا اس آیت کے خلاف ہے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور عوام الناس کے ہاں مجرم ہیں اور ان کو اس جرم کی سزا ملے گی۔ اس آیت کریمہ میں حکمرانوں کو خاص طور پر عدل وانصاف قائم کرنے اور لوگوں کے درمیان عدل کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے کڑے محاسبہ کا تصور پیش کرتے ہوئے بنی نوع انسان کو ہمیشہ راست کام کرنے اور برے کام سے اجتناب کرنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ﴾ (البقرۃ: ۲۸۴)۔

ترجمہ: تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظاہری اعمال کے علاوہ دل کے احوال اور نیتوں کا بھی محاسبہ کرے گا۔ جس دستور حیات میں احتساب کا یہ تصور ہو بلا شبہ وہ دستور تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔ ایک اور جگہ محاسبہ اور مراقبہ کا تصور پیش کرتے ہوئے انسان کو خبردار کیا ہے کہ وہ جو کچھ عمل کرے گا وہ قیامت کے دن اپنے سامنے پائے گا اور اس دن اس کے جواب دہی کا دن ہوگا اور یہ اس پر گراں ہوگا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا ج وما عملت من

Marfat.com

سوءٍ تود لو ان بینها و بینه امدا بعیدا و یحذرکم اللہ نفسہ﴾ (آل عمران:۳۰)۔

ترجمہ: جس دن ہر نفس (شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی جواب دہی اور محاسبہ نفس کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ انسان کو ہمیشہ اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو اور وہ اس کا احتساب لے۔

احتساب کا تصور سیرت نبیؐ میں:

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی زندگی میں اپنے کردار، گفتار اور اعمال سے اپنے متبعین کو ''بے لاگ احتساب'' کا نمونہ پیش کیا۔ چنانچہ آپؐ نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے حکماً یہ فرمایا ''حاسبوا قبل ان تحاسبوا'' (تمہارا محاسبہ ہونے سے پہلے خود اپنا احتساب کرلو)۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں احتساب دینے سے پہلے خود اپنا محاسبہ کرلیا کرو تا کہ خود کو اندازہ ہوجائے کہ وہ کس حد تک راہ راست پر ہے۔ معاشرہ میں اس نے کیا اصلاحات کئے ہیں۔ کتنے لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے؟ اور کتنے لوگوں کو دکھ اور تکلیف سے دوچار کیا ہے۔ اگر ہر شخص اس فرمان کی روشنی میں اپنے کردار کا جائزہ لے، اپنا محاسبہ کرے اور اپنے افعال کا ناپ تول کرے، برے اعمال اور افعال شنیعہ سے اجتناب کرے اور صالح امور کے انجام دہی میں مزید کوشاں رہے تو یقیناً وہ ایسا معاشرہ بنانے میں کامیاب ہوگا جہاں کسی قسم کی ظلم وزیادتی نہ ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے جوابدہی کے تصور کو اتنا عام کیا کہ معاشرے کا ہر فرد اپنے منصب، عہد اور ذمہ داریوں کے متعلق جوابدہ قرار پایا۔ چنانچہ ایک حدیث میں یوں فرمایا:

الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته. فالامام الذی علی الناس راع وهو مسئول عن رعیته والرجل راع علی اهل بیته وهو مسئول عن رعیته والمراۃ راعیة علی اهل بیت زوجها وولدها وهی مسئولة

Marfat.com

عنهم وعبد الرجل راع علی مال سیده وھو مسئول عنه الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته۔

(بخاری، کتاب الاحکام۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

ترجمہ: خبردار رہو تم میں ہر کوئی راعی اور نگران ہے اور ہر ایک اپنی رعیت اور ذمہ داریوں کے بارہ میں جوابدہ ہے۔ مسلمانوں کا سربراہ جو حکمران ہو وہ بھی راعی ہے اور ذمہ دار بھی۔ اور اپنی رعیت کے بارہ میں جوابدہ ہے اور آدمی اپنے گھر والوں کا راعی اور حکمران ہے (گھر کے افراد کی اس کی رعیت ہے) وہ بھی اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی نگہبان ہے اس سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ آدمی کا غلام اور نوکر اپنے مال اور آقا کے مال ودولت کا نگران ہے اس سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ خبردار! تم میں سے ہر ایک نگران وحکمران ہے اس سے اس کی مسئولیت اور ذمہ داریوں کے متعلق باز پرس ہوگی۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من وال یلی رعیته من المسلمین فیموت وھو غاش لھم الا حرم اللہ علیه الجنة۔ (صحیح بخاری، کتاب الاحکام)۔

ترجمہ: کوئی حکمران جو مسلمانوں میں سے کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو اگر اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ اور خیانت کرنے والا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردے گا۔

ایک دوسری حدیث میں رعایا کے ساتھ بدخواہی کرنے والے حکمران اور سربراہ کے لئے اس طرح کی وعید آئی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

ما من عبد استرعاہ اللہ رعیة فلم یحطھا بنصیحة الا لم یجد رائحة الجنة۔ (صحیح بخاری، کتاب الاحکام۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان)۔

Marfat.com

ترجمہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے رعیت (عوام) کی نگہبانی پر مقرر کیا ہو (یعنی حکمران بنایا ہو) اور وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی نہ کرے تو قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا (جنت میں جانا تو درکنار رہا)۔

یہ آپ ﷺ کی اپنی امت کے لئے احتساب اور عوام الناس کی اخلاقی تعلیم کی ایک جھلک ہے ورنہ کتب حدیث آپ کی اسی تعلیمات سے بھری پڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے اخلاقی طور پر صرف تعلیم ہی نہیں دی بلکہ عمل (practically) کر کے بھی دکھایا۔ آپ کسی شخص کو کسی علاقہ کا گورنر یا والی بنا کر بھیجتے تو سب سے پہلے اسے نصیحت کرتے کہ عوام کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان پر ظلم وزیادتی نہ کرنا، ان کے ساتھ نرمی کرنا ہے، ان کے ساتھ سختی نہیں کرنی، اگر کسی سے کوئی محصول وصول کرنا ہو تو ان کے اچھے اور عمدہ مال لینے سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا یعنی کسی پر ظلم نہ کرنا کہ وہ تمہیں بددعائیں دیں۔ اس لئے کہ مظلوم کی دعا اللہ کی بارگاہ میں جلد قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ کسی گورنر، والی یا تحصیلدار سے کسی بھی قسم کی غلطی یا خیانت کا ارتکاب دیکھتے تو فوراً اس کا احتساب کرتے اور سختی کے ساتھ اس کا تدارک فرماتے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ:

عن ابی حمید الساعدی انّ النبی صلی الله علیه وسلم استعمل ابن الاتبية على صدقات بنی سلیم فلما جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وحاسبه قال: هذا الذی لکم وهذه هدية اهديت لی. فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: فهلا جلست فی بیت ابیک وبیت امک حتی تاتیک هدیتک ان کنت صادقا. ثم قام رسول الله صلی الله علیه وسلم فخطب الناس فحمد الله واثنی علیه ثم قال: اما بعد! فانی استعمل رجالا منکم علی امور مما ولانی الله، فیاتی احدکم فیقول هذا لکم وهذه هدية اهديت لی. فهلا جلس فی بیت ابیه وبیت امه حتی تاتیه هدیته ان کان صادقا. فو الله لا یاخذ احدکم منها شیئا -قال هشام بغیر حقه- الا جاء الله یحمله یوم القیامة الا

Marfat.com

فَلَاَعْرِفَنَّ ما جاء اللهَ رجلٌ ببعير له رُغاءٌ او ببقرةٍ لها خُوارٌ او شاةٍ تَيْعَرُ. ثـم رفـع يـديـه حتـى رايت بياض ابطيه. آلا هَلْ بَلَّغْتُ۔ (بخاری، کتاب الاحکام، باب حکمران اور بادشاہ کا اپنے عاملوں کا محاسبہ کرنا)۔

ترجمہ: ابوحمید ساعدی سے روایت ہے کی نبی کریم ﷺ نے عبد اللہ بن اُتبِیہ کو بنی سُلیم کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے تحصیلدار بنایا جب وہ زکوٰۃ وصول کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے حساب لیا وہ کہنے لگا یہ تو تمہارا (یعنی زکوٰۃ کا) مال ہے یہ مجھے تحفہ اور ہدیہ کے طور پر ملا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر تو سچا ہے تو اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں بیٹھا نہیں رہا کہ پھر یہ تحفہ تم کو ملتا تو دیکھتے''۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ سنایا اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا ''اما بعد! میں تم لوگوں میں سے بعض کو ان امور اور معاملات کی ذمہ داریوں پر مقرر کرتا ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے اور ان کو عامل اور تحصیلدار بناتا ہوں پھر وہ آ کر کہتے ہیں یہ مال تمہارا ہے اور یہ مجھ کو تحفہ میں ملا ہے۔ بھلا اگر وہ سچا ہے تو اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھا رہتا پھر یہ تحفہ اس کے پاس آتا تو پھر دیکھتا۔ اللہ کی قسم اس مال میں سے اگر کوئی شخص کوئی چیز لے گا -ہشام راوی نے زیادہ کیا ہے کہ ناحق طور پر- تو وہ قیامت کے دن اس کو اٹھائے ہوئے آئیگا۔ خبردار سن لو! میں اس کو پہنچان لوں گا جو اللہ تعالیٰ کے پاس (اس کے دربار میں) ایک اونٹ لئے ہوئے آئیگا وہ بڑبڑا رہا ہوگا یا ایک گائے لئے ہوئے آئیگا وہ بھیں بھیں کر رہی ہوگی یا ایک بکری لے کر آئے گا وہ میں میں کر رہی ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ میں نے آپ کے بغلوں کی سپیدی دیکھی اور فرمایا: خبردار! سن رکھو! میں نے (اللہ کا حکم) تم کو پہنچا دیا۔

یہ حدیث ایک مسلم معاشرہ کے لئے مشعل راہ ہے جو سیرت نبوی کی پاکیزہ تعلیمات کے

Marfat.com

مطابق اپنا اصول اور قوانین بنانا چاہتے ہیں اور یہ معاشرہ کو ہر طرح کی آلودگی اور خرابی سے پاک کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس حدیث شریف میں آپ ﷺ کے ایک ایسے عمل کا بیان جو تمام قسم کی مالیات اور اخلاقی خرابیوں کی جڑ کاٹ دینے والا ہے یعنی ''احتساب'' کا عمل۔ مالی بے قاعدگیاں، بدعنوانیاں، رشوت ستانی، فرائض کی انجام دہی میں لاپرواہی برتنا، ڈیوٹیاں صحیح طور پر انجام نہ دینا، کرپشن غرض ہر طرح کی بیماری اور خرابی کی اصل بنیاد اور اساس اسلامی تعلیمات سے دوری کے ساتھ ساتھ جوابدہی کا عدم احساس اور احتساب کا فقدان ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرہ کو ان الائشوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں سیرت نبویؐ کو مدنظر رکھنا ہوگا اور آپ ﷺ کی زندگی کو نمونہ قرار دیتے ہوئے آپ کی سیرت اور تعلیمات کی روشنی میں معاشرہ میں بے لاگ احتساب کا اجراء کرنا پڑے گا۔ اگر ہم احتساب کے معاملہ میں آپ کی اس ایک حدیث پر بھی غور کریں اور اس پر پوری طرح عمل کریں ہمارا معاشرہ مالی بدعنوانیوں سے پاک ہوسکتا ہے۔ اس حدیث میں قومی خزانہ کو لوٹنے، نقصان پہنچانے اور قومی دولت کو اپنے ذاتی ملکیت قرار دینے یا صرف اپنی ذات کے لئے خرچ کرنے کی ممانعت آئی ہے اور جو اس طرح کرتا ہے اس کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ آپ ﷺ نے ایسے شخص کا سخت محاسبہ کیا اور خطبہ عام ارشاد فرمایا کہ آئندہ کے لئے اس طرح کے کاموں پر پابندی لگادی اور ایسے امور کے مرتکبین کے لئے سخت وعید سنائی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب الاحکام میں لا کر اس کا عنوان ہی یہ رکھا ہے ''حکمران یا بادشاہ اپنے عمال کا محاسبہ کرنا''۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی اصول سیاست میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ عمال اور حکمرانوں کا ہمیشہ محاسبہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ راہ راست پر رہیں۔ اسلام میں یہ احتساب صرف حکمرانوں یا ولاة امور تک محدود نہیں بلکہ عوام الناس کا بھی احتساب ہوتے رہنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ خود بھی بازاروں میں جا کر جائزہ لیتے یا اگر کوئی خرابی دیکھتے تو اسی وقت ٹوک دیتے یا بعد میں خطبہ عام کے ذریعے اس کا تدارک فرماتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ بازار (Market) سے گزرے تو غلہ کا ایک ڈھیر نظر آیا آپ ﷺ نے اس کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی۔ دکاندار سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بارش ہوئی تھی جس کی وجہ سے یہ بھیگ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر اس کے اوپر کیوں نہیں کرلیا کہ ہر شخص کو نظر آتا۔ پھر فرمایا: ''من غش فلیس منا'' یعنی جو لوگ فریب اور دھوکہ کرتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)۔ ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ من غش فلیس منا (صحیح مسلم، کتاب الایمان)۔ جو ہم مسلمانوں کو دھوکہ دے، فریب دے وہ

Marfat.com

میں سے نہیں ہے۔ کتنی سخت وعید ہے کہ آپ ﷺ خیانت کرنے والے دھوکہ دینے والے اور فریب دینے والے سے اپنا علاقہ اور ناطہ توڑ رہے ہیں اس سے زیادہ محاسبہ اور مواخذہ کیا ہوسکتا ہے کہ اس سے تعلق ہی ختم کرلیا جائے۔ سوچنے والے کے لئے اس میں بہت سے معنی پنہاں ہیں۔ چوری اور خیانت کرنے والے کے لئے جہنم اور آگ کی وعید آپ ﷺ نے ایک اور حدیث میں بھی دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوری اور خیانت ایسا گھناؤنا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونا یا شہید ہونا بھی اس کے لئے باعث معافی نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

خرجنا مع النبی صلی اللہ علیه وسلم الی خیبر ففتح اللہ علینا فلم نغنم ذهبا ولا ورقا، غنمنا المتاع والطعام والثیاب ثم انطلقنا الی الوادی ومع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عبد له وهبه له رجل من جزام یدعی رفاعة بن زید من بنی الخبیب فلما نزلنا الوادی قام عبد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یحل رحله فرمی بسهم فکان فیه حتفه فقلنا هنیئا له الشهادة یا رسول اللہ! قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کلا! والذی نفس محمد بیده ان الشملة لتلتهب علیه نارا اخذها من الغنائم یوم خیبر لم تصبها المَقَاسِمُ قال ففزع الناس فجاء رجل بشراک او شراکین. فقال یا رسول اللہ اصبت هذا یوم خیبر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم شِرَاکٌ من نار او شراکان من نار. (مسلم کتاب الایمان)۔

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح سے نوازا ہمیں سونا اور چاندی غنیمت میں نہیں ملا۔ بلکہ غنیمت میں اسباب، طعام، اناج اور کپڑے ہاتھ آئے۔ پھر ہم وادی کی طرف چلے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غلام (مدعم نامی) تھا جسے بنی خبیب کے جزام کے قبیلے کے رفاعہ بن زید نامی شخص نے آپ کو ہبہ میں دیا تھا۔ جب ہم وادی میں اترے تو

رسول اللہ ﷺ کا غلام کھڑا ہوا آپ ﷺ کا کجاوہ کھول رہا تھا اتنے میں ایک (غیبی) تیر اس کو لگا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کے لئے شہادت مبارک ہو! آپ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے وہ شملہ اس پر انگارے کی طرح سلگ رہا ہے جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے لیا تھا (یعنی اپنا حصہ نہیں بلکہ خیانت کی تھی وہ سزا ہوگئی)۔ یہ سن کر لوگ ڈر گئے۔ ایک اور شخص ایک تسمہ یا دو تسمہ لے کر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے خیبر کے دن ان کو پایا تھا آپؑ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے ہیں۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے غنیمت سے چوری کرنے والے پر ہونے والی سختی کو بیان کیا جس میں وہ شخص اللہ کے راستہ میں مرنے کے باوجود شہادت کے درجہ پر فائز نہ ہونے کے بارے میں بتایا گیا۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دوسروں کے مال عموماً اور سرکاری اجتماعی مال سے خصوصاً خیانت کرنے، غبن کرنے اور چوری کرنے سے بچنا از حد ضروری ہے ورنہ ہمارے بڑے سے بڑا عمل بھی اکارت جائے گا۔ اس میں احتساب اور جوابدہی کا ایسا تصور پیش کیا گیا ہے کہ جس سے مفر نہیں۔ حرام طریقے سے کمایا ہوا، غبن اور خیانت کرکے لیا ہوا مال اگرچہ ایک تسمہ ہی کیوں نہ ہو قیامت کے دن وہ آگ کا بن کر اس خائن اور غابن کے لئے باعث عذاب ہوگا۔ لہٰذا اس وعید سے بچنے کے لئے ہمیں آپ ﷺ کی صاف وشفاف تعلیمات کی روشنی میں ہمہ وقت اپنا اور اپنے حکمرانوں کا بے لاگ احتساب کرتے رہنا چاہیئے۔ اور امراء اور حکمرانوں کا جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا سخت احتساب ہونا چاہیئے تاکہ معاشرہ ظلم وزیادتی اور حقوق کی عدم ادائیگی سے پاک ہو۔ ہر ایک حقدار کو اس کا حق ملے۔ عوام الناس اور رعایا کے حقوق کی پاسداری نہ کرنے والے اور ان کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک نہ کرنے والے حکمرانوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بہت سخت الفاظ میں مذمت کرتے انہیں جنت اور آگ کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من امير يلى امر

Marfat.com

المسلمین ثم لا یجهد لهم وینصح الا لم یدخل معهم الجنة ۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جو حاکم اپنی رعیت کے حقوق میں خیانت کرے اس کے لئے جہنم ہے)۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص حاکم ہو مسلمانوں کا۔ پھر ان کی بھلائی میں کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے ان کی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا (بلکہ پیچھے رہ جائے گا اور اپنی ناانصافی کا عذاب بھگتے گا)۔

اس حدیث پاک میں بھی نبی کریم ﷺ نے حکمرانوں، سربراہان مملکت اور امراء قوم کو ان کی مسئولیت اور ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جو شخص عوام الناس کے کسی بھی معاملہ کا ذمہ دار بن جائے۔ حکمران بن جائے، افسر بن جائے تو اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں احسن طریقہ سے انجام دے۔ خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ عوام کی خدمت کرے۔ یہ نہ ہو کہ ووٹ لیتے وقت تو بڑے بڑے وعدے کرے اور عوام کو سبز باغ دکھائے اور جب حکمران بن جائے تو خدمت کرنے کے بجائے عوام کو لوٹنے لگ جائیں ان کی جائز ضروریات کو پورا کرنے کے اقدامات کے بجائے اپنی جیب بھرنے کی فکر میں لگ کر عوام کو کنگال کرے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی زندگی میں قومی دولت کو اپنی دولت قرار دینے والے کا سختی کے ساتھ محاسبہ فرمایا اور بعد میں آنے والوں کے لئے بھی سخت الفاظ میں وعید سنائی جو سرکار اور حکومت میں ہوتے اور اختیارات رکھتے ہوئے بھی عوام الناس کی خدمت نہ کرے بلکہ خدمت کے بجائے ان کو تکلیف پہنچائے اور ان کے حقوق پوری طرح ادا نہ کرے۔ اللہ ہمارے حکمرانوں کو عقل سلیم عطا کرے۔ آمین۔

سیرت طیبہؐ کی روشنی میں خلفائے راشدین کا طرز عمل:

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ حیات ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں اس چیز کی تعلیم دی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور پیروی کریں اور آپ کی زندگی کو نمونہ بنا کر اپنا طرز عمل اس کے

Marfat.com

مطابق کرلیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾ (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: بلا شبہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول بہترین نمونہ ہیں۔

چنانچہ خلفائے راشدین نے آپ ﷺ کی سیرت کی روشنی میں نظام حکومت چلایا اور اپنی ذات اور اپنے عمال وعمائدین کا بے لاگ احتساب کیا جس کی وجہ سے وہ معاشرہ ایک مثالی (Ideal) معاشرہ قرار پایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت پر متمکن ہونے اور بیعت عام کے بعد جو خطبہ دیا وہ خود احتسابی کے ساتھ عمال اور اولی الامر کے لئے بھی ایک احتسابی آرڈر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سے سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں کوئی اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت، تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ دوسروں سے اس کا حق اس کو نہ دلادوں اور تمہارا قوی شخص بھی میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق حاصل نہ کروں۔ یاد رکھو! جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کردیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں''۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ق اول، ص ۱۲۹)۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کے وقت جو وصیتیں فرمائی ہیں وہ ہمارے حکمرانوں کے لئے ایک مشعل راہ ہیں اگر وہ واقعی سنجیدگی سے کسی حکمران یا صاحب اقتدار کا احتساب کرنا چاہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیتوں کے بارے میں طبقات ابن سعد میں ہے کہ انتقال کے وقت

Marfat.com

حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا ''میرے بعد بیت اللہ کا قرض جو میرے ذمہ ہے اسے ادا کرنا، میرے پاس مسلمانوں کے مال سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں ہیں اسے عمرؓ کے پاس بھجوا دینا اس کے علاوہ اگر کوئی چیز نکل آئے تو اسے بھی بیت المال میں داخل کروا دینا اور کفن کے متعلق فرمایا: میرے بدن پر جو کپڑا ہے اسے دھو کر کفن کر دینا''۔ (مصدر سابق)۔

اسی طرح عمرؓ کا زمانہ بھی مسلم معاشرہ کے لئے ایک مثالی معاشرہ ایک پُر امن بابرکت اور حکومت اور عہد خلافت ہے۔ حکمرانوں میں سب سے زیادہ آپ نے اصلاحات وضع کئے اور نافذ کئے۔ آپ کا احتساب اور عمال کا محاسبہ بہت مشہور ہے۔ بطور مثال ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا یہ اصول تھا کہ ہر عامل کے تقرر کے وقت اس کو ایک پروانہ دیتے جس میں اختیارات کی تشریح ہوتی جہاں وہ مقرر ہو کر جاتا وہاں یہ پروانہ مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جاتا کہ وہ اپنے حدود سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ ہر عہدے دار سے عہد لیا جاتا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازہ پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کے لئے دروازہ کھلا رکھے گا، عمال کی روانگی کے وقت ان کے سامان کی ایک فہرست محفوظ کر دی جاتی تھی۔ واپسی کے وقت جس مرقومہ فہرست سے زیادہ مال واسباب نکلتا تھا اس سے باز پرس کی جاتی تھی اور آدھا مال ضبط کیا جاتا تھا اور بیت المال میں داخل کر دیا جاتا تھا۔ (فتوح البلدان، ص ۲۲۶)۔

اس طرح حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں تمام عمال کو یہ حکم جاری کر رکھا تھا کہ وہ حج کے موقع پر مکہ میں حاضر ہو جائیں اور ان کی موجودگی میں اعلان عام کیا جاتا تھا کہ جس کسی کو جس عامل سے شکایت ہو پیش کرے (تاریخ طبری، ص ۲۶۸۰)۔ چنانچہ لوگ ان کی شکایت پیش کرتے اور مجمع عام میں اسے سزا دیتے تھے۔

ایک دفعہ تمام عہدے داران حکومت کو حج کے موقع پر طلب کیا اور مجمع عام میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ جس کو ان لوگوں سے شکایت ہو پیش کرے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا فلاں عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اٹھو اور اپنا بدلہ لو۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ امیر المومنین اس طرز عمل سے تو تمام عمال بددل ہو جائیں گے لیکن حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ فریادی اپنا بدلہ لے، بالآخر حضرت عمرو بن العاصؓ نے

Marfat.com

مستغیث کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ دو سو دینار لے کر اپنے دعویٰ سے باز آجائے۔ (کتاب الخراج، ص ۶۶)۔

عمال کو ترفع، شان وشوکت، عجب وغرور پیدا کرنے والی چیزوں سے روکتے اور جس عامل کے بارے میں سنتے کہ عوام اس کے ہاں بار نہیں پاتے اسے فوراً معزول فرماتے۔ عیاض بن غنم عامل مصر کو بیش قیمت لباس پہنے اور محل بنانے کی شکایت پر کمبل کا کرتا پہنوا کر اس سے بکریاں چروائیں۔ (کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف)۔

اسی طرح آپ محاسبہ کرنے میں کسی رو رعایت کے قائل نہ تھے۔ تاریخ کے مطابق آپ نے اپنے رشتہ داروں کو بھی کسی جرم میں معاف نہیں کیا بلکہ ان پر بھی حدود نافذ کئے۔ چنانچہ ابن سعد لکھتے ہیں: آپ نے قدامہ بن مظعون جو آپ کے سالے اور معزز صحابی تھے کو شراب نوشی کے جرم میں اسے کوڑے لگوائے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرہ قدامہ بن مظعون، بحوالہ تاریخ اسلام)۔

ان خلفائے کرام میں خود احتسابی کمال کی تھی۔ رئیس مملکت ہونے کی وجہ سے قاضیوں کو وہی مقرر کرتے مگر وہ اپنی ذات کو کبھی قانون وشریعت سے بالاتر نہ سمجھتے تھے۔ قانون کی نگاہ میں اپنے آپ کو اور مملکت کے ایک عام شہری کو مساوی قرار دیتے تھے بلکہ بعض اوقات قضاۃ (Judges) کو عدل ومساوات کا سبق دینے کے لئے خود فریق بن کر عدالت میں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ خود حضرت عمرؓ کا حضرت اُبی بن کعب کے ساتھ کسی معاملہ میں نزاع ہوگئی حضرت اُبیؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے یہاں مقدمہ درج کروایا۔ حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے پیش ہوئے حضرت زیدؓ نے حضرت عمرؓ کے لئے تعظیماً جگہ خالی کردی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تمہاری پہلی بے انصافی ہے۔ یہ کہہ کر آپؓ اپنے فریق حضرت ابیؓ کے ساتھ جا کر بیٹھے۔ پھر حضرت ابیؓ نے اپنا دعویٰ پیش کیا آپ نے اس کا انکار کیا اور اُبیؓ کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا لہٰذا قاعدے کے مطابق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہیے تھی لیکن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کے رتبہ کا پاس کر کے حضرت اُبیؓ سے کہا کہ امیر المؤمنین کو قسم سے معاف رکھو۔ اس ترجیح پر حضرت عمرؓ آزردہ خاطر ہوئے اور فرمایا ''جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں اس وقت تک تم منصب قضا کے قابل نہیں ہوسکتے''۔ (کنز العمال، ج ۳، ص ۱۷۴)۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت بھی ایک نمونہ عمل ہے۔ آپ نے بھی

Marfat.com

اپنے پیش رووں کی طرح عوام الناس سے شکایت سننے اور ان کے ازالہ کے لئے کوششیں جاری رکھیں اور لوگوں کی شکایات کے تدارک کے لئے اقدامات کئے مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال میں سے کچھ رقم قرض لی تھی جس کو وہ ادا نہ کرسکے۔ مہتمم بیت المال حضرت ابن مسعودؓ کے تقاضا پر سخت کلامی ہوئے اور نتیجتاً ان کو معزول کردیا گیا (تاریخ طبری، ص ۲۸۱۱)۔ اسی طرح گورنر مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کو مصر جیسے زرخیز ملک کے خراج کی آمدنی میں مسلسل کمی ہونے اور توجہ دلائے جانے کے باوجود حضرت عمرؓ کے اضافہ کی طرف توجہ نہ دینے کی بنا پر آپ نے ان کو معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ان کا جانشین بنایا۔ چونکہ خراج کی آمدنی میں اضافہ کی گنجائش موجود تھی لہٰذا انہوں نے چند ہی دنوں میں اس کو بڑھا کر دوگنا کردیا (یعقوبی، جلد۲، ص ۱۸۹، بحوالہ تاریخ اسلام)۔

اسی طرح خلیفہ چہارم جناب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے عہد خلافت میں اپنے پیشروؤں کی طرح اپنے عمال کا سختی کے ساتھ احتساب کرتے تھے۔ خصوصاً عمال سے محاصل وخراج کا نہایت سختی کے ساتھ احتساب کرتے تھے۔ چنانچہ یعقوبی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یزید بن قیس نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی تو آپ نے اس کو لکھا کہ:

> ''تم نے خراج کے بھیجنے میں تاخیر کی اس تاخیر کا سبب مجھے نہیں معلوم ہوا لیکن میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اس سے ڈراتا ہوں کہ ایسا کام نہ کرو جس سے تمہارا اجر برباد اور تمہارا جہاد باطل ہوجائے۔ اللہ سے ڈرو اور اپنے نفس کو حرام مال سے پاک رکھو اور مجھ کو اس کا موقع نہ دو کہ تم سے مواخذہ کرنے پر مجبور ہوجاؤں۔ مسلمانوں کو معزز رکھو لیکن اہل معاہدہ پر زیادہ نہ ہو۔ اللہ نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس کو حصول آخرت کا ذریعہ بناؤ اور دنیا کا حصہ بھی فراموش نہ کرو''۔ (یعقوبی، ج۲، ص ۲۳۸)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے آپ کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک عام شہری کی طرح عدالت میں مقدمات کا سامنا کرتے اور اگر قاضی آپ کے خلاف فیصلہ کرتے تو بسر تسلیم قبول کرتے۔ قاضی کے خلاف انتقامی کارروائی نہ کرتے آپ کا ایک عیسائی کے ساتھ پیش آنے والا عدالتی واقعہ مشہور ہے کہ

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ کی زرہ گر پڑی اور ایک نصرانی کے ہاتھ لگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر پہچان لیا کہ وہ نصرانی اس کو بازار میں بیچ رہا تھا۔ آپ نے اس سے اپنی طاقت واختیار کو استعمال کرتے ہوئے چھیننے کے بجائے قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ قاضی شریح نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ چنانچہ قاضی نے نصرانی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس فیصلہ کا نصرانی پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہوگیا اور کہا ''یہ تو انبیاء جیسا انصاف ہے کہ امیر المؤمنین مجھے اپنی عدالت کے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور قاضی امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ دیتا ہے'' (ابن اثیر، ج ۳، ص ۱۶۰)۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے بھی خلافت راشدہ کی طرز پر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ابو ذر غفاریؓ اور ابو ہریرہؓ کا قالب اختیار کرلیا اور حسب معمول جب آپ کے سامنے شاہی سواری پیش کی گئی تو آپ نے اسے واپس کردیا اور فرمایا ''میرے لئے میرا خچر کافی ہے'' (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۴۷)۔ اور آپ نے غصب شدہ مال اور جائیداد کو اس کے وارثین کو واپس کرنے کے اقدامات کئے جسے شاہی خاندان کے ارکان اموی عمال اور دوسرے سرکاری عہدے داروں نے اپنی جاگیر بنالیا تھا۔ سب سے پہلے آپ نے خود اپنے سے اس کار خیر کا آغاز کیا اور آپ کے پاس موجود بڑی موروثی جاگیر کو واپس کردیا۔ بعض خیرخواہوں نے عرض کیا اگر جاگیریں واپس کردیں گے تو اولاد کے لئے کیا انتظام کریں گے؟ فرمایا ان کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں (سیرت عمر بن عبد العزیزؒ، ابن جوزیؒ، ص ۱۱۵)۔ اس کے بعد اہل خاندان کو جمع کرکے فرمایا ''بنی مروان تم کو دولت اور شرف کا بڑا حصہ ملا ہے۔ میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے''۔ لوگوں نے جواب دیا اللہ کی قسم جب تک ہمارے سر تن سے جدا نہ ہوجائیں گے اس وقت تک یہ جائیدادیں واپس نہیں ہوسکتیں۔ قسم بخدا ہم اپنے آباء واجداد کو کافر بناسکتے ہیں اور نہ اپنی اولاد کو مفلس بنائیں گے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا اللہ کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کروگے تو میں تم کو ذلیل اور رسوا کرکے چھوڑوں گا (سیرت عمر بن عبد العزیزؒ، ص ۲۰۸)۔ اس کے بعد عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کرکے ایک خطبہ دیا جس میں کہا ''ان لوگوں (اموی خلفاء) نے ہم ارکان خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطیات دیئے اللہ کی قسم جن کے دینے کا نہ ان کو کوئی حق تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا۔ اب میں سب کو ان کے اصل حقداروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں''۔ پھر آپ نے اپنی اور اپنے پورے خاندان

Marfat.com

کی ایک ایک جاگیر واپس کردی حتیٰ کہ اپنے پاس ایک نگینہ تک نہ رہنے دیا (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۲، تاریخ الخلفاء ص ۲۳۳)۔

اس قبیل کے ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات ہیں لیکن یہاں ان سب کا بیان اور استقصاء مقصود نہیں بلکہ عہد نبویؐ اور عہد خلافت کے حکمرانوں کے انصاف اور احتساب کی ایک جھلک دکھانا مقصود ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ سیرت نبویؐ کے پیروکار خلفاء اور حکمران اپنا اور اپنے عمال کا کس طرح احتساب کرتے تھے تا کہ ہمارے حکمران بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنا اور اپنے عمال اور سرکاری افسروں کا احتساب کریں۔

خلاصہ کلام:

ہماری اس بحث کا حاصل کلام یہ ہے کہ معاشرہ کو ظلم وزیادتی، جبر واستبداد، اقرباء پروری، کرپشنز اور دیگر ہر طرح کی بدعنوانیوں سے پاک رکھنے کے لئے اسلامی فکر کو فروغ دینا ہوگا اور معاشرہ کی تطہیر کے لئے سیرت نبویؐ اور شمع نبوتؐ کے فیض یافتگان نفوس قدسیہ کے عہد وایام یعنی خلافت راشدہ کے ''بے لاگ احتساب'' کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسا نظام حکومت تشکیل دینا ہوگا جس سے معاشرہ میں خود احتسابی کے تصور کو فروغ ملے اور معاشرہ کا ہر فرد خواہ وہ حکمران ہو یا عام شہری اپنے آپ کو اللہ اور عوام الناس دونوں کے ہاں جوابدہ تصور کرے اور اپنے آپ کو ہمیشہ خود احتسابی کے عمل سے گزارتے رہے۔

اگر ہم میں سے ہر ایک خود اپنا محاسبہ کرلے اور اپنے فرائض اور حقوق کا ادراک کر کے اپنی ذمہ داریوں کو سیرت طیبہ کی روشنی میں انجام دے تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارا معاشرہ قرون اولی کی طرح پھر سے پُر امن، بے خوف اور خوشحال معاشرہ بن جائے۔

کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے اور مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح نفس کو مارنا پڑتا ہے تب جا کے مقاصد کے حصول ہوتے ہیں۔ لہٰذا احتساب کے عمل کو انجام دیتے ہوئے کسی کی مخالفت اور ناراضگی نہیں کرنی چاہئے اور سیرت نبویؐ کو مدنظر رکھتے ہوئے بلا خوف وخطر اپنے اور پرائے کا لحاظ کئے بغیر بلا امتیاز رنگ ونسل، زبان، علاقہ اور سیاسی وابستگی کے سب کا احتساب کیا جانا چاہئے۔ اگر ہم نبویؐ اور عہد خلافت کی روشنی میں اپنے معاشرے کو تشکیل دیں تو ہمارا معاشرہ بلاشبہ ایک پُر امن اور خوشحال معاشرہ بن سکتا

Marfat.com

ہے مگر اس کے لئے عملی اقدام کی ضرورت ہے صرف دعووں اور نعروں سے کام نہیں چلے گا اس لئے کہ عمل ہی انسان کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین نے عمل کر کے دکھلایا۔ اور اپنے معاشرہ کو پُر امن، خوشحال اور مثالی بنایا کہ ان کے بعد ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خلوص دل کے ساتھ اپنا محاسبہ کرنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

INDISCRIMINATE EHTESAB IN THE LIGHT OF HOLY SEERAH

DR. MUHAMMAD SALIM, ISLAMABAD

1. MEANING OF EHTESAB

Ehtesab can be translated into English as accountability or evaluation. Lexical meaning of accountable is subject to giving an account, while account is considered as a statement explaining one's conduct; esteem judgement; a statement or exposition of reasons, causes, motives etc.; careful thought; to probe into; to furnish a justifying analysis or explanation.

Ehtesab is like justice that should be done quickly. Ehtesab is not only financial but may take into consideration various aspects including devotion to duty, responsiveness to peoples' needs and working efficiency. It is imperative to establish credible, transparent, across-the-board, even-handed system of ehtesab. It should be built into the process of checks and balances, duties and responsibilities. It should spare no one, high or low, civil or military, judge or accused, peon or officer. If ehtesab does not satisfy afore-mentioned conditions it is victimization, blackmailing and becomes arbitrary, capricious and hateful, thereby defeating the very purpose of ehtesab. The aim and

Marfat.com

ective of ehtesab should be to deter despotism, corruption and fficiency. When ehtesab spreads discriminately, it becomes counter ductive by installing fear rather than freedom. It is therefore, erative to implement ehtesab in its true sense.

NEED OF EHTESAB

In our culture corruption is prevailing in one way or the other lmost all government departments and at all hierarchical levels. level of corruption is comparatively high at higher hierarchical els. Politicians seem to be comparatively more corrupt. ortunately even the religious and spiri`tual leaders are not free n corruption. Business community is not less in corruption than other group. Officers are unresponsive to peoples' needs and b e of powers by them is quite common. Ehtesab is needed in v y institution but in certain public institutions more critical h sab is needed. Key among these institutions are the Judiciary, St Bank of Pakistan, Audit Department, Election Commission n National Accountability Bureau (NAB) etc. Due to corruption h situation is becoming from bad to worst. We are facing o ical, economic and social problems; which are serious and of gr magnitude.

3. STATUS OF EHTESAB

Every government has given the beautiful slogan of eli nating corruption and doing ehtesab of corrupt people but none has aken concrete steps in this connection. The anti-corruption ag cies have rather enhanced the corruption. Government never

Marfat.com

addressed the root cause of problems. It is well established fact that corruption thrives where ehtesab is weak and unjust. A major problem in Pakistan is not only lack of ehtesab, but also nature of ehtesab. The chain of ehtesab from the high ups to the peon is weak and fuzzy. Agencies are subject to weak financial control and are not properly scrutinized during the budget process. Performance and efficiencies of peoples are not assessed and merit is not taken into consideration properly.

Number of laws and ordinances for the elimination of corruption and proper ehtesab were promulgated from time to time. The important amongt them are as follows:

- ☆ The Prevention of Corruption Act of 1947.
- ☆ Prevention of Corruption (Amendment) Act 1949.
- ☆ Anti-Corruption (Amendment) Law 1965.
- ☆ Articles: 63(1) (2) and 209 of the constitution of Pakistan 1973.
- ☆ The Holders of Representatives Offices (PPPO 16 of 1977). Order 1977 (The parliament and Provincial Assemblies Disqualification for Members) order 1977 (PPPO 17 of 1977).
- ☆ Pakistan Penal Code 1860.
- ☆ The Ehtesab ordinance 1996 (121 of 1996).
- ☆ The Ehtesab (Amendment) ordinance 1996 (122 of 1996).
- ☆ The Ehtesab (Amendment) ordinance 1997 (7 of 1997).
- ☆ The Ehtesab (Second Amendment) ordinance 1997.
- ☆ The Ehtesab Act 1997.

Marfat.com

☆ National Accountability Bureau (NAB) ordinance 1999.

It is evident from the series of laws and ordinances that Public servant was the first whose acts were made accountable. In the subsequent development the target of ehtesab was widened and public representatives were also included in the list (PPPO 16 and 17). National Accountability Bureau (NAB) ordinance although applies to every person in Pakistan but serving members of armed forces and Judges of the superior courts are not included. This is not a realistic approach.

Inspite lot of efforts and series of laws and ordinances and establishment of anti-corruption departments the required objectives of ehtesab could not be achieved. With the passage of time the corruption has increased and the problems are becoming more serious and complicated which need immediate attention. We are just at the brink of disaster. This indicates that there are certain flaws in our approach of ehtesab. It is, therefore, imperative to follow the strategy of Prophet Muhammad (ﷺ) for effective and meaningful ehtesab. Ehtesab should become a regular process and not a time bound exercise. Islam stands for ehtesab but not black- mailing, revenge, discrimination or victimization. The personnel involved in ehtesab should be pious, knowledgeable, courageous and fair. Laws must be fair, denying arbitrariness and discrimination and there should be all embracing application of law.

4. TYPES OF EHTESAB

Ehtesab may be of two types: Internal/self ehtesab and External ehtesab.

Marfat.com

4-1. Internal Ehtesab

There are great merits of internal or self ehtesab. Hz. Omar said, "Always take accounts of your actions before accounts are taken from you and weigh your actions before they are weighed upon" (*Ihya*).

No man can become God-fearing till he takes strict account of himself. A pious man takes account of himself more strictly than what his king or greedy business partner takes from him. (Maimun-bin-Mehran Quoted in *Ihya*).

A believer is a guard over himself and takes account of himself for Allah. The account of those who take account of themselves in this world will be easy on Resurrection Day and the account of those who do not take account of themselves will be difficult (Hasan Basari Quoted in *Ihya*).

One who takes account of himself before his accounts are taken, his accounts will be easy on Resurrection Day and his resting place will be good. He who does not take account of himself will be driven to a place of dishonour and chastisement (*Ihya*).

The obligatory duties are the principles of religion and the additional or optional duties are the profits and the sins are the losses of actions. The time of this business is full day and night. At first, accounts shall have to be taken for the obligatory duties. If these are performed properly, one should express gratefulness to Allah. If he does not perform these duties properly, he must sit in judgement over himself. In that case, he must compel himself to do optional duties in addition to obligatory duties. If he does sinful acts, he must give punishment to himself immediately. Delay in punishment is

Marfat.com

dangerous under such situation he can commit sins again, and again and subsequently passion will go beyond control and result into destruction. Always try your level best to bring your baser self under control and transform it self-satisfied spirit (*Ihya*).

Meaning of self ehtesab become more clear from a number of traditions of Prophet Muhammad (ﷺ). For example during illness after the *Zuhr* Prayer He (ﷺ) delivered sermon which was the last sermon of his august life. He (ﷺ) said, "The rights of some of you were attached to me. If I have hurt anyone's honour here is my honour; he should avenge himself. If I have caused loss to anyone's property; here is my property, he should recompense himself. Know that of you he alone loves me most who, if he has any of these rights on me, takes it or declares me free of obligation, so that when I see my Lord I am unencumbered by any right. No one should think that he did not take revenge because he feared the enmity and spite of Allah's Prophet (ﷺ). These two feelings are foreign to my nature". On hearing this a man rose and said, "O Messenger of Allah (ﷺ) you owe me three dirhams. Once a appliant had arrived whereupon by your order I had given him three dirhams". "You are right" said the Prophet (ﷺ). He (ﷺ) said, "Fazal (son of Abbas) give him three dirhams". The said amount of money was paid to him.

On Friday 17 *Ramadan* 2 *hijra* the troops were marshalled. Prophet Muhammad (ﷺ) inspected the ranks. An Ansar soldier stood out of step with the rest of the line. The Prophet (ﷺ) touched his belly with staff and said, "Get into step with your line". The man said, "O Messenger of Allah (ﷺ) this has given me much pain and I

Marfat.com

want revenge". The Prophet (ﷺ) allowed him to take revenge. The man said, "Lift your shirt". The Prophet (ﷺ) lifted his shirt and offered himself for the revenge.

The messenger of Allah (ﷺ) was suffering from death-illness and he remembered that some gold coins were lying in the house. He ordered that they be given away in charity. He said, "Will Muhammad (ﷺ) meet his Lord in this state that he had left behind him gold coins lying in his house".

Hz.Umm-i-Salma stated that once the Prophet (ﷺ) came home in a dejected and sorrowful condition. She asked why he was in such a state. He (ﷺ) said, "The seven Dinars which came in are still lying on the bed and it is already evening".

Once after the Asr Prayer the Messenger of Allah (ﷺ), contrary to usual practice, hurried into his home and then came out. The companions expressed surprise, whereupon He (ﷺ) observed, "It came to me during the Prayer that a small piece of gold was lying in the house, I grew apprehensive lest it should remain in Muhammad's house till nightfall".

Once four corn-laden camels arrived Fidk. Out of this a debt was settled and a portion was given away to some people. The Prophet (ﷺ) asked from Hz. Bilal, "Is there any portion left"? "There is no one to take it now, so some portion is left", answered Bilal. "As long as the whole of this worldly provision remains undistributed, I cannot go home", declared the Prophet (ﷺ). He passed the night in the mosque and next morning distributed it among the people.

Money and goods received as *Zakat*, taxes and tributes, he (ﷺ) forthwith distributed among the people and usually spared

Marfat.com

nothing for himself.

On His (ﷺ) death-bed, he observed, "My heirs will receive no money from my legacy". As a matter of fact he possessed no worldly wealth. All that he left in his legacy was his personal weapons, a mule and a small landed property that he had willed that these should be given away in charity.

Prophet Muhammad (ﷺ) used to sweep the house, feed the cattle, patch the torn dress, wash the clothes, mend the shoes, sit down to eat with the slaves. He cared more for the ease and comfort of his *Ummah* (followers) than himself and his family.

He (ﷺ) always took part as an ordinary workman in almost every collective task performed by his companions. For example in the construction of Masjid-i-Nabvi He (ﷺ) participated alongwith his companions. He used to carry bricks with his own hands. Likewise, at the eve of the *Ghazwa* (battle) *Ahzab* when the Muslims were digging a trench around Medina, the Prophet (ﷺ) worked with them like an ordinary labourer.

The Prophet (ﷺ) sent Khabab-bin-Arat to a battle. The Prophet (ﷺ) himself would go to Khabab's house daily and milk the animals for his family.

Hz. Ayesha said, "There were times when fire was not lighted in our home for three days at a stretch and we had nothing to eat except one or half a date". She said, "As long as Prophet Muhammad (ﷺ) lived he never ate to his content two meals a day. Sometimes no fire was lighted in the house for full one month and we lived on dates and water only".

Due to the epidemic of fever, starvation, insufficient

Marfat.com

provisions, and pressure of population of migrants, internal and external dangers from enemies and hypocrites, Muslims were in great trouble. Recounting these troublous times, Hz. Abu Talha says, "When the distress of starvation wore out our patience, we went to seek consolation from the Messenger of Allah (ﷺ), narrated to him our woes and showed him our bare bellies on which we had tied stone. Thereupon the Prophet (ﷺ) bared his belly and showed not only one but two stones tied on it. Seeing this the woe-stricken people were consoled".

Once Hz. Abu Bakr intended to relieve the burden of his heart by relating his woe. In the mean time Hz. Omer also came there. He too was in the same plight. On enquiry he revealed that he was in distress due to hunger. On hearing this the Messenger of Allah (ﷺ) observed, "I am in the same state myself".

There were numerous such instances in which Prophet Muhammad (ﷺ) did self ehtesab. His companions and at later stages various sages and pious people performed their duties properly, evaluated themselves and punished themselves if some mistake had been committed by them. It is obligatory on every one of us to do self ehtesab as demonstrated by Prophet Muhammad (ﷺ), rightly guided caliphs and early Muslims.

How the practice of self ehtesab can be popularized among the people so that it becomes a part of the life of everyone? Prophet Muhammad (ﷺ) has given guidance by his sayings and by preparing a big group of his companions who were doing self ehtesab in true sense. In this regard proper educaiton can be very helpful. It is the duty of religious scholars, spiritual leaders and other knowledgeable

Marfat.com

and pious people to prepare literature indicating sins and illegal acts and their punishments in Islamic laws and in Hereafter relating to general public, government employees, administrators, bureaucrats, politicians, judges, traders etc. Once such literature is available then it can be distributed among the people and can be taught in the schools and colleges and as adult education. Electronic media and press can play an important role in the dissemination of such knowledge. In each profession there must be a group of people who can play their role in educating others through individual contacts, group meetings, seminars or workshops. The key to success seems to be in organizing a devoted group of people for enjoining good and forbidding evils. For this purpose continuous and concerted efforts are required. If we become successful in inducing the habit of self ehtesab then all sorts of evils including corruption can be eliminated easily.

4-2. External Ehtesab

If internal or self ehtesab is done properly then external ehtesab is not required. In our culture how many persons do internal ehtesab? I think negligible number or more correctly none. Therefore, there is an urgent need of external ehtesab.

Prophet Muhammad (ﷺ) himself used to supervise the morals, habits, performance and efficiency of administrators, public servants and general public. He (ﷺ) was also supervising the purchases, sales and business activities of the people and forbade those practices of business which were not fair. He (ﷺ) issued instructions regarding illegal forms of business and those who disobeyed were punished accordingly. He (ﷺ) himself went to the

Marfat.com

shopping centres and business markets to make enquires and proper investigations.

Prophet Muhammad (ﷺ) was critically supervising and evaluating collectors of *Zakat*. He received from them all the collected amount and checked everything in great detail to see if they had done anything illegal or received more than that their due share.

Every individual in this world has some authority and certain obligations and duties. Therefore, every one is liable to ehtesab. Abdullah-b-Omar reported that the Messenger of Allah (ﷺ) said, "Behold! each of you is a king, and each of you will be asked about his subjects. A leader is a king over the people and he will be asked about his subjects; a man is a king over the members of his household and he will be asked about his subjects; a woman is a queen over the members of the household of her husband and of her children and she will be aksed about them...... (Agreed).

Enjoining good and forbidding evils was a driving force in the Islamic culture. Quran uses the words *Amr bil M'aruf'* and *Nahy anil-Munker*. *Amr bil M'aruf* means fulfilling the obligations of enjoining the Good and *Nahy anil-Munkar* means fulfilling the obligations of forbidding the evil. The word *maruf* is that which is recognized on all hands. *Munkar* means that which cannot be accepted on all hands. (Tarjman-ul-Quran). Imam Gazzali said, enjoining good and forbidding evil is the basic subject of the religion. It is such a necessity for which all the prophets were sent in the world. Without this, religion would have been lost, idleness reigned, ignorance spread, disturbance prevailed, dangers and clamaties appeared and mankind destroyed. This is *Farze Kefayah*: if none does

Marfat.com

it, all will be sinners". (*Ihya*).

Holy Quran has laid much emphasis on enjoining good and forbidding evil repeatedly.

"There should always be among you some people who invite to what is good and enjoin what is right and forbid what is wrong: They alone will attain true success"..(3:104)

Now you are the best community which has been raised up for the guidance of mankind: You enjoin what is right and forbid what is wrong and believe in Allah........(3:104).

There are various traditions of Prophet Muhammad (ﷺ) about enjoining good and forbidding evil. Out of many only few are mentioned here and only that portion of tradition is given which mentions about enjoining good and forbidding evil. These traditions are very well known, therefore, name of narrator and actual reference is not mentioned to save the time and space.

Prophet Muhammad (ﷺ) said:

☆ "If some people commit sins and if there are other persons fit to prohibit them and still they do not do it, they do not do any religious act. Soon punishment from God will fall on all of them".

☆ Before you make invocation, enjoin good and prohibit evil, or else your invocation will not be accepted".

☆ "God will not surely punish the pious men for the sins of the people so long as they prevent them from wrong

Marfat.com

doing".

☆ "You should enjoin good and forbid evil, or else God will place over you such a tyrant ruler who will neither show honour to your elders, nor kindness to your juniors. The religious men among you will pray against them but God will not accept their prayers. They will seek help against them but they will not be helped. They will seek forgiveness but they will not be forgiven".

It is evident from the traditions of Holy Prophet (ﷺ) that it is obligatory to create awareness among general public with regard to enjoining good and forbidding evil. It will be helpful for property ehtesab at every level and in every department or organization and in general public as well.

Every person involved in enjoining good and forbidding evil must have some good traits and qualificaiton. One must be mature, wise, knowledgeable and courageous and must have sense of justice and free from major sins. Without proper knowledge one cannot distinguish between right and wrong. Hz. Hasan Basari said, "If you are an adviser for good deeds, first fulfil them yourself or else you will be ruined" (*Ihya*). Hz Luqman (Alaihi Assalam) advised his son: O' dear son, establish prayer, enjoin good and prohibit evil, be patient at the danger that will befall on you for this. It is evident that persons involved in enjoining good and forbidding evil should be bold and must not fear from anyone except God.

Marfat.com

5. EHTESAB OF DIFFERENT CATEGORIES OF PEOPLE

5.1 Ehtesab of Rulers, Ministers and Politicians

Abu Sayeed report that the Prophet said, "The best *jihad* is one who says a true word to tyrannical king or ruler (Ibn Majah, Tirmizi, Abu Daud).

In the early days of Islam even a common man could criticize the Caliph. Hz. Omar was a very strong man and contributed lot for the sake of Allah. He conquered as many as 3600 towns and constructed 19000 pulpits for broadcasting Islamic teachings. He was serving the Muslim Community day and night. Once cloth sheets were distributed among the Muslim community. He got his share one cloth sheet just like a common man and prepared his dress. He was delivering a sermon. A common man interrupted and said, "We will not listen to you until you clear your position with regard to your dress. It is not possible to prepare this dress from one sheet which you received". Hz. Omar directed his son to respond to that question. He said, "I gave the sheet of my share to my father for the preparation of dress". After this clarification the man was satisfied and said, "Now we are ready to listen you".

With the passage of time the piety level of Muslim rulers declined significantly and in most of the cases they did not like to hear the criticism and used to punish those who utter anything against them. Inspite of such critical situation courageous people continued the practice of enjoining good and forbidding evil even at the risk of their lives, properties and honour. Whenever rulers deviated from

Marfat.com

right path, people tried their level best to bring them on right path through enjoining good and forbidding evil.

Hz. Abu Musa Ashari was governor at Basra. In the sermons, he used to praise God, send blessings on the Prophet Muhammad (ﷺ) and used to pray for Hz. Omar. Hz. Zart-b-Mehsan could not tolerate and said to the governor: Why don't you pray for the first Caliph Hz. Abu Bakr as well? Governor did not pay any heed to his request and complained against him to Hz. Omar. Hz. Omar summoned him to Madina an said: What has occurred between you and my governor? He said, "When he delivers sermons, he prays for you only. I was dissatisfied at it and said to him, "Why don't you pray also for Hz. Abu Bakr and why do you give superiority of Omar over him? Inspite of this, he complained against me to you. At this, Hz. Omar began to weep and said, "You are more fit for the post of governor than my governor and more guided towards truth"

Omar-b-Hubairah a governor said to Hasan Basari, "I wish to cancel the allowances of those who say many things against me. My wish is that they should return to my allegiance. What do you say? Hasan Basari said, "To preserve the right of God is more important duty than to preserve your right. There is no permission to show allegiance to the created being disobedient to God. Accept the instructions of the leader if it is in concord with the Book of God and throw it if it is contrary to it. O Ibn Hubairah, fear God. He who gives you better advice is better than one who hopes to incur your pleasure.

When Harun Rashid became Caliph he wrote a letter to Sufyan Saori inviting him to come to his palace. Sufyan wrote in reply on the back of letter. O'Harun, you are spending the wealth of the state

extravagantly without the consent of the people. Are the widows, orphans, and learned satisfied with your actions? You have taken your seat on the throne being dressed with silk robes. You have hung down long screens over your doors and kept your tyrant soldiers as yours guards. They drink wine but beat the drunkards. They commit fornication but met out prescribed punishment on the fornicators. They steal but cut off the hands of thieves. Why don't you inflict punishment on them before they inflict punishment on others? Harun accepted the letter cordially and used to keep it by his side and read it at the end of each prayer till his death.

Some people complained against the governor of Medina Hasan-bin-Zaid to the Caliph Mansur. The Caliph asked Ibn Ali Jubair about the governor. He said, " Hasan (governor) conducts his affairs according to his whim and does not do justice". The Caliph then asked him, "What do you say about me? He said, "I bear witness that you have seized power unjustly and there is injustice prevalent in your rule. The Caliph caught hold of his neck but released him and said, "By God, had I not known that you are a truthful man, I would have killed you".

Once Hajjaj said to Sage Hatil Jayyat, "What do you say about me? He said,"You are the enemy of God in the earth, you destroy the honour of the people and kill them at your whim. Hajjaj said, "What do you say about Caliph Malik-b-Mervan? He said, "He is a great sinner than you. Among his sins, you are one. On hearing this Hajjaj ordered, "Punish this man. Then in inflicting whipping on him, the whip broke. Then the excecutioner tied him with a rope and began to cut his flesh with a knife, but he did not utter even "*uf*". Jafar and one

Marfat.com

of his friends came to him and said, "O Hatil, have you got an necessity" He said, "Give me little water. When they brought water to him, he drank it and soon expired.

These are just few examples out of numerous. In certain cases such people were flogged or even killed due to speaking truth and enjoining good and forbidding evil to the rulers. It is the obligation of religious scholars and spiritual leaders to advise the rulers whenever and wherever they make mistakes. If religious leaders or other pious and knowledgeable people do not perform this duty properly they will be held responsible for that. A common man is not in a position to enjoin good and forbid evils to the rulers and high ups. It is also necessary for the rulers to learn lessons from such teachings of early Muslims. If ehtesab of rulers is done properly then many problems can be solved and corruption can be eliminated. However, it is a hard job but rewarding very much, therefore, religious people should come forward.

5.2 Ehtesab of bureaucrats, administrators/government employees

In Pakistan civil servants are status conscious, inefficient arrogant, unresponsive to public, and they lack humility. A bureaucrat or senior administrator needs moral courage and honesty for making correct decisions. Their Proper ehtesab is urgently required. The objective may be achieved through a three pronged strategy: (1) Proper selection, (2) On-Job training and (3) by external control.

Selection of administrators should be done purely on merit. Merit here means academic qualifications, relevant experience, character, level of piety, religious knowledge, courage and general

Marfat.com

reputation. Such basis of merit are available from the traditions of Holy Prophet (ﷺ) and sayings and actions of the companions of the Prophet (ﷺ).

Abu Zarr said, "O' Messenger of Allah, will you appoint me a collector? Prophet said, "O' Abu Zarr you are a weak man while it is a trust; and it will be disgrace on the Resurrection Day except for one who takes it duly and fulfil what is entrusted to him......... (Muslim).

Hz. Abbas uncle of the Prophet (ﷺ) wanted governorship of Mecca but the Prophet (ﷺ) said to him, "Keep yourself away from this trouble. You cannot conceive it". (*Ihya*).

Hz. Omar said, "There are four classes of rulers or administrators. (1) a powerful ruler who keeps himself and his officers engaged. They are like the warriors in the way of God; (2) a weak ruler who does not make efforts in administrative matters and owing to his weakness his officers pass time in comforts. He will be ruined and will not get salvation; (3) a ruler who keeps his officers busy in duties but himself remains in comforts. This is such a calamity about which the Prophet (ﷺ) said, "A bad shepherd is a danger and ruins himself"; (4) a ruler who lives in comforts and his officers also live likewise. They are all ruined". (Rehman, 1940).

Hz. Omar said, "The burden of administration develops upon one who has got deep knowledge, who is firm in promise, whose evils cannot be openly spoken of, who does not fear his relatives (in making decisions).........". (Rahman, 1940).

Hz. Ali advised to his governor, "Officers of your state must be appointed after a careful scrutiny of their capabilities and characters. The appointments must be made originally on probation without any

Marfat.com

kind of favouritism being show or influence being accepted .... While selecting your officers, take care to select experienced an honourable persons ....who are not greedy and cannot be easil corrupted .... Keep them also well paid, so that they may not b tempted to lower their standards of morality and may no misappropriate the cash of the state which they hold in their trus (Rahman, 1996). If the aforementioned criteria of selection is followed then most of the problems may be solved.

Through proper on-the-job training the administrators may be transformed as dutiful, efficient and responsive to public needs. Iman induces good virtues such as optimism, humility and moral courage among the administrators. Responsibility is conceived as a sense of duty focuses on to whom and for what one feels and behaves responsibly. Responsibility may be subjective or objective. Subjective responsibility is based on internal or intrinsic motivation. Such responsibility is not backed by the use of sanctions and rewards and the motivation to feel and behave responsibly. Responsibility stems from within the individual rather than external entities. It is a sense of duty, or an internalized commitment to be effective and to be responsible to the needs and welfare of the public. Islamic values and institutions can be used to provide internal motivation. It is better to appoint administrators on a probationary basis until the internalization of the values and virtues has been demonstrated. (Rahman, 1940).

External control mechanism is important for deterring and guarding against administrator's sins such as various forms of abuse of power, corruption, embezzlement of public funds and acts of

Marfat.com

injustice among the public or employees. External control over administrators may be done through formal or informal ways.

There is need of openness and transparency in government offices. Prophet (ﷺ) said, "Whosoever is appointed a governor and he shuts up his doors against the Muslims, or the oppressed, or the needy, Allah will shut up against him the doors of His Mercy....... (Baihaqi). In Pakistan administrators or bureaucrats eem obsessed with secrecy and are unwilling to divulge to the ublic any information. There is a need for a public policy on ransparency, and enacting Freedom of Information Act and mending the Official Secrets Act and the conduct Rules to ncourage and legitimize the flow of information between the dministrators and citizens. It is also imperative to establish ustomer Services Standards, regularly surveying customers and ublic agencies and utilities as to the kind and quality of services ey provide, improving grievances, redress procedures and reamlining processes and measures to make departments more ser friendly. Strengthening internal monitoring and evaluation pacity of government departments is also required.

There is need to increase salaries and allowances of overnment servants. Salaries in Pakistan have declined nsiderably with the passage of time. Salaries have neither kept ace with inflation nor increases in per-capita incomes. This is one the major factor of corruption.

In order to avoid any corruption in the collection of Zakat and xes Prophet Muhammad (ﷺ) received all the collected amount m the collectors and used to check everything to see if they had

Marfat.com

done anything illegal or received more than that their due share. For example Prophet Muhammad (ﷺ) appointed Lutbiyyah as collector. He collected Zakat and taxes and handed over the collected money to the prophet and said, "This is the share of public and other share of funds is my gift or present from the people". Prophet Muhammad (ﷺ) said, "Why you not sit down in the house of your father or mother and then see whether people give you presents or not? Then Prophet (ﷺ) He delivered a general address and strictly forbade people accepting such gifts. The Prophet (ﷺ) said, "When we appoint someone to an administrative post and provide him with an allowance (salary), anything he takes beyond that is unfaithful dealing" (Agreed).

Adi bin Amira reported Allah's Messenger as saying, "If anyone of you people is put in an administrative post on our behalf and conceals from us a needle or more, he is acting unfaithfully and will bring it on the Day of Resurrection (Mishkat).

The Holy Prophet (ﷺ) had strictly prohibited the collectors and administrators to take even presents from people, not to speak of illegal gratification; because by virtue of their authority and position people will like to make presents for favour to be shown to them.

If any person has got any administrative and official power, such as judge, magistrate, Zakat collector, revenue collector, tax collector and others, and if any present is given to him, it will be considered as bribe, as it is given for a special purpose.

Two sons of Hz. Omar accepted some loans from the State Treasury. Hz. Omar took the profits of the loans from them and deposited them in the Treasury saying, "These loans have been given

Marfat.com

to you as you are the sons of the Caliph.

The wife of Hz. Abu Obaidah sent a casket of otto as present for the Queen of Byzantium. In return, the queen sent him a valuable necklace decorated with jewels. Hz. Omar took it from her and deposited it in the State Treasury after giving the price of the casket to her. (*Ihya*).

In Pakistan people get the loans from the banks and do not pay back according to the schedule. There is a long list of such defaulters. Bank management is also involved in the evil practice. Prophet Muhammad (ﷺ) said, "All of you will go before Allah and He will call you to account for your deeds. If a trust is deposited with anyone, he is bound by law to return the trust to the depositor. Debt is liable to be paid; a thing borrowed must be returned. A return must be made for the gift. Whosoever becomes another's guarantor must pay the damages".

It is imperative to follow the policy of Muḥammad (ﷺ) in the selection, training and control of people in authority to eliminate the corruption, increase efficiency, and create responsiveness in the government departments. This is the real way of ehtesab.

5.3 Ehtesab of Traders and Businessmen

Trade and commerce play an important role in the economy of a country and are considered as harbinger of good news and prosperity. Prophet Muhammad (ﷺ) was a unique and successful trader. Most of his companions were traders and spread far and wide through commercial enterprises and for propagating the religion of Islam. Every trader can get true guidance from the Quran and the traditions of Holy Prophet (ﷺ). Out of lot of

Marfat.com

available information on this aspect only few are being mentioned below:

- ☆ Honesty is the secret of success in business and trade and always avoids deceit or fraud.
- ☆ When the buyer and seller tell truth and wish good, blessing is given to their transaction. When they conceal and tell falsehood blessing is withdrawn from them.
- ☆ God's hand remains upon two partners till they do not commit treachery to each other. When they commit breach of trust He withdraws His hand from both.
- ☆ Deceit in buying and in mutual transactions is unlawful.
- ☆ Excessive swearing must not be resorted to because they decrease in blessings.
- ☆ Establish just balance and don't reduce the measure.
- ☆ One should not purchase a thing on the purchase of others.
- ☆ Do not interfere with one another in bargain.
- ☆ Do not sell defective things without disclosing it.
- ☆ One who monopolizes is a sinner. Bad is he who monopolizes.
- ☆ Commodities for sale must be in possession of the seller/owner. If the buyer sells it before possessing, it will be unlawful.
- ☆ The contract for buying and sale must be expressed in clear and unambiguous terms.
- ☆ Auction sale is lawful if the terms are proclaimed before

hand.

☆ To take less profit is *Ihsan* but to take greater profit is not unlawful.

☆ Keep your faith perfect and have good intention at the start of your business and remain satisfied with lawful earnings.

☆ Enjoin good and forbid evils you find in the market.

☆ Keep away from unlawful and doubtful things.

☆ Don't do business with one who has got connection with oppression, breach of trust, theft and interest.

☆ Adjust accounts of your business properly.

Prophet Muhammad (ﷺ) not only gave instructions about ules and regulations in business but also made suitable arrangements or their implementation. He (ﷺ) used to supervise commercial ealings of people and forbade certain forms of business. He issued structions regarding illegal forms of business and those who isobeyed them were punished. He (ﷺ) used to go to the markets make inquiries and proper investigations. For example once He ﷺ) went to market and saw a heap of grain. When he put his and into it he found it wet inside. He inquired from the shopkeeper hat it was? He said that it had become wet due to rain. The rophet said, "Why did you not let people see it? Those who eceive are not of us (Mushkat).

Once Hz. Omar saw a person who was mixing water with milk efore selling it. He immediately took strict action against ulteration. Likewise, a person made false seal and succeeded to get me amount of money from the Treasury. Hz. Omar took timely

Marfat.com

action and ordered for one hundred lashes daily for three days.

In Pakistan almost every sort of fraud is being done in the business. Low quality of commodities and products, higher prices, less weight, concealing the defects of things, adulteration and swearing during bargain etc. In addition unlawful things are being sold. They are very experts in escaping themselves from paying taxes and Zakat. It is imperative to do strict ehtesab of business-men and traders. No government took concrete steps in this regard. There is need to adopt the ehtesab strategy of Prophet Muhammad (ﷺ) to eliminate corruption in the traders community. There is need to fix the price of each and every item and price list must be displayed. Grading system should be introduced strictly. Those who deceive in measuring and weighing must be severely punished according to Islamic principles.

5.4 Ehtesab of Agriculturists

An agriculturist means the person engaged in the profession of agriculture. He may bea small farmer or a big landlord ora feudal lord. Ehtesab of agriculturists is urgently required. The best strategy for their ehtesab is to introduce the system of self-cultivation and fix the minimum limit of productivity. If any person produces less than the minimum limit he must be forced to deposit the difference in the public treasury. If such situation prevails for long time then his land may be confiscated and hand over to some one else who can enhance the productivity.

Prophet Muhammad (ﷺ) donated agrictural land to Muslims on the condition of self-cultivation. It is imperative to discourage tenant system and encourage self-cultivation. Prophet Muhammad

(ﷺ) introduced this system fourteen hundreds years ago and it is proving very successful in many countries of the world including Japan.

Every owner of the land should realize that proper utilization of land and enhancing the agricultural productivity is an obligation. In real sense land belongs to God and it is God's trust with us. Allama Iqbal has beautifully explained it in "The Land Belongs to Allah".

اَلاَرضُ لِلّٰہِ!

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
Under the darkness of soil who rears the seed?
Who raises clouds from the waves of the sea?

کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے، کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟
Who brings forth a favourable breeze from across the East?
Whom does it belong to this earth, this light, this heat?

کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب؟
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب؟
Who set pearls into the pockets of spikes of wheat?
Who taught these seasons these revolutionary manners?

دِہ خدایا! یہ زمین تیری نہیں، تیری نہیں
تیرے آباء کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں

Marfat.com

You, Lord of the land! This land is not yours, not yours.
Neither was it your ancestors', not is it mine, nor yours.

It is quite evident that land blongs to God and agriculturists are simply its custodians. There are certain contitions to remain the custodian of the land and most important among these are the proper utilization of land, keep it in good condition, exploit its full potential, conserve its natural resource base and achieve the stability and sustainability in the production system to feed people who are engaged in other professions. Through this approach we can enhance agricultural productivity, improve the living condition of farming community and become not only self sufficient and self reliant but can feed other poor nations and can become Imam of other nations of the World.

6. INSTITUTIONAL ARRANGEMENTS FOR EHTESAB

There are various options for the establishment of institution of ehtesab. An ehtesab unit may be established in each department and in each professional group or a separate department with specific set up at different hierarchical levels may be established as given below:

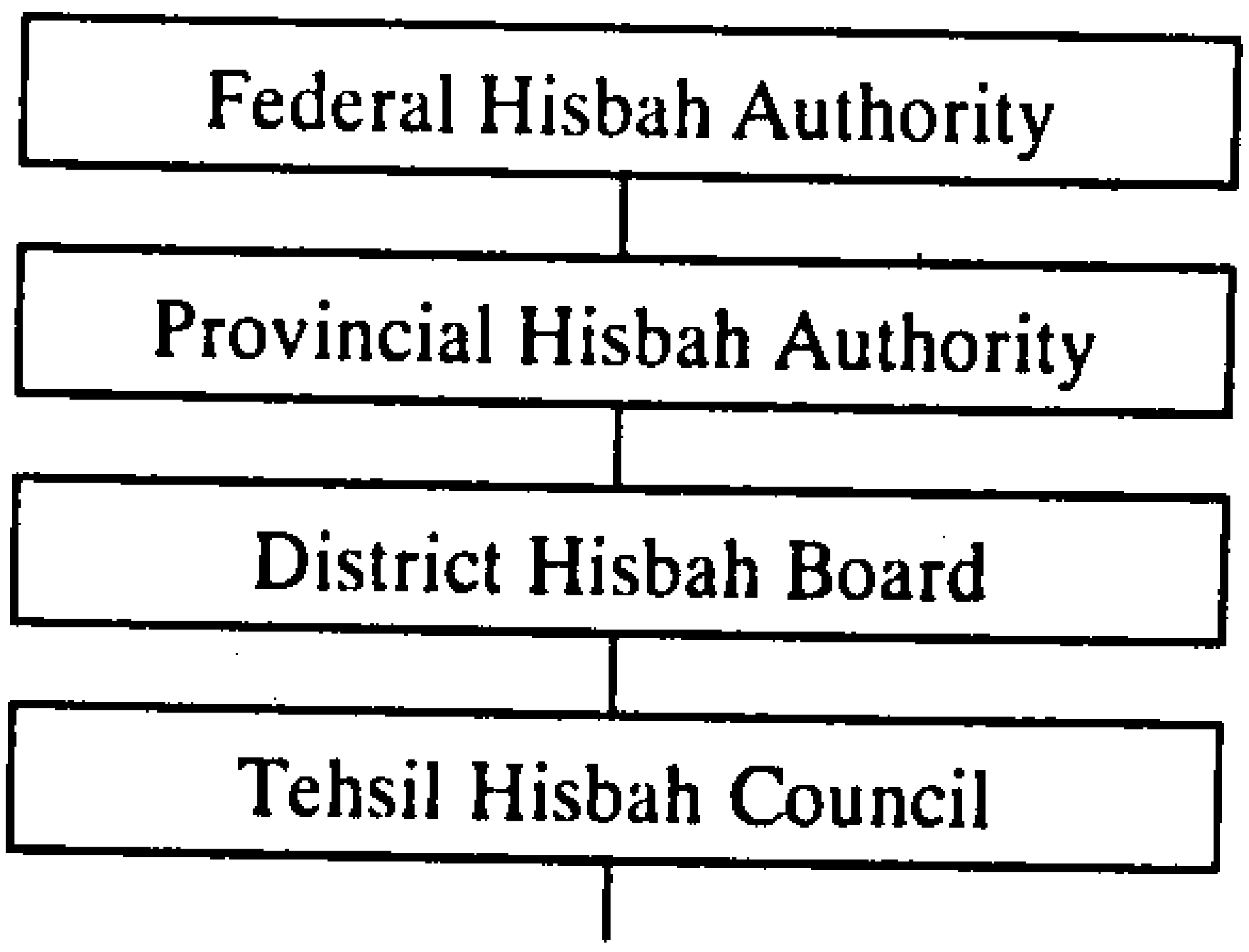

Marfat.com

Union Council Hisbah Committee

Mosque Hisbah Committee*

* One committee may be established in each big mosque in the urban areas and one committee in each village in the rural areas. For mosque committee it will be better to revive the concept of Jamia Mosque. One Mosque committee may be constituted in one big mosque or cluster of small mosques with one member form each small mosque.

Institution of Hisbah should adopt a comprehensive strategy including education and training, creating awareness among the masses about enjoining good and forbidding evil. Proper arrangements should be made for the appropriate education and training of politicians, judges, bureaucrats, administrators, scientists, engineers, teachers, medical doctors and supporting staff and general public. Educaiton and training may be of two types viz. general and specific.

General education may be on the prevailing evils and malpractices. What are the evils? How these are harmful for us and others? What are the punishments for these evil deeds under the existing rules? What are the punishments in Shariah? What will be punishment in the next world? How we can get rid of them?

This education will be very helpful to eliminate or at least minimize malpractices. Such education may be imparted through electronic media, newspapers, seminars, workshops, individual contacts. In this regard religious scholars, and spiritual leaders can play an important role.

Marfat.com

Specialized or specific training should be mainly on the professional ethics. It will differ from profession to profession and at different hierarchical levels in each profession.

The institution should make suitable arrangmenets for the monitoring and evaluation of the performance of people belonging to different walks of life. The objective can be achieved through linkages of Hisbah institution with different departments and institutions.

Brief description of functions at different organizational levels may be as follows:

Federal Hisbah Authority

- ☆ To monitor the observance of Islamic or ethical values at national level.
- ☆ To prepare educaitonal matrial in national language relating to enjoining good and forbidding evils.
- ☆ To oversee the working of the mass media and to ensure that these reflect and propagate Islamic values in real sense.
- ☆ To Issue injunctions to individuals, departments working in or on behalf of the Federal Government in appropriate writ caes involving violaiton of the Shariah.
- ☆ To advise the Federal Government to take such steps which are necessary to-order the individual and collective life of the people of Pakistan on the cultural pattern and moral values of Islam.
- ☆ To issue such instructions and guidelines and to frame

Marfat.com

such rules and laydown such procedures as the authority may deem necessary for the effective functioning of the institution.

Provincial Hisbah Authority

In each province the Hisbah Authority will perform almost similar functions as that of Federal Hisbah Authority at national level.

District Hisbah Board

☆ To monitor the observance of the social and moral code of Islam.

☆ To review from time to time the situation of the observance of enjoining good and forbidding evils.

☆ To launch educational and training compaign to create awareness among the people about the significance of enjoining good and forbidding evils.

Tehsil Hisbah Council

Almost similar functions at tehsil level as that of District Hisbah Board at district level.

Union Council Hisbah Committee/Town Hisbah Committee

☆ Observance of Islamic morals at public places

☆ Discouragement of Tabzir or extravagance particularly at marriage ceremonies and other such functions.

☆ Discouragement of anti-Islamic social habits.

☆ To make efforts in imparting the education and

training in enjoining good and forbidding evils.

Mosque Hisbah Committee

☆ Assist the Imams and Khateebs in the preparation of material for sermons.

☆ Arrange training courses in enjoining good and forbidding evils.

☆ Arrange seminars and discussion programmes in the mosques on differents Islamic aspects especially on commonly prevailing evils and their eradicaiton.

BIBLIOGRAPHY

☆ Imam Gazzali's Ihya Ulum-ud-Din Translated into English by Al-Haj Maulana Fazal-i-Karim. Sh. M. Ashraf Publishers, Booksellers and Exporters, Lahore, Pakistan.

☆ Mishkat-ul-Masabih, English Translation by Al-Haj Maulana Fazul-ul-Karim. Law Publishing Company, Lahore, Pakistan.

☆ The Meaning of the Quran by S. Abul A'LA MAUDUDI, Islamic Publications (Pvt.) Ltd. Lahore, Pakistan.

☆ Tarjuman-ul-Quran by Abul Kalam, Sheikh Ghulam Ali and Sons (Pvt.) Ltd. Publishers Lahore, Hyderabad and Karachi, Pakistan.

☆ Administrative Responsibility: An Islamic Perspective. Pages 497-517. By Abdel Rahman Ahmed Abdul

Rehman. In: The American Journal of Islamic Social Sciences. Jointly Published by The Association of Muslim Social Scientists and the International Institute of Islamic Thought. 13(4), 1996.

☆ Social Reforms (Report), Council of Islamic Ideology, Government of Pakistan, Islamabad, 1993.

☆ The Glory of Muhammad (ﷺ) by Mian Abid Ahmad, Services Book Club, 1996.

☆ A selection and translation of Iqbaliat, by M. Yaqub Mirza, Iqbal Academy Lahore, 1996.

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر آنسہ مس عصمت ناز۔ ملتان

خدا کرے کہ تنی گردنوں میں طوق پڑیں　　سنبھل نہ پائیں قدم ایسا احتساب اترے
ملوکیت کے خداؤں کو پاش پاش کردے　　صداءِ نور کا کوئی ایسا انقلاب اترے
کہیں تو آخر شب آس کی سحر بندھ جائے　　اجالنے کو کوئی روشنی کا باب اترے

یہ وہ دعا تھی جو عرب کے رہگزاروں سے فاران کی چوٹیوں تک ہر مظلوم کی لبوں پر تھی۔ انسانیت ظلم وستم کے ہاتھوں مجبور و بے بس تھی۔ زمین ابر رحمت کے لئے ترس رہی تھی کہ ایسے میں پیغمبر آخر الزمان نبی احمد محمد مصطفیٰ ومجتبیٰ کا ظہور ہوا اور دنیائے عالم کو ایک نیا پیغام ملا۔ تاریخ کے جھروکوں سے دیکھا جائے تو طرح طرح کے مصلحین، شیریں مقال واعظ وآتش بیان خطیب نظر آتے ہیں۔ بہت سے فلسفہ طراز اور انقلابی باتیں کرنے والے فسوں خیز نقشہ حیات کو زیر وزبر کرنے کی سعی میں ہیں۔ مگر جب ان کی تعلیمات ان کے کارناموں اور پھران کے نتائج کو دیکھا جائے تو ان میں تبدیلی کا عنصر نظر نہیں آتا ہے۔ معاشرہ وہیں کا وہیں کھڑا ہے یا پھر ظاہری چمک دمک ہے۔

آنحضرت ﷺ کا بے لاگ احتساب آپ ﷺ کا اصل کارنامہ ہے۔۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنی ذات گرامی کو کھلی ہوئی کتاب کی طرح پیش کیا۔ بعثت سے پہلے ہی دیمک زدہ معاشرہ میں لوگوں نے خود بخود آپ کو میزان کی کسوٹی پر رکھا تھا اور صادق اور امین قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات نے معاشرے کو اندر سے بدل کر رکھ دیا۔ لہٰذا جب وہ آپ کے کردار کی روشنی میں دیکھتے اور ایمان نہ لاتے لیکن جب اپنے دل میں اپنا احتساب کرتے تو جان جاتے کہ وہ غلطی کر رہے ہیں، آنحضرت ﷺ تو واقعی

Marfat.com

سچے ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

یہ بھی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں انسانیت کو نیا منشور ملا۔ انسانی زندگی کی نشأۃ ثانیہ ہوئی۔ اور آپ نے نظام حق کے نظام درخشاں سے مطلع تہذیب کو روشن کر کے ایک بین الاقوامی دور کا اور ایک عالمی احتساب کا زریں دور شروع کردیا کہ جس میں قدم قدم پر کڑے امتحان آتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق آپ کی تعلیمات کی روشنی میں بندے کو اپنا احتساب خود بھی کرنا ہے اور کروانے کے لئے تیار بھی ہونا ہے۔ نماز ہے تو اپنے رب کے حضور پیش ہوجائے اور اعتراف کرے اپنی غلطیوں کا، توحید کا اقرار کیا تو دل بھی گواہی دے، روزہ رکھا ہے تو تنہائی میں بھی نہیں کھانا پینا، زکوٰۃ دینی ہے تو اپنا مال چھپا کر نہیں رکھنا۔ خوبصورت زبردست احتسابی نظام ہے۔ بندے اور خدا کے درمیان رازداری کے ساتھ، ایمانداری کے ساتھ پوری قوت وجذبہ کے ساتھ۔ اور ساتھ ہی روز قیامت کے احتساب کے لئے بھی تیار رہنا ہے۔

آپ نے کسی اعتقاد، کسی نقشے اور نظریہ کے بغیر اصلاح وتعمیر کا کام شروع نہیں کیا۔ یہ محض ایک مبہم جذبہ نہ تھا۔ بلکہ کون ومکان کی عظیم ترین سچائی کی شکل لے کر آپ اٹھے اور غار حرا کی خلوتوں میں مدتوں اپنے اندر کا مطالعہ کیا اور بیرونی دنیا کے معموں کو بھی سمجھنے کی کوشش کی۔ مگر عملی قدم اس وقت اٹھایا جب علم نے آپ کے باطن کو منور کردیا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آپؐ کا مشن اپنی سیرت کے ذریعے انسانی زندگی کو ”نظام“ میں ڈھالنا تھا اور اس میں عدل وتوازن پیدا کرنا اور انصاف فراہم کرنا تھا۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اس میں دو پہلو نظر آتے ہیں ایک ملت اسلامیہ کے ہر فرد کی اصلاح اور دوسرے ملکی قوانین یعنی حدود وتعزیرات کا نفاذ کرنا تھا۔ کہ اگر کسی فرد سے جرم سرزد ہوجائے یا خرابی کا امکان ہو تو اس کا حساب کتاب ہو۔ اور معاشرہ سکون کا سانس لے سکے۔ آپ نے اولین بار ایک ایسے دور کی بنیاد رکھی جو صراط مستقیم اور راہ اعتدال پر گامزن تھا۔ جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ ﷺ نے نفاذ قانون کے لئے اپنی ذات کو بھی عام لوگوں کی طرح سے رکھا۔ خود کو کسی قانون سے مستثنیٰ نہیں سمجھا بلکہ قوانین کا اطلاق سب سے قبل اپنے آپ پر کیا۔ متعدد بار لوگوں کو یہ کہہ کر گویا مقدمہ کی دعوت دی کہ اگر کسی طرح سے میرا حساب کتاب ہو تو میں حاضر ہوں۔ اگر میری طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو میں اس کے بدلہ کے لئے تیار ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رأیت رسول اللہ ﷺ یقص من نفسہ"

(میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی ذات سے بھی قصاص لیتے ہیں)

اور ایسا کرنا کسی عام شخص کے بس کی بات نہیں ہے، آپ کو بطور حاکم بطور قاضی وسیع تر اختیارات حاصل تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے صیغہ احتساب کی ایسی صحیح تصویر اجاگر کی کہ رہتی دنیا کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔ احتساب کے ضمن میں لوگوں کے عام اخلاق کی نگرانی واصلاح عمال کی تربیت، ان کا محاسبہ، تجارت کے قوانین وضابطے مرتب کرنا اور ان کا نفاذ اور ساتھ ہی ساتھ بدعنوانیوں کا سد باب بھی کرنا شامل تھا۔ اور ان امور کی نگرانی آپ براہ راست ہر لمحہ فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی بھی آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں اپنی ذات مبارکہ کو احتساب سے مبرا قرار نہیں دیا۔

ایک مرتبہ ایک آدمی سرور کائنات کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا اس نے سخت مزاج کے باعث تندی سے گفتگو کی۔ رفقائے نبوت نے اسے احساس دلایا کہ تم جانتے نہیں کس سے ہمکلام ہو! بدوی نے کہا کہ اپنا قرض مانگ رہا ہو۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو سمجھایا کہ تم لوگوں کو اس کی حمایت کرنی چاہئے تھی کیونکہ یہ اپنا حق مانگ رہا ہے۔ پھر اس کا حساب کتاب کرنے کا حکم دیا بلکہ اس کے حق سے کچھ زیادہ ہی دے دیا(۱)۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے آپ ﷺ اپنی ذات کے لئے کسی قسم کی رورعایت قانون سے نہیں چاہتے تھے۔

اسی طرح سے ایک یہودی عالم کا واقعہ ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ سے قرض کا مطالبہ نہایت ترش روئی سے کیا۔ حضرت عمر نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن اگر مجھے حضور ﷺ کا اندیشہ نہ ہوتا تو تمہاری گردن اڑادیتا۔ مگر آپ ﷺ نے نہایت آرام سے عمر فاروقؓ کو سمجھایا اور فرمایا:

"ایسے موقع پر آپ کو چاہئے تھا کہ ایک طرف مجھے حسن وخوبی سے ادائے حق کی تلقین کرتے اور دوسری طرف مطالبہ کرنے والے کو بہتر طریقہ اختیار کرنے کی نصیحت کرتے"(۲)۔

پھر فرمایا کہ جاؤ اس کا حساب کردو اور ڈانٹنے کے بدلے میں بیس صاع (عربی پیمانہ) کھجور

Marfat.com

زیادہ دے دینا۔ اس واقعہ کا یہودی عالم پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کو ترجیح دی۔ اپنی ذات کا احتساب ایسے کون کرسکتا ہے!

حدود واحتساب سے ہی کسی حکومت، کسی شخص، کسی مصلح کی کامیابی اور تنظیم کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ آپ کے زیر سایہ ملت اسلامیہ کا معاملہ دوسروں سے ذرا مختلف تھا۔ یہاں قوانین کو جبر وسختی کے ساتھ ٹھونسا اور منوانا نہیں تھا بلکہ ان کی اصلیت اور اہمیت پہلے بتانا تھی۔ تبلیغ وترغیب زیادہ تھی جبر اور زبردستی کم تھی۔ تاکہ جسموں کے احتساب کی بجائے ذہنوں اور دلوں اور نیتوں کا حساب کتاب ہو۔ اور معتدل اور متوازن معاشرہ قائم ہو۔ جس میں اصلاح کی گنجائش بہت زیادہ ہو اور اس کے لئے آپ نے اپنی ذات میں ایسی نادر مثالیں پیش کیں ہیں کہ تمام بڑی بڑی شخصیات مل کر بھی آپ کی گرد کو نہیں پہنچ سکتی ہیں۔

فتح مکہ کے روز قریش کے بڑے بڑے سردار سرنگوں کھڑے تھے اب موقع تھا کہ ان سے حساب کتاب برابر کیا جائے۔ سامنے پتھر مارنے والے بھی تھے راستہ روکنے والے بھی تھے، جگر خوار بھی تھے، کا قاتل بھی تھا۔ خانہ خدا سے ہجرت پر مجبور کردینے والے بھی تھے۔ شعب ابی طالب میں محصور کرنے والے تھے۔ لیکن احتساب ہوا تو ایسا کہ ناقابل یقین۔ نہ ظالم کا بدلہ لیا، نہ ظلم کو جتلایا، نہ گنوایا، نہ طعن نہ طنز۔ بس رحمت کا موجیں مارتا ہوا سمندر تھا کہ بس کہا کہ جاؤ آج کے دن تم سے کوئی حساب نہیں ہے۔ کیسا شاندار انداز ہے کتنی پیاری ادا ہے۔ یہ ادا ارباب دانش کو بانگ دہل دعوت دیتی ہے کہ لاؤ ایسی مثال اگر دے سکتے ہو تو۔ ایسا احتساب اگر کرسکتے ہو تو۔ اور نتیجہ اتنا پیارا کہ سب کے سب داخل اسلام ہوگئے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے احتساب کا نظام سماجی انصاف قائم کرنے کے لئے کیا تھا۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سماجی انصاف کی اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ اس لئے یہ انصاف سب کو بلا امتیاز ملنا چاہیئے۔ اور اس میں کسی کے ساتھ خواہ مخواہ رعایت بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ آپ اس بات کے شدید ترین مخالف تھے کہ کسی ایک کے لئے قانون اور طرح کا ہو اور کسی دوسرے کی لئے دوسری طرح کا ہو۔ آپ کو قانون کے یہ دوہرے معیار یا امتیازی قسم کے قوانین قطعاً پسند نہ تھے۔ جس کی واضح مثال اس واقعہ سے ملتی ہے جس میں بنی مخزوم کے خاندان کی ایک خاتون چوری کی مرتکب ہوئی۔ بڑا نامی گرامی خاندان تھا۔ لوگ چاہتے تھے کہ اسے سزا نہ ہو اور معاملہ دب جائے۔ انہوں نے آپ کے غلام اسامہ بن زید سے سفارش کروائی تو آپ ﷺ نے

Marfat.com

غضب آلود ہو کر کہا:

''بنی اسرائیل اسی لئے تباہ و برباد ہوئے کہ غریب پر تو حد جاری کرتے مگر امراء سے درگذر کرتے تھے''(۳)۔

ساتھ ہی فرمایا ''اللہ کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا''۔ دنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ چلتا پھرتا قرآن اسی لئے تھے کہ قرآن میں آیا ہے کہ ''کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو''(۴)۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے اقوال میں بھی حکمت ہے معرفت کا خزانہ ہے۔ دنیا کا کوئی بقراط سقراط ایسی گہرائی پیش نہیں کرسکتا ایسی بات در بات تو وہی کرتا ہے جس کا تعلق براہ راست مالک کائنات سے ہوا اور آپ تو مالک کائنات کے محبوب تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے تو بوری میں ہاتھ ڈالا تو اندر نمی محسوس ہوئی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بارش کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نمی والے حصے کو اوپر کرو تا کہ لوگ دیکھ لیں کیونکہ جو شخص دھوکہ دیتا ہے وہ میری جماعت میں سے خارج ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ احتساب کے ضمن میں بازاروں کا خیال کرتے تھے اور بھاؤ تاؤ لین دین مال کی حالت اور ناپ تول کا خاص خیال کرتے تھے۔ کیونکہ یہ احتساب کا کام صرف جرم ہونے پر نہیں ہے بلکہ جرم سے پہلے بھی حالات کا خیال کرنا ہے۔ اور یہ محکمہ قضاء کے ذمہ بھی ہے جو بجائے خود ایک مشکل امر ہے جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

''جس شخص کے سپرد عہدہ قضاء ہوا سمجھ لو کہ وہ بے چھری ذبح کیا گیا''(۵)۔

آنحضرت ﷺ کے دور میں اچھی مثالیں نظر آتی ہیں کہ آپ ﷺ نے احتساب کے سلسلہ میں کڑے فیصلے بھی کئے۔ مثلاً یک شخص کو آپ ﷺ نے تحقیق حال تک حبس میں رکھا۔ اور اسی طرح ایک شخص بار بار چوری کرتا تھا تو آخر کار اس کے قتل کا حکم دے دیا گیا(۶)۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک عورت نے زنا کا جرم کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ ﷺ نے اسے واپس بھجوادیا کہ ولادت تک انتظار کرو۔ پھر آئی تو کہا کہ دودھ پلاتی رہو۔ پھر آئی تو کہا کہ اب بچہ روٹی کھانے لگا ہے تو آپ ﷺ نے رجم کا حکم دیا۔ خالد بن ولیدؓ نے پتھر بھی مارا اور گالی بھی دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس نیک بخت عورت نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر ظالم چنگی

والا بھی ایسی توبہ کرے تو بخش دیا جائے گا(۷)۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے قرآن پاک میں:

﴿وانت احکم الحاکمین﴾(۸)

(اور تو تمام منصفوں سے زیادہ منصف ہے)۔

یعنی اللہ پاک کی ذات سب سے زیادہ منصف ہے لہٰذا اس کے قائم کردہ نظام میں جو سزائیں اور احتساب کا سلسلہ ہے تو اس میں ہر جہت اور ہر شے میں مصلحت ہے رمز ہے۔ لہٰذا آپ نے اسی کے پیش نظر اس کام کو پورا کیا۔ اور اس میں ایسا نظام متعارف کروایا جس میں بھلائی اور بہتری ہی ہے۔

قرآن پاک میں وحی کے ذریعے آپ کے فرائض عدالت بیان کردیئے گئے ہیں۔ لہٰ آپ نے ان پر عمل کیا تاکہ قانون الٰہی کی اطاعت ہو اور حصول انصاف کے لئے باقاعدہ ادارہ قائم ہو۔ کیونکہ قرآن کے مطابق اسلامی ریاست مؤمن کے افعال کا محاسبہ کرسکتی ہے لہٰذا قرآن کے احکامات قدرتاً ریاست کے دائرہ اختیار اور حکم میں آتے ہیں اور مدینہ کی اسلامی ریاست نہ صرف اپنے باشندوں کی اخلاقی فلاح پر زور دیتی تھی بلکہ ان کی اقتصادی فلاح کو بھی اتنی ہی اہمیت دیتی تھی تاکہ بعد میں جب میزان ہو، احتساب ہو، تو فیصلہ کرتے ہوئے اپنی طرف سے فرائض پوری کئے ہوئے ہوں تو مشکل نہیں ہوتی۔ کیونکہ مشکل اور دوستی اور سفارش اور معاوضہ وہیں ہوتا ہے جب آپ میں بھی کوئی کمی ہوتی ہے۔ مگر آنحضرتﷺ نے جب احتساب کیا جب معاملات نبٹائے جب ترازو ہاتھ میں لیا تو اس سے پہلے آپ اپنے فرائض سے کماحقہ عہدہ برآ ہوچکے ہوتے تھے کیونکہ انصاف کرنے کو بھلائی کے ساتھ شامل کیا گیا ہے اور احتساب اسی کی ہی کڑی ہے۔ لہٰذا انصاف و احتساب کو الگ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آنحضرتﷺ کا قائم کردہ عدالتی نظام دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت میں برائی اور اچھائی کا عنصر ہمیشہ رہا ہے۔ اور آیات قرآنی بھی اس کو ظاہر کرتی ہیں۔ لہٰذا انسانوں کے درمیان اختلاف فطری چیز ہے۔ مگر بعض اختلاف حق وصداقت پر مبنی ہوتے ہیں اور بعض جھوٹ اور تعصب پر ایسی صورت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایات دی ہیں کہ وہ کسی کی طرفداری نہ کریں اور حق کی طرفداری کرنے کے ساتھ ہر قسم کے دباؤ سے آزاد رہیں۔ اس کی روشنی میں ہی آپ نے مربوط سماجی نظام قائم کیا جو 'الی امر اللہ' کی تفسیر تھا۔ اور اسی کی روشنی میں اسلامی ریاست قائم کی کیونکہ یہ آپ کے فرائض میں شامل تھا جیسا کہ قرآ

ں ارشاد ربانی ہے:

"کسی ایماندار مرد اور عورت کو اپنی مرضی کی گنجائش نہیں جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کردے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ گنہگار ہوگا اور صریح گمراہی میں پڑ جائے گا" (۹)۔

یہ آیت نہایت واضح اور واشگاف الفاظ میں عدلیہ کے سربراہ کی حیثیت سے آپ کے اختیارات کو بیان کرتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ ہر قیمت پر رسول اللہ کے فیصلہ کو قبول کیا جائے اور ہر قیمت پر آپ کے فیصلوں کو قبول کیا جائے کیونکہ ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے:

"تمہارے رب کی قسم یہ ایمان لانے والوں میں سے نہیں جب تک یہ اپنے تنازعوں میں آپ کو جج نہ بنائیں جو آپ فیصلہ فرمادیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو کاملاً قبول کریں" (۱۰)۔

یہ آیت ایک بار پھر سب سے اعلیٰ جج اور مؤمنوں کے اخلاقی رہنما کی حیثیت سے آپ کا اختیار تسلیم کرتی ہے۔ آپ کے تمام فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم ہونا چاہئیے۔ اور تمام مؤمنوں کو آپ کے عدالتی اور مذہبی معاملات میں اقتدار اور اختیار کے آگے سر جھکانا چاہئیے۔ آپ کے فیصلے کو قبول کرنا ایمان کا جزو ہے۔ یعنی جو لوگ آپ کے تحت احتساب کے نظام پر انگلی اٹھانے کی جرأت کرتے ہیں ان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ میں بے لاگ احتساب کی بے شمار مثالیں مل جاتی ہیں۔ مثلاً عقاب بن سید کو آنحضرت ﷺ نے مکہ کا قاضی و عامل مقرر کیا تھا۔ ان کی عدالت میں بروایت طبری مقدمہ پیش ہوا جس کا فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے مشورہ طلب کیا۔ مقدمہ یہ تھا کہ طلوع اسلام سے قبل بنو مغیرہ بنو عامر کے قرض تلے تھے اور یہ بیع سود تھا۔ اسلام آنے پر بنو مغیرہ نے سود کی ممانعت کی وجہ سے انکار ادائیگی کیا بنو عامر نے دعویٰ کیا۔ تو طبری کی روایت کے مطابق یہ آیات نازل ہوئیں کہ:

"اے ایمان الو! اپنا عہد قائم رکھو اور سود میں سے جو کچھ باقی ہے چھوڑ دو"۔

آپ ﷺ نے یہ فیصلہ بھجوادیا اور ساتھ ہی کہا کہ اگر بنو عامر اسے قبول کرلیں تو اچھا ہے ورنہ انہیں جنگ کے لئے

Marfat.com

تیار ہونے کا کہہ دیں(۱۱)۔

یہ آپ ﷺ کے احتسابی نظام کو بیان کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک منظم مربوط نظام عدالت قائم کیا۔ اور اس سلسلہ میں آپ کے رفقائے کار آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں عہدِ حاضر کی طرح عظیم الشان عمارتیں، وسیع پیمانے پر غیر ضروری اخراجات، بڑے بڑے احتسابی کمیشن اور پیچیدہ امور اور لمبے مقدمے نہیں تھے۔ مگر آپ ﷺ کا نظام اتنا پر شکوہ، شاندار، عظیم اور اعلیٰ وارفع تھا کہ واقعی احتساب ہوتا اور بہت جلدی ہوتا نظر آتا تھا۔

اور ایک بات تو مجموعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ عہد نبوی اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں آپ ﷺ کی ادارت میں ایک خاص ارتباط اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ اور اس سارے نظام کا ارتقاء ایک خاص ترتیب سے نظر آتا ہے جس کی وجہ سے مدینہ کی مرکزی قیادت لحہ بہ لحہ تقویت پکڑتی گئی اور عہد خلافت راشدہ میں اور اس کے بعد ریاست کے ادارے جس شکل میں نظر آتے ہیں ان کی بنیاد آپ کے دور میں ہوگئی تھی۔ کیونکہ آپ کے کسی بھی نظام کا اور بالخصوص احتسابی نظام کا مقصد انتقام نہیں تھا، بدلہ نہیں تھا، بلکہ مثبت اور ایجابی مقاصد پیش نظر تھے۔ امن وامان اور قانون الٰہی کو قائم کرنا اور اس کی اطاعت کروانا آپ کے پیش نظر وہ مقاصد تھے جن کی خاطر کبھی آپ کو سختی کرنی پڑی کبھی عفو ودرگذر سے کام لینا پڑا کبھی نرمی سے سمجھانا پڑا۔ کیونکہ آپ حاکیت الٰہی کے سنگ بنیاد کے ساتھ نظام احتساب قائم کر رہے تھے۔ اور یہ نہایت جامع نظام تھا جس میں سب برابر ہیں قانون کی نظر میں سب ایک جیسے ہیں۔

نظام احتساب کے اندر حاکیت الٰہی کا براہ راست نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حاکم اعلیٰ کے جتنے محکوم ہوتے ہیں وہ سب پابند قانون ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کے تحت ایک ایسی وحدت قائم ہوتی ہے جس کے تحت قوموں، امتوں، حلقوں، مسلکوں اور مملکتی طبقوں جماعتوں اور مذہبوں اور سیاسی مسلکوں کی تقسیم ختم ہوجاتی ہے اور ایک قطعیت پیدا ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی شہادت اس بات پر موجود ہے کہ نظام زندگی اپنی تمام جد وجہد کا محور اللہ کے قانون کی برتری قائم کرنا تھا۔ آپ نے احتساب کرتے ہوئے کسی کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور نہ ایسا اپنے اختیارات کا بے جا استعمال کیا۔ کیونکہ آپ خود بھی اس ہستی کے سامنے جوابدہ تھے جس نے آپ کو مبعوث کیا تھا۔

Marfat.com

تاریخ اور کتب سیرت اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ نے کبھی اپنے خلاف کسی تنقید کی حوصلہ شکنی نہیں کی۔ سوائے چند معاملات (جن میں نکاح، میراث) کے تمام دوسرے معاملات میں آپ کو ذرہ برابر بھی استحقاق حاصل نہ تھا۔ اور یہ ہی بہترین نظام اسلامی کی معراج تھی کہ آپ ﷺ نے اگر احتساب کیا تو پہلے خود کو اس کے لئے پیش کیا۔

اور کسی بھی جمہوری معاشرہ کی معراج بھی یہ ہے کہ حکمران اپنے ذاتی حقوق و معاملات میں عوام کے مساوی ہو اور کسی قسم کا امتیاز یا استثناء اسے حاصل نہ ہو اور عام شہری افراد میں بھی کوئی امتیاز اس وجہ سے نہ رکھتا ہو کہ وہ حکمران ہے اس کے اختیارات محدود ہوں اور ریاست کے باشندے اس پر تنقید و احتساب کے لئے آزاد ہوں۔ یہ تمام اصول فی الحقیقت ایک صحت مند سیاسی نظام کے تحت احتساب کے نمونے پیش کرتے ہیں جو اپنی پوری سچائی اور فعالیت کے ساتھ عہد رسالت میں اپنایا گیا بلکہ اسے ہر لحاظ سے اوج کمال تک پہنچادیا گیا اور اسی لئے یہ قابل اتباع و ہدایت ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ آپ ﷺ کے عہد میں راعی و رعایا کے تعلقات کی نوعیت جبر و استبداد یا آمریت نہ تھی نیز معروف کے مطابق جس طرح باشندوں پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و خیر خواہی و تعاون لازم تھا اس طرح آپ ﷺ کے لئے ضروری تھا کہ ان کی فلاح و بہبود میں سرگرم عمل رہیں اور اگر ان کو شکایات ہوں اور ان کو اعتراض ہو تو آپ ﷺ محض اس بناء پر کہ آپ ﷺ رسول ہیں حکمران ہیں ان کا احتساب شروع کر دیں۔ نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے ہر صورت میں انہیں مطمئن کرنا تھا جیسا کہ آپ نے کیا۔

واقعات سیرت میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کی بے چینی اور حضرت عمر کا بڑے تلخ لہجے میں سوال اور آپ کا جواب دیکر انہیں مطمئن کرنا، یا حنین کے معرکے میں جب مال غنیمت کے مسئلہ پر انصار کو کچھ شکایات پیدا ہوئیں تو آپ ﷺ نے اس مسئلہ کو بھی سنجیدگی اور تدبر سے حل کیا اور ایک خطبہ میں وضاحتیں فرما کر انہیں مطمئن کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو اظہار رائے اور اختلاف رائے کا حق بدرجہا حاصل تھا۔

یعنی آپ کے دور میں صیغہ احتساب میں عام اخلاق کی نگرانی و اصلاح عمال کی تربیت اور ان کا محاسبہ اور انسداد بدعنوانی وغیرہ سب ہی کچھ تھا جن کا ذکر ابتدا میں کیا گیا ہے شامل تھا۔ اور عوام الناس کے

Marfat.com

اخلاق کی نگرانی براہ راست آپ ﷺ خود فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ "اگر ہم ان کو اقتدار دیں گے تو یہ لوگ اچھائی کا حکم دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے"۔

اور جہاں تک عمال کے محاسبے کا تعلق ہے تو اس کے دو پہلو لئے جاسکتے ہیں کہ جن لوگوں کو کوئی ذمہ داری سونپی جاتی تھی مثلاً صدقہ، زکوٰۃ وغیرہ کی وصولی تو آپ اس بات کی پوچھ گچھ کرتے تھے کہ کہیں وصولی میں بے جا ظلم یا زیادتی یا ناجائز طریقہ تو اختیار نہیں کیا گیا۔ مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے ابن اللتبیہ کو بنو سلیم کے صدقات پر عامل بنا کر روانہ کیا۔ جب وہ واپس آئے تو انہوں نے مال سامنے رکھا اور کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ بقیہ مال مجھے تحفتاً ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "گھر بیٹھے تم کو یہ ہدیہ کیوں نہ ملا!" اس کے بعد آپ ﷺ نے اس قسم کے لین دین کی سختی سے ممانعت فرمادی۔

آپ ﷺ ایک عظیم مصلح اور بیدار مغز حکمران تھے۔ آپ کو جہاں یہ خیال تھا کہ عہدے دار اپنے فرائض کی بجا آوری بہتر طریقے سے کریں اس سے زیادہ اہتمام اس بات کا تھا کہ عمال وحکام زیور اخلاق سے آراستہ ہوں۔ اور جہاں یہ متعین ہوں وہاں کے باشندے ان کے اخلاق کے شاکی نہ ہوں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو یمن کی روانگی کے وقت ہدایت فرمائی تھی کہ "سختی نہ کرنا بلکہ آسانی سے کام لینا اور لوگوں کو اچھی باتیں سنانا اور نفرت نہ دلانا"۔

اس سے آپ ﷺ کے نظام احتساب کی نشاندہی ہوجاتی ہے جو اس وقت جاری وساری تھا اور اس نظام کے قائم کرنے سے آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی باقاعدہ تربیت فرمائی۔ خود اپنی ذات سے مثالیں قائم کیں۔ اسی طرح سے تجارتی بدعنوانیوں کے انسداد کے سلسلہ میں بھی آپ ﷺ بنفس نفیس نگرانی فرماتے اور ہدایت جاری فرماتے تھے۔ بدعنوان تاجروں کو عذاب کی وعید اور اچھے تاجروں کو اخروی اجر کی نوید آپ اکثر سنا کرتے تھے۔ اور چیزوں کی خرید وفروخت کے معاملہ میں بات بات پر قسم کھانے، ناپ تول میں کمی کرنے اور اس طرح کی دوسری ترغیبات کا آپ ﷺ نے سختی سے محاسبہ کیا۔

آپ ﷺ اکثر اوقات بازاروں اور منڈیوں کا دورہ فرماتے اور موقع پر ہی تحقیق وتفتیش فرما کر ضروری کارروائی کرتے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دھوکہ اور فریب کرتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے اس بارے میں محتسب (انسپکٹر) بھی مقرر کئے تھے تاکہ تمام حالات کو کنٹرول کی

Marfat.com

جا سکے۔

اندروں ریاست جرم کا ارتکاب کرنے والوں سے نمٹنے کے لئے آپ انہیں تنبیہ بھی کرتے، ضروری سزا بھی دیتے اور مناسب سمجھتے تو محبوس بھی فرما دیتے تھے۔ اس غرض سے کبھی تو مسجد نبوی میں یا کبھی کبھی گھر میں دار الحبس بنادیا جاتا تھا۔ جنگی قیدیوں کے معاملہ میں بھی یہ ہی صورت تھی۔ قیدیوں کی نگرانی کے لئے بھی افسران مقرر تھے۔ تاکہ امن وامان کا مسئلہ پیدا نہ ہو اور نہ کسی پر زیادتی ہو۔ اس طرح ایک بہت ہی مختصر عرصہ میں آپ ﷺ نے جس وقار جس تدبر جس بردباری سے کام کیا وہ بجائے خود نا قابل تسخیر ہے۔

پھر آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں تو احتساب کرتے ہوئے بھی مشورہ کی مثالیں ملتی ہیں حتیٰ کہ اسلامی ریاست کے خطرناک دشمنوں کا قتل بھی باہمی صلاح ومشورہ کے بعد کیا گیا تھا۔ ایسے قتل کی اجازت عرب کے سماجی نظام اور ان کی روایت میں تھی۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ حتی کہ یہودی شاعر کعب بن اشرف جس نے غزوہ احد برپا کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا اس کا قتل بھی کئی دنوں تک انصار کے سرکردہ اشخاص وسرداروں کے گرما گرم مباحثے اور صلاح ومشورہ کے بعد ہی ہوا تھا۔

فدیہ کا سلوک ہو یا بچوں کے پڑھنے لکھنے پر مامور کرنے کا واقعہ ہو آپ نے بہترین مثالیں پیش کی ہیں۔ حتی کہ واقعہ افک جو غزوہ مریسیع کے دوران پیش آیا اور جن سے پچاس دن مسلم مدنی سماج زیروزبر کر کے رکھ دیا تھا تو آپ ﷺ نے فیصلہ رب تعالیٰ قدوس پر چھوڑا اور اس شان کریمی نے کلام پاک میں آیات برأت نازل فرمادیں۔ ایسے میں اگر آپ ﷺ چاہتے تو آپ مخالفین کا اور منافقین کا محاسبہ کر سکتے تھے اس کے مجاز تھے مگر آپ ﷺ نے اللہ کی طرف سے زوجہ مطہرہ کی پاکیزگی کی شہادت ملنے پر سجدہ شکر ادا کیا تو لوگوں نے خود ہی اپنا احتساب کیا اور شرمندہ ہو کر رہ گئے اور بعض صحابہؓ نے اس موقع پر جو ان کے ذہن میں یا ذہن کے کسی گوشے میں کوئی گمان پیدا ہوا تھا تو انہوں نے صدقات دیئے اور غلاموں کو آزاد کیا۔

اس سے اور دیگر حوالوں سے احتساب نفسی کی یہ مثالیں ملتی ہیں کہ کیسے آنحضرت ﷺ کسی غلطی پر کسی گناہ پر کسی جرم پر صحابہ کو تلقین فرماتے تھے کہ صدقات دو اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے فرماتے تھے۔ اس سے ایک طرف تو جرم کرنے والے کے اندر احساس پیدا ہوتا تھا تو دوسرے اس سے مجبور انسان آزاد دنیا کی فضاؤں میں سانس لینے لگ جاتے تھے۔ یہ احتساب کا کتنا واضح اور اجلا تصور ہے جو صرف اسلام اور

آنحضرت ﷺ کی ذات سے ہی وابستہ ہے۔

درحقیقت حضور ﷺ کے پیش نظر جہاں اعتقادی اور اخلاقی احتساب وانقلاب تھا وہاں پوری اہمیت کے ساتھ بالخصوص فرد کی اصلاح مطلوب تھی تمدن کی درستگی کا مقصد تھا۔ دوسرے الفاظ میں حضور ﷺ نے انسان کو ایک اجتماعی وجود کی حیثیت سے سامنے رکھا اور اس کی اصلاح اس کے جملہ تمدنی رابطوں سمیت کرنا چاہی۔ آپ ﷺ نے انسان کو تمدن سے منقطع فرد کی حیثیت سے نہیں لیا اور اپنی دعوت اس کی نجی زندگی تک محدود نہیں رکھی۔ اسی لئے سیرت طیبہ میں آپ کی شخصیت میں ایسا تسلسل نظر آتا ہے جس سے قرآن مقدس کے احکامات ونکات واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔

چونکہ آپ ﷺ نہ تو ایک فلسفی تھے کہ محض چند اونچے گہرے خیالات دے دیئے اور واقعاتی احوال سے تعرض نہ کرتے اور نہ آپ واعظ تھے جو محض میٹھی باتیں سناتے۔ آپ ﷺ تو تمدنی شعور کے ساتھ حیات انسانی میں تبدیلی چاہتے تھے۔ اسی لئے آپ نے اس بات کا انتظار نہیں کیا کہ پہلے سارا معاشرہ اسلام قبول کرتے تو پھر احتساب کا یا اصلاح کا کام شروع کیا جائے بلکہ آپ ﷺ ساتھ ساتھ دعوت دیتے اعتقادات کی اصلاح کرتے تھے تاکہ ایک صالح نظام خود بخود وجود میں آجائے۔

آپ ﷺ کے ہاں یہ شعور پوری طرح سے اجاگر تھا کہ حق کے راستے میں حاسد قیادت ہمیشہ مزاحم رہتی ہے۔ لہٰذا اس کٹھن مرحلہ میں آپ ﷺ نے ہمیشہ غلط بات کو غلط کہا اور اس کے خلاف اقدام کیا اور تاریخ ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ احتساب کے باوجود آپ ﷺ کے ساتھیوں نے آپ کا ساتھ بھرپور طریقے سے دیا اور پھر اپنی غلطیوں پر ندامت کا اظہار بھی کیا۔ کیونکہ آپ ﷺ میں وہ قیادت موجود تھی جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اس کے تحت انسان نے جس رفتار سے ترقی کی اس کی مثال نہیں ملتی۔

آپ ﷺ کے نظام احتساب کی خاصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس میں ذاتی انتقام کہیں پیش نظر نہیں رکھا۔ بدر کے قیدیوں کی کراہیں سنائی دیتی ہیں تو آپ ﷺ ان کے بندھن ڈھیلے کروادیتے۔ فتح مکہ جس کا تذکرہ پہلے آیا ہے اس موقع پر آپ ﷺ کے خلاف لڑنے والے دشمن یہ لوگ تھے کوئی دوسرا ہوتا تو ایک ایک واقعہ کا انتقام لیتا۔ قتل عام ہوتا کیونکہ وہ لوگ ہر لحاظ سے مجرم تھے۔ اور دین وسیاست دونوں طرف سے گردن زنی کے لائق تھے۔ مگر آپ ﷺ جانتے تھے کہ جو انقلاب واحتساب انتقام پر مبنی ہوتا ہے وہ اپنی موت

Marfat.com

آپ مرجاتا ہے۔

آپ ﷺ نے کوئی ترجیحی حقوق حاصل نہیں کئے کسی کے خلاف خدا کے احکام وحدود سے تجاوز کر کے اختیار استعمال نہیں کیا۔ کوئی من مانا قانون جاری نہیں کیا۔ کسی کو بے جا نظر بند نہیں کیا۔ ہنگامی عدالتیں نہیں بٹھائیں لوگوں پر تازیانے نہیں برسائے۔ بلکہ اس کے برعکس لوگوں کو تنقید اور رائے زنی کا حق دیا اختلاف کرنے کی آزادی دی اور بسا اوقات اپنی رائے ترک کر کے اختلافی رائے قبول فرمائی۔ اور خود کو ہمیشہ مجلس عام میں انتقام کے لئے پیش کیا کہ جس کسی کے خلاف مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہو تو وہ مجھ سے اپنا بدلہ لے لے۔ انسانیت کا کس قدر بہترین نمونہ آپ ﷺ نے پیش کر کے گویا آپ نے مخالفین کے منہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے۔

کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ جو لوگ خدا کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق معاملات کے فیصلے نہیں کرتے ہیں وہی کافر ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے معاملات کرنے میں اس بات کو فروغ دینے کی کوشش کی کہ قانون سب کے لئے ایک جیسا ہو

آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں بے شمار ایسے مواقع آئے جب آپ قانونی طور پر حق بجانب تھے کہ بدلہ لے سکتے تھے لیکن آپ نے خواہ واقعہ مسجد ضرار والا ہو، زہر خوانی کا ہو یا قتل کی کھلی سازش کا آپ ﷺ نے نہایت عالی ظرفی کی مثال پیش کی کہ جن لوگوں کا عملی منصوبہ بنا کر بھی آتے ہیں ان کا راز فاش بھی ہو جاتا ہے اور وہ اقبال جرم بھی کر لیتے ہیں دنیا کا کوئی قانون آپ ﷺ کو کڑے احتساب سے نہیں روکتا تھا مگر وہ نمونہ انسانیت یہاں اتنے بڑے جرم پر بھی معاف کر دینے کو فوقیت دیتا ہے۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ جرائم جو قانونی لحاظ سے قابل گرفت تھے اور اگر ان پر سخت ترین کارروائی کی جاتی تو دین وسیاست کے بہترین اصول عدل کے عین مطابق ہوتی مگر حضور ﷺ نے بڑا ہی ٹھنڈا اور صابرانہ رویہ اختیار کیا کیونکہ انسانوں کے ذہن وکردار کی تبدیلی کا کام تلواروں اور کوڑوں سے نہیں ہوتا عقلی دلیل اور اخلاقی اپیل سے ہوتا ہے اس راہ میں غصہ کی بجائے تحمل اور انتقام کی بجائے صبر زیادہ کارگر ہوتا ہے اور محسن اعظم نے تاریخ کی فضاؤں کو اپنی روشن خیالی سے منور فرمایا۔

حتیٰ کہ ریاست مدینہ کے خلاف غداریوں کے کھلے کھلے اقدامات جن کی سزا زمانہ جاہلیت

Marfat.com

میں اور اسلام میں بھی بلکہ دنیا کے تمام مذاہب قوانین میں موت سے کم نہ تھی، آپ ﷺ نے ان سے بھی انتقام نہیں کیا ان کا احتساب بالکل مختلف انداز میں کر کے بھی تنبیہ کر کے بھی درگذر سے کام لے کر بھی ان کے راز کو افشا کر کے کیا کہ یہ لوگ اپنے تئیں شرمندہ ہوں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی سچائی اور نیکی کا نظام قائم کرنے والوں کو کن کن خارزاروں سے گذرنا پڑتا ہے۔

مندرجہ بالا واقعات محض بطور نمونہ لئے گئے ہیں۔ جن سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جنگجوئی اور خونریزی کرنے والے لوگ مغضوب الغضب اور جلد باز ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے ہم رحمۃ للعالمین کو ٹھنڈے عزم اور لمبے حوصلہ سے کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور آپ ﷺ قوت کے استعمال کی بجائے حکمت اور زیرکی سے کام کرتے دکھائی دیتے ہیں کسی انتقامی اور انقلابی نظریے پر آپ نے اپنی معاشرت وتبلیغ کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ ایک ایسا شاندار نظام متعارف کروایا جو بجائے خود محیرالعقول اور نبوت کی شان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے احتساب کے بے لاگ طریقے کو جس طرح سے جس انداز سے متعارف کروایا، جس طرح رائج کیا، اس کے اندر ایک طاقت تھی جس کو مخالفین نے بھی محسوس کیا اور ان پر آپ ﷺ کی برتری کا احساس غیر شعوری طور پر بڑھتا جا رہا تھا۔ دعوت یہ وہ اصل طاقت تھی جس نے عرب کو مفتوح کرلیا۔ آپ ﷺ کے زریں کردار نے زندگی کی پیشانی کو یوم آخر تک نور کی کرنوں سے مزین کردیا۔

اور جب کبھی بھی آدمی مایوس ہو انسانیت پریشان ہو مایوسی چھانے لگے کچھ سجھائی نہ دے تو ایسے میں تاریخ کے سب سے عظیم شخص آنحضرت ﷺ کی سیرت ہی کام آنے والی چیز ہے۔ بالخصوص آپ ﷺ کی ''سیرت کا بے لاگ احتساب'' والا حصہ کسی بھی قوم کسی بھی تہذیب کسی بھی سیاست اور کسی بھی شخص کو بدلنے کے لئے کافی ہے۔ اور انسانیت کی تعمیر وفلاح کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے۔ آپ ﷺ کو جس ظلم و نا انصافی، بے عقلی، تشدد، اندھی مخالفتوں اور شرارتوں کا سامنا تھا اگر آپ ﷺ ان کے خلاف احتسابی کارروائی کے اس نظام کی طرح جت جاتے جو کہ عام لوگوں کا خاصا ہوتا ہے تو پھر کوئی فرق نہیں تھا کوئی نئی بات نہیں تھی۔ مگر آپ ﷺ کا مقام تو تاریخ ساز تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تھا۔

آج اگر ہم اپنے اردگرد کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اندھے انتقام کی بھٹی میں جل رہی ہے۔ قومیں ایک دوسرے کی دشمن ہو رہی ہیں۔ ایک تہذیب دوسری کو مٹانے کے درپے ہے اخلاقی صفات زوال پذیر ہو رہی ہیں۔ ذاتی انتقام اور دوسروں کو بدنام کرنے کا نام احتساب رکھ دیا گیا ہے بڑی طاقتیں کمزوروں کا محاسبہ کرنے کے درپے ہیں۔

آج اس ماحول میں اس پر آشوب دور میں آنحضورﷺ کی اخلاقی قدروں کو عام کرنے کی انہیں سمجھنے کی اور سمجھانے کی ضرورت ہے۔ آج اگر زندگی کی فلاح کے اٹل اصول ہاتھ آ سکتے ہیں تو آپﷺ کی بارگاہ سے ہی کیونکہ آپﷺ سارے انقلاب اسلام کی روح تھے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ آپﷺ کے پیغام کو عام کیا جائے آپ کی جاری کردہ تحریک کو ایک زندہ حقیقت بنا دیا جائے اور آپﷺ کے نظام عدل کو استوار کیا جائے جس کی ایک بڑی کڑی بے لاگ احتساب ہے کیونکہ یہ وقت اور معاشرے کی بڑی اہم ضرورت ہے۔ جس پر چل کر ہم دین و دنیا میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ اور آپﷺ کی تعلیمات کے مطابق آئیڈیل معاشرہ بھی قائم کر سکتے ہیں ایسا مثالی معاشرہ جس میں ہر ایسے ظالمانہ اقتدار اور جبر کا احتساب ہو خواہ وہ سیاست کی شکل میں ہو یا معاشی استحصال کی صورت میں، مذہب کے نام پر دوکانداری یا منافقت کی شکل میں ہو یا معاشرتی اونچ نیچ کے پنجہ استبداد کے عفریت کے روپ میں یا تہذیب وثقافت کے نام پر اخلاقی قدروں کی پامالی کے ضمن میں ہو۔ بے لاگ احتساب ہو اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ہو۔ آپ کی زندگی سے مثالیں لی جائیں کیونکہ آپ کا مقصد ہر اس فعال تحریک کا، جو تخریب پر مشتمل ہو، انسداد ہے۔ اور ہر اس کام کا سدباب ہے جو اسلامی انقلاب کے کیے ہوئے کام کے لئے باعث خطر ہو اور جو اس کی تکمیل میں حائل ہو۔

Marfat.com

حوالہ جات

مشہور ومعروف واقعات کتب سیر واحادیث سے لئے گئے ہیں۔ اور بعض جگہوں پر دانستہ ان کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ بقایا حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱- شبلی نعمانی- سیرت النبیؐ، ج۲، ص ۲۳۹

۲- ابن ہشام- سیرت، ج۲، ص ۱۸۸

۳- شبلی نعمانی- سیرت النبیؐ، ج۲، ص ۲۸

۴- القرآن: ۵/۱۸

۵- سنن ابی داود وترمذی

۶- ایضاً

۷- نقوش/ رسول نمبر، ج ۶، ص ۵۷۲

۸- القرآن: ۱۲/۴۵

۹- ایضاً: ۳/۳۶

۱۰- ایضاً: ۴/۶۵

۱۱- الطبری- تفسیر، ج۲، ص ۶۸-۶۹

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

فائزہ احسان صدیقی - کراچی

تمام حمد و ثنا اس ذات واحد کے لیے ہے جو اللہ ہے رحمٰن و رحیم ہے اور یوم حساب کا مالک ہے۔ سورۃ فاتحہ کی جو سات آیات ہیں یہ ان میں سے تیسری آیت تک کا ترجمہ ہے۔ اور یہ سورۃ الفاتحہ خلاصہ ہے قرآن مجید فرقان حمید کا اور اس سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کے اعلان اور اس کے رحمٰن و رحیم ہونے کے اعلان کے بعد، اللہ کے مالک یوم الدین ہونے کے کا ذکر اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ احتساب اسلام کے بنیادی عقائد اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔

عقیدہ آخرت ایمان مجمل کا جزو ہے اور عقیدہ آخرت یوم حساب اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کا تصور اس دنیا کی زندگی میں عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ قیامت بے لاگ احتساب کا دن ہوگا۔

لہٰذا حضرت محمد ﷺ جن کی بعثت و رسالت کے ذریعے تکمیل دین اور اتمام نعمت ہوا۔ ان کی تعلیمات میں بے لاگ احتساب کا تصور اور عملی مظاہرہ قدم قدم پر موجود ہے آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت و دین کے بنیادی عقائد احتساب، حساب و کتاب اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کے تصور پر مشتمل ہیں۔

الحسیب، اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ہے اور حساب لینے والی ہستی احتساب کرتی ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

ان اللہ سریع الحساب

''بے شک اللہ جلدی حساب کرنے والا ہے''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی ذات واحد پر ایمان لانا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی تمام صفات عالیہ پر ایمان لانا ایمان کا جزو اول ہے اور حسیب اللہ کا صفاتی نام ہے لہذا گویا احتساب ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى

''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا۔

تو گویا رب کے سامنے جوابدہی کا تصور، رب کی عدالت میں یوم حساب اپنے اعمال کے احتساب کا تصور ہی وہ تصور ہے جو اس دنیا میں یعنی دارالعمل میں انسان کے نفس کو قابو میں رکھنے اور ہوائے نفس پر قابو پانے میں موثر کردار ادا کرتا ہے۔

ہر شخص اپنا محاسبہ کرتا رہے اس سے پہلے کہ اس کا باضابطہ احتساب کیا جائے۔

اسلام لوگوں میں جو ذہنی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ اس پر واضح طور پر روشنی ڈالتی ہے۔

''اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے جوابدہی کی جائے''

مختصر یوں کہہ سکتے ہیں کہ نظام اسلام کا مرکزی ستون خود اپنا محاسبہ اور اجتماعی احتساب کا عمل ہے۔ احتساب کا عمل اس دنیا میں شروع ہو جاتا ہے لیکن اس کا اختتام ''یوم آخر'' یا ''یوم الدین'' کو ہوگا۔

علامہ اقبالؒ مرحوم نے اپنی مشہور نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں اس کی نشاندہی کی ہے۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دین کی احتساب کائنات

امت کا یہی شیوہ اور طرز عمل شیطان کو ہراساں کرتا ہے کہ امت کا ہر فرد انفرادی سطح پر اور اجتماعی لحاظ سے اپنا محاسبہ کرتا رہے۔

پاکستان کی تاریخ کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ ہماری قومی تنزلی کا بنیادی سبب یہی ہے۔ ملی امنگوں کے حصول میں ناکامی کا سبب یہی ہے کہ ہم نے احتساب سے روگردانی کی ہے۔

Marfat.com

اساب......کلید کامیابی

احتساب کے عمل کو قوموں کی زندگی میں کامیابی کی کلید قرار دیا جا سکتا ہے۔ تاریخ کا ایک
ا مطالعہ اور تاریخی شعور و ادراک اس حقیقت کو اجاگر و واضح کرتا ہے کہ وہی قومیں کامیاب رہتی ہیں اور استحکام
قا پاتی ہیں جو انفرادی سطح کے ساتھ ساتھ اجتماعی اور قومی سطح پر احتساب کا عمل جاری رکھتی ہیں اور اپنے ہاں
نساب کا موثر نظام قائم رکھتی ہیں۔ بے لاگ احتساب زندہ قوموں کے یہاں ایک ہمہ جہتی اور ہمہ وقتی متواتر
اری رہنے والا نظام ہے۔

ہے حقیقت اپنے دین کی احتساب کائنات

بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ احتساب یا Accountability ایک ایسی اصطلاح ہے جو دور
حاضر میں وضع ہوئی۔ کیوں کہ آج کل یہ اصطلاح زیادہ سننے میں آتی ہے حالانکہ حقیقت میں یہ تصور یا اس کا عملی
اطلاق اتنا ہی قدیم ہے جتنا اسلام کا عملی اطلاق اور من حیث القوم ہم نے یعنی عالم اسلام اور اسلامی امہ نے
سے جتنا نظر انداز کیا اور عملاً احتساب کے عمل کو جاری و ساری نہیں رکھا لہٰذا بحیثیت امت اور بحیثیت پاکستانی
قوم گزشتہ تقریباً ۵۳ برس میں اپنے قومی مقاصد اور ملی نصب العین پا لینے کی جدوجہد میں ہم خاطر خواہ کامیابی
حاصل نہیں کر سکے۔ بلکہ ہم اپنا قومی وقار کھوتے جا رہے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ امت مسلمہ نے تاریخ کے مختلف ادوار میں جتنا جتنا احتساب اور بے
لاگ احتساب سے منہ موڑا اتنا اتنا اس نے اپنے آپ کو تنزل اور پستی میں ڈالا اور آج ہمارا عالم یہ ہے۔

چند ہزار خانوادے امیر سے امیر تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ان کو اندرون ملک اور
بیرون ملک ہر قسم کے تعیشات حاصل ہیں جب کہ لاکھوں خانوادے انتہائی غربت کا شکار ہیں اور غریب سے
غریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آبادی کا ۴۰ فیصد زندگی کی بنیادی ضروریات تک سے محروم ہے اور حد افلاس
سے بھی پست معیار زندگی پر زندہ ہے۔

صنعتیں بند ہو رہی ہیں اور بنک دیوالیہ ہو گئے ہیں ملک عالمی سطح پر اعتبار کھو چکا ہے اور
بے وقار ہو چکا ہے اور دنیا بھر کے ملکوں میں کرپشن اور بدعنوانی و بدمعاملگی میں ہمارا ملک دوسرے نمبر پر آتا

ہے۔

پوری قوم حتیٰ کہ آنے والی نسلیں تک قرضوں کے بوجھ تلے دب چکی ہیں اس حد تک کہ پاکستانی مرد و عورت ہر بوڑھا اور ہر بچہ اوسطاً ۱۵۰۰۰ روپے کا مقروض ہے۔

یہی وہ پس منظر ہے کہ آج قوم کے ہر فرد کا مطالبہ بلکہ اولین ترجیح احتساب ہے اور ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ مایوسیوں اور تاریکیوں کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس رہنما اور منارہ نور سیرت اور اپنے ہادی و رہنما کی تعلیمات کا گہرائی سے مطالعہ کریں کہ احتساب اور بے لاگ احتساب کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے اجاگر ہو جائے اپنی تمام تر باریکیوں کے ساتھ واضح ہو اور ہم اپنے آپ پر انفرادی و اجتماعی سطح پر اس کا اطلاق کرنے کی کوشش کریں۔

۱۔ اولین ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ احتساب کے عمل کو نہ صرف یہ کہ ناگزیر سمجھا جائے بلکہ سر فہرست رکھا جاوے بلکہ اپنا قومی شعار بنا لیا جائے۔

۲۔ اسلام کے قانون احتساب کے مطابق موجودہ دور کے قوانین احتساب کو مرتب و مدون کیا جائے۔

۳۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق احتساب کے عمل کا ایک باضابطہ اور موثر نظام اور طریقہ کار مرتب کیا جائے۔

۴۔ حکمرانوں اور عمال حکومت اور نوکر شاہی کے افراد سے متعلق عوام الناس بلا خوف اور جھجک اپنی شکایات درج کرواسکیں جو ان کی زیادتی یا ظلم کا شکار ہوئے ہیں اور قانون ان کو تحفظ فراہم کرے۔

۵۔ احتساب سے کوئی فرد، خواہ کتنا ہی صاحب حیثیت یا صاحب اختیار کیوں نہ ہو وہ احتساب سے بالاتر نہیں ہوگا ہر شخص جو کسی بھی منصب کا حامل ہے اور کسی بھی لحاظ سے با اختیار ہے اس کا احتساب کیا جانا چاہیے۔

۶۔ احتساب کا عمل محدود عرصہ وقت پر محیط نہیں ہوگا وسیع تر بنیادوں پر مبنی ہمہ جہت احتساب ہمیشہ ہوتا رہنا چاہیے کیونکہ......

"ہے حقیقت جس کے دین کی احتساب کائنات"

آج امت مسلمہ کو اور پاکستانی قوم کو اسی بیداری کی ضرورت ہے۔ دراصل اسلام میں
معاشرتی معاملات میں عدل و انصاف، ایمان اور احتساب کو مرکزی اہمیت دی گئی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اس امت پر فرض کر دیا گیا ہے اور یہ فریضہ ایک جانب امت کے افراد میں
جرأت سوال اور اصلاح کے امکانات پیدا کرتا ہے اور دوسری جانب احتساب کے طریقے کو پیدا کرنے اور رواج
دینے کا ذریعہ بنتا ہے۔

اور ایک عام شہری سے لے کر اعلیٰ ترین مناصب پر فائز حتیٰ کہ سربراہ حکومت تک کا
احتساب کیا جا سکتا ہے۔

احتساب کی تعریف وتشریح

مخصوص و مروجہ معنوں میں احتساب سے مراد صاحب اختیار اور صاحب اقتدار افراد یعنی وہ
تمام افراد جو کوئی عہدہ یا منصب رکھتے ہوں (سربراہ حکومت، عمال حکومت، نوکر شاہی یعنی کسی بھی انتخاب کے
ذریعے کسی عہدے یا منصب کے حامل افراد) اور ان کو ملکی وقومی وسائل و ذرائع پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔
انہوں نے اپنے دور اقتدار اور دور اختیار میں ان کو کیوں کر استعمال کیا؟ اور کیا اور کس طرح تصرف میں لائے
اس کا مواخذہ اور محاسبہ کرنے کا عمل احتساب کہلاتا ہے۔

لہٰذا اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا لمحہ آئے ہم اس دنیا کی زندگی میں اپنے
اپنے عمل کا اور اپنی زبان سے نکلنے والے الفاظ کا محاسبہ اور مواخذہ کرتے رہیں یہ احتساب کا عمومی مفہوم ہے۔

اس ضمن میں اگر ایک بزرگ (جو زہاد میں سے تھے اور صوفیا میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے)
حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگردوں میں رہے ہیں۔ نیز امام غزالیؒ ان سے بہت متاثر تھے۔ اور ان کی کتاب
(کتاب الوصایا ہے) حارث بن اسعد المحاسبی کا تذکرہ کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ بزرگ احتساب فی النفس
پر زور دیتے تھے لہٰذا "محاسبیؒ" کہلاتے تھے(۱)۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم اپنا احتساب کرتے ہیں وہ اللہ کی دی ہوئی
توفیق ہی سے کرتے ہیں بعض علماء نے ان کی مخالفت کی ہے کہ احتساب اللہ کا کام ہے۔

احتساب ضمیر کی عدالت میں

سب سے بڑا احتساب انسان کا اپنے ضمیر کی عدالت میں ہوتا ہے۔ گذشتہ دنوں کی اخباری کالم میں ایک واقعہ پڑھا کہ ایک جج صاحب پر کرپشن کا الزام تھا انہوں نے بہت احتیاط سے غبن کے تھے اور کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا۔ ان جج صاحب پر غبن اور مالی بدعنوانی کے سلسلے میں مقدمہ چلایا گیا۔ وہ عدالت سے بری ہو کر آئے تو انہوں نے اس پر اطمینان کا اظہار کیا تو ان کی بیٹی نے کہا۔

''ابو دنیا کی ہر عدالت آپ کو بری کر دے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کرپٹ ہیں اپنے ضمیر کی عدالت سے آپ بری نہیں ہو سکتے اس جملے کا ان جج صاحب پر اتنا اثر ہوا کہ پھر وہ سنبھل نہ سکے۔''

صاحبان مناصب امانت دار ہوتے ہیں

دراصل ارباب اقتدار و ارباب اختیار کو جو مناصب اور عہدے ملتے ہیں وہ ان کے امانت ہوتے ہیں اور قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔ سورہ النساء پارہ ۵ آیت ۵۸

ان الله یا مرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الٰی اهلها واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل. ان الله نِعمّا یعظکم به. ان الله کان سمیعاً بصیرا.

''بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کی اہلیت رکھنے والوں کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے اور خوب دیکھنے والا ہے۔

(۱) مناصب بھی امانتیں ہوتی ہیں اور جو کسی منصب یا عہدے پر فائز کیا جائے وہ امانت دار بنایا جاتا ہے ۔ اور جو امانت دار بنایا جائے۔ امانت میں تصرف کا حق اسے ایک مخصوص عرصہ وقت کے لیے تفویض کیا جاتا ہے اور جو امین یا امانت دار بنایا جائے امانت کا حساب کتاب اسی سے لیا جائے گا ظاہر ہے کہ ملک وقوم کے تمام پیداواری وسائل اور خزانہ و

Marfat.com

مالیات ارباب اقتدار اور ارباب اختیار کے پاس امانت ہوتے ہیں۔ میرے اور آپ سے ملکی اور قومی وسائل کا حساب اور خزانے اور مالیات کا حساب نہیں لیا جا سکتا۔

(۲) دوسری جانب صاحبان اختیار و صاحبان اقتدار کو افراد معاشرہ کے درمیان وسائل و ذرائع کی تقسیم میں انصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) افراد معاشرہ اور افراد قوم کے مابین معاملات میں پیدا ہونے والے تنازعات میں انصاف سے فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لہٰذا اس آیت شریفہ کی روشنی میں صاحبان اختیار کا احتساب درج ذیل امور میں ہوگا۔

۱- منصب اور عہدے کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے متعلق

۲- ان کے دائرہ کار کے متعلق دائرہ اختیار و دائرہ کار سے آگے نہ بڑھیں۔

۳- اختیارات کے استعمال کے متعلق اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کریں۔

۴- زیر تصرف اور زیر اختیار مالی وسائل کے متعلق

۵- ریاست کی زمینوں کی تقسیم میں انصاف کے متعلق

۶- ریاست کے پیداواری وسائل کی تقسیم میں عدل سے متعلق

۷- ملازمتوں اور روزگار کے مواقع کی تقسیم میں عدل سے متعلق

۸- افراد معاشرہ کے مابین تنازعات کے فیصلوں میں عدل و انصاف کے متعلق

۹- جانب داری اور اقرباء پروری سے متعلق

۱۰- رشوت و سفارش سے متعلق

مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ نظام اسلام کا مرکزی ستون خود اپنا محاسبہ اور اجتماعی احتساب کا عمل ہے۔ ہم فخریہ کہتے ہیں کہ ہمارا ملک پاکستان، اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔

اسلام ہمارا دین ہے۔

جمہوریت ہمارا نظام حکومت ہے۔

جمہوریت وہ طرز حکومت ہے جس میں سرداری اور امارت کی حرص کی جاتی ہے یعنی

Marfat.com

انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواران اپنے آپ کو سرداری اور امارت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ جب کہ حکومت و امارت سے متعلق تعلیمات نبوی کا جائزہ ہم پر واضح کرتا ہے کہ......

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم لوگ سرداری اور امارت کی حرص کرو گے اور یہ سرداری بہترین مرضعہ (رضاعت کرنے والی یعنی دودھ پلانے والی ہے) اور بدترین دودھ چھڑانے والی۔'' (یعنی امارت و اقتدار و مناصب کا آغاز نہایت خوشنما اور دل پسند ہوتا ہے لیکن انجام برا ہوتا ہے۔ جیسا دودھ چھڑانے والی کا دودھ چھڑانا برا معلوم ہوتا ہے)۔ بخاری

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو کسی جگہ کا عامل (حاکم مقرر نہیں فرماتے''؟

آپ ﷺ نے میرے شانے کو تھپک کر فرمایا۔

''ابوذر تو کمزور ہے اور امارت و سرداری امانت ہے اور یہ سرداری قیامت کے دن موجب ذلت و رسوائی ہے البتہ جس شخص نے حق کے ساتھ اس کو لیا اور اس حق کو امارت کے سلسلے میں جو اس پر واجب ہے ادا کیا اس کے لیے ذلت و رسوائی نہیں۔'' (مسلم)

کیا جمہوریت کے قیام کے لیے انتخابات کے عمل میں حصہ لینا سرداری اور امارت کی حرص نہیں ہوتی۔ اور بالخصوص ہمارے ہاں زیر عمل طور طریقوں کے مطابق انتخابات میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جائز ذرائع سے کمایا ہوا روپیہ اس طرح بے دریغ لٹایا جا سکتا ہے۔؟

کیا یہ روپیہ اس لیے بے دریغ لٹایا جاتا ہے اس کے پس پشت ایک ان کہی امید ہوتی ہے کہ اس سے کہیں زیادہ مال اپنی Tenure (مدت اقتدار) میں بنا لیں گے۔

Marfat.com

احتساب کے تصور کی بنیاد

یہ متفق علیہ حدیث مبارکہ فراہم کرتی ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......

''خبردار تم میں سے ہر شخص نگہبان اور رعیت کا رکھوالا ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا یعنی امام و خلیفہ جو لوگوں کا نگہبان و راعی ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔......''

حضرت معقل بن یسارؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''جو حاکم مسلمانوں کی سرداری کو اپنے ہاتھ میں لے اور اس حالت میں مرے کے خائن (ظالم) ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔'' (متفق علیہ)

نیز حضرت معقل بن یسارؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''جس بندے کو اللہ تعالیٰ رعیت کی نگہبانی سپرد کرے اور وہ بھلائی اور خیر خواہی کے ساتھ محافظت نہ کرے وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔'' (متفق علیہ)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......

''اے اللہ جس شخص کو میری امت کے کسی کام کا والی اور متصرف مقرر کیا گیا ہو اور وہ میری امت پر مصیبت پر مصیبت ڈالے تو تو بھی اس پر مصیبت و مشقت ڈال اور جو شخص میری امت پر مہربانی اور نرمی کرے تو تو بھی اس پر مہربانی و نرمی کر۔''

حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''خدا کے نزدیک قیامت کے دن مرتبہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے سب سے بہتر عادل اور نرمی کرنے والا حاکم ہے اور بدترین شخص سختی کرنے والا ظالم حاکم ہے۔''

رعیت پر آسانی اور نرمی کرنا

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے اصحابؓ میں سے کسی کو کسی کام پر مامور کر کے

Marfat.com

بھیجتے تو فرماتے......

''لوگوں کو خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ، آسانی کرو، دشواری میں نہ ڈالو'' (متفق علیہ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

''اے حاکمو تم (رعیت) پر آسانی کرو۔ دشواری میں نہ ڈالو۔''

حضرت عمرو بن مرہؓ کہتے ہیں انہوں نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی کام کا والی و حاکم مقرر کر دے اور وہ مسلمانوں کی ضرورت سے چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت سے چشم پوشی کرے گا۔'' یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے ایک آدمی مقرر کیا کہ وہ لوگوں کی ضروریات پر نظر رکھے اور ان کو پورا کرتا رہے۔

اموال میں تصرف اور اس کا احتساب

حضرت خولہ انصاریہؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''بہت سے آدمی اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔'' (بخاری)

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ہے ''جس شخص کو ہم نے کسی کام پر مقرر کیا اور اس کو اس کام کی اجرت مقرر کر دی اس کے بعد اگر وہ کچھ لے یعنی سرکاری مال میں سے تنخواہ سے زیادہ لے گا تو یہ خیانت ہوگی۔'' (ابوداؤد)

حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مجھ کو عامل بنا کر یمن بھیجا۔ جب میں روانہ ہو گیا تو میرے پیچھے ایک آدمی کو (بلانے کے لیے) بھیجا۔ جب میں واپس ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا ''تجھ کو معلوم ہے میں نے تجھ کو دوبارہ کیوں بلایا ہے تو میری اجازت کے بغیر کچھ نہ لے (اس لیے) کہ اس طرح لینا خیانت ہے اور جو شخص خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ چیز لے کر آئے گا جس میں خیانت کی ہے میں نے تجھ کو یہی کہنے کے لیے بلایا تھا اب تو اپنے کام پر جا'' (ترمذی)

حضرت عدیؓ بن عمیرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''اے لوگو جو شخص تم میں

سے کسی کام پر عامل مقرر کیا جائے اور وہ ہم سے اس کام کے حاصل (آمدنی) میں سے سوئی برابر یا اس سے زیادہ چھپائے وہ خائن ہے اور قیامت کے دن وہ خیانت کی ہوئی چیز کو لائے گا۔ (یہ سن کر) ایک انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنا کام مجھ سے واپس لے لیجیے (یعنی آپ ﷺ نے مجھ کو جو کام دیا ہے اس کو واپس لیجیے۔) آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''یہ کیوں؟'' عرض کیا میں نے آپ ﷺ سے ایسا سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اب بھی یہی کہتا ہوں کہ جس شخص کو ہم کسی کام پر عامل مقرر کر دیں وہ اس کی آمدنی کا جزو کل (یعنی تھوڑا اور بہت) سب لے آئے اور اس میں سے جس قدر دیا جائے وہ اس کو لے لے او جو نہ دیا جائے اس سے باز رہے۔ (مسلم، ابوداؤد)

علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبی ﷺ جلد دوم صفحہ ۶۴ پر رقم طراز ہیں۔

احتساب

تمدن اسلام کے دور ترقی میں محکمہ احتساب ایک مستقل محکمہ تھا جو نہایت وسیع پیمانے پر تمام قوم کے اخلاق و عادات، بیع وشرا اور معاملات کی نگرانی کرتا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں یہ محکمہ قائم نہیں ہوا تھا بلکہ خود ہی آپ ﷺ اس فرض کو ادا فرماتے تھے۔

فرائض احتساب میں آپ ﷺ کا سب سے بڑا فرض عمال کا محاسبہ تھا۔

یعنی جب عمال زکوۃ اور صدقہ وصول کر کے آتے تھے تو آپ ﷺ اس غرض سے ان کا جائزہ لیتے تھے کہ انہوں نے کوئی ناجائز طریقہ تو نہیں اختیار کیا ہے۔

چنانچہ ایکبار آپ ﷺ نے ابن اللتبیہ کو صدقہ وصول کرنے کے لیے مامور فرمایا۔ وہ اپنی خدمت انجام دے کر واپس آئے اور آپ ﷺ نے اس کا جائزہ لیا تو انہوں نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیتاً ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''گھر بیٹھے بیٹھے تم کو یہ ہدیہ کیوں نہ ملا؟'' اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک عام خطبہ دیا۔ جس میں اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ (۲)

آنحضرت ﷺ کی تعلیمات میں احتساب نظریاتی اور عملی ہر دو لحاظ سے موجود تھا لہذا اس کا فیضان تھا کہ ریگستان عرب کا ایک ذرہ بھی حکام کے مظالم کے سنگ گراں سے نہ دبا۔ یہاں تک کہ اخیر زمانے

Marfat.com

میں جب صحابہ کرامؓ عمال حکومت کی بے اعتدالیوں کو دیکھتے تھے تو ان کو سخت استعجاب ہوتا تھا اور وہ آنحضرت ﷺ کی تلقینات کے ذریعے سے ان کو روکتے تھے۔

ان محصلین و عاملین کے تقرر میں آپ ﷺ حسب ذیل امور کی پابندی فرماتے تھے۔

۱- ان کو ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس سے سرمو تجاوز نہیں کرتے تھے بعض لوگوں نے بخوشی حق سے زیادہ دینا چاہا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔

۲- دنیوی حکومتوں کی طرح جابرانہ احکام کے ساتھ لوگ محصلین زکوٰۃ کے سامنے زکوٰۃ کے جانور پیش نہیں کرتے تھے بلکہ محصلین کو خود دروں میں جا کر زکوٰۃ وصول کرنی پڑتی تھی۔

۳- اگرچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اپنے تقدس اور پاک باطنی کی بناء پر ہر قسم کے ناجائز مال لینے سے خود احتراز کرتے تھے چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کو خیبر کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہاں کی زراعت کی نصف پیداوار حسب معاہدہ تقسیم کروا کے لائیں۔ تو یہودیوں نے ان کو رشوت دینا چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ......

''اے خدا کے دشمنو! کیا مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو''

۴- اس زہد و تقدس کے ساتھ ساتھ بھی جب محصل اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد واپس آتے تھے تو رسول اللہ ﷺ خود ان کا محاسبہ فرماتے۔

۵- عمال و محصلین کا انتخاب خود رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے اور جو لوگ اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے خود پیش کرتے تھے ان کی درخواست نامنظور ہوتی تھی۔

۶- عمال کو صرف بقدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا۔ مقدار ضرورت کی تصریح خود ﷺ نے فرما دی تھی۔ (۳)

جو شخص ہمارا عامل ہو اس کو ایک بیوی کا خرچ لینا چاہیے اگر اس کے پاس نوکر نہ ہو تو نوکر کا، اگر مکان نہ ہو تو مکان کا لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو خائن ہوگا۔

Marfat.com

قانون سب کے لیے

سرکار دو عالم ﷺ نے قانون کی گرفت سے صاحبان حیثیت اور معززین کو بالاتر قرار نہیں دیا۔ وہ مشہور واقعہ سب کو یاد ہے کہ انصار کی ایک معزز خاتون نے جس کا نام فاطمہ تھا چوری کی، مقدمہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا، حضرت اسامہ بن زیدؓ نے اس عورت کے لیے سفارش کہ کہ اس کو سزا نہ دی جائے تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا......

''اللہ تعالیٰ کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیے جاتے۔''

اور یہ واقعہ احتساب اور اس کے نتیجے میں قانون کی گرفت کے لیے ثبوت فراہم کرتا ہے۔

انتہا تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابیؓ کی اس شکایت پر کہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے ایک موقع پر تکلیف پہنچی تھی تو احتساب کے لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات گرامی کو پیش کیا۔

صحابیؓ نے عرض کیا اس وقت میری پشت پر کپڑا نہ تھا آپ ﷺ بھی اپنی پشت سے کپڑا ہٹا دیجیے جب آپ ﷺ نے کپڑا ہٹا دیا تو شمع محمد ﷺ کے اس پروانے نے بڑھ کر مہر نبوت کا بوسہ لیا اور یوں گویا ہوئے حضرت ﷺ کہاں کا بدلہ اور کیسا بدلہ مدت سے آرزو تھی کہ مہر نبوت کا دیدار کروں اور بوسہ لے سکوں۔ آج اللہ نے یہ سعادت عطا فرمائی۔

احتساب کی عملی مثال دور خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ میں دیکھیے کہ وہ بیت المال میں کس حد تک تصرف کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپؓ نے کہا میری قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کے مصارف کے لیے کافی تھا اب میں مسلمانوں کی خدمت میں مشغول کیا گیا ہوں۔ اس لیے ابوبکر کے اہل و عیال بیت المال سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کیلیے اس مال میں کام کرے گا۔ (بخاری)

اور یہ زریں واقعہ ہمارے ذہنوں میں زندہ اور ہمارے لیے عملی نمونہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ نے میٹھا پکالیا کئی مہینوں تک پائی پائی بچا کر تو انہوں نے بیت المال سے اپنے وظیفے میں اتنی ہی کمی کر دی۔

Marfat.com

محتسب کی خیر اونچا ہے اسی کے فیض سے

احتساب کے نفاذ کی عملی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ عالم اسلام کے عظیم سپہ سالار (فاتح شام) کاغذات حساب دربار خلافت کو نہیں بھیجتے تھے۔ ان کا یہ طرز عمل خلیفہ اول کے دور میں رہا تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے انہیں تاکید لکھی کہ فوج کے مصارف کا حساب ہمیشہ بھیجتے رہیں۔ حضرت خالدؓ نے اس شرط کو نامنظور کیا لہذا اس بنا پر انہیں بالکل معزول تو نہیں بلکہ ابوعبیدہؓ کے ماتحت کر دیا۔

اس کے بعد ۱۷ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت خالدؓ نے ایک شاعر کو دس ہزار روپے انعام میں دیے۔ پرچہ نویسوں نے اسی وقت حضرت عمرؓ کو پرچہ لکھا۔ (گویا ذمہ دار مناصب والوں پر بغرض احتساب کڑی نظر رکھی جاتی) حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ......

''خالد نے یہ انعام اپنی طرف سے دیا تو اسراف کیا اور بیت المال سے دیا تو خیانت کی دونوں صورتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔''

حضرت خالدؓ مدینہ آئے تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ عمرؓ خدا کی قسم تم میرے معاملے میں ناانصافی کرتے ہو حضرت عمرؓ نے کہا تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی۔؟ خالدؓ نے کہاں مال غنیمت سے اور یہ مزید فرمایا کہ ساٹھ ہزار سے جس قدر زیادہ درہم نکلے وہ میں آپؓ کے حوالے کرتا ہوں۔(تقسیم مال غنیمت کے تخمینے کے اعتبار سے غالباً ان کا حصہ ساٹھ ہزار بنتا ہوگا) چنانچہ بیس ہزار درہم زیادہ نکلے اور بیت المال میں داخل کر دیے گئے۔ حضرت عمرؓ نے خالدؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''خالد واللہ تم مجھ کو محبوب بھی ہو اور میں تمہاری عزت بھی کرتا ہوں۔''

اس واقعے سے واضح یہ ہوتا ہے کہ بے لاگ احتساب اکابر صحابہؓ نے اختیار کیا اور اور اعلیٰ مناصب کے عظیم المرتبت سپہ سالار کے بھی اموال میں کسی اسراف تک کو بغیر محاسبہ نہیں چھوڑا اور زائد رقم کو بیت المال میں جمع کروایا۔

عمرو بن العاصؓ کے بیٹے عبداللہ نے ایک شخص کو بے وجہ مارا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کے سامنے ان کو اسی مضروب کے ہاتھ سے کوڑے لگوائے اور وہ دونوں باپ بیٹے عبرت کا تماشہ دیکھا کیے۔ سعد بن وقاصؓ فاتح ایران کو معمولی شکایت پر جواب دہی میں طلب کیا تو ان کو بے عذر حاضر ہونا پڑا۔

عمال حکومت کا احتساب کیوں ضروری ہے؟

خراسان کی فتح اور یزدگرد کی ہزیمت ۲۳ھ کے موقع پر حضرت عمرؓ نے مدینہ میں تمام آدمیوں کو جمع کر کے مژدہ فتح سنایا اور ایک پراثر تقریر کی۔

آخر میں فرمایا

''آج مجوسیوں کی سلطنت برباد ہوگئی اور اب اسلام کو کسی طرح ضرر نہیں پہنچا سکتے لیکن اگر تم بھی راست کرداری پر ثابت قدم نہ رہے تو خدا تم سے بھی حکومت چھین کر دوسروں کے ہاتھ میں دے گا۔''

راست کرداری پر ثابت قدم رہنے کے لیے اپنا محاسبہ اور اپنے حکام وعمال کا احتساب کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو آزادی اور حکومت دی ہے وہ قائم ودائم رہے۔

حضرت سیدنا عمرؓ کے دور خلافت میں اضلاع سے ہر سال سفارتیں آتی تھیں جن کو وفد کہتے تھے۔ اس سفارت کا صرف یہ مقصد ہوتا تھا کہ دربار خلافت کو ہر قسم کے حالات اور شکایات سے مطلع کیا جائے اور دادرسی چاہی جائے حضرت عمرؓ نے خود بار بار مختلف موقعوں پر اس حق کا اعلان کر دیا تھا یہاں تک کہ خاص اس کے لیے مجمع عام میں خطبہ پڑھا۔

حکومت جمہور کا اصل زیور یہ ہے کہ......

۱- سربراہ ہر قسم کے حقوق میں عام آدمیوں کے ساتھ برابری رکھتا ہو۔ (مثال: آنحضرت ﷺ کا غزوہ خندق میں ہر موقع پر عام مسلمانوں کے شانہ بشانہ مساوی کردار)

۲- یعنی کسی قانون سے مستثنیٰ نہ ہو (مثال: خدا کی قسم محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ کاٹے جاتے۔)

۳- ملک کی آمدنی میں ضروریات زندگی سے زیادہ نہ لے سکے (مثال: حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کا بیت المال سے وظیفہ)

۴- عام معاشرت میں اس حاکمانہ حیثیت کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے (مثال: خلفائے راشدین)

۵- اس کے اختیارات محدود ہوں۔ (یعنی اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز نہ کریں۔)

۶- ہر شخص کو اس پر نکتہ چینی کا حق حاصل ہو (مثال: سیدنا عمرؓ کے ملبوس کے متعلق ایک عام شہری کا سوال کہ وہ ایک چادر سے کیوں کر تیار ہوا؟)

حضرت عمرؓ کی ایک تقریر کا اقتباس ہے......

''مجھ کو تمہارے مال (یعنی بیت المال) میں اسی قدر حق ہے جتنا یتیم کے مربی کو یتیم کے مال میں، اگر میں دولت مند بنوں گا تو کچھ نہ لوں گا اور ضرورت پڑے گی تو دستور کے موافق کھانے کے لیے لوں گا۔ صاحبو! میرے اوپر تم لوگو کے متعدد حقوق ہیں جن کا تم کو مجھ سے مواخذہ کرنا چاہیے۔ ایک یہ کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور پر نہ جمع کیا جاوے ایک یہ کہ جب میرے ہاتھ میں خراج اور غنیمت آئے تو بیجا طور سے صرف نہ ہونے پاوے ایک یہ کہ میں تمہارے روزینے بڑھاؤں اور سرحدوں کو محفوظ رکھوں ایک یہ کہ تم کو خطرہ میں نہ ڈالوں۔''

حضرت عمرؓ کے دور میں ہر عامل سے عہد لیا جاتا تھا کہ......

ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔

باریک کپڑے نہ پہنے گا۔

چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔

دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔

اہل حاجت کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ (۴)

یہ شرطیں اکثر پروانہ تقرری میں درج کی جاتی تھیں اور ان کو مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔

اثاثوں کا اعلان Declaration of Assets

جس وقت کوئی عامل مقرر ہوتا تھا اس کے پاس جس قدر مال و اسباب ہوتا تھا اس کی مکمل و مفصل فہرست تیار کرا کر محفوظ رکھی جاتی تھی اور عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تو اس سے مواخذہ

Marfat.com

کیا جاتا تھا(۵)۔

تاریخ طبری صفحہ ۲۶۸۰ میں ہے۔"تمام عمال کو حکم تھا کہ ہر سال حج کے زمانے میں حاضر ہوں حج کے موقعے پر تمام اطراف و اکناف کے لوگ موجود ہوتے تھے حضرت عمرؓ کھڑے ہو کر اعلانیہ کہتے کہ جس کسی کو کسی عامل سے کچھ شکایت ہو پیش کرے۔ چنانچہ ذرا ذرا سی شکایتیں پیش ہوتیں اور تحقیقات ہو کر اس کا تدارک کیا جاتا تھا۔"

ایک دفعہ حسب معمول تمام عمال حاضر تھے ایک شخص اٹھا اور کہا آپؓ کے عامل نے مجھ کو بے قصور سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہیں مجمع عام میں عامل کو سو کوڑے لگائے۔ عمرو بن العاص نے کھڑے ہو کر کہا یہ امر عمال پر گراں ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ملزم سے انتقام نہ لوں۔ عمرو بن العاصؓ نے منت کر کے مستغیث کو اس شرط پر راضی کیا کہ ایک ایک تازیانے کے عوض میں دو دو اشرفی لے کر اپنے حق سے باز آئے۔

احتساب بیورو اور محتسب اعلیٰ کا عہدہ

وقتاً فوقتاً عمال کی جو شکایتیں پیش ہوتی تھیں اس کی تحقیقات کے لیے ایک خاص عہدہ قائم کیا۔ جس پر محمد بن مسلمہ انصاریؓ مامور تھے۔ یہ بزرگ اکابر صحابہؓ میں تھے۔ جب کسی عامل کی شکایت آتی تھی تو یہ تحقیقات پر مامور ہوتے تھے(۶) اور موقع پر جا کر مجامع عامہ میں لوگوں کا اظہار لیتے تھے اور بعض اوقات تحقیقات کے لیے دوسرے شہر جاتے تھے مثلاً حضرت سعد بن وقاصؓ قادسیہ کی مہم سر کرنے والے) کی تحقیقات کے لیے کوفہ گئے اور انہیں ساتھ لے کر مدینہ میں آئے یہاں حضرت عمر فاروقؓ نے خود ان کا اظہار لیا(۷)۔

بعض اوقات کمیشن کے طور پر چند آدمی تحقیقات کے لیے بھیجے جاتے تھے چنانچہ اس قسم کے متعدد واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں۔ بعض اوقات ابتداً عامل کو مدینہ میں بلا کر براہ راست تحقیقات کرتے اور یہ اکثر اس وقت ہوتا تھا جب کہ عامل صوبہ کا حاکم یا معزز افسر ہوتا تھا۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ جو بصرہ کے گورنر تھے ان کی نسبت جب شکایت گزری تو حضرت عمرؓ نے مستغیث کا بیان خود اپنے ہاتھ سے قلمبند کیا اور ابو موسیٰؓ کو اپنے حضور میں بلوا کر تحقیقات کی۔

Marfat.com

مواخذہ اور تادیبی کارروائیاں

عاملوں کی خطاؤں پر سخت گرفت کی جاتی تھی خصوصاً ان باتوں پر جن سے ترفع اور امتیاز نمود فخر ثابت ہوتا تھا۔ سخت مواخذہ کیا جاتا تھا۔ اگر کسی عامل کے متعلق علم ہو جاتا کہ کمزور اس کے دربار میں نہیں پاتا تو وہ فوراً موقوف کر دیا جاتا تھا۔ (۸)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ بازار میں پھر رہے تھے ایک طرف سے آواز آئی کہ عمرؓ کیا عاملوں لیے چند قواعد مقرر کرنے سے تم عذاب الٰہیٰ سے بچ جاؤ گے؟ تم کو یہ خبر ہے کہ عیاض بن غنم جو مصر کا عامل باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس کے دروازے پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو بلایا اور کہا عیاض کو جس حالت میں پاؤ ساتھ لے آؤ۔ محمد بن مسلمہؓ نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازے پر دربان تھا عیاض باریک کپڑے کا کرتہ پہنے بیٹھا تھا۔ اسی ہیت اور لباس میں ساتھ لے کر مدینے آئے حضرت عمرؓ نے کرتا اتروا کر کمبل کا کرتہ پہنایا اور بکریاں چرانے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن وقاصؓ نے کوفہ میں اپنے لیے ایک محل بنوایا تھا جس میں ڈیوڑھی بھی حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ اس سے اہل حاجت کو رکاوٹ ہوگا محمد بن مسلمہؓ کو مامور کیا کہ جا کر ڈیوڑھی آگ لگا دیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور سعد بن وقاص چپ کر کے دیکھتے رہے۔

بلند و بیش قرار تنخواہیں

عمال کی دیانت داری اور راست بازی کے قائم رکھنے کے لیے نہایت عمدہ اصول یہ اختیار کیا تھا کہ تنخواہیں بیش قرار مقرر کی تھیں۔ یورپ نے مدتوں کے تجربے کے بعد یہ اصول سیکھا ہے اور ہمارے یہاں تو عملاً ابھی تک اس میں فقدان ہے جس کے باعث رشوت اور غبن اور کرپشن ہمارے ملک میں عام ہے۔ حضرت عمرؓ نے زمانے میں اگرچہ معاشرت یا مصارف زندگی نہایت ارزاں اور کرنسی کی قوت خرید بہت زیادہ تھی۔ تاہم تنخواہیں اعلیٰ قدر و مراتب عموماً بلند و بیش قرار تھیں صوبہ داروں کی تخواہ پانچ پانچ ہزار تک ہوتی تھی اور غنیمت کی تقسیم سے جو ملتا تھا وہ الگ۔ چنانچہ امیر معاویہؓ کی تنخواہ ہزار دینار یعنی پانچ ہزار درہم تھی۔

احتساب کے متعلق جو کام ہیں ان تمام امور کا کافی انتظام تھا اور اس کے لیے ہر جگہ ...

Marfat.com

راور افسر مقرر تھے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ احتساب کا مستقل صیغہ قائم ہو گیا تھا۔

کنز العمال میں جہاں ابن سعدؒ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بازار کی نگرانی کے لیے عبداللہ بن عتبہ کو مقرر کیا تھا وہاں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل عہدہ احتساب کا ماخذ ہے۔

ایک دفعہ انہوں نے منبر پر چڑھ کر کہا ''صاحبو! اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم وگ کیا کرو گے؟ ایک شخص وہیں کھڑا ہو گیا اور تلوار میان سے کھینچ کر بولا کہ تمہارا سر اڑا دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے آزمانے کو ڈانٹ کر کہا کہ کیا تو میری شان میں یہ الفاظ کہتا ہے؟ اس نے کہا ''ہاں ہاں تمہاری شان میں''۔ حضرت عمرؓ نے کہا الحمد للہ! قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں کج روی اختیار کروں گا تو مجھ کو سیدھا کر دیں گے۔''

احتساب کی زریں مثال

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بنو امیہ کی جابرانہ حکومت کے عمال کا بے لاگ احتساب فرمایا۔ اموال مغصوبہ کی واپسی کے بعد انہوں نے اپنے عادلانہ نظام حکومت کی ترکیب سے حد اعتدال سے تجاوز کرنے والے عمال کو علیحدہ کرنا چاہا اور اس سلسلے میں سب سے پہلے یزید بن مہلب کو معزول کیا۔

تاریخ طبری میں ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید بن مہلب سے دو کروڑ کی رقم کا مطالبہ کیا کہ یہ وہ رقم تھی جو اس نے عوام سے لے کر جمع کی تھی اور خرد برد کر لی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی امانت ادا کرو یہ مسلمانوں کے حقوق ہیں اور میں ان کو واگذاشت نہیں کر سکتا۔''

یہ کہہ کر اس کو قید خانے میں بھیج دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے وفات سے پہلے یزید بن عبدالملک کے لیے ایک وصیت نامہ لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں......

''میں تم کو یہ لکھتا ہوں اور میں مرض سے لاغر ہو رہا ہوں تم کو معلوم ہے کہ امور

Marfat.com

خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور خدا مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کام نہ چھپا سکوں گا۔"

ایک خلیفہ کی حفاظت میں سب سے زیادہ اہم امانت جو آتی ہے وہ بیت المال یعنی خزانہ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو احتساب کا اس درجہ خیال تھا کہ وہ بیت المال سے فیض یاب ہونے میں حد درجہ احتیاط برتتے اور دیانت کے اعلیٰ ترین معیار پر ہمیشہ قائم رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اخلاقی جرات کا یہ عالم تھا کہ وہ خلفا کو ہر قسم کی اخلاقی نصیحت کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ایک بار عبدالملک بن مروان کو ایک خط لکھا کہ......

"تو ایک چرواہا ہے اور ہر چرواہے سے اس کے مویشیوں کے متعلق سوال ہوگا۔"

ایک دن ان کی بی بی فاطمہ نے کثرت گریہ کی وجہ پوچھی تو بولے کہ......

"میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ وسفید کی قسمت کا مالک ہوں۔ پھر میں نے بے کس، غریب: محتاج، فقیر اور گم شدہ قیدی اور انہی کی طرح اور لوگوں کو یاد کیا تو مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اور محمد ﷺ ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے اس لیے میرا خوف بڑھتا جاتا ہے۔"(۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا طریقہ تھا کہ بات بات پر عمال کو ہدایتیں کرتے رہتے تھے(۱۰)۔

۱- عمال کو سخت تاکید تھی کہ حجاج کی روش اختیار نہ کریں۔

۲- تمام عمال کو عدل و انصاف کا سخت تاکیدی حکم تھا۔

۳- لیکن ان کو صرف ان ہدایات پر قناعت نہ تھی بلکہ مناسب طریقوں سے وہ عمال کے طرز عمل کی تحقیقات بھی کرتے رہتے تھے کہ اعتدال کی راہ سے ہٹنے نہ پائیں۔

Marfat.com

اور عالم اسلام کی تاریخ سے چند مثالیں اس حقیقت کی آئنہ دار ہیں کہ سیرت طیبہ علی صاحبہا
ںلوٰۃ والسلام کی روشنی میں بے لاگ احتساب کا احساس و ادراک کرنے والے اہل ایمان نے اسوہ حسنہ کا نہ
رف یہ کہ صحیح فہم حاصل کیا اور اس کے اتباع اور پیروی کی عملی مثالیں قائم کر کے اس عالم کی تاریخ میں جاوداں
گئے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیسویں صدی کے مسلمانوں میں پھر یہ سوز دروں بیدار کردے
ر احتساب بے لاگ احتساب، خود احتسابی، اپنا مواخذہ و محاسبہ اور اپنے اہل مناصب اور صاحبان اقتدار اور
ساحبان اختیار کا احتساب ہم سیرت طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق کرنے کی توفیق حاصل کریں۔ آمین
م آمین۔

☆ حواشی ☆

۱- اسلامی انسائیکلوپیڈیا از قاسم محمود

۲- بخاری جلد دوم، کتاب الاحکام

۳- ابوداؤد جلد دوم

۴- کتاب الخراج صفحہ ٦٦، امام ابو یوسف

۵- فتوح البلدان صفحہ ۲۱۹

٦- اسد الغابہ بہ تذکرہ

۷- تاریخ طبری صفحہ ۲٦۰٦ تا ۲٦۰۸ نیز صحیح بخاری، جلد اول صفحہ ۱۰۴

۸- کتاب الخراج، صفحہ ٦٦

۹- سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۸۹

۱۰- سیرت عمر بن عبدالعزیز، صفحہ ۱۹۱

Marfat.com

☆ کتابیات ☆

[قر]آن حکیم

[۲]- مشکوۃ شریف از امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری

[۳]- سیرۃ النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانی

۴- اقضیۃ الرسول از محمد بن الفرج ابن اطلاع الاندلسی، ترجمہ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی

۴- سیرت احمد مجتبیٰ از مصباح الدین شکیل

۵- الفاروق از شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی

۶- نقوش رسول نمبر از محمد طفیل

۷- کلیات اقبال از علامہ محمد اقبال

۸- سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ مؤلف مولانا عبدالسلام ندوی

۹- مدارج النبوت ﷺ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۱۰- خطبات محمد ﷺ از مولانا محمد بن ابراہیم

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

شاہدہ قاضی۔ مانسہرہ

تمہید:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی شریعت محض ایک دینی دعوت ہے۔ جس کا موضوع اخلاق ہے اور اس کی غایت یہ ہے کہ انسان کو اس کے رب سے جوڑا جائے اور بس۔ اس کے علاوہ اسے کسی چیز سے حیات انسانی سے جس کا ایک پہلو مملکت اور حکومت بھی ہے کوئی غرض نہیں۔ مگر شریعت اسلامی کے متعلق یہ بات صحیح نہیں ہے۔ وہ اسے تسلیم نہیں کرتی اور نہ اس قسم کے کسی تصور کے لئے اس کے اندر کوئی گنجائش ہے۔

اسلام دین فطرت ہے:

انسانی زندگی ایمان وعمل اور نظم و ضبط کے سائے تلے خوشگوار رہ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی کے لئے جو بہترین ہدایت عطا فرمائی ہے وہ اسلام ہے۔ قرآن ہے اسلام ایک جامع نظام حیات ہے۔ اس کے اصول وضوابط انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں۔ مذہبی، سیاسی معاشرتی، معاشی انفرادی، اجتماعی ملکی اور بین الاقوامی مسائل کا کوئی ایسا حصہ نہیں ہے جس کے متعلق شریعت اسلامی میں راہنمائی نہ ملتی ہو اسلام اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اس کے اصولوں کو اپنائیں اور ان کی ترویج و تنفیذ کے لئے سنجیدگی سے کوشش کریں۔ اس میں نہ صرف ان کی بھلائی اور کامیابی ہے بلکہ دوسرے لوگوں حتیٰ کہ اس ضابطہ حیات کو تسلیم نہ کرنے والوں کے لئے بھی خیر وفلاح مضمر ہے اس لئے اہل اسلام دنیا کے جس حصے میں بھی اختیار واقتدار کے مالک بنے اور حکمرانی کے منصب تک پہنچے انہوں نے کسی نہ کسی حد تک اسلام کے نفاذ میں حصہ لیا۔

Marfat.com

اسلامی ریاست کی ضرورت:

اسلامی شریعت کی ایک اہم خصوصیت اس کی جامعیت ہے یہ زندگی کے تمام معاملات میں انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس میں ہمیں عبادات، اخلاق اور عقائد کے پہلو افراد اور جماعتوں کے باہمی تعلقات کی درستی و اصلاح کے لئے بھی احکام ملتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر انسان پکار اٹھتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ:

مافرطنا فی الکتاب من شیء (انعام) ہم نے ان کی تقدیر کے نوشتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔

امام شاطبیؒ نے اپنی مشہور کتاب ''الموافقات'' میں شریعت کے پانچ مقاصد بیان کئے ہیں:

۱) حفظ النفس، ۲) حفظ المال، ۳) حفظ النسل، ۴) حفظ الدین اور، ۵) حفظ العرض (عزت)

ان پانچوں مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے شریعت نے حدود مقرر کر دی ہیں۔ اور ہر جنایت (جرم) کے لئے چاہے نفس کے خلاف ہو یا کسی کے مال کے خلاف، کسی کے دین کے خلاف ہو یا عزت برباد کرنے کے لئے ہو یا معاشرے میں فساد پھیلانے کے لئے۔ باقاعدہ قرآنی آیات میں سزاؤں کا ذکر ہے۔ ان سزاؤں کا نافذ کرنا حدود اللہ کو نافذ کرنا ہے۔ شریعت کے یہ پانچوں مقاصد حقوق العباد سے متعلق ہیں۔ کیونکہ اسلامی شریعت نے بندوں کے حقوق کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے اور ان کی حفاظت کا بندوبست کیا ہے۔ ان کی ادائیگی پر زور دیا ہے اور ان کے تلف کرنے پر دنیا اور آخرت کی سزاؤں سے باخبر کیا ہے۔ دنیا کی سزائیں حدود کے قوانین نافذ کر کے دی ہیں- اور آخرت کی سزا تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مذکورہ حقائق کے پیش نظر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلامی معاشرے میں قوت نافذہ موجود نہ ہو تو انسانوں کے حقوق کا تحفظ کیسے ہوگا۔ ان پر دست درازی کرنے والے کا ہاتھ کیسے روکا جائے گا۔ انہیں تلف کرنے والے سے حق کون وصول کرے گا۔ مجرموں کو سزا کون دے گا۔ اس لئے ان امور کو سرانجام دینے کے لئے قوت نافذہ (ایک مضبوط ادارے) کی ضرورت ہے اسی ادارے کا نام اسلامی فلاحی ریاست ہے۔

ثابت ہوا کہ ایک معاشرہ تب ہی اسلامی معاشرہ کہلا سکتا ہے جبکہ وہ انفرادی و اجتماعی عبادت کی پابندی کے ساتھ ساتھ قوت نافذہ سے برائیوں کا قلع قمع اور احتساب کا عمل جاری و ساری کرے۔

Marfat.com

اس کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل بنائے اور اس سلسلے میں ان کی راہ میں جو مشکلات بھی حائل ہوں انہیں دور کرے اور اگر افکار ونظریات اور معاشرتی اور اقتصادی اصولوں میں کوئی خلاف اسلام چیز پائی جائے تو اسے ختم کرے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلٰوۃ و اٰتوا الزکٰوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (الحج: ۴۰)

یہ وہ لوگ ہیں انہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔ زکوۃ دیں گے۔ معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں اقامت صلوٰۃ ریاست کے اس فرض کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کے قابل بنانا ریاست کا فرض ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کی طرف حکم اور بدی سے روکنے کی ہدایت اشارہ کر رہی ہے کہ لوگوں کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی سہولت فراہم کرنا اور اپنے زیر اثر تمام شعبوں میں اسلامی احکام کو نافذ کرنا بھی اسلامی ریاست کی ذمے داری ہے۔

بے لاگ احتساب:

بے غرض، صاف، ستھرا، پاک، غیر طرف دار، بے تعصب۔ حساب کتاب، شمار، گنتی، جانچ پڑتال، آزمائش وغیرہ

میرے گناہ ہیں شمار و حساب سے باہر
دم حساب بھلا احتساب کیا ہو گا

(نوراللغات)

عیب وصواب کی جانچ پڑتال، دیکھ بھال، باز پرس، جائزہ وغیرہ مجازاً روک ٹوک، ممانعت (بری باتوں سے) اردو لغت ترقی اردو بورڈ کراچی) احتساب دو قسم کا ہوتا ہے۔

Marfat.com

۱۔ امتناعی۔ یعنی مواد یا اظہار سے پہلے۔

۲۔ تادیبی۔ یعنی اظہار کے بعد (اردو جامع انسائیکلو پیڈیا)

قرآن مجید نے اقامت دین کے دو پہلو بتائے ہیں۔ ایک ایجابی اور دوسرا سلبی یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ ان دونوں کا مقصد عدل کا قیام اور اخلاق کی ترویج ہے۔ مفسرین کے نزدیک عدل سے بڑھ کر کوئی معروف نہیں اور ظلم سے بدتر کوئی منکر نہیں۔ حضرت علیؓ کا قول پوری تاریخ انسانی کا خلاصہ ہے کہ "قومیں کفر کے ساتھ تو زندہ رہ سکتی ہیں مگر ظلم کے ساتھ نہیں"۔ جہانگیر جسے دوست دشمن سب عدل کی علامت قرار دیتے ہیں کہتا ہے" بے انصاف معاشرہ اور حکومت ایک گھن لگی لکڑی کی مانند ہیں جو کسی وقت بھی گر جاتی ہے اور حکمران رعایا اور حکومت سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ظلم سے سمجھوتہ کرنا بھی ظلم کرنے سے کچھ کم جرم نہیں ظالم اور فاسق کی تعریف پر عرش عظیم کانپ اٹھتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ "افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر"۔ مشکوۃ۔ یعنی "ظالم و جابر اقتدار کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے"۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات يوم القيامة (مشکوۃ) یعنی "ظلم سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کے باعث ہوگا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جس نے ظالم کی مدد کی تا کہ اس کے باطل کے ذریعے حق کو مغلوب کردے تو وہ اللہ کی حفاظت سے الگ ہو گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہوگا۔ اس قوم میں اللہ تعالیٰ دشمن کا خوف اور دہشت پھیلا دے گا۔ جس معاشرے میں زنا کی وبا عام ہوگی وہ فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے گا جس سوسائٹی میں ناپ تول میں بددیانتی کا رواج عام ہوگا وہ رزق کی برکت سے محروم ہوگا۔ اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں خون ریزی لازما ہو کر رہے گی۔ (مشکوٰۃ)

قرآن کا فیصلہ ہے کہ جب ایک معاشرہ ظلم، فساد، رشوت، بدعہدی اور ناانصافی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر معاشرے کے وہ لوگ بھی تباہ ہو جاتے ہیں جو ان معاصی میں مبتلا نہ ہوں۔ مگر وہ اس معاشرے کو اس بگاڑ سے روکنے کے لئے جدوجہد نہیں کرتے۔ ظالم کا ہاتھ نہیں روکتے اور ذمہ داریوں کے احتساب سے بے پروائی برتتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک آگ ان کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے لیتی وہ محفوظ ہیں۔ لیکن فی الحقیقت وہ محفوظ نہیں ہیں اور نہیں رہ سکتے جب تک وہ بگاڑ کی قوتوں سے نبرد آزما نہیں ہوتے اور حق و انصاف کو

Marfat.com

غالب کر دینے کے لئے سردھڑ کی باری نہ لگا دیں۔

واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان الله شديد العقاب (الانفال ۲۵)	اور بچو اس فتنہ سے جس کی شامت صرف ان لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو اور جان رکھو اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے کی صحت و ترقی کا انحصار جس چیز پر ہے وہ قانون کی حکمرانی، وامر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قیام خواہ خود اپنے اور اپنے اعزہ واقرباہی کا معاملہ کیوں نہ ہو۔ قانون کے نفاذ میں مکمل مساوات اور برابری اور بڑے اور چھوٹے طاقتور اور کمزور میں عدم تفریق ہے۔

اسلام میں نظام احتساب

اسلام اقتدار کی ان تمام لذتوں کو گناہ قرار دیتا ہے۔ جن کے لالچ میں انسان اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام میں حکمران کوئی بالاتر ہستی نہیں ہوتی جو قانون سے مستثنیٰ ہو۔ وہ ناجائز فائدہ نہ تو خود اٹھا سکتا ہے اور نہ کی عزیز و اقربا کو اس میں شامل کر سکتا ہے۔ وہ حق کے خلاف نہ ایک حبہ تک لے سکتا ہے اور نہ چپہ بھر زمین لے سکتا ہے۔ اس پر ہر وقت یہ خوف غالب رہتا ہے کہ اس کے اقوال و افعال کا محاسبہ ہوگا۔ اور اگر حرام کا پیسہ، جبر سے لی گئی زمین کا چپہ، تکبر اور فرعونیت کا ایک کرشمہ، ظلم و ناانصافی کا ایک ذرہ اور ہوائے نفس کی بندگی کا ایک شائبہ بھی اس کے حساب میں نکل آیا تو اسے سخت سزا بھگتنی پڑیگی۔

اسلام میں فرماں روا کی اصلی حیثیت اور اس کی ذمہ داریوں کی صحیح کیفیت حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے کے بعد اپنے خطبہ میں بیان کی تھی انہوں نے فرمایا:

> لوگو! مجھے تمھارا حاکم بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں میرے نزدیک ضعیف آدمی تم میں سب سے زیادہ قوی ہے۔ جب تک اس کا حق اسے دلوا نہ دوں اور قوی آدمی تم میں سب سے زیادہ ضعیف ہے جب تک کہ اس سے حق وصول نہ کر لوں۔ لوگو! میری حیثیت تم میں معمولی شخص سے زیادہ نہیں ہے اگر تم مجھے سیدھی راہ چلتے دیکھو تو میری مدد کرو اور دیکھو اگر ٹیڑھا ہو گیا ہوں

تو مجھے سیدھا کر دو۔

اسی طرح خلیفہ دوم نے اپنے منصب کی یوں تشریح فرمائی:

''تمہارے مال سے میرا تعلق وہی ہے جو یتیم کے مال سے ولی کا ہوتا ہے اگر میں خوشحال رہوں گا تو کچھ نہ لوں گا۔ اور اگر تنگ دست ہوں گا۔ تو جو میرا جائز حق الخدمت ہوگا وہ لے لوں گا۔ میرے اوپر تمہارے کچھ حقوق ہیں تم مجھ سے ان کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ مجھ پر فرض ہے کہ تم سے خراج کی مد میں اور اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں فے میں عطا فرمایا ہے کوئی ٹیکس بے جا وصول نہ کروں۔ اور تمھارا مجھ پر یہ حق ہے کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں آئے وہ جائز مصرف کے سوا کسی اور صورت سے نہ نکلے''۔

یہ صرف دعویٰ ہی نہ تھا بلکہ خود سردار جہاں آنحضرت ﷺ نے اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین نے اس کا پورا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

احتساب کی مثالیں:

عہد رسالت ﷺ کے احتساب کے متعلق احادیث میں متعدد واقعات ملتے ہیں۔ فرائض احتساب میں سب سے مقدم فرض چونکہ عمال کا احتساب ہے۔ اس لئے نبی ﷺ نے اسطرف بطور خاص توجہ مبذول فرمائی کہا جاتا ہے کہ عمال زکوۃ اور صدقہ وصول کر کے لاتے تو رسول کریم ﷺ بہ نفس نفیس جائزہ لیتے کہ اس کام میں ناجائز طریقہ تو اختیار نہیں کیا گیا۔ ایک دفعہ ابن الاتبیہؓ صدقہ وصول کر کے لائے اور کہا کہ مال کا یہ حصہ مسلمانوں کا ہے اور اس میں سے اتنا مجھے ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھر بیٹھے بیٹھے تمہیں یہ حصہ کیوں نہ مل سکا؟ اس کے بعد ایک عام خطبہ دیا، جس میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔

عہد نبوی ﷺ میں نظم مملکت کے سلسلے میں جو صیغہ جات قائم ہوئے ان میں ایک قضا ہے اور دوسرا الحسبہ۔ اکثر مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ اس اہم کام کو آغاز اسلام ہی سے محسوس کر لیا گیا تھا۔ نبی ﷺ نے سب سے پہلے قولاً اور عملاً اس کا اظہار فرمایا اس لحاظ سے تاریخ اسلام کے اولین محتسب آپ ہی تھے۔

Marfat.com

ابتداء میں نبی ﷺ نے جن اکابر صحابہ کو حاکم یا والی مقرر فرمایا تھا وہی اپنی جگہ محتسب بھی تھے۔ کتب سیرت میں اگرچہ قوم، فوج کے اخلاق و عادات کی اصلاح، بیع و شراء اور معاملات اور داد رسی کے لئے کسی باقاعدہ محکمہ کی تاسیس کا حکم نہیں ملتا۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ اس کی بنیاد عہد نبوی ﷺ میں رکھ دی گئی تھی۔ اکابر صحابہ کے نزدیک خود نبی ﷺ بھی ان امور کی نگرانی فرماتے۔ لوگوں کو جزئیات اخلاق کی تعلیم دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی ﷺ بغرض معائنہ بازار تشریف لے گئے ایک جگہ گندم کا ڈھیر نظر آیا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک اس میں ڈالا تو کچھ نمی سی محسوس ہوئی دکاندار سے جواب طلبی کی تو اس نے عذر پیش کیا کہ غلہ بارش سے بھیگ گیا تھا۔ تب آپ نے تنبیہ کے طور پر استفسار فرمایا کہ اسے اوپر کیوں نہیں کر لیا؟ اس کے بعد فرمایا جو شخص اس طرح کی دھوکہ بازی یا ہیرا پھیری کرے وہ ہم میں سے نہیں ایک اور روایت کے مطابق فرمایا جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ ایک بار حضور ﷺ بازار گئے تو کسی شخص کو ایک چیز تولتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا ''اتزن وارجح'' اچھی طرح اور جھکتا ہوا تولو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ بعض اوقات صحابہ کرام کو بھی بغرض احتساب بازار کی طرف بھیجا کرتے تھے۔

بنی مخزوم کی ایک معزز عورت فاطمہ بنت اسد، رسول ﷺ کے سامنے چوری کے الزام میں گرفتار ہو کر آتی ہے قریش کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں آپ ﷺ عام لوگوں کی طرح اس کا ہاتھ بھی کاٹنے کا حکم نہ دے دیں۔ سفارش کے لئے آپ ﷺ کے سب سے زیادہ عزیز و محبوب شخص (اسامہ بن زیدؓ) کو بھیجتے ہیں۔ مگر آپ ﷺ ان کی سفارش کو یہ بات کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ ''تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ کم حیثیت لوگوں پر تو تعزیر کا حکم جاری کر دیتے تھے اور شریف و معزز لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے'' پھر جوش میں آکر فرماتے ہیں۔ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا''۔

حضرت عمرؓ کے پاس ان کا ایک عامل کثیر رقم لے کر آتا ہے جزیہ کی کثیر رقم تھی آپ پوچھتے ہیں، یہ کیا ہے؟ کہتا ہے جزیہ ہے جو ذمیوں سے وصول کیا گیا ہے۔ کثرت مال کو دیکھ کر آپ ﷺ کو محسوس ہوتا

Marfat.com

ہے کہ جبراً وصول کیا گیا ہوگا۔ فرماتے ہیں کہیں لوگوں کو تم نے تباہ تو نہیں کر دیا ہے! وہ کہتا ہے خدا کی قسم نہایت نرمی سے وصول کیا ہے۔ پوچھتے ہیں بغیر مارے باندھے وہ عرض کرتا ہے۔ ''واللہ بغیر مارے باندھے'' تب کہیں وہ رقم بیت المال میں جمع کی جاتی ہے (فتح البیان)

امام ابویوسف اپنی کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس جب عراق کا خراج آتا تھا تو دس افراد کوفہ سے اور دس ذمہ دار بصرہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور چار مرتبہ شرعی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتے کہ یہ رقم حلال ہے اور کسی ذمے دار یا ذمی سے ظلم کے ساتھ وصول نہیں کی گئی ہے۔

تاریخ اسلام میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہؓ نے نہایت دلیری اور حق گوئی کے ساتھ حقوق العباد کے ضمن میں فریضہ احتساب کو ادا کیا۔ عہد نبوت میں دستور تھا کہ عید گاہ میں منبر ساتھ نہیں جاتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نماز عید کے بعد خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ بنی امیہ نے یہ دونوں طریقے بدل دیئے۔ ایک بار مروان نے نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا چاہا تو ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا کہ مروان تم نے سنت کی مخالفت کی عیدگاہ میں منبر ساتھ لائے اور خطبہ نماز سے پہلے پڑھا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بھی موجود تھے۔ بولے یہ کون ہے؟ اس نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز ادا کی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ٹوکا کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ اس جگہ صرف دو رکعت نماز پڑھی ہے اور اسی کو محبوب رکھتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے لوگوں کو عورتوں کے ساتھ پھرنے کی ممانعت کردی تھی۔ ایک شخص کو انہوں نے عورتوں کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو اسے درے لگائے۔ تب اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میں نے اچھا کام کیا تو آپ نے مجھ پر ظلم ڈھایا اور برا کام کیا تو آپ نے مجھے قبل از وقت مطلع کیوں نہ کیا اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا تم میری ہدایت کے وقت موجود نہ تھے۔ اس شخص نے نفی میں جواب دیا جسے سنتے ہی حضرت عمر نے درہ اس کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس نے کہا آج نہیں لیتا۔ آپؓ نے فرمایا اچھا معاف کردو۔ اس نے معافی دینے سے بھی انکار کردیا۔ اگلے روز اس شخص کا پھر حضرت عمرؓ سے سامنا ہوگیا تو آپؓ کا رنگ بدل گیا اس نے کہا امیر المؤمنین شاید آپؓ پر میری بات کا اثر ہوا ہے۔ آپ نے اثبات میں

Marfat.com

جواب دیا۔ اس نے کہا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے آپ کو معاف کردیا۔ (روایت از ابراہیم نخعی)۔

عہد عثمانی میں حضرت عثمان اصول اسلام، اخلاق عامہ یا حکومت کے نظام پر اثر انداز ہونے والی کسی حرکت کو برداشت کرنے کے حق میں نہ تھے ان کے نزدیک والی کا احتساب رعایا کے احتساب پر مقدم تھا۔ ولید بن عقبہ کو شراب نوشی کے جرم میں آپؓ نے ۳۰ھ کو کوفہ کی ولایت سے برطرف کردیا۔ ان کی جگہ سعید بن العاص کی تقرری عمل میں لائی گئی۔ لیکن جب لوگوں نے ان کی بھی شکایات کیں تو انہیں بھی سبکدوش کر دیا گیا۔ سعد بن ابی وقاص عہد عثمانی میں محض اس بناء پر احتساب کی گرفت میں آئے اور انہیں اپنے عہدہ سے معزول ہونا پڑا کہ بیت المال کا قرض ادا نہ کرسکے تھے۔

بلاذری کا بیان ہے کہ سندھ پر حملہ کی وجہ ایک مظلوم عوت کی فریاد تھی۔ اموی حکمران عبدالملک کے دور میں محمد بن قاسم نے سندھ میں عدل واحتساب کی ان گنت مثالیں قائم کیں یہاں تک کہ اس کی موت کی خبر سن کر ہندو اس کی یاد میں اس کا بت بنا کر پوجنے لگے۔

خلیفہ عبدالملک کے دور میں قاضی، محتسب کی ذمہ داریاں بھی ادا کرتا تھا۔ اور اس صورت میں کوئی بڑے سے بڑا عہدیدار ہی کیوں نہ ہو مرعوب نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ حاکم وقت کے احتساب میں قطعاً رورعایت سے کام لیتا نہ اپنی سبکدوشی یا تنزلی کی پروا کرتا۔ اکندی المصری نے لکھا ہے کہ ایک بار خود خلیفہ عبدالملک اپنے چچا زاد بھائی کے خلاف مقدمہ لے کر قاضی خیر بن نعیم کی عدالت میں پیش ہوا اور ان کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ قاضی کو خلیفہ کی یہ بات ناگوار گزری اس نے فریق مخالف کے ساتھ کھڑا ہونے کو کہا تو عبدالملک مقدمہ چھوڑ کر چلا گیا۔ قاضی نے حاکم وقت کے جانے کا بالکل خیال نہ کیا اور ضابطہ کی تمام کارروائی مکمل کی۔

مصر سے ایک قبطی عورت نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ایک خط لکھا کہ میرے گھر کی دیوار نیچی ہے اور بعض اہل محلہ میری مرغیاں چرا کر لے جاتے ہیں۔ آپ نے گورنر مصر کو خط لکھا کہ فوراً جا کر اپنی نگرانی میں قبطی عورت کے گھر کی دیوار اونچی کردو۔

ہشام بن عبدالملک طبعاً متین اور سنجیدہ آدمی تھا۔ لہو ولعب سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ رعایا کو بھی اس قسم کے مشاغل سے روکنا اس کی عادت تھی اور وہ اس پر احتساب کرتا تھا۔ المسعودی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کوئی بوڑھا شخص اس جرم میں ہشام کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ گانے والی عورتوں شراب وکباب اور

میر میں دلچسپی رکھتا تھا۔ ہشام نے اسے دیکھ کر کہا کہ طنبورہ اس کے سر پر مار کر توڑ دو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی
ا۔ رعایا کے اخلاق نگہداشت اور الحسبہ کی یہ ایک عمدہ سزا ہے جو امویوں کے آخری دور میں ملتی ہے۔

ختامیہ:

مذکورہ بالا واقعات محض قصے نہیں، بلکہ وہ حقائق ہیں جن کی روشنی میں ہم من حیث القوم اپنی
صلاح کر سکتے ہیں۔ آج ہمارا ملک جس ظلم وتعدی، ناانصافی اور بد دیانتی، لوٹ مار اور حقوق کی پامالی کا شکار
ہے۔ اس کے نتیجہ میں فساد وانتشار اور بے چینی واضطراب کا ایک طوفان اُمڈا چلا آرہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت ہے۔ ساتھ ہی انصاف سے بے پرواہی، ظالموں اور غاصبوں کو کھلی چھوٹ،
بڑوں اور طاقتوروں کے لئے ہر ظلم وزیادتی حلال اور جائز اور کمزوروں اور کم حیثیت لوگوں کے خون کا آخری
قطرہ بھی نچوڑ لینے کی آزادی ہے۔ اس کا حل ایک اور صرف ایک ہے۔ حقیقی، مؤثر اور بے لاگ احتساب۔

ع فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

بشریٰ بتول-کوئٹہ

احتساب کا مطلب ہے عیب وصواب کی جانچ پڑتال، جائزہ اور باز پرس ہے۔ اگر اصطلاحی معنوں میں بیان کیا جائے تو احتساب اس باز پرس کا نام ہے جو کسی انسان سے اس کے پاس موجود اختیارات کے بارے میں پوچھ گچھ کو کہا جاتا ہے۔ اور بے لاگ احتساب وہ ہے جو لاکسی تفریق کے کیا جائے۔

احتساب کا مفہوم:

احتساب کا مفہوم یہ ہے کہ ہر انسان اپنی ذات کے ہر پہلو کے لئے دوسروں کے سامنے جوابدہ ہے۔ خواہ وہ جوابدہی انسان کی انسان کے سامنے ہو یا انسان کی رب تعالیٰ کے حضور ہو۔

ایک انسان اپنے ہر عمل کے لئے رب تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔ اس جوابدہی کا نظریہ اسلام کی حد میں داخل ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ اللہ کے حضور اس کی وحدانیت کا اقرار کر لیا جاتا ہے۔ اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور پھر اس پر قائم رہنے کے بارے میں ہم جوابدہی کے ڈر سے ہی قائم رہ سکتے ہیں۔

اللہ کی عدالت میں حاضری کے بارے میں صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ:

> تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جسے اللہ کے حضور حاضر نہ ہونا پڑے۔ تو اس کا رب اس سے باز پر کرے گا کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ نہ کوئی پردہ جو اسے رب کی نظروں سے چھپالے۔ وہ

Marfat.com

اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال کے سوا جو اس نے دنیا سے آخرت کے لئے اپنے آگے بھیجے تھے کچھ نظر نہ آئے گا۔ وہ اپنی بائیں جانب نظر دوڑائے گا تو وہاں بھی اسے اپنے اعمال کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ جو اس نے اپنے آگے بھیجے تھے۔ اور وہ اپنے سامنے نظر کرے گا تو اسے چہرے کے سامنے دوزخ کی آگ کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ تو اے اللہ کے بندو اس آگ سے بچنے کی کوشش کرو۔ خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ بچ سکو"۔

ہر انسان دو طرح کے محاسبوں سے دوچار ہوتا ہے۔ ایک تو وہ محاسبہ عمل جو وہ خود اپنا کرے اور ایک وہ احتساب عمل جو دوسرے اس کا کریں۔ انسان کا خود اپنا محاسبہ کرنا مشکل تو ہے مگر یہ انسان کو دوسروں کے محاسبہ سے بچا لیتا ہے۔ اس کے بعد ہر انسان کے معاملے میں بھی جوابدہ ہے جو کہ اس کے اہل وعیال میں شامل ہیں۔

جیسا کہ سورۃ التحریم کی آیت ۶ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

"اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن ہیں آدمی اور پتھر"۔

اس آیت کے مطابق ہر انسان اپنی ذات کے بعد اپنے اہل وعیال کے معاملہ میں جوابدہ ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"خبردار! تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔ مسلمانوں کا ایک سردار جو سب پر حکمران ہے وہ بھی راعی ہے"۔

تو اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ہر انسان جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فریضہ سونپ دیا جائے وہ اس کے بارے میں جوابدہ ہے۔

احتساب کا مقصد:

احتساب یعنی اپنے کیے گئے اعمال کا محاسبہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان اپنے فرائض

Marfat.com

سے غفلت برتنے کی بجائے ان کی پرواہ کرتے ہوئے انہیں بخوبی نبھائے۔

ہمارے نظام حیات میں یہ بہت بری بات ہے کہ ہم دوسروں کے احتساب کے لئے تو ہر وقت تیار رہتے ہیں مگر اپنی ذات کے احتساب پر کبھی غور نہیں کرتے۔ اور ہم لوگوں میں اپنی Authority کو رب تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی امانت سمجھنے کا تصور ختم ہوگیا ہے۔ حکومت اور اس کے مختلف ادارے اورر ہر قسم کی ذمہ داری اللہ اور مسلمانوں کی امانت ہے۔ جنہیں خدا سے ڈرنے والے افراد اور عادل لوگوں کے سپرد کرنا چاہئیے۔ اس امانت میں کسی بھی عہدیدار کو خواہ وہ صدر یا وزیر اعظم ہو یا کلرک من مانے طریقے پر یا نفسانی اغراض کے لئے تصرف کرنے کا حق نہیں۔ جن لوگوں کے سپرد یہ امانتیں ہوں وہ اس کے لئے جوابدہ ہوں۔ قرآن کریم کی سورہ نساء میں ارشاد ربانی ہے کہ:

> ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں، اہل امانت کے سپرد کردو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے''۔

جب جوابدہی اورامانت داری کا یہ تصور کم یا ختم ہوجائے تو لوٹ مار اور کرپشن شروع ہوجاتی ہے۔ جس سے معاشی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے؟ جس سے بڑی بڑی حکومتیں متزلزل ہوجاتی ہیں۔

احتساب کا فلسفہ:

احتساب کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان خود اسلام کی روح سے غافل نہ ہو۔ کیونکہ وہی تمام اسلامی قوانین کی جان ہے۔ اسلام میں سزا کا یعنی احتساب کا تصور خیر خواہانہ ہے نہ کہ بدخواہانہ۔ اسلام کسی کو غصہ اور طیش میں نہیں مارتا۔ دشمنی کا جذبہ اسی لئے کسی قانون میں نہیں پایا گیا۔ یہاں سزا کے اندر تطہیر کا جذبہ کارفرما ہے۔ یہاں آدمی کو سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ ارتکاب جرم سے اس کے نفس وروح کو جو نجاست لگ گئی ہے اسے دھو ڈالا جائے اور اسے پاک کردیا جائے۔ تاکہ وہ آخرت کی سزا سے بچ جائے۔ خود مجرم کے اندر اسلام اعتقاد پیدا کرتا ہے کہ حاکم اللہ ہے جس سے بندہ اپنے کسی فعل کو نہیں چھپا سکتا۔ اور اصلی عدالت آخرت کی عدالت ہے جس میں بہرحال ہر کسی کو پیش ہونا ہی پڑے گا اور وہاں کی سزا بڑی رسوا کن ہوگی۔ اگر کسی نے د

Marfat.com

ہیں اپنا جرم چھپا لیا تو اس گندگی کو لئے ہوئے وہ خدا کی عدالت میں حاضر ہوجائے گا۔لیکن اگر اس نے یہاں خود اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کردیا تو یہ سزا اسے پاک کردے گی اور وہ خدا کے ہاں اس طرح پہنچے گا کہ گویا اس نے کوئی جرم کیا ہی نہ تھا۔ حدیث میں ہے کہ:

"گناہوں میں سے کسی گناہ کی نجاست اسے لگ گئی اور دنیا ہی میں اس کی سزا بھی دے دی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہوجائے گا۔لیکن اگر اللہ کی حکمت سے اس کا گناہ چھپا رہ گیا تو معاملہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ وہ چاہے گا تو معاف کردے گا ورنہ سزا دے گا"۔

یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں لوگ خود اعتراف جرم کے بعد سزا کی درخواست بھی کرتے تھے۔

احتساب کی اقسام:

بنیادی طور احتساب کی دو اقسام ہیں:

۱) دنیاوی احتساب۔ ۲) اخروی احتساب۔

۱) دنیاوی احتساب:

یہ احتساب اسی دنیا میں ہوتا ہے۔ جس میں ہر انسان دوسرے انسانوں کے سامنے اپنے اعمال اور کارکردگی کے لئے جوابدہ ہے۔ اس کی بھی عموما دو اقسام مانی جاتی ہیں:

ا-خود اپنا احتساب کرنا (خود احتسابی):

ہر انسان کا اپنی ذات کے بارے میں اپنے سامنے اور دوسروں کے سامنے خود حاضر ہونا ہی خود احتسابی کہلاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ میں جس قدر خود احتسابی موجود تھی وہ آج تک کسی قوم وقبیلہ کے سردار یا قائد میں موجود نہ پائی گئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور آپ ﷺ نے کھجور کی سوکھی شاخ سے جو آپ ﷺ کے دست مبارک میں پہلے سے تھی، اسے ٹھوکا دیا کہ جس سے اس کے منہ پر خراش آ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے قصاص لے لو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔

۲- دوسروں کا احتساب کرنا:

تمدن اسلام کے دور ترقی میں محکمہ احتساب ایک مستقل محکمہ تھا۔ جو نہایت وسیع پیمانہ پر تمام قوم کے اخلاق و عادات اور ہر قسم کے معاملات کی نگرانی کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں یہ محکمہ قائم نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آپ ﷺ خود ہی اس فرض کو ادا فرماتے تھے اور خاص طور پر اپنے عمال کا احتساب کرتے۔ ایک بار آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بنی سلیم کا صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ اپنی خدمات سرانجام دے کر واپس آئے تو آپ ﷺ نے ان کا جائزہ لیا۔ تو انہوں نے کہا:

یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔

حضور اکرم ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ:

تو نے اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر نہ دیکھا کہ تیرے پاس کہاں سے ہدیہ آتا ہے!!

۲) اخروی احتساب:

دنیا میں جو بھی انسان پیدا ہوا ہے۔ آخر کار ایک دن اسے اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ اس حاضری میں ہر طرح سے مکمل جانچ پڑتال کی جائے گی اور ہر شخص کے ساتھ عدل ہوگا جیسا کہ سورہ تحریم کی آیت ۷ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿یآیھا الذین کفروا لا تعتذروا الیوم انما تجزون ما کنتم تعملون﴾

اے منکر ہونے والو! مت بہانے بناؤ آج کے دن وہی بدلہ پاؤ گے جو تم

کرتے تھے"۔

روز قیامت ایسا کڑا احتساب کیا جائے گا کہ ہمارے منہ پر مہر لگادی جائیگی اور پھر ہمارے ہاتھ پاؤں اور جسم کے مختلف اعضاء ہمارے برے عمل کی گواہی دیں گے۔

احتساب اور اسلام:

اسلام میں احتساب علیحدہ سے کوئی چیز نہیں ہے اصل میں یہ اسلام کے ہی پیش کردہ نظام میں گندھا ہوا ہے۔ اسلام جہاں دنیا کو بہترین سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام دے کر ان شعبوں میں اصلاح کے پہلو فراہم کرتا ہے۔ وہیں پر عبادات کے ذریعے ان کے اندر بلند ترین اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج بھی کرتا ہے۔ جب زندگی کا ہر شعبہ اللہ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے مطابق ہوجائے تو چاہے فرد واحد ہو یا جمعیت امت مسلمہ ہر کسی کے ذہن میں احتساب الگ سے کوئی چیز نہ ہوگی کہ جس کے ڈر اور خوف سے ہم قوانین پر کاربند رہیں۔ بلکہ اگر بنیادی طور پر دیکھا جائے اور سمجھا جائے تو اسلام کا عقیدہ آخرت احتساب کے لئے بہترین مثال ہے۔ جب کوئی انسان ذاتی طور پر یا اجتماعی طور پر عقیدہ آخرت پر صحیح ایمان رکھتا ہو تو اپنے ہر لمحے کی ہر ہر کارروائی کے لئے خود سے محتسب ہوگا نہ کہ اس پر کسی اور محتسب کے احکام لاگو کئے جائیں اور پھر وہ بارگاہ ایزدی میں حساب طلبی اور جوابدہی کے ڈر سے ہی اس دنیا میں ہر غلط اور برے کام سے دور رہے گا۔

عہد نبوی ﷺ کا احتساب:

عہد نبوی ﷺ وہ تاریخ ساز دور گزرا ہے کہ جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی بنیادوں پر اس طرح سے تربیت کی گئی کہ وہ آئندہ قیامت تک آنے والی قوموں کی راہنمائی کرتی ہیں۔ اس دور میں احتساب برائے انتقام نہیں بلکہ احتساب برائے اصلاح معاشرہ ہوا۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کی ذات بابرکات نے زندگی کے ہر معاملہ میں احتساب کیا۔ جن میں سے چند معاملے زیر بحث ہیں جن کی روشنی میں اگر ہم اپنے موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے احتساب کریں تو عین ممکن ہے کہ ہماری اسلامی ریاست امن وآشتی کا نمونہ بن جائے۔

۱) سیاسی امور میں احتساب۔ ۲) معاشرتی امور میں احتساب۔ ۳) معاشی اور تجارتی امور میں احتساب۔ ۴) مذہبی امور یعنی فرائض کی ادائیگی میں احتساب۔

۵) عدالتی امور میں احتساب۔

سیاسی امور میں احتساب:

رسول کریم ﷺ نے بحثیت ایک سیاسی شخصیت احتساب کرتے وقت دور اندیشی ا مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے ساتھ ساتھ کبھی بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اللہ کے احکامات کی پیرو کرتے ہوئے محتسب کے فرائض انجام دیئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"کوئی حکمران جو مسلمانوں میں کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو۔ اگر اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکا اور خیانت کرنے والا تھا تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا"۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جن سے ہمیں اندازہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاسی طور پر کن معاملات میں کیسے احتساب کیا۔

۱) غزوہ سویق (ذوالحجہ-۲ہجری):

شکست بدر کے بعد کفار مکہ شدید غصے میں تھے۔ اس وقت ابوسفیان ان کا سردار تھا۔ ا نے قسم کھائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کئے بغیر نہ تو غسل کرے گا اور نہ ہی سر میں تیل ڈالے گا۔ اپنی ا قسم کو پورا کرنے کے لئے وہ مدینہ روانہ ہوا۔ رات اس نے بنی نضیر کے سردار اور خزانچی کے ہاں بسر کی۔ صبح ا نے عریض پر جو کہ مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر تھا حملہ کرکے ایک انصاری سعد بن عمرو کو قتل کردیا اور مکانات اور گھاس کے انبار جلا دیئے ان کاموں سے اس کے نزدیک قسم پوری ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ اس انصا کے قتل کا احتساب کرنے کے لئے ابوسفیان کے تعاقب میں گئے۔ مگر ابوسفیان بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔

۲) غزوہ بدر کے بعد تین دشمنان اسلام کا قتل:

غزوہ بدر میں فتح کے بعد مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے۔ تو انہوں نے دشمنان اسلام کا محاسبہ کرنے کی ٹھان لی۔

اس سلسلہ میں پہلا واقعہ: جو ہوا جس میں ہجوگو ابو عفک کا قتل تھا۔

دوسرا واقعہ۔قتل عصماء: عصماء جو کہ مروان بن زید کی بیٹی تھی ہجوگوئی میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کو نشانہ بناتی تھی۔

تیسرا واقعہ۔کعب بن اشرف کا قتل: یہ شخص یہودی تھا۔ مگر کفار مکہ کے ساتھ مہربان تھا۔ غزوہ بدر کے بعد جا کر ان کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرتا تھا۔ پھر واپس آ کر مسلمانوں کی دل آزاری کے لئے مسلمانوں کی خواتین کے نام لے کر ان کی تشبیب شروع کردیتا تھا۔

ان تینوں کے قتل سے یہودی مسلمانوں سے ڈرنے لگے اور جو لوگ مسلمان ہوچکے تھے مگر اسلام ظاہر کرنے سے ڈرتے تھے۔ ان کا ڈر ختم ہوگیا۔

۳) بنو قینقاع کا محاصرہ:

جب یہود قبیلے بنو قینقاع کی دشمنی حد سے بڑھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے یہود سے برملا فرمایا کہ:

> "اگر تم نے مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ہاتھ نہ روکا اور صلح کے معاہدے پر عمل پیرا نہ رہے تو تمہارے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جائے گا جو قریش مکہ کے ساتھ غزوہ بدر میں کیا گیا ہے"۔

اس پر یہود نے جواب دیا کہ:

> "اے محمد ﷺ! تم نے ایک ایسی قوم کو شکست دی ہے جو فن حرب سے آشنا نہ تھی۔ بخدا اگر ہمارے ساتھ سابقہ پڑا تو معلوم ہوجائے گا کہ کس دل گردے کے لوگوں سے پالا پڑا ہے"۔

Marfat.com

یہود کی اس دھمکی کے بعد ان کا محاسبہ ضروری ہوگیا تھا لہٰذا ان کا محاصرہ کیا گیا۔ ۱۵ دن کے محاصرے کے بعد یہودی اطاعت پر آمادہ ہوئے تو قلعہ کے دروازے کھول دیئے گئے اور تمام مجرم، رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے سب کے قتل کا حکم دیا۔ مگر (منافق) عبداللہ بن ابی کے مسلسل اصرار پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"میں عبداللہ اور مشرکین کی سفارش پر ان لوگوں کی جان بخشی کرتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ مدینہ خالی کر دیں۔ یہ بڑے قصور وار ہیں"۔

عبداللہ بن ابی نے ان کی جلا وطنی بھی معاف کروانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

۴) بنو نضیر کی جلا وطنی:

بنو نضیر یہود کا ایک سرکش قبیلہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس کی خبر رسول اللہ کو وحی کے ذریعے ہوگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمر بن مسلمہ کے ذریعے بنو نضیر کی طرف یہ پیغام جنگ بھیجا کہ:

"ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ تم نے باہمی معاہدہ کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا ہے۔ ورنہ دس روز کے بعد تم میں سے جو شخص مدینہ میں دیکھا گیا اس کی گردن ماردی جائے گی"۔

کچھ عرصہ تک تو بنو نضیر نے عبداللہ بن اُبی اور دیگر منافقین کے کہنے میں آ کر مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آخر کار مقابلہ جاری نہ رکھ سکنے کی وجہ سے جلا وطنی پر راضی ہوگئے۔

۵) بنو قریظہ کا استیصال:

بنو قریظہ یہود کا وہ قبیلہ تھا اولاً جس نے مسلمانون کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ لیکن بنو نضیر کی جلا وطنی کے بعد ان کے سردار حی بن اخطب کے ورغلانے پر غزوہ احزاب میں مسلمانوں کے مخالف ہوگئے غزوہ احزاب کا خطرہ ٹل جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کا محاسبہ کیا۔ اس کے لئے آپ ﷺ نے

Marfat.com

پیغام بھیجا اور منادی کرادی کہ:

''جو شخص ہمارا وفادار ہے اس کے لئے حکم دیا جاتا ہے کہ عصر کی نماز محلہ بنو قریظہ میں ادا کرے''۔

اس کے بعد بنو قریظہ جنہیں اپنے مضبوط قلعوں پر بڑا غرور تھا۔ جب نہ مانے تو ۲۵ روز تک ان کا محاصرہ کیا گیا۔ اس معاملہ میں بنو قریظہ نے انصاری قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو پنی طرف سے ثالث مقرر کیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ کے تمام بالغ مردوں کو قتل کردیا جائے اور عورتوں ربچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کا مال غنیمت کے طور پر حاصل کرلیا جائے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ زیادہ تر تاریخ دانوں نے ان مردوں کی تعداد چھ سو سے زائد بتائی ہے کہ جنہیں قتل کیا گیا تھا۔ جن میں سے ایک عورت قصاص میں ماری گئی تھی۔

٦) ابن ابی الحقیق کا قتل:

یہ شخص بنو نضیر سے تعلق رکھتا تھا۔ جلا وطنی کے بعد خیبر میں آباد ہوا۔ مگر رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے خلاف ہر وقت غلیظ کلمات کہتا رہتا اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانا اس کا کام تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بعد حضرت عبداللہ بن انیس نے اس کا خاتمہ کردیا تھا۔

٧) فتح مکہ پر ناقابل معافی مجرموں کے لئے اذن قتل:

قریش میں سترہ ایسے مجرم تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے واجب القتل قرار دے دیا تھا۔ جن میں سے صرف چار مجرمین کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا باقی افراد کو مسلمانوں کی سفارش پر معاف فرمادیا گیا۔

٨) متخلفین تبوک کے لئے سزا:

متخلفین تبوک وہ لوگ جنہوں نے غزوہ تبوک پر جانے سے معذوری ظاہر کی تھی۔ جب ان لوگوں کو باری باری رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو سوائے تین افراد کے سب نے عذر پیش کئے اور

چلے گئے۔ مگر تین افراد یعنی کعبؓ، مرارہؓ اور ہلالؓ نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے مقاطعہ کا حکم صادر فرمایا اور تمام مدینہ کے لوگوں نے ان سے لین دین اور بات چیت بند کردی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم فرما کر ان کو معاف فرمادیا کیونکہ وہ راست گو تھے۔

یہ چند واقعات اور اس کے علاوہ بے شمار واقعات ایسے ہیں جن سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت ایک سیاسی شخصیت یا حکمران کے ایک اسلامی ریاست کی خاطر کس قسم کے اقدامات کئے تھے۔

معاشرتی امور میں احتساب:

معاشرے کی حالت کی درستگی میں اسلام اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات نے ایسا کردار ادا کیا کہ چند سالوں میں جو بہترین معاشرہ تشکیل پاگیا اس کی مثال آج تک انسانی تاریخ دینے سے قاصر ہے۔ ویسے تو ہر معاملے میں معاشرے کی اصلاح کا پہلو نمایاں رہا۔ اور اصلاح کی خاطر احکامات جاری کئے گئے اور احتساب کیا گیا۔ مگر درج ذیل امور زیادہ اہمیت کے حامل ہیں:

۱) وراثت ۲) جان کی حرمت ۳) شراب کی حرمت

۴) چوری اور رہزنی کے لئے حد ۵) زنا کے لئے حد

۱) وراثت:

اسلامی قانون وراثت کے تحت وراثت کے متعلق ہونے والے جھگڑوں سے نبٹنے کے لئے شریعت کے مطابق قیامت تک کے لئے اصول وضع کردیئے گئے۔ جن کی روشنی میں وراثت کی تقسیم جائز طور پر ہونے لگی اور قرآن کریم میں اس کے متعلق واضح احکامات دیئے گئے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین﴾

(اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کی نسبت حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے)۔

اسلام سے قبل عورت کو وراثت سے محروم رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ وراثت اس کا حق ہے جو تلوار چلائے۔ مگر اسلام وہ واحد مذہب اور نظام حیات ہے او نبی ﷺ کی تعلیمات اس کا عملی نمونہ تھیں کہ جب بھی کبھی کسی نے اس قانون وراثت سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف اس کی باز پرس کی بلکہ اس کو جائیداد کی تقسیم میں ہیر پھیر کرنے پر عذاب آخرت سے بھی ڈرایا۔

۲) جان کی حرمت:

دنیا کے مادی خزانوں میں انسانی جان سے زیادہ قیمتی شے کوئی نہیں ہے۔ انسانی جان کی حرمت کا حکم ہجرت مدینہ سے قبل ہی نازل ہو چکا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

> ''اللہ تعالیٰ نے جس جان کو حرام کیا ہو اس کو ناحق مارا جائے اس کے وارث کو ہم اختیار دیا۔ چاہئے کہ وہ قصاص میں زیادتی نہ کرے۔ اس کی مدد کی جائے''۔

الف) قصاص:

عرب میں قبل از اسلام قتل وقصاص کے کچھ قوانین موجود تھے۔ لیکن اہل عرب میں منظم حاکمانہ طاقت اور اخلاقی روح نہ ہونے کی وجہ سے وہ ان احکامات کا نفاذ نہ کر سکے تھے۔ یہود مدینہ میں بنو نضیر اور بنو قریظہ کے مشہور قبائل تھے۔ ان میں سے بنو نضیر بنو قریظہ کے مقابلہ میں دولتمند تھے۔ اس لئے معزز سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے کوئی قریظی اگر کسی نضیری کو مار ڈالتا تو بدلے میں بنو نضیر بھی اس کو مار ڈالتے اور اگر کسی نضیری سے کسی قریظی کا قتل ہوتا تو چھوہاروں کے ۱۰۰ وسق خون بہا دے دیتے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد ایسا ہی مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں پیش ہوا تو قصاص کے لئے حکم نازل ہوا جیسا کہ سورۂ مائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے کہ:

> ''ہم نے تم کو توراۃ میں حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے

Marfat.com

آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور زخموں کے بدلے ویسے ہی زخم"۔

ایک اور آیت میں اس مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے کہ:

"مسلمانو! تم پر مقتولین میں مساوات اور برابری کا حکم دیا گیا ہے"۔

ب) خون بہا (دیت):

یہود میں خون بہا (دیت) کا قانون نہ تھا لیکن عرب میں یہ قانون تھا۔ اسلام نے چند اصلاحات کے ساتھ اس قانون کو باقی رکھا جیسا کہ سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہوا ہے کہ:

اس کے بھائی (اولیائے مقتولین) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو اس کی پابندی خوبی کے ساتھ کرنا اور بطور احسن اس کو ادا کر دینا چاہئے۔

نبی پاک ﷺ نے اپنے دور میں اس قانون کو مسلمانوں اور غیر مسلم سب پر برابری کے ساتھ لاگو کیا تھا۔ جیسا کہ حادثہ بئر معونہ (۴ ہجری) حالانکہ اس میں ایک قبیلے کی غداری کی وجہ سے کافی مسلمان شہید بھی ہو گئے تھے جو کہ فقط تبلیغ دین کی غرض سے گئے تھے۔ مگر وہاں سے دو مسلمان بچ کر نکلے ان میں سے ایک تو کعب بن زیدؓ جو صحیح و سلامت مدینہ پہنچ گئے اور دوسرے عمرو بن امیہؓ تھے جو اسیر ہوئے اور بعد میں غلام کی حیثیت سے آزاد ہو کر مدینہ روانہ ہوئے تو مقام رقرہ پر پہنچنے پر ایک درخت کے سائے میں آرام کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی دوران مدینہ کی طرف سے دو اشخاص آئے جنہوں نے ستانے کے لئے اسی درخت کا انتخاب کیا۔ عمرو بن امیہ نے انہیں پہچان لیا کہ ان کا تعلق اسی قبیلے سے ہے۔ جنہوں نے ان کے ساتھ غداری کی تھی۔ انہوں ان دونوں کو قتل کر دیا۔ جب عمروؓ بن امیہ نے مدینہ پہنچ کر تمام قصہ بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی غداری کے باوجود ان دو اشخاص کی دیت ادا کر دی۔

ج) قتل عمد اور قتل شبہ:

پہلے دور میں قتل عمد اور قتلِ شبہ (غلطی سے قتل کرنا) میں کوئی تفریق نہ تھی۔ ۶ ہجری میں

Marfat.com

ایک مسلمان غلطی سے ایک مسلمان ہی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور پھر ایک انصاری مسلمان کے ہاتھوں ایک قریشی قتل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر راضی کرلیا۔ مگر بعد میں وہ منافقانہ اسلام لے آیا اور پھر غداری سے اس انصاری کو قتل کر کے قریش میں جا کر مل گیا۔ اس کی بناء پر قرآن پاک میں احکامات نازل ہوئے کہ:

''کسی مسلمان کو سزاوار (جائز) نہیں کہ کسی دوسرے مسلمان کو مار ڈالے۔ لیکن غلطی سے اگر کسی مسلمان کو قتل کیا تو ایک مسلمان غلام آزاد اور خون بہا اس کے وارثوں کو ادا کرنا چاہئے لیکن یہ کہ وہ معاف کردیں تو خیر۔ اگر مقتول خود مسلمان ہو۔ وہ کسی دشمن قوم سے صرف ایک غلام آزاد کرے اور اگر کسی ایسی قوم سے ہو جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو خون بہا دینا اور ایک غلام آزاد کرنا چاہئے''۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قصاص وقتل کے متعلق یہ آخری حکم تھا۔ حفاظت جان کا اعلان فتح مکہ کے موقع پر ہوا جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''زمانہ جاہلیت کے تمام خون میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں''۔

اس کے بعد قتلِ خطا، قتلِ شبہ، قتلِ عمد اور خون بہا کی تجدید فرمائی۔

۴۔ شراب اور جوئے کے لئے حد:

اہل عرب کو شراب سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ مدینہ میں شراب کا رواج اس قدر تھا کہ بڑے بڑے شرفا بھی اعلانیہ شراب پیتے تھے۔ شراب کی حرمت کے متعلق احکامات بتدریج نازل ہوئے۔ اس کے علاوہ اہل عرب جوئے کے انتہائی شوقین تھے۔ اپنی بڑی بڑی چیزیں جوئے میں ہار جایا کرتے تھے۔ اس لئے شراب اور جوئے کے متعلق قطعی حکم نازل ہوا جیسا کہ قرآن کریم کی سورۂ مائدہ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

''مسلمانو! بے شبہ شراب اور جوا اور بت اور قمار کے تیر ناپاک ہیں اور شیطان

Marfat.com

کے کام ہیں۔ تو تم اس سے باز آؤ کہ تم کو فلاح حاصل ہو۔ شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں میں شراب اور جوئے کے ذریعہ سے دشمنی اور بغض ڈالے اور تم کو خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو بولو تم باز آتے ہو"۔

اس حکم کے بعد جوا اور شراب قطعی حرام ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس کی تجارت اور اس کے برتنوں وغیرہ کے استعمال کی بھی ممانعت ہوگئی۔

شراب کی حرمت نازل ہونے کے بعد اس کی سزا دُرے (کوڑے) تجویز ہوئی اور اس پر سختی سے عمل بھی کیا گیا۔

۴- چوری اور رہزنی کے لئے حد:

رسول اللہ ﷺ نے چوری اور رہزنی کے متعلق جو سزا رب تعالیٰ نے تجویز کی اس پر سختی سے عمل درآمد کروایا۔ جیسا کہ سورہ مائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اور چور خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو"۔

رب تعالیٰ کی طرف سے سزا چوری کے متعلق تجویز کردہ ہے۔ رہزنی کے لئے ۶ ہجری میں نافذ ہوئی جب یہ واقعہ پیش آیا کہ ۶ ہجری میں قبیلہ عکل وعرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آکر مسلمان ہوئے۔ یہاں کی آب وہوا انہیں راس نہ آئی تو آنحضرت ﷺ نے شہر سے باہر چراگاہ میں ان کو قیام کی اجازت دے دی۔ ایک موقع پر انہوں نے مسلمان چرواہوں کو طرح طرح سے عذاب دے کر بے رحمی سے مار ڈالا اور مویشی لوٹ کو لے گئے وہ گرفتار ہو کر آئے تو آنحضرت ﷺ نے برابر کا انتقام لینے کا حکم جاری کیا تو یہ احکامات جاری ہوئے۔ سورہ مائدہ میں ہے کہ:

"ان لوگوں کو سزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی لڑتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں۔ ان کے اِدھر کے ہاتھ اور اُدھر کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے الگ کردیئے جائیں یعنی قید ہوں یا جلاوطن کردیئے جائیں"۔

Marfat.com

ان تمام سزاؤں پر سختی سے عمل درآمد ہوتا کہ لوگ خود سے آ کر چوری کا اعتراف کرتے اور انہیں تحقیق کروانے کے بعد سزا دے دی جاتی۔

۵- زنا کے لئے حد:

زنا ایک انتہائی غیر انسانی فعل ہے۔ جس کے متعلق احکامات اور سزا انتہائی ضروری تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے زنا کے متعلق احکامات ربانی کے مطابق رجم اور دُروں کی سزا تجویز فرمائی۔ احکامات ربانی پر اس قدر سختی سے عمل درآمد ہوتا کہ اولاً تو لوگ اس فعل کو کرنے سے گریز کرتے اور اگر کر گزرتے تو آ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے اعتراف کر کے سزا تجویز کرنے کی درخواست کرتے تھے جیسا کہ ماعز اسلمی کا واقعہ ہے کہ انہوں نے خود آ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے اعتراف زنا کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہر طرح سے تحقیق کروالی تو اس کے لئے رجم کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے دو تین دن بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی مجلس میں فرمایا کہ دعا مانگو ماعز کے لئے۔ اس نے توبہ کی اور ایسی توبہ کی کہ اگر پوری قوم پر بانٹ دی جائے تو سب کی مغفرت کے لئے کافی ہو جائے۔

۳- معاشی اور تجارتی امور میں احتساب:

معاشی اور تجارتی امور میں رسول اللہ ﷺ نے بہت بھرپور طریقہ سے احتساب کیا۔

ا- اہل مکہ کا احتساب:

مکی زندگی میں اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو جس طرح سے ہر طور پر تنگ کیا تھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس لئے مدینہ آ کر ان لوگوں کا احتساب ضروری تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کا معاشی طور پر احتساب کیا جب انہوں نے مکہ اور شام کے درمیان تجاتی راستوں پر بسنے والے قبائل سے معاہدہ کر کے وہاں سے قریش کی تجاتی ناکہ بندی کروادی جس سے اہل مکہ کو اپنی معاشی بدحالی کی وجہ سے دن میں تارے نظر آ گئے۔

Marfat.com

۲- سود کی حرمت:

سودخواری اہل عرب کے رگ و ریشہ میں سرایت کرگئی تھی۔ قریش عموماً تجارت پیشہ تھے۔ اور ان میں سے جو امیر اور دولت مند سوداگر تھے۔ وہ غریب کاشت کاروں کو شرح سود پر قرض دیا کرتے تھے جب تک قرض وصول نہ ہوجاتا اصل سرمایہ کو ہر سال بڑھاتے رہتے۔ خود آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ (اسلام سے پہلے) بہت بڑا سودی کاروبار کرتے تھے۔ جب نبی پاک ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہودی تاجروں کے سبب یہاں سودی کاروبار کا بہت راج تھا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے چاندی اور سونے کے ادھار خرید وفروخت کو سود قرار دیا۔ پھر سود کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے کہ:

''مسلمانو! دوگنا اور چوگنا سود نہ کھایا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ فلاح پاؤ''۔

لوگوں کو یہ اعتراض تھا کہ سود بھی ایک قسم کی تجارت ہے۔ جب تجارت جائز ہے تو سود کیوں حرام ہے! پھر ۸ ہجری میں سود کی مکمل حرمت کا حکم نازل ہوا جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے کہ:

''مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سود جو باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم سچے مؤمن ہو۔ اگر یہ نہ کرو تو اللہ اور رسول ﷺ سے لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔ اگر باز آجاؤ تو تم کو اپنے رأس المال کا حق ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے''۔

یہ حکم نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جمع کرکے یہ حکم سنایا اور پھر ۱۰ ذی الحجہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ حجۃ الوداع میں سود کی حرمت کے بارے میں فرماتے ہوئے کہا کہ:

''دیکھو ہر قسم کا سود (جو کسی کا کسی پر نکلتا ہو) ساقط کردیا گیا۔ البتہ تمہارے رأس المال (یعنی اصل مال) تمہارے لئے ہیں۔ ان میں تم زیادتی نہ کرو گے (اگر تم نے کسی رقم سے لی ہو) اللہ نے فیصلہ کردیا ہے کہ اب کوئی سود (ربا) نہیں''۔

اور اس کے بعد فرمایا کہ سب سے پہلے میں نے اپنے چچا عباسؓ کا سود ساقط کردیا۔ یعنی نبی پاک ﷺ کے احتساب کرنے کی اس سے شاندار مثال اور کیا ہوگی کہ سب سے پہلے اپنے خاندان میں اپنے سگے چچا کا تمام سود ساقط فرمادیا۔

Marfat.com

۳- ناپ تول میں بے احتیاطی کی ممانعت:

رسول اکرم ﷺ نے ناپ تول میں بے احتیاطی کرنے والوں کو سخت وعید سنائی اور فرمایا کہ:

''یہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں۔ انہی دو باتوں میں غلط روی کی وجہ سے بعض امتیں ہلاک ہوئیں''۔

اور پھر فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا سبب ناپ تول میں بے احتیاطی اور بے ایمانی ہی تھی۔

۴- ذخیرہ اندوزی کی ممانعت:

رسول اللہ ﷺ نے ذخیرہ اندوزوں کے متعلق فرمایا کہ:

المحتکر ملعون

جو تاجر قیمتیں چڑھانے کے لئے مال روکے رکھے وہ ملعون ہے۔

۵- ملاوٹ کی ممانعت:

آپ ﷺ نے تجارت کے مال میں اچھے اور برے کے اختلاط کی ممانعت فرمادی اور فرمادیا کہ:

''جو شخص دھوکا دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں''۔

۶- معاشی اور تجارتی امور میں دیگر اصلاحات:

رسول اللہ ﷺ نے معاشی اور تجارتی امور میں مندرجہ ذیل دیگر اصلاحات فرمائیں:

تجارت میں مبالغہ آمیزی اور جھوٹی قسمیں کھانے کی۔ پھل تیار ہونے سے پہلے اس کی بیع۔ زھو سے پہلے پھول کی خرید وفروخت۔ خرید وفروخت کے وقت مال کا نقص بیان نہ کرنا۔ پانی کی بیع۔ گوشت کے بدلے جانور کی بیع۔ دودھ دینے

Marfat.com

والے جانوروں کا تجارت کی غرض سے دودھ روکے رکھنا۔ ان تمام امور کی رسول اللہ ﷺ نے مخالفت فرمائی ہے۔

مذہبی امور، یعنی فرائض کی ادائیگی میں احتساب:

اسلام میں احتساب کے تصور کی ابتداء تو اسی وقت ہوجاتی ہے جب کوئی انسان کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں آجاتا ہے۔ تمام کے تمام ارکان ہر شخص کا احتساب کرنے کے لئے ہیں۔

۱- توحید:

یعنی اللہ کو ایک ماننا اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اس معاملہ میں محاسبہ کا ڈر وہیں ہوجاتا ہے جہاں رب تعالیٰ کی وحدانیت کا اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرلیا۔ اگر اس سے پھر گیا تو پھر سے کفر کے اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے دنیا اور آخرت میں ذلت آمیز عذاب کا شکار ہوگا۔

۲- نماز:

اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کے بعد نماز اس کے حضور حاضری کا ایک طریقہ ہے۔ جو بھی بندہ اس بات کا کامل یقین رکھتا ہو کہ دنیاوی زندگی عارضی ہے اور اس کو ایک نہ ایک دن رب تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہوکر اپنے کئے گئے اعمال کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا تو وہ کبھی بھی ترکِ صلوٰۃ کی غلطی نہ کرے گا۔ نماز برائیوں کا محاسبہ کرتی ہے جب کہ یہ بیان کردیا ہے کہ:

''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے''۔

پھر نماز کے معاملہ میں احتساب کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اشادفرمایا ہے کہ:

من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر. (ترمذی)

جس نے نماز ارادۃً ترک کی پس اس نے کفر کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ترک صلوٰۃ کفر اور اسلام کے درمیان وہ دیوار ہے جس کو عبور

کر کے انسان کفر کی سرحد میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر ارشاد نبوی ہے کہ:

"جی چاہتا ہے کہ اذان کے بعد جاؤں اور جو لوگ گھروں میں بیٹھے ہوں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں"۔

۳- روزہ:

روزہ ویسے تو صبح صادق سے غروب آفتاب تک بھوکے پیاسے رہنے کا نام ہے۔ مگر روزے کا اصل مقصد ایمان اور احتساب ہے۔ روزے کے اصل مقصد کی طرف سرور کائنات ﷺ نے اس طرح سے توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

من صام رمضان ایماناً واحتساباً غُفر له ما تقدم من ذنبه

یعنی جس نے روزہ رکھا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔

اور پھر جس انسان نے اپنے محاسبہ کے لئے روزہ رکھا اور پھر اپنے نفس کی ہر خواہش کے خلاف کام کر کے اپنے آپ کو برائی سے باز رکھا تو اس کے لئے دین و دنیا دونوں میں آسانیوں کے راستے استوار ہو جائیں گے۔

۴- زکوٰۃ:

زکوٰۃ اپنے مال میں سے معاشرہ کے مستحق افراد کے لئے مخصوص حصہ نکالنے کا نام ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔

زکوٰۃ کے بارے میں اس قدر سخت احکامات ہیں کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے قرآن پاک میں سخت وعید سنائی گئی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دور خلافت میں پہلی جنگ منکرینِ زکوٰۃ کے ساتھ کی۔

Marfat.com

۵-حج:

ارکان اسلام میں پانچواں اور آخری رکن ہے۔ یہ تمام قسم کی بدنی اور مالی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح بخاری میں بیان کردہ حدیث ہے کہ:

''جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حج کرتا ہے اور دوران حج فسق وفجور سے پاک رہتا ہے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے گناہ گار بندوں کو دنیا ہی میں پاک صاف کرنے کا انتظام فرمادیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر کرم کی دلیل ہے اور اگر کوئی اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو وہ حد درجہ کی ناشکری اور بد بختی کا مرتکب ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ:

''جس (صاحب استطاعت) شخص کو نہ کوئی ظاہری ضرورت حج سے روک رہی ہو، نہ کوئی ظالم بادشاہ اس کی راہ میں حائل ہو اور نہ کوئی روکنے والی بیماری اسے لاحق ہو اور پھر حج کئے بغیر مرجائے تو وہ ایک مسلمان کی نہیں کسی یہودی یا نصرانی کی موت مرے گا''۔

۵- عدالتی امور میں احتساب:

عدالتی امور میں احتساب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ جانیں کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت قاضی کس طرح سے احتساب کیا جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

''اے نبی کہو کہ میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں''۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ جج تھے یعنی آپ ﷺ رسول کی حیثیت سے جج بھی تھے۔ اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اس حیثیت کو تسلیم نہ کرے وہ مؤمن نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے دیئے گئے فیصلہ پر کوئی شخص اگر دل میں تنگی محسوس کرتا ہے تو بھی

Marfat.com

س کا ایمان ختم ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت قاضی ثابت کردیا کہ مجرم کے لئے امیر وغریب کا کوئی فرق نہیں ہے اور اگر جرم ثابت ہوجائے تو مجرم پر ترس کھانا یا اس کے حق میں کسی کی سعی یا سفارش قبول کرنا یا اس کے مرتبے اور خاندان وغیرہ کا لحاظ کرنا قطعاً منع ہے۔ جیسا کہ قرآن کی سورہ نور میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملہ میں رحم اور شفقت کے جذبات تمہارے دامن گیر نہ ہونے چاہئیں''۔

جیسا کہ بنی مخزوم کے معزز گھرانے کی عورت فاطمہ کے اوپر جب چوری کا الزام ثابت ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ صادر فرمایا مگر قریش چاہتے تھے کہ یہ معزز گھرانے کی عورت ہے۔ اس لئے اسے یہ سزا نہ دی جائے۔ جب انہوں نے حضرت اسامہؓ کے ذریعہ سفارش کروائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تم سے پہلے قومی اسی لئے تباہ ہوئی ہیں ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی معزز آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی ادنیٰ درجے کا آدمی جرم کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ میں تو اس قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹے بغیر نہ چھوڑتا''۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے واقعات محض کسی تبصرے کے لئے بیان نہیں کئے جاتے بلکہ ان سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام میں احتساب کا تصور کیا ہے اور اسلام کس طرح محاسبہ کا قائل ہے کہ محاسبہ کے ساتھ ساتھ مجرم کے اندر بلند ترین اخلاقی احساس پیدا ہوجائے اور اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی اس سے سبق حاصل کرسکیں۔ نبی پاک ﷺ کی تعلیمات یہ بیان کرتی ہیں کہ اسلام میں مجرموں کو سزا دینے کے بعد از سرنو سوسائٹی کے اندر ایک معزز رکن کی حیثیت دے دی جاتی ہے۔

نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اقامت حدود میں وقت اور حالت اور ملزم کے حالات کا بھی اسلام ہی میں لحاظ رکھا گیا ہے۔ زمانۂ جنگ میں حد موقوف رکھی جاتی ہے قحط کے زمانہ میں چور کا

Marfat.com

ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ اسلام کا قانون اندھا نہیں ہے۔ اسی لئے غیر شادی شدہ زانی اور شادی شدہ زانی کی سزا میں بھی فرق ہے۔

احتساب نہ صرف عہد نبوی میں ہی ہوا بلکہ بعد میں بھی جب تک امراء اور اعلیٰ حکام نے نبی پاک ﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا اور اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے اور اپنے رب کے سامنے جوابدہ سمجھتے رہے۔ خواہ وہ خلافتِ راشدہ کا دور ہو یا ہندوستان کے بادشاہ جہانگیر کا دور مسلمان حکمران احتساب پر قائم رہے۔

مگر اب یہ سوال ہے کہ آج کا معاشرہ احتساب کے معاملہ میں کس مقام پر ہے؟ جہاں پر احتساب محض ایک سیاسی نعرہ ہے جو ایک حکومت ختم ہونے کے بعد آنے والی حکومت کے ذریعے لگایا جاتا ہے اور اپنے احتساب کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احتساب کیا خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا تھا اور اس میں جو بھی فیصلے ہوئے وہ مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے ساتھ ساتھ عدل کے تمام تقاضے پورے کرنے کے علاوہ ایک مسلمان ریاست کے استحکام اور مضبوط اور برائیوں سے پاک مسلم معاشرہ کے قیام کے لئے تھے۔ نہ کہ اپنی ذاتی دشمنیوں کا بدلہ لینے کے لئے۔ کیونکہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں احتساب کا تصور تو وہیں قائم ہوگیا تھا جب وہ مکہ میں نبوت سے پہلے بھی صادق اور امین کہلائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خود امین تھے تو ہم ان کے پیروکار ہوتے ہوئے اگر ہر قسم کے اختیار کو امانت سمجھ کر استعمال کریں کیونکہ ہر اختیار رب تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ امانت ہے۔ جس کے لئے آج نہیں تو روزِ محشر ہم جوابدہ ہونگے۔

میرا یہ مکمل ایمان ہے کہ اگر ہم آج بھی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر ہر معاملہ میں مکمل عمل کریں تو ہمارا معاشرہ تمام برائیوں سے پاک ہو کر صحیح اسلامی معاشرہ کی شکل میں نمودار ہوسکتا ہے کیونکہ ہم نے اپنے معاشرہ میں بگاڑ خود ہی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے ہٹنے کی وجہ سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام رحمتیں ہوں اس ذات پر جس کی تعلیمات آج بھی ہمارے لئے ویسے ہی مشعل راہ ہیں جیسا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے تھیں۔ اس لئے آیئے ہم سب لوگ انفرادی اور اجتماعی طور پر رسول اکرم ﷺ کے پیروکار ہونے کا عملی ثبوت دیں تو ہماری حقیقی منزل یعنی کہ ایک پُر امن اور بدعنوانی سے پاک معاشرہ کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو کر رہے گا۔ آمین۔ ثم آمین۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱-	تفہیم القرآن، جلد دوم، چہارم، پنجم، ششم	سید ابوالاعلیٰ مودودی
۲-	سیرۃ النبی کامل مرتبہ، جلد اول، جلد دوم	ابن ہشام
۳-	سیرۃ النبی، جلد اول، جلد دوم	علامہ شبلی نعمانی
۴-	سیرۃ النبی، جلد ہفتم	سید سلیمان ندوی
۵-	حیات محمد (ﷺ)	محمد حسین ہیکل
۶-	سیرت پاک کی خوشبو	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۷-	اسلامی قوانین	انعام الحق میاں
۸-	فیروز اللغات	وارث سرہندی
۹-	تفہیمات، جلد دوم	سید ابوالاعلیٰ مودودی
۱۰-	سیرت سرور دو عالم	سید ابوالاعلیٰ مودودی
۱۱-	رسول عربی ﷺ	عمر ابوالنصر
۱۲-	معاشیات اسلام	سید ابوالاعلیٰ مودودی
۱۳-	رسول اکرم ﷺ کی حکمتِ انقلاب	سید اسعد گیلانی
۱۴-	اسلامی ریاست	سید ابوالاعلیٰ مودودی
۱۵-	اصح السیر	مولانا حکیم ابوالبرکات عبد الرؤف داناپوری
۱۶-	حدیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	سید حامد علی
۱۷-	خطبات (ارکان اسلام کی اہمیت)	سید ابوالاعلیٰ مودودی

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

مسز سلمیٰ بی بی- برنالہ آزاد کشمیر

احتساب کی ضرورت واہمیت واقعات عالم کی روشنی میں:

تاریخ عالم پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں عروج وزوال کی داستانیں تاریخ کے اوراق میں بکھری پڑی نظر آتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ قومیں بلا وجہ اور بغیر کسی کوتاہی کے تباہ کردی گئیں؟ ہرگز نہیں۔ قوموں کے عروج وزوال میں سب سے بڑا ہاتھ خود ان کا اپنا ہوتا ہے۔ جن قوموں میں احتساب ختم ہوجاتا ہے وہ صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔ ایسی مٹتی ہیں کہ ان کا نام لینے والا بھی باقی نہیں رہتا۔

انگریز کے متعلق کچھ عرصہ پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ اس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا اب اس کی یہ کیفیت ہے کہ سورج نکلتا تو ہے مگر بہت تھوڑی مدت کے لئے۔

نظام حیدرآباد دکن ۱۹۴۷ء تک دنیا کا امیر ترین انسان تھا۔ آج اس کی اولاد آسٹریلیا میں کھیتی باڑی کر کے اپنی روزی کمارہی ہے اور ان کو وہاں کوئی بھی ماضی کے حوالے سے نہیں جانتا اور حیدرآباد کے عوام بھی ان کے ناموں سے بے خبر ہیں۔

شہنشاہ ایران کا زوال ابھی کل کی بات ہے۔ صد سالہ جشن تاجپوشی منانے والا شاہ ایران اور اس کے عمال کس حالت میں زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہوئے! ان کے زوال کی بنیادی وجہ احتساب کا دروازہ بند کرنا تھا۔

ہر قوم جو زندہ رہنا چاہتی ہے اسے زندگی کو قائم رکھنے کی جدو جہد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور حضور ﷺ کے طریقوں کے مطابق کرنا ہوگی۔

Marfat.com

اسلام سے قبل یہود ونصاریٰ میں یہ طریقہ رائج تھا کہ جرم کی سزا فرد کی حیثیت کے مطابق دی جاتی تھی یعنی اگر غریب اور کم حیثیت آدمی جرم کرتا اسے سزا دی جاتی اور اگر قوم کا بڑا آدمی جرم کرتا تو اسے سزا نہ دی جاتی۔ صحیح بخاری میں ایک واقعہ یوں ہے:

قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے جرم کا ارتکاب کیا جس کے قبیلہ کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ اسے سزا نہ ملے۔ اس کے لئے حضرت اسامہ بن زید سے سفارش کروائی گئی آپ ﷺ یہ بات انتہائی ناپسند آئی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا(۱)۔

جب اقوام میں احتساب اور سزا صرف کم حیثیت لوگ تک ہو اور بڑے لوگوں اور حکمرانوں کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو تو اس کا منطقی نتیجہ زوال ہی ہوتا ہے۔

احتساب قوموں میں توانائی پیدا کرتا ہے جبکہ احتساب کا نظام ختم کردینے والی قومیں زوال اور انحطاط کا شکار ہو جاتی ہیں۔

بنو امیہ، بنو عباس اور مغل حکومتیں ٹوٹنے اور زوال پذیر ہونے کا عمل اس وجہ سے تیزی اور سرعت سے ہوا کیونکہ حکمرانوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم پہ کوئی احتساب کرنے والا نہیں ہے اور ہم سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے اندرونی اور بیرونی احتساب کا کوڑا لٹکا دیا تاکہ وہ اعتدال کی زندگی گزار سکے۔

تاریخ عالم پر غور کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ دنیا میں زندگی گزارنے اور حکومت کرنے کے دو ہی طریقے ہیں:

۱- دنیو برتری کی زندگی۔

۲- اخروی نجات کی زندگی۔

دنیوی برتری کی زندگی:

دنیا میں فرعون اور اس کی طرز پر زندگی گزارنے والے لوگوں کا مقصد صرف دنیوی مال

Marfat.com

واسباب اکٹھا کرنا اور لوگوں کی گردنوں پر سوار ہونا ہوتا ہے۔ ان کی نظر میں جائز ناجائز صحیح غلط کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ یہ تصور خالص حیوانی تصور ہے اور اس طرح سے زندگی گزارنے والے کبھی بھی مطمئن نہیں ہوسکتے۔

روس جس کی انقلابی کاوشوں کا ایک دور میں چرچا تھا مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

''ہم نے اشتراکی کارکنوں (Communist Workers) کو کام کرتے دیکھا ہم عش عش کرکے رہ گئے لیکن جب ہم نے کمیونسٹ حکمرانوں کو دیکھا تو ان پر لعنت بھیجنا پڑی۔ ہم نے دیکھا کہ زار کی قیصریت گھروں میں ناچ رہی ہے''(۲)۔

اسی طرح جن ممالک میں بھی مادی ترقی مقصد زندگی ہے وہاں انسانیت پس رہی ہے اور وہ معاشرہ باہمی لوٹ کھسوٹ کا شکار ہے۔

اخروی نجات کی زندگی:

انسانی اعمال کے انضباط کا انحصار فکری یکجہتی اور پاکیزگی پر ہے فکری یکجہتی اور پاکیزگی کے لئے کسی ایسی ہستی سے تعلق ضروری ہے جو انسان کے مادی اور حسی ماحول سے بالاتر ہو اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کے شعوری تعلق کو بنیاد بنایا قانون وسنت سے جہاں انسان کی عبودیت کا شعور ملتا ہے وہاں محبت الٰہی بندہ کی حیات دینی کا مقصود قرار پاتی ہے۔ اللہ سے اس تعلق کو شعوری اور لاشعوری طور پر پختہ کرنے کے لئے حضور ﷺ نے بچے کے کان میں اذان کہنے کا طریقہ اختیار فرمایا(۳)۔

اسلام نے انسان کو اللہ کا نائب قرار دیا ہے اور نائب کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے آقا اور مالک کی خوشنودی حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور آقا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔

قرآن مجید نے اس بات کو مختلف انداز میں ذہن نشین کرایا ہے اور قلب وروح میں بٹھایا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ اس کے علاوہ ہر نظریہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک له وبذلک أُمرت وانا اول المسلمین﴾(۴)۔

اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب

Marfat.com

کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اس کے آگے سر جھکانے والا ہوں۔

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد﴾(۵)۔

اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اپنی جان کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر بیچ دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فضول اور بے کار پیدا نہیں، بلکہ اس سے باز پرس اور احتساب کا نظام رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون فتعالی الله الملک الحق﴾(۶)۔

کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف واپس نہ لائے جاؤ گے؟ بادشاہ برحق خدا اس سے بالاتر ہے (کہ اس سے کوئی فعل عبث صادر ہو)۔

﴿ایحسب الانسان ان یترک سدی﴾(۷)۔

کیا انسان یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟

اس طرح یہ بات قرآن نے سمجھا دی کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ وہ اپنے اعمال کا اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔

احتساب اور اس کے لئے پیشگی تدابیر:

اسلام نے ارتکاب جرم سے قبل ہی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر زور دیا ہے اس طرح

Marfat.com

احتساب کا طریقہ اسلام میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔

انسان بنیادی طور پر بے قید زندگی چاہتا ہے سابقہ اقوام نے بھی اپنے انبیاء کے ساتھ اسی بات پر جھگڑا کیا کہ تم ہمیں من چاہی زندگی گزارنے سے کیوں منع کرتے ہو! شعیبؑ کی قوم حضرت شعیبؑ سے کہتی ہے:

﴿قالوا یشعیب اصلوتک تامرک ان نترک ما یعبد اباؤنا او ان نفعل فی اموالنا ما نشآء. انک لانت الحلیم الرشید﴾(۸)۔

انہوں نے کہا اے شعیب کیا تیری نماز ہمیں آباء واجداد کے معبودوں کی عبادت چھوڑنے اور اپنے مالوں میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے سے روکتی ہے۔ بے شک تو بردبار اور رشید ہے۔

قالوا یشعیب ما نفقه کثیرا مما تقول انا لنراک فینا ضعیفا. ولو لا رهطک لرجمنک وما انت علینا بعزیز﴾(۹)۔

بولے اے شعیبؑ ہمیں تمہاری باتوں کی سمجھ نہیں آتی۔ تم ہم میں کمزور ہو۔ اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے تو ہم پر غالب نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان پر خشیت الٰہی تقویٰ اور اندرونی محاسبہ کی چوکی بٹھا کر بیرونی احتساب کی پیش بندی کر دی ہے۔

اسلام ایسا نظام پیش کرتا ہے جس میں صالح افراد ہوں اور وہ صالح افراد صالح معاشرہ کی تشکیل دے سکیں۔ اس کے لئے اسلام نے صرف اخلاقی تعلیمات یا صرف قانونی ذمہ داری پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان سب کو باہم مربوط کیا ہے۔

احتساب کو دو بڑے عناوین کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱- داخلی احتساب (بذریعہ تربیت)۔

۲- خارجی احتساب (بذریعہ قانون)۔

Marfat.com

داخلی احتساب:

حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی اس انداز میں تربیت کا اہتمام کیا تھا کہ خارجی قانون کی ضابطہ بندی لاگو ہونے سے پہلے ہی اقرار جرم کرتے ہوئے خود کو قانون کے حوالہ کر دیتے۔ اسلامی تاریخ ان واقعات سے بھری پڑی ہے۔

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں:

''ماعز بن مالک سے ایک غلطی سرزد ہوگئی۔ آپ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے محمد اللہ کے نبی مجھے پاک کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تیرا برا ہو لوٹ جا اور اللہ کے حضور استغفار کر وہ تھوڑی دور گئے پھر واپس لوٹ آئے اور نبی سے کہا مجھے پاک کر دیجئے۔ نبی ﷺ نے پھر وہی جواب دیا تین بار ایسا ہوا۔ چوتھی بار رسول اللہ ﷺ نے پوچھا میں تجھے کس چیز سے پاک کروں؟ وہ بولے زنا سے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا یہ شخص پاگل تو نہیں؟ آپ کو بتلایا گیا وہ پاگل نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا کیا تم نے زنا کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے حکم صادر فرمایا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے۔ دو تین دن بعد آپ نے صحابہ سے فرمایا: ماعز بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو پوری قوم میں تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لئے کافی ہو۔''

اسی طرح کا ایک واقعہ ایک غامدی عورت کا بھی ہے جسے آپ ﷺ نے بچہ جننے کے بعد جب وہ کھانے کے قابل ہوا اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔

خارجی احتساب بذریعہ قانون:

اگر عام طور پر لوگ معروف پر چلنا چھوڑ دیں اور برائی کا ارتکاب کرنے لگیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو احتساب کہتے ہیں۔

چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

Marfat.com

﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾(۱۰)۔

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضروری ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگرچہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے لیکن اپنے طور پر یہ فرض سرانجام دینے والے ثواب کی غرض سے یہ کام کرتے ہیں جبکہ قانون احتساب کرنے والے حکومت کی طرف سے مامور ہوتے ہیں(۱۱)۔

احتساب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو درج ذیل نقشہ سے واضح ہوتا ہے۔

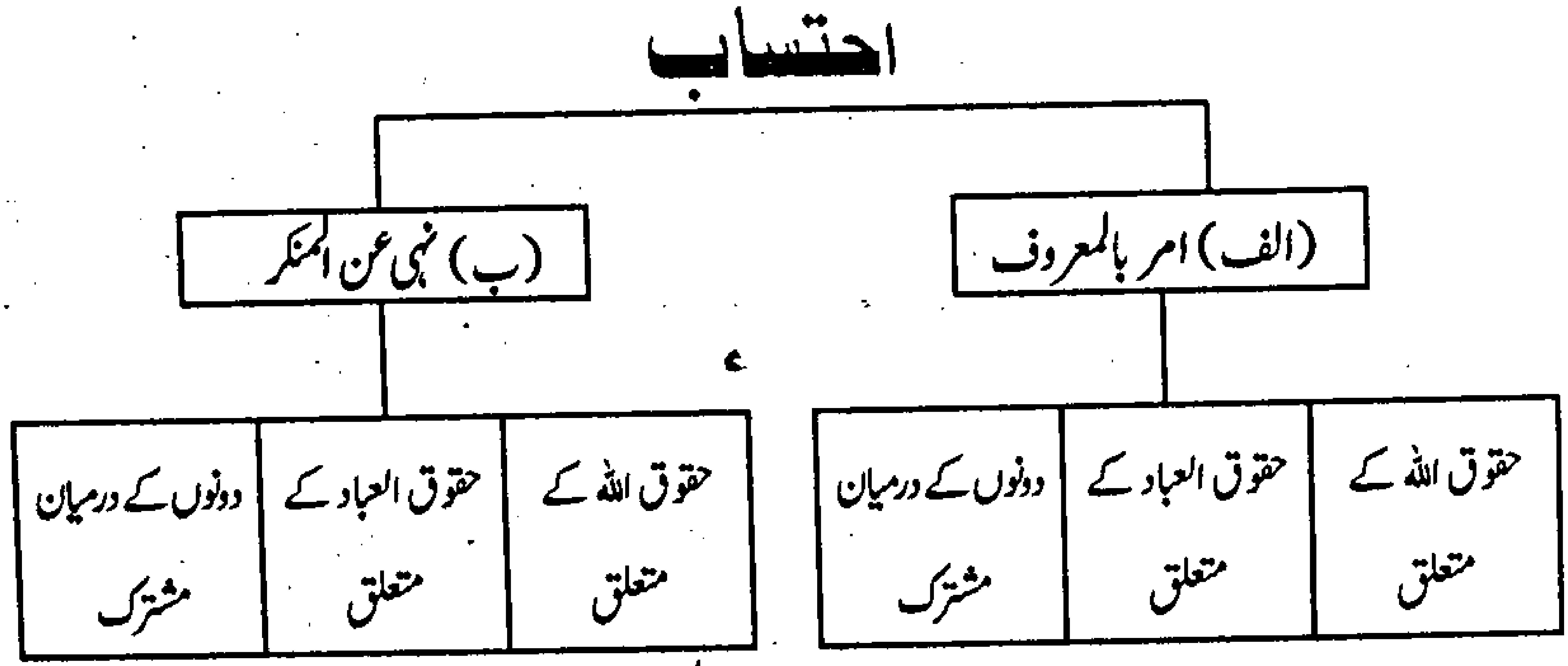

احتساب میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شعبہ حقوق العباد کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

احتساب۔سیرت طیبہ اور خلفاء راشدہ کے عمل کی روشنی میں:

انسان خارج میں ایک ایسی قوت کا محتاج ہے جو اسے بزور قوت غلط کاری سے باز رکھ سکے۔کنز العمال میں حضرت عمرؓ کا قول منقول ہے:

"عن عمر قال: والله ما ينزع الله بسلطان اعظم مما ينزع

Marfat.com

بالقرآن"(۱۲)۔

اللہ تعالیٰ صاحب امر کے ذریعے اس سے زیادہ درستگی کر دیتا ہے جتنی قرآن کے ذریعہ سے کرتا ہے۔

احتساب اور حضور ﷺ:

حضور ﷺ کے دور میں احتساب کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا۔ عہد فاروقی میں یہ کام پولیس کے سپرد تھا۔ مہدی عباسی پہلا خلیفہ ہے جس نے ایک علیحدہ محکمہ احتساب قائم کیا۔

رسول کریم ﷺ خود بازاروں میں تشریف لے جاتے اور تجارتی معاملات کی نگرانی فرماتے۔ صحیح بخاری میں ہے:

... قال لقد رایت الناسَ فی عهد رسول الله ﷺ يبتاعون جزافا يعنى الطعام، يُضرَبون ان يبيعوه حتىٰ يردوه الى رحالهم.(۱۳)

میں نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگوں کو اس پر مارا جاتا جب وہ غلے کا ڈھیر خرید کر اپنے ٹھکانے پر لانے سے قبل اس کو بیچ ڈالتے۔

صحیح بخاری میں ایک اور حدیث ہے:

... قال رايت الذين يشترون الطعام مجازفة يُضربون على عهد رسول الله ﷺ ان يبيعوه حتىٰ يردوه الى رحالهم.(۱۴)

میں نے دیکھا ہے کہ لوگ اناج کے ڈھیر ماپ تول کے بغیر آپ کے دور میں خرید لیتے تھے۔ انہیں مارا جاتا کہ اسے گھر لے جانے سے پہلے فروخت نہ کریں۔

بخاری شریف میں ایک اور حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قافلہ والوں سے آگے جا کر نہ ملو ان کو بستی میں آنے دو اور بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے(۱۵)۔

کتاب البیوع میں اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے:

قال كانوا يبتاعون الطعام فى اهل السوق فيبيعونه فى مكانهم فنهاهم

Marfat.com

رسول الله ﷺ ان یبیعوه فی مکانه حتی ینقلوه. (۱٦)

لوگ غلہ خریدتے پھر اس کو وہیں بیچ ڈالتے تب آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کیا کہ غلہ اس وقت تک نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں۔

درج بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ تجارتی معاملات کی نگرانی فرماتے اور جہاں ضرورت ہوتی تادیبی کارروائی کا حکم فرماتے۔ یُضربون اور نہاھم احتساب کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔ آپ عمال اور اہل کاروں پر کڑی نظر رکھتے۔ کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کرواتے۔ آپ بازار اور منڈی میں جاتے ہوئے بھی اس بات کا خیال رکھتے کہ کہیں کوئی زیادتی تو نہیں ہو رہی۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک جگہ غلے کا ڈھیر پڑا ہوا تھا آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا اندر سے بھیگا ہوا ہے۔ آپ نے غلے والے سے پوچھا یہ کیا ہے اس نے عرض کی بارش سے بھیگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ لیں جو دھوکہ دے وہ ہم سے نہیں (۱۷)۔

اس طرح ایک عامل نے آ کر کہا یہ صدقہ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا تو اپنی ماں یا باپ کے گھر بیٹھ کر دیکھتا کہ تجھے تحفے ملتے ہیں کہ نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے صدقہ کے مال سے جو لے جائے گا قیامت کے دن وہ اپنی گردن پر لاد کر لائے گا۔ اونٹ، گائے، بکری جو ہو پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار فرمایا: خداوندا میں نے پہنچا دیا (۱۸)۔
اس طرح آپ ﷺ کے عہد میں احتساب کا نظام تھا اور مجرموں کو ان کے جرم کے مطابق سزائیں ملتیں۔

احتساب کی انہی بنیادوں پر خلفائے راشدین نے عمارت کھڑی کی اور بے لاگ احتساب کا دنیا کو ایک عظیم تصور دیا۔

Marfat.com

احتساب خلفائے راشدہ کے عمل کی روشنی میں:

احتساب کا جو تصور حضور ﷺ نے دیا خلفاء راشدہ کے دور میں مزید پیش رفت ہوئی۔

کسی حکومت کا قانون کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو اگر ذمہ دار حکام کی نگرانی اور احتساب اہتمام نہ ہو تو نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ خلفائے راشدہ نے اس سلسلہ میں درج ذیل طریقوں سے محاسبہ کے عمل کو منظم کیا:

۱- خلفاء کا اپنا محاسبہ۔

۲- عمال کو ہدایات۔

۳- عمال کا احتساب۔

۴- عوام الناس کا احتساب۔

خلفاء کا اپنا محاسبہ:

خلفاء راشدہ ہر لمحہ اپنا محاسبہ فرمایا کرتے تھے اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے تھے جو ان کے لئے مناسب نہ ہوتا۔

امام نوویؒ نے المجموع میں ذکر کیا ہے کہ قحط کے سال حضرت عمرؓ تیل سے روٹی کھا رہے تھے یہاں تک کہ آپؓ کے پیٹ سے قرقر کی آواز آنے لگی مگر آپؓ نے فرمایا کہ خواہ تو کتنا ہی قرقر کر، جب تک گھی فراوانی سے بازار میں نہیں آ جاتا تجھے اسی طرح تیل کھانا پڑے گا(۱۹)۔

امام مالکؒ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ گھی سے روٹی کھا رہے تھے ایک دیہاتی آیا اور کھانے میں شریک ہو گیا۔ وہ لقمہ پر لقمہ لینے لگا اور پیالہ پر لگا ہوا گھی چاٹنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ تم تنگ دست ہو؟ اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اتنی مدت سے گھی نہیں کھایا اور نہ کسی کو کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر حضرت عمر نے کہا میں گھی نہیں کھاؤں گا جب تک لوگ اسی طرح کی غذا نہ کھانے لگیں جیسے پہلے کھایا کرتے تھے(۲۰)۔

حضرت عمرؓ کا ایک اور واقعہ مصنف عبد الرزاق میں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت

Marfat.com

کو بلوایا جس کا خاوند غائب ہوگیا تھا اور اس کے ہاں لوگوں کا آنا جانا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس بات کو ناپسند کیا اور اس کو بلوایا۔ عورت حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلی راستے میں ہی تھی کہ خوفزدہ ہوگئی اور اسے دردِ زہ شروع ہوگیا چنانچہ وہ ایک گھر میں داخل ہوئی اور اس کے بچہ پیدا ہوا جس نے دو چیخیں ماریں اور مر گیا۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا بعض نے مشورہ دیا کہ آپ کے ذمہ کچھ نہیں آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ کو اس کی دیت ادا کرنی ہوگی کیونکہ اس عورت کو آپ نے خوفزدہ کیا ہے جس کے نتیجہ میں اس کا اسقاط ہوا ہے۔ اس پر آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس کی دیت قریش پر تقسیم کرکے وصول کرلیں کیونکہ یہ قتل خطأ ہے (۲۱)۔

کنز العمال میں منقول ہے کہ ایک بار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ زکوٰۃ کے اونٹوں کو دیکھنے کے لئے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ بغیر اجازت ہمارے پاس کوئی نہ آئے ایک شخص اندر چلا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے غصہ میں اس سے لگام لے کر اسے ضرب لگائی لیکن جب تقسیم سے فارغ ہوگئے تو اس شخص کو بلایا اور کہا مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا نہیں اللہ کی قسم یہ آپ سے بدلہ نہیں لے گا۔ آپ اسے خلیفہ سے بدلہ لینے کا دستور نہ بنادیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا پھر قیامت کے دن اللہ کے ہاں میرا کون ضامن ہوگا! حضرت عمرؓ نے جواب دیا آپ اسے راضی کرلیجئے (۲۲)۔

اس طرح خلفاء اپنا احتساب بھی فرماتے تھے۔

عمال کو ہدایات:

خلفائے راشدینؓ جب کسی کو عامل بناتے تو واضح انداز میں ہدایات دیتے اور جو ان کی خلاف ورزی کرتا اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرتے۔

حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

"عد مریض المسلمین، واحضر جنائزھم، وافتح بابک، وابشر امورھم بنفسک، فانما انت رجل منھم غیر اللہ جعلک اثقلھم حملا" (۲۳)۔

Marfat.com

واوصی عمر رضی اللہ عنہ:

"... ولا تغلق بابک دونھم، فیاکل قویھم ضعیفھم..."(۲۴)۔

وکتب علی رضی اللہ الی احد ولاتہ فقال:

"اما بعد، فلا تطولن حجابک علی رعیتک، فان احتجاب الولاۃ عن الرعیۃ شعبۃ من الضیق، وقلۃ علم من الامور، والاحتجاب یقطع عنھم علم ما احتجوا دونہ فیصغر عندھم الکبیر ویعظم الصغیر، ویقبح الحسن ویحسن القبیح ویشاب الحق بالباطل"(۲۵)۔

وقال سیدنا علی رضی اللہ عنہ فی احدی خطبہ:

"اتقوا اللہ فی عبادہ وبلادہ، انکم مسئولون حتی عن البقاع والبھائم"۔

مختصر یہ کہ عاملوں کے تقرر کے وقت اور بعد میں وقتاً فوقتاً خلفاء کی طرف سے ہدایات ملتی رہتیں۔

عمال کا احتساب:

خلفائے راشدہ کے دور میں عاملوں کا احتساب بطریق احسن ہوتا رہتا۔معلومات ملنے کے دو بڑے ذرائع تھے:

۱- وفود کے ذریعے۔

۲-خفیہ ذرائع سے۔

لوگ جب حج کے لئے تشریف لاتے تو ان سے عاملوں کے بارے میں پوچھا جاتا۔بعض دفعہ خلفاء اپنے خاص آدمی بھیج کر معلومات جمع کرتے۔

عمال کی تادیبی کارروائی کو تین بڑی اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ۱- صرف تنبیہ، ۲- معزولی اور مال کی ضبطی، ۳- جسمانی سزا۔

Marfat.com

صرف تنبیہ:

خلفائے راشدین غلطی کے مطابق بعض دفعہ صرف تنبیہ تک احتساب فرماتے۔ یمامہ کی جنگ میں مجاعہ حنفی جو مسیلمہ کا سپہ سالار تھا کی لڑکی سے حضرت خالدؓ بن ولید نے شادی کرلی۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولید کو لکھا تتوثب علی النساء وعند اطناب بیتک دماء المسلمین (۲۶)۔ (تم عورتوں کے ساتھ عیش وعشرت میں مصروف ہو اور تمہارے خیمے کے طنابوں کے پاس مسلمانوں کا خون ہے)۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایک شخص نے لوگوں کی ہجو کی۔ ان میں سے ایک شخص نے آ کر حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کی زبان تمہاری ہے۔ یعنی زبان کاٹ دو۔ بعد ازاں آپ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا میں نے جو کل کہا تھا وہ نہ کر گزرنا (۲۷)۔

اسی طرح مالک بن نویرہ کے قتل پر بھی خالد بن ولید کو سخت تنبیہ کی گئی۔

معزولی اور مال کی ضبطی:

خلفائے راشدہؓ کے دور میں اگر کوئی عامل بڑی غلطی کرتا تو اسے معزولی کے ساتھ مال ضبطی کی سزا بھی دی جاتی تھی۔

حضرت خالدؓ بن ولید: حضرت خالد بن ولید اپنی شجاعت کے ساتھ ساتھ بعض معاملات میں لاپروائی برتتے تھے حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں معزول کیا اور زائد مال وصول کرلیا۔ البدایۃ والنہایۃ میں مذکور ہے:

> فانزع عمامته عن راسه وقاسمه ماله نصفين... فقاسمه ابو عبيدة حتى اخذ (احدى) نعليه وترك له الاخرة. وخالد يقول سمعا وطاعة لامير المؤمنين (۲۸)۔

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ مدینہ منورہ میں کسی مقام سے گزر رہے تھے۔ کسی نے آواز دے کر کہا کہ آپ صرف حکم دے کر اللہ کے یہاں سے بچ جائیں گے۔ جب کہ مصر میں عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہے اور دروازے پر دربان رکھا ہوا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فوراً محمد بن مسلمہ کو بھیجا جو عامل

Marfat.com

سی حالت میں آپ کے دربار میں لے آئے اسے اون کا موٹا جبہ پہنایا لاٹھی اور بکریاں دیں اور کہا جنگل میں نہیں چراؤ۔ ان کا دودھ خود بھی پیو اور لوگوں کو بھی پلاؤ۔ عیاض بن غنم نے کہا اس سے مرجانا بہتر ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا تمہارا باپ بھی بکریاں چرایا کرتا تھا اس پر آپ نے اس کا مال بیت المال میں جمع کرادیا اور اسے واپس بھیج دیا(۲۹)۔

فاروقی دور میں ہی ایک شاعر عامر بن صعق نے اشعار کے ذریعہ عاملوں کی سہل کوشی کی اطلاع دی۔ چنانچہ آپ نے عاملوں سے مال کا ایک حصہ وصول کرلیا(۳۰)۔

جسمانی سزا:

خلفائے راشدینؓ کے دور میں بعض عمال کو حسب ضرورت جسمانی سزا بھی دی جاتی تھی۔ فاروقی دور میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہاں ایک شخص تھا جو بڑا بہادر اور جنگجو تھا اسے غنیمت کا حصہ کم دیا گیا اس نے پورے حصہ کا مطالبہ کیا اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کے بال منڈوا دیئے اور کوڑے لگوائے۔ اس نے بال جمع کئے اور حضرت عمر فاروقؓ کے پاس شکایت لے کر حاضر ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو بلایا اور انہیں قصاص کے لئے بٹھایا۔ اس شخص نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا کہ اے اللہ میں نے معاف کیا(۳۱)۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو حکم دیا کہ وہ سعد بن ابی وقاصؓ کی ڈیوڑھی گرادیں۔ چنانچہ ڈیوڑھی کو حضرت سعد کی موجودگی میں آگ لگادی گئی(۳۲)۔

الطبقات الکبریٰ میں منقول ہے:

وكان سيدنا على رضى الله عنه يخرج الى اسواق الكوفة ومعه درة يمشى بها ينهى الناس عن المنكرات ويامرهم بالمعروف ويحرص على ان لا يرتكب التجار خيانة فى البيع (۳۳)۔

حضرت عمر فاروقؓ اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ بھی کسی امتیازی سلوک کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے دو صاحبزادے عبداللہ اور عبیداللہ کو بیت المال کا مال دیا اور کہا یہ میں تمہیں قرض

دیتا ہوں اس کا مال خرید لو اور مدینہ منورہ پہنچ کر فروخت کردینا۔ نفع تم رکھ لینا اور اصل بیت المال میں جمع کرادینا۔ جب یہ دونوں بیٹے مدینہ پہنچے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ابو موسیٰؓ نے سارے لشکر کو اس طرح قرض دیا ہے؟ تمہیں اس لئے یہ مال دیا گیا ہے کہ تم امیر المؤمنین کے بیٹے ہو! چنانچہ اس معاملہ کو مضاربہ قرار دے کر نصف منافع ان سے وصول کرلیا گیا (۳۴)۔

خلافت راشدہ میں اور بھی کئی قسم کی سزائیں بغرض احتساب دی جاتی تھیں۔ مثلا تہدید (ڈرانا دھمکانا، جلد (کوڑے مارنا)، تشویہ (شکل بگاڑنا)، تشہیر (جلا وطن کرنا)، حبس (نکاح سے روک دینا، سماجی مقاطعہ۔ وغیرہا۔

اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ حضور ﷺ اور خلافت راشدہ کے دور میں بے لاگ احتساب کا دور دورہ تھا۔ آج ہم بھی اگر ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے پر اور عمال پر بے لاگ احتساب نافذ کریں تو ہماری ساری پریشانیاں اور معاشی بدحالی دور ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

☆—☆—☆

Marfat.com

کتابیات

القرآن- تفہیم القرآن- معارف القرآن- تفسیر عثمانی- ضیاء القرآن-

ابن کثیر- عماد الدین اسماعیل- تفسیر ابن کثیر- لاہور-

ابن کثیر- عماد الدین اسماعیل- البدایۃ والنہایۃ- القاہرۃ-

ابو یوسف- یعقوب بن ابراہیم- کتاب الخراج مصر-

البخاری- ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل- صحیح بخاری کراچی-

الجاحظ- ابوعثمان عمر بن بحر البیان والتبیین بیروت-

شیبہ- ابن ابی شیبہ- مصنف- بیروت-

علی المتقی - علاء الدین- کنز العمال- بیروت-

قطب- سید- اسلام میں عدل اجتماعی (اردو) لاہور-

قامہ جی- محمد رواس ڈاکٹر فقہ حضرت عمرؓ وابوبکرؓ صدیق (اردو) لاہور-

محمود- شیخ مقالد- الخلافۃ الاسلامیۃ- اسلام آباد-

الماوردی- ابوالحسن- الاحکام السلطانیۃ (اردو) لاہور-

الہاشمی- محمد طفیل ڈاکٹر- تدوین طبقات- لاہور

☆—☆—☆

حواشی وحوالہ جات

۱- صحیح بخاری، غزوۃ الفتح

۲- انسان کامل، ڈاکٹر خالد علوی، ص۲۱۴

۳- ترمذی، کتاب الاضاحی، باب الاذان فی اذن المولود: ۴/ ۹۷

۴- القرآن، الانعام: ۲۰

۵- القرآن، سورۃ البقرۃ: ۲۵

۶- القرآن، المؤمنون: ۶

۷- القرآن، القیامۃ: ۲

۸- القرآن، ہود: ۸۶

۹- القرآن، ہود: ۹۱

۱۰- القرآن، آل عمران: ۱۰۹

۱۱- الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص۴۲۰

۱۲- کنز العمال، علاء الدین علی متقی، ۱۴۲۸۴: ۵/۵۱۷

۱۳- بخاری شریف، کتاب البیوع، حدیث نمبر ۲۰۰۵

۱۴- ایضاً، حدیث نمبر ۱۹۹۹

۱۵- ایضاً، حدیث نمبر ۲۰۲۵

۱۶- ایضاً، حدیث نمبر ۲۰۳۴

۱۷- صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من غش فلیس منا۔

۱۸- صحیح بخاری، باب ہدایۃ العمال

۱۹- المجموع، امام نووی: ۱۰/ ۲۲۸

۲۰- الموطا، امام مالک: ۲/۹۳۲

۲۱- مصنف عبد الرزاق: ۴۵۸۹

۲۲- کنز العمال، علاء الدین علی متقی: ۵/ ۵۹۶

۲۳- مجموعة الوثائق السياسية الدكتور حميد الله، ص ۳۲

۲۴- البیان والتبیین للجاحظ: ۲/ ۶۳

۲۶- سیرت خلفائے راشدین از سید سلیمان ندویؒ

۲۷- مصنف عبد الرزاق: ۱۱/ ۱۷۷

۲۸- البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر: ۷گ ۱۹

۲۹- کتاب الخراج، ابی یوسف، ص ۱۱۶

۳۰- کنز العمال، علاء الدین المتقی: ۵/ ۸۵۳-۱۴۵۴۹۔ یاد رہے کہ اس سزا میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت سعد کا مال بھی لیا گیا تھا۔

۳۱- المحلی ابن حزم: ۹/ ۷۳۰

۳۲- کنز العمال، علاء الدین المتقی: ۶/ ۳۵۵

۳۳- الطبقات الکبریٰ ابن سعد: ۳/ ۱۸

۳۴ المحلی ابن حزم: ۹/ ۴۳۰

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

بلقیس وہاب چوہدری۔ اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

میرے لئے یہ امر قابل فخر اور باعث مسرت ہے اور اسے میں اپنی خوش بختی پر محمول کرتی ہوں کہ اپنے محدود علم کے باوجود ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' کے بارے میں قلم اٹھانے کی جسارت کررہی ہوں، جب تک یہ بزم آب وگل باقی ہے افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمارے لئے روشنی کا مینار رہے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام و البحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمٰت اللہ ان اللہ عزیز حکیم﴾ (لقمان:۲۷)

(زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائیں) جسے سات سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی (لکھنے سے) بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے)۔

قرآن اور حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت طیبہ اس کا عمل۔ قرآن اوراق وصفحات ہیں اور ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجسم ومتمثل قرآن ہے

Marfat.com

لاکھوں لوگوں نے مدینہ طیبہ کی گلیوں میں برسوں سرگرم عمل دیکھا۔ ہمیں کسی ثانیے اس حقیقت سے صرف نظر نہیں کرنا چاہیے کہ ''قال رسول اللہ'' کا مطلب ہے ''ارشاد خداوندی یوں ہے'' اور ''فعل رسول اللہ'' کے معنی ہیں کہ ''ارادۂ خداوندی یوں ہے''۔

ابتدائے آفرینش انسانیت ہی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو خوشگوار اور پرسکون انداز میں زندگی گزارنے کے رموز سکھائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اجمعین کی وساطت سے وقت کے تقاضوں کے مطابق انسان کی فلاح و بہبود کے لئے ! احکام نازل فرماتا رہا، یہ ضابطہ حیات انسان کی فلاح و بہبود سیاحی، واقتصادی، معاشرتی، سماجی اور عائلی زندگی کو کامیاب بنانے اور پرامن رکھنے کی ہدایات دیتا ہے۔

''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' احتساب کا مطلب کیا ہے؟ تاریخ عالم کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ کسی بھی حکومت کی بنیاد میں علماء اور دانش وروں کے ترتیب دیئے گئے حکومتی ڈھانچے میں چند چیزیں مشترک رہی ہیں۔ اول سلسلہ حکمرانی اور دوئم کو عمل احتساب کہتے ہیں اول الذکر کی کامیابی کا دارو مدار حاکم کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ موخر الذکر کی کامیابی پر منتج ہے۔ ایک حاکم کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے محکوم علاقے میں عدل و انصاف سے حکمرانی کرے اور اس کے لئے اپنے محکوم علاقے میں عدل و انصاف سے تمام احکام کی صحیح روح سے بجا آوری شرط ہے مگر یہ صرف اسی وقت ممکن ہے۔ جب حاکم وقت اپنی توانائیوں کا پچاس فیصد حکم کو سمجھ کر جاری کرنے میں صرف کرے اور پچاس فیصد اس کی تعمیل کی کاملیت کا یقین کرنے میں صرف کرے جو کہ صرف اطلاعات کی صحیح فراہمی ہی سے ممکن ہے۔

احتساب کو ہم دو اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اول ہمہ وقت دوم خاص۔ ہمہ وقت احتساب کا عمل صرف اس وقت ممکن ہے کہ جب (Element of Check and Balance) بہت مضبوط ہو اور حاکم کو اپنے دیئے گئے احکام کے ساتھ ساتھ (Feed Back) ملتا رہے اور جہاں کہیں غلطی یا لغزش کا شائبہ ہو وہیں پر مناسب ردعمل کے ذریعے احکام کی بجا آوری کو یقینی بنایا جائے۔ خاص احتساب کا عمل اس وقت ہوتا ہے جب کسی بھی خفیہ یا ظاہر ذریعہ سے کوئی بے قاعدگی سامنے آئے اور اس کے بارے میں اس وقت تحقیق کی جائے اور مناسب ردعمل سے اس بے قاعدگی کو درست کر دیا جائے۔

اسلامی معاشرے میں احتساب کی اہمیت کا اندازہ کرنے سے پہلے ہمیں اسلامی ریاست

Marfat.com

کے لئے اس کا جو کردار ہے اسے واضح کرنے کے لئے اسلامی معاشرے کے تصور سے واقفیت ضروری ہے۔
ریاست کی تعریف یہ ہے کہ وہ خطۂ ارض، جس کے لوگ کسی خاص نظام حکومت کے تحت زندگی بسر کرتے ہوں ریاست کہلاتی ہے اور اسلامی ریاست سے مراد وہ ریاست ہے جہاں دین اسلام کے قوانین نافذ ہوں اور لوگوں کو اختیار صرف ان کے نافذ کرنے کا ہو، اپنی طرف سے مزید نئے قوانین بنانے اور چلانے کا نہ ہو۔ اس بارے میں قرآن مجید کے احکام بہت واضح ہیں۔

﴿یٰـایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فـان تـنـازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا﴾ (سورۃ النساء: ۵۹)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف پھیردو۔ اگر واقعی تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے)۔

مندرجہ بالا آیت اسلام کے پورے مذہبی تمدنی اور سیاسی نظام کی بنیاد اور اصل الاصول ہے اور اسی پر ''سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب'' کی عمارت قائم ہوسکتی ہے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ چونکہ اپنی عقل وفہم سے صحیح قانون سازی کے اہل نہیں ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت زندگی بسر کریں۔ اللہ کے قوانین کا مدعا یہ ہے کہ لوگ اپنی حقیقت کو سمجھیں اور زندگی کے اصل مقصد کے پیش نظر دنیا کی ہر چیز کا جائز استعمال کریں اور حاکم وقت سیرت طیبہ کی روشنی میں معاشرے کی برائیوں کا احتساب کریں اور نیکیوں کو بڑھنے کے مواقع پیدا ہوں اور یہ سب کچھ تبلیغ وتلقین تعلیم و تربیت اور حدود (سزاؤں) کے ذریعے بروئے کار لایا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿الـذیـن ان مکـنّٰـھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وأتوا الزکوٰۃ وامروا

Marfat.com

بالمعروف و نهوا عن المنکر﴾ (سورۃ الحج: ۴۱)

(یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت عطا کر دیں تو یہ نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دینگے، نیکی کا حکم کریں گے اور بدی سے روکیں گے)۔

جب یہ بات مان لی جائے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہو گی تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جو شخص ریاست کا امیر بنے گا وہ حاکم اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کے تحت کام کرے گا اور اس لحاظ سے وہ خلیفہ یعنی نائب کہلائے گا اور خلیفہ سیرت طیبہ کی روشنی میں درست فیصلہ کرے گا اور احتساب کرے گا۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس کے قوانین پر مکمل یقین و اطمینان رکھتے ہوں۔ ہر وہ شخص خلیفہ بننے کا اہل ہو سکتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو! قرآن و سنت پر عمل کرتا ہو۔ عوام کے ذہنی معیار سے قریب تر ہو اور وہ اسے حاکم ماننے پر ذہنی وقلبی طور پر آمادہ ہوں۔ یعنی ہرحالت میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہی قانون ہیں۔ اور ان کی روشنی میں ہر شخص کا احتساب ہو!۔امیر غریب سب پر یکساں قانون لاگو ہو گا۔ اور بلا تمیز رنگ ونسل اور عہدہ کے ہر ایک سے مساوی سلوک ہوگا، برتری کا معیار صرف تقویٰ ہو گا۔

"بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں" ان مقتدر علماء کی رائے سے ہو گا جو عوام کی رائے سے چنے گئے ہوں گے۔ عوام اس بات پر کڑی نظر رکھیں گے کہ حکام اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع ہیں یا نہیں۔ غلط احتساب کی صورت میں حکام بدلے جا سکتے ہیں حکمران اس بات کے ذمہ دار ہوں کہ ملک میں نیکی پھیلے اور بدی کو حتی الامکان روکا جائے تا کہ معاشرہ میں سکون ہو! عوام کی جان و مال کی ذمہ داری حکمران کی ہے۔ نہ یہ کہ لاہور کے ایک علاقہ میں سو ۱۰۰ بچے قتل ہو گئے اور حکمرانوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ حالانکہ حکمرانوں کا فرض ہے کہ امور خیر کی تعمیل اور امور شر سے انسداد کا اہتمام کریں۔ اسلام عرب میں جو نظام حکومت قائم کرنا چاہتا تھا اس کے لئے صرف یہی کافی نہ تھا کہ عرب کی قدیم وحشت و بربریت کو مٹا کر اسلامی تمدن قائم کیا جائے بلکہ "سیرت طیبہ کی روشنی میں احتساب" کیا جائے احتساب مطلب ہے سیدھا کرنا برابر تقسیم کرنا، توازن اور تناسب قائم کرنا، دنیا میں کسی نوع کی چیز کو دیکھا جائے تو اس میں احتساب ہی توازن قائم رکھنے کا سبب ہے۔

کسی چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھا جائے اور اس سے تجاوز کرنے کو ظلم کہتے ہیں جو عدل کی ضد ہے عدل کے لئے لفظ انصاف بھی استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہے برابر تقسیم کرنا اور حقوق میں توازن اور تناسب، احتساب قول میں ہو یا فعل میں ہر معاملہ سچائی کے ترازو میں پورا اترے اور انصاف کی کسوٹی پر پورا اترے جس میں افراط و تفریط کا شائبہ تک نہ ہو۔

﴿یٰآیها الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شهدآء لِلّٰه و لو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللّٰه اولی بهما﴾. (النساء: ۱۳۵)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو عدل و انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو اور اللہ کی خوشنودی کے لئے گواہ بنو۔ اگرچہ وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ ہو فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے)۔

عدل و احتساب کے فیصلے اور گواہی میں نہ تو اپنے نفس کا خیال درمیان میں آئے نہ عزیزوں اور قرابت داروں کا، فیصلہ کرتے وقت دولت مند کی خاطر نہ کرو اور نہ محتاج پر ترس کھاؤ جو حق ہے وہ کرو اور کہو، پھر کہنے میں کوئی موڑ توڑ نہ کرو کہ سننے والا شبہ میں پڑ جائے، یا پوری بات نہ کہو کچھ چھپا لو یہ سب باتیں احتساب کے خلاف ہیں۔ کسی سے ڈر کر یا کسی پر ترس کھا کر بے ایمانی کرنا ویسا ہی ہے جیسے کسی سے مرعوب ہو کر کسی کی خاطر رکھ کر یا کسی کی بزرگی مان کر بے ایمانی کرنا غرضیکہ احتساب کی راہ میں کوئی اچھا یا برا جذبہ حاکم کو غلط سمت نہ لے جائے بلکہ وہ علی الاعلان اور بلا خوف و خطر حق کا اظہار کرے۔

جس احتساب کو اسلام چاہتا ہے وہ ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' وہ عدل و انصاف ہے جو نہ محبت سے متاثر ہوتا ہے نہ عداوت سے نہ مال و جاہ سے دبتا ہے ان اللّٰہ یامر بالعدل بے شک اللہ عدل کا حکم دیتا ہے (سورۃ النحل: ۹۰)۔

احتساب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دور نبوت ﷺ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محکمہ قائم کیا تھا۔ یہ محکمہ ظلم کی روک تھام کرتا تھا اور حضور ﷺ خود وہاں تشریف

Marfat.com

لے جاتے تھے (جسے ولایت مظالم کہا جاتا تھا) احتساب حکومت و سلطنت کی عمارت کا ستون ہے اگر حکومت ں عدل و احتساب نہیں ہے تو اس کی عمارت کھوکھلی ہے جو منہدم ہو جاتی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کفر کے ساتھ تو حکومت باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ قی نہیں رہ سکتی اسلئے اسلام نے ہر قسم کے مذہبی اور عدالتی فیصلوں کو احتساب و انصاف کے ساتھ لازمی اور ضروری قرار دیا ہے اس کے بغیر نہ تو ظالم کا احتساب ہو سکتا ہے اور نہ مظلوم کی داد رسی ممکن ہے۔

﴿ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا﴾ (سورۃ المائدۃ: ۸)

(تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو)۔

احتساب میں ہر حال میں عدل کرو اوراس سے سرمو انحراف نہ کرو، کسی ملامت گر کی ملامت یا کوئی محرک اس میں رکاوٹ نہ بنے بلکہ اس کے قیام میں تم ایک دوسرے کے معاون اور دست و بازو بن جاؤ۔ صرف اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی تمہارے پیش نظر ہو۔ کیونکہ اس صورت میں تم طریف،تبدیل اور کتمان سے گریز کرو گے تمہارا احتساب فیصلہ عدل کی میزان پر پورا اترے گا۔"بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں" اسی وقت ممکن ہے کہ فیصلے میں خواہش نفس، عصبیت اور دشمنی آڑے نہیں آنی چاہئے بلکہ ان سب کو نظر انداز کر کے بے لاگ عدل کرو، احتساب کا یہ اہتمام جس معاشرے میں ہو گا وہاں امن وسکون اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو گا۔

حکمرانی کیلئے عدل و احتساب کے وہ سنہری اصول ہیں اور اصل ہدایات وہ تھیں جو اللہ کے رسول ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے خلفاء نے آنے والے حکمرانوں کے لئے ان کی رہنمائی کے لئے چھوڑے۔ اہم سوال یہ ہے کہ ان ہدایات کا، جن پر ان ہدایات کے دینے والوں نے عمل کر کے دکھایا، آنے والے حکمرانوں پر کیا اثر ہوا؟

ہماری اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ خلافت راشدہ اور عمرؒ بن عبدالعزیز جیسے ادوار اور چند مسلمان حکمرانوں کو چھوڑ کر جو آٹے میں نمک کے برابر ہیں مسلمانوں کی حکومت کو مسلم حکومت تو کہا جا سکتا ہے اسلامی سلطنت نہیں ہم کہہ سکتے ہیں یہ مسلمانوں کی حکومت تھی اسلام کی حکمرانی نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس نکتے کو خوب سمجھ لیا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی بابت آتا

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہ وہاں پھلوں اور فصلوں کا تخمینہ کرآئیں۔ یہودیوں نے انہیں رشوت پیش کی تا کہ وہ کچھ نرمی سے کام لیں۔ انہوںؓ نے فرمایا ''اللہ کی قسم میں اس کی طرف سے نمائندہ بن کر آیا ہوں جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو، لیکن اپنے محبوب ﷺ کی محبت اور تمہاری دشمنی مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ میں تمہارے معاملے میں انصاف نہ کروں'' یہ سن کر یہودیوں نے کہا اسی عدل کی وجہ سے یہ نظام قائم ہے (تفسیر ابن کثیر)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بے لاگ احتساب کی کتنی اہمیت تھی اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے جو حدیث میں آتا ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ''میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا تو میری والدہ نے کہا ''اس عطیہ پر آپ جب تک اللہ کے رسول ﷺ کو گواہ نہیں بنائیں گے میں راضی نہیں ہوں گی''۔ چنانچہ میرے والد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا ''کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح عطیہ دیا ہے''؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ سے ڈرو! اولاد کے درمیان انصاف کرو'' اور فرمایا ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا'' (صحیح بخاری و مسلم)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''غصہ اور غضب کی حالت میں دو شخصوں کے درمیان ہرگز فیصلہ نہیں کرنا چاہئے''۔

فقہائے کرام نے قاضی کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ ضروری ہے قاضی اپنی پاکدامنی، عقل وفہم، سنت و آثار صحابہؓ کے علم فقہ و اجتہاد کے وجود میں مد ہو اجتہاد کی شرط اولیٰ کے درجہ میں ہے کیونکہ اس کا ہر زمانے میں پایا جانا دشوار ہے۔ قاضی کے لئے لازم ہے کہ منصب قضاء کی طلب خود نہ کرے، قاضی کو چاہئے کہ وہ اس عہدہ کی طلب نہ دل میں کرے نہ زبان سے اور نہ درخواست دینے سے، اسی طرح قاضی کو سختی سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کا نائب ہوتا ہے۔ اسے تندخو، نہ سخت مزاج، نہ سخت گیر اور نہ صاحب عناد ہونا چاہئے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اس بات پر متفق ہیں کہ احتساب کرتے وقت حدیث وفقہ دونوں کا پاس کرنا چاہئے۔

Marfat.com

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں عرب میں قحط پڑ گیا تو امیر المومنینؓ نے دیگر معاشی اور انتظامی اقدامات کے ساتھ ساتھ ذاتی حوالے سے اپنے روز مرہ کھانے کا معیار بھی تبدیل کر دیا۔ کھانے میں شہد اور دیگر لوازمات کو خیر باد کہہ دیا گیا جو عام آدمی کی دسترس سے باہر تھے۔ اللہ کی شان ہے کہ حضرت عمرؓ نے خود اپنا احتساب کیا، یہ ہے ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے یوں روکھا سوکھا کھانے سے بیت المال پر کوئی خاص فرق نہیں پڑا ہوگا، مگر امیر المومنینؓ کے اس رویہ سے عام لوگوں کے لئے قحط کے باعث پیدا ہونے والی مشکلات اور مصائب کو برداشت کرنے کا کس قدر حوصلہ پیدا ہوا۔

یہ حقیقت ہے کہ آج پاکستان کا ہر باشعور ذی نفس احتساب کے عمل کی کامیابی کا خواہشمند ہے صحیح معنوں میں احتساب نہ ہونے کی وجہ سے تمام خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اسلئے جب تک مکمل احتساب نہ ہوگا معاشرے میں موجود قباحتیں بھی ختم نہ ہوں گی۔

قرآن پاک میں احتساب کے وہ سب قوانین موجود ہیں جو دنیا میں موجود ہیں، اور بات، دنیا تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ احتساب اگلے جہاں میں بھی جاری رہے گا درحقیقت اصل احتساب تو یہاں نہیں بلکہ وہاں ہوگا صحیح معنوں میں کڑا اور کھرا احتساب ہوگا مسلمان حکمران۔ جمہوریہ پاکستان میں عوام کے سامنے جواب دہ ہیں اور اللہ کے سامنے بھی (پاس بھی) حاکم کا جو فعل ریاستی اداروں کے احتساب کی زد سے باہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پہلے خطبہ خلافت میں جو کچھ کہا وہ احتساب کا ''میگنا کارٹا'' کی حیثیت رکھتا ہے آپؓ نے فرمایا: لوگو! میں تمہارا حاکم ضرور بنایا گیا ہوں۔ لیکن تم سے بہتر نہیں، صحیح کام کروں تو میرا ساتھ دو، غلط کام کروں تو مجھے روک دو ٹوک دو، صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے تمہارا کمزور میرے نزدیک قوی ہے جب تک اس کا حق اسے نہ دلوا دوں! اور تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس کے ذمے کمزور کا جو حق ہے وہ اس سے نہ لے لوں، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔ لیکن اگر مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جس میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کا پہلو نکلتا ہو، تو میری اطاعت تم پر واجب

Marfat.com

نہیں۔ اب اٹھو اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے"

امیر المومنین عمر بن خطابؓ نے اپنے اولین خطبہ خلافت میں جو کہا اور دس سالہ دور خلافت میں جو کیا وہ احتساب کا حرف آخر ہے حضرت عمر بن خطابؓ کے ہوتے ہوئے کسی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور عوام دوست مسلمان کو کہیں کوئی اور آئیڈیل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ امیر المؤمنین نے مسجد نبوی ﷺ میں اپنے اولین خطبے میں فرمایا! "لوگ میری سختی سے ڈرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عمر اس وقت بھی سخت تھے جب رسول اللہ ﷺ زندہ تھے۔ عمرؓ اس وقت بھی سخت تھے جب ہمارے درمیان حضرت ابوبکر صدیقؓ حائل تھے اور اب تو تمام معاملات عمرؓ کے ہاتھ میں آگئے ہیں تو کیا ہو گا؟

"لوگو! میں سرکار دو عالم ﷺ کا ادنیٰ غلام تھا اور کوئی نہ تھا جو نرمی اور رحمدلی میں آپ ﷺ کے ہم پلہ ہوتا، بارگاہ رسالت میں میری حیثیت ایک شمشیر کی تھی۔ حضور ﷺ جب چاہتے مجھے نکال لیتے اور جب چاہتے مجھے نیام میں ڈال لیتے ان ﷺ کے بعد مسلمانوں کی قیادت ابوبکر صدیقؓ کو سونپی گئی جنؓ کا نرمی اور رحمدلی میں کوئی ثانی نہ تھا۔ انؓ کا بھی میں خادم اور مددگار تھا میں نے اپنی سختی ان کی نرمی میں سمو دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں بھی میں ایک برہنہ تلوار تھا جسے وہ جب چاہتے نکال لیتے اور جب چاہتے نیام میں ڈال لیتے، لیکن اب تمہارے معاملات کی ذمہ داری مجھ پر آپڑی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میری وہ سختی نرمی میں بدل گئی ہے۔ لیکن یہ سختی ان لوگوں کے لئے بدستور قائم ہے جو مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو امن و سلامتی سے رہتے ہیں اور جرأت ایمانی رکھتے ہیں سو ان کیلئے میں سب سے زیادہ نرم ہوں۔ اگر کوئی کسی سے ظلم و زیادتی کرے گا تو میں اس وقت تک اسے نہ چھوڑوں گا جب تک اس کا رخسار زمین پر نہ ٹکا دوں اور دوسرے رخسار سے پاؤں اس وقت تک نہ ہٹاؤں گا جب تک وہ حق کے سامنے جھک نہ جائے۔ لیکن پرہیز گاروں کے لئے میرا

Marfat.com

اپنا رخسار ان کے سامنے زمین پر ہو گا۔ تم میں سے ہر ایک کا مجھ پر حق ہے کہ جب تم میں سے کوئی میرے پاس آئے تو اس وقت تک نہ جائے جب تک اس کا حق اسے نہ مل جائے۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، مجھ سے در گذر کرو' میرا ہاتھ بٹاؤ''۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں میری مدد کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری جو خدمات میرے سپرد کی ہیں ان کے متعلق مجھے نصیحت کرو۔ لوگو! اس وقت جب میں تم سے باتیں کر رہا ہوں، میں اپنے اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے مغفرت مانگ رہا ہوں۔ اب اٹھو اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ''

اسلام کے چوتھے خلیفہ علیؓ ابن ابی طالب نے مصر کے گورنر مالک اشتر کے نام جو فرمان جاری کیا وہ حضرت علیؓ کے فرامین میں سے طویل ترین فرمان ہے۔ مالک اشتر گورنری کا منصب سنبھالنے سے پہلے دنیا سے کوچ کر گئے۔ لکین اس فرمان کے الفاظ آج بھی صحیح اور سچے مسلمان حکمران کے لئے مشغل راہ ہیں۔ اس طویل ترین فرمان کے چند مختصر اقتباسات درج ذیل ہیں۔

''اے مالک کاروبار حکومت کے لئے ایسے افراد کا چھان پھٹک کر انتخاب کرو جو نیک گھرانوں کے چشم و چراغ ہوں، غیرت مند، آزمائے ہوئے اور اسلامی خدمات کی بجا آوری میں پیش پیش ہوں۔ پھر ان کو کشادہ دلی سے پوری تنخواہ دو تاکہ وہ زیر دست کے مال پر نظر ڈالنے سے بے نیاز ہو جائیں۔ یاد رکھو عوام کی خوشنودی خواص کی برہمی کو بے اثر کر دیتی ہے۔ خواص حکومت کے بھلے دنوں میں خزانے پر بوجھ ہوتے ہیں اور برے دنوں میں پلٹ کر اس کی خبر بھی نہیں لیتے۔ اللہ کے حقوق اللہ کو اور اللہ کے بندوں کے حقوق اللہ کے بندوں کو انصاف سے پورے ادا کرو''۔

﴿و اَنِ احکم بینھم بما انزل اللّٰہ﴾ (سورۃ المائدۃ : ۴۹)

(اور اے نبی تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے

معاملات کا فیصلہ کرو)۔

جو حکمران مخلوق پر ظلم ڈھاتا ہے تو مخلوق کی بجائے خود خالق اس کا مخالف بن جاتا ہے اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک حکمران ہتھیار نہ ڈال دے اور اللہ سے توبہ نہ کرے۔

حاجت مندوں کی درشت مزاجی اور ان کے قوت بیان کی کمزوری کو تحصیل سے برداشت کرو، ان سے تنگ آ کر کج خلقی اور تکبر کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دو۔ تمہارے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دامن چاروں طرف سے تم پر پھیلا دیں گے۔

﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾ (سورۃ آل عمران:۱۱۰)

(اب دنیا میں بہترین امت تم ہو! جسے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا)۔

اپنے اوقات کار کا ایک حصہ حاجت مندوں کے لئے مخصوص کر دو جس میں ان کی خاطر ہر کام سے فارغ ہو جاؤ اور ایک مجلس عام میں ان کے سامنے بیٹھ جاؤ اور اس میں محض دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر انکساری سے کام لو اس وقت اپنے محافظوں کو دور بٹھا دو تا کہ کہنے والا جو کہنا چاہے بلا خوف خطر کہہ ڈالے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ فرماتے سنا ہے کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس میں زیر دست کو اس کا حق زبر دست سے نہیں دلایا جا سکتا ہے۔

حکمرانی، عدل اور احتساب کے وہ سنہری اصول اور اصل ہدایات ہیں جو اللہ، اللہ کے رسول ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے خلفاء نے آنے والے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے چھوڑے۔ اہم سوال یہ ہے کہ ان ہدایات کا جن پر ہدایات دینے والوں نے عمل کر کے دکھایا آنے والے مسلمان حکمرانوں پر اثر ہوا؟

ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ خلافت راشدہ اور عمرؒ بن عبدالعزیز جیسے ادوار اور چند مسلم حکمرانوں کے زمانے میں ہونے والے استثنائی واقعات چھوڑ کر جو آٹے میں نمک کے برابر ہیں مسلمانوں کی حکومت کو مسلم حکومت تو کہا جا سکتا ہے اسلامی سلطنت نہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں یہ مسلمانوں کی حکومت تھی اسلام کی حکمرانی نہیں۔

احتساب کی بنیاد آئین اور قانون کی حکمرانی ہے۔ احتساب کا نفاذ آئین اور قانون

اف ورزی پر ہوتا ہے۔ قانون اندھا ہوتا ہے اس کی نظر میں امیر یا غریب میں کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ جو بھی
ئین کی خلاف ورزی کرے گا خواہ امیر ہو یا فقیر، ایک اسلامی ریاست میں اس کا کڑا احتساب ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے کہ:

واللہ بصیر بما تعملون (سورۃ الحجرات:۱۸)

(اور اللہ دیکھ رہا ہے جو تم عمل کرتے ہو)۔

احتساب کڑا ہو تو مجرم سمیت سب عوام کو بھی نظر آتا ہے۔ نظر نہ آئے تو وہ احتساب
سلام کا احتساب نہیں ہوتا۔ ہم نے اپنے ملک کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا ہے جہاں جمہوریت اور
اسلام کا نفاذ ابھی ہونا ہے۔

جمہوریت میں حکومت عوام کی ہوتی ہے اور اس کا مقصد عوام کی فلاح ہوتا ہے پاکستان
میں حکومت خواص کی رہی ہے اور اس کا مقصد خواص کے مفادات کا ہر قیمت پر تحفظ رہا ہے۔ یہاں کھری
حکومت ہوتی تو کھرا احتساب ہوتا بلکہ کڑی آمریت ہوتی تو کڑا احتساب بھی ہوتا۔

ہر نئے دور کے آغاز پر غریب، غریب اور امیر، امیر رہا اور ہر دور کے اختتام پر غریب
غریب تر اور امیر، امیر تر ہو گئے۔ افسوس صد افسوس کہ یہاں کوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ نہ تھا جو زیردست کو
زبردست کے مقابلے میں انصاف دلواتا۔

حیف کہ یہاں کوئی عمر بن خطاب کا سا نظر نہ آیا جو ظالم کا ایک رخسار زمین پر رکھ کر
اور اس کے دوسرے رخسار پر اپنا پاؤں رکھ کر کمزور کو اس کا حق دلاتا! جو کہتا لوگو! اٹھو امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر میں میری مدد کرو اور سنو جب تم میں سے کوئی میرے پاس آئے تو اس وقت تک نہ جائے جب
تک اسے اس کا حق نہ مل جائے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے مسجد نبویﷺ کھچا کھچ بھری
ہوئی تھی۔ قریب قریب سارے مدینۃ النبی کے مسلمان مرد اور عورتیں حاضر تھیں۔ امیر المومنین جو خطبہ دینے
کھڑے ہوئے تھے ان کا قد چھ فٹ سے بھی زیادہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی صلاحیتوں سے مالا مال
فرمایا تھا اور وہ رزم کے بھی دھنی تھے اور بزم کے بھی دھنی! زبان و بیان پر انہیں غیر معمولی گرفت حاصل

Marfat.com

تھی۔ آج امیر المومنین کے جسم پر نیا کرتا تھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ یمنی چادر کا بنا ہوا ہے۔

پچیس لاکھ مربع میل رقبے سے بڑی مملکت پر ان کی حکومت تھی، پاکستان تو اس مقابلے میں بہت چھوٹا ملک ہے اور دو براعظموں پر اسوقت لا الہٰ الا اللہ کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ان کے جسم مبارک پر جو کرتا ہوتا اس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوتے ان کا کھانا پینا رہنا سہنا سب سادہ ملک میں قحط پڑتا تو خود بھی سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے ان کے دسترخوان پر گوشت بھی کم دکھائی دی اپنے سفیروں کو کھانے پر روک لیتے تو یہی ما حضران کو بھی پیش کرتے۔ کیا مجال کسی کو ذرہ بھی تکلیف ہ اسی لئے کہا جاتا ہے جیسا حاکم ہوگا ویسے ہی ملک کے لوگ ہونگے۔

امیر المؤمنین جمعہ کے خطبے سے فارغ ہوئے تو ایک طرف سے آواز آئی کہ ا المومنین مجھے آپؓ سے ایک سوال کرنا ہے مسجد کے ایک کونے سے آواز آئی اور کونا بھی ایسا تھا جس طر خواتین نمازیوں کا ہجوم تھا۔ امیرالمومنین کی طرف سے اجازت ملی تو ایک خاتون کھڑی ہوئی سب نے د کہ وہ ایک بوڑھی خاتون تھی۔ اس کا سوال ایسا تھا جس نے سنا اسے سانپ سونگھ گیا۔ نمازیوں پر ایک س طاری ہوگیا۔ سوال یہ تھا کہ اے مسلمانوں کے خلیفہ یہ بتایئے کہ جو نیا کرتا آپ پہنے ہوئے ہیں! وہ آ نے کہاں سے بنایا؟ بے شک بیت المال آپؓ کے تحت ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ خاتون نے کہا ہو کہ سٹی بنک آپؓ کے تحت ہے سٹیٹ بنک جس کے تحت ہوتا ہے سارے کمرشل بنک بھی اسی کے تحت ہو ہیں۔ لیکن خاتون کا آخری فقرہ تھا کہ ہم نے تو آپؓ کو بیت المال کا امین بنایا ہے! مسلمانوں کی اجازت کے بغیر اس پر تصرف کا آپؓ کو کوئی حق نہیں۔

امیر المؤمنینؓ نے خندہ پیشانی سے اعتراض سنا، انؓ کے چہرے پر شکن تک نہ آئی، فرمایا بے شک اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر اپنے ایک بندے کو خلیفہ بنا کر ہم کو پابند کیا ہے کہ ہم حکومت کے، کاروبار امانت و دیانت سے چلائیں۔

خلیفہ وقت کو بڑھیا کے سوال کا جواب دینا تھا ایک ایک اللہ کا بندہ دیکھ رہا تھا۔ سا رک رک کر چل رہی تھی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے آواز دی کہ ''مسجد میں عبد اللہ نمازیوں نے دیکھا تو ایک طرف عبد اللہؓ کھڑے ہوئے تھے۔ سب نے ان کی طرف دیکھا۔ تاریخ بتاتی

کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ تھے اور عبد اللہؓ ان کے صاحبزادے تھے جو تاریخ میں شیخ الصحابہؓ کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

اب امیر المؤمنین نے مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے کھڑے فرمایا کہ ''امت کی اس بیٹی کے سوال کا جواب میرا بیٹا دے گا۔ حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کہ ''یمن سے جو چادریں آئی ہیں انہیں خلیفہ راشد نے سب میں تقسیم کردیا۔ ہر ایک کے حصہ میں ایک چادر آئی۔ خود امیر المؤمنین کو بھی ایک چادر ملی۔ جو کرتا امیر المؤمنین پہنے ہوئے تھے اس میں اتنے پیوند لگے ہوئے تھے کہ مزید پیوندوں کی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے اپنی چادر اپنے والد کی نذر کردی اور ان سے تقاضا کیا کہ دونوں چادریں ملا کر اپنا ایک کرتا بنالیں''۔

یہ ہے ''سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب'' حضرت عمرؓ کا قول زریں ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے وزیروں گورنروں اور عمال کا احتساب کرو۔ خلفائے راشدین سے یہ بات کہی گئی اور مسجد نبوی میں کی گئی کہ اگر آپؓ سیدھی راہ پر نہ چلیں گے تو ہم تلوار کی نوک سے آپؓ کو سیدھا کردیں گے! یہ ہیں سیرت طیبہ کے بے لاگ احتساب کے نمونے۔

ایک دو مواقع پر امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ ''مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت کیلئے میں پوری طرح ذمہ دار ہوں۔ دریائے فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ضائع ہو گا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دینا ہے'' یہ ہے سیرت طیبہ کا بے لاگ احتساب کا عکس، پاکستان مسلمانوں ہی کا ملک ہے یہاں پر حکمران اللہ کے نام پر حلف اٹھاتے ہیں کہ امانت و دیانت سے ملک کی خدمت کریں گے۔ کتنے حکمرانوں نے ایسا کیا؟

انگلیوں پر گنے جانے والے اللہ کے بندوں کو چھوڑ دیجئے جو قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے ساتھی تھے۔ باقی سب تو طالع آزما تھے صرف طالع آزما۔ یہ اللہ کے بندے نہیں قارون کے بندے تھے۔ کاش! ان میں کوئی سگ اصحاب کہف ہی ہوتا۔

''سیرت طیبہؐ کی روشنی میں بے لاگ احتساب'' کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک فرمان جاری کیا اس پر مہر لگائی اور اپنے ایک خصوصی ایلچی کو بلا کر حکم دیا کہ

Marfat.com

یہ خط لو اور تیزی سے حمص پہنچاؤ"

فرمان میں لکھا تھا کہ "مال و اسباب لیکر میرے پاس فوراً چلے آؤ" حکم تھا کہ فوراً نکلو اس لئے حضرت سعید بن عامرؓ فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ حکم امیر المؤمنین کا تھا اور تعمیل کرنے والے حمص کے گورنر۔ حمص بڑا زرخیز علاقہ تھا۔ یہاں کے لوگ کھاتے پیتے تھے۔ صنعت و حرفت، تجارت اورزراعت بہت اچھی تھی۔

حضرت سعید بن عامرؓ کے بارے میں کسی نے شکایت لکھ بھیجی تھی کہ سعید بن عامرؓ کا رجحان دنیا کی طرف ہو گیا ہے۔ ذرا آپ ان کی خبر لیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ حکومت اور اقتدار کو اللہ کی امانت سمجھتے تھے اور یہی بات اپنے گورنروں کے دل میں بٹھاتے تھے وہ اللہ کے بندے سعید بھی انہی کی طرح تھے اس میں ذرا کلام نہیں اصل سچے حکمرانوں اور عہدیداروں کو ایسا ہی ہونا چاہیئے یہ اور بات ہے کہ ہم اپنا نمونہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ یا صلاح الدین ایوبی کو بنانے کے بجائے میکاولی کی باتوں میں آجائیں۔ لوٹ کھسوٹ، ظلم زیادتی بے ایمانی کو اپنا شعار بنالیں۔ ہر شخص ہٹلر نہیں بن سکتا ان بنے بھی تو ایسے انجام سے خدا کی پناہ۔

اللہ تعالیٰ اقتدار کی کوتاہیوں کو کبھی معاف نہیں کرتا جن کو وہ قوت عطا فرماتا ہے ان سے باز پرس بھی بڑی سختی سے کرتا ہے۔ حمص کے گورنر کو خط ملنے کے بعد کچھ دن گذر گئے تو ایک اللہ کا بندہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا۔ یہی تو مسلمانوں کا ایوان حکومت تھا۔ اس اللہ کے بندے کے کپڑے پھٹے ہوئے پیوند زدہ تھے۔ کندھے پر ایک لاٹھی تھی، اس سے ایک پوٹلی اٹکی ہوئی تھی۔ یہ اللہ کا بندہ امیر المومنین کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں احتساب شروع ہوتا ہے۔ خط ملتے ہی فوراً چل پڑے تھے جی!......... پھر اتنی دیر کیوں ہوئی ؟ پیدل آیا ہوں! کیا گھوڑا گدھا خچر کچھ بھی پاس نہیں؟ جی نہیں!......

حضرت سعید بن عامرؓ تو ان خاصان خدا میں سے تھے جنہیں صحابہ کرامؓ بھی اپنے لئے نمونہ سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان سے خوب واقف تھے، لیکن یہ تو تحقیق کا مرحلہ تھا اور یہ تو احتساب سبحان اللہ کیسا عمدہ احتساب ہے۔ سوال ہوا آپؓ کا سامان کہاں ہے؟ جواب ملا "اس لاٹھی سے لٹکا ہوا۔ یہ لاٹھی جو راستہ چلنے میں مدد دیتی ہے اور سپاہی کا ہتھیار ہے۔ یہ پوٹلی جسمیں پانی کا پیالہ اور روٹی کے سو...

ٹکڑے ہیں کپڑوں کا میرے پاس ایک ہی جوڑا ہے اسی کو دھو کر پہن لیتا ہوں۔ اس لئے کبھی کبھی دفتر جانے میں دیر ہو جاتی ہے"

کیا شان ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالوں کی سبحان اللہ۔

احتساب اسلام کا ایک اہم اصول ہے ظاہر ہے کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ خود بھی احتساب فرماتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھ بھال کر اپنے گورنر نمائندے مقرر فرماتے تھے لیکن پھر بھی ان کا احتساب کیئے بغیر نہ چھوڑتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ وہ نظم و نسق اچھا ہوتا ہے جسکا احتساب ہوتا ہے۔

پاکستان میں جو لوگ احتساب چاہتے ہیں وہ احتساب کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اور جن کے پاس احتساب کرنے کی قوت ہے ان کے دل میں کڑے اور کھرے احتساب کی خواہش نہیں۔ کیونکہ کڑا اور کھرا احتساب ان کے لئے زہر قاتل ثابت ہو گا۔ جس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے اس ملک کی سیاست اور قوم کی قیادت سے محروم ہو جائیں گے احتساب کی یہ طویل اور تاریخی کشمکش حقیقت میں ظالم اور مظلوم کے درمیان ایک لا متناہی طبقاتی کشمکش ہے اور اس معروضی اور تاریخی سچائی کا صحیح اور مکمل ادراک بے دھڑک اظہار اور اس کے موثر تدارک کی دیر پا تدابیر احتیاط کئے بغیر مطالبہ احتساب سراب ہو گا۔

یہ نہیں کہ احتساب ناممکن ہے۔ احتساب ہو سکتا ہے ہوا ہے۔ اس کے لئے خلافت راشدہ کا ماڈل اور عمرؓ کے آئیڈیل موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور ماڈل کی ضرورت نہیں ضرورت ہے تو حضرت عمرؓ کے عزم نیت اور کردار کی جو احتساب کے عوامی ایجنڈے کو اللہ کی مدد سے حقیقت میں ڈھال دے جسے نصف صدی پہلے ایک دبلے پتلے شخص نے پاکستان کے عوامی ایجنڈے کو اللہ کی مدد سے حقیقت میں ڈھال دیا تھا۔

پاکستان محض ایک علاقے کا نام نہیں ایک نظریے اور ایک تصور حیات کی علامت ہے برعظیم کے مسلمانوں نے یہ عظیم جدوجہد اپنے دین کے احیاء اور اپنے ایمان، اقدار اور اسلامی تہذیب و تمدن کے مطابق نئی زندگی کی تشکیل کے لئے کی تھی قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ ہماری اصل منزل اسلام کے مطابق نظام زندگی کا قیام ہے۔

Marfat.com

بے لاگ شفاف احتساب یہ ہے کہ ایک طرف انصاف کے اسلامی تقاضوں کو پورا کرے تو دوسری طرف اس کی گرفت سے قوم کو لوٹنے والوں میں سے بلا امتیاز کوئی بچ نہ سکے۔ اگر صحیح افراد کے ذریعے اس کا فوری آغاز کر دیا جائے تو یہ کام چند مہینے میں اپنے مطلوبہ نتائج نکال سکتا ہے۔ اس میں اسلام کے اس اصول پر بھی عمل ہو سکتا ہے کہ جو شخص اپنے معلوم ذرائع سے اونچا طرز زندگی اختیار کرے اسے مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے ذرائع آمدنی ثابت کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ترجمہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی اپنی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی جواب دہی دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔

ہمارا موٹو ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے ان تینوں رجحانات کا صحیح ادراک اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری یکسوئی کے ساتھ ساتھ اللہ پر بھروسہ دین حق سے وابستگی اور وفاداری مسلمان عوام کی طاقت کو منظم اور متحرک کرنا بے لاگ احتساب کی ضرورت ہے۔

کسی بھی معاملے میں کوئی روش اختیار کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس بارے میں قرآن و سنت سے ملنے والی رہنمائی کیا ہے، اس لئے کہ ایک مسلمان کے نزدیک قرآن و سنت آخری پیغام ہے جو اللہ نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے قیامت تک ایک ہی واحد راستے کے طور پر بھجوایا ہے۔

قرآن و سنت سرچشمہ ہدایت ہیں پاکستان مسلمانوں کی اصل منزل اور ان کی امیدوں کا مرکز ہے اسلام کے دائرے میں بے پناہ آزادی فکر و عمل ہے اور اسلام بہترین شورائی اور فلاحی نظام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

احتساب کے عمل کو بے لاگ اور شفاف ہونا چاہئے اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہونی چاہئے ملک میں ظلم، ناانصافی، لاقانونیت، لوٹ کھسوٹ اور حق تلفی کا ایک ظالمانہ نظام قائم ہو چکا ہے اسے بڑی حکمت کے ساتھ سیرت طیبہ کی روشنی میں ختم کیا جا سکتا ہے۔ جاگیرداری ختم کیجئے جاگیردارانہ ذہنیت ختم کرنے کا آغاز کیجئے استحصال ختم کیجئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو آئیڈیل بنایئے

Marfat.com

حضرت علیؓ کے فرمان کو دل میں جگہ دیں۔

''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' سیرت طیبہ پر حسب توفیق عمل کیجئے اور پھر دیکھئے احتساب ہوا ہے یا نہیں؟ حقیقی جمہوریت آتی ہے یا نہیں؟ اللہ کا نام بلند کریں وہ آپ کا نام بلند کرے گا یہ وعظ نہیں سچائی ہے تلقین نہیں تاریخ ہے۔ تاریخ ہمیشہ سچ بولتی ہے تاریخ بہت کڑا احتساب کرتی ہے اور تاریخ اس آفاقی صداقت کی سب سے بڑی شاہد، سامع اور گواہ ہے کہ جس نے اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کا نام بلند کیا اللہ نے اس کا نام بلند کیا یہ ایک نام ہر کام کی کلید ہے۔ یہ ہر مشکل آسان کرتا ہے۔ جو بھی احتساب ہو وہ شفاف ہو کھلے انداز میں حکمرانی کی ذمہ داریاں خدمت کے جذبے سے انجام دی جائیں جواب دہی کا نظام موجود ہو، محنت کا پورا پورا حق ادا کیا جائے لیکن کرپشن کا ہر دروازہ اور دریچہ بند کردیا جائے یہ سارا کام قانون اور جبر کے ذریعہ نہیں بلکہ سیرت طیبہ کی روشنی میں عوام کی مرضی اور مادی محرکات کے ساتھ ساتھ اخلاقی دینی اور قومی جذبات کو بھرپور انداز میں انجام دیئے جائیں۔ حالات خواہ کتنے ہی خراب ہوں، نہ ہم اللہ سے ناامید ہیں اور نہ اپنی قوم سے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں قوم کے اچھے جذبات کو ابھاریں اور پھر دیکھیں کہ یہ قوم کس طرح زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے سرگرم عمل ہوجاتی ہے۔

﴿والذین استجابوا لربهم واقاموا الصلوٰة وامرهم شورىٰ بينهم ومما رزقناهم ينفقون﴾

(مسلمان وہ ہیں) وہ لوگ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے کرتے ہیں ہم نے جو کچھ رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آج پوری قوم منتظر ہے آج بھی سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کا آغاز کردیں تو اصل منزل کی طرف پیش قدمی کرسکتے ہیں اور ایک تابناک مستقبل تعمیر کرسکتے ہیں اور اگر آج ہم نے یہ موقع ضائع کردیا تو پھر شاید ہمیں اس کی تلافی کا موقع نہ ملے۔

﴿يايها الذين امنوا لم تقولون ما لا تفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا

ما لا تفعلون﴾

۔ (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو! اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو اور کرو نہیں)۔

آج پاکستانی قوم کے سامنے اصل چیلنج ہی یہ ہے کہ وہ ''سیرت طیبہ کی روشنی میں احتساب'' کی صلاحیت اور طاقت کی حفاظت کرتی ہے۔ پاکستانی قوم اپنی آزادی اپنے نظریے اور اپنی قومی سلامتی کا تحفظ سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں کرنے کی صلاحیت اور طاقت کی حفاظت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیرت محمد ﷺ کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ رب کریم میری اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور بیش از بیش نافع بنائے (آمین)۔

وقت کی اصل ضرورت ایک ایسی عبوری حکومت ہے جس کی اسلام اور پاکستان سے وفاداری کے ساتھ اہلیت اور بے داغ کردار پر قوم اعتماد کر سکے جسے آئینی ذرائع سے اتنا موقع اور میعاد دی جائے کہ وہ تمام حکمرانوں، سیاست دانوں اور اعلیٰ عہدے داروں کا بے لاگ اور کڑا احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں کر سکے۔ ملک کے مسائل کا حل اسی وقت ممکن ہے جب ایک ایسی قیادت ابھر سکے جو عوام میں سے ہو عوام کے سامنے جواب دہ ہو، دستور کے مقرر کردہ معیار کے مطابق ہو اور جسے قوم کا حقیقی اعتماد حاصل ہو۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ ملک کو موجودہ صورت حال سے جلد نکالے اور جو افراد اس وقت ذمہ دار ہیں، انہیں توفیق بخشے کہ عوام کی خواہش کے مطابق آئین کی روح اور اس کے اصل مقاصد کا احترام کرتے ہوئے جلد از جلد ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' کریں۔

میں آپ سب سے بھی اپیل کرتی ہوں کہ آپ اسلامی جمہوری نظام کے قیام کے لئے اپنی حقیقی ہدف کے لئے آئین اور قانون کے مطابق اپنی جد وجہد جاری رکھیں تا کہ پاکستان اپنے مقصد وجود کو حاصل کر سکے اور دشمنوں کی تمام چیرہ دستیوں اور سازشوں سے محفوظ رہے۔ (آمین)۔

اب جو ذمہ داری فوجی قیادت نے قبول کر لی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ وہ پورے غور وفکر، بہترین مشورے، ماضی کے تجربات اور درپیش چیلنجوں کی روشنی میں ''سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے بے لاگ احتساب'' کرے۔ قائد اعظم آخری لمحے تک اس موقف پر قائم تھے کہ پاکستان کی تعمیر اسلامی اصولوں

Marfat.com

ں روشنی میں ہونی چاہیے اور یہ کہ پاکستان کو اسلامی دنیا کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری تیسری دنیا کے لئے
نمونہ ہونا چاہیے اور یہ نمونہ جس ماڈل پر قائم ہوگا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت ہے۔
قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے ﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما﴾
(الاحزاب) ترجمہ: ''اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کی''۔
سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسلمان کی قوت کا اصل سرچشمہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس، اس
کے دین اور امت مسلمہ سے وفاداری کا تعلق ہے۔ مسلم امت کو نہ کسی دوسرے نظام اور نظریہ کی ضرورت
ہے اور نہ یہاں اور کلمہ چل سکتا ہے۔ احتساب ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ سیرت طیبہ کی روشنی میں ہوگا۔ ارشاد
ربانی ہے:

﴿یاھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون
من الکتب ویعفو عن کثیر. قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین. یھدی
بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمت الی النور
باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم﴾

(اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے تمہیں بہت سی وہ چیزیں
وضاحت سے بتاتا ہے جو تم کتاب میں سے چھپا لیتے تھے اور (تمہاری
بہت سی غلطیاں) معاف کر دیتا ہے۔ تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے
ایک روشنی اور ایک بیان کرنی والی کتاب آ گئی ہے اس کے ذریعے اللہ ان
لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا (کے باعث احکام) کی
پیروی کرتے ہیں اور انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے
اور سیدھی راہ کی طرف ان کی رہنمائی فرما دیتا ہے)۔ (المائدۃ: ۱۶-۱۷)۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے
اصولوں اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ راستوں سے گزر کر ہم ایک سچے مسلمان کی زندگی بسر کرسکتے ہیں اور اللہ
کی کتاب کی روشنی میں ہم اپنا احتساب کرسکتے ہیں۔

اور مزید یہ کہ "سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب" کا انقلابی کام وہی حکومت انجام دے سکتی ہے جو حقیقی معنوں میں اللہ اور اس کے رسول کی مطیع فرمان اور جس کی نگاہ میں اسلامی نظام حیات کا قیام ونفاذ اس کی اولین ترجیح ہو، ایسی ہی مخلص حکومت وہ سازگار ماحول وجود میں لاسکتی ہے، جو سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب" کے عمل کو بار آور ہونے کی ضمانت دے سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فمن اتبع هداى فلا يضل ولا يشقى﴾

جو میری ہدایت کی پیروی کرے وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

ومـــا عـــلـيــنـــا الا البـــلاغ.

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی- لاہور

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ. اما بعد؛

امین مصطفی بالخیر یدعو   کضوء البدر زایلہ اظلام

آپ ﷺ امین ہیں چنیدہ وبرگزیدہ ہیں۔ خیر کی دعوت دیتے ہیں۔ گویا ماہ کامل کی روشنی ہیں جس سے تاریکی آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔

(محب الدین ابوجعفر بن عبداللہ الطبری، خلاصۃ السیر، صفحہ نمبر۲۰)

سرور کائنات، فخر موجودات، معلم اعظم، مبلغ اعظم، ہادی اعظم، فقید المثال مدبر ومنتظم، بے مثال مربی و مزکی، لاثانی مقنن، عدیم النظیر منصف وقاضی، صاحب خلق عظیم، سائبان رحمت، محسن انسانیت، مونس دل شکستگاں، غریبوں اور مظلوموں کے والی، قائد تمدن، رحمۃ للعالمین عظیم الشان معاشی ومعاشرتی اسوہ کے حامل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ دنیا کے کامیاب ترین محتسب بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ ﷺ نے دنیا کو پہلی دفعہ احتساب بے لاگ کے تصور سے متعارف کرایا۔ یہ آپ ﷺ کی ذات گرامی کا اعجاز ہے کہ آپ نے پہلی دفعہ محتسب کا ادارہ قائم فرمایا۔ اہل مغرب کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ سویڈن میں ۱۸۰۹ء میں پہلی دفعہ محتسب کا ادارہ قائم ہوا تھا۔ آپ ﷺ کی شخصیت و ذات وصفات کے کئی رخ آئینے کی طرح موجود ہیں۔ اسی طرح کتنے ہی رخ آنے والے زمانے کے منتظر ہیں امن عامہ کے لیے سیاسی ہیت کی تشکیل نو کے لیے، معاشرت اور ثقافت کی تجدید کے لیے، معاشی اصلاح وترقی کے لیے آپ کی سیرت کا مطالعہ نسل انسانی کے لیے لازم ہے۔ حضور

Marfat.com

ﷺ کی حیات طیبہ بہترین اور کمال ترین نمونہ ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة﴾

(یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے)

آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال او احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی اقتدا ضرری ہے چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے یا معیشت سے یا سیاست سے (بحوالہ القرآن الحکیم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیہ، ترجمہ از مولانا محمد جونا گڑھی، تفسیری حواشی از مولانا صلاح الدین یوسف، شاہ فہد قرآن حکیم پرنٹنگ کمپلیکس، صفحہ ۱۱۷۲)۔

حضور اکرم ﷺ کے احتساب بے لاگ کا تذکرہ ابن خلدون، امام غزالی امام ماوردی، قاضی ابو یعلی ابن الاخوۃ، امام عبدالرحمٰن شیرازی، ابن تیمیہ، ابن قیم اور اس قسم کے بے شمار اکابرین کرام کی کتابوں اور تحریروں میں بکھرا پڑا ہے۔ بے لاگ احساب کا تصور قرآن حکیم اور سنت نبوی ﷺ میں درج ہے اور تاریخ اسلام کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

خلفائے راشدینؓ نے حضور اکرم ﷺ کے بے لاگ احتساب کی پیروی فرمائی۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کی بدولت محتسب کا عظیم الشان ادارہ دنیا کے کئی گوشوں میں پھیل چکا ہے۔ پاکستان میں بھی یہ ادارہ قائم ہو چکا ہے۔ ہمیں اتباع رسول ﷺ کرتے ہوئے بے لاگ احتساب کرنا ہوگا۔

احتساب کی تعریف اور اقسام:

لفظ احتساب ''حسب'' سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنا ہے۔ لفظ احتساب میں حساب طلب کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ محتسب وہ شخص ہے جو لوگوں سے ان کاموں کے بارے میں حساب طلبی پر مامور ہو جن سے لوگوں کو روکا گیا ہو یا کرنے کے لیے کہا گیا ہو۔ اسلامی شریعت میں اس کام کو ''امر بالمعروف ونہی المنکر'' کہا جاتا ہے۔ یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ قرآن حکیم میں بھی حساب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿فان الله سريع الحساب﴾

(کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے)(سورہ آل عمران: ۱۹)

غزالیؒ نے احتساب کی تعریف یوں کی ہے:

''احتساب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں کسی ناپسندیدہ کام کے ارتکاب سے روکا جائے تاکہ جس کو روکا جارہا ہے وہ اس برائی کے ارتکاب سے باز رہے۔''

(احیائے علوم الدین، جلد دوم، صفحہ نمبر ۳۳)

بقول پطرس بستانی احتساب کے لیے حسبہ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ (دائرہ المعارف، فحہ نمبر ۵۵۶) امام الماوردی فرماتے ہیں۔''احتساب سے مراد اچھائی کا حکم دینا ہے اور برائی سے روکنا ہے۔'' بحوالہ الاحکام السلطانیہ، صفحہ نمبر ۲۴۰)

مولانا سید محمد ہاشمی احتساب کی تعریف احمد محمود خواجہ کے مخطوطہ دیال سنگھ لائبریری کے والے سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب لوگ نیکی پر عمل کرنا چھوڑ دیں تو ان کو نیکی پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا جائے۔ دوسرا یہ لوگ فسق وفجور میں مبتلا ہوجائیں تو انہیں منع کیا جائے۔ اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا ظام احتساب، صفحہ نمبر ۸۱)

اب بے لاگ احتساب کے معانی بیان کیے جائیں گے۔ اردو کی چند لغات ملاحظہ ہوں:

(i) بے لاگ کے معنی ہے جس میں کوئی لگاؤ نہ ہو، صاف، بے غرض، بغیر کسی طرفداری کے کھرا۔ (بحوالہ مہذب اللغات مؤلفہ حضرت مہذب لکھنوی، جلد دوم، صفحہ نمبر ۴۵۹)

(ii) بے لاگ کے معنی ہیں کھرا، غیر جانب دار۔ (بحوالہ مختصر اُردو لغت، صفحہ ۱۴۵)

(iii) بے لاگ کے معنی ہیں بے تعصب، صاف ستھرا، پاک، (بحوالہ فیروز اللغات، ص ۲۴۹)

(iv) بے لاگ کے معنی ہیں بے غرض، بے لوث، پرخلوص۔

بے لاگ ہیں ہم، ہم کو لگاوٹ نہیں آتی
کیا بات بنائیں کہ بناوٹ نہیں آتی (مصحفی)

اس کے معنی بلا رورعایت کے بھی ہیں۔

Marfat.com

رکھتی ہی نہیں لگی گلو کی • بے لاگ ہے تیغ جنگ جو کی (گلزارداغ)

(بحوالہ اردو لغت تاریخی اصول پر جلد دوم، صفحات ۹۹۔۱۴۸۷)

احتساب کے معنی حساب کتاب، شمار، گنتی، عیب وصواب کی جانچ پڑتال، باز پرس، بھال، جائزہ محاسبہ اور مجازاً بری باتوں سے روک ٹوک اور ممانعت کے ہیں۔

میرے گنہ ہیں شمار وحساب سے باہر دم حساب بھلا احتساب کیا ہوگا (مسرور)

(ملاحظہ ہو، اردو لغت، تاریخی اصول پر، جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۴۳)

محتسب متولی اور محتسب متطوع

جس محتسب کو حکومت مقرر کرے اسے محتسب متولی کہتے ہیں۔ محتسب متطوع وہ شخص جو خالصتاً اللہ تعالی کی خاطر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے۔ ایسے محتسب کو حکومت مقرر کرتی۔

حضور اکرم ﷺ بطور محتسب اولین
(بے لاگ احتساب تاریخ کے آئینے میں)

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضور اکرم ﷺ دنیا کے محتسب اوّلین تھے۔ آپ ﷺ نے بے لاگ احتساب کا نظام رائج فرمایا۔ مغربی محقق بنجامین آر فوسٹر تحریر کرتا ہے کہ بازنطی دور میں احتساب کا نظیر نہیں آتا۔ وہ حسب ذیل اداروں کا ذکر کرتا ہے جو صرف بازاروں وغیرہ کی نگرانی کے لئے مختص تھے۔

(1) AGORANOMOS یہ یونانی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی مارکیٹ انسپکٹر کے ہیں، ارسطو نے بھی اس ادارے کا ذکر کیا ہے۔

(2) AEDILE یہ بھی ایک رومی ادارہ تھا۔

(3) EPARCH یہ ادارہ یونان میں قائم تھا۔

(4) EPISCOPOS یہ ادارہ شام میں قائم تھا۔

(ز) LOGISTES یہ ادارہ شام میں تھا۔ اس کا انچارج مارکیٹ اورسیر کہلاتا تھا۔

(BENJANMIN R. FOSTER AGORANOMOS AND MUHTASIB. PAGES.128-29)

الغرض بے لاگ احتساب تو بڑے دور کی بات ہے حضور اکرم ﷺ نے پہلی دفعہ ولایت مظالم کے ذریعے سے احتساب کا نظام دنیا کو متعارف کرایا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کا ہی فیض ہے کہ اب دنیا کے قریباً اکثر ممالک میں محتسب کا ادارہ قائم ہو چکا ہے۔ خلفائے راشدینؓ کے دور میں احتساب بے لاگ کا نظام ولایت المظالم کی شکل میں جاری رہا۔ حضرت علیؓ نے قاضی ابو ادریس الخوارزمی کو مظالم عدالتوں کا سربراہ بنایا تھا۔

حضرت عمرؓ نے قاضی القضاء ابوموسیٰ اشعری کو ان عدالتوں کا سربراہ بنایا (بحوالہ ابن عبدربہ، العقد الفرید، جلد اوّل، صفحات ۵۳۔۱۵۲)۔

احتساب کا یہ نظام اموی اور عباسی دور میں بھی رہا۔ فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ناظر المظالم کا عہدہ قائم کیا۔ سلطنت عثمانیہ میں احتساب کے بارے میں باقاعدہ قوانین اور ضوابط تشکیل پائے۔ اٹھارویں صدی میں سویڈن کا بادشاہ CHARLES X11 جلاوطن ہوکر ترکی میں آیا اس نے واپس جاکر سویڈن میں اس ادارے کو قائم کیا۔ ۱۸۰۹ء میں KING GUSTARY نے OMBUDSMAN کے نام سے ادارہ سویڈن میں قائم کیا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلو پیڈیا امریکانا اور دیگر مغربی سکالرز کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ پہلی دفعہ سویڈن میں محتسب کا ادارہ قائم ہوا۔ رسول اکرم ﷺ نے ہی پہلی دفعہ احتساب کا نظام قائم فرمایا۔ اس نظام کی خصوصیات احتساب بے لاگ، امر بالمعروف ونہی المنکر تھیں۔ عباسی دور میں تو ایران میں دیہاتوں میں بھی محتسب کام کرتے تھے۔ انڈیا میں ۱۱۹۳ء سے ۱۵۲۶ء تک اور بعد ازاں ۱۵۵۳ء تک ان عدالتوں کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ مسلمان بادشاہ خود احتساب کے نظام کی نگرانی کرتے تھے۔

احتساب قرآن حکیم کی روشنی میں

قرآن حکیم میں بے شمار جگہوں پر احتساب کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ حج کی آیت نمبر ۴۱ میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿الذین ان مکنّٰهم فی الارض اَقا موا الصلٰوة واٰتوا الزکٰوة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنکر ولله عاقبة الامور﴾

(یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں گے تو نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے)۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۴ میں ارشاد ہے:

﴿ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولٰئک هم المفلحون﴾

(اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱۴ میں ارشاد ہے:

﴿لا خیر فی کثیر من نجوٰهم الامن امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس﴾

(ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خبر ہیں۔ ہاں! بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے)۔

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۶ میں احتساب کا تصور واضح طور پر بیان فرمایا گیا۔

﴿ولا تقف مالیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنه مسئولا﴾

(جس بات کی تجھے خبر نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے)۔

Marfat.com

احتساب حدیث کی روشنی میں

بے شمار احادیث مبارکہ میں احتساب کا ذکر ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم منہ ثم تدعونہ فلا یستجاب لکم (رواہ الترمذی)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم امر بالمعروف اور نہی المنکر کرتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالی اپنی طرف سے تمہارے اوپر عذاب نازل کردے۔ اس وقت تم دعا کرتے رہوگے اور تمہاری دعا قبول نہیں کی جائیگی''۔(ترمذی)

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ومن رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان (رواہ مسلم)

''تم میں سے کوئی شخص برائی دیکھے تو ہاتھ سے روکے۔ اگر ایسا نہ کرسکے تو زبان سے (برا کہے) اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزورترین حصہ ہے۔(مسلم)

معاشرہ میں برائیوں کو روکنا اور احتساب کرنا مسلمان کا فرض ہے سید قطب شہید اپنی تفسیر فی ظلال القرآن کی جلد نمبر ۲ میں فرماتے ہیں:

''امت مسلمہ کا مقصد وجود امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے''۔(صفحہ نمبر ۲۵۷)

احتساب سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

حضور اکرم ﷺ نے بے لاگ احتساب کا تصور دیا اور ساری زندگی اسی اصول پر عمل فرمایا۔ آپ ﷺ بے لاگ احتساب کے ذریعے سختی بھی فرماتے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعے لوگوں کے اخلاق کو بھی سنوارتے۔ اس لحاظ سے یہ نظام احتساب فقید المثال تھا۔ ابن الاخوۃ اپنی شہرہ آفاق کتاب 'معالم

Marfat.com

القربۃ فی احکام الحسبۃ'' کے صفحہ نمبر ۷ پر اسی امر کی نشاندہی کرتے ہیں:

''الحسبة من قواعد الامور الدينية وقد كان ائمة الصدر الاول يباشرونها بانفسهم لعموم صلاحها وجزيل ثوابها وهى امر بالمعروف اذا ظهر تركه ونهى عن المنكر اذا ظهر فعله واصلاح بين الناس''۔

نبی اکرم ﷺ احتساب کے فعل کو خود ہی ادا فرماتے۔ تجارتی معاملات کی بھی نگرانی فرماتے تھے۔ مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد آپؐ نے تجارتی معاملات کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور تجارتی امور کی اصلاح فرمائی۔ آپ سختی سے تمام لوگوں سے ان معاملات پر عمل کراتے۔ ان لوگوں کو سزائیں دلاتے جو باز نہ آتے۔ آپ معاشی امور کی خود نگرانی فرماتے۔ آپ ﷺ خود بازار تشریف لے جاتے اور تاجروں کا احتساب فرماتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو غلہ کا ایک انبار دیکھا۔ اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی۔ دکاندار سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بارش میں بھیگ گیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ ''پھر اس کو اوپر کیوں نہیں کرلیا تا کہ ہر شخص کو نظر آئے''۔ (بحوالہ علامہ شبلی نعمانیؒ و علامہ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی جلد دوم صفحات ۴۳۔۴۲)

اس موقع پر حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من غش فليس منا

''جو لوگ ملاوٹ کرتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۵۳)

رسول اللہ ﷺ عمال اور افسروں پر کڑی نگاہ فرماتے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی انسان کامل صفحہ نمبر ۳۳۱)

''عمال اور افسروں پر کڑی نگاہ رکھتے۔ کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کراتے''۔

جب عمال زکوٰۃ اور صدقہ وصول کر کے لاتے تو حضور اکرم ﷺ اس امر کا جائزہ لیتے کہ

عمال نے کوئی ناجائز طریقہ تو نہیں اختیار کیا۔ ایک دفعہ ایک صحابی کا جائزہ لیا۔ جو صدقہ وصول کر کے لائے تھے انہوں نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ اس پر حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: ''گھر بیٹھے تم کو یہ ہدیہ کیوں نہ ملا''۔

اس کے بعد آپﷺ نے عام خطبہ دیا جسمیں اس بات کی سخت ممانعت فرمائی۔ (بخاری کتاب الاحکام، جلد دوم، صفحہ نمبر ۱۰۶۷)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ (شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام، جلد اوّل صفحہ نمبر ۸۹)

حضور اکرمﷺ کا احتساب بے لاگ تھا۔ انصاف کے معاملے میں اپنے اور بیگانے، دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ آپﷺ کے بے لاگ احتساب کی ایک اور مثال مسلم شریف میں درج ہے ایک دفعہ ایک خاتون فاطمہ مخزومیہ نے چوری کی۔ اس کے خاندان کے لوگوں نے بے عزتی کے ڈر سے حضرت اسامہؓ کے ذریعے حضور اکرمﷺ کو سفارش کروائی۔ حضرت اسامہؓ نے جونہی سفارش کے لیے بات شروع کی تو حضور اکرمﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا اور فرمایا۔ اے اسامہ! کیا اللہ کے حق میں تو سفارش کرتا ہے؟ انہوں نے معافی مانگ لی۔ اس کے بعد حضور اکرمﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:

''تم سے پہلے لوگ اسی بنا پر ہلاک ہوگئے کہ جب قوم کا بڑا آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی اس کا ارتکاب کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر فاطمہؓ بنت محمدﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس پر بھی حد جاری کر دیتا۔ پھر آپﷺ نے اس خاتون کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا''۔

(مسلم ۱۳۱۵۳)

انصاف کرتے وقت حضور اکرمﷺ کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم نیز اپنے اور بیگانے میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ بے لاگ احتساب کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ آپﷺ نے ہمیشہ اپنے آپ کو احتساب سے بالا نہ سمجھا۔ آپﷺ کی وفات سے چند دن قبل کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے آپﷺ

Marfat.com

نے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ جس کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو یا تو وصول کرے یا پھر معاف کردے۔ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے چند درہموں کا مطالبہ کیا جو فی الفور ادا کردیے گئے۔ (بحوالہ احمد بن حنبل : مسند، ا: حدیث نمبر ۱۷۸۴)

آنحضرت محمد ﷺ ظلم اور استبداد کے خلاف چٹان بن کر دنیائے عالم میں تشریف لائے آپ ﷺ نے احتساب بے لاگ کے ذریعے ظلم کی زنجیروں کو کاٹ ڈالا۔ ارشاد فرمایا:

''الظلم ظلمات يوم القيامة''

''ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن کر آئے گا''۔ (امام بخاری، صحیح، ص ۳۷۶)

آنحضرت ﷺ نے بے لاگ احتساب قائم کرنے کے لیے باقاعدہ طور پر ایک محکمہ قائم فرمایا جس کا نام ولایت المظالم رکھا گیا۔ ولایت مظالم سے مراد یہ تھا کہ آپس میں تعدی اور ظلم کرنے والے ہر دو فریق کو جبراً عدالت میں پیش کر کے انصاف کرایا جائے۔ عدالت مظالم کو مشہور مستشرق G.E. GRUNEBAUM نے COURT OF TORTS کے نام سے پکارا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ خود اس قسم کے مقدمے کا فیصلہ فرمایا اور حضرت زبیر بن العوامؓ اور ایک انصاری میں زمین کی سیرابی سے متعلق جھگڑے کو نبٹایا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ڈاکٹر محمود احمد غازی وعبدالرحیم اشرف بلوچ، ادب القاضی)۔

امام ماوردی نے لکھا ہے کہ مظالم عدالتیں لوگوں کو ستا اور فوری انصاف دیتی تھیں۔ (الاحکام السلطانیہ، صفحات ۲۴۳-۲۴۱)

برطانیہ کے قانون کے مطابق سربراہ مملکت احتساب سے بالاتر ہے۔ پروفیسر ہڈ فلپس کے مطابق:

> "The maxim" the king can do no wrong" meant not only that the king could not be made liable by action, but also that wrong could not be imputed to the king, and therefore he could not be said to havel authorised another to commit a wrong." O. Hood

Marfat.com

Phillins, Constitutional and administration Law PP. 548-560)

ترجمہ: ''یعنی یہ مقولہ کہ بادشاہ سے غلطی سرزد نہیں ہوسکتی اپنے اندر اس مطلب کو سموئے ہوئے ہے کہ بادشاہ کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں ہوسکتی۔ کوئی غلطی بادشاہ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح یہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دوسروں کو غلطی کرنے کی اجازت دے گا''۔

اس کے مقابلے میں حضور اکرم ﷺ کے کسی سلوک سے (نادانستہ طور پر) کسی شخص کو کوئی ایذا پہنچتی تو آپ ﷺ ہمیشہ اسے اپنا بدلہ لینے کے لیے فراخ دلانہ پیش کش فرماتے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار جلد ۱۹ حضرت محمد ﷺ رقمطراز ہے:

''عدل وانصاف کی حکمرانی کے لیے آپ ﷺ خود بھی ہمیشہ جواب دہی کے لیے آمادہ رہتے''۔ (صفحہ نمبر ۱۱۸)

سیرت طیبہ کے حوالے سے ہمیں بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے آپ کو بھی احتساب سے بالا نہ سمجھا۔ ایک دفعہ مال غنیمت کی تقسیم کے دوران میں ایک شخص کے چہرے پر آپ ﷺ کے نیزے کا زخم لگ گیا جو اپنا حصہ لینے کی خاطر آپ ﷺ پر جھک آیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فوراً اسے بدلہ لینے کی پیش کش کی مگر اس نے حضور اکرم ﷺ کو معاف کر دیا۔ (ابو داؤد ۳: ۷۶۳)

سیرت طیبہ کے حوالے سے ایک اور مثال مورخین اسلام نے تحریر کی ہے۔ قاضی محمد سلیمان، سلیمان منصور پوریؒ رحمۃ للعالمین میں تحریر کرتے ہیں۔

''جنگ بدر میں فوج کی صف بندی ہو رہی ہے۔ ایک صحابی صف کے برابر نہ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پتلی چھڑی سے جو حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی اس کے پہلو میں ٹھوکا دیا کہ برابر ہو جاؤ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو اس سے ایذا ہوئی میں تو بدلہ لوں گا۔ فرمایا: میں موجود ہوں۔ وہ بولا کہ میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا۔ حضور ﷺ بھی کرتا اٹھا لیں۔ حضور ﷺ نے کرتہ اٹھا لیا تو اس نے بڑھ کر جسد نورانی کو چوم لیا۔ عرض کیا کہ میرا مدعا اس گستاخی سے یہ تھا کہ

دنیا سے رخصت ہوتا ہوا اس شرف کو حاصل کرتا جاؤں۔" رحمۃ للعالمین، جلد سوم، صفحہ نمبر ۳۸۸)

تجارتی امور میں بھی حضور اکرم ﷺ کا احتساب بے لاگ تھا۔ حضور اکرم ﷺ ایک موقعہ پر بازار تشریف لے گئے تو ایک شخص کو کوئی چیز تولتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: "اچھی طرح تولو اور جھکتا ہوا تولو"۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ (تجارتی معاملات میں احتساب کی خاطر) صحابہ کرامؓ کو بھی بازار روانہ فرماتے تھے۔ عبدالحی الکتانی نے ایسا واقعہ التراتیب الاداریہ میں درج کیا ہے (ملاحظہ ہو التراتیب الاداریہ، جلد اوّل صفحہ ۲۸۵)

یہ حضور پاک ﷺ کی بے لاگ احتساب میں دلچسپی تھی کہ آپ ﷺ نے اس کام کے لیے مستقلاً محتسب قائم فرمائے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

مدینہ منورہ : حضرت فاروق اعظمؓ

مکہ مکرمہ : حضرت سعید بن سعید بن العاص

(بحوالہ التراتیب الاداریہ، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۲۸۷)

خاتون محتسب: سمراء بنت نہیک الاسدیہؓ

حضور اکرم ﷺ نے سمراء کو محتسب مقرر فرمایا۔ (بحوالہ التراتیب الاداریہ، صفحات ۲۸۶۔۷)

یہ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کی وجہ سے تھا کہ تجارتی امور میں بے لاگ احتساب کے لیے صاحب السوق یا عامل السوق کا ادارہ تجارتی معاملات میں احتساب کرتا تھا (ملاحظہ ہو الماوردی، الاحکام السلطانیہ) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مطابق محتسب بد دیانت تاجر کو شہر بدر کرنے کا بھی اختیار رکھتا تھا۔

شاہ معین الدین احمد ندوی رقم طراز ہیں۔

"تجارت میں آپ ﷺ نے بہت سی اصلاحات کیں اور ان پر سختی سے عمل کریا جو لوگ تخمینہ سے غلہ خریدتے تھے اان کو اس بات پر سزا دی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود اسی جگہ بیچ دیں"۔ (تاریخ

Marfat.com

اسلام، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۸۹، نیز ملاحظہ ہو بخاری کتاب البیوع)۔
یہ صرف تجارتی امور بلکہ معاشرتی اور سیاسی امور میں بھی حضور علیہ السلام نے بے لاگ احتساب کا تصور دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

الا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته

خبر دار! تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر کسی سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔(متفق علیہ)

ایک اعتبار سے ہر مسلمان محتسب ہے بے لاگ احتساب اس صورت میں ممکن ہے اگر ہر شخص اس حدیث پاک پر عمل کرے، جو احتساب بے لاگ کے نظام میں کلیدی پتھر کی حیثیت رکھتی ہے۔ عدالتیں اس پر عمل پیرا ہوں تو ظلم کی بیخ کنی ہو جائے۔

ایها الناس انما اهلک الذین قبلکم انهم کانو اذا سرق فیهم شریف ترکوه واذا سرق فیهم الضعیف اقاموا علیه الحد وایم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدها. (مسلم، کتاب الحدود)

حضرت معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا والی بناتا ہے اور وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکے اور فریب کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے''۔

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے:

''میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ وہ فرمانروا جو ظالم اور خائن ہو اور وہ شخص جو دھوکہ دینے والا دین کی حدوں کو توڑنے والا ہو''۔

حضور اکرم علیہ السلام جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو اس وقت مسجد نبویؐ میں مسلمانوں کا ہجوم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں تشریف لائے اور فرمایا:

"یایها الناس! من کنت جلدته ظهراً فهٰذا ظهری فلیستقد منه ومن کنت شتمته عرضاً فهٰذا عرضی فلیستقد منی ومن اخذت له مالاً فهٰذا مالی فلیاخذ منه ولا یخشی الشحناء وھی لیست من شانی".

"اے لوگو! میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے اس سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے"۔

ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے "اپنی ذات اقدس کو اپنے خاندان اور اقرباء کو قانون شرعی سے بالا تر نہیں سمجھا"۔ (بحوالہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، ضیاء النبیؐ، جلد پنجم، صفحات ۳-۴۱۲)

حضور اکرم ﷺ کے احتساب بے لاگ کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

"قانون میں یہودیوں کے مختلف گروہوں کے ساتھ مدینہ میں یکساں سلوک نہیں ہوتا تھا۔ بنونضیر کے یہودی اپنے سماجی بلند رتبہ کی وجہ سے بنوقریظہ سے فائق تصور کئے جاتے تھے۔ اگر بنونضیر میں سے کوئی شخص قتل ہوجاتا تو پورا خون بہا ادا کیا جاتا لیکن بنوقریظہ کے معاملہ میں خون بہا کا صرف نصف ادا کیا جاتا۔ حضور پاک ﷺ نے فیصلہ سنایا کہ قانون میں سب یہودی برابر ہیں۔ آپ ﷺ نے اس فیصلے کے ذریعے بنونضیر اور بنوقریظہ کے خون بہا کو برابر قرار دے دیا"۔

(بحوالہ ابن ہشام، سیرۃ جلد ۱، مصر ایڈیشن، ۱۹۹۵ء، صفحہ نمبر ۵۶۶)

حضور اکرم ﷺ نے جہاں عدلیہ کی فضیلت بیان فرمائی اس کے ساتھ ساتھ اس کا بے لاگ احتساب بھی فرمایا۔ حضرت عائشہؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

"قیامت کے دن منصف قاضی پر بھی ایک وقت ایسا آئے گا جب وہ حسرت

سے کہے گا کہ اے کاش میں نے دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا'' (بحوالہ احمد فی سندہ) محمد بن فرج ابن الطلوع الاندلسی، اقضیۃ الرسول، صفحہ نمبر ۵۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

من ولی القضاء او جعل قاضیاً بین الناس فقد ذبح بغیر سکین

''جو منصب قضا پر فائز کیا گیا جسے لوگوں کا قاضی بنادیا گیا اسے گویا الٹی چھری سے ذبح کیا گیا'' (ابو داؤد): (اقضیۃ الرسول، صفحہ نمبر ۵۲)

ایک اور جگہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

اذا جلس القاضی فی مکانہ ھبط علیہ ملکان یسددانہ ویوفقانہ و یرشد انہ مالم یجر، فاذا جار عرجا وترکاہ (السنن الکبریٰ للبیھقی)

''جب قاضی اپنی نشست پر بیٹھتا ہے تو اس پر دو فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو اس کو صحیح راستے پر رکھتے ہیں، اس کو حسن توفیق بخشتے رہتے ہیں اور اس کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ (یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے) جب تک وہ ظالم وتعدی کا ارادہ نہ کرے، جونہی وہ ظلم وجور کی طرف مائل ہوتا ہے یہ دونوں فرشتے اس کو چھوڑ کر آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں''۔ (ادب القاضی، صفحہ نمبر ۱۸۲)

حضور اکرم ﷺ نے قاضیوں کے احتساب کے بارے میں فرمایا: اور اس ضمن میں حضرت ابوحمید الساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ھدایا الامرآء غلول (السنن الکبریٰ البیھقی)

(حکام کو دیے جانے والے ہدایا اور تحائف ناجائز مال ہیں)۔ (ادب القاضی، صفحہ نمبر ۱۸۴)

طب کا شعبہ بھی فقہ اسلامی میں احتساب سے بالانہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس شعبے میں

Marfat.com

بھی بے لاگ احتساب فرمایا، اگر ڈاکٹر یا حکیم یا طب کے شعبہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص اپنی ڈیوٹی غفلت سے سرانجام دے اور اس غفلت کی وجہ سے مریض کی جان ضائع ہوجائے یا اسے کوئی اور جسمانی نقصان پہنچے تو اس صورت میں وہ ذمہ دار ہے اگر وہ دیدہ دانستہ غفلت برتے۔ (امام نووی، منہاج الطالبین، صفحات ۵۵۔۵۴) ابن قداوہ کے نزدیک اگر ڈاکٹر کسی کی موت اپنی غفلت سے واقع کرے تو اس پر قصاص واجب ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا اعجاز ہے کہ آج سے پندرہ صدیاں پہلے آپ ﷺ نے خطاء الطبیب کا قانون دنیا میں پہلی دفعہ متعارف کرایا اور بے لاگ احتساب کی ایک اور عمدہ مثال قائم فرمادی حالانکہ برطانیہ جیسے مہذب ملک میں پہلی دفعہ Roe V. Ministry of the Health کے مقدمہ میں چیف جسٹس لارڈ ڈیننگ نے ۱۹۴۷ء میں ڈاکٹر کی غفلت کی وجہ سے مریض کو معاوضہ دلایا تھا۔ اس مقدمے میں مدعی کے غلط آپریشن کی وجہ سے مریض کی کمر کے نچلے حصے تک فالج گر گیا تھا۔ (تفصیل کے ملاحظہ ہو۔ پروفیسر سامنڈ کی کتاب ''ٹارٹ'' (Salmond and Heuston, Law of Torts)

یہ حضور اکرم ﷺ کے بے لاگ احتساب کا نتیجہ ہے کہ فقہ اسلام میں شروع ہی سے طبیب یا سرجن کے خلاف غفلت کا دعویٰ ہوسکتا ہے۔ ترکی میں یہ قانون ہے کہ ان ڈاکٹروں کے خلاف علاج کی پابندی ہوگی جو عوام الناس کے لیے خطرے کا موجب ہوں (ملاحظہ ہو C. T. Tyser, The Mejelle, Article 964)۔

الغرض حضور اکرم ﷺ نے مکمل اور بے لاگ احتساب کا نظام قائم فرمایا: اگر ہم آپ ﷺ کے بے لاگ احتساب کی خصوصیات کو سامنے رکھیں تو حسب ذیل امور میں آپ ﷺ کا احتساب ہمارے لئے باعث رہنمائی ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں احتساب فرمایا۔ مثلاً:

(۱) سیاسی امور میں احتساب بے لاگ

(۲) معاشرتی امور میں احتساب بے لاگ (امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نظام کے ذریعے سے)

(۳) اقتصادی اور تجارتی امور میں احتساب بے لاگ

(۴) بے لاگ عدل وانصاف

(۵) اس احتساب کے نظام میں عدلیہ، فوج، انتظامیہ حتیٰ کہ سربراہ مملکت بھی احتساب سے بالا نہیں ہیں۔

Marfat.com

(۶) زندگی کے تمام شعبوں میں احتساب بے لاگ حتیٰ کہ طب کے شعبہ میں بھی احتساب حالانکہ اس شعبے میں احتساب کا تصور یورپ میں پہلی بار ۱۹۴۷ء میں آیا۔

(۷) آپ ﷺ نے خود احتسابی کا تصور یا۔ بقول سید ابو الاعلیٰ مودودی:

"باہر کوئی گرفت کرنے والی پولیس اور سزا دینے والی حکومت موجود ہو یا نہ ہو، اس کے اندر ایک ایسا محتسب بیٹھا رہے گا جس کی پکڑ کے خوف سے وہ کبھی خلوت میں یا جنگل میں، یا اندھیرے میں یا کسی سنسان جگہ بھی خدا کی نافرمانی نہ کر سکے گا"۔ (سیرت سرور عالم ﷺ، جلد اول، صفحات ۳۵۔۲۳۴)

(۸) حضور اکرم ﷺ نے معاشرے کے اخلاق کو احتساب بے لاگ کے عمل سے سنوارا۔ اس لحاظ سے یہ نظام احتساب فقید المثال ہے آج یورپ اخلاقی بربادی اور بے راہ روی سے دوچار ہے وہاں احتساب کا نظام تو موجود ہے لیکن عائلی نظام برباد ہو چکا ہے۔

(۹) آپ ﷺ نے حدود وتعزیرات کے نظام سے احتساب بے لاگ فرمایا۔ اس طرح جرائم کی بیخ کنی ہوئی بقول زاد المعاد از حافظ ابن القیم۔

"آپ ﷺ نے قبیلہ عرینہ والوں کو قصاص میں یہ سزا دی کہ ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے اور آنکھوں میں گرم سلائی ڈالی کیوں کہ انہوں نے چرواہوں کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔ پھر انہیں چھوڑ دیا اور وہ بھوک پیاس سے مر گئے۔(ص ۳۷۰)

حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل فرماتے ہوئے خلفائے راشدینؓ نے احتساب بے لاگ کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ بقول شبلی نعمانی:

"حضرت عمرؓ کا عدل وانصاف ہمیشہ بے لاگ رہا جس میں دوست دشمن کی تمیز نہ تھی"۔ (الفاروق صفحہ نمبر ۳۰۹)

حضرت عمرؓ عمال کا محاسبہ فرماتے، دروازہ پر دربان نہ رکھنے دیتے۔ عمال کی روانگی کے وقت ان کے سامان کی ایک فہرست محفوظ کر دی جاتی تھی۔ واپسی پر زیادہ مال واسباب نکلتا تھا تو باز پرس ہوتی اور مال

Marfat.com

ضبط کر کے بیت المال میں داخل کرادیا جاتا تھا۔ حج کے موقع پر ان کے خلاف شکایات سنتے۔ اگر کوئی عامل زیادتی کرتا تو مجمع عام میں اسے سزا دیتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ عیاض بن غنم عامل مصر کو قیمتی لباس پہننے اور محل بنانے کی شکایت پر کمبل کا کرتہ پہنوا کر اس سے بکریاں چرواویں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کوفہ کے عامل تھے انہوں نے محل بنوایا جس میں ڈیوڑھی تھی۔ جب حضرت عمرؓ کو خبر ملی تو آپؓ نے ڈیوڑھی میں آگ لگوادی۔ آپؓ عمال کی اخلاقی نگہداشت بھی فرماتے۔ آپؓ بیت المال کی حفاظت فرماتے۔ آپؓ کے لباس مبارکہ پر بارہ پیوند دیکھے گئے۔ ایک بار ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی جعلی مہر تیار کی اور اس کی مدد سے فرضی حکم لکھ کر بیت المال سے کچھ رقم لے لی۔ آپؓ نے مسلسل تین روز تک اس شخص کو سو سو کوڑے لگوائے۔ (الحسبہ فی الاسلام، صفحہ نمبر بحوالہ ادب القاضی، صفحہ ۷۵۴) کئی مثالیں حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کے دور مبارکہ میں بھی دی جاسکتی ہیں۔ آپ نے بھی ہمیشہ خود احتسابی سے کام لیا۔

یہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات کا فیض تھا کہ محتسب کا ادارہ خوب پھولا پھلا۔ الماوردی، یعلی ابن القیم، ابن الاخوہ، ابن خلدون جیسے اکابرین نے اس ادارے کی معرفت لکھا ہے کہ شراب وآلات لعب کے بارے میں محتسب احتساب کرتا۔ ناجائز خرید وفروخت برائیوں، اوزان، سکوں، اور پیمانوں نیز جرم کے دکانداروں، نیز واعظین، قاضیوں اور افسروں کا احتساب ہوتا۔

پاکستان میں بے لاگ احتساب کی ضرورت
(سیرت طیبہ کی روشنی میں)

دور جدید میں بے لاگ احتساب کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان میں بھی احتساب کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ دور جدید میں جہاں انسان کو سہولتیں ملی ہیں وہاں اس کے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں دھواں خارج کرنے والی فیکٹریاں، خطرناک مشینری، فیکٹریوں میں زرد زرد چہروں والے مزدور، سڑکوں پر کام کرنے والے گرد گرد چہروں والے مزدور، پہاڑوں میں کام کرنے والے کوہکن، کاروں، ٹرکوں اور بسوں کے حادثات، ریلوے کے مہلک حادثات، پھٹنے والے تیل کے ناقص چولہے اور جھلس کر ہلاک ہوجانے والی خواتین اور فضا میں معلق خطرناک لفٹ چیئرز حادثات کا باعث بنتی ہیں۔

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

ہتک عزت کے واقعات، سنسنی خیز سکینڈل دندناتے صحافی اور نام نہاد اہل قلم، اخبارات، ابلاغ عامہ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے لوگوں کی تضحیک، فحاشی تمسخر اور ثقافتی یلغار، سرراہ کھلے ہوئے گٹر جو موت کے کنوئیں اور موت کے پھندے ہیں بچوں کے لیے جگہ جگہ بکھرے ہوئے خطرات، خواتین کی توہین کے واقعات، انسانی حقوق پر ڈاکے، قتل وغارت، ضربات، انسانی خون کی ارزانی، معاشرے میں ہر سو ظلم ہی ظلم، ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات، دوسروں کی جائیداد پر ناجائز قبضہ، گورنمنٹ کی اراضی پر ناجائز قبضے، ڈاکٹروں میں انسانی ہمدردی کا فقدان، یہ زخم، یہ جراحتیں مفلوج جسم، بکھری ہوئی لاشیں، مخدوش اور پرانی عمارات کے حادثات، تجارتی حقوق پر حملے، جعلی اشیاء کی تیاری، انسانوں کو ناجائز طور پر پابند سلاسل کردینا۔ تھانوں میں انسانی درندگی کی بدترین مثالیں، ان عقوبت خانوں میں حقوق العباد کی پامالی دراصل اسفل السافلین کی بدترین مثالیں ہیں، دھوکہ دہی، جھوٹ، ہر شے میں ملاوٹ، ادویات میں ملاوٹ، اشیائے خورد ونوش میں ملاوٹ، امانت میں خیانت، عدالتوں میں دھکے کھانے والے سائل، بیوروکریسی سے بے زار عوام، جیلوں میں ناگفتہ بہ حالات میں رہنے والے قیدی، ٹیلی فون کے ذریعے لوگوں کو تنگ کرنے کے واقعات، واپڈا اور ٹیلی فون کے محکمہ جات کے علاوہ حکومت کے دیگر محکمہ جات جو عوام الناس کے مسائل کو کما حقہ حل نہیں کرتے۔ ان تمام معاملات میں احتساب بے لاگ کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں اس بارے میں حضور ﷺ کے احتساب بے لاگ سے راہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔ پاکستانی معاشرے میں عورت جو بیٹی بھی ہے، بہن بھی ہے، ماں بھی ہے اور رفیقہ حیات بھی ہے دور حاضر میں مغربی افکار اور مغربی ثقافت کی لپیٹ میں آنا شروع ہوگئی ہے۔ جھریوں والے چہروں پہ ملے ہوئے غازے، کپکپاتے ہونٹوں پر سرخی، فیشن، فرینڈ شپ، ماڈرن ازم، لبرل ایجوکیشن اور انڈرسٹینڈنگ نے عورت کو بے حیا کردیا۔ لچر شاعری، مخرب اخلاق لٹریچر اور کلچرل شوز نے معاشرے میں بگاڑ پیدا کردیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ویڈیو کا ناجائز کاروبار قانوناً بند کردیا جائے۔ پاکستان میں محتسب کو اتنا بااختیار بنا دیا جائے کہ وہ ان تمام معاشرتی برائیوں کا کما حقہ تدارک کرسکے۔

پاکستان میں احتساب کا نظام وفاقی محتسب کے ادارے کے ۱۹۸۳ء میں قیام سے شروع

Marfat.com

ہوا تو اس سے پہلے عدلیہ اور دیگر ادارے احتساب کا عمل کرتے رہے۔ پاکستان میں وزیر اعظم کی معائنہ ٹیم فیڈرل انٹی کرپشن کمیٹی، عدالتیں، (سپریم کورٹ سے سول کورٹس تک) اسمبلیاں، پبلک اکاؤنٹس کمیٹی، آڈٹ محکمہ، وزیر اعلیٰ کی انسپکشن ٹیم (موجودہ گورنر انسپکشن ٹیم)، سپریم جوڈیشل کونسل، انسداد رشوت ستانی کا محکمہ اجلاس عام اور کھلی کچہریاں، ڈپٹی کمشنر کا ادارہ، اخبارات، محکمہ جات کی مختلف یونینز، ملٹری پولیس، ایف آئی اور اس قسم کے کئی دفاتر احتساب کا عمل سرانجام دیتے رہے ہیں۔ نواز شریف دور میں فیڈرل احتساب کمشنر ا خدمت کمیٹیاں بھی احتساب کرتی رہی ہیں۔

پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا مگر صد افسو کہ سیاسی لیڈروں، جاگیرداروں اور بیوروکریسی نے عوام کے حقوق کو بری طرح پامال کیا۔ قائداعظمؒ اور لیاقت خان جیسے قائدین کے بعد ملک کی حالت ابتر ہوتی چلی گئی۔ قومی خزانے لوٹے گئے گویا کہ وہ مال مفت ہے پاکستان میں عدم احتساب کی وجہ سے ادارے بری طرح متاثر ہوئے۔ بیت المال کو بری طرح لوٹا گیا۔ بدتر قسم کی خیانت کے واقعات سامنے آئے۔ حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ امریکہ نے ایک لسٹ شائع کی جس مطابق ۸ ہزار پاکستانی سیاست دان، اعلیٰ سول و فوجی افسران اور تاجر منشیات کی سمگلنگ میں ملوث ہیں۔

عدم احتساب کی وجہ سے وطن عزیز میں بدترین خیانت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

گورنر سٹیٹ بینک آف پاکستان کے مطابق اگر ایک اعلیٰ آفیسر ۱۰ ہزار روپے ماہانہ بچائے تو پھر بھی ۳۰ سال سروس کرنے کے بعد وہ ۳ یا ۴ ملین روپے کا گھر نہیں بنا سکتا۔

(Iram Seghal, Accountability, (Article) The Nation, Lahore, 30th October, 1999)

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰ ملین روپے رشوت کی نذر ہوجاتے ہیں۔ سابقہ جمہوری حکومت نے ۲۰۰ سے ۴۰۰ بلین روپے کی بدعنوانیاں کی ہیں۔

(Aziz Siddiqui, The Motions of Accountability, (Article), In the Daily Dawn, 30-10-1999)

چند اور مثالیں ملاحظہ ہوں:

ایک آڈٹ رپورٹ کے مطابق ایک سابق وزیر اعلیٰ پنجاب نے ۲ ماہ میں سرکاری خزانے

سے ۹ لاکھ ۱۹ ہزار روپے پھولوں کی خریداری پر خرچ کئے اور قوانین اور ضابطوں کو نظر انداز کیا گیا۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ، ۱۳ جولائی ۱۹۹۹ء لاہور ایڈیشن، صفحہ نمبر ۱۶)۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

۱- ۱۹۹۹۔ ۱۹۸۶ء کے دوران قرضوں کی معافی	:	۳۰ ارب ایک کروڑ روپے
۲- محمد خان جونیجو کے دور میں قرضے معاف ہوئے	:	۴۲،۴۹۳ کروڑ روپے
۳- بینظیر کے دور میں قرضے معاف ہوئے	:	۲۳،۷ ارب روپے

(State Bank of Pakistan, Credit Information Bureau)

بحوالہ روزنامہ جنگ، لاہور ۱۳ مارچ ۲۰۰۰ء صفحات ۱،۱۴)

من حیث القوم ہم روح محمد ﷺ کے آگے شرمندہ ہیں۔ ہم حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو بھول گئے اور ہم نے اپنا احتساب بے لاگ نہ کیا۔

الرحیق المختوم میں مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کا حضور اکرم ﷺ کے بارے میں یہ واقعہ ملاحظہ ہو:

> ''وفات سے ایک دن پہلے بروز اتوار نبی کریم ﷺ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد فرمادیا۔۔۔ رات میں چراغ جلانے کے لیے حضرت عائشہؓ نے تیل پڑوسن سے ادھار لیا۔ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (کوئی ۷۵ کلو) جو کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔ (صفحہ ۷۴۱)

رسول اللہ ﷺ کا یہ آخری واقعہ اور عمل مبارک سربراہان عالم کے لیے باعث تقلید ہے۔ ہمارے سربراہوں کے لیے بھی حضور اکرم ﷺ کا یہ مبارک عمل مقام عبرت ہے۔ افسوس ہم اسوہ حسنہ کو بھول گئے۔ اگر ہمیں بطور زندہ قوم کے رہنا ہے تو ہمیں سیرت طیبہ کی روشنی میں احتساب بے لاگ سے کام لینا ہوگا۔

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے اکتوبر ۱۹۹۹ء میں سات نکاتی ایجنڈا دیا تھا جس میں احتساب بے لاگ کا ذکر ہے۔ اب ایک شفاف احتساب کا عمل شروع ہوگیا ہے ملاحظہ ہو:

(National Accountability Bureau Ordinance of 1999).

Marfat.com

روزنامہ جنگ مورخہ ۲۹ر نومبر ۱۹۹۹ء کے مطابق "احتساب بے لاگ، منصفانہ اور مکمل ہونا چاہیے"

تجاویز:

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کو پاکستان میں لاگو کرنے کے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سیاسی امور میں احتساب بے لاگ کی اشد ضرورت ہے۔ سیاسی لیڈروں نے لوٹ کھسو سے جو مال اکٹھا کیا اور ناجائز ذرائع سے جو دولت کمائی اس کا فی الفور احتساب ملک وملت کے وسیع تر مفاد میں ہے۔ پاکستان میں یہ عمل شروع ہو چکا ہے اور جاری رہنا چاہیے۔

(۲) معاشی امور میں بھی احتساب کی بہت ضرورت ہے۔ تاجروں، صنعتکاروں اور منافع خوروں کا احتساب وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہمیں آڈیٹر جنرل کے عہدے کو فعال بنانا ہوگا اور اس جیسے اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنانا ہوگا۔

(۳) تمام معاشرتی امور میں احتساب بے لاگ کی ضرورت ہے۔ محتسب کے ذریعے سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام لے سکتے ہیں۔ معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ کرنا ہوگا۔

(۴) صحافتی امور میں بھی احتساب بے لاگ کی ضرورت ہے۔ زرد صحافت کو روکنا ہوگا۔ مخرب اخلاق لٹریچر اور ناجائز ویڈیو کے کاروبار کو روکنا ہوگا۔

(۵) بیوروکریسی کے بھی احتساب بے لاگ کی ضرورت ہے بالخصوص پولیس کا محاسبہ لازمی ہے۔

(۶) پاکستانی معاشرے کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے محتسب کو ایسا قانونی اختیار دیا جائے جس سے وہ عوام کے اخلاق کو سدھار سکے۔

(۷) منشیات کی روک تھام کا کام محتسب کو دیا جائے۔

(۸) رشوت کی روک تھام اور عوام الناس کے حقوق کی پامالی کی صورت میں محتسب کے پاس ایسا ضابطہ موجود ہو جس کے تحت وہ ان لوگوں کی گرفت کر سکیں جو رشوت کے اور عوام الناس کے حقوق کی پامالی کے مرتکب ہوں۔ اس ضمن میں پاکستان میں بہتر پیش رفت ہو رہی ہے۔

Marfat.com

(۹) فوج اور عدلیہ کا بھی محاسبہ ضروری ہے۔ سپریم جوڈیشنل کونسل جیسے ادارے موجود تو ہیں لیکن عملاً احتساب بے لاگ نہیں ہو رہا۔

(۱۰) خوراک اور ادویات میں ملاوٹ اور شعبہ طب کی غفلت کے مقدمات محتسب کے دائرہ کار میں ہونے چاہئیں۔

(۱۱) ڈویژنل اور ضلعی سطح پر بھی محتسب ہونے چاہییں۔ ایک تجویز یہ بھی کہ خواتین کے حقوق کی پاسبانی کے لیے بھی محتسب ہونے چاہییں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول کریم ﷺ کا احتساب بے لاگ لاگو کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

وصلی اللہ علی المبعوث رحمة للعالمین رسول الھدی ومرشد الانسانیة الی طریق النجاة والفلاح وعلی آله وصحبه وسلم والحمد لله رب العالمین.

Marfat.com

فہرست کتب

(اس مقالے کی تیاری میں حسب ذیل کتب اور مضامین سے استفادہ کیا گیا)

۱۔ القرآن الحکیم وترجمہ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیۃ، اردو ترجمہ از مولانا محمد جونا گڑھی، تفسیری حواشی از مولانا صلاح الدین یوسف، شاہ فہد قرآن حکیم پرنٹنگ کمپلکس، مدینہ منورہ، ۱۴۱۹ھ۔

۲۔ ابن الاخوۃ محمد بن محمد بن احمد القرشی، معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، مطبع دارالفنون، کیمبرج ۱۹۳۷

۳۔ ابن القیم زاد المعاد (اردو ترجمہ) ڈاکٹر مقتدی حسن الازہری، ادبیات، لاہور، تاریخ اشاعت نامعلوم

۴۔ ابن تیمیہ رسالۃ الحسبۃ فی الاسلام، طبع مصر۔

۵۔ ابن جوزی ابو الفرج عبدالرحمٰن، تاریخ عمر بن الخطاب مطبع التوثیق الادبیۃ، مصر

۶۔ ابن خلدون المقدمہ، دارالکتب، لبنان، بیروت، ۱۹۶۱ء

۷۔ ابن عبدربہ العقد الفرید، مطبعہ الاستقامہ، قاہرہ ۱۹۵۳ء۔

۸۔ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر، (اردو ترجمہ) مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، طبع اوّل۔

۹۔ ابن ہشام السیرۃ النبویہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶ء۔

۱۰۔ ابن ہشام سیرت ابن ہشام مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۵ء

۱۱۔ ابو داؤد السنن، مطبعہ السعادہ، مصر، ۱۹۵۰ء۔

۱۲۔ ابو یعلیٰ الاحکام السلطانیہ، طبع قاہرہ، ۱۹۶۶ء۔

۱۳۔ احمد بن حنبل المسند، دار المعارف، مصر، ۱۹۳۶ء۔

۱۴۔ ادب القاضی ترتیب وتدوین محمود احمد غازی، عبدالرحیم اشرف بلوچ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۴۰۳ھ۔

۱۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد نمبر ۱۹ (مقالہ حضرت محمد ﷺ)، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۶ء۔

۱۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اوّل و دوم، ترقی اردو بورڈ، کراچی، ۱۹۷۷ء۔

۱۷۔ البخاری محمد بن اسماعیل الجامع الصحیح، طبع مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۴۵ھ۔

Marfat.com

۱۸۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن مشرف النووی ریاض الصالحین، نیشنل ہجرہ کونسل، اسلام آباد ۱۹۹۲ء۔

۱۹۔ امام الماوردی، الاحکام السلطانیہ (اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم) نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۳ء۔

۲۰۔ امام عبدالرحمٰن بن نصر بن عبداللہ بن محمد الشیر ازی نہایت الرتبہ فی احکام الحسبۃ، قاہرہ ۱۹۴۶ء۔

۲۱۔ امام غزالی، احیاء علوم الدین قاہرہ۔

۲۲۔ امام نووی محی الدین ابوزکریا منہاج الطالبین، انگریزی ترجمہ از ہورڈ، لندن، ۱۹۷۷ء۔

۲۳۔ پطرس بسطامی دائرۃ المعارف، طبع ایران

۲۴۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ ضیاء النبیؐ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۱۸ھ۔

۲۵۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ الجامع الصحیح، مصطفیٰ البابی الحلبی، دارالاحیاء التراث الغزالی، بیروت۔

۲۶۔ چوہدری مشتاق احمد اسلام کا بلدیاتی نظام، پاک عرب علمی فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۸۳ء۔

۲۷۔ حامد انصاری (مولانا) اسلام کا نظام حکومت، مکتبہ الحسن، لاہور، سال اشاعت نامعلوم۔

۲۸۔ ڈاکٹر حافظ محمد یونس رسول اللہ ﷺ کا سفارتی نظام، دارالفرقان، راولپنڈی ۱۹۹۶ء۔

۲۹۔ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی نور مبین ﷺ، حسن اختر ایسوسی ایٹس، کراچی، ۱۹۹۳ء۔

۳۰۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن النظم الاسلامیہ (اردو ترجمہ، مسلمانوں کا نظام مملکت از مولانا علیم الدین صدیقی، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۷۵ء۔

۳۱۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والثقافی والاجتماعی، دار الاحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۶۴ء۔

۳۲۔ ڈاکٹر خالد علوی انسان کاملؐ الفیصل ناشران، لاہور ۱۹۹۷ء۔

۳۳۔ ڈاکٹر لیاقت علی نیازی، اسلام میں قانون ثارٹ کا تصور، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۱۹۹۶ء۔

۳۴۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ۱۹۸۵ء۔

۳۵۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۸۷ء۔

۳۶۔ ڈاکٹر محمد فاروق خان اکیسویں صدی اور پاکستان، المورد، ادارہ علم و تحقیق، لاہور ۱۹۹۰ء۔

۳۷۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر پیغمبر اعظمؐ و آخر، فیروز سنز، لاہور، اشاعت اوّل۔

۳۸۔ روزنامہ جنگ لاہور ایڈیشن، ۱۳ مارچ ۲۰۰۰ء صفحات ۱،۱۴۔

۳۹۔ روزنامہ جنگ لاہور ایڈیشن اداریہ، احتساب بے لاگ، منصفانہ اور مکمل ہونا چاہیے، ۲۹ نومبر ۱۹۹۹ء۔

۴۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی اسلامی ریاست، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۳ء۔

۴۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی سیرت سرور عالمؐ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۹۱ء۔

۴۲۔ سید سلیمان ندوی و شبلی نعمانی سیرت النبیؐ جلد پنجم، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء۔

۴۳۔ سید عبدالمتین ہاشمی، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، ۱۹۹۹ء۔

۴۴۔ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن (اردو ترجمہ از سید حامد علی) البدر پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۹ء۔

۴۵۔ شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۴۸ء۔

۴۶۔ شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سال اشاعت نامعلوم۔

۴۷۔ شہزاد اقبال شام اسلام کا نظام احتساب، شریعۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء۔

۴۸۔ صفی الدین مبارک پوری الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ، لاہور، ۱۴۰۸ھ/۱۹۹۷ء۔

۵۰۔ عبدالحئ الکتانی نظام الحکومۃ النبویہ، احیاء التراث السلامی، بیروت۔

۵۱۔ مفتی اعظم محمد شفیع سیرت رسول اکرم ﷺ ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۴۰۴ھ۔

۵۲۔ مفتی اعظم محمد شفیعؒ معارف القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور ۱۹۷۹ء۔

۵۳۔ فیروز اللغات الحاج مولوی فیروز الدینؒ فیروز سنز، لاہور ۱۹۸۳ء

۵۴۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۴۶ء۔

۵۵۔ محب الدین ابو جعفر بن عبداللہ الطبری خلاصہ السیر، دہلی پرنٹنگ پریس، دہلی ۱۳۴۳ھ۔

۵۶۔ محمد بن فرج المعروف بابن الطلاع الاندلسیؒ اقضیہ الرسول ﷺ، اردو ترجمہ از ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی، ادارہ معارف اسلامی، لاہور ۱۹۹۱ء۔

۵۷۔ محمد حسین ہیکل حیات محمد ﷺ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۳ء۔

Marfat.com

۵۸۔ محمد حسین ہیکل عمر فاروق اعظمؓ اردو ترجمہ حبیب اشعر، مکتبہ میری لائبریری، لاہور ۱۹۸۲ء۔

۵۹۔ محمد شریف قاضی اسوہ حسنہ قرآن کی روشنی میں، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۸۲ء۔

۶۰۔ مختصر اردو لغت ترقی اردو، بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۷ء۔

۶۱۔ مسلم (صحیح) مسلم بن الحجاج القشیری، طبع محمد بن علی صبیح واولادہ، مصر، ۱۳۳۴ھ۔

۶۲۔ منہاج (سہ ماہی) اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ سیل، لاہور۔

۶۳۔ مہذب اللغات، جلد دوم، مولفہ حضرت مہذب اللغات، نامی پریس، لکھنو، ۱۹۷۸ء۔

۶۴۔ نقوش (رسولؐ نمبر) جلد یازدہم، دوازدہم، زیر ادارت محمد طفیل، ادارہ فروغ اردو، لاہور ۱۹۸۳ء۔

۶۵۔ نعیم صدیقی محسن انسانیتؐ، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۲ء۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

عزیز اللہ - ملتان

آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں جس معاشرے کی تشکیل کی، اس سے ایک ریاست بھی وجود میں آئی۔ اس کے مجمل اصول یا رہنما اصول حجۃ الوداع کے خطبے میں موجود ہیں۔ اس میں بنیادی حقوق، انفرادی اور اجتماعی اور فرائض کے بارے میں اشارات آگئے ہیں۔ دعوت مذہب، اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفوس کے علاوہ ''استخلاف فی الارض'' کے وعدے کے مطابق آنحضرت ﷺ نے انتظامات ملکی بھی کئے۔ چنانچہ اس سادہ سی ریاست میں آپ ﷺ نے حکام، ولاۃ اور عمال کا تقرر، امیر العسکر، ائمہ اور مؤذنوں کا تقرر، زکوۃ جزیہ کے لیے محصلین کا اہتمام، مقدمات کا فیصلہ، غیر قوموں سے معاملات، اجرائے فرامین، اجرائے تعزیر واحتساب وغیر کا کام خود انجام دیا۔ اسی طرح خلفائے راشدین نے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ پر مبنی ایک ریاست کی تشکیل کی۔(۱)

یہ مملکت ابتداء میں ایک شہری مملکت نہیں تھی، بلکہ شہر کے ایک حصے میں قائم کی گئی تھی لیکن اس کی توسیع بڑی تیزی سے ہوتی ہے اس توسیع کا آپ اس سے اندازہ لگایئے کہ صرف دس سال بعد جب رسول ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت مدینہ ایک شہری مملکت نہیں بلکہ ایک وسیع سلطنت کا دارالسلطنت تھا۔ اس وسیع سلطنت کا رقبہ تاریخی شواہد کی رو سے تین ملین یعنی تیس لاکھ مربع کلو میٹر پر مشتمل تھا۔(۲)

عہد نبوی ﷺ میں اسلامی ریاست کے بنیادی ادارے

حضرت محمد ﷺ نے ہجرت کے بعد اسلامی ریاست کی تشکیل فرمائی۔ آپ اس سادہ سی

Marfat.com

اسلامی ریاست کے بیک وقت شارع اور مقنن، انتظامی سربراہ اور افواج کے کمانڈر انچیف، قاضی القضاۃ اور محتسب اعلیٰ کے منصب پر فائز تھے۔

عصر حاضر کی جدید ریاست کے سہ بنیادی اداروں، انتظامیہ (Executive) مقننہ (Legislature) اور عدلیہ (Judiciary) کے تناظر (Frame of Work) میں عہد نبوی ﷺ کا تحقیقی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعض تصرفات اور احکامات کا تعلق اسلامی ریاست کے ایک انتظامی سربراہ کی حیثیت سے تھا، بعض کا تعلق قاضی القضاۃ کی حیثیت سے تھا اور بعض بحیثیت شارع اور مقنن تھے۔ اگرچہ آپ ﷺ کے تمام افعال وحی پر مبنی تھے۔

ریاست کے سہ ادارتی نظام کے زاویئے کا جائزہ لیتے ہوئے شہاب الدین قرافی (۶۸۴ھ/۱۲۸۴ء) لکھتے ہیں۔

"اعلم ان رسول اللہ ﷺ هو الامام الاعظم والقاضی الاحکم والمفتی الاعلم فهو صلى الله عليه وسلم امام الائمة وقاضی القضاة وعالم العلماء فجميع المناصب الدينية فوضها الله تعالى اليه فی رسالته" ••• الخ.(۳)

"رسول اللہ ﷺ ایک عظیم سربراہ مملکت، ایک عظیم سپریم جج اور ایک ایسے مفتی تھے جو سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ آپ ﷺ شہنشاہ عالم، قاضی القضاۃ اور سب علماء اور ماہرین شریعت سے زیادہ عالم تھے۔ اللہ نے آپ ﷺ کے منصب رسالت میں سب کے سب امور جمع کر دیئے تھے۔

ان تمام حیثیتوں میں آپ ﷺ کی غالب حیثیت رسول، مبلغ شارح اور قانون ساز کی تھی۔ آپ ﷺ کے اقوال وتصرفات میں سے بعض کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ ان کا تعلق تبلیغ رسالت اور فتاویٰ شریعت سے تھا بعض احکام اور تصرفات کے بارے میں اجماع ہے کہ ان کا تعلق امامت سے تھا۔ اور بعض کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کا تعلق قضاء سے تھا، اور بعض کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ کوئی کسی تصرف کو عدلیہ کا تصرف قرار دیتا ہے، کوئی انتظامیہ کا اور کوئی دونوں کا۔

اگر کوئی فعل یا حکم حضور ﷺ نے بطور امامت سرانجام دیا ہے تو کسی عام مسلمان کے لئے اس پر امام وقت کی اجازت کے بغیر عمل جائز نہ ہوگا اور اسی طرح سے آپ ﷺ کی سنت کی پیروی ہوگی۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے بھی یہ حکم بطور امام دیا تھا، یہ عوام کے لئے تبلیغ شریعت نہ تھی۔ اس طرح آ ﷺ نے قاضی کی حیثیت سے جو کام کیے، ان پر عمل بھی قاضی وقت کے فیصلے کے مطابق ہوگا۔ کوئی شخص از خود اس کو ہاتھ میں نہ لے گا، کیوں کہ وہ کام حضور ﷺ نے بحیثیت قاضی کیا تھا۔ لہذا اب قاضی ہی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس طرح کے فیصلے کرے''۔

علامہ قرافی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے اسلام کے ذہنوں میں ریاست کا سہ ادارتی نظام، انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ بالکل واضح تھا۔ جس کے مطابق عہد نبوی میں، اسلامی ریاست مدینہ میں خود حضور ﷺ عدلیہ کے سربراہ بھی تھے اور انتظامیہ کے بھی اور شارع و مقنن بھی تھے۔

تاریخ اسلام میں تشکیل پانے والی پہلی اسلامی ریاست جو ریاست مدینہ کے نام سے موسوم کی جاتی ہے، میں عہد نبوی ﷺ میں احتساب کے عمل کا آغاز ہوا۔ اس احتسابی عمل کو زیر بحث لانے سے قبل اسلامی ریاست کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

اسلامی ریاست جسے مسلم سیاسی مفکرین، ابوالحسن علی بن محمد الماوردی البغدادی الشافعی (۴۵۰ھ/ ۱۰۵۸ء) محمد بن الحسین ابو یعلی الفراء (۴۵۸ھ/۱۰۶۵ء) ودیگر فقہاء نے خلافت وامامت کی اصطلاحات سے یاد کیا ہے ایک بھر پور اور ہمہ گیر ریاست ہے۔ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ میں امت مسلمہ پر جو فرائض اور ذمہ داریاں بطور امت وسط اور خیر الامم سپرد کی گئی ہیں ان کی انجام دہی کا تنظیمی ڈھانچہ خلافت یا امامت ہی کی شکل میں آتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہی ریاست حقیقت میں اسلامی ہوسکتی ہے جو خدا کی حاکمیت تسلیم کرلے، خدا اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کو قانون برتر اور اولین ماخذ قوانین مانے اور حدود اللہ کے اندر رہ کر کام کرنے کی پابند ہو۔ اس ریاست میں اقتدار کی اصل غرض خدا کے احکام کا اجراء اور اس کی رضاء کے مطابق برائیوں کا استیصال اور بھلائیوں کا ارتقاء ہے۔ جن میں اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب سے مقدم ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا

Marfat.com

بالمعروف ونهوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور﴾(۴)۔

امت خیر ہونے کا سبب بھی معروف کا حکم اور منکرات سے بچاؤ ہے۔

﴿کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر﴾(۵)۔

﴿ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر﴾(۶)

اگر ریاست وحکومت اسلام کے بغیر ہو تو ظلم اور بے انصافی کا ذریعہ بن جاتے ہیں، اور اگر اسلام ریاست وحکومت کے بغیر ہو تو اس کا ایک حصہ معطل ہوکر رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا دین حکمرانی وغلبہ کی بجائے غلامی ومحکومی کا شکار ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی آیت کا ایک حصہ معطل ہوکر رہ جاتا ہے اور خدا کا دین حکمرانی وغلبہ کی بجائے غلامی ومحکومی کا شکار ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرانی آیات استخلاف فی الارض (۷) آیۃ تمکن فی الارض(۸) آیت حکم(۹) آیت اولی الامر(۱۰) اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ریاست کو اسلامی بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ اس لیے آنحضورﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں اسلامی ریاست قائم فرمائی۔ بقول عمرؓ واللہ مایزع اللہ بالسلطان اعظم ممایزع بالقرآن۔''اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ حکمت کے ذریعے برائیوں کا جو سدباب کرتا ہے وہ اس سے زیادہ ہے جو قرآن کے ذریعے کرتا ہے۔ اس لیے تمام فقہائے اسلام، ابوالحسن علی بن محمد الماوردی (۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء) (۱۱) عبدالقاہر بغدادی (۴۲۹ھ/۱۰۷۷ء)، (۱۲) ابن تیمیہ (۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء) (۱۳) بن ہمام (۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء) (۱۴) علاؤ الدین، الحصکفی (۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء) (۱۵) شاہ ولی اللہ (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء) (۱۶) وغیرہم نے نصب امامت(اسلامی ریاست کے قیام) کو بالاجماع واجب قرار دیا ہے۔

ریاست کے اجزائے ترکیبی:

ریاست (The State) کے لیے ضروری ہے کہ وہاں آبادی اور رقبے کے ساتھ ساتھ آزادی اور استقامت (Stability) ہو اپنے مخصوص حلقے میں اقتدار اعلیٰ کے ساتھ ساتھ دیگر علاقے کے اقتدار

Marfat.com

اعلیٰ کو بھی تسلیم کرے۔

"There must be a considerable measure of stability and continuity in respect of defined borders and consequently of population. Since states recognize each others sovereign jurisdiction over their respective territories. These territories need to be clearly defined."

اقتدار اعلیٰ ریاست کے اجزائے ترکیبی میں سے ایک اہم اور بنیادی جزو ہے۔ اسلامی اور مغربی سیاسی مفکرین اقتدار اعلیٰ کے بارے میں مختلف نظریات کے حامل ہیں۔

تمام مسلم سیاسی مفکرین ابو نصر فارابی (۳۳۹ھ/ ۱۰۵۸ء) نے ''الاحکام السلطانیۃ'' میں قاضی ابو یعلی الفراء الحنبلی (۴۵۸ھ/ ۱۰۶۵ء) نے ''الاحکام السلطانیۃ'' میں نظام الملک طوسی (۴۸۵ھ/ ۱۰۹۲ء) نے ''سیاست نامہ'' میں غزالی (۵۰۵ھ/ ۱۱۱۲ء) نے ''احیاء علوم الدین'' نصر الدین طوسی (۶۷۲ھ/۱۲۷۴ء) نے ''اخلاق ناصری'' میں ابن تیمیہ (۷۲۸ھ/ ۱۳۲۷ء) نے ''السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ'' اور ''الحسبۃ فی الاسلام'' میں، حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء) نے ''الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشریعۃ'' میں شاہ ولی اللہ نے ''ازالۃ الخفاء'' اور ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں، شاہ عبدالعزیز نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں شاہ اسماعیل شہید نے ''رسالہ درمنصب امامۃ'' میں، مولانا مودودی (۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء) نے ''خلافت و ملوکیت'' میں اور ڈاکٹر حمید اللہ نے ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیا ہے۔(۱۸) اور وہ قرآنی آیات (۱۹) سے استدلال کرتے ہیں۔

اس کے برعکس مغربی سیاسی مفکرین میں سے ''بودن'' (Jean Bodin) اقتدار اعلیٰ بادشاہ، اشرافیہ یا مخصوص شہریوں کو قرار دیتے ہیں۔ لفظ اقتدار اعلیٰ کی اصلیت کا ذکر کرتے ہوئے روڈ وغیرہ لکھتے ہیں:

"Sovereign" is from is the French and mean, above of "One who is superior to others". The term was used to identify the king but

Marfat.com

in the 16th century the French political thinkers Jean Bodin argued. "Sovereignty" refers to the source of the state's authority regardless of its form of Government Sovereignty may be vested in a king or in some elite group or even in the form of Sovereignty Bodin explained it is distinguished by three attributes: it is absolute perpetual and indivisible"

قرآن مجید کے اکثر وبیشتر احکام بصیغہ جمع وارد ہوئے ہیں اور پوری امت مسلمہ ان کی مخاطب ہے۔ اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ سے لے کر نفاذ حدود وتعزیرات اور بین الاقوامی قانون تک تمام قرآنی احکام پر عمل درآمد بحیثیت مجموعی امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے اور مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم سیاسی مفکرین نے نصب امامت کو بالا جماع فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا تمام افراد امت کے لئے فرض کفایہ ہے اور امامت (یعنی حکومت وقت) اس فرض کو امت مسلمہ کے نائب اور نمائندہ کی حیثیت سے انجام دیتی ہے۔ اسلامی ریاست کا ایک اہم ستون ادارہ احتساب ہے۔ احتساب دراصل وہ سنہری زنجیر ہے جس میں تمدن، اخلاق، مذہب، معاشرت اور معیشت کے تمام جزئیات جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے احتساب کی تاکید کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے بقول: ﴿حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا﴾.

اس وجہ سے انسانیت اور عدل کا دشمن ''ابلیس'' مسلمانوں کی بیداری سے ہر وقت لرزاں رہتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے شیطان کی اس کیفیت کو یوں شعری شکل دی ہے:۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

یہی وجہ ہے کہ اچھی حکومتوں کی خوبیوں میں ایک خوبی احتساب بھی رہی ہے۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

اسلامی علوم کے ذخیرے میں ''حسبہ'' کا تعلق ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' سے مربو اور مضبوط ہے۔ مزید براں ''حسبہ'' ایک دینی فریضہ کے بطور بھی معروف اور متداول رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر لکھنے والے تمام مؤلفین نے قرآن مجید کی آیت

﴿ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر﴾

اور

﴿لعن الذین کفروا من بنی اسرآئیل علی لسان داوٗد وعیسی ابن مریم. ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون○ کانوا لا یتناهون عن منکر فعلوه ط﴾

سے بطور اساس حسبہ استدلال کیا ہے علاوہ ازیں احادیث نبویہ ''من غش فلیس منا''، ''من رای منکرا منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان''۔ سے بطور اساس حسبہ استشہاد کیا ہے۔

محتسب اور احتساب کے متعلق ایسی تالیفات جن میں سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کے بارے میں بحث پائی جاتی ہے، زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہیں۔

ایسی تصانیف میں قاضی ابو یوسف (۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء) کی ''کتاب الخراج'' ابو عبید القا بن سلام (۲۲۴ھ/۸۳۸ء) کی ''کتاب الاموال'' احمد بن محمد بن عبدربہ الاندلسی (۲۴۸ھ/ ۸۶۲ء) کی ''العق الفرید'' محمد بن اسمٰعیل بخاری (۲۵۶ھ/ ۸۶۹ء) کی ''الجامع الصحیح'' کا باب محاسبۃ الامام عمالہ، ابوالحسن علی بن الماوردی (۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء) کی ''الاحکام السلطانیۃ'' ابو محمد علی بن احمد حزم (۴۵۶ھ/ ۱۰۶۳ء) کی ''الفصل الملل والاھواء والنحل'' قاضی ابو یعلی محمد بن الحسین الفراء الحنبلی (۵۰۵ھ/ ۱۱۱۲ء) کی ''الاحکام السلطانی نظام الملک طوسی کی ''سیاست'' نامہ امام غزالی کی ''احیاء علوم الدین'' عبدالرحمٰن بن نصر بن عبداللہ بن الشیرازی (۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء) کی ''نهایۃ الراتبۃ فی طلب الحسبۃ'' ابوالفرج جمال الدین جوزی (۵۹۷ھ/ ۱۲۰۱

Marfat.com

کی ''منہاج القاصدین'' شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت حموی (۶۲۵ھ/ ۱۲۲۸ء) کی کتاب ''ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب'' ''المشہور بہ معجم الادباء'' قاضی ضیاء الدین السنامی کی ''نصاب الاحتساب'' (مخطوطہ)، تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ (۷۶۸ھ/ ۱۳۶۷ء) کا رسالہ ''الحسبۃ فی الاسلام'' اور ''السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ'' محمد بن محمد بن احمد القرشی ابن الاخوۃ (۷۲۹ھ/ ۱۳۲۹ء) کی ''معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ'' شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب النویری (۷۳۳ھ/ ۱۳۳۲ء) کی ''نھایۃ الارب فی فنون الادب'' محمد بن ابی بکر بان قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء) کی ''الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشریحۃ'' تاج الدین عبدالوہاب السبکی (۷۷۱ھ/ ۱۳۱۰ء) کی ''معید النعم'' شاہ ہمدان سید علی ہمدانی (۷۶۶ھ/ ۱۳۸۴ء) کی ''ذخیرہ الملوک'' (مخطوطہ) دانش گاہ پنجاب لاہور، عبدالرحمٰن بن محمد خلدون (۸۰۸ھ/ ۱۴۰۵ء) کا ''مقدمہ ابن خلدون'' احمد بن علی القلقشندی (۸۲۱ھ/ ۱۴۱۸ء) کی ''صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء'' محمد بن احمد بن بسام المحتسب (۸۴۴ھ/ ۱۴۴۷ء) کی ''نھایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ'' تقی الدین ابوالعباس احمد بن علی المقریزی (۸۴۵ھ/ ۱۴۴۲ء) کی ''المواعظ والاعبار بذکر الخلط والاثار'' اور ''شذور العقود فی ذکر النقوذ'' شہاب الدین احمد المقری (۱۰۴۱ھ/ ۱۶۳۲ء) کی نفع الطیب فی غصن الاندلس الرطیب'' حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء) کی ''کشف الظنون'' مولانا ابوالکلام آزاد (۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء کی ''امر بالمعروف'' اور رسالہ ''البلاغ'' محمد المبارک (۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) کا ''الدولۃ و نظام الحسبۃ عند ابن تیمیہ'' الدکتور نقولا زیادہ کی ''الحسبہ والمحتسب فی الاسلام'' الدکتور وھبۃ الزحیلی کی ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' جلد ششم، ڈاکٹر محمود احمد غازی کی ''ادب القاضی'' پنجاب یونیورسٹی کا ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی "The Institution of Muhtasib" محفوظ احمد کا غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم فل (AIOU) ''اسلام کا دیوان المظالم اور ادارہ احتساب پاکستان کا تقابلی مطالعہ'' پروفیسر عبدالحفیظ کی ''وفاقی محتسب'' ڈاکٹر ایم ایس ناز کی ''اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار'' شامل ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احتساب کا لغوی واصطلاحی مفہوم، محتسب اور متطوع میں فرق وامتیاز اور سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی ریاست میں بے لاگ احتساب کی ضرورت واہمیت کو واضح کیا جائے۔

Marfat.com

لغوی مفہوم:

عربی لغت میں احتساب کا مادہ ح۔س۔ب بیان کیا گیا ہے اور یہ مندرجہ ذیل معانی میں مستعمل ہے۔

۱۔حساب کرنا:(۲۱) سورۃ الرحمٰن میں ہے: ﴿والشمس والقمر بحسبان﴾(۲۲) یعنی سورج اور چاند کے لئے ایک حساب ہے۔

۲۔ تنگ کرنا: جیسے کہا جاتا ہے''حاسبته ای ضایقته''(۲۳) یعنی میں نے اسے تنگ کیا۔

۳۔ کافی: عربی میں کہتے ہیں''حسبک درهم ای کفاک''(۲۴) تیرے لئے یہ درہم کافی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا مشہور قول ہے۔

اذا وضعت الزکاة فی صنف واحد من هذه الاصناف فحسبک(۲۵)

یعنی ان اصناف (ثمانیہ) میں سے کسی ایک صنف میں زکوۃ دینا کافی ہے۔

۴۔ جزا وبدلہ ومحاسبہ کرنا:(۲۶) جیسے قرآن مجید میں ہے۔

﴿ربنا اغفرلی ولو الدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب﴾(۲۷)

پروردگار مجھے اور میرے والدیؑن کو اور سب ایمان والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جب کہ حساب قائم ہوگا۔

جیسے حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہے۔

''حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا'' (۲۸)

آپ کا محاسبہ ہونے سے قبل اپنا محاسبہ کرو۔

۵۔ اجروثواب کے لئے کوئی کام کرنا:

حدیث نبوی میں ہے:

''من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه''(۲۹)

جس نے ایمان اور اجروثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوگئے''۔

پس لغوی اعتبار سے محتسب کے معنی ہوئے وہ شخص جو کوئی نیک کام خالصتاً اللہ تعالی کی رضا جوئی کے جذبہ سے کرے اور اس میں کسی دنیوی غرض کا شائبہ تک نہ ہو۔

اصطلاحی مفہوم :

شرعی اصطلاح میں احتساب اس امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو کہتے ہیں جب لوگ معروف کو ترک کردیں اور منکرات کا ارتکاب شروع کردیں۔

الماوردی (۴۵۰ھ) اور ابو یعلی (۴۵۸ء) نے احتساب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

''هو امر بالمعروف اذا ظهر تركه ونهى عن المنكر اذا ظهر فعله''(۳۰)۔

(یعنی نیکی کا حکم جب اس کا ترک ظاہر اور برائی سے روکنا جب اس کا ارتکاب ظاہر ہو)۔

امام غزالی (۵۰۵ھ/۱۱۱۲ء) نے احتساب کی تعریف یہ کی ہے:

''عبارة عن المنع عن منكر لحق الله صيانة للممنوع عن مفارقة المنكر''۔(۳۱)

احتساب سے مراد یہ ہے کہ حقوق اللہ سے متعلق کسی منکر (اور ناپسندیدہ کام کے ارتکاب) سے روکا جائے تاکہ جس کو روکا جارہا ہے وہ اس برائی کے ارتکاب سے باز رہے۔

عبدالرحمن الشیرازی (۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء) ''نهاية الرتبة فى طلب الحسبة'' میں احتساب کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''امراً بمعروف ونهيا عن منكر واصلاحاً بين الناس'' (۳۲)

''نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور لوگوں کے درمیان صلح وصفائی کرانا''۔

Marfat.com

جب کہ ابن الاخوۃ (۷۲۹ھ / ۱۳۲۹ء) نے بھی ''معالم القربہ فی احکام الحسبۃ'' میں ایسی ہی تعریف نقل کی ہے۔(۳۳)

اسلامی اندلس اور شمالی افریقہ کے نامور فرزند اور مسلمانوں کے مایہ ناز مفکر ومورخ علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون (۸۰۸ھ / ۱۴۰۵ء) کی وضع کردہ تعریف سب سے زیادہ جامع اور مختصر ہے وہ لکھتے ہیں

هي وظيفة دينية من باب الامربالمعروف والنهي عن المنكر (۳۴)

''یہ ایک دینی منصب ہے جس کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے''

حاجی خلیفہ (۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۷ء) نے ''کشف الظنون'' میں احتساب کی بڑی مفصل تعریف کی ہے:

''هو علم باحث عن الامور الجاريه بين اهل البلدمن معاملاتهم اللاتي لايتم التمدن بدونها من حيث اجرائها على قانون العدل بحيث يتم التراضى بين المعاملين وعن سياسة العباد بنهى المنكر وامر المعروف بحيث لايودى الى مشاجرات وتفاخر بين العباد بحسب مارآه الخليفة من الز جروالمنع ومبادية بعضها امور استحسانية عن راى الخليفة''(۳۵)۔

''یہ وہ علم ہے جو اہل شہر کے درمیان ہونے والے ان معاملات سے بحث کرتا ہے جن کے بغیر تمدن مکمل نہیں ہوسکتا۔ ان معاملات کے اجراء سے اس علم میں بحث ہوتی ہے جو عدالتوں میں نافذ ہوسکتے ہیں، جن کے بارے میں فریقین میں باہمی رضا مندی پائی جاتی ہو یا جن کے بارے میں عوام کی اصلاح اور(حسب ضرورت) زجر وتوبیخ بھی ہوتی ہے اس کام کے لئے لوگوں کو برائی سے روکا جاتا ہے اور اچھائیوں کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ ان کے معاملات میں نہ کوئی جھگڑا پیدا ہوسکے اور نہ لوگ ایک دوسرے سے بلا وجہ بڑھنے کی کوشش کریں اور اس میں حکومت کو یہ صواب دید حاصل رہتی ہے کہ لوگوں کو کس طرح روکا اور باز رکھا جائے۔ اس کے بعض اصول وقواعد

فقہی ہیں اور بعض استحسان پر مبنی ہیں جن کے بارے میں حکومت کو ہی فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے''۔

حاجی خلیفہ کی یہ تعریف اگرچہ ''علم الاحتساب'' سے متعلق ہے، مگر اس میں احتساب کی روح کار فرما ہے۔ دور حاضر کے شامی مصنف استاد محمد المبارک (۳۶) (۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) احتساب کی تعریف کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''ھی رقابة ادارية تقوم بها الدولة عن طريق موظفين خاصين على نشاط الافراد فی مجال الاخلاق والدين والا قتصادای فی المجال الاجتماعی بوجه عام تحقيقا للعدل وبالفضيلة وفقا للمبادی المقررة للشرع الاسلامی وللاعراف المالوفة فی كل بيئة وزمن''۔(۳۷)

''یہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے جس کو حکومت قائم کرتی ہے اور خاص کارندے اس کو چلاتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق، مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے۔ یعنی ان کے عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہو تا کہ انصاف اور اعلیٰ اقدار کو عملاً بروئے کار لایا جاسکے اور اس معاملہ میں اسلامی رعیت اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں معروف اور پسندیدہ طریقے رائج ہیں ان کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جاسکے''۔

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء) نے ''احتساب'' کی یوں تصریح کی ہے ان کے بقول:

''......''احتساب'' کے معنی یہ ہیں کہ انسان نیکی کا محافظ ہو اور بدی کی ہر شکل اور ہر نمود کو فنا کرنے کا اپنے اندر ایک ان تھک عشق رکھے۔ وہ سب سے پہلے خود اپنے نفس کا محتسب بنے، پھر اپنے خاندان کا ' اپنے ہمسایوں کا، اپنے محلّہ کا، اپنی قوم کا اور پھر تمام کرہ ارضی کا۔ لتكونوا شهدآء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً۔ وہ ہمیشہ دنیا کے ہر اعتقاد و عمل کا

Marfat.com

احتساب کرے۔ یعنی ہمیشہ نگران رہے کہ نیکی اور راستی کی راہ سے انحراف نظر آئے تو وہ اپنے ہاتھ سے، اپنی زبان سے، اپنی تمام قوتوں سے اس انحراف کو دور کرنے کی کوشش کرے، کیوں کہ وہ خدا کی زمین پر خدا کی سچائی کا محافظ وذمہ دار ہے، اور اس کے وجود کو صرف اس لئے قائم کیا گیا ہے، تاکہ میزان عدل کی نگرانی کرے اور بدی کے درخت کو بڑھنے اور پھلنے سے روکے۔ (...) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی کا نام ہے اور یہی وہ قوت معلمہ ومربیہ ہے جوامت مسلمہ کے ہر فرد کو سپرد کی گئی ہے اور ان کی نسبت فرمایا کہ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر"(۳۸)۔

احتساب ایک سنہری زنجیر ہے، جس میں تمدن، اخلاق، مذہب اور معاشرت کے تمام جزئیات جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر اس کی بندشیں ڈھیلی پڑجائیں تو دفعتاً نظام کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہوجائے۔ اسی غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا ہے۔ خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسوم ورواج اختیار کئے جن کی خلاف ورزی موجب ملامت بلکہ بعض اوقات قومی جرم خیال کی جاتی ہے۔ سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا، جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیۃ بشری کو مجبور کرتا ہے۔(۳۹)

امام شمس الدین محمد بن ابی اکبر بن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) نے اپنی مشہور کتاب "الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ" میں "احتساب" پر یہ مفصل معلومات دی ہیں:

"وہ قوانین اور فیصلے جو کسی دعوے پر موقوف نہیں ہوتے، اسلامی قانون کی اصطلاح میں ان کو "الحسبۃ" کہا جاتا ہے اور اس شعبہ احتساب کے سربراہ کو "والي الحسبة" (محتسب اعلیٰ) کہا جاتا ہے۔ انتظامیہ کے شعبوں کی طرح احتساب کا شعبہ بھی ایک علیحدہ شعبہ کے طور پر قائم کیا گیا"(۴۰)۔

Marfat.com

ابن قیم (۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) مزید لکھتے ہیں:

محکمہ احتساب کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دھوکہ بازوں اور کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ کرنے والوں کا قلع قمع کرے، کیوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو امت کی بہبود وترقی اور اس کے مصالح کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔(۴۱)

اسلامی ریاست کی معاشی زندگی میں احتسابی ادارے کے کردار کے حوالے سے ابن قیم (۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) یوں رقم طراز ہیں:

... خیانت، ناپ تول میں کمی، مصنوعات اور فروخت ہونے والی اشیاء میں ملاوٹ کرنے سے لوگوں کو سختی سے منع کرتا رہے نیز اس کا فرض ہے کہ گاہے گاہے ناپ تول کے پیمانوں کا معائنہ کرتا رہے۔ کھانے پینے کی اشیاء تیار کرنے والوں، لباس اور دیگر آلات وغیرہ تیار کرنے والے کاریگروں کے حالات پر کڑی نظر رکھے اور ان کو ممنوعہ صنعتوں سے روکتا رہے۔ مثلاً آلات راگ ورنگ، مردوں کے لئے ریشمی لباس وغیرہ بنانا۔ لوگوں کو مختلف قسم کی نشہ آور اشیاء تیار کرنے سے باز رکھے۔ صنعت کاروں کو ان کی مصنوعہ اشیاء میں ملاوٹ کرنے سے روکے اور ان لوگوں کو سامان تجارت بنانے اور سکوں میں کھوٹ ملا کر خراب کرنے سے سختی سے روکے۔ نیز نقود کو سامان تجارت بنانے سے بھی سختی سے روکے۔ کیوں کہ اس راستے سے نقود کے ''راس المال'' ہی رہنے کی نگرانی کرے۔ اس کے ذریعے تجارت کی جائے، خود اس کی تجارت نہ کی جائے۔ جب حکومت کسی سکہ یا کرنسی کو ممنوع قرار دے دے تو محکمہ احتساب کی ذمہ داری ہے کہ وہ لین دین اور تجارتی معاملات میں اس ممنوع کرنسی کو دیگر سکوں سے مخلط ہونے سے روکے(۴۲)۔

Marfat.com

محکمہ احتساب کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''محکمہ احتساب کے مخصوص فرائض میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ وہ ذمہ داریاں بھی شامل ہیں جو دیگر تمام محکموں کے فرائض میں شامل نہیں (۰۰۰) قتل کے مقدمات نمٹانا محکمہ احتساب کی ذمہ داری نہیں۔(۰۰۰) ایسا شخص جو مسلمانوں کے حقوق میں کسی غبن کا مرتکب ہوتا ہے اور شریعت کی حدود کو توڑتا ہے، محکمہ احتساب اس کو روکنے کا ذمہ دار ہے''۔ (۴۳)

محتسب ۰۰۰ دینی امور کا نگران:

محتسب کی حیثیت شرعی امور کے نگران کے طور پر متداول رہتی ہے۔ ماضی کے مختلف ادوار میں یہ ذمہ داری کبھی مفتی وقاضی اور بعض حالات میں کوتوال شہر انجام دیا کرتے تھے۔ چنانچہ محتسب کی تعریف میں انہیں شامل کرنے میں کوئی تردد نہیں کیا گیا۔

محتسب کے فرائض میں یہ شامل تھا کہ وہ شرعی امور کی پابندی کی تلقین کرتا رہے اور خلاف شرع باتوں کی ممانعت۔ وہ نماز پنجگانہ اور احترام رمضان کی پابندی کراتا تھا۔ اس کا اختیار صرف ان امور میں امر بالمعروف ونہی المنکر رہا جو بقول امام ابن تیمیہ گورنروں، قاضیوں اور انتظامیہ کے افسروں کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے تھے۔''واما المحتسب فله الامربالمعروف والنهى عن المنكر ممالیس من اختصاص الولاة والقضاة واهل الديوان''۔(۴۴) صاحب ''الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ'' کی تصریح کے مطابق وہ عوام الناس کی طرف سے دعویٰ کی پرواہ اور پابندی کے بغیر اپنا فرض سرانجام دیتا تھا۔ (۴۵) گویا محتسب صرف ان امور میں مداخلت کرتا تھا جن پر شریعت اسلامی کی طرف سے کوئی قدغن لگائی گئی ہو اور معروفات ومنکرات کے فرق وامتیاز کی رعایت سے ان کی تحدید کی گئی ہو۔

عصر حاضر کے مؤلفین بھی محتسب کو شرعی امور کا نگران قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اس کے وظائف احکام شریعت سے متصل ہیں:

''المحتسب امام المجتمع الاسلامی الذی یامر بالمعروف وینھی عن

Marfat.com

المنكر، ومن الوظائف المتصلة بالاحكام الشريعة وظيفة المحتسب"(۴۶)۔

محتسب ... معاشی امور کا نگران :

عمل غش (ملاوٹ)، عمل تطفیف (کم ناپ تول)، عمل تخیس (نقص)، عمل تدلیس (دھوکا، فراڈ) کا عمل احتکار (ذخیرہ اندوزی)، گداگری، شراب نوشی، شراب فروشی و دیگر منشیات کی فروخت، جوۓ بازی، عصمت فروشی، خیانت کاری، رشوت، نا جائز قبضہ وناجائز تجاوزات، غلط اوزان اور پیمانوں کا استعمال، جعلی کرنسی، قرض کی عدم ادائیگی، پیشہ وروں کی بددیانتی وغیرہ چونکہ از روۓ شریعت نہ صرف ممنوع ہیں بلکہ ایسے معاشی جرائم قابل مواخذہ بھی ہیں، اس لئے ایسے بہت سے اقتصادی ومعاشی منکرات کے سدباب کا فریضہ محتسب کو تفویض رہا ہے۔

قرآن وحدیث اور سیرت کی کتب کے علاوہ اس فن کے بنیادی ماخذ کی کتب میں ان مذکور معاشی منکرات پر محتسب کے احتسابی کردار کی صراحت موجود ہے۔ (۴۷)

محتسب اور متطوع میں فرق وامتیاز:

الماوردی اور ابو یعلی نے احتساب کرنے والوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ محتسب

۲۔ متطوع

بحیثیت منصب، محتسب اور متطوع میں فرق وامتیازات :

احتساب کی ذمہ داری اگر حکومت وقت کی طرف سے سرکاری طور پر محتسب پر عائد ہوتی ہے اور وہ اسے فرض عین سمجھ کر ادا کرتا ہے تو دوسری طرف متطوع رضا کارانہ طور پر اسے فرض کفایہ جان کر ادا کرتا ہے لیکن ان دونوں میں بحیثیت منصب، فرق و امتیاز پایا جاتا ہے ابوالحسن علی الماوردی اور قاضی ابو یعلی

الفراء محتسب اور متطوع میں نو اعتبار سے فرق وامتیاز بتلاتے ہیں۔ ان کے بقول:

۱۔ ان فرضه متعين على المحتسب بحكم الولاية وفرضه على غيره داخل فی فرض الكفاية۔ محتسب پر بحیثیت عہدہ، حکومت کی طرف سے فرض ہے اور دوسروں پر فرض کفایہ۔

۲۔ ان قيام المحتسب به من حقوق تصرفه الذى لايجوزان يتشاغل عنه بغيره، وقيام المتطوع به من النوافل الذى يجوز التشاغل عنه لغيره۔ محتسب پہ یہ ایسا حق ہے جس سے تغافل جائز نہیں اور متطوع کے لیے از قبیل نوافل کہ اس کے لئے دیگر امور میں بھی مشغولیت روا ہے۔

۳۔ انه منصوب للاستعدء اليه فيما يجب. وليس المتطوع منصوبا للاستعداء. محتسب کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس سے منکرات کی شکایت کی جائے اور متطوع اس کے لیے نہیں ہوتا۔

۴۔ ان على المحتسسب اجابة من استعدى به. وليس على المتطوع اجابته۔ محتسب پر شکایت کنندہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، متطوع پر ضروری نہیں۔

۵۔ ان عليه ان يبحث عن المنكرات الظاهرة، ليفصل الى انكارها، ويفحص عماترک من المعروف الظاهر، ليامر باقامة. وليس على غيره من المتطوعة بحث ولا فحص۔ محتسب کے لیے ضروری ہے کہ نیک وبد کاموں کی تفتیش کرتا رہے، تاآنکہ برے کام ختم کردے اور نیک کاموں پر پابندی کرے اور متطوع کی یہ ذمہ داری نہیں۔

۶۔ ان له ان يتخذ على الانكار اعوانا لانه عمهل هوله منصوب، واليه مندوب، ليكون له اقهر، وعليه اقدر. وليس لمتطوع ان يندب لذلک اعوانا۔ محتسب منکرات کی روک تھام کے لیے پولیس طلب کرسکتا ہے اور متطوع نہیں کرسکتا۔

۷۔ له ان يعزر على المنكرات الظاهرة، ولايجاوز ها الى الحدود. وليس للمتطوع اذيعزر على منكر۔ محتسب منکرات پر حدود سے کم سزا دے سکتا ہے، متطوع نہیں دے سکتا۔

۸۔ ان له ان يرتزق من بيت المال على حسبه. ولا يجوز لمتطوع ان يرتزق على انكاره۔ محتسب کو بیت المال سے منصب احتساب کی تنخواہ دی جاسکتی ہے اور متطوع کو تنخواہ دینا جائز

Marfat.com

نہیں۔

۹۔ ان له اجتهاد راية فيما تعلق بالعرف دون الشرع. كالمقاعد فى الاسواق واخرج جنحة فيقر وينكر من ذلك ما اداره اجتهاد اليه. وليس هذا للمتوع۔(۴۸)

جن امور کا تعلق عرف سے ہے، شریعت سے نہیں، محتسب ان میں اجتہاد کرائے سے کام کرسکتا ہے، مثلاً بازاروں میں بیٹھنے کی جگہیں اور چھجے بنانا کہ اگر مناسب ہو تو باقی رکھے ورنہ روک دے اور متطوع کو یہ اختیار نہیں۔

فرائض واختیارات کے ان امتیازات کے علاوہ محتسب اور متطوع میں ایک ضمنی فرق بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے جس کا تعلق صیغہ جات سے ہے۔ متطوع کے لئے کسی صیغہ یا دفتر کی ضرورت نہیں ہوتی، جب کہ محتسب باقاعدہ اپنا ایک محکمہ رکھتا ہے یا کسی محکمے کے ماتحت کام کرتا ہے۔

اسلامی ریاست اور احتسابی ادارے کا ربط وتعلق:

اسلامی ریاست اور احتسابی ادارے کے ربط وتعلق کی ضرورت واہمیت اور افادیت ومقصدیت کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر عبدالحفیظ اپنی کتاب ''وفاقی محتسب، تعارف اور افادیت کا تنقیدی جائزہ'' میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''احتساب کا عمل اچھی حکومت کی خوبیوں میں سے ایک ہے۔ جس حکمران کو حکومت یا عوام کی فلاح وبہبود میں دلچسپی ہو، وہ اپنے اہل کاروں پر کڑی نگاہ رکھتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اختیارات کا غلط استعمال ایک فطری عمل ہے''۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

> ''... انسان اگر فرشتہ ہوتے تو ان پر حکومت مسلط کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسی طرح حکمران اگر فرشتے ہوتے تو بھی کوئی مشکل نہ رہتی لیکن ایسا نہیں ہے اور انسانوں نے ہی انسانوں پر حکومت کرنی ہے اس میں ایک

مشکل جو درپیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو حکومت کو کاروبار ریاست چلانے کے لیے ضروری اختیارات دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری طرف حکومت کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے کہ وہ اختیارات کا غلط استعمال نہ کرے''(۵۰)

کسی بھی فلاحی اور مثالی ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاشی، معاشرتی اور انتظامی توازن کو برقرار رکھے۔ ریاست میں ملازمین کے عمومی کردار کا جائزہ لے۔ تاکہ بدعنوانی، خیانت اور اختیارات کا ناجائز استعمال نہ ہو۔ قدیم ہندوستان میں عمال کی نگرانی اور ان کی معاشی ومالی بدعنوانی کا سدباب اور احتساب نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ سرکاری ملازمین کی نفسیات اور بدعنوانی کا ذکر کرتے ہوئے ''آچاریہ کوتلیہ چانکیہ'' اپنی مشہور کتاب ''ارتھ شاستر'' میں لکھتے ہیں:

''جس طرح زبان کی نوک پر رکھے ہوئے شہد یا زہر کو بغیر چکھے چھوڑ دینا محال ہے، اسی طرح کسی سرکاری ملازم کے لیے محال ہے کہ سرکاری مال کو کم از کم تھوڑا سا نہ چکھے۔ جس طرح پانی کے اندر کی مچھلی کی بابت نہیں کہا جاسکتا کہ پانی پی رہی ہے یا نہیں پی رہی، اسی طرح سرکاری افسروں کی بابت کہنا مشکل ہے کہ دوران کار میں رشوت لے رہے ہیں یا نہیں لے رہے۔ آسمان میں اڑتے ہوئے پرندوں کی حرکت کو تاڑا جاسکتا ہے۔ سرکاری ملازمین کی نیت کو نہیں تاڑا جاسکتا''۔ (۵۱)

آچاریہ کوتلیہ چانکیہ کے اس تجزیے سے کسی بھی فلاحی ریاست کے لیے، بدعنوان کے انسداد کے لیے، احتسابی ادارے کی ضرورت واہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اسلامی ریاست کی معاشی زندگی میں احتسابی ادارے کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امراء اور عمال کے احتساب سے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کی روح زندہ اور قائم رہتی ہے۔ اسلامی ریاست کو احتساب سے کوئی خطرہ نہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی (۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء) کے بقول:

Marfat.com

''اس کو اگر خطرہ ہے تو عوام کے اندر احتساب اور امر بالمعروف ونہی المنکر کی روح مردہ ہوجانے سے ہے۔ اگر لوگوں کے اندر تنقید کی روح بیدار ہے اور ہر چھوٹے اور بڑے کی غلطیوں پر ٹوکنے اور ان کا محاسبہ کرنے کی جرات رکھتے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نظام کے اندر زندگی کی روح موجود ہے اور یہ باقی رہے گا۔ ہاں اگر لوگوں کے اندر اس فرض کا احساس کمزور ہو رہا ہو تو ارباب حل وعقد کا فرض ہے کہ فوراً چوکنے ہوں اور اس بیماری کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ یہ بیماری اسلامی ریاست کے لیئے خطرہ ہے اور اگر اس نے جڑ پکڑ لی تو پھر ریاست کی اسلامی خصوصیات کا باقی رہنا ناممکن ہوجائے گا۔(۵۲)

اگر اسلامی ریاست میں احتسابی ادارہ مفقود ہو تو اس کے معاشرے میں کثیر الجہتی مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ خواجہ نظام الملک طوسی کے بقول:

''بدکاری علی الاعلان ہونے لگتی ہے اور وفاقی شریعت کو ٹھیس لگتی ہے''۔(۵۳)

جب کہ احتساب کے نتیجے میں معاشرے پر مرتب ہونے والے خوش گوار اثرات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ ماضی میں:

''احتساب کی وجہ سے خاص وعام سبھی خائف رہتے تھے۔ نتیجۂ جملہ امور منصفانہ طے پاتے تھے اور قواعد اسلام محکم ومحترم رہتے تھے''(۵۴)۔

خواجہ نظام الملک طوسی تو اسلامی ریاست کی معاشی زندگی بالخصوص تجارتی بدعنوانیوں کی اصلاح کے لیے محتسب کا تقرر انتہائی ضرور قرار دیتے ہیں۔ ان کے بقول:

''ہر شہر میں محتسب کا تقرر کیا جائے۔ جس کا فرض ہو کہ ترازوؤں اور نرخوں کو صحیح رکھے، خرید وفروخت کی نگرانی کرے، تاکہ اس میں کوئی خرابی راہ نہ پاسکے۔ نیز تاجر دھوکا اور بددیانتی نہ کریں''۔(۵۵)

Marfat.com

عمال حکومت کے احتساب کی ضرورت واہمیت:

عمال حکومت کے احتساب کی ضرورت واہمیت کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ نظام الملک طوسی اپنی کتاب ''سیاست نامہ'' میں یوں رقم طراز ہیں:

''جس وقت سرکاری عہدہ داروں کو مناصب تفویض کیے جائیں تو انہیں یہ بھی حکم ہونا چاہیے کہ وہ اللہ بزرگ وبرتر کی مخلوق سے شریفانہ اور بردبانہ سلوک کرتے رہیں اور اوّل یہ کہ (محصول کے طور پر) صرف جائز مال لوگوں سے وصول کریں اور دوسرے یہ مال بھی سختی برت کر نہیں بلکہ خوش اسلوبی سے حاصل کریں۔ عہدہ داروں کو چاہیے کہ مال گزاری وصول کرتے وقت اس کا بھی لحاظ رکھیں کہ لوگ (کاشت کار وغیرہ) اسی وقت حکومت کو ٹیکس وغیرہ دینے پر مجبور کیے جائیں جب وہ اپنی فصل کاٹ لیں۔ اس لیے کہ اگر ان لوگوں سے قبل از وقت یعنی پیداوار (زرعی یا صنعتی وغیرہ) کے حصول سے پہلے مطالبات کیے جائیں گے تو انہیں تکلیف ہوگی اور مقررہ محصول یا لگان دینے کی خاطر ممکن ہے یہ لوگ اپنی پونجی یا پیداوار کوڑیوں کے مول بیچ دینے پر مجبور ہوجائیں اور یوں ان کی جڑیں ہی کھوکھلی ہوجائیں اور یہ برباد ہوجائیں۔ رعیت میں اگر کوئی مالی طور پر کمزور ہوجائے اور اسے اپنے کھیتوں کے لیے بیلوں اور اور بیج کی ضرور پیش آجائے تو حکومت محکمہ مال کے افسروں کا فرض ہے کہ اس قبیل کے اشخاص کو تقاوی اور قرضے دیں۔ تاکہ ان لوگوں کے حالات از سر نو بہتر ہوجائیں اور ترک وطن پر مجبور نہ ہونے پائیں۔'' (۵۶)

ریاست کی فلاح کا راز احتساب سے مشروط ہے۔ اس ضمن میں وہ مزید لکھتے ہیں:

''وزراء کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے اور یہ معلوم

Marfat.com

ہونا چاہیے کہ یہ اپنے فرائض ٹھیک طور پر انجام دیتے ہیں یا نہیں۔ بادشاہ اور مملکت کی فلاح کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ مملکت کو چلانے والا وزیر اچھے کردار اور اچھی نظر کا مالک ہو، یعنی وہ دیانت دار بھی ہو اور مدبر بھی۔ اسی صورت میں مملکت بھی آباد اور رعایا اور فوج بھی خوش حال رہے گی اور بادشاہ کو بھی ذہنی سکون حاصل رہے گا۔ اور اگر وزیر کا کردار بلند نہ ہوگا تو انجام اس کا یہ ہوگا کہ ایک طرف بادشاہ پریشان اور غمگین رہا کرے گا اور دوسری طرف ملک میں بھی بدامنی کا غلبہ رہے گا" (۵۷)۔

اسلامی ریاست میں بیت المال کے محاصل ومصارف کے بارے میں ملک کی انتظامیہ مکمل طور پر جواب دہ ہے۔ اس احتساب میں جہاں یہ بات اہم ہے کہ کوئی شخص اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بیت المال کی املاک کو ذاتی مصرف میں نہ لائے، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اجتماعی مقاصد کے لیے مصارف بھی پوری سمجھ بوجھ اور مالی بصیرت کے ساتھ کیے جائیں۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اجتماعی مقاصد کے لیے بیت المال کے اموال میں اسراف کرے۔

ایسے تمام اخراجات قومی اسراف کی زد میں آتے ہیں اور ان کے لئے وہی وعیدیں ہیں جو ذاتی صرف کے سلسلے میں دی گئی ہیں۔ بیت المال کے اموال میں مکمل مالی بصیرت کے استعمال کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست ان کے استعمال میں وہ تمام فنی اور تکنیکی معلومات کو کام میں لائے جن کے ذریعے اموال سے زیادہ سے زیادہ اجتماعی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ فنی اور تکنیکی معلومات سے مراد عصر حاضر میں رائج بہت سی حساباتی، شماریاتی اور مشینی ایجادات ہیں، جن کے استعمال سے اموال پر مصرف میں ضیاع کو کم سے کم اور انتفاع کو زیادہ سے زیادہ کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ماضی کے بگاڑ کے اصلاح کے لیے ایسے ذرائع آمدن اور ملکیت کی چھان بین کرے جو شریعت کی خلاف ورزی کر کے حاصل کیے گئے ہوں ایسا ہوسکتا ہے کہ بگڑے ہوئے حکمران کی ملی بھگت یا نااہلی سے ملک کا ایک طبقہ دوسرے لوگوں کو اپنی معاشی قوت سے نشانہ استحصال بناتا رہے۔ چناں چہ تاریخ میں ایسے ادوار کی نشان دہی کرنا مشکل نہیں۔ قرون اولیٰ میں

Marfat.com

خلفائے راشدینؓ کے بعد بنی امیہ کے حکمرانوں نے اقربا پروری، ظلم وغصب اور ناجائز دولت کے بہت سے ذرائع استعمال کر کے بڑی بڑی جاگیریں بنالی تھیں۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے اسلامی ریاست کے اس حق احتساب کو استعمال کیا اور تمام جاگیریں اور جائیدادوں کی ملکیت کے بارے میں تفصیلی چھان بین کی اور جو کوئی اپنی ملکیت کا دوٹوک ثبوت فراہم نہ کرسکا اس کو ضبط کرلیا(۵۸)۔

یوں بدعنوانی اور خیانت کی بنا پر اسلامی ریاست کی معاشی زندگی میں پیدا ہونے والے معاشی عدم توازن کو دور کرنے کے لیے احتسابی ادارے کا کردار ایک مسلمہ حقیقت رہا ہے۔

قاضی ابویوسف (۱۸۲ھ / ۷۹۸ء) نے کتاب الخراج میں اپنے استاد عمر بن ذر کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ:

> ''عمر بن عبدالعزیز کی ساری توجہات بس اس پر مرکوز تھیں کہ مغصوبہ املاک واپس لیں اور لوگوں کے درمیان تقسیم کردیں''۔(۵۹)

اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہر مسلمان کا انفرادی اور اجتماعی فریضہ قرار دیا ہے لیکن ظاہر ہے انفرادی طور پر تو ہر مسلمان موقع اور محل کی مناسبت سے اس کام کو کسی نہ کسی طرح ہی سکتا ہے لیکن اجتماعی اور ریاستی طور پر کسی باقاعدہ ادارہ کے بغیر اس فریضہ کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے یہی وہ ادارہ ہے جس کو حسبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔(۶۰)

اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے بہت سے مراحل ہوتے ہیں۔ سب سے پہلا مرحلہ ملامت نفس ہے۔ ایک مرحلہ ریاستی اور حکومتی سطح کا ہے۔ معاشرہ میں جہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جن کا نفس لوامہ اور ضمیر بیدار ان کو ملامت کرتا رہتا ہے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ تا آنکہ وہ نفس مطمئنہ کے درجہ پر فائز ہوجاتے ہیں۔ وہاں ایسے سرکش اور آمادہ فساد بھی ہوتے ہیں جو ڈنڈے کے بغیر بداخلاقی سے باز نہیں آتے۔ جن کو قوت کا استعمال کئے بغیر برائی کرنے اور برائی پھیلانے سے باز نہیں رکھا جاسکتا۔ جن کو اگر کوئی چیز شروفساد سے روک سکتی ہے تو وہ سزا کا خوف ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے تنقید دماغ کے لیے احتساب کا ادارہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔(۶۱)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت محتسب اعلیٰ

کسی بھی معاشرے میں احتساب کا ایک مؤثر نظام ہی قانون کا احترام پیدا کرتا ہے اور بدعنوانیوں کا راستہ روکتا ہے۔ قانون پر سختی سے عمل درآمد اور قانون کے مکمل احترام کے بغیر کوئی بھی معاشرہ اپنے افراد کے جان ومال کا نہ تحفظ کرسکتا ہے اور نہ ہی بدعنوانیوں کا راستہ روک سکتا ہے۔ جب بھی احتساب کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے، معاشرہ بدنظمی اور انتشار کا شکار ہوجاتا ہے۔ ایسے معاشرے میں بدعنوانیوں کا زور بڑھ جاتا ہے اور شہریوں کے جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں رہتی۔ اس صورت میں ایک مہذب معاشرے کا تصور بھی ختم ہوجاتا ہے اور جنگل کے قانون کی حکمرانی کا تصور پوری شدت سے ابھرتا ہے اس صورت میں بدعنوانیوں، برائیوں، انتشار اور افراتفری کا راستہ روکنا ممکن نہیں رہتا اور ایسا معاشرہ مکمل تباہی سے دوچار ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر مہذب نظام نے معاشرے میں ایک مؤثر نظام احتساب پر زور دیا ہے اس کے بغیر کسی ریاست کا وجود قائم نہیں رہ سکتا۔ قوموں کی تباہی کے بنیادی اسباب میں احتساب کا فقدان سرفہرست نظر آئے گا۔

یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت محتسب اعلیٰ اسلامی ریاست میں عمل احتساب، محاسبہ نفس اور تزکیہ نفس کا بندوبست کیا تھا، جس کی چند مثالیں ''مشتے نمونہ از خروارے'' حسب ذیل ہیں:

(۱) مررسول الله صلى الله عليه وسلم برجل يبيع طعاماً قد خلط جيداً بقبيح، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ميز كل واحد منهما على حدة ليس في ديننا غش (۶۲)۔

''ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے تاجر کے پاس سے گزرے جو عمدہ گندم کو گھٹیا گندم کے ساتھ ملا کر فروخت کررہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ارادہ کیا کہ یہ گھٹیا گندم بھی فروخت ہوجائے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: عمدہ اور گھٹیا اناج میں سے ہر ایک کو الگ الگ کرو۔ ہمارا دین ملاوٹ کو ناجائز قرار دیتا ہے''۔

Marfat.com

(۲) رسول اکرم ﷺ نے بازاروں میں تجارتی بدعنوانی کے خاتمے کے لیے زنانہ انسپکٹر بازار میں مقرر فرمائے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس عمل کی تصریح کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ:

''اس بازار میں عورتیں بھی سامان تجارت لاتی ہوں گی، لہٰذا ان کی نگرانی، ان کی مدد اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کسی عورت ہی کو مامور کیا جاسکتا تھا''(۶۳)۔

یہ بات قرین قیاس بھی ہے اور اس احتسابی اقدام کی تصریح سے اتفاق کیا جاسکتا ہے۔

(۳) عن ابی سعید قال: مر النبی ﷺ بسلاخ وھو یسلخ شاۃ وھو ینفخ فیھا، فقال، لیس منامن عشنا ودحس بین جلدھا و لحمھا ولم یمس ماءً (۶۴)

''حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ایک قصاب کے پاس سے گزرے جو بکری کی کھال اتار رہا تھا اور اس میں ہوا بھر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ بکری کی کھال اور گوشت کو جدا کرو لیکن پانی نہ لگاؤ''۔

(۴) مر رسول اللہ ﷺ برجل یبیعُ طعاماً فسالہ، کیف تبیعہ ؟ فاتاہ جبریل اوقالہ : اوحی الیہ ان ادخل یدکَ فی جوفہ، فادخل یدہ، فاذا ھو مبلول، فقال النبی ﷺ لیس منامن غش.(۶۵)

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک اناج فروش کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیسے بیچ رہے ہو؟ آپ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے یا راوی نے یہ کہا کہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم ہوا کہ اس غلہ کے اندر اپنا ہاتھ داخل کریں۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس ڈھیر کے اندر ڈالا تو وہ اندر سے گیلا تھا۔ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

(۵) عن ابن عمران رسول اللہ ﷺ مرعلی سوق المدینۃ علی طعام

Marfat.com

اعجبه، حسنة فوقف رسول الله ﷺ فادخل يده، فی الطعام فاخرج شيئاً ليس كالظاهر، فاوقف لصاحب الطعام، ثم نادی : ايها الناس انه لا غش بين المسلمين ليس منامن غشنا(٦٦)۔

''حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینے کے بازار میں ایک ایسے غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گزرے جس کی عمدگی آپ ﷺ کو بھلی لگی۔ اس پر آپ ﷺ ٹھہر گئے اور اپنا دست مبارک اناج کے ڈھیر میں داخل فرمایا تو اناج کے اندر اور باہر کی کیفیت (کوالٹی) میں تضاد پایا۔ آپ ﷺ نے مالک اناج کو کھڑا کیا۔ پھر آپ نے اعلان فرمایا: لوگو! مسلمانوں کو باہمی معاملات میں کھوٹ اور ملاوٹ نہیں کرنی چاہیے، جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں''۔

(٦) کان رسول الله ﷺ استعمل سعد بن سعيد بن العاص بعد الفتح علی سوق مكة واستعمل عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه علی سوق المدينة (٦٧)

''حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت سعد بن سعید بن العاصؓ کو مکہ کے بازاروں کا نگران مقرر فرمایا اور حضرت عمر بن خطابؓ کو مدینہ کے بازار کا نگران مقرر فرمایا''۔

(٧) عن عدی بن عميرة الكندی قال سمعت رسول الله صلى عليه وسلم يقول من استعملناه منكم علی عملنا فكتمنا منه مخيطا فما فوقه كان علولا ياتی به يوم القيامة. قال فقام اليه رجل اسود من الانصار كانی انظر اليه فقال يا رسول الله ﷺ اقبل عنی عملک قال ومالک قال سمعتک تقول كذا وكذا. قال: وانا اقوله الان من استعملناه منكم علی عمل فليفجیٔ بقليله وكثيره فما امر منه اخذ وما نهی عنه انتهی.(٦٨)

Marfat.com

''حضرت عدی بن عمیرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جس کو ہم اپنے امور کا نگران مقرر کریں گے اور وہ اس میں سے کوئی سوئی یا اس سے کوئی ادنیٰ چیز ہم سے چھپا لے تو یہ خیانت ہوگی جسے وہ روز قیامت پیش کرے گا۔ اس پر ایک سیاہ رنگ کا انصاری کھڑا ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ گویا اب بھی وہ آدمی میری نظر میں ہے۔ اس انصاری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اپنا تفویض کردہ کام مجھ سے واپس لے لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں؟ تو اس نے جواب دیا: کہ میں نے آپ ﷺ کو ایسے ایسے فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اب بھی میں یہی کہتا ہوں کہ تم میں سے جس کو ہم کسی کام کا نگران مقرر کریں تو اسے چاہیے کہ کم وبیش جو کچھ ہو وہ پیش کردے۔ جتنا کچھ لینے کا حکم ہو اتنا لے لے اور جس سے روکا جائے اس سے باز رہے''۔

(۸) ان رسول اللہ ﷺ بعثہ علی الصدق فقال یا ابا الولید اتق لا تانی یوم القیمة ببعیر تحملہ رغاء اوبقرة خوار اوشاة لھا ثوء اجج فقال یا رسول اللہ ﷺ ان ذلک لکائن قال ای والذی نفسی بیدہ ان ذلک لکذلک الامن رحم اللہ قال فوالذی بعثک بالحق لا اعمل علی شیء ابدا. (۶۹)

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبادۃ کو صدقات وصول کرنے کیلئے عامل بنا کر بھیجتے ہوئے فرمایا: اے ابو الولید! قیامت کے روز ایسی حالت میں نہ آنا کہ اپنے اوپر بلبلاتے ہوئے اونٹ کو، یا ڈکارتے ہوئے گائے کو، یا منمناتی ہوئی بکری کو اٹھائے ہوئے ہو۔ ابو الولید نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ایسا بھی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً ایسا ہوگا الا یہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ رحم

Marfat.com

فرمادیں۔ اس پر اس نے عرض کی: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں کبھی بھی کسی منصب کا عامل نہیں بنوں گا''۔

(۹) قال رسول اللہ ﷺ لا یجوز شهادة خائن، ولا لخائنة.(۷۰)

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ خیانت کار مرد اور عورت کی گواہی جائز نہیں ہے''۔

(۱۰) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدل ساعة خیر من عبادة ستین سنة(۷۰)

''نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ حکومت کا لمحہ بھر کا عدل وانصاف ساٹھ سالہ عبادت سے بہتر ہے''۔

(۱۱) وقال ﷺ کلکم راع، وکل راع مسئول عن رعیته. (۷۲)

''حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر نگران سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی''۔

(۱۲) عن ابی حازم رضی اللہ عنه قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنطع من الغنیمة فقیل : یا رسول اللہ ﷺ هذا لک، تستظل به من الشمس، قال انحبون ان یستظل نبیکم بظال من النار؟(۷۳)

''حضرت ابوحازم کہتے ہیں جبکہ نبی ﷺ کے پاس مال غنیمت سے ایک چادر لائی گئی اور عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ کے لیے ہے تاکہ آپ ﷺ اس سے سایہ حاصل کریں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا نبی ﷺ جہنم کا آگ کا سایہ حاصل کرے؟''

(۱۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ بغرض معائنہ بازار تشریف لے گئے۔ ایک جگہ گندم کا ڈھیر نظر آیا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک اس میں ڈالا تو کچھ نمی محسوس ہوئی۔ دکاندار سے جواب طلبی کی اس

نے عذر پیش کیا کہ غلہ بارش سے بھیگ گیا تھا۔ تب آپ ﷺ نے تنبیہ کے طور پر استفسار کیا کہ اسے اوپر کیوں نہیں کرلیا؟ اس کے بعد فرمایا جو شخص اس طرح کی ہیرا پھیری یا دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں(۷۴)۔

(۱۴) ایک اور روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔(۷۵)

(۱۵) ایک اور موقع پر حضور بازار تشریف لے گئے تو کسی شخص کو ایک چیز تولتے ہوئے دیکھا اور ارشاد فرمایا: اتزن وارجح۔ ''اچھی طرح تو لو اور جھکتا ہوا تولو''۔(۷۶)

(۱۶) حضور عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ بعض اوقات صحابہ کرامؓ کو بھی بغرض احتساب بازار کی طرف بھیجا کرتے تھے۔(۷۷)

(۱۷)۔ ایک مرتبہ ابن اللتیہؓ صدقہ وصول کرکے لائے اور کہا کہ مال کا یہ حصہ مسلمانوں کا ہے اور اس میں سے اتنا مجھے ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھر بیٹھے تمہیں یہ ہدیہ کیوں نہ مل سکا؟ اس کے بعد ایک عام خطبہ دیا۔ جس میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔(۷۸)

(۱۸) ۲ ہجری رمضان کے مہینے سے دشمنوں کے ساتھ جنگوں کا آغاز ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے لیے دو طریقے سے آمدنی ہونے لگی۔ ایک تو مجاہد کی حیثیت سے کہ آپ جنگ میں شریک تھے اور جنگ میں شریک ہونے والوں کی طرح برابر حصہ ملتا جس کی مقدار گھٹتی بڑھتی رہتی۔ دوسرا وسیلہ اس مال غنیمت میں سرکاری مال تھا جسے رسول اکرم ﷺ کی صوابدید پر چھوڑا گیا تھا کہ جس طرح چاہیں آپ ﷺ تقسیم فرمائیں۔ لیکن وہ آپ ﷺ کے خاندان کے لیے استعمال نہیں ہوتا تھا، بلکہ عوام الناس کی

Marfat.com

ضروریات کے لیے اور ملک کی عام بہبود دفاعی امتیاز، ہتھیاروں کی خریداری کے لیے خرچ ہوتا تھا۔ بہر حال اگر رسول اللہ ﷺ چاہتے اور کسی وقت آپ ﷺ کے مکان میں کوئی چیز نہ ہوتی تو اس سرکاری مال یعنی خزانے کی چیزوں میں سے مہیا کردی جاتی۔ لیکن یہ صرف مال غنیمت کے متعلق ہے۔ جہاں تک زکوۃ کا تعلق ہے اس کے بارے میں شریعت کا یہ حکم تھا کہ زکوۃ کا مال رسول اللہ ﷺ کی ذات اور رسول اللہ ﷺ کے اہل وعیال اور قبیلہ بنی ہاشم اور قبیلہ بنی عبدالمطلب کے لیے حرام ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

''اگر سرکاری آمدنی حکمران کی آمدنی سمجھ لی جائے تو حکمران کے قریبی لوگ، ماتحت لوگ، ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور اگر معلوم ہو کہ حکمران کے لیے یہ حرام ہے تو ماتحت افسروں کو ذرا احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے کہ حکمران ان کا محاسبہ کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں زکوۃ کا کوئی حصہ بھی رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کے لیے صرف نہیں کیا جاسکتا تھا۔(۷۹)

(۱۹) **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله طيب لا يقبل الا طيباً. ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد يديه الى السماء يقول يا رب يارب، ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فاني يستجاب لذالک۔(۸۰)**

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کرکے مقدس مقام پر آتا ہے، غبار سے اٹا ہوا ہے، گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اے میرے رب!

Marfat.com

اے میرے رب! اے میرے رب! (اور دعائیں مانگتا ہے) حالاں کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام پر ہی وہ پلا ہے"۔

(۲۰) حضور ﷺ نے فرمایا کہ حرام پر پلا ہوا جسم اس لائق ہے کہ وہ آگ میں ڈالا جائے۔

(۲۱) قال رسول اللہ ﷺ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء(۸۱)۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(۲۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان التجار یبعثون یوم القیامۃ فجاراً الامن تقی وبروصدق(۸۲)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تاجر لوگ قیامت کے دن بدکار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے سوائے ان تاجروں کے جنہوں نے اپنی تجارت میں تقوی اختیار کیا، نیکی اختیار کی اور سچائی کے ساتھ معاملہ کیا"۔

(۲۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مال کو بیچنے میں کثرت سے قسمیں کھانے سے بچو۔ یہ چیز تو تجارت کو فروغ دیتی ہے لیکن آخر کار برکت کو ختم کردیتی ہے"۔

(۲۴) قال رسول اللہ ﷺ من احتکر فھو خاطیء(۸۴)۔

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ذخیرہ اندوزی کی تو وہ گنہگار ہے"۔

(۲۵) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لعن اللہ علی الراشی والمرتشی فی الحکم۔

"حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو حاکم کو رشوت دینے والے پر، اور اس حاکم پر بھی جو رشوت لے(۸۵)۔

Marfat.com

الختصر عمل تلفیف (نات تول میں کمی)، عمل غش (ملاوٹ) عمل تدلیس (دھوکہ)، جعل سازی اور عمل تنجیس (گھٹیا کوالٹی)، قرضوں کی عدم ادائیگی، گداگری، تعیر (نرخوں کا تعین ونگرانی)، شراب نوشی، شراب فروشی، رشوت، ذخیرہ اندوزی، خبائث، ناجائز قبضہ اور ناجائز تجاوزات، جوئے بازی اور عصمت فروشی، سرکاری اہل کاروں کی بدعنوانی، اکتساب رزق کے ممنوع طریقوں، پیشوں اور اداروں کی تطہیر، سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کے نتیجے کے طور پر معاشرہ معاشی بدعنوانی سمیت دیگر معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی برائیوں اور بدعنوانیوں سے نجات پائے گا۔ سوسائٹی کے اندر علم وشعور کی آگہی، قانون کی حکمرانی، امر بالمعروف ونہی المنکر کی ترویج، اختیارات کا جائز استعمال، اداروں کی تطہیر اور پاویدا تشکیل، معاشی عدل وانصاف، معاشی آزادی، مہنگائی کا خاتمہ اور قیمتوں میں استحکام، دولت کی وسیع گردش، غربت ومفلسی کا خاتمہ، طبقاتی منفرت کا خاتمہ، روزی کے حرام ذرائع کا سدباب ممکن ہوسکے گا۔ نیز معاشرہ محبت اخوت اور معاشی آسودگی سے ہم کنار ہوگا۔ افراد معاشرہ میں نفرت تعصب اور بداعتمادی کی فضا کا خاتمہ ہوگا۔ لسانی، نسلی، ملکی اور علاقائی اختلافات اسلام کے ابدی، سرمدی اور عالم گیر ضابطہ حیات کے سامنے بے وقعت قرار پائیں گے۔ عوام الناس کے سامنے اسلام کا آفاقی، کائناتی، فطرتی اور ہمہ گیر نظریہ حیات ہوگا جو کہ نظریہ پاکستان کی روح ہے۔ اس طرح ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اس کرہ ارض پر معرض وجود میں آنے والی مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اغراض ومقاصد کی تکمیل ہوسکے گی۔ مسلمانان برصغیر کا ایک مثالی، فلاحی اور معاشی طور پر مضبوط اسلامی ریاست کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکے گا۔ وہ وقت بعید نہیں، جس طرح پاکستان ۲۸ رمئی ۱۹۹۸ء کو جوہری دھماکہ کرکے دفاعی طور پر ناقابل تسخیر ہوگیا ہے، اسی طرح ریاست کے معاشی پہلو، بدعنوانی کی اصلاح اور سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کی بدولت پاکستان معاشی طور پر ایشین ٹائیگر بن جائے گا۔

ان شاء اللہ

حوالہ جات

۱- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، طبع اول، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء، ج ۱۱، ص ۴۸۴

۲- محمد حمید اللہ ڈاکٹر، ''اسلامی ریاست''، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور (ت ن)، ص ۲۵

۳- قرافی، شہاب الدین (۶۸۳ھ/۱۲۸۴ء) ''الفرق''، طبع دار المعرفہ، بیروت، لبنان (ت ن)، ج ۱، ص ۲۰۷

۴- القرآن الکریم، ۳: ۱۰۴

۵- القرآن الکریم، ۳: ۱۱۰

۶- القرآن الکریم، ۳: ۱۰۴

۷- القرآن الکریم، ۲۴: ۵۵

۸- القرآن الکریم، ۳: ۱۰۴

۹- القرآن الکریم، ۲: ۱۸۸

۱۰- القرآن الکریم، ۴: ۵۹

۱۱- الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد (۴۵۰ھ/ ۱۰۵۷ء) ''الاحکام السلطانیہ''، طبع مصر، ۱۹۷۳ء، ص ۵

۱۲- البغدادی، القاہرہ (۴۲۹ھ/۱۰۳۷ء)، اصول الدین، طبع جامع اشرفیہ، لاہور (ت ن)، ص ۲۷۱

۱۳- ابن تیمیہ ''السیاسۃ الشرعیۃ'' طبع مصر، ۱۹۶۹ء، ص ۱۶۱

۱۴- ابن الہمام ''المسایرۃ'' طبع محمودیہ، مصر، (ت ن)، ص ۱۵۶

۱۵- الحصکفی، علاؤ الدین، (۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء) ''در مختار''، ج ۱، ص ۵۱۱

۱۶- ولی اللہ، شاہ، (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' طبع لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳

۱۷- The New Encyclopaedia Britannica, 15th edition, William Benton, Publisher, 1973, Vol. 17, p.610

۱۸- مذکورہ کتب کے متعلق ابواب میں اس موضوع پر شرح وبسط کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

۱۹- القرآن الکریم، ۴: ۵۹، ۶۴، ۶۵، ۸۰، ۱۰۵

Marfat.com

القرآن الکریم،۵: ۴۴، ۴۵، ۴۷ — القرآن الکریم،: ۵:۳

القرآن الکریم،۱۲: ۴۰ — القرآن الکریم،۲۴: ۵۴-۵۵

۲۰- Rodee, anderson, Christol; "Introduction to Political Science", 4th edition, Printed in Singapore by Chong Moh Offset Printing Pvt. Ltd., 1985, p.35

۲۱- ابن منظور، ''لسان العرب''، ج ۱،ص ۳۱۱

۲۲- القرآن الکریم، ۵۵: ۵

۲۳- ابن منظور ''لسان العرب''، ج ۱،ص ۳۱۱

اصفہانی، راغب ''مفرادت الفاظ القرآن'' دار الفکر، بیروت، لبنان،ص ۱۱۶

۲۴- ایضاً

۲۵- الجصاص ''احکام القرآن''، ج ۳،ص ۱۳۹

۲۶- ابن منظور، لسان العرب، ج ۱،ص ۳۱۱

۲۷- القرآن الکریم،۱۴: ۴۱

۲۸- ترمذی، ''جامع ترمذی''، ابواب صفۃ القیمۃ، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، ج ۲،ص ۶۹

۲۹- البخاری ''الجامع الصحیح'' کتاب الصوم، ج ۱،ص ۲۵۵

۳۰- الماوردی ''الاحکام السطانیہ'' ص ۲۴۰- ابو یعلیٰ ''الاحکام السلطانیۃ''،ص ۲۸۴

۳۱- غزالی، ''احیاء علوم الدین'' مطبعہ العامرۃ الشریفۃ، مصر، ۱۳۲۶ھ،ص ۳۲۳

۳۲- الشیرازی، عبد الرحمٰن بن نصر، ''نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ''، دار الثقافۃ، بیروت (ت ن)،ص ۶

۳۳- ابن الاخوۃ، محمد بن محمد، ''معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، دار الفنون، کیمرج، ۱۹۳۷ء،ص ۷

۳۴- ابن خلدون، ''مقدمہ''، باب سوم فصل اکتیس،ص ۲۲۲

۳۵- خلیفہ، حاجی، ''کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون'' مکتبہ المثنیٰ، بیروت، (ت ن) ج ۱،ص ۱۵

۳۶- یہ مصنف شام کی کلیۃ الشریعۃ کے سابق سربراہ، شام کے سابق وزیر تعلیم اور مکہ مکرمہ کی ''ام القریٰ یونیورسٹی'' کے پروفیسر تھے۔

Marfat.com

۳۷- المبارک، محمد ''الدولۃ ونظام الحسبۃ عند ابن تیمیۃ''

۳۸- آزاد، ابو الکلام، مولانا، ''احتساب اور اسلام''
البلاغ، رین لین، کلکتہ، انڈیا، فروری ۱۹۱۶، ج ۱، شمارہ ۹، ص ۱۶

۳۹- آزاد، ابو الکلام، مولانا، ''احتساب''
البلاغ، رین لین، کلکتہ، انڈیا، جنوری ۱۹۱۶، ج ۱، شمارہ ۶، ۷، ص ۱۱۱

۴۰- ابن قیم ''الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ''، فاروقی کتب خانہ، ملتان، ۱۹۹۳ء، ص ۴۷۲

۴۱- ایضاً، ص ۴۸۱

۴۲- ابن قیم ''الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ''، فاروقی کتب خانہ، ملتان، ۱۹۹۳ء، ص ۴۸۰-۴۸۱

۴۳- ابن قیم ''الطریق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ''، ترجمہ: پروفیسر شاہین لودھی، فاروقی کتب خانہ، ملتان، ۱۹۹۳ء، ص ۴۸۰-۴۸۱

۴۴- ابن تیمیہ (۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء) ''الحسبۃ فی الاسلام''، فصل دوم، مطبعہ موید، مصر، ۱۳۱۸ھ، ص ۱۱

۴۵- ابن قیم ''الطریق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ''، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ، قاہرہ، ۱۹۵۳ء، ص ۲۳۶

۴۶- خاشقجی صدقہ حسن، النمر محمد عبد الجلیل، ''المدینۃ المنورۃ او بلدۃ فی بلاد الاسلام''، مدینہ منورہ، وزارہ الشئون البلدیۃ والقرویۃ، (ت ن)، ص ۱۴

۴۷- تفصیل کے لئے دیکھئے مقال ہذا، ص ------------

۴۸- الماوردی (۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء) ''الاحکام السلطانیۃ'' المطبعۃ المحمودیۃ التجاریۃ، مصر، (ت ن)، ص ۲۳۱
ابو یعلی ''الاحکام السلطانیۃ''، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۲-شارع شیش محل، لاہور (ت ن)، ص ۲۶۸-۲۶۹

۴۹- عبد الحفیظ، پروفیسر ''وفاقی محتسب، تعارف اور افادیت کا تنقیدی جائزہ''، زیر عنوان تعارف، مطبع شوزب پرنٹرز، دربار مارکیٹ، لاہور، ۱۹۹۰ء

۵۰- ایضاً

۵۱- چانکیہ، اچاریہ کوتلیہ ''ارتھ شاستر''، اردو ترجمہ شان الحق حقی، فیکساس پرنٹرز، یونیورسٹی روڈ کراچی،

Marfat.com

۱۹۹۱ء، ص ۲۴۶

۵۲- اصلاحی، امین احسن، مولانا (۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء) ''اسلامی ریاست''، مکتبہ جماعت اسلامی، اچھرہ، لاہور، پاکستان ۱۹۵۰ء، ص ۲۹-۳۰

۵۳- طوسی، نظام الملک، خواجہ (م ۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء) ''سیاست نامہ''، اردو ترجمہ محمد منور، مجلس ترقی ادب، ۲-نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ، لاہور، ۱۰۶۱ء، ص ۵۰

۵۴- ایضاً

۵۵- طوسی، نظام الملک، خواجہ (م ۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء) ''سیاست نامہ''، اردو ترجمہ محمد منور، مجلس ترقی ادب، ۲-نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ، لاہور، ۱۰۶۱ء، ص ۴۹

۵۶- طوسی، نظام الملک، خواجہ (م ۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء) ''سیاست نامہ''، اردو ترجمہ شاہ حسن عطاء، طبع سوم، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۹

۵۷- طوسی، نظام الملک، خواجہ (م ۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء) ''سیاست نامہ''، اردو ترجمہ شاہ حسن عطاء، طبع سوم، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۹

۵۸- ابو یوسف، قاضی ''کتاب الخراج''، اردو ترجمہ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، ص ۱۳۹

۵۹- ابو یوسف، قاضی ''کتاب الخراج''، اردو ترجمہ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، ص ۱۳۸

۶۰- غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، ''ادب القاضی'' طبع اول، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء، ص ۷۵۳-۷۵۲

۶۱- ایضاً

۶۲- الہندی، علاؤ الدین، علی المتقی بن حسام الدین، ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال''، الطبعۃ الخامسۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء، ج ۴، ص ۱۵۹

۶۳- محمد حمید اللہ، ڈاکٹر ''خطبات بہاولپور'' اشاعت پنجم، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ۲۹۸

۶۴- الہندی، علاؤ الدین، علی المتقی بن حسام الدین، ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال''، الطبعۃ

Marfat.com

الخامسۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء، ج ۴، ص ۱۵۹

۶۵۔ ایضاً

۶۶۔ ایضاً

۶۷۔ الحلبی، علی بن برہان الدین، ''السیرۃ الحلبیۃ فی سیرۃ الامین المامون انسان العیون'' دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ۱۴۰۰ھ/۱۹۹۸۰ء، ج ۳، ۴۲۴

۶۸۔ البیہقی، حافظ جلیل ابی اکبر احمد بن الحسین بن علی (م ۴۵۸ھ) ''السنن الکبریٰ''، دار الفکر، بیروت لبنان، (ت ن)، ج ۴، ص ۱۵۸

۶۹۔ ایضاً

۷۰۔ دارقطنی، علی بن عمر (م ۳۸۵ھ) ''سنن دارقطنی''، الطبعۃ الرابعۃ، عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ج ۴، ص ۲۴۴۔ ترمذی، دارقطنی اور بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۷۱۔ الاندلسی، احمد بن محمد عبد ربہ، ''العقد الفرید''، الطبعۃ الاولی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، ج ۱، ص ۲۴

۷۲۔ ایضاً

۷۳۔ المنذری، حافظ زکی الدین عبد العظیم، (م ۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء)، ''الترغیب والترہیب''، اردو ترجمہ مولوی محمد عبد اللہ، اشرف اکیڈمی، جامعہ اشرفیہ، ج ۳، ص ۲۴۲

۷۴۔ مسلم، ابو الحسن بن حجاج القشیری، (م ۲۶۱ھ/۸۷۴ء) ''الجامع الصحیح'' کتاب الایمان

۷۵۔ ایضاً

۷۶۔ سنن نسائی بشرح السیوطی، البیوع، الرجحان فی الوزن، ج ۷، ص ۲۸۴، بیروت، لبنان

۷۷۔ الکتانی، عبد الحی بن عبد الکبیر، ''التراتیب الاداریۃ''، ج ۱، ص ۲۵۸

۷۸۔ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (م ۱۵۶ھ/۸۷۰ء) ''الجامع الصحیح'' کتاب الاحکام

۷۹۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر ''خطبات بہاولپور''، اشاعت پنجم، دارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ۳۶۶-۳۶۷

Marfat.com

۸۰- مسلم، ابو الحسین بن حجاج القشیری، (م۲۶۱ھ/۸۷۴ء) ''الجامع الصحیح''، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتہا، حدیث نمبر ۶۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۸۱- ترمذی ''جامع ترمذی'' ابواب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر ۴، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی ﷺ، ج ۱، ص ۱۴۵، وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۸۲- ایضاً

۸۳- ابو داود، کتاب البیوع، باب فی کراہیۃ الیمین فی البیع، ج ۲، ص ۱۱۷-۱۱۸، وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۸۴- مسلم، ''الجامع الصحیح''، کتاب المساقاۃ، حدیث نمبر ۱۲۹، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۳، طبع اولیٰ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء

۸۵- ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی کراہیۃ الرشوۃ، ج ۲، ص ۱۴۸، وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

محمد رفیق ضیاء قادری۔ کراچی

اس بوقلمونی دنیا میں یہاں اس رب کائنات نے اٹھارہ ہزار عالم بنائے ہیں اور ہر عالم میں بے شمار نظام صحیح اعتدال وتوازن کے ساتھ قائم فرمائے ہیں اور ان سب نظامہائے عالمین کا اصح ترین حساب کتاب بنایا ہے اور اس دنیا کی ہر چیز کو اپنی نشانی و آیت قرار دیا۔ کیونکہ عالم کا مادہ علم ہے اور علم کے معنی آیت اور نشانی کے ہیں اس لئے ہر عالم کا ایک ایک ذرہ اور ایک ایک جزو اپنے بنانے والے کی نشاندہی کرتا ہے اس لیے ایک شاعر کہتا ہے:

فی کل شیء له آیة　　　تدل علی انه واحد

"کہ ہر ایک چیز میں اس کی ایک نشانی ہے جو اس ذات کی واحدانیت پر دلالت کرتی ہے"

ساری کائنات اور اس کے تمام نظاموں کو پیدا کرنے کے بعد سب سے آخر میں حضرت انسان کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات کے ہر عنصر کو ایک اندازے اور اعتدال کے ساتھ اس کا جزو بدن بنایا اور ان عناصر میں آگ، مٹی، پانی اور ہوا کی مقدار دوسروں کی بہ نسبت زیادہ رکھی اور باقی کی مقدار کم کیونکہ اسے ایک مادی دنیا کا فرد بنانا تھا۔ ایسا فرد جس میں روحانیت کو اپنے اندر سمونے اور جذب کرنے کی مکمل صلاحیت ہو اور اپنے تخلیق کے تمام نظاموں کو اس کے جسم میں جمع فرما دیا، چاہے وہ نظام مادیت کے عالم سے تعلق رکھتا ہو روحانیت سے عالم برزخ سے متعلق ہو یا عالم بالا سے، نباتات سے متعلق ہو یا جمادات سے، عالم ظلمات سے تعلق ہو یا عالم انوار سے۔ جسمی ساخت کے عناصر کے تضادات اور نظامہائے مختلفہ کے باعث یہ اپنے اندر

Marfat.com

ھی و بری چیز کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے اندر ملکیت بھی ہے۔ اور بہیمیت بھی ہے۔
ان دونوں کا اعلان رب تعالیٰ نے

﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم. ثم رددناه اسفل سفلین﴾(التین ۴-۵)

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین اندازہ سے بنایا پھر اسے سب سے نچلی حالت کی طرف پھیر دیا۔''

ویسے بھی مذکورہ بالا چار بنیادی عناصر پر ہی غور کرلیا جاوے تو یہ چاروں آپس میں متضاد ہیں لیکن رب تعالیٰ نے ایک حساب کے ساتھ انہیں انسان میں یکجا کر دکھائے اس طرح سے اور عناصر کا بھی جسم میں یہی حال ہے جب کبھی کسی عنصر کی جسم میں کمی یا زیادتی ہوجاتی ہے تو انسان بیمار پڑجاتا ہے پھر ڈاکٹر یا حکیم اور دوسرے معالجین یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ اس کے جسم میں کسی چیز کی کمی ہوگئی ہے یا کونسی چیز بڑھ گئی ہے اور ان کی مقدار کتنی ہے پھر وہ مسیحا جس چیز کی کمی ہوتی ہے اس کمی کو پورا کرنے اور جس چیز کی زیادتی ہوگئی ہو اسے کم کرنے کی مختلف تدابیر کرتا ہے اور جب انسان کے جسم کی ہر چیز اعتدال پر آجاتی ہے تو انسان تندرست وتوانا ہوجاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بہترین انداز سے تخلیق فرمائی ہے اور اس نظام کی درستگی ہی احتساب ہے۔

لفظ احتساب کا ماخذ ومعنٰی

اس کا مادہ حسب ہے، ثلاثی مجرد میں یہ نصر ینصر کے وزن پر حسب یحسب کے معنی شمار کرنا، اور گنتی کرنے کے ہیں اور جب اسے ثلاثی مزید فیہ میں لاتے ہیں تو باب مفاعلة فاتل یقاتل کے وزن پر حاسب یحاسب محاسبة وحساباً کے معنی حسابات کی جانچ پڑتال کرنے کے آتا ہے قرآن پاک میں ہے فسوف یحاسب حساباً یسیراً (الانشقاق ۹) اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا اس سے حاسب اور محتسب آتا ہے جس کے معنی ہیں، مامور من الحاکم بضبط الموازن وخو ذالک اس شخص کو کہتے ہیں جو حاکم کی طرف سے اوازن وغیرہ کی جانچ پڑتال کرنے والا ہو۔ ارشاد ہے:

Marfat.com

وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (البقرۃ: ۲۸۴) ۔

''اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دل میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا''۔

رب کی صفت

رب تعالیٰ کے بہت سے صفاتی نام ہیں جو اس کی مختلف شانوں کا اظہار کرتے ہیں ان میں سے ایک ''حسیب'' بھی ہے اس کے معنی بڑا گہرا اور باریک بینی سے حساب فرمانے والا، اس صفت کا اظہا قرآن پاک میں کئی مقامات پر آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وکفٰی باللّٰہ حسیباً (النساء ۶) اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے،

دوسری جگہ فرمایا:

ان اللّٰہ کان علی کل شیء حسیباً (النساء ۸۶) بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

اہمیت احتساب

الحمد للہ ہم مسلمان ہیں دین اسلام ہی ہماری آن، ہماری شان ہے اور اس دین کا سا دارو مدار صرف دو باتوں پر ہے ایک یہ کہ نیکی کا حکم کرنا اور دوسرا یہ کہ برائی سے روکنا۔ اسی کے لئے رب تعا نے انبیاء کرام علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اگر ان دو باتوں کو ختم کردیا جائے تو منصب نبوت بیکار، دیانت مضمل سستی وغفلت عام، گمراہی تام، جہالت شائع، فساد وفتنہ سوایا، بستیاں خراب اور آبادیاں تباہ ہوجائیں گی خلق مداہنت چھا جائے گی، خالق ومحبوب الٰہی کا لحاظ جاتا رہے گا لوگ صرف نفسانی خواہشات کے پیرو ہو کر بہائم طرح دندناتے پھریں گے اور جو شخص ایسے خلل کو دور کرنے اور ایسے رخنوں کو بند کرنے میں سعی کرے گا و دراصل اقامت دین واحیاء سنت کے باعث نامور ہوگا اور ایسے اجر وثواب کا مستوجب ہوگا جس کا تصور بھی ممک نہیں۔

Marfat.com

۱- وجوب احتساب

تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کچھ رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو امت کے لیے یا اس کی تبلیغ اللہ کے رسول نے فرمادی اور جو کچھ حضور ﷺ نے ہمیں پہنچایا ہے اسے آگے تک پہنچانا ہمارا فریضہ ہے، اور عقل سلیم اس کی تائید کرتی ہے اس لیے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولـئک ھم المفلحون (آل عمران ۱۰۹)

''اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ جو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں''۔

۲- تقاضائے ایمان

مومن مردوں اور مومن عورتوں کے کاموں کو بتاتے ہوئے ارشاد ہوا:

والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر.

''اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور ہر برائی سے منع کرتے ہیں (توبہ ۷۱)۔

اس آیت میں ایمانداروں کا یہ وصف بتایا گیا ہے کہ وہ بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور جو کوئی ان امور کو ترک کرے گا وہ ان ایمانداروں کے زمرے سے ہی خارج ہوگا اور پھر ان کے درمیان دوستی اور ولایت کا رشتہ بھی باقی نہیں رہے گا۔

۳- نیک بختی

پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ کتابیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں نیز فرمایا:

ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات و

Marfat.com

اولئک من الصلحین (آل عمران ۱۱۴)۔

''اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ نیک ہیں''۔

اس آیت میں نیک بختی اور صلاح کو صرف ایمان پر ہی منحصر نہیں رکھا بلکہ امر بالمعروف ونہی المنکر کو بھی بیان فرمایا ہے، یعنی نیک بختی کے لیے ایمان تو بنیادی شرط ہے اور باقی باتیں اور اعمال جس میں احتساب بھی شامل ہے پر بھی عمل کرتے ہیں وہی لوگ حقیقی نیک بخت ہیں۔

۴۔فضیلت

حضور اکرم ﷺ کی امت کو تمام امم پر فضیلت حاصل ہے اور اس کی وجہ ذیل میں آیت میں بیان فرمائی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللّٰه (آل عمران ۱۱۰)

''تم سب امتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

اس آیت میں اس امت کی فضیلت صرف اس وجہ سے بیان ہوئی کہ یہ باہم دگر نیکیوں پھیلاتے ہیں اور تمام برائیوں کا احتساب کرتے ہوئے ان سے منع کرتے ہیں اور ایمان اللہ پر مضبوط ہیں۔

۵۔ راہ نجات

قرآن پاک اس بات کی بھی نشان دہی کرتا ہے کہ برائی اور عذاب الٰہی سے نجات کو کیا راستہ ہے۔ ارشاد ہوا:

فلما نسوا ماذکروا به انجینا الذین ینهون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئس بما کانوا یفسقون (الاعراف ۱۶۵)

''پھر جب وہ بھلا بیٹھے اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی ہم نے برائی سے منع کرنے والوں کو نجات دی اور ظالموں کو برے عذاب میں ان کی نافرمانی کی

Marfat.com

وجہ سے پکڑا''۔

اس آیت میں ایلہ والوں کا ذکر ہے جب ان کی آزمائش ہوئی تو وہ لوگ تین گروہوں میں بٹ گئے ایک وہ جنہوں نے ہفتہ کو شکار کرلیا، دوسرے وہ جو ان سے علیحدہ ہوگئے اور انہیں ہر طرح سے روکا اور انہوں نے درمیان میں دیوار بنالی اور تیسرے وہ تھے جنہوں نے خاموشی اختیار کرلی نہ شکار کیا اور نہ شکار کرنے والوں کو منع کیا ان کی خاموشی مایوسی کی وجہ سے تھی ظالموں کا ساتھ دینے کی وجہ سے نہیں اس لئے اس گروہ کا حال تو نہیں بتایا البتہ یہ واضح کردیا گیا کہ نجات اور کامیابی صرف برائی سے روکنے والوں کو ہی نصیب ہوئی اور ظالموں کو نافرمانی کی بدتر سزا ملی۔

۶۔حکمرانوں کے فرائض

قرآن پاک میں رب تعالیٰ نے ان لوگوں کے فرائض بھی بتائے ہیں جو حکومت کرتے ہیں ارشاد ہوا۔

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (الحج ۴۱)

''وہ لوگ اگر ہم زمین میں انہیں حکومت دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے لیے ہے''۔

اس آیت میں نیکی پھیلانے اور برائی سے روکنے کا حکم نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ دیا گیا ہے کہ حکمرانوں پر جہاں نماز وزکوٰۃ کا نظام قائم کرنا فرض ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ نیکی عام کرنے اور ہر طرح کی برائیوں کا قلع قمع کرنا بھی فرض ہے اور یہ چاروں فرائض صرف رب تعالیٰ کے لیے ہی ہونے چاہیئے نہ کہ اپنی شہرت کی خاطر۔

۷۔تعاون کا حکم

تمام مسلمانوں کو باہمی تعاون کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کی کچھ شرائط رکھی گئی ہیں ان شرائط

Marfat.com

کی عدم موجودگی میں تعاون سے روکا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

وتعاونوا علی البّر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب (المائدۃ ۲)

''اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللّٰہ سے ڈرتے رہو بے شک اللّٰہ کا عذاب سخت ہے''۔

تعاون کے معنی ہیں خیر پر ترغیب دی جائے اور بہتری کے طریقوں کو آسان کردیا جائے بدی اور ظلم وتعدی جہاں تک ہوسکے مسدود کردی جائیں تاکہ ہر طرح کی زیادتی کا راستہ روکا جاسکے۔ نیز اس آیت میں امر ہے اور حکم کسی چیز کے واجب کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

۸- اسباب گناہ

عیسائیوں کے پادریوں اور درویشوں نے جب لوگوں کو برائی سے نہیں روکا تو رب تعالیٰ نے ان کی مذمت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

''ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات اور حرام کھانے سے انہیں کیوں منع نہیں کرتے ہیں، بے شک بہت ہی برے کام کرتے ہیں''۔

(سورۃ المائدہ آیت ۶۲)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جب برائیوں سے نہیں روکتے اور حرام کاموں سے منع نہیں کرتے تو اس کے علاوہ وہ جو کام بھی کریں وہ برا ہی ہوگا اور احتساب سے ان کا اعراض ہی ان کے گناہ گار ہونے کے لئے کافی ہے ان کے ذاتی اعمال چاہے جتنے اچھے ہوں ان کا فائدہ صرف ان کی ذات تک محدود ہے۔

۹- استحقاق لعنت

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کافروں پر لعنت فرمائی تو اس کے اسباب بھی بیان فرمائے ارشاد ہے:

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم

ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون کانوا لا یتنا ھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون. (المائدۃ ۷۸، ۷۹)

''داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے بنی اسرائیل کے کفار لعنت کئے گئے کیونکہ انہوں نے نافرمانی اور سرکشی کی تھی، بری بات کے کرنے پر وہ باہم منع نہیں کرتے تھے، لازماً وہ بہت ہی برے کام کرتے تھے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ برائیوں سے روکنا تو ہر ایک پر واجب ہے احتساب کے بند ہونے سے عذاب الٰہی آنے کا اندیشہ ہوتا ہے نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسولوں کی لعنت کا باعث بھی بنتا ہے۔

۱۰- ہلاکت سے حفاظت

قرآن پاک میں واضح طور پر رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے پہلی امتوں میں سب کو ہلاک کردیا صرف وہی لوگ بچے جو برائیوں سے روکتے تھے۔ ارشاد ہوا:

''تم میں پہلی امتوں میں ایسے لوگ کیوں نہ ہوئے جن میں بھلائی کا کچھ حصہ باقی ہوتا کہ وہ زمین میں فساد سے روکتے وہاں ان میں وہی تھوڑے سے تھے جنہیں ہم نے نجات دی اور ظالم اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ مجرم تھے۔ اور تمہارا رب بستیوں کو بلا وجہ ہلاک فرمانے والا نہیں حالانکہ ان کے لوگ اصلاح کرنے والے ہوں''۔ (ہود۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷)

ان دونوں آیات میں واضح طور پر بتایا گیا کہ پہلی قوموں میں صرف تھوڑے سے ہی ایسے لوگ تھے جو لوگوں کو برائیوں سے منع فرمایا کرتے تھے ہم نے ان کے علاوہ باقی سب ظالموں کو ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بھی بتا دیا کہ جب تک کسی بستی میں اصلاح کرنے والے موجود ہوتے ہیں اس وقت تک خدا تعالیٰ اس بستی کو ہلاک نہیں فرماتا۔

۱۱- اصلاح

مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح صفائی کرانا ضروری ہے۔

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما (الحجرات ۹)

''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو''۔

مسلمانوں کا باہم دیگر لڑنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن کفر نہیں ہے اس لیے لڑنے والوں کے درمیان صلح صفائی کرانا ضروری ہے کسی کو سرکشی سے روکنا اور اطاعت پر کاربند ہونے کو ہی اصلاح کہتے ہیں اور احتساب بھی اسی کا نام ہے یہ زبانی صلح کا نام ہے۔

۱۲- بغاوت کا خاتمہ

پھر اگر لڑنے والے گروہ نہ مانیں تو پھر اس بغاوت کو ختم کرنے کا طریقہ ارشاد ہوا:

فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ (الجرات ۹)

''پھر اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے''۔

اس آیت میں نہی عن المنکر بالقوہ کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ بعض مرتبہ احتساب کرنے والے عملہ و افراد سے وہ لوگ زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں جن کا احتساب کیا جاتا ہے یا پھر وہ اپنے مفاد کی خاطر افرادی اسلحی قوت بہم پہنچا لیتے ہیں کہ ان کا احتساب محکمہ احتساب بھی نہیں کرسکتا ایسے لوگوں کا احتساب کرنے کے محکمہ احتساب کو بھی ایسی افرادی قوت جمع کرکے طاقت اور اسلحے کے زور پر اس بغاوت کو کچلنا لازمی ہے البتہ ایسے گروہ سے لڑائی کے دوران جو ان (باغی) گروہ کے افراد پکڑے جائیں گے انہیں قیدی نہیں بنایا جاوے گا اور نہ ہی انہیں قتل کیا جائے گا اور ان کے مال و اسباب کو غنیمت کے طور پر تقسیم بھی نہیں کیا جاوے گا البتہ ایسے لوگوں کے ساتھ جو سلوک ہوگا وہ اس آیت کے آخر میں بتایا گیا ہے ''کہ پھر اگر وہ باغی گروہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے'' اس کی وجہ یہ فرمائی ''کہ بے شک تمام مسلمان باہم بھائی ہیں دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔ (الحجرات ۹)

Marfat.com

شرائط محتسب

حاسب یا محتسب میں کچھ ایسی صفات کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ عوام، خواص اور خاص الخاص کا محاسب کر سکے کیونکہ امر بالمعروف ونہی المنکر کے لیے بھی رب تعالیٰ نے ایک خاص گروہ کو حکم دیا ہے اس لیے محتسب کی ان صفات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱- مکلّف ہونا

محتسب کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے کیونکہ جو شخص غیر مکلف ہوگا اس پر کوئی شرط لاگو نہیں ہو سکتی جو عقل وشعور سے بیگانہ ہے وہ اچھی اور برائی میں تمیز نہیں کر سکتا اور جسے یہ تمیز نہیں ہوگی وہ احتساب کیسے کر سکے گا۔

۲- ایمان ہونا

احتساب دین کا دوسرا نام ہے اور دین متعین کی نصرت کرنے کا وہ کیسے اہل ہو سکتا ہے جو اصل دین (ایمان) کا ہی منکر ہو اس لیے ایک مسلمان مملکت میں ایسا آدمی محتسب کے منصب پر فائز ہونے کا ہرگز اہل نہیں ہو سکتا جو مسلمان نہ ہو کوئی غیر مسلم اہل کتاب یا غیر اہل کتاب دین اسلام کا نفاذ کیسے کر سکتا ہے۔

۳- عادل ہونا

محتسب کا عادل ومنصف ہونا بھی از حد ضروری ہے کیونکہ عدل وانصاف ایک ایسی چیز ہے جسے اسلام نے مسلمان کی اپنی انفرادی شخصیت سمیت اجتماعی معاشرے کی سب سے اہم ضرورت قرار دیا ہے فرمان الٰہی ہے "بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے" رب تعالیٰ کا یہ حکم بغیر کسی طبقہ خاص کے مطلق ہے جو ہر طبقہ مخلوق کے لیے، ہر جگہ، ہر حالت میں، ہر ایک کو، ہر طرح بجالانا ضروری ہے۔

۴- اجازت ہونا

اس کا مطلب یہ ہے کہ محتسب کو کسی حاکم وقت یا امام کی طرف سے احتساب کرنے کی

Marfat.com

اجازت ہونی چاہیے ویسے تو دین اسلام نے ہر مسلمان کو مبلغ بنادیا ہے لیکن بہت سے مقامات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کسی کو منع نہیں کرسکتا تاوقتیکہ حاکم وقت کی طرف سے اجازت نہ ہو۔ بہرحال احتساب دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک احتساب لسانی کہلاتا ہے اس میں کسی حاکم کی اجازت کی اکثر ضرورت نہیں ہوتی، دوسرا احتساب قہری کہلاتا ہے اس میں کیونکہ بالقوت روکنا ہوتا ہے اس میں حاکم وقت، کسی امام وقت یا کسی اعلیٰ اختیاراتی ہستی کی اجازت درکا ہوتی ہے۔

۵- قدرت ہونا

محتسب میں اتنی طاقت ہونی ضروری ہے کہ وہ اپنے فرمان پر عمل کرواسکے جسے ایسے ضروری اختیارات حاصل نہ ہوں اور وہ عاجز ہو تو وہ کسی دوسرے کا احتساب کیسے کرسکے گا، اور دوسروں کے حقوق ظالموں سے کیونکر دلائے گا اس لیے محتسب کو قدرت والا ہونا ضروری ہے۔

۶- عالم ہونا

محتسب کو حسبت کے مقامات، حدود وقیود، اور موانع سے واقف ہونا ضروری ہے، جو جائز وناجائز، حرام وحلال، اوامر ونواہی، عقائد ونظریات، ارکان اسلام، حقوق اللہ وحقوق العباد کا علم ہی نہیں رکھتا وہ دوسرے کی غلطی کیسے محسوس کرسکتا ہے جو مکلفات ومحذرات، تعزیرات وحدود کو جانتا ہی نہیں وہ ان چیزوں کا عوام پر نفاذ کیسے کرسکتا ہے۔

۷- متورع ہونا

محتسب کو بہت زیادہ متورع ہونا بھی ضروری ہے اس کا ہر کام وعمل صرف رب تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہونا چاہیئے اس کا کوئی کام اپنی کسی نفسیاتی غرض کے لیے نہیں ہونا چاہیئے اسے متقی ہونا چاہیئے۔ تقویٰ کے دو لوازم ہیں ایک یہ کہ ہر شعبہ زندگی میں رب تعالیٰ اور اس کے حبیب کی مکمل اطاعت وپیروی کی جائے اور دوسرے اپنے ظاہری و باطنی ہمہ اقسام کے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے مزید نیکی کرنے میں مسلسل کوشاں رہے۔

۸- حسن خلق ہونا

محتسب کا اخلاق حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کا مرقع ہونا چاہیے کیونکہ انسان کے اپنے

Marfat.com

جوش، غصہ اور قہر وغضب شہوت و بہیمیت پر حسن خلق ہی غلبہ حاصل کر سکتا ہے ورنہ احتساب کا سارا عمل اپنی ہی عزت وآبرو، جاہ وجلال کے قیام کے لیے ہوگا۔ ایسا احتساب کسی کو بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتا بلکہ دین اسلام کی حقارت کا باعث ہوگا۔

۹- عدم لالچ ہونا

محتسب کے پیش نظر صرف رضا الٰہی ہونا چاہیئے دنیا کے مال واسباب روپیہ پیسہ کا اسے قطعاً لالچ نہیں ہونا چاہیئے ورنہ وہ لوگوں سے طرح طرح کے حیلے بہانوں سے رشوت لے کر غلط فیصلے کرے گا۔ ایسا احتساب تو خود احتساب کا محتاج ہوگا اس سے دین اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہوسکتی۔

۱۰- نرمی وصبر ہونا

محتسب کو صابر اور تحمل مزاج اور نرم خود ہونا ازحد ضروری ہے۔ کیونکہ جب رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون علیہم السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو انہیں نرم لہجہ رکھنے کی تلقین فرمائی اور صابر اس لیے ہونا ضروری ہے کہ صابرین کو ہی اللہ کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔

درجات احتساب

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اسلام نے ہر شخص کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنا احتساب کرے اور دوسرے اپنے دینی بھائیوں کو بھی خلاف شرع باتوں سے روکتا رہے لیکن عوام کو نہ تو تمام برائیوں کا علم ہوتا ہے ور نہ ہی وہ اپنے سے ذرا اوپر طبقہ کو بتانے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ آج کل تو حالت یہ ہے کہ جس کسی کو کسی برائی سے روکا جائے تو جواباً روکنے والے کی متعدد برائیوں کو بیان کر کے اپنی برائی کے جواز کی راہ تلاش کر لیتا ہے اگرچہ برائی سے روکنے والے کو اجروثواب تو مل جاتا ہے لیکن اسے کوفت ضرور ہوتی ہے اگرچہ حدیث پاک میں کچھ بڑے بڑے درجات تو اس حدیث میں بیان کردیئے ہیں ارشاد پاک ہے:

"من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان"۔

"حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو چاہیئے کہ

Marfat.com

اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے اگر ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے زبان سے دور کرے پھر اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے دل میں اسے برا خیال کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔

اس فرمان عالی مقام میں تو صرف تین درجے ہی ذکر کئے گئے ہیں لیکن علماء کرام نے احتساب کے مندرجہ ذیل درجات متعین کئے ہیں جس کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ تعریف

کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ اپنی جہالت کی وجہ سے ان چیزوں کو نہیں جانتے ہیں جن کی شریعت ممانعت کرتی ہے تو ایسے لوگوں کے لیے احتساب کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انہیں بتایا جائے کہ ایسا کرنے کی شریعت میں ممانعت ہے تاکہ وہ افراد ان باتوں سے رک جائیں۔

۲۔ نذارت

دوسرا درجہ نذارت کا ہے کہ لوگوں کو وضاحت سے بتایا جائے کہ شریعت میں فلاں کام کی ممانعت آئی ہے۔ اب کسی کو ایسی بات نہیں کرنا چاہیے اور ممانعت کی وجہ اور اس کی آخرت میں سزا سے بھی ڈرایا جائے تاکہ آخرت کے عذاب سے ڈر کر انسان مذکورہ برائی کو چھوڑ دے یعنی مختلف جرائم کی مختلف سزاؤں کو بیان کر کے احتساب کیا جاوے تاکہ لوگ آخرت کے عذاب سے محفوظ رہنے کے لیے ان جرائم میں ملوث نہ ہونے پائیں۔

۳۔ وعظ ونصیحت

تیسرا درجہ وعظ ونصیحت کر کے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنا ہے۔ مثلاً شرابی کو شراب پینے کے نقصانات اور اسلامی معاشرہ میں اس کی حقارت کا احساس دلا کر اور عار دلا کر اس سے باز رہنے کی تلقین کرے یا لوگوں کے سامنے اس کے اس قبیح عمل کو بیان کر کے آئندہ سے اس کے استعمال سے روک دے۔

۴۔ زجر وتوبیخ

احتساب کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ محتسب مجرم کو سخت سست کہے اور درشت الفاظ سے یاد کرے

تا کہ اس کی قومی وملی غیرت جاگ جائے اور وہ اپنی غیرت کا ہی لحاظ کرتے ہوئے اس برائی سے دور رہے اس سے فحش بکنا مراد نہیں ڈانٹ ڈپٹ مراد ہے بلکہ یوں کہے کہ اے جاہل، او عقل کے دشمن کیا تو رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ تو فلاں برائی کرتا ہے؟ کیا تیرے بزرگوں نے تمہیں یہی سکھایا ہے کہ تو ایسا کرے، وغیرہ وغیرہ۔

۵- ممانعت بالید

احتساب کا پانچواں درجہ یہ ہے کہ اگر کوئی کام یا چیز خلاف شرع یا خلاف قانون اسلامی دیکھے تو اپنی قوت بازو سے توڑ ڈالے تا کہ آئندہ کوئی انہیں استعمال نہ کر سکے۔

۶- دھمکانا

کسی مجرم کو دھمکا کر اسے برائی سے منع کر دیا جاوے اور دھمکانے میں ذرا مبالغہ کرنا بھی درست ہے۔ مثلاً کسی کو دھمکایا جاوے کہ تم شراب پینا چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں لوگوں سے یا حکومت کے آدمیوں سے پٹواؤں گا یا آئندہ اگر جوا یا قمار بازی کرتے ہوئے دیکھا یا منشیات کو ہاتھ لگایا یا ادھر گیا جدھر یہ نشے مہیا ہوتے ہیں میں تمہارا ہاتھ یا پاؤں توڑ دوں گا اور یقین دہانی کی خاطر وہ ایک دو ہاتھ جڑ بھی دے تو یہ بھی ایک احتساب کا درجہ ہے۔

۷- ضربات

یہ احتساب کا ساتواں درجہ ہے جو مختلف قسم کی تعزیرات وحدود میں مشتمل ہے زانی کو کوڑے مارنا یا چور کے ہاتھ کاٹنا، شراب پینے کی حد تہمت لگانے کی حد اور دوسری تعزیرات اس میں شامل ہیں۔ دین اسلام میں حدود تو مقرر ہیں لیکن تعزیرات کچھ مقرر ہیں اور کچھ مقرر نہیں ہیں بہرحال یہ زد وکوب عدالتی فیصلوں کے مطابق عمل میں آتا ہے اور ان کا نفاذ بھی مخصوص حقوق جن کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد سے ہوتا ہے، میں عمل میں آتا ہے یہ صرف عدالت کے ذریعہ ہی نافذ ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے عدالت احتساب ضروری ہے۔

۸- ممانعت بالقہر

احتساب کا یہ درجہ صرف فسادیوں کے لیے ہیں جو اسلامی مملکت وحکومت میں اپنے اشرار کے ساتھ آئے دن کوئی نہ کوئی فتنہ برپا رکھتے ہیں اس گروہ میں ظاہری مسلمان کہلانے والے (منافقین) بھی

Marfat.com

ہوتے ہیں اور دوسرے ملکوں کے ایجنٹ بھی۔ ان کا اپنا نیٹ ورک ہوتا ہے مختلف علاقوں اور شہروں میں منظم طور پر بم دھماکے اور اس طرح کی تخریبی سرگرمیوں میں ملوث افراد کے قلع قمع کرنے کی غرض سے ہر طرح کے جدید ہتھیاروں سے لیس کوئی فورس یا فوج قائم کرنا اور انہیں جدید ترین خطوط پر ٹریننگ دے کر متعین کرنا احتساب قہری کا حصہ ہے اس میں مجرموں کو ہمہ وقت ختم کرنے کا حکم ہوتا ہے تاکہ ناسور ختم ہوکر باقی معاشرہ آرام وسکون کی نیند سوسکے۔ ان آٹھ درجات احتساب میں پہلے پانچ میں تو کسی حاکم وقت کی اجازت کی ضرورت نہیں البتہ باقی تین درجات کے لیے حاکم وقت کے سرپرستی، اجازت ہونا لازمی ہے۔ اب دنیا کے اکثر ممالک میں احتساب عدالتوں کا وجود موجود ہے۔ جن میں باقاعدہ مقدمات درج ہوتے ہیں۔ شہادتوں اور دوسرے جدید ترین شواہد کے ذریعے مجرموں کے جرموں کی نوعیت معلوم کی جاتی ہے اور ان کی سزاؤں پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ اسلام کے سنہری دور میں ایسی احتساب عدالتوں کا دائرہ اختیار اتنا وسیع تھا کہ اسلامی ملک کا کوئی ادنیٰ واعلیٰ ان کی حدود سے مستثنا نہیں تھا۔ ہر چھوٹے بڑے اور ہر غریب وامیر آقا ونوکر، عورت ومرد، مسلمان وکافر، عوام وخواص حتیٰ کہ سربراہ مملکت امیر المومنین حضرعمر فاروقؓ اور حضرت علی شیر خداؑ جیسی ہستیوں کو بھی ان عدالتوں میں حاضر ہوکر جوابدہی کرنا پڑتی تھی اور یہ محکمہ احتساب ہر ایک کی ہر ہر حرکت کا حساب رکھتا تھا اور حساب کرتا تھا اور پوری مملکت اسلامیہ میں اسلام پر عمل کے نفاذ کا ذمہ دار تھا یہ محکمہ عدلیہ کا ہی ایک حصہ ہوتا تھا اس کی زد سے کوئی نہیں بچ سکتا تھا۔ اس لیے اس دور کو اسلام کا سنہری دور کہتے ہیں۔

عمل احتساب کی رکاوٹیں

قرون اولیٰ کا وہ سنہری دور تھا جس میں ہر مسلمان اپنا خود احتساب کرتا رہتا تھا ان میں سے جب کبھی کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوتی تھی وہ اپنی سزا جھیلنے اور گناہوں کی آلودگی سے خود کو پاک وصاف کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہوجاتا تھا انہیں ہمہ وقت رب تعالیٰ کا ڈر رہتا تھا ان کے پیش نظر یہ دنیا اور اس کی ساری چہل پہل کچھ قدر وقیمت نہیں رکھتی تھی وہ ہمہ وقت آخرت کے جویاں رہتے تھے۔

Marfat.com

اسلامی مثالی معاشرہ کا قیام

ہم اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتے جب تک اپنے پیش نظر اس نمونہ ومثال کو نہ رکھیں۔ جس کی نقالی ساری دنیا کے فلاحی معاشروں نے کی ہے اور جو آج بھی عوام وخواص کے لیے اتنا ہی بار آور اور مفید نظام ہے جتنا اس وقت تھا جب اسلامی حکومت کا رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔اس عرصہ مبارک کی تھوڑی سی جھلک دکھانا از حد ضروری ہے تاکہ اب ہمارے لیے راستہ آسان ہوجاوے، لہٰذا مختصر ترین فاروق اعظمؓ کے طرز حکومت کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے وہ بھی اس کا وہ حصہ جو ہمارے موضوع سے منسلک ومتعلق ہے۔

امیر کے اختیارات

حضرت عمر فاروقؓ نے بادشاہ یا حکومتی سربراہ اور عوام کے حقوق کو مساوی قرار دیا اور عوامی خزانہ سے ضروریات سے زیادہ لینے کی ممانعت، اختیارات محدود رکھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عوام کو احتساب و نکتہ چینی کا حق عطا فرمایا تھا۔آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> ''بے شک مجھ پر تمہارے مال میں اس قدر لینے کا حق ہے جتنا یتیم کے ولی کو تیم کے مال میں ہوتا ہے اگر میں امیر ہوں گا تو کچھ نہ لوں گا اور اگر میں فقیر ہوں گا تو دستور کے موافق کھانے کو لوں گا۔اے لوگو! میرے اوپر تم لوگوں کے متعدد حقوق ہیں جن کا تم کو مجھ سے مواخذہ کرنا چاہیئے ایک یہ کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بے جا طور پر جمع نہ کیا جائے، دوسرا یہ کہ جب میرے ہاتھ میں خراج اور غنیمت آئے تو بے جا صرف نہ ہونے پائے، تیسرے یہ کہ میں تمہارے روزینے بڑھاؤں اور سرحدوں کو محفوظ رکھوں اور یہ کہ تم کو خطروں میں نہ ڈالوں''۔

عمال کے اختیارات

آپ نے علماء کو ان الفاظ میں خطبہ دیا۔

''خبردار میں نے تمہیں امیر اور سخت گیر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ امام بنا کر بھیجا ہے

کہ لوگ تمہاری تقلید کریں تم مسلمانوں کے حقوق ادا کرو۔ انہیں زدوکوب نہ کرو کہ وہ ذلیل ہوں ان کی بے جا تعریف نہ کرو کہ غلطی میں پڑیں ان کے لیے اپنے دروازے بند نہ رکھو کہ زبردست کمزوروں کو کھا جائیں ان سے کسی بات میں ترجیح نہ دو کہ یہ ان پر ظلم ہوگا''۔

نیز جب کسی عامل کو مقرر کیا جاتا تو ان سے یہ عہد لیا جاتا کہ ترکی گھوڑے پر سواری نہ کرے گا۔ باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا رکھے گا۔

تقرر عمال

جب کوئی عامل مقرر کیا جاتا تو اس کے پاس جس قدر مال واسباب ہوتا اس کی مفصل فہرست تیار کر کے محفوظ کردی جاتی تھی اور عامل کی مالی حالت میں اگر کوئی غیر معمولی ترقی ہوتی تو اس سے سخت احتساب کے ذریعہ مواخذہ کیا جاتا تھا اور ناجائز ذرائع سے لیا ہوا مال بیت المال میں جمع کردیا جاتا تھا۔

حج واحتساب

تمام عمال کو حج پر ہر سال حاضر ہونے کا حکم تھا حج میں تمام اطراف کے لوگ بھی موجود ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہوکر اعلان فرماتے کہ جس کسی کو کسی عامل سے شکایت ہو پیش کرے چنانچہ ذرا ذرا سی شکایات پیش ہوتی تھیں اور تحقیقات کے بعد ان کا تدارک کیا جاتا تھا۔

خطبہ احتساب

ایک مرتبہ آپ نے بہت بڑے مجمع کو خطبہ دیا کہ اے لوگو! بھیجے جانے والے عمال تمہیں طمانچے مارنے کے لیے نہیں بھیجے جاتے یا تمہارا مال چھیننے کے لیے بلکہ اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ سکھائیں اس لیے اگر کسی عامل نے اس کے خلاف کیا ہو تو مجھ سے بیان کرے تا کہ میں اس کا

Marfat.com

انتقام لوں۔ مصر کے گورنر حضرت عمر بن العاصؓ نے اٹھ کر کہا کہ اگر کوئی عامل ادب سکھانے کے لیے کسی کو مارے گا تو پھر بھی آپ اس کو سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور سزا دوں گا کیونکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ خبردار مسلمانوں کو مت مارا کرو ورنہ وہ ذلیل ہو جائیں گے ان کے حقوق تلف نہ کرو ورنہ وہ کفران نعمت پر مجبور ہو جائیں گے۔

انتقام

ایک مرتبہ حسب معمول تمام عمال حاضر تھے ایک شخص اٹھا اور کہا کہ آپ کے عامل نے مجھے ۱۰۰ کوڑے بے قصور مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہ اسی مجمع میں عامل کو ۱۰۰ کوڑے مارے۔ عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا یہ امر عمال پر گراں ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ملزم سے انتقام نہ لوں عمرو بن العاصؓ نے مستغیث کی منت کر کے اس کو اس شرط پر راضی کیا کہ ہر ایک تازیانے کے بدلے وہ دو اشرفیاں لے کر اپنے حق سے باز رہے۔

حاسب کا تقرر

وقتاً فوقتاً عمال کی جو شکائتیں پیش ہوتی تھیں ان کی تحقیقات کے لیے ایک خاص عہدہ "حاسب" کا قائم تھا۔ اس کے سربراہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری تھے جو احتساب پر مامور تھے۔ یہ بزرگ اکابر صحابہ کرامؓ میں سے تھے۔ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک مہم پر تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں انہیں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے ایسے عظیم کام کے لیے انہی کو منتخب کیا۔ شکایت ملنے پر یہ موقع پر جا کر مجمع عامہ میں لوگوں کا اظہار لیتے۔ ۲۱ ھ میں حضرت سعد بن وقاصؓ جنہوں نے قادریہ مہم سر کی تھی کوفہ کے گورنر تھے جب لوگوں نے ان کے خلاف شکایت کیں تو باوجود اس کے کہ ایرانی لڑائی کے لیے تیار تھے اور ڈیڑھ لاکھ فوجی سپاہی نہاوند کے قریب پہنچ چکے تھے اور ان کے مقابلے کے لئے کوفہ سے فوجیں روانہ ہو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ نہایت تنگ اور پرخطر وقت ہے تاہم سعد بن وقاصؓ کی تحقیقات ضرور ہوگی۔ اس غرض سے حضرت محمد بن مسلمہ کو فوراً کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں

Marfat.com

نے کوفہ کی ہر مسجد میں جا کر اظہار لیا اور سعد کو لے کر مدینہ منورہ آ گئے وہاں انہوں نے خود بھی ان سے پوچھا ا
تحقیقات فرمائیں۔ بعض اوقات کمیشن کے طور پر چند آدمی تحقیقات کے لیے بھی بھیجے جاتے تھے۔ بعض اوقا
عامل کو مدینہ منورہ میں بلا کر براہ راست تحقیقات فرماتے اور یہ اس وقت ہوتا جب کہ عامل صوبہ کا حاکم یا معز
افسر ہوتا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ جو بصرہ کے گورنر تھے ان کے متعلق جب شکایت آئی تو انہیں بلوا کر مستغیث کا بیا
حضرت عمرؓ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا الزامات یہ تھے۔

۱۔ ابو موسیٰ نے ایران جنگ میں سے ساٹھ رئیس زادے چھانٹ کر اپنے لیے رکھ لیے
یہ الزام غلط ثابت ہوا۔

۲۔ ان کی ایک لونڈی ہے جسے دونوں وقت ایسی عمدہ خوراک دی جاتی ہے جو عام مسلما
میسر نہیں؟ یہ الزام صحیح تھا۔ لہذا ان سے لونڈی چھین لی گئی۔

۳۔ یہ کہ کاروبار حکومت زیاد بن سمیہ کے سپرد کر رکھا ہے وہی سیاہ و سفید کا مالک ہے؟ ا
جواب یہ دیا گیا کہ زیاد سیاست و تدبر کا آدمی ہے۔ میں نے اسے مشیر بنایا ہوا ہے۔ آ
نے زیاد کو بلا کر اس کا امتحان لیا تو قابل آدمی پایا۔ اس لیے خود بصرہ کے حکام کو اسے
بنانے کا حکم دیا۔

احتساب عمال

عمال کی سخت گرفت کے متعلق ثابت ہوتا ہے کہ وہ بیمار کی عیادت نہیں کرتا یا کمزور کی
تک رسائی نہیں وہ فوراً معزول ہو جاتا۔

محکمہ احتساب

حضرت عمرؓ نے بازار کی نگرانی کے لیے حضرت عبداللہ بن عتبہ کو مقرر کیا تھا۔ آپ کا
عمل منصب محتسب کا ماخذ ہے۔ لہذا آپ کے عہد میں عمال کا احتساب، ناپ تول کی کمی، سڑکوں پر تجاوز
جانوروں پر بار گراں لادنا، شراب وغیرہ کا بکنا اور دوسرے تمام غیر شرعی امور کی روک تھام، اور ظلم و زیادتی کے

Marfat.com

خاتمہ کا معقول انتظام ہوتا تھا۔

بیت المال کا قیام

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں سب سے آخر میں بحرین کا خراج ۸ لاکھ درہم آیا جو آپ ﷺ نے ایک ہی جلسہ میں تقسیم فرمادیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اگرچہ ایک مکان اس غرض کے لیے مخصوص کرلیا تھا لیکن اس میں کوئی چیز محفوظ نہیں کرتے تھے بلکہ جو کچھ آتا عوام میں تقسیم کردیا جاتا تھا۔ ان کی وفات پر اس میں صرف ایک درہم تھا۔ ۱۵ھ میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو بحرین کا عامل بنایا وہ جب پانچ لاکھ درہم لائے تو آپ نے ایک مجلس شوریٰ بلائی ولید بن ہشام نے بتایا کہ سلاطین شام کے ہاں خزانے اور دفتر کا محکمہ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ اس پر آپؓ نے مدینہ میں بیت المال قائم فرمایا اور حضرت عبداللہ ابن ارقمؓ کو اس خزانہ کا افسر بنایا اور حضرت عبدالرحمٰن، عبید القاری کو بطور مددگار مقرر فرمایا۔

مثالی احتساب

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ بازار میں پھر رہے تھے۔ ایک طرف سے آواز آئی کہ اے عمرؓ کیا تم اپنے عاملوں کے لیے چند قواعد کے مقرر کرنے سے عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے۔ تمہیں معلوم ہے کہ عیاض بن غنم عامل مصر باریک کپڑے پہنتا ہے اور دروازے پر دربان مقرر کیے ہوئے ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فوراً حضرت محمد بن مسلمہؓ کو مصر اس فرمان کے ساتھ بھیجا کہ انہیں جس حال میں پاؤ اسی طرح اپنے ساتھ لے آؤ دونوں الزام سچ تھے۔ آپؓ نے اسی وقت وہ کرتا اتروا کر کمبل کا کرتا پہنا دیا اور بکریوں کا ایک ریوڑ منگوا کر حکم دیا کہ انہیں جنگل میں جا کر چرایا کرو۔ عیاض کو ذرا بھی انکار کی مجال نہ تھی۔ شرمندہ ہو کر بار بار کہتے تھے کہ اس سے تو مرجانا بہتر ہے۔ آپؓ نے یاد دلایا کہ تمہیں اس سے عار کیوں ہے؟ تمہارے باپ کا نام ابن الغنم بکریاں چرانے کی وجہ سے تو پڑا تھا کیونکہ عربی میں غنم بکری کو کہتے ہیں پھر انہوں نے صدق دل سے توبہ کی اور اپنے فرائض بخوبی انجام دیتے رہے۔

Marfat.com

دیانت عمال کا راز

آپؓ نے عمال کی دیانتداری اور راست بازی کے لیے ایک عمدہ اصول یہ اختیار کیا کہ ان کی تنخواہیں و روزینے بیش بہا مقرر فرمائے جس سے رشوت وغبن کا دروازہ بند ہوگیا۔ اس سستے زمانہ میں حضرت امیر معاویہؓ کی تنخواہ ایک ہزار دینار ماہوار تھی۔

اختتام

آخر میں برکت کے لیے حضور ﷺ حدیث لکھتا ہوں، فرمایا:

افضل الجهاد كلمة الحق عند سلطان جائر

''کہ سب سے بہترین جہاد کسی جابر بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنا ہے''۔

لہٰذا ہم سب کا خود سمیت ہمہ وقت اپنے عمال کی جوابدہی کے لیے تیار رہنا چاہیئے اور اس زندگی کو آخرت کا توشہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مختصر زندگی میں اچھے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
رکھتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

حوالہ جات

۱- تفسیر نور العرفان، تفسیر نعیمی، شان حبیب الرحمٰن

۲- کتاب الصرف، ابواب الصرف

۳- سوانح حضرت امیر معاویہؓ

۴- صحیح مسلم

۵- صحیح مسلم، ابو داؤد، طبری، مدارج النبوۃ

۶- احیاء العلوم، صحیح مسلم

۷- جامع ترمذی، سنن نسائی، ابن حبان، مدارج النبوۃ، حاکم عن علیؓ

۸- تفسیر روح البیان و تفسیر نعیمی

۹- مدارج النبوۃ، حصہ دوم

۱۰- شرح فقہ اکبر، و احیاء العلوم

۱۱- بیہقی شریف، مدارج النبوۃ

۱۲- بخاری شریف، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد

۱۳- خزائن العرفان، نور العرفان مدارج النبوۃ

۱۴- تفسیر عزیزی، تفسیر خزائن العرفان

۱۵- تفسیر خزائن العرفان، تفسیر روح البیان، تفسیر صاوی

۱۶- تفسیر بیضاوی، تفسیر عزیزی، مدارج النبوۃ

۱۷- الفاروق، کتاب الخراج

۱۸- فتوح البلدان

۱۹- تاریخ طبری، الفاروقؓ

۲۰- اسد الغابۃ

۲۱- طبری، الفاروقؓ

۲۲- کنز العمال، عن ابن سعدؓ

۲۳- ازالۃ الخفاء، فتوح البلدان

۲۴- کتاب الخراج، الفاروق

۲۵- ازالۃ الخفاء، الاستیعاب قاضی عبد البر

۲۶- ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نزہۃ المجالس، احیاء العلوم، عن ابی سعید خدریؓ

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

عبدالماجد- مانسہرہ

﴿فالیوم لا تظلم نفس شیئاً ولا تُجزَون الا ماکنتم تعملون﴾(۱)

کسی ملک کی بقاء اور استحکام کے لیے احتساب کا نظام بنیادی حیثیت رکھتا ہے یہی وہ نظام ہے جس کی وجہ سے ملکی دولت، وسائل اور اختیارات کا صحیح استعمال ہوتا ہے اور وہ ملک ترقی کی منزلیں طے کرتا ہے لیکن کسی ملک کا نظام احتساب کمزور اور غیر فعال ہو تو وہ ملک اپنے نظام کی تمام تر خوبیوں کے باوجود زیادہ عرصہ تک خوشحال اور معاشی طور پر مضبوط نہیں رہ سکتا وجہ یہ ہے کہ احتساب کا مؤثر وفعال نظام ہی کسی ملک کے شہریوں میں قانون کا احترام پیدا کرتا ہے اور انہیں ہر قسم کی برائی اور بدعنوانی سے روکتا ہے اور یوں وہ معاشرہ امن وسکون اور خوشحالی کی دولت سے ہم کنار ہوتا ہے۔ اس سے قبل کہ احتساب پر مزید بات کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''احتساب'' کی حقیقت وماہیت اور اس کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم واضح کردیا جائے۔

احتساب کا لغوی واصطلاحی مفہوم

احتساب(۲) عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی ہیں حساب، جانچ پڑتال، آزمائش، پوچھنا، جواب مانگنا، سوچنا(۳)، اجر وثواب کی امید رکھنا اور نہی عن المنکر (۴)۔

اسلامی لٹریچر میں احتساب کے لیے اصطلاح کے طور پر حسبہ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم مشتاق احمد نے یہ بیان کیا ہے:

"The term Hisbah is derived from HSB which denotes reckoning computing calculation, thinking, opinion, view, etc" (۵)

دائرہ معارف اسلامیہ میں حسبہ کی تعریف یوں درج ہے۔

''حسبہ ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ ہر مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے اور دوسری طرف اس شخص کے فرائض کے معنوں میں آتا ہے جو کسی شہر میں عوام کے اخلاق کی نگرانی کے لیے سرکاری طور پر مقرر کیا جاتا ہے ایسے اہلکار کو محتسب کے نام سے پکارا جاتا ہے''(٦)۔

امام غزالیؒ نے حسبہ کو یوں بیان کیا ہے:

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کو ملا کر حسبہ کہا جاتا ہے اور احتساب دین کی نصرت کا نام ہے''(۷)۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مصنف نے حسبہ کی تعریف یوں کی ہے:

"Hisbah, non- Quranic term which is used to mean on one hand to promote good and forbid evil and, on the other, the function of the person who is effectively entrusted in a town with the application of this rule in the supervision of moral behaviour and more particularly of the markers, this person entrusted with the Hisbah was called the Muhtasib".(۸)

ایک سیاسی اسلامی اسکالر عبدالہادی نے حسبہ کا ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"Hisbah is a system that ensures the righteousness of the individuals in their conduct. In other words, it is an

Marfat.com

institution of Checks and Balances".(۹)

علامہ الماوردی نے حسبہ کی یوں تشریح کی ہے۔

''اس شعبہ کا یہ کام ہے کہ اگر کسی معروف کو عملاً ترک کیا جارہا ہو یا کسی منکر کا ارتکاب کیا جارہا ہو اور یہ خرابیاں اعلانیہ نمودار ہوجائیں تو ان کو دور کیا جائے اور ان کا سد باب کیا جائے''۔(۱۰)

حسبہ اور احتساب کا اسی طرح کا مفہوم علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ''الحسبہ فی الاسلام''(۱۱) اور ابو یعلی نے ''الاحکام السلطانیہ''(۱۲) میں بیان کیا ہے۔

مندرجہ بالا تمام تعریفات ومفاہیم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احتساب اور حسبہ کا دائرہ بڑا وسیع ہے اور وہ تمام نیکیوں کے حکم اور تمام برائیوں سے روکنے کے مفہوم کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔(۱۳)

اسلام میں احتساب کی اہمیت

احتساب کی اسلام میں بہت زیادہ اہمیت ہے اور یہ اسلامی نظام کے متعدد شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے بلکہ سارے دین اور اسلامی ریاست کے تمام شعبوں (ولایات الاسلامیہ) کی غرض وغایت ''امر'' اور ''نہی'' ہے(۱۴)۔ لہٰذا وہ ''امر'' جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں اور حضور اکرم ﷺ کو بھیجا وہ ''امر بالمعروف'' ہے اور جس ''نہی'' کے ساتھ ان کو مبعوث کیا وہ ''نہی عن المنکر'' ہے۔

معروف صرف چند اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی اچھائیوں کا نام نہیں ہے بلکہ یہ قرآنی اصطلاح ان تمام احکامات الٰہیہ اور تعلیمات نبویہ پر محیط ہے جن کا تعلق اخلاق ومعاشرت، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت، قانون و دستور ثقافت وعدالت اور مذھب وسیاست سے ہے چنانچہ امر بالمعروف زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات وفرامین جاری وساری کرنے سے عبارت ہے۔ اس طرح ''منکر'' کا اطلاق ہر اس طرز عمل اور انداز فکر پر ہوتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ناپسند کیا ہے اور جس سے اجتناب کا حکم دیا ہے لہٰذا قرآنی اصطلاح نہی عن المنکر کا مطلب یہ ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی سے برائیوں کو

Marfat.com

دور کیا جائے۔ مذہبی بدعقیدگیوں اور اخلاقی برائیوں کو ختم کیا جائے، صنعت وحرفت کو دجل وفریب سے پاک کیا جائے، تہذیب وثقافت کو الحاد وزندقہ اور اللہ تعالیٰ کی معصیت وسرکشی سے پاک کیا جائے اور عدالت وسیاست سے ظلم وزیادتی کو مٹایا جائے۔(۱۵)

امام غزالیؒ کے مطابق:

''اچھی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے منع کرنے پر دین کا دارومدار ہے اور اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو مبعوث کیا، اگر اس کا بساط تہہ کردیا جائے اور اس کے علم اور عمل کو مہمل چھوڑا جائے تو نبوت بیکار، دیانت مضمحل، سستی عام، گمراہی تام، جہالت شائع، فساد ضائع اور فتنہ برپا ہوجائے بلاد خراب اور عباد تباہ ہوجائیں''۔(۱۶)

قرآن عظیم کی بیسیوں آیات اور کئی احادیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کو بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے۔ امت محمدیہ کا مقصد تخلیق ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو قرار دیا اور اس امت کی شرافت وکرامت کو اسی فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ مشروط کیا اور اہل ایمان کی حکومت کے بنیادی وظائف میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو شمار کیا(۱۸) پہلی امتوں کی ہلاکت اور بربادی اور اس امت کی تباہی کا بنیادی سبب اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کو قرار دیا۔(۱۹) ہر مسلمان کو حکم دیا کہ وہ برائی کی ہر قسم کو ختم کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے۔(۲۰)

چونکہ احتساب اور حسبہ کا مقصود بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اس لیے اس شعبہ کا قیام مسلمانوں پر واجب اور اسلامی حکومتوں پر فرض عین ہے۔(۲۱)

ادارہ احتساب کا تاریخی تسلسل

چونکہ احتساب (حسبہ) امور دینیہ کے قواعد میں سے ایک (۲۲) اور اسلامی نظام کا ایک اہم شعبہ ہے اس لیے یہ شعبہ باقاعدہ طور پر شروع ہی سے قائم کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے دور میں ولایات مظالم قائم کیا یعنی ظلم کی روک تھام کا محکمہ (۲۳)

حضرت زبیر بن العوامؓ اور ایک انصاری کے درمیان زمین کے سیراب ہونے کا جھگڑا خود آپ ﷺ نے نمٹایا۔(۲۴) علاوہ ازیں آپ ﷺ کبھی کبھی تحقیقات کے لیے خود بازار تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار آپ ﷺ بازار سے گزرے تو غلہ کا ایک ڈھیر نظر آیا اس کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی دکاندار سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ بارش سے بھیگ گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اوپر کیوں نہیں کرلیا کہ ہر شخص کو نظر آتا، پھر فرمایا ''جولوگ فریب دیتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں''۔(۲۵) علاوہ ازیں آپ ﷺ نے مختلف اہل علم صحابہؓ کو مختلف جگہوں پر بحیثیت عمال وقاضی مقرر کیا۔(۲۶)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں قاضی ہی محتسب کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں خود حضرت عمرؓ اور قاضی القضاۃ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ محتسب کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔(۲۷) حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ ادارہ قائم رہا اور دیگر صحابہؓ کے علاوہ آپ ﷺ خود بھی اس کی نگرانی کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے دور میں ابوادریس الخوارزمی ولایت مظالم کے سربراہ تھے۔(۲۸)

خلافت راشدہ کے بعد اموی دور میں بھی یہ ادارہ قائم رہا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے احتساب کے نظام کو نہایت مؤثر بنادیا۔ عباسی دور میں خلفاء نے فوجداری عدالتیں قائم کیں اور ان کا سربراہ صاحب المظالم ہوتا تھا ایک بڑی عدالت دیوان النظر فی المظالم قائم ہوئی۔ خلیفہ خود اس کا سربراہ ہوتا اور احتساب کا کام جاری رکھتا۔ مامون کے عہد میں بھی یہ ادارہ قائم رہا اور اس ادارے کے سربراہ کے لئے ''صاحب السوق'' کی بجائے محتسب کا لفظ استعمال ہونے لگا۔(۲۹)

فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ایک ناظر المظالم قائم کیا، ملٹری، گورنر، وزیر قاضی اور فقہائے اسلام اس ادارے کو چلاتے تھے۔(۳۰)

ایران میں انیسویں صدی تک یہ ادارہ قائم رہا۔ برصغیر ہندوپاک میں مختلف سلاطین کے دور حکومت میں یہ ادرہ قائم رہا۔ اگرچہ بعض اوقات سلاطین دہلی کے دور میں احکام حسبہ کے نفاذ میں تساہل ہوجاتا تھا لیکن یہ تساہل کی مثالیں استثنائی اور شاذ ہیں۔(۳۱)

دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق ''تمام مسلم ممالک میں محتسب ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر بیسویں صدی کے آغاز تک مراکش اور بخارا میں محتسب موجود تھے۔(۳۲)

Marfat.com

اسلامی احتساب کا بنیادی مقصد- عدل وانصاف کا قیام اور ظلم کا خاتمہ

اسلامی ریاست میں احتساب کا بنیادی مقصد عدل وانصاف کا قیام ہے عدل کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق ملے اور اگر کوئی اس کے حق پر ہاتھ ڈالے تو جرم کے برابر سزا پائے۔ امام راغب اصفہانی نے عدل کی تعریف یوں کی ہے کہ

''مکافات میں مساوات کا لحاظ رکھنا عدل ہے یعنی نیکی کا صلہ نیکی اور بدی کا صلہ بدی ملنا چاہیئے۔'' (۳۳)

سید شریف نے کہا ہے کہ عدل افراط وتفریط کے درمیان ایک نقطہ مساوات ہے (۳۴) ابوالبقاء حنفی نے عدل کی تعریف یوں کی ہے عدل ظلم کی ضد ہے عدل یہ ہے کہ حقدار کو حق دلایا جائے اور جس کا حق نہیں اس سے لے لیا جائے۔ (۳۵) علامہ عینی نے کہا ہے کہ عدل واجب التعمیل احکام کی تعمیل کا نام ہے۔ عدل یہ ہے کہ حق کو تسلیم کیا جائے اور ظلم کا خاتمہ کیا جائے۔ (۳۶)

قرآن عظیم میں ایک سو سے زائد آیات ایسی ہیں جن میں ظلم کا ذکر ہے۔ قرآن کریم نے تمام انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد اقامت عدل کو قرار دیا ہے۔ (۳۷) اور حضور ﷺ نے بھی اعلان فرمایا: امرت لاعدل بینکم ''مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے درمیان عدل کروں''۔ (۳۸) یعنی میں بے لاگ انصاف پسندی اختیار کرنے پر مامور ہوں۔ میرا یہ کام نہیں کہ کسی کے حق میں اور کسی کے خلاف تعصب برتوں میرا سب انسانوں سے یکساں تعلق ہے اور وہ ہے عدل وانصاف کا تعلق۔

حضور اکرم ﷺ نے ایک ساعت کے عدل کو ستر سال کی عبادت سے افضل قرار دیا۔ عدل ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ (۳۹) علامہ جلال الدین دوانی نے اپنی کتاب ''اخلاق جلالی'' میں اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ ''ایک گھڑی کا عدل ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ ایک ساعت کا عدل تمام بندوں اور تمام شہروں تک پہنچتا ہے اور مدت دراز تک باقی رہتا ہے (۴۰)۔

اسی طرح حکم دیا گیا کہ عدل کے قیام میں کسی دشمن کی دشمنی اور کسی دوست کی دوستی آڑے نہ آوے بلکہ بے لاگ عدل وانصاف ہو۔ (۴۱) عدل کو تقویٰ کے قریب قرار دیا اور فیصلے کے وقت عدل کے دامن کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا۔ (۴۲) عدل والی بات کہنے کا حکم دیا اور اگر چہ قرابت دار (کے خلاف) ہی

Marfat.com

کیوں نہ ہو۔ (۴۳) دوسروں کے معاملے میں عدل وانصاف کے حکم کے ساتھ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ بھی فرمایا کہ اپنے نفس کے معاملے میں بھی عدل وانصاف سے کام لو۔ (۴۴۔الف)

بے لاگ احتساب کے لیے ضروری شرائط ومقدمات (۴۴-ب)

۱- قانون سب کے لیے:

بے لاگ احتساب تب ہی ہوسکتا ہے جب قانون کی عملداری ہو اور قانون سب کے لیے برابر ہو۔ اسلامی قانون میں کسی کے لیے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔ اپنے پرائے، بڑے چھوٹے اور امیر وغریب کے لیے الگ الگ حقوق نہیں ہیں۔ جو حق ہے وہ سب کے لیے حق ہے اور جو گناہ ہے وہ سب کے لیے گناہ ہے جو حرام ہے وہ سب کے لیے حرام ہے جو حلال ہے وہ سب کے لیے حلال ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات کو بھی قانون خداوندی سے مستثنیٰ نہیں قرار دیا۔ آپ ﷺ نے اس قاعدہ کو یوں بیان کیا ہے۔

> ''تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لیے ہلاک ہوئیں کہ وہ لوگ کم درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں (شرفاء) کو چھوڑ دیتے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا'' (۴۵)۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنی ذات سے بدلہ لیتے تھے۔ (۴۶)

۲- سفارش منع ہے:

بے لاگ احتساب کے ذریعے لوگوں کے درمیان عدل تب قائم ہوسکتا ہے جب کوئی دباؤ یا

Marfat.com

سفارش آڑے نہ آئے۔ اسلام نے اچھی بات کے لیے سفارش کو جائز قرار دیا ہے اور اس پر اجر وثواب کا وعدہ بھی کیا ہے برے کام کے لیے سفارش کرنے کو منع کیا ہے۔ اور اسے عذاب کا سبب قرار دیا ہے۔(۴۷) حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی سفارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے نفاذ کو روک دیتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کے قانون کی مخالفت کرتا ہے۔(۴۸) صحابیؓ رسول حضرت زبیرؓ کا قول ہے کہ جب حدود کا معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے اور جس کے لیے سفارش کی جائے اس پر لعنت بھیجتا ہے۔(۴۹) وجہ یہ ہے کہ اقامت حدود میں روڑے اٹکانا یا سفارش کرنا احکام الٰہی کو معطل کرنا اور اللہ تعالیٰ سے لڑنا ہے(۵۰)۔ اس طرح ایک حدیث کے مطابق سفارش پر ہدیہ وغیرہ قبول کرنا بھی رشوت اور سود کے زمرے میں آتا ہے۔(۵۱) مفتی محمد شفیعؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:(۵۲)

> ''جس سفارش پر کوئی معاوضہ لیا جائے وہ رشوت ہے اور حدیث میں اس کو سخت اور حرام فرمایا ہے''۔

۳- سچی گواہی کی تاکید:

بے لاگ احتساب کے لیے صحیح صورت حال کا واضح ہونا انتہائی ضروری ہے اور اس کے لیے سچی گواہی کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سچی گواہی کی بہت زیادہ تاکید کی ہے اور گواہ کے عادل ہونے کو اتنا ہی ضروری قرار دیا ہے جس قدر حاکم کا عادل ہونا۔ پیغمبر اعظم ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ جب گواہ واقعہ کو سورج کی طرح صاف طور پر دیکھ لے تب گواہی دے ورنہ اس کی جرات نہ کرے۔(۵۳) قرآن عظیم کا حکم ہے کہ شہادت محض اللہ کے لیے درست طریقہ پر دینی چاہیے(۵۴) اور گواہ دو افراد ہوں جو انصاف اور سچائی پر عمل کریں (۵۵)۔ تمام مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ انصاف پر قائم رہ کر محض اللہ کے لیے گواہی دیں۔

اس کے بعد قرآن نے شہادت کی صداقت پر ایسا زور دیا ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی قانون میں نہیں ملتی۔ ارشاد ہوا: ''شہادت دو انصاف کے ساتھ خواہ یہ تمہاری ذات، تمہارے والدین، تمہارے عزیزوں کے خلاف جائے'' دوسرا فریق غنی (سرمایہ دار) ہو یا غریب محتاج اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے تو گواہی

Marfat.com

میں دولت مند کی خاطر نہ کرو اور محتاج وفقیر پر ترس نہ کھاؤ بلکہ سچی گواہی دو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو بلکہ بغیر توڑ مروڑ کے پوری گواہی دو۔(۵۶)

اس حوالے سے مزید اہم ہدایتیں ہیں جھوٹی شہادت نہ دی جائے۔جھوٹی شہادت قابل سزا اور لائق تعزیر ہے، گناہ کبیرہ اور حرام ہے(۵۷) یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا۔(۵۸) گناہ کبیرہ کے مرتکب فاسق وبدکار کی شہادت کو غیر معتبر قرار دیا۔(۵۹) اسی طرح سزا یافتہ (تہمت طراز، چور، زنا کار) شہرت یافتہ دروغ گو، قانون کی خلاف ورزی کرنے والے مجرم، مذہبی احکام کے مجرم، قاتل خائن، تہمت سے یا کسی دوسری وجہ سے جرح میں مجروح شدہ گواہ کی گواہی ناقابل قبول ہے۔(۶۰)

باپ، بیٹے، میاں، بیوی، غلام اور آقا کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں ناجائز ہے۔گویا خونی رشتہ داری، دشمنی اور جانبداری گواہ کو قانونی طور پر نااہل قرار دیتی ہے۔(۶۱) وعدہ معاف گواہ کی گواہی بھی اس زمرے میں آتی ہے چونکہ سلطانی گواہ شریک جرم ہوتا ہے، ساتھ ہی اس کی گواہی میں اپنے آپ کی بچانے کا ذاتی مفاد شامل ہوجاتا ہے اور وہ غیر جانبدار نہیں رہتا اس لیے اس کی گواہی اپنے رفقائے جرم کے خلاف یکسر ناقابل قبول ٹھہرائی گئی ہے(۶۲) اسی طرح یہ اسلامی ہدایات ہیں کہ گواہی میں تحریف نہ کی جائے،(۶۳) گواہی سے پہلو تہی نہ کی جائے،(۶۴) گواہی کو چھپایا نہ جائے،(۶۵) گواہ کو خریدا نہ جائے،(۶۶) گواہ کی عزت کی جائے، کیونکہ اس کی وجہ سے حقوق عامہ زندہ ہیں، گواہ کو نقصان پہنچانا ایک طرح کا جرم ہے۔(۶۷)

منصفانہ احتساب کے لیے سب سے اہم بنیاد اللہ تعالیٰ کے قانون عدل کے سامنے جوابدہی کا احساس

اسلام حدود وتعزیرات کے سخت قوانین کے علاوہ اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے افراد کو جرائم سے باز رہنے پر آمادہ کرتا ہے اس سلسلے میں قرآن مختلف اقوام ماضیہ کے حالات و واقعات اور عذاب اخروی و دنیوی کا ذکر کرتا ہے اور ہر انسان کے دل میں اللہ کے قانون عدل کے سامنے جوابدہ اور مسئول ہونے کا تصور پیدا کرتا ہے تاکہ انسان کا ضمیر جاگے اور وہ خود احتسابی کے تحت گناہوں اور جرائم سے بچتا رہے اس سلسلے میں وہ مندرجہ ذیل تعلیمات دیتا ہے۔

Marfat.com

رب العالمین جو انسان کا خالق ہے وہ علیم وخبیر ہے انسانوں کے دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے(۶۸۔ب) انسانی نفس سے بھی واقف ہے۔ (۶۹) وہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے۔ (۷۰) اللہ تعالیٰ کے نگران فرشتے انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں اور کوئی لفظ انسان نہیں بولتا مگر فرشتے اس کو ریکارڈ کر لیتے ہیں۔(۷۱) ہر انسان کا اعمالنامہ (تمام زندگی کا ریکارڈ) اس سے کوئی علیحدہ چیز نہیں بلکہ اس کی فطرت کا ایک جزو ہے اور قیامت والے دن وہ نکالا جائے گا۔(۷۲) اور وہ اعمالنامہ ایسی کتاب کی شکل میں ہوگا جس میں انسان کی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے افعال واعمال موجود ہوں گے۔(۷۳) اور انسان سے اس کے تمام اقوال وافعال کے بارے میں پوچھا جائے گا اور کوئی شخص حساب وکتاب اور عذاب خداوندی سے بھاگ نہ سکے گا بلکہ چارونا چار اسے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہوگا۔(۷۴)

ساتھ ہی اسلام انسان کو باور کراتا ہے کہ ان خارجی گواہی کے علاوہ انسان کے اپنے اعضاء بھی اس کے خلاف یا اس کے حق میں گواہی دیں گے اور زبان پر مہر کردی جائے گی۔(۷۵) انسان ذرہ برابر اچھا عمل کرے گا اسے دیکھ لے گا اور انعام پاوے گا اور ذرہ برابر برا عمل کرے گا تو بھی دیکھ لے گا اور اس کی سزا پائے گا۔(۷۶) کسی فرد کو دوسرے کے جرم کی سزا نہیں دی جائے گی۔(۷۷) اور وہاں سفارش، بدلہ، فدیہ اور لاؤلشکر کچھ کام نہیں آئیں گے۔(۷۸)

انسان کو متنبہ کرنے اور اس کے اندر خود احتسابی کا تصور پیدا کرنے کے لیے قرآن عظیم کی تقریباً ہر سورت اور اکثر آیات میں اس طرح کی تعلیمات موجود ہیں۔

علاوہ ازیں احادیث میں کثرت سے حضورﷺ نے انسانوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله(۷۹)

”یعنی عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کا احتساب کیا اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے تیاری کی۔ اور بے وقوف (اور ہارا ہوا) وہ ہے جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ سے توقعات باندھیں“۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک نگران اور محافظ ہے اور تم سے تمہاری نگرانی میں دیئے ہوئے افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔(۸۰) اسی طرح فرمایا قیامت میں ہر انسان سے اس کی عمر، جوانی، علم اور صحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ ان نعمتوں کو دنیا میں کیسے استعمال کیا۔(۸۱)

حاسبوا قبل ان تحاسبوا و وزنوا قبل ان توزنوا وتهيئوا للعرض الاكبر.(۸۲)

''یعنی اپنا حساب کرو اس سے قبل کہ تمہارا حساب کیا جائے، اپنے اعمال کا وزن کرلو اس سے قبل کہ تمہارا وزن کیا جائے اور اللہ کے سامنے بڑی پیشی کے لیے تیاری کرلو''۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ تم مومن کو ہمیشہ اپنا احتساب کرتا ہوا پاؤ گے۔(۸۳) نفس کی مثال اس شریک تجارت کی سی ہے جو خیانت کرنے والا اور بے ایمان ہے اگر اس پر کڑی نگرانی نہ کریں تو وہ مال لے کر بھاگ کھڑا ہو۔(۸۴)

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں اللہ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے اس سے قبل کہ اس کا حساب دوسرا لے۔(۸۵)

امام غزالی کہتے ہیں کہ انسان کو چاہیئے کہ دن کے آخر میں اپنے نفس کی تمام حرکات وسکنات کا محاسبہ کرے۔(۸۶)

یہ وہ تعلیمات ہیں جن کے ذریعے اسلام انسان کے اندر محاسبہ کا شدید خوف پیدا کرکے جرائم کا انسداد کرتا ہے اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انسان کے ذہن اور قلب ونظر کو تبدیل کرتا ہے کیونکہ جبر وتشدد اور قانون صرف ایک حد تک کام کرسکتا ہے۔ لیکن اندر باہر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جو چیز مؤثر ثابت ہوسکتی ہے وہ خوف خدا اور ایسی ہستی کی پکڑ کا تصور ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتی ہے اسلام اس تصور کو تقویٰ اللہ کا نام دیتا ہے۔ اور یہ تقویٰ اللہ صرف دینی تعلیم وتربیت اور اسلامی تعلیمات سے پیدا ہوتا ہے۔

اب آیئے ذرا گہرائی میں جاکر اس ملک کی حالت کا بغور جائزہ لیں جو اسلام کے نام پر قائم ہونے کے باوجود انتہائی نازک حالت سے گزر رہا ہے۔ اور تمام قدرتی وسائل وذرائع سے مالا مال ہونے

Marfat.com

کے باوجود دوسروں کا دست نگر بنا ہوا ہے۔

پاکستان تباہی کے دہانے پر

اس وقت وطن عزیز پاکستان ہر سطح پر بحران کا شکار ہے بدعنوانیوں، برائیوں انتشار اور کرپشن کا دور دورہ ہے ملک کی معاشی حالت تباہ ہوچکی ہے، سرمایہ کار یہاں سرمایہ کاری سے گھبراتے ہیں روپے کی حیثیت نہ ملک میں کچھ ہے اور ملک سے باہر۔ ہمارا ملک ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق پچھلے چند سالوں میں بدعنوانی میں دوسرے، تیسرے اور پانچویں نمبر پر رہا ہے۔ اس سال ساتویں نمبر پر آیا،(۸۷)(یا حسرتی)، ملک ۳۵ بلین ڈالر سے زائد غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے اور ہر پاکستانی تقریباً ۱۸ ہزار روپے کا مقروض ہے(۸۸) ملک کی یہ تباہ کن حالت صرف اس وجہ سے ہوئی کہ ماضی میں بے لاگ اور کڑے احتساب کے دعوے تو بہت ہوئے لیکن حقیقت میں ہر بعد میں آنے والا اپنے پیشرو سے زیادہ کرپٹ اور بدعنوان نکلا ملک وقوم اور احتساب کے ساتھ ہر حکمران نے وہی معاملہ کیا جو شیخ سعدیؒ کے بقول ایک بکری کے ساتھ ہوا تھا کہ کسی بزرگ نے ایک بکری کو بھیڑیا کے خونخوار پنجوں سے چھڑایا لیکن رات کے وقت اسی بزرگ نے بکری کے حلق پر چھری رکھ دی۔

کہ از چنگال گرگم در بودی
چوں دیدم عاقبت خود گرگ بودی

''کہ بھیڑیے کے پنجوں سے اگرچہ تو نے مجھے نجات دی تھی لیکن آخر کار میں نے دیکھا کہ حقیقت میں(بڑے) بھیڑیے تم خود ہو۔(۸۹)

خدا گواہ ہے کہ یہی حال ہمارے حکمرانوں نے پاکستان اور اس کے اندر احتساب کے ساتھ کیا۔ دعوے تو بہت کیے لیکن نتیجہ صفر رہا۔ احتساب صرف مخالفین کو دبانے اور نیچا دکھانے کا ایک ذریعہ بنا رہا لیکن سیاسی انتقام کے سوا اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔

پاکستان تباہی کے دہانے پر اس وجہ سے پہنچا کہ ہر صاحب اختیار کرپشن کے کلہاڑے سے اس درخت (پاکستان) کی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف رہا یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے جو اس ملک کو

Marfat.com

سنبھالے ہوئے ہے۔

ملک عزیز کی ناگفتہ بہ اور تشویش ناک حالت کی بڑی وجہ چونکہ کرپشن کلچر کا فروغ ہے اس لیے اس پر آئندہ چند صفحوں میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔

کرپشن کیا ہے؟

کرپشن (Corruption) صرف قومی خزانے سے ناجائز طریقے سے رقم نکلوانے کا نام نہیں بلکہ اس کے تحت وہ تمام حرکات وافعال آجاتے ہیں جن میں قوم وملک کا روپیہ ناجائز استعمال ہورہا ہے یا خزانے پر بوجھ بن رہا ہے۔(۹۰)

پاکستان میں رائج الوقت کرپشن کے مختلف طریقے یہ ہیں۔

۱۔ بینکوں سے قرض لینا لیکن وقت پر ادا نہ کرنا بلکہ معاف کرانا۔

۲۔ مختلف ضلع کونسلوں، کمیٹیوں اور سرکاری اداروں سے ٹھیکے اپنے اثر ورسوخ سے لینا اور پھر میٹریل نمبر دو اور نمبر تین لگانا۔

۳۔ مختلف جگہوں پر پلاٹ انتہائی سستے داموں ۹۹ سالہ لیز پر حکومت سے حاصل کرنا یا سیاسی وفاداری کی بنا پر انتہائی قیمتی جگہوں پر پلاٹ حاصل کرنا۔

۴۔ مختلف اشیاء کے امپورٹ کرنے کے لائسنس لینا۔

۵۔ مختلف محکموں میں افسران یا ملازمین کی بغیر میرٹ کے پروموشن یا تبادلے کروانا۔

۶۔ میرٹ کی دھجیاں اڑا کر اپنے من پسند اور نوکر طبع افراد کو مختلف محکموں میں بھرتی کروانا۔

۷۔ سرکاری خزانے اور فنڈ کا بے جا اور غلط استعمال کرنا۔

۸۔ ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کو ساتھ ملا کر لاکھوں روپے کے ٹیکس ادا نہ کرنا۔

۹۔ منشیات کا دھندہ کرنا لیکن سیاسی اثر ورسوخ اور پشت پناہی کی وجہ سے قانون کی گرفت سے بچ نکلنا۔

کرپشن کے ذمہ دار...... ''اکابر مجرمین''

اس کرپشن میں سیاستدان، سول بیوروکریسی، ملٹری بیوروکریسی، عدلیہ کے جج، صنعت کار، تاجر طبقہ، جاگیردار وغیرہ سب ہی ملوث ہیں(۹۱)

۱- سیاستدان:

پاکستان میں کرپشن کے جہنم میں سب سے برا کردار سیاستدانوں کا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کرپشن کا بڑا باعث ملک کا ناکام انتخابی نظام اور سیاسی پارٹیوں کا کلچر ہے۔ برسر اقتدار پارٹی اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے ناجائز لالچ دے کر امیدوار خریدتی ہے اگر ایم این اے، ایم پی اے حکومت کی نظروں میں اچھا ہے تو اس کا ہر ناجائز کام بھی جائز گردانا جاتا ہے۔ کرپشن کی دوسری بڑی وجہ سیاسی پارٹیوں کا بدنام افراد کو اپنی جماعت میں قبول کرنا ہے سیاسی جماعتیں اپنا پلہ بھاری رکھنے کے لیے کسی بھی شخص کے ماضی کو نہیں دیکھتیں کہ اس شخص نے عوام پر کتنے مظالم ڈھائے ہیں یا کرپشن، اور بدعنوانی میں کس حد تک ملوث رہا ہے۔ ایسے غلط افراد کی سیاسی پشت پناہی اور احتساب نہ ہونے کی وجہ سے موجود برائیوں، کرپشن، بدعنوانی اور رشوت کے علاوہ اغوا برائے تاوان، ڈکیتی، عورتوں کی بے حرمتی، دوسروں کی جائیداد پر ناجائز قبضہ جیسے ہزاروں کی تعداد میں واقعات روکنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔

حکیم محمد سعید مرحوم (بانی ہمدرد گروپ، پاکستان) نے ایک دفعہ سچ کہا تھا کہ ''ہمارے سیاستدان مخلص ہوتے تو پاکستان کبھی مفلس نہ ہوتا پاکستان کو جتنا نقصان سیاستدانوں نے پہنچایا، کسی اور نے نہیں پہنچایا'' (۹۲)۔ پیپلز پارٹی کے سابق ایم این اے غضنفر گل نے اعتراف کیا تھا کہ ''کرپشن کے آگے بندھ باندھا گیا تو سب اس میں بہہ جائیں گے''۔(۹۳)

اسی طرح کے خیالات کا اظہار کئی دیگر دانشوروں اور سیاسی کارکنوں نے کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: ''جب تک خائن اور بددیانت سیاستدانوں کو گندے انڈوں کی طرح سیاست سے باہر نہیں پھینکا جاتا اور انتخابی سسٹم میں انقلابی تبدیلیاں نہیں لائی جاتیں اس وقت تک ملک میں حقیقی اور دیرپا تبدیلی نہیں آسکتی اور معاشرہ کرپشن سے پاک نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

۲- بیوروکریسی:

پاکستان کو لوٹنے میں سب سے بڑا بااثر طبقہ بیوروکریسی ہے۔ بیوروکریسی دراصل سرکاری، نیم سرکاری تمام افسران اور اہل کاروں کا نام ہے۔ سیکرٹری، آئی جی، ایس پی، تھانیدار، ڈپٹی کمشنر، مجسٹریٹ، کلرک، تحصیلدار، پٹواری سب اس کے کل پرزے ہیں ناجائز ذرائع سے آمدن بڑھانے کی دوڑ میں ایک کلرک سے لے کر سیکرٹری تک اور محرر سے لے کر ایس پی تک تمام شامل ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) اور پانچ لاکھ سے کروڑ تک کی کوٹھیوں اور ۲۰ ۲۵ لاکھ کی پجارو کے مالک بنے ہوئے ہیں، لیکن آج تک ان سے کسی نے نہیں پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے آئی ہے؟

ایک محتاط اندازے کے مطابق بیوروکریسی کی شاہ خرچیوں، غیر ضروری اخراجات، خرد برد کمیشن اور دیگر اقسام کی کرپشن میں ۱۵۰ ارب سے ۲۰۰ ارب روپے کا قومی خزانہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ (۹۴)

اس کے علاوہ بڑے بڑے تمام اداروں جیسے واپڈا میں، بجلی چوری، ٹیلی فون میں غبن کے واقعات، سڑکوں پلوں اور بڑی عمارات کی تعمیر میں خورد برد اور ناقص میٹریل کا استعمال، محکمہ خوراک، ریلوے، پی آئی اے، محکمہ ہائی ویز، سٹیل ملز اور بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ میں ہونے والی کرپشن کا اندازہ آئے روز کے اخبارات میں چھپنے والی خبروں اور آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹوں سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح ٹرانسپورٹرز کے مطابق پولیس ڈیپارٹمنٹ ۴۰ کروڑ سے ۷۰ کروڑ روپے سالانہ اپنی جیبوں میں ڈالتا ہے (۹۵)۔ یہ رقم ٹرانسپورٹرز سے ماہانہ اور روزانہ کی صورت میں لی جاتی ہے اس میں اربوں روپے کی وہ رقوم شامل نہیں جو لوگ تھانوں میں مختلف ناجائز کام کروانے، ناجائز مقدمات سے چھٹکارا پانے یا کسی دوسرے کو پھنسانے میں پولیس کو دیتے ہیں۔ (۹۶)

انٹی کرپشن کے سابق صوبائی وزیر غلام عباس نے ایک دفعہ انکشاف کیا تھا کہ ''تھانوں میں سالانہ ۱۲۰ کروڑ روپے کی رشوت کھائی جاتی ہے''۔ (۹۷)

۳- ملٹری بیوروکریسی

سول کے ساتھ ملٹری بیوروکریسی بھی اس ملک میں کرپشن میں ملوث ہے۔ ۲۴ سال سے

زائد عرصہ اس ملک پر ملٹری بیورو کریسی کی حکومت رہی۔ جنرل ایوب کے دور میں جاگیرداروں، سیاستدانوں اور افسر شاہی کو ایک اندازے کے مطابق ۵۰،۰۰۰ ایکڑ سے زائد اراضی الاٹ کی گئی(۹۸)۔ جنرل ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دور اقتدار میں اکثر کارپوریشنوں اور مختلف محکموں کے انچارج فوجی افسر تھے لیکن پھر بھی ان محکموں سے کرپشن اور بدعنوانی کا خاتمہ نہ ہوسکا۔ صرف پنجاب میں ۶۱۵۰ فوجی افسروں کو ۴۴۸۰۲۸ ایکڑ اراضی دی گئی۔(۹۹)

۴- عدلیہ کے جج:

سیاستدانوں اور بیورو کریسی کی طرح پاکستان میں عدلیہ کا کردار بھی زیادہ اچھا نہیں رہا آج تک عدالت نے سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہوکر کرپشن میں کسی بڑے اور طاقتور انسان کو سزا نہیں دی، اگر دی بھی ہے تو نہایت کم، کسی بڑے آدمی پر اگر مقدمہ بنتا بھی ہے تو اگلی حکومت آتے ہی وہ ختم ہوجاتا ہے۔ اگر وہ شخص بدعنوان اور کرپٹ ہے تو مقدمہ ختم کرنے کی کیا ضرورت ہے مجرم مجرم ہی ہوتا ہے حکومت بدلنے سے اس کا جرم کم تو نہیں ہوجاتا۔ مختلف گھناؤنے جرائم میں ملوث مجرم دس دس مرتبہ ضمانتوں پر رہا ہوتے ہیں اور اس سے جرائم پیشہ افراد کا حوصلہ مزید بڑھتا ہے اور سزا کا خوف دل سے نکل جاتا ہے ایک چھوٹے سے جرم میں ملوث مجرم تو ساری زندگی جیل میں گزارتا ہے مگر ایک کروڑ پتی قتل کرکے بھی باہر ہی رہتا ہے ایک تھانیدار کو گالی کے جواب میں گالی دینے والا ساری عمر جیل میں چکی پیستا ہے لیکن سمگلر، ڈاکو اور قوم کی عزت کو داؤ پر لگانے والے سیاستدان جیل میں بھی اے کلاس میں رہتے ہیں کیا یہ قانونی مساوات ہے؟

عدلیہ کے بارے میں مزید کچھ کہے بغیر (کہ کہیں یہ توہین عدالت کے زمرے میں آجائے) خودمختار ججوں اور قانون دانوں کے بیانات پیش خدمت ہیں۔ جسٹس خلیل الرحمٰن نے کہا تھا ''پہلے کوئی جج کرپٹ ہوتا تھا اب آدے کا آوہ بگڑ گیا ہے''۔ موجودہ دور میں جج سرکاری ملازم بن کر رہ گئے ہیں''(۱۰۰) اے کریم ملک (سابق صدر سپریم ایسوسی ایشن) نے یوں کہا ''عدلیہ اپنی تباہی کی خود ذمہ دار ہے جج صاحبان ایڈہاک کام کرنے اور ناجائز ترقی لینے سے انکار نہیں کرتے''۔(۱۰۱) عابد حسین منٹو نے کہا تھا۔ ''کمزور عدلیہ کی موجودگی میں جمہوری نظام کمزور ہوگا''۔(۱۰۲)

Marfat.com

۵۔صنعت کار اور تاجر طبقہ:

پاکستان اور اس کے غریب عوام کو کنگال کرنے میں صنعت کار اور تاجر طبقہ بھی دوسروں سے پیچھے نہیں رہا یہ طبقہ روپے کی چمک دمک سے بیوروکریسی اور سیاستدانوں سے من مانے فیصلے کرواتا رہا ہے پورا ٹیکس ادا نہ کرنا، بجلی چوری کرنا، مزدور کو اس کی محنت کا پورا معاوضہ نہ دینا، اپنی اشیاء کو مہنگے داموں فروخت کرنا اپنا حق سمجھتا ہے بیرونی ممالک (چین، کوریا وغیرہ) کی مصنوعات پاکستان میں سستی ملتی ہیں۔لیکن یہاں تیار ہونے والی چیز مہنگی ملتی ہے اس کی وجہ صنعت کار طبقہ ٹیکس کو قرار دیتا ہے لیکن پورا ٹیکس کوئی بھی صنعت کار یا تاجر ادا نہیں کرتا بلکہ اپنے اوپر لگنے والے ٹیکسوں کا بوجھ بھی عوام پر ڈال دیتا ہے۔

یہی طبقہ بینکوں سے کروڑوں روپے کے قرضے بھی لیتا ہے اور معمولی سود مارک اپ ادا کرکے کئی گنا منافع کماتا ہے۔قرضے مختلف بہانوں سے معاف کرائے جاتے ہیں صنعت کار اور تاجر طبقہ کی منافع خوری کا پتہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کوئی بھی بڑا گروپ ایسا نہیں ہوگا جس نے چند سالوں میں ایک سے دوسری، دوسری سے تیسری فیکٹری نہ لگائی ہو۔(۱۰۳)

۶- جاگیردار طبقہ

ملکی معیشت کو تباہ کرنے، اخلاقی و دینی اقدار اور غریبوں کی عزتوں سے کھیلنے اور ملک کے اندر جمہوریت کو پنپنے نہ دینے کا ذمہ دار (دیگر عناصر کے ساتھ) جاگیردار طبقہ بھی ہے یہی وہ طبقہ ہے جس کے آباؤ اجداد نے انگریزوں کی وفاداری اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کے ناقابل معافی جرم کے ''انعام'' میں بڑی بڑی جاگیریں حاصل کیں۔(۱۰۴) پہلے جاگیردار ہی سیاستدان ہوتے تھے پھر ان لوگوں نے صنعت و حرفت میں زیادہ نفع دیکھ کر اس طرف کا رخ کیا اور آج کل یہی طبقہ بیک وقت جاگیردار، صنعت کار اور سیاستدان ہے چونکہ یہی افراد پارٹیاں بدل بدل کر اقتدار میں آتے رہے ہیں اس لیے آج تک ان کے غلط کاموں کا کوئی حکومت احتساب نہ کرسکی۔(۱۰۵) حتیٰ کہ کوئی حکومت زرعی ٹیکس بھی نہ لگا سکی۔ضیاء صاحب نے زرعی ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر یہی طبقہ آڑے آیا اور وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔

ان لوگوں نے سب سے آسان کام یہ سمجھا ہے کہ کروڑوں کا قرضہ لو، اس میں پجارو لو،

Marfat.com

کوٹھیاں بناؤ، فیکٹریاں لگاؤ اور بعد میں فیکٹریوں اور ملوں کو خسارے میں ظاہر کر کے قرضے معاف کرالو۔

آج کل ۲۲ خاندانوں کی بجائے تین سے چار ہزار ایسے افراد ہیں اگر ان کے تمام اثاثہ جات، ٹیکسوں، کسٹم ڈیوٹی، بجلی چوری، ناجائز قبضوں، غیر قانونی جگہوں پر پلازوں کی تعمیر اور بیرون ملک بینکوں میں ان کی جمع شدہ رقوں کا ریکارڈ دیکھ کر اور بے لاگ احتساب سے ان سے قومی دولت نکلوانی شروع کی جائے تو ملک کے تمام اندرونی اور بیرونی قرضے بہت جلد اتارے جاسکتے ہیں اور ملک وقوم کی مالی حالت یکسر بدل سکتی ہے(۱۰۶)۔

کرپشن پر یہ تفصیل اس لیے پیش کی ہے تاکہ حقیقی صورت حال واضح ہو اور موجودہ اور آئندہ حکومتیں کرپٹ عناصر سے نہ صرف لوٹی ہوئی دولت کو واپس قومی خزانے میں جمع کروائیں بلکہ بدعنوانی کی ہر قسم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں، اور مجرموں کو ایسی سخت سزائیں دیں تاکہ آئندہ آنے والے حکام اور سرکاری عہدہ دار عبرت حاصل کریں اور وہ ہر قسم کی کرپشن سے بچیں۔

تمام برائیوں کے خاتمہ کا واحد ذریعہ...... بے لاگ احتساب

سطور بالا میں مختلف طبقات کی کرپشن، بدعنوانی، رشوت خوری، لوٹ کھسوٹ اور اختیارات کے ناجائز استعمال کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے ملک سے ان تمام برائیوں کا خاتمہ اسلام کے نظام عدل وقسط کے ذریعے ممکن ہے نظام عدل وقسط کے لیے بنیادی شرط منصفانہ اور غیر جانبدارانہ احتساب ہے کیونکہ ایسے احتساب کی بدولت ہی تمام اچھائیاں اور نیکیاں رواج پاتی ہیں اور تمام جرائم اور برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اسلامی احتساب کے مراحل میں ترغیب وتلقین اور وعظ ونصیحت بھی ہے اور سختی و درشتی اور طاقت کے ذریعے برائیوں اور جرائم کا استیصال اور عدل وانصاف کا قیام بھی شامل ہے(۱۰۷)۔

اسلامی حدود وتعزیرات اور نظام قصاص کے پیچھے یہی فلسفہ کارفرما ہے کہ معاشرے سے تمام بڑے جرائم مثلاً قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، دہشت گردی، دھوکہ دہی، دینی شعائر کی توہین، فساد فی الارض، جھوٹی شہادت، جعل سازی، تہمت، ملاوٹ، بدعنوانی، رشوت، ارتکاب معصیت کی جملہ اقسام اور اشاعت منکرات کے تمام ذرائع کی نہ صرف بیخ کنی ہو بلکہ چھوٹے چھوٹے جرائم جیسے مارپیٹ گالی گلوچ، ڈرانے دھمکانے اور شہری

Marfat.com

آداب وقواعد کی خلاف ورزی تک کا انسداد ہو۔(۱۰۹)

چونکہ اسلامی قانون کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں اسے لیے احتساب کا اطلاق صدر و وزیراعظم پر بھی اسی طرح ہوتا ہے جیسے کہ عام شہری پر۔ مجرم بڑا ہو کہ چھوٹا، اگر اس کا جرم قرائن وشہادتوں کے بعد ثابت ہوجائے تو پھر سفارش، رشوت اور اثرورسوخ اس کی سزا کو ٹال نہیں سکتے، اسی طرح اس سزا کو نہ حاکم وقت معاف کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی عدالت اس کی سزا کو ساقط کرسکتی ہے الا یہ کہ صاحب حق خود معاف کردے۔(۱۱۰) (یہ صرف قصاص کے معالے میں ہے حدود کے معالے میں صاحب حق بھی معاف نہیں کرسکتا)۔

کن لوگوں کا احتساب ہو؟

۱-قرض نادہندوں کا احتساب

پاکستان میں ملکی بینکوں سے قرض لینے کا رواج بہت عام ہے ان قرض خواہوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو صرف اپنی دولت میں اضافے اور عیاشی کے لیے قرض لیتے ہیں ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت نادہندوں کے ذمہ واجب الادا قرضوں کی مالیت ۳۰۰ ارب سے متجاوز ہے صرف ۴۰۰ بڑے نادہندوں سے ۷۰ ارب روپے واپس لینے ہیں ملک ہرسال اربوں روپے کے قرضے دوسرے ممالک اور اداروں سے لیتا ہے اور وزارت خزانہ کی اپنی رپورٹ (۹۸۔ ۱۹۹۹) کے مطابق ملک ۱۷ کھرب، ۱۶ ارب روپے کا مقروض ہے(۱۱۲) اور ہمارے بجٹ کا ۵۰ فیصد ان قرضوں پر سود کی ادائیگی میں صرف ہوجاتا ہے۔(۱۱۳)

ڈیفالٹرز کو تین کیٹیگریز میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. Out and out Swindler.
2. Those Unwilling to pay
3. Those unable to pay(۱۱۴)

موجودہ حکومت نے قومی احتساب بیورو(NAB) اور احتساب عدالتوں کے ذریعے ایسے

ڈیفالٹرز اور کرپٹ عناصر سے ملکی دولت واپس لینے کا آغاز کیا ہے لیکن اس معاملے میں جتنی تیزی سے کام کرنا چاہیئے وہ نہیں ہو رہا ہے مذکورہ بالا پہلے دو قسم ڈیفالٹرز سے بزور قرضے واپس لینے ہوں گے اور جو لوگ پس وپیش سے کام لے رہے ہیں انہیں گرفتار کر کے سخت سزا دینا ہوگی اور ان کی دولت اور جائیداد سے رقم واپس لینا ہوگی۔ اس سلسلے میں احادیث سے رہنمائی ملتی ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے:

''یعنی غنی کا قرض کی ادائیگی میں دیر کرنا اس کی عزت اور سزا کو حلال کرتا ہے۔

ابن مبارکؒ نے اس کا مفہوم یوں بیان کیا ہے کہ عزت حلال کرنے سے مراد اسے سخت باتیں کہنا ہے اور سزا سے مراد اسے گرفتار کرنا ہے۔ اور فرمان رسول ﷺ ہے کہ جس شخص کو قرض ادا کرنے کی طاقت ہو اور وہ ادا کرنے میں دیر کرے تو یہ ظلم ہے۔(یعنی گناہ کبیرہ ہے) (۱۱۶)

قرض نادہندوں کی جائیداد اور دولت سے ملکی دولت وصول کرنے کی دلیل حضور ﷺ کی وہ حدیث ہے جس میں بیان ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا سارا مال بیچ کر اس سے تمام قرض خواہوں کے قرضے ادا کیے۔

فباع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لهم ماله کله حتی قام معاذ بغیر شیء. (۱۱۷)

امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ''حسبہ فی الاسلام'' میں لکھتے ہیں۔

حقوق واجبہ کی عدم ادائیگی مثلاً قدرت کے باوجود قرض ادا نہ کرنا غصب کردہ مال کو جائز قانونی مالک کو نہ لوٹانا اور صاحب امانت کو اس کی امانت واپس نہ کرنے پر مجرم کو (قید میں) متواتر کوڑوں کی سزا دی جائے تا آنکہ وہ واجب ادائیگی کر دے۔(۱۱۸)

اس معاملے میں خلفائے راشدینؓ کا اسوہ بھی ہمارے لیے مزید رہنمائی کرتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے چچیرے بھائی عبداللّٰہ ابن عباسؓ سے بصرہ کے بیت المال

Marfat.com

سے لی گئی دس ہزار کی رقم سختی سے واپس لی (۱۱۹)۔ اسی طرح شہر ارد کے عامل سے بیت المال سے لی ہوئی رقم کا سختی سے مطالبہ کیا (۱۲۰) حضرت عثمانؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو بیت المال کا قرض ادا نہ کرنے کے الزام میں ان کے عہدے سے معزول کردیا تھا۔(۱۲۱)

مذکورہ بالا تیسری قسم کے نادہندوں کے حالات کا تفصیلی جائزہ لینا ہوگا اگر واقعی کچھ مجبوریوں کی بنا پر وہ قرض فی الحال ادا نہیں کرسکتے تو قرآنی حکم کے مطابق انہیں کچھ عرصہ تک مہلت دینا ہوگی اور بیواؤں اور یتیموں کے قرضے (اگر ان کی جائیداد اور دولت نہیں ہے تو معاف کرنے ہوں گے۔

۲۔قومی دولت لوٹنے والوں کا احتساب

قرضوں کے علاوہ سیاستدانوں اور دیگر اعلیٰ فوجی وسول افسروں نے مختلف ادوار میں قومی دولت کو بے دردی سے لوٹا ہے اور ملک کو کنگال کردیا ہے۔ یہی وہ بے ضمیر اور بددیانت سیاستدان ہیں جن کی وجہ سے گذشتہ ۱۲ سالوں میں کئی دفعہ ملک کی اسمبلیاں توڑی گئیں اور بار بار الیکشن پر کروڑوں اربوں روپے کا ضیاع ہوا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ کڑے اور بے رحم احتساب کے ذریعے ظالموں اور کرپٹ لوگوں سے ملک کی لوٹی ہوئی دولت واپس لی جائے۔ اس میں عام عدالتی طریق کار سے ہٹ کر کام کرنے کی ضرورت ہے اور جن کا احتساب کرنا ہے ان کی دولت اور اثاثوں کا ریکارڈ اکٹھا کر کے ان کی قیمت کا تخمینہ لگایا جائے ان کی جائز آمدنی کے مقابلے میں ان کی جائیداد اور دولت میں جتنا کچھ زائد ہے وہ سب بددیانتی سے اکٹھا کیا ہوا ہے اس سب کا واپس لینا حکومت کا فرض ہے اور ساتھ ہی اس پر سخت سزا دینا بھی اشد ضروری ہے تاکہ آئندہ آنے والوں کے لیے باعث عبرت ہو اس طریق میں دیگر مشکلات کے علاوہ ایک مشکل یہ بھی ہے کہ اکثر بڑے بڑے سیاستدانوں اور سرکاری اہل کاروں نے ناجائز دولت بیرون ملک منتقل کی ہوئی ہے (ان بدعنوان عناصر کے دوسرے ممالک کے بینکوں میں ۵۵ ارب ڈالر جمع ہیں۔ (۱۲۴) جس کی نشاندہی کرنا اور اس کو احتساب کے دائرہ میں لانا مشکل کام ہے تاہم اس کا حل بھی ڈھونڈا جاسکتا ہے اب تو برطانیہ، امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک نے کہہ دیا ہے کہ کرپٹ عناصر سے لوٹی ہوئی دولت واپس کرنے کے لیے تیار ہیں (۱۲۵)۔

کرپٹ لوگوں کے علاوہ ان کی بیگمات، فرزندوں، بھائیوں، بہنوں، اور سالوں کی

جائیدادوں کا بھی حساب لیا جائے کیونکہ یہ بدعنوان لوگ اپنی جائیدادیں اپنے رشتہ داروں کے نام کر دیتے ہیں یہ آخری اور نادر موقع ہے کہ احتساب کے ذریعے قوم کا پیسہ برآمد کیا جائے۔(۱۲۶)

ملکی دولت کو ناجائز طریقوں سے ہڑپ کرنے والوں کے احتساب کے لیے حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے اسوہ میں صریح نظائر اور ہدایات موجود ہیں۔

حضور ﷺ اپنے عاملوں سے پائی پائی کا حساب لیتے تھے اور آمد وخرچ میں ان کا سخت محاسبہ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ اپنی تالیف صحیح البخاری میں ایک خصوصی باب بعنوان ''محاسبہ الامام عمالہ'' باندھا ہے اس میں ایک صحابی کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ انہیں حضور ﷺ نے ایک دفعہ ایک قبیلہ کی طرف زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ واپسی پر آپ نے ان کی وصولی کا جائزہ لیا۔ انہوں نے کہا یہ مال آپ ﷺ کا یعنی بیت المال کا ہے اور یہ مجھے ہدیۂ ملا ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھے بیٹھے یہ ہدیہ کیوں نہ ملا۔ اس کے بعد ایک عام خطبہ دیا جس میں اس چیز کی سخت ممانعت فرمائی(۱۲۷)۔

حضرت عمر فاروقؓ عمال کی روانگی کے وقت ان کے سامان (اثاثہ جات) کی ایک فہرست محفوظ کر لیتے تھے واپسی کے وقت جس کے پاس مرقومہ فہرست سے زیادہ مال واسباب نکلتا تو اس سے باز پرس کی جاتی تھی اور آدھا مال ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر لیا جاتا تھا۔(۱۲۸)

حضرت علی المرتضیٰؓ عمال سے تحریری باز پرس کے علاوہ کمیشن مقرر کر کے ان کے طرز عمل کی تحقیقات کرواتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کعب بن مالک انصاریؓ کو عراق کے حکام کی تحقیقات پر مامور فرمایا اور ہدایت کی ''تم چند آدمیوں کو ساتھ لے کر عراق جاؤ اور ہر ہر ضلع میں جا کر وہاں کے عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر نظر ڈالو(۱۲۹) نہج البلاغہ میں گورنر مصر مالک اشتر کے نام جو گرامی نامہ ہے اس میں بھی اس طرح کی ہدایات ہیں کہ ''عمال کی جانچ پڑتال کرتے رہنا اور نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان پر چھوڑ دینا، یہ اسلئے جب انہیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو وہ امانت داری میں اور زیادہ سرگرمی دکھاویں گے پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے۔ تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا۔ جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا، خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور

Marfat.com

پوری طرح اسے رسوا کرنا''۔(۱۳۰)

۳- اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے والے عہدہ داروں کا احتساب

اسلام یہ چاہتا ہے کہ تمام اراکین حکومت اپنے اپنے فرائض کو احسن طریقے سے اصول وقواعد کے مطابق ادا کریں اور ہر قسم کے افراط وتفریط سے اپنے دامن کو بچائیں اس سلسلے میں اسلام تمام مسلمانوں کو یہ باور کراتا ہے کہ جو عہدے اور ذمہ داریاں انہیں سپرد ہیں وہ امانت ہیں ان میں کسی قسم کی کمی بیشی خیانت ہے۔ (بمطابق لا تخونوا اللہ ورسولہ وتخونوا امانتکم وانتم تعلمون)(۱۳۱)۔ اس سلسلے میں تعلیمات نبوی ﷺ یہ ہیں کہ عمال وحکام اور ملازمین کی اچھی تنخواہیں ہوں، ان کی جائز ضروریات کے پورا کرنے کا انتظام ہو(۱۳۲) اس کے باوجود اگر وہ غلط کام کریں تو انہیں سخت قسم کی سزائیں دی جائیں۔ حضرت عمرؓ کا یہ اصول تھا کہ ہر عامل کے تقرر کے وقت اس کو ایک پروانہ دیتے جس میں اس کے اختیارات کی تفصیل ہوتی تھی جہاں وہ مقرر ہوکر جاتا، وہاں وہ پروانہ پڑھ کر سنایا جاتا تاکہ وہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے(۱۳۳)۔ ہر عہدہ دار سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھاوے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کے لیے ہمیشہ اپنا دروازہ کھلا رکھے گا(۱۳۴)۔ موسم حج میں اعلان عام تھا کہ جس عامل سے کسی کو شکایت ہو وہ فوراً بارگاہ خلافت میں پیش کرے۔ چنانچہ لوگ اپنی شکایتیں پیش کرتے اور تحقیقات کے بعد اس کا تدارک کیا جاتا تھا(۱۳۵)۔ ایک دفعہ ایک شخص نے شکایت کی کہ آپ کے فلاں عامل نے مجھ کو بے قصور کوڑے مارے ہیں۔ حضور عمرؓ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہ مجمع عام میں اس عامل کو سو کوڑے لگاوے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے التجا کی ''امیر المؤمنین'' اس طرز عمل سے تمام عمال بددل ہوجائیں گے۔ فرمایا ''لیکن ایسا ضرور کروں گا'' اور مستغیث کو حکم دیا کہ وہ اپنا کام کرے آخر حضرت عمرو بن العاصؓ نے مستغیث کی منت سماجت کرکے اس پر راضی کرلیا کہ وہ دو سو دینار لے کر اپنے حق سے باز آجائے۔(۱۳۶)

اسی طرح یہ اختیارات کا ناجائز استعمال اور خیانت کے زمرے میں آتا ہے کہ بغیر میرٹ اور حق کے کسی کو ملازمت دی جائے یا بغیر استحقاق اور قابلیت کے اسے ترقی دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہیں پہنچاؤ جو اس کے اہل اور مستحق ہیں۔(۱۳۷) اس ارشاد باری تعالیٰ میں

Marfat.com

عام امانتیں بھی مراد ہیں جو کسی نے کسی کے پاس رکھوادی ہوں ان میں خیانت نہ کی جائے بلکہ بحفاظت عندالطلب لوٹا دی جائیں اور تمام عہدے اور منصب بھی آجاتے ہیں کہ انہیں محض سیاسی، نسلی یا قرابت و خاندان کے تعلق کی بنیاد پر نہیں دینا چاہیئے بلکہ جو اہل ہو اسے دینا چاہیے (۱۳۸)۔

ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سونپی گئی پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی مد میں بغیر اہلیت کے دے دیا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہے خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہ فرمائے گا یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا (۱۳۹)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو آدمی کسی جماعت پر ایک شخص کو مسلط کردیتا ہے حالانکہ وہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اچھے آدمی کو پاتا ہے تو اس نے اللہ اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کے ساتھ خیانت کی (۱۴۰)۔

آج مختلف محکموں میں جو ابتری نظر آتی ہے بے روزگار اور لائق تعلیم یافتہ نوجوانوں میں مایوسی (Frustration) ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ تعلقات، رشتوں اور سفارشوں کی وجہ سے ملازمتیں اور عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں غیر اہل بلکہ نالائق لوگ حکومتی عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور یوں ساری حکومتی مشینری کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔

۴- عدلیہ کے ججوں کا تقرر اور احتساب

مدینہ اور مضافات مدینہ کے مختلف جھگڑوں اور ناانصافیوں کے فیصلے پیغمبر خدا حضور اکرم ﷺ خود کیا کرتے تھے لیکن دور دراز مقامات کے لیے صاحب علم صحابہؓ کو مقرر فرماتے (۱۴۱) اور معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ اسی طرح زیاد بن ولید، عمر بن حزم، زید بن سفیان، عمرو بن العاص اور علاء بن حضری کو مختلف مقامات کے حکام و ولاۃ مقرر کر کے بھیجا تھا۔ سب کو حکم تھا کہ مقدمات کے فیصلے عدل و انصاف سے کریں۔ (۱۴۲)

خلفائے راشدین کے دور میں مختلف شہروں اور قصبوں میں کئی صاحب علم و تقویٰ افراد کو متعین کیا حضرت عمر فاروقؓ نے تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کر کے قاضی مقرر کیے اور قضا کے اصول و قواعد پر ایک فرمان لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضا ایک ضروری فرض ہے لوگوں کو اپنے حضور اور مجلس میں انصاف کے

Marfat.com

معاملے میں برابر رکھو تا کہ کمزور انصاف سے مایوس نہ ہو اور معزز آدمی کو رو رعایت کی امید پیدا نہ ہو۔صلح جائز ہے مگر وہ صلح جس سے حرام حلال اور حلال حرام نہ ہونے پائے۔ مقدمات میں اوّل قرآن کے مطابق فیصلہ کرو، اگر قرآن میں وہ صورت مذکورہ نہ ہو تو حدیث کی جانب رجوع کرو، اگر اس میں بھی نہ ہو تو اجماع سے ورنہ اجتہاد سے کام لو۔(۱۴۳) آپؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔''اے اللہ میں ایک فاجر آدمی کی جرات اور ایمان دار کی کمزوری کے خلاف تجھ سے فریاد کرتا ہوں''۔ رشوت کے انسداد کے لیے قاضیوں کی زیادہ تنخواہیں مقرر کیں چنانچہ قاضی شریح اور سلمان بن ربیعہ کی تنخواہ پانچ پانچ سو درہم تھی(۱۴۵) اسی طرح یہ قاعدہ مقرر تھا کہ دولت مند اور معزز شخص ہی قاضی ہو۔اس کی وجہ آپ نے یہ بتائی کہ دولت مند رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا۔ اور معزز شخص فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب سے متاثر نہ ہوگا۔(۱۴۶)

اسی طرح کی تعلیمات خلیفہ راشد حضرت علیؓ نے گورنر مصر کے نام ایک مکتوب میں ارسال فرمائیں۔''تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ پڑتال کرتے رہو، کھلے دل سے انہیں معاوضہ دو تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انہیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوسکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے خوف سے آزاد ہونا چاہیے۔(۱۴۷)

ان تعلیمات کے علاوہ خلفائے راشدین قاضیوں کو عدل ومساوات کا عملی درس دینے کے لیے خود فریق مقدمہ بن کر عدالت میں جاتے تھے ایک دفعہ ابی ابن کعبؓ سے آپ کا نزاع ہوگیا زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ اس سلسلے میں ان کی عدالت میں حاضر ہوئے تو وہ تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ پہلی ناانصافی ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی۔ یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ تصفیے میں حضرت عمرؓ سے ابی ابن کعبؓ نے قسم لینا چاہی تو قاضی نے کہا کہ امیر المؤمنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس ترجیح پر آزردہ خاطر ہوئے اور فرمایا کہ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں اس وقت تک تم منصب قضاء کے اہل نہیں ہوسکتے(۱۴۸)۔ اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں پیش آیا اس میں بھی خلیفہ وقت حضرت علیؓ کے خلاف قاضی شریح نے فیصلہ دیا کیونکہ خلیفہ وقت کے پاس شرعی گواہ نہ تھے(۱۴۹)۔

Marfat.com

فقہاء نے حضور علیہ السلام اور صحابہؓ کے اسوہ سے مندرجہ ذیل اصول اخذ کیے ہیں۔

اگر جج عملاً کسی لالچ یا دباؤ میں ناانصافی کا فیصلہ دے تو وہ معزول کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس منصب میں اس نے خیانت کی اور فیصلے میں ناانصافی کر کے اس نے اپنے آپ کو منصب قضا کے لیے نااہل ثابت کر دیا نیز اس شخص کو متضرر کے نقصان کا مالی تاوان بھی ادا کرنا ہوگا۔

اس طرح اگر مدعی تمام قانونی لوازمات پورا کر دے اس کے بعد جج فیصلہ نہ دے یا فیصلہ دینے میں توقف کرے تو اسے اپنے منصب سے معزول کر دیا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ تعزیراتی سزا بھی دی جائے گی۔(۱۵۱) شرح مجمع میں ہے کہ اگر شہادت گزر جائے تو قاضی پر فیصلہ دینا واجب ہوجاتا ہے اگر قاضی یہ خیال کرے کہ اس کے لیے فیصلہ دینا واجب نہیں تو وہ کافر ہوجائے گا۔(۱۵۲)

اس تمام بحث کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہماری عدالتوں میں جن جن ججوں نے سیاسی دباؤ یا رشوت وسفارش کی وجہ سے ناجائز فیصلے دیئے ہیں ان کا احتساب، احتساب بیورو پر لازم ہے اور جو جج مستقل طور پر کرپٹ ہیں انہیں ان کے منصب سے معزول کر دینا چاہیے ورنہ کبھی بھی عدل وانصاف کا قیام نہیں ہوسکتا۔

لیکن اس سلسلے میں حکومت کو بھی عدل وانصاف کے قیام کے لیے عدلیہ کی طرف دست تعاون دراز کرنا ہوگا اور ججوں کو ہر قسم کے سیاسی دباؤ سے محفوظ رکھنا ہوگا تاکہ وہ فیصلے دینے میں آزاد ہوں اور انہیں ہر قسم کی دہشت گردی سے محفوظ رکھنے کے لیے مکمل سیکورٹی فراہم کرنا ہوگی۔(۱۵۳)

۵- انسداد رشوت کا واحد علاج..... بے لاگ احتساب اور سخت سزائیں

ملک کے تمام محکموں میں رشوت لینے دینے کا عام رجحان ہو چکا ہے(۱۵۴) سخت اور مؤثر نگرانی ہونے کی وجہ سے کلاس فور سے لے کر گریڈ بائیس کے افسران اس لعنت میں ملوث ہیں(الا ماشاء اللہ) اس لعنت نے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ صرف پولیس اور ٹیکس ڈیپارٹمنٹ میں رشوت کی وجہ سے ملک کو کھربوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے ٹیکس ڈیپارٹمنٹ میں خیانت اور رشوت کی وجہ سے سالانہ ایک کھرب ۵۰ ارب روپے چوری ہوتا ہے(۱۵۵) اور ۲۰ کھرب روپے کے کالے دھن(Black Money) کو ٹیکس

Marfat.com

نیٹ ورک میں نہیں لایا جاتا۔(۱۵۶)

اسی طرح کا حال دیگر محکموں کا ہے کہ بغیر رشوت کوئی کام نہیں ہوتا حد یہ کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں انسداد رشوت کا اختیار ہے اور جن محکموں کے قائم کرنے کا مقصد ہی انسداد رشوت وبدعنوانی ہے وہ سب سے زیادہ اس لعنت میں گرفتار ہیں۔(۱۵۷)

حرمت رشوت پر اسلامی تعلیمات

قرآن عظیم نے تمام انسانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے لین دین کے معاملات میں پورے پاکباز رہیں اور اپنی روزی صرف جائز اور پاک ذریعوں سے حاصل کریں کسی ناجائز ذریعے سے ایک روپیہ بھی نہ کمائیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ولا تا کلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا

فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون(۱۵۸)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا لا تا کلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون

تجارۃ عن تراض منکم (۱۵۹)

ان دونوں آیتوں میں ناجائز کمائی کی ممانعت کے لیے ایسا وسیع اور عام عنوان اختیار کیا ہے جس میں کمائی کے سارے ہی ناجائز طریقے (خواہ پرانے ہوں کہ نئے) ممنوع اور حرام ہوگئے۔

باطل طریقے سے دوسروں کے مال کو استعمال کرنے کی ممانعت ہے اور باطل سے مراد تمام مفسرین نے حرام اور ناجائز ذریعے سے دوسروں کا مال لینا مراد لیا ہے تفسیر روح المعانی میں ہے۔

والمراد بالباطل الحرام وکل مالم یاذن باخذہ الشرع (۱۶۰)

"باطل سے مراد حرام اور ہر وہ چیز جس کے لینے کی اجازت شریعت نے نہیں دی"

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

Marfat.com

مالا تطیب به نفس مالکه او حرمه الشریعة وان طابت به نفس مالکه(۱۶۱)

وہ مال (حلال) بھی باطل کے حکم میں آتا ہے جو مال اس کے مالک سے اس کی خوشدلی کے بغیر حاصل کیا جائے یا مالک اسے خوشی سے دے رہا ہو لیکن شریعت نے اسے ناجائز قرار دیا ہو۔

ابو حیان اندلسیؒ لکھتے ہیں۔ باطل سے مراد یہ ہے کہ اموال کو ایسے طریقے سے لیا جائے جو مشروع نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

فیدخل فی ذالک العصب والنھب والقمار وحلوان الکاھن والخیانة والرشاء وما یاخذہ المنجمون وکل مالم یاذن فی اخذہ الشرع(۱۶۲)

''پس لفظ باطل لوٹ کھسوٹ، جوا، کاہن کی شیرینی، رشوت، نجومیوں کی اجرت اور ہر وہ چیز جس کے لینے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ان سب کو شامل اور سب پر حاوی ہے۔''

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''غرض کہ اس ارشاد باری تعالٰی کے الفاظ عام ہیں کہ باطل اور ناجائز طریق سے کسی کا مال نہ کھاؤ۔ اس میں کسی کا مال غصب کرنا بھی داخل ہے، چوری، ڈاکہ بھی جس میں دوسروں پر ظلم کر کے جبراً مال چھین لیا جاتا ہے اور سود، قمار، رشوت، خیانت، دغا، فریب، حیلہ سازی، دھوکہ دہی، سودی لین دین اور تمام بیوع فاسدہ اور معاملات فاسدہ بھی جو از روئے شرع جائز نہیں۔ اگر فریقین کی رضا مندی بھی متحقق ہو۔ جھوٹ بول کر، جھوٹی قسم کھا کر کوئی مال حاصل کر لینا، ایسی کمائی جس کو شریعت اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے اگرچہ اپنی جان کی محنت ہی سے حاصل کی گئی ہے۔ وہ سب حرام اور باطل ہے''۔(۱۶۳)

Marfat.com

اکل بالباطل میں دوسری صورتوں کے ساتھ رشوت بھی داخل ہے جیسا کہ مذکورہ تشریحات سے واضح ہے لیکن اس آیت کا دوسرا حصہ رشوت کی حرمت کو مزید مؤکد کرتا ہے اور مالوں کو اس غرض سے حکام تک نہ پہنچاؤ کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ ناحق ظلم سے کھا جاؤ اور تمہیں معلوم بھی ہو علامہ آلوسی آیت کے اس جزء کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولا تلقوا بعضها الی الحکام السوء علی وجه الرشوة(۱۶۴)

کچھ مال برے اور غلط حکام کو بطور رشوت مت دو۔

علامہ ابوحیات اندلسی تدلو ابها الی الحکام کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

ومعناه لاترشوا بالاموال الحکام یقضولکم ابکترمنها(۱۶۵)

اس کے معنی یہ ہیں کہ حکام کو مال کی رشوت نہ دو تا کہ تمہارے موافق فیصلہ دیں۔

تفسیر مدارک میں ہے:

وتدلوا بها الی الحکام السوء علی وجه الرشوة(۱۶۶)

یعنی برے حکام کو مال رشوت کے طور پر مت دو۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اسلامی حکومت کا قائم ہونا اور اسلام کے سارے قانون دیوانی، فوجداری کا نافذ ہونا تو خیر بڑی چیز ہے، قرآن مجید کی طرف اس آیت پر اگر آج عملدرآمد ہوجاوے تو جھوٹے دعوؤں، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیوں، جھوٹے حلفناموں، اہلکاروں اور عہدہ داروں کی رشوت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حکام کی خدمت میں نذر، نذرانوں، قیمتی شاندار دعوتوں کا وجود کہیں باقی نہ رہے''۔

علاوہ ازیں کئی احادیث میں رشوت پر شدید نکیر فرمائی ہے اور رشوت لینے دینے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور لعنت کا موجب قرار دیا ہے۔

لعن رسول اللہ علی الراشی والمرتشی(۱۶)

Marfat.com

رشوت دینے اور لینے والے پر دونوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔

لعن اللہ الاکل والمطعم الرشوۃ(۱۶۸)

اللہ تعالیٰ نے رشوت کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے لعنت کے مفہوم کو یوں بیان کیا ہے اللہ کی لعنت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو اپنے فضل وکرم سے محروم کرتا ہے۔

اسی طرح اس شخص پر احادیث میں لعنت آئی ہے جو راشی اور مرتشی کے درمیان دلالی کرتا ہے اور واسطہ بنتا ہے۔(۱۷۰)

حدیث میں ہے: **الراشی والمرتشی فی النار(۱۷۱)**

رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں تمام حکام اور ملازمین کو لکھ بھیجا تھا۔

اجعلوا الناس فی الحق سواء قریبھم کبعیدھم وبعیدھم کقریبھم وایاکم والرشوۃ(۱۷۲)

''انصاف میں تمام لوگوں کو برابر سمجھو اور قریب وبعید میں کوئی فرق نہ کرو اور رشوت سے بچو''۔

کل جسم انبتہ السحت فالنار اولی بہ قیل وما السحت قال الرشوۃ فی الحکم.(۱۷۳)

''ہر وہ جسم جو مال حرام سے نشوونما پائے وہ آگ میں جلائے جانے کا زیادہ مستحق ہے دریافت کیا گیا السحت سے کیا مراد ہے آپ ﷺ نے فرمایا فیصلہ کرنے میں رشوت لینا''۔

دوسری حدیث میں ہے کہ:

رشوت اس شخص اور جنت کے درمیان حائل ہوجائے گی(۱۷۴)

ایک اور جگہ ارشاد رسول ﷺ ہے۔

Marfat.com

الرشوة فی الحکم کفر وھی بین الناس سحت(۱۷۵)۔

فیصلہ کرنے میں رشوت لینا دینا کفر ہے اور لوگوں کا باہم رشوت کا لین دین حرام ہے۔

حکام اور ججوں وغیرہ کو تحائف دینا بھی رشوت کے ذیل میں آتا ہے، اور آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں ارشا فرمایا:

ھدایا العمال حرام کلھا (۱۷۶)

عمال کا ہدیہ قبول کرنا یکسر حرام ہے۔

ھدایا السلطان سحت وغلول(۱۷۷)۔

سلطان کا ہدیہ لینا خیانت اور حرام ہے۔

اخذ الامیر الھدیة کفر وقبول القاضی الرشوة کفر (۱۷۸)۔

امیر کا ہدیہ قبول کرنا اور قاضی کا رشوت لینا دونوں کفر کی طرح ہیں۔

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خانصاحب فتح القدیر کے حوالے سے لکھتے ہیں ہدیہ لینے کے احکامات سرکاری عہدہ داروں اور ملازمین کے لیے بھی وہی ہیں جو قاضی اور جج کے لیے ہیں۔

وکل من عمل للمسلمین حکمه فی الھدیة کالقاضی(۱۷۹)۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام محکموں میں رشوت کے خاتمہ کے لیے تعلیمات نبوی ﷺ کو عام کیا جائے تاکہ عوام وملازمین خوف خدا اور آخرت کی پکڑ سے ڈر کر رشوت لینا دینا چھوڑ دیں(۱۸۰)۔

لیکن اکثر نفوس ایسے ہوتے ہیں جن کی روحانیت حرام خوری سے مردہ ہوجاتی ہے او وہ انتہائی قساوت قلبی میں مبتلا ہوجاتے ہیں اب ان پر وعظ ونصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔

اس لیے ایسے لوگوں کے لیے اسلام کے سخت قوانین کا نفاذ کرنا ہوگا تاکہ طاقت سے رشوت کا استیصال ہو کیونکہ:

Marfat.com

لن ينفع الوعظا قلبا قاسيا ابداً　　وهل يلين الواعظ حجراً
لن ترجع النفس عن غيّها　　مالم يكن منها لها ذاجم

رشوت لینے دینے پر چونکہ شریعت میں سزا حد متعین نہیں اس لیے اس جرم کے مرتکب افراد کو ایسی سخت سزا دی جائے جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ قطب العارفین مولانا ابوسعید خان کے مطابق رشوت پر قاضی کو چاہیئے کہ تعزیری سزا دے بلکہ مرتشی کے منہ کو کالا کر کے تمام قبائل میں پھرایا جائے (۱۸۱۔ا) ڈاکٹر عبدالعزیز عامر علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''رشوت پر تعزیری سزا دینا واجب ہے جس میں اس (اہلکار) کا اپنے عہدے سے معزول کیا جانا شامل ہے''۔(۱۸۱۔ب)

امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے کہ جب حاکم رشوت لے تو اس کو فوراً معزول کر دیا جائے۔

اذا ارتشی الحاکم یعزل فی الوقت(۱۸۲)

رشوت پر زیادہ تفصیل اس وجہ سے بیان کی ہے کہ یہ ناسور تمام سرکاری محکموں میں پھیلا ہوا ہے اور معمول کے کام(Routine work) بھی رشوت اور سفارش کے بغیر نہیں ہو پاتے بلکہ عام طور پر دفتروں میں کہا جاتا ہے کہ ''فائل کو حرکت کرنے کے لیے کچھ پیسے (چائے پانی) کی ضرورت ہے''۔

اس لیے اگر حکومت کی طرف سے کچھ رشوت خوروں کا کڑا احتساب ہو جائے اور انہیں سرعام سزائیں دی جاویں تو بہت کم عرصہ میں اس برائی کا قلع قمع ہو سکتا ہے اس سلسلے میں اوّل اوّل اگر علی بن حمود کا سا طریقہ اختیار کیا جائے تو رشوت کو بیخ و بن سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔ اندلس میں جب علی بن حمود نے عنانِ اقتدار سنبھالی تو وہاں بھی رشوت کا اسی طرح دور دورہ تھا جس طرح ہمارے ہاں ہے۔ علی بن حمود نے آتے ہی عام منادی کرادی کہ جو بھی رشوت لے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی کچھ دنوں کے بعد علی بن حمود جانچ پڑتال کیلئے نکلا تو ایک سپاہی کو دیکھا کہ انگوروں کا ایک ٹوکرا سر پر اٹھائے چلا آ رہا ہے اسے روک کر پوچھا ''یہ انگور کہاں سے لائے ہو'' سپاہی نے دو بدو جواب دیا ''جہاں سے ایک سپاہی لا سکتا ہے'' چونکہ رشوت عام تھی اس سپاہی نے اس کو چھپانے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی۔ علی بن حمود نے حکم دیا اس سپاہی کی گردن اتار کر ٹوکرے

میں رکھ دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا علی بن حمود نے اسی طرح دو چار سرکاری ملازمین کی قربانی دی اور تاریخ گواہ ہے کہ رشوت کا نام ونشان مٹا کر رکھ دیا (۱۸۳)۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مولانا محمد محترم فہیم عثمانی اپنی کتاب ''ہم رشوت کیوں نہ لیں'' میں لکھتے ہیں ''ہماری تجویز ہے کہ ابتدا میں رشوت کے ارتکاب پر انتہائی سخت سزائیں رکھی جائیں حتیٰ کہ مخصوص حالات میں سزا موت بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ممکن ہے اس تہذیب وتمدن کے دور میں بعض لوگ اسے وحشیانہ اقدام دیں مگر ہم سمجھتے ہیں کہ رشوت خوری دراصل ملک وملت سے غداری کے مترادف ہے اس لیے اس پر غداری جیسے جرم پر ملنے وای سزاؤں ہی کا اطلاق ہونا چاہیے (۱۸۴)۔

۶- جاگیرداروں، وڈیروں اور سرداروں کا احتساب

پاکستان کو لوٹنے والوں اور اس کی معیشت کو نقصان دینے والوں میں جاگیردار اور سردار سرفہرست ہیں، ان لوگوں نے اپنی جاگیروں کے بل بوتے پر اپنے علاقوں میں قلعوں کے اندر نجی جیل خانے بنا رکھے ہیں۔ جن میں سینکڑوں بے گناہ افراد مقید ہوتے ہیں (۱۸۵) سردار اور جاگیردار علاقے کو اپنی قلمرو سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس علاقے میں آباد ''اپنی رعایا'' کی زندگی اور موت کے مالک گردانتے ہیں۔ سیاسی حکومتیں ان کا احتساب اس لیے نہیں کرسکتیں کہ ان کے سیاسی مفادات ان کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں اور اسمبلیوں میں کثیر تعداد ایسے ہی لوگوں کی ہوتی ہے۔ لیکن فوجی حکومت ایسا کرسکتی ہے۔

ان جاگیرداروں نے ملکی معیشت اور زراعت کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ ۱۹۸۰ء کے اعداد وشمار کے مطابق ملک میں ۴۷ لاکھ ایسے کاشت کار ہیں جن کے پاس تین ایکڑ سے کم زمین ہے جس کا مطلب ہے کہ زرعی زمین کا صرف 15.5 حصہ کاشتکاروں کے پاس ہے (۱۸۶)۔ اس لیے اب وقت آ گیا ہے کہ نیا بندوبست اراضی کیا جائے اور جاگیرداری نظام کو ختم کرنے کے لیے حکومت خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ کے اجتہاد پر عمل کرے۔ جو انہوں نے عراق کی زمینوں کے بارے میں کیا تھا۔ عراق کی اراضی کو حضرت عمرؓ نے مفتوحہ قرار دے کر مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے براہ راست بیت المال کی ملکیت قرار دیا (۱۸۷)۔

یہی معاملہ تقریباً پاکستان کی اراضی کا ہے۔ ہندوستان کی زمینوں کو جید علماء نے ''ارض

Marfat.com

المملکت'' ہی قرار دیا ہے۔ ان علماء میں مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا جلال الدین تھانیسری، شاہ عبدالعزیز وغیرہ شامل ہیں۔(۱۸۸) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے یہ تھی کہ مشرقی پاکستان کی ۹۸ فیصد زمینداریاں اسلام کی روح کے منافی ہیں اور مغربی پاکستان زمینداریوں کی اکثریت بھی اسی طرح اسلام کے خلاف ہے(۱۸۹) مفتی محمد شفیع نے اپنی کتاب ''پاکستان کا نظام اراضی'' میں واضح الفاظ میں فیصلہ دیا ہے۔

''سابقہ تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی اراضی شرعاً اراضی بیت المال کے حکم میں ہے جن کا ضابطہ شرعی یہ ہے کہ حکومت پاکستان ان کی متولی ہے وہ ان کو باشندگان ملک میں حسب صوابدید تقسیم کرسکتی ہے اور ان کی ضروریات کے لیے مساجد، مدارس اور رفاہی ادارے خود بھی بنا سکتی ہے اور دوسرے مسلمانوں کو بنانے کے لیے بھی دے سکتی ہے''(۱۹۰)۔

چونکہ جاگیرداری نظام کے خاتمہ کے بغیر نہ تو معیشت کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے اور نہ نان شبینہ کے لیے سرگرداں افراد کو حقیقی ریلیف دیا جاسکتا ہے اسی لیے اس مقصد کے لیے ایسے ہی غیر معمولی اقدامات کی ضرورت ہے جن میں تحدید ملکیت زمین بھی شامل ہے۔

اسراف اور عیش کوشی کے سدباب اور سماج میں دولت کی تقسیم کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کے لیے اسراف کی روک تھام کی نظیر حضرت عمرؓ کا وہ حکم ہے جو انہوں نے کوفہ میں مکانات کی تعمیر کے سلسلے میں دیا تھا۔ آپؓ نے یہ پابندی عائد کردی تھی کہ کوئی فرد تین مکانات سے زیادہ تعمیر نہ کرے۔ آرام و آسائش کے دوسرے سامانوں اور ملکیت کی دوسری اقسام کو بھی اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے(۱۹۱)۔

اسی طرح معاشرے میں دولت کی تقسیم کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کے لیے اور ان ظالم جاگیرداروں کو غریبوں کی عزتوں سے کھیلنے (۱۹۲) اور ان کا ''مجازی خدا'' بننے کے جرم میں ان سے زائد از ضرورت زمینیں قومی تحویل میں لی جاسکتی ہیں اور تحدید ملکیت کے اصول پر عمل کیا جاسکتا ہے اور بقول مولانا مودودی ''جو زمینیں آلہ ظلم بن جائے، یا ریاست کے اندر ایک ریاست کی شکل اختیار کرجائے یا جسے ناجائز طریقوں سے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے، وہ چونکہ جائز زمینداری کی تعریف سے خارج ہے

Marfat.com

اس لیے اسے شخصی ملکیت کا وہ تحفظ حاصل نہ ہو جو جائز زمینداری کا حق ہے''(۱۹۳)۔

جاگیرداروں پر تحدید اراضی کے لیے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ملک میں کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کو زندگی کی بنیادی ضرورتیں بھی میسر نہیں اس لیے علامہ ابن حزم کے مطابق ''ہر شہر کے مال داروں پر فرض ہے کہ وہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کریں اگر زکوٰۃ کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کی فئے اس کے لئے کافی نہ ہو تو سلطان ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا اور غریبوں کے لیے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کریں اور اسی طرح جاڑے اور گرمی کا لباس اور ایک ایسا مکان جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔ (کا انتظام کیا جائے گا)۔(۱۹۴)

احتساب پر تفصیلی بحث کے بعد ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اپنی کتاب ''اسلام کا نظریہ ملکیت'' میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں:۔

''ظاہر ہے کہ جن امر کا تعلق افراد کی کثیر تعداد یا پورے اجماع کے مصالح سے ہو ان کو انفرادی یا نجی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ایسے تمام امور میں ریاست کو شریعت کے منشاء کی تکمیل اور اجتماعی مفاد کے تحفظ کے لیے مداخلت کا اختیار ہے۔''

ہر وہ پابندی جو مفاد عامہ کو تحفظ اور مصالح عامہ کی ترویج کے لیے عائد کی جائے، اصولاً درست ہے۔(۱۹۵)

اس موقع پر علامہ ابن قیم کی رائے کتنی مناسب ہے وہ کہتے ہیں۔

''شریعت کا مقصود بندوں کے درمیان عدل کا قیام، جس طرح عدل قائم کیا جائے وہی دین ہوگا اس کو دین کے خلاف نہ کہا جائے گا۔''

۷۔قومی املاک اور پلاٹوں پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کا احتساب

جن لوگوں نے قومی ملکیت پر ناجائز قبضہ جما کر پلازے تعمیر کر لیے ہیں یا مختلف ادوار میں اپنے اثر ورسوخ سے سرکاری پلاٹوں کو اپنے نام کرلیا ان کا بھی احتساب کر کے تمام املاک واپس لینا ہوگی۔ اس سلسلے میں خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اسوہ سے روشنی لینے کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت سنبھالنے کے بعد احتساب کا آغاز اپنی ذات سے کیا ان کے پاس فدک کا ایک باغ وراثت میں چلا آرہا تھا جو بیت المال کی ملکیت تھا وہ انہوں نے بیت المال کو واپس کردیا ان کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس ایک قیمتی ہار تھا جو ان کے والد نے انہیں شادی کے موقع پر دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے بیت المال کی ملکیت قرار دے کر واپس کردیا۔ اس کے بعد خاندان بنو امیہ کے سرکردہ لوگوں کا ایک اجلاس طلب کیا اور انہیں کہا کہ انہیں بعض خلفاء کی طرف سے جو جاگیریں اور عطیات دیئے گئے تھے وہ بیت المال کی ملکیت تھے اور ان پر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لیے وہ انہیں واپس کردیں۔ خاندان کے سرکردہ حضرات کی مزاحمت اور مخالفت کے باوجود آپ کے سخت احتساب کی وجہ سے دو ہفتے کے اندر بیت المال میں ساری دولت اور اثاثے قومی خزانے میں واپس آگئے (۱۹۸)۔ اور ڈھائی سال کے مختصر عرصہ خلافت میں ملک کے اندر اتنی خوشحالی ہوگئی کہ لوگ صدقہ مال تقسیم کرنے کے لیے نکلتے تھے لیکن کوئی لینے والا نہ ملتا تھا (۱۹۹)۔

آج بھی خوشحالی والا دور پاکستان میں لوٹ کر آ سکتا ہے۔ اور امراء اور غربا کے درمیان جو بہت بڑی خلیج نظر آتی ہے وہ ختم ہوسکتی ہے اگر ملک کی لوٹی ہوئی دولت اور املاک بلا کسی رعایت کے قومی خزانے میں واپس کرائی جائیں اور یہ اس وقت ممکن ہے جب حکّام اور تمام سرکاری اہلکار خلفائے راشدین کی طرح قومی خزانے اور املاک کو امانت تصور کریں۔ ذیل میں چند واقعات خلفائے راشدین کی زندگیوں سے دیئے جارہے ہیں جو قومی خزانے اور بیت المال کی حفاظت کے سلسلے میں ہیں جو کہ اس وقت کے حالات و واقعات کے تناظر میں افسانہ معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ سو فی صد حقائق اور تاریخ کی مستند شہادتیں ان کی صحت پر موجود ہیں۔

۸-قومی خزانے اور بیت المال کی حفاظت:

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بیت المال قیصر و کسریٰ کے خزانوں سے بھرا ہوا تھا لیکن آپؓ اس میں سے بقدر کفایت روزینہ لیتے تھے۔ اس سے ادنیٰ چیز کا لینا بھی اپنے لیے حرام سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ بیمار پڑے، لوگوں نے دوا میں شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا، یہ معمولی چیز بھی بغیر مسلمانوں کی اجازت کے لینا گوارا نہ کیا۔ مسجد نبویﷺ میں تشریف لاکر مسلمانوں سے شہد کے استعمال کی باقاعدہ اجازت لی (۲۰۰)۔

ایک دفعہ مال غنیمت آیا آپؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ نے آ کر عرض کیا امیرالمؤمنین میرا حق مجھ کو دیجئے۔ میں ذوی القربیٰ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا جان پدر تیرا حق میرے ذاتی مال میں ہے یہ تو غنیمت کا مال ہے۔ یہ روکھا سا جواب سن کر وہ واپس ہوگئیں (۲۰۱)۔

شام کی فتح کے بعد قیصر روم سے دوستانہ تعلقات ہوگئے تھے۔ طرفین میں خط وکتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ آپ کی اہلیہ ام کلثومؓ نے قیصر روم کی ملکہ کے پاس تحفہ کے طور پر عطر کی چند شیشیاں بھیجیں۔ اس نے جواب میں شیشیوں میں جواہرات بھر کر بھیجے، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپؓ نے بیوی کو بلا کر کہا، گو عطر تمہارا تھا لیکن قاصد اس کو لے کر گیا تھا وہ سرکاری تھا اور اس کے مصارف عام آمدنی سے ادا کئے گئے تھے یہ کہہ کر جواہرات بیت المال میں داخل کر دیئے اور بیوی کو ایک دینار معاوضہ دیا (۲۰۲)۔ ایک مرتبہ ایک فربہ اونٹ بازار میں فروخت ہوتے دیکھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ کا ہے ان سے پوچھا یہ اونٹ کیسا ہے انہوں نے کہا میں نے اس کو خرید کر سرکاری چراگاہ میں چھوڑ دیا اب فربہ ہوگیا ہے اس لیے بیچتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا چونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اس لیے تم اتنی قیمت کے مستحق ہو جتنے میں خریدا تھا اور زائد رقم لے کر بیت المال میں داخل کردی (۲۰۳)۔

دوسرے خلفائے راشدینؓ کا بھی یہی حال تھا وہ بیت المال کی معمولی چیز بھی اپنے اور اپنے متعلقین کی ذات پر خرچ کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں عمر بن سلمہ اصفہان کا خراج لائے اس میں شہد اور چربی بھی تھی۔ حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ نے مانگ بھیجا عمر بن سلمہ نے ایک پیپا شہد اور ایک پیپا چربی بھیج دی۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے شمار کیا تو دو پیپے کم نکلے۔ عمر بن سلمہ سے سختی کے ساتھ باز پرس کی۔ انہوں نے بتادیا۔ آپؓ نے اسی وقت پیپے منگالئے اور ان میں سے جو خرچ ہو چکا تھا اس کا اندازہ لگا کر اس کی قیمت بیت المال میں جمع کرادی (۲۰۴)۔

آنحضرت ﷺ کے غلام ابو رافع بیت المال کے نگران تھے انہوں نے بیت المال کا ایک موتی اپنی لڑکی کو پہنا دیا۔ حضرت علیؓ نے دیکھ کر پہچان لیا پوچھا یہ موتی کہاں سے آیا، میں اس کے لانے والے کا ہاتھ قلم کروں گا۔ ابو رافع نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا، حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارا یہ حال ہے کہ اپنی لڑکی کو موتیوں سے آراستہ کرتے ہو، جب فاطمہؓ کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی تو میرے پاس مینڈھے کی ایک کھال

Marfat.com

تھی، جس پر رات کو سوتا تھا اور دن کو اسی پر مویشی کا چارا دیتا تھا، ایک خادم تک میرے پاس نہ تھا (۲۰۵)۔

کاش آج ہمارے حکام اور سرکاری اہل کاران پاک ہستیوں کے نقش قدم پر چلیں اپنا اور اپنے متعلقین کا ایسا احتساب کریں تو وطن عزیز دوبارہ اپنا حقیقی مقام حاصل کر سکتا ہے۔

۹- ملک کے غداروں، جاسوسوں، اور دہشت گردوں کا احتساب

اسلامی شریعت کی رو سے ہر وہ کام جرم ہے جو حکومت کے امن وسلامتی کے خلاف ہو، یا جس سے ملک کے دشمنوں کو فائدہ پہنچتا ہو، چنانچہ ملک سے کسی قسم کی غداری پر سخت قسم کی تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح ملک کے خلاف دشمن کے لیے جاسوسی کے مرتکب افراد بھی سخت سزا کے مستحق ہیں۔

قاضی ابو یوسف کے مطابق جاسوسی اگر دشمن برسرپیکار کے ملک کے ہوں یا یہود ونصاری اور مجوس میں سے اہل ذمہ ہوں تو ان کی گردن اڑا دینا چاہیے۔ اگر وہ اہل اسلام میں سے ہوں تو انہیں دردناک جسمانی سزا دی جائے اور اس کے ساتھ انہیں طویل مدت تک قید رکھا جائے یہاں تک کہ وہ تائب ہو جائیں (۲۰۶)۔

اسی طرح ملک کے اندر فتنہ وفساد برپا کرنے والے دہشت گرد بھی کسی رعایت کے مستحق نہیں انہیں بھی شریعت اسلامیہ کے مطابق سخت سزا دی جائے (۲۰۷)۔

۱۰- جسمانی اور روحانی طور پر نقصان دہ چیزوں کا کاروبار کرنے والوں کا احتساب

اسلام ہر اس کاروبار کو حرام قرار دیتا ہے جس سے عام لوگوں کو ضرر کا خطرہ ہو یا اس سے ملکی یا دوسرے افراد کی جان، صحت یا دین واخلاق کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

وہ تمام کتابیں یا رسائل جو مسلمانوں کے اندر بے حیائی پھیلانے کا باعث ہوں یا مخرب اخلاق ہوں، یا مسلمانوں کے اندر فتنہ وفساد پیدا کرنے والی یا کفر وبدعت کی تعلیم پر مشتمل ہوں ان کو ضائع کیا جا سکتا ہے اور ایسے لٹریچر کے پھیلانے والوں کو سخت سزا دی جا سکتی ہے (۲۰۸)۔

اسی طرح ایسی فلموں اور آلات موسیقی کو تلف کیا جا سکتا ہے اور ویڈیو شاپس کو بند کرایا

Marfat.com

جاسکتا ہے جو مسلمان نوجوانوں کو بے راہ کریں(۲۰۹)۔

اسی طرح غذائی اشیاء اور دواؤں میں ملاوٹ کے سدباب کے لیے اشیاء کو جرمانہ کے طور پر تلف یا ضبط کیا جاسکتا ہے(۲۱۰)۔ اور ایسے کاروبار میں ملوث افراد کو تعزیری سزا دی جاسکتی ہے۔ جس میں کوڑے، قیدوبند اور بازار سے اخراج شامل ہے(۲۱۱)۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ حصرت عمر فاروقؓ نے پانی ملے دودھ کو زمین پر بہا دیا تھا تاکہ اس کے مالک کی تادیب ہوسکے(۲۱۲)۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق جو چیز حرام ہے اس کا کاروبار بھی حرام ہے۔ چنانچہ شراب، چرس، افیون، کوکین اور ہیروئن وغیرہ کی تیاری میں استعمال ہونے والی اشیاء کو ضائع کیا جائے گا اور ایسے کاروبار کرنے والوں کی رقم بھی ضبط کی جاسکتی ہے اور انہیں سخت سزائیں بھی دی جاسکتی ہیں۔ بلکہ نشہ آور اشیاء کی فیکٹریوں اور مرکزوں کو بطور سزا جلایا جاسکتا ہے دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک بستی کو جلا دیا تھا جس میں اہل ذمہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شراب کا کاروبار کرتے تھے(۲۱۴)۔

یہی فتویٰ امام ابن تیمیہ کا ہے کہ جو مسلمان شراب کی تجارت کرے اس کی دکان میں آگ لگا دی جائے(۲۱۵)۔

اسلامی شعائر اور تعلیمات کی مخالفت کرنے والوں کا احتساب(۲۱۶)

اسلامی کا نظام احتساب زندگی کے تمام شعبوں کی اصلاح کا احاطہ کرتا ہے اور اس کا بنیادی مقصد نیکی کا فروغ اور بدی کا استیصال ہے اس لیے ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا نظام قائم کرے جس کی وجہ سے تمام لوگ شعائر اسلام کی دل وجان سے تعظیم کریں اور تمام اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں۔

چنانچہ اسلامی ریاست میں محتسب کے یہ بنیادی فرائض ہیں کہ وہ نماز پنجگانہ باجماعت، نماز جمعہ، ادائے زکوٰۃ، صدق مقال اور ادائیگی امانت کا حکم کرے اور جھوٹ، خیانت، اور ان کاموں سے جو خیانت کے ذیل میں آتے ہیں مثلاً کم ناپ تول، صنعت وتجارت اور تمام دینی امور میں فریب دہی اور حیلہ سازی سے منع کرے۔ اگر کوئی شخص شعائر اسلام اور اسلامی تعلیمات کا استہزاء کرے اور ان کی توہین کا مرتکب ہو تو انہیں

تعزیری سزا دینے کا حکم کرے(۲۱۷)۔

یہی وہ مقاصد ہیں جن کی ادائیگی کے لیے ایک اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے(۲۱۸) اور جن کے فروغ اور پرچار کے لیے اس امت کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے(۲۱۹) کہ وہ عالمی محتسب کی حیثیت سے اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا میں ''معروف'' کو قائم کرے اور ''منکر'' کا خاتمہ کرے، اور جو شیطانی وطاغوتی طاقتیں ان اہداف کی تکمیل میں مزاحم ہوں ان سے قتال کرکے باطل کی ہر شکل کا خاتمہ کرے تاکہ ''ویکون الدین کله لله''(۲۲۰) کا دور دورہ ہو اور پوری دنیا میں ایک دفعہ پھر اسلام کا غلبہ ہو۔(۲۲۱)

اللّٰهم ربنا تقبل منا واجعلنا من الذين يجاهدون فى سبيلک حقا يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر ولا يخافون فى الله لومة لائم.

Marfat.com

☆ حواشی ومراجع ☆

۱۔ القرآن۔ سورۃ یٰسٓ: ۵۴۔

۲ باب افتعال سے مصدر ہے اور اس مبالغے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اس باب کی مزید خصوصیات کے لیے ملاحظہ ہو، لغت: المنجد الابجدی، دارالمشرق، بیروت ۱۹۶۷ء ص ج اور مولانا مفتی عنایت احمد کی کتاب، علم الصیغہ، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، ص ۱۹۔۲۰۔

۳۔ مولوی فیروز الدین: اللغات (اردو)، فیروز اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۷۳۔

۴۔ ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ بلیاوی: مصباح اللغات (عربی اردو)، مکتبہ امدایہ، ملتان، پاکستان، ص ۱۵۲۔

۵۔ Mushtaq Ahmad Dr. Buisness Ethics in Islam (International Institute of Islamic Thought, Islamabad- 1995) p. 136

۶۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)، دانش گاہ پنجاب (پنجاب یونیورسٹی) لاہور، ۱۹۷۳ء، ج ۸، ص ۱۹۷۔

۷۔ ابو حامد محمد بن احمد الغزالیؒ احیاء علوم الدین، مدینہ پبلشرز قصہ خوانی بازار، پشاور ۱۹۹۱۔ ج ۲، ص ۳۳۹۔

۸۔ Brill E. J. The Encyclopadia of Islam (New Edition) Luzaco and Co. London- 1979, Vol. iii, p. 485

۹۔ Mushtaq Ahmad, op. - cit, p. 136

۱۰۔ امام قاضی ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، الاحکام السلطانیہ، قاہرہ، مصر ۱۹۷۲ء ص ۲۴۰۔

۱۱۔ علامہ ابن تیمیہ: الحسبہ فی الاسلام کا اردو ترجمہ بنام اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، از طفیل ضیغم انصاری۔ البدر پبلی کیشنز راحت مارکیٹ، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۳۱۔

Marfat.com

۱۲۔ قاضی ابو یعلی محمد بن الحسین الفرا، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۶۸، بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت، از ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۶۸ء، حصہ دوم، ص ۱۷۴۔

۱۳۔ مولانا محمد متین ہاشمی، اسلام حدود اور ان کا فلسفہ، بحوالہ اسلام اور سیرت النبی ﷺ از ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی مقبول اکیڈمی، شاہراہ قائداعظم لاہور، ص ۱۴۱۔

۱۴۔ امام ابن تیمیہ، الحسبہ فی السلام (اردو ترجمہ) ص ۳۰۔

۱۵۔ ایضاً ص ۱۰۔

۱۶۔ امام غزالی: احیاء علوم الدین، ص ۳۳۳، اصل عبارت یوں ہے:

... فان الامر بالمعروف والنهى عن المنكر هو القلب الاعظم وعمله فى الدين وهو المهم الذى بعث الله له النبيين اجمعين ولو وطى بساطه واهمل علمه وعمله لتعطلت النبوة واضمحلت الديانة وعم الفترة وفشت الضلالة وشاعت الجهالة واستشرى الفساد والسع الحرق وخربت البلاد وهلك العباد.

۱۷۔ آل عمران: ۱۱۰۔

۱۸۔ الحج: ۴۱۔

۱۹۔ المائدۃ: ۷۹۔۸۰، الاعراف ۱۶۵۔ ۱۶۶ جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔ فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، ج ۲، ص ۳۹۔

سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن باب الامر بالمعروف ونہی عن المنکر قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص ۲۸۹۔

۲۰۔ من رای منکم منکراً فلیغیر ہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔ المسلم۔ کتاب الایمان، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص ۵۱۔

۲۱۔ Mushtaq Ahmad, op. - cit, p. 132

۲۲۔ امام الماوردی کا قول ہے: والحسبۃ من قواعد الامور الدینیۃ، الاحکام السلطانیہ، قاہرہ ایڈیشن، ص ۲۵۸

۲۳۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی: اسلام اور سیرت النبی ﷺ ص ۱۴۳۔

Marfat.com

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ جامع الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراہیۃ الغش فی البیوع، فاروقی کتب خانہ لاہور، ص۱۵۷۔

۲۶۔ علامہ شبلی نعمانی: سیرت النبی ﷺ مکتبہ مدینہ، اردو بازار، لاہور، ۱۴۰۸ھ، ج ۲ ص ۴۵۔

۲۷۔ اسلام اور سیرت النبی ﷺ ص ۱۴۳۔

۲۸۔ ایضاً۔

۲۹۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) ج ۸، ص ۱۹۰۔

۳۰۔ اسلام اور سیرت النبی ﷺ ص ۱۴۴۔

۳۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۸، ص ۲۰۲۔

۳۲۔ ایضاً ص ۱۹۳۔

۳۳۔ امام راغب اصفہانی: مفردات القرآن، اہل حدیث اکادمی، لاہور، ج ۲ ص ۶۷۶۔

۳۴۔ مولانا حامد انصاری: اسلام کا نظام حکومت، الفیصل پبلشنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور، ص ۳۹۶۔

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ عمدۃ القاری شرح البخاری، علامہ بدر الدین ابومحمد محمود احمد العینی، ج ۱۰ ص ۳۷۵۔

۳۷۔ القرآن- سورۃ الحدید: ۲۵۔

۳۸۔ القرآن- سورۃ الشوریٰ: ۱۵۔

۳۹۔ الحدیث بحوالہ ظلم اور اس کا انجام، سید عبدالصبور طارق، ص ۱۷۲۔۔۔ دوسری روایت ہے:

قال ابوهريرة عدل ساعة افضل من عبادة ستين سنة قيام ليلها وصيام نهارها، وايا اباهريرة جور ساعة فى حكم اشد واعظم عند الله عزوجل من معاصى ستين سنة وفى رواية عدل يوم واحد افضل من عبادة ستين سنة... الترغیب الترھیب، تالیف الامام الحافظ زکی الدین، عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، مکتبہ روضۃ القرآن، اقراء ہوٹل، قصہ خوانی بازار پشاور، ص ۱۱۷۔

۴۰۔ سید عبدالصبور طارق: ظلم اور اس کا انجام، کتاب خانہ شان اسلام، اردو بازار لاہور- ص ۱۷۲۔

۴۱۔ القرآن- سورۃ المائدہ: ۸۔

Marfat.com

۴۲۔ القرآن- سورۃ النساء: ۵۷۔۱۰۵۔

۴۳۔ القرآن- سورۃ الانعام: ۱۵۳۔

۴۴-الف القرآن- سورۃ النساء: ۱۳۵۔

۴۴۔ب لاگ ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی ہیں تعلق، علاقہ، انس، نسبت، محبت، عداوت، دشمنی، گو
بے لاگ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا احتساب جو ہر قسم کی دوستی اور دشمنی اور قرب وتعلق سے بالاتر ہو اور جو
عدل کے تمام تقاضوں کو سو فیصد پورا کرے۔

۴۵۔ صحیح بخاری: کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۲
ص ۱۰۰۳۔

۴۶۔ امام ابو یوسف: کتاب الخراج: الطبعۃ السلفیہ، مصر، ۱۳۵۲ھ، ص ۱۱۶۔

۴۷۔ القرآن- سورۃ النساء ۸۵۔

۴۸۔ سنن ابی داؤد: کتاب القضاء، باب الرجل یعین علی خصومۃ، مکتبہ امدایہ، ملتان، ج ۲، ص ۱۵۰۔

۴۹۔ مؤطا امام مالک: کتاب الحدود، باب ترک الشفاع السارق اذا بلغ السلطان فلعن اللہ الشافع والمشفع
نور محمد کتب خانہ، کراچی، ج ۲، ص ۴۰۵۔

۵۰۔ السید سابق: فقہ السنہ: الحدود والتعزیر: تاج کتب خانہ، قصہ خوانی بازار، پشاور ص ۱۲۶۔

۵۱۔ ابوداؤد، بحوالہ اسلام اور رشوت، خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خان: مکتبہ الحسن، قلعہ گوجر سنگھ، لاہ
۱۹۸۳ء، ص ۹۳۔

۵۲۔ مفتی محمد شفیع: معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ج ۲، ص ۵۰۰۔

۵۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری (اردو ترجمہ) دارالاشاعت، کراچی، ج ۲، ص ۱۲۴۔۱۲۵۔

۵۴۔ القرآن- سورۃ الطلاق: ۲۔

۵۵۔ ایضاً واشھدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشھادۃ للہ۔

۵۶۔ القرآن- سورۃ النساء: ۱۳۵۔

۵۷۔ المبسوط السرخسی، ج ۱۶ ص ۱۴۵: بحوالہ اسلام میں جرم وسزا، ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، البدر پبلی کیشن

Marfat.com

اردو بازار لاہور، ص ۳۶۳۔۳۶۴۔

۵۸۔ اسی طرح ایک حدیث میں جھوٹی گواہی کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے۔

فقال عدلت شهادة الزور بالاشراک باللّٰہ ثلث مرات ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔

آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر قرار دی گئی ہے، یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی پھر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی بت پرستی کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بچو۔ مولانا منظور نعمانیؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی اپنی گندگی میں اور اللہ کی ناراضگی اور لعنت کا باعث ہونے سے شرک باللہ کے ساتھ جوڑ دی گئی ہے۔ (معارف الحدیث: مولانا محمد منظور نعمانیؒ دارالاشاعت، کراچی، ج ۲، ص ۲۶۵-۲۶۶)۔

۵۹۔ مولانا حامد الانصاری۔ اسلام کا نظام حکومت، الفیصل پبلشنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور، ص ۳۹۷۔

۶۰۔ ایضاً تفسیر مظہری، ج ۲ ص ۱۳۲۔

۶۱۔ ایضاً ص ۳۹۷، تفسیر مظہری، ج ۲، ص ۱۳۳۔

۶۲۔ دیکھیں تفصیل کے لیے، یحیٰ بختیار کا مضمون: وعدہ معاف گواہ کی شہادت: روزنامہ مشرق، ۱۳ دسمبر ۱۹۹۹ء۔

۶۳۔ ملاحظہ ہو حوالہ ۵۹۔

۶۴۔ القرآن- سورۃ البقرۃ: ۲۸۳۔

۶۵۔ القرآن- سورۃ البقرۃ: ۲۸۴۔

۶۶۔ اسلام کا نظام حکمرانی، ص ۳۹۷۔

۶۷۔ القرآن- سورۃ البقرۃ ۲۸۳۔

۶۸۔ا القرآن- سورۃ الحشر: ۱۸۔

۶۸۔ب القرآن- سورۃ الحدید: ۲۔

۶۹۔ القرآن- سورۃ ق: ۱۶

Marfat.com

۷۰۔ القرآن- سورۃ الحدید: ۴۔

۷۱۔ القرآن- سورۃ ق: ۱۸ -لانفطار: ۱۱۱۰۔

۷۲۔ القرآن- سورۃ بنی اسرائیل: ۱۴۔

۷۳۔ القرآن- سورۃ الکہف: ۴۹۔

۷۴۔ القرآن- سورۃ الانفطار وماھم عنہا بغائبین

۷۵۔ القرآن- سورۃ یٰسٓ: ۶۵، بنی اسرائیل: ۳۶۔

۷۶۔ القرآن- سورۃ الزلزال: ۷۔۸۔

۷۷۔ القرآن- سورۃ بنی اسرائیل: ۱۵۔

۷۸۔ القرآن- سورۃ البقرہ: ۱۲۳۔

۷۹۔ احیاء علوم الدین (عربی) ج ۴، ص ۴۲۰، امام غزالی دان نفسہ کا معنی کرتے ہیں ای حاسبھا مو عاشق الٰہی بلند شہری دان نفسہ کی تشریح یوں کرتے ہیں: ای اذلھاوغلب وجعلھا مطیعة الا اللہ عزوجل وحاسب اعمالھا واحوالھا. زادالطالبین (حاشیہ (مزاد الراغبین) ادارہ نشرواشا اسلامیات، ملتان، ص ۷۔

۸۰۔ مشکوۃ المصابیح: کتاب الامارہ، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ص ۲۲۱۔

۸۱۔ البیہقی، ترغیب بحوالہ معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی نمبر۱۴ ج۱ص ۴۶۳۔

۸۲۔ امام غزالی، احیاء علوم الدین مدینہ پبلشرز، قصہ خوانی بازار، پشاور ۱۹۹۱ء، ج ۴، ص ۴۲۰۔

۸۳۔ ایضاً ص ۴۲۹۔

۸۴۔ یہ امام غزالی کے قول کا مفہوم ہے۔ ملاحظہ ہو احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ امام غزالی انسان کی اصلاح کا عجیب نسخہ بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر انسان چار کام کرلے تو بھٹکنے سے بچ جائے گا۔(۱) صبح کے وقت مشارطہ یعنی نفس کے ساتھ معاہدہ کہ آج کے دن صبح لے کر رات سونے تک کوئی گناہ نہیں کروں گا اور اپنے ذمہ جتنے فرائض واجبات اور سنن ہیں انہیں کروں گا۔(۲) پھر ہر عمل کے وقت مراقبہ۔ (۳) رات کو سونے سے قبل محاسبہ۔(۴) اگر نفس بر

Marfat.com

جائے تو سونے سے پہلے مراقبہ...... مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ احیاء علوم الدین، ج ۴، ص ۴۱۸-۴۳۰۔

۸۵۔ ایضاً ص ۴۲۹ رحم اللہ امرأ حاسب نفسہ قبل ان یصیر حسابہ الی غیرہ۔

۸۶۔ ایضاً خود احتسابی کی اہمیت اور فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود خالق ارض وسما ایسے نفس کی قسم کھاتا ہے کہ جو ہمیشہ اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے اپنا احتساب کرتا رہتا ہے۔ سورۃ القیامہ کی آیت ۲ لااقسم بالنفس اللوامہ کی تفسیر میں کئی مفسرین نے لکھا ہے کہ نفس لوامہ سے مراد وہ نفس ہے جو خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ کی تفسیر کے مطابق حق تعالیٰ کی طرف سے نفس لوامہ کی قسم کھانا ایسے نفوس کے اکرام وشرف کے اظہار کے لیے ہے جو خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ مفتی محمد شفیع کی تفسیر معارف القرآن ج ۸، ص ۶۲۳۔

۸۷۔ روزنامہ مشرق دسمبر ۱۹۹۹ء میں سلطان احمد کا مضمون، بدعنوانی کا خاتمہ سادگی کا فروغ۔ اس سال ساتویں نمبر پر اس لیے نہیں آیا کہ ملک میں بدعنوانی کم ہوگئی ہے کہ بلکہ وہ نیچے اس لیے آیا ہے کہ افریقہ اور لاطینی امریکہ کے کچھ ممالک اس فہرست میں آگئے ہیں۔

۸۸۔ روزنامہ نوائے وقت۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۹۹ء ضیا الدین کا مضمون، ورلڈ بینک کی اصل حقیقت قسط نمبر ۱ ملاحظہ ہو محترم عبدالرشید ارشد صاحب کا مضمون، عالمی معیشت، یہودی ساہوکار، پندرہ روزہ الشریعہ، الشریعہ اکیڈمی، گوجرانوالہ ۱۵ فروری ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۔

۸۹۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ، گلستان، باب دوم، در اخلاق درویشاں، مطبع منشی نول کشور، کانپور ۱۹۷۳ء ص ۴۷۔

شنیدم گو سفندی را بزرگے — رہانید از دہان ودست گرگے
شبانگہ کارد بر حلقش بمالید — رواں گو سپند از وی بنالید
کہ از چنگال گرگم در ربودے — چوں دیدم عاقبت خود گرگ بودے

۹۰۔ روزنامہ اوصاف، سنڈے میگزین، جنوری ۲، ۲۰۰۰ء میں مضمون کرپشن کلچر، از سید نقی کاظمی

Marfat.com

۹۱۔ ایضاً پاکستانی سیاستدانوں اور حکام و افسروں کے غلط کاموں اور کرپشن کی مزید تفصیل اخبارات کے علاوہ مندرجہ ذیل دو کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ سیاست کے فرعون، از وکیل انجم، شائع کردہ فیروز سنز، لاہور، کراچی، اور کتاب، ''پارلیمنٹ سے بازار حسن تک'' از ظہیر احمد بابر شائع کردہ، ٹیم برادرز، لاہور، ۱۹۹۹ء

۹۲۔ اوصاف، سنڈے میگزین، ۲ جنوی ۲۰۰۰ء۔

۹۳۔ ایضاً۔

۹۴۔ اوصاف سنڈے میگزین ۲ جنوری ۲۰۰۰ء اور مشرق ۱۳ دسمبر ۱۹۹۹ء کی شہ سرخی۔

۹۵ ایضاً اور ملاحظہ ہو، پولیس کا منتقلی نظام کیا ہے؟ اوصاف میگزین ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۶۔

۹۶۔ ایضاً۔

۹۷۔ ایضاً۔

۹۸۔ ایضاً علاوہ ازیں ''سیاست کے فرعون'' نامی کتاب میں ص ۵۶ تا ص ۸۰۔

۹۹۔ ایضاً ملاحظہ ہو کتاب ''سیاست کے فرعون'' میں ص ۸۱ تا ص ۱۰۳۔

۱۰۰۔ اوصاف، جنوری ۲۰۰۲ء ص ۵۔

۱۰۱۔ ایضاً۔

۱۰۲۔ ایضاً۔

۱۰۳۔ ایضاً۔

۱۰۴۔ سیاست کے فرعون، ص ۱۱۳، ۱۲۶، ۱۴۷، ۳۰۷ کتاب کے اور کئی مقامات پر ذکر ہے انگریزوں کی وفاداری کے انعام میں جاگیریں ملنے کا۔

۱۰۵۔ ایضاً ص ۲۸، ۲۹۔

۱۰۶۔ اوصاف، ۲ جنوری ۲۰۰۰ء کتاب، سیاست کے فرعون۔

۱۰۷۔ امام غزالی، احیاء علوم الدین، (عربی) ج ۲، ص ۳۵۷ تا ۳۶۱، امام غزالی نے احتساب کے آٹھ مراحل یا درجے بیان کئے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ تعریف یعنی اس بات کا جو یا ہونا کہ آیا جو کام ہو رہا ہے وہ منکر بھی ہے کہ نہیں۔
۲۔ منکر کے مرتکب کو آگاہ کرنا کہ غیر شرعی کام کر رہا ہے۔
۳۔ وعظ ونصیحت سے منع کرنا اور نرمی سے معاملہ کرنا۔
۴۔ جب نرمی سے بات نہ بنے تو سختی سے اور سخت سست الفاظ سے برائی سے منع کرنا۔
۵۔ پانچواں درجہ یہ ہے کہ منکر کو ہاتھ سے روکنا اور بگاڑنا ہے۔ مثلاً آلات لہوولعب کو توڑنا، شراب کو بہا دینا وغیرہ۔
۶۔ ڈرانا، دھمکانا، محتسب کو جائز ہے کہ وہ ڈرانے دھمکانے سے مبالغہ سے کام لے تاکہ مرتکب منکر باز آجائے۔
۷۔ ہاتھ اور پاؤں سے زدوکوب کرنا اور حق ادا نہ کرنے تک قید میں رکھنا اور پٹوانا۔
۸۔ آٹھواں درجہ احتساب کا یہ ہے کہ محتسب خود اگر ہتھیار کھینچنے پر قادر ہو تو کچھ طرفدار جمع کر کے اس منکر کو رفع کرے۔ اس مرحلہ پر سرکاری مشینری اور قوت کا استعمال بھی ضروری ہو جاتا ہے۔
احیاء علوم الدین، ج ۲، ص ۵۴۹، ۵۵۶ (اردو ترجمہ از مولانا محمد احسن نانوتوی، عنوانات از مولانا سعید الرحمٰن علوی) رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔ الحمدللہ اس وقت یہ دونوں نسخے (عربی اور اردو) میرے سامنے موجود ہیں (۷۔۲۔۲۰۰۰ء)۔

۱۰۸۔ اسلامی حدود وتعزیرات اور قصاص کے فلسفے کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ''فقہ السنہ'' از سید سابق، اسلام میں جرم سزا ڈاکٹر عبد العزیز عامر عمران خان نیازی کی کتاب "Theories of Islamic Law" کا باب نمبر ۸ بعنوان "Doctrines of Had and the sphers of Law" ص ۱۰۹ تا ۱۲۴ شائع کردہ International Institute of Islamic Thought and Islamic Research Institute, Islamabad- 1995
اور اسلام کا تصور جرم وسزا ج اوّل ص ۷۱۔ ۹۷ از خورشید احمد ندیم، شائع کردہ عالمی ادارہ فکر اسلامی، اسلام آباد۔

حدود وتعزیرات کا مفہوم اور فلسفہ

حدود حد کی جمع ہے اور اس کا لغوی معنی ہے رکنا، یہ اس لحاظ سے ہے کہ اس کے باعث متعلقہ جرم دوبارہ کرنے سے عموماً انسان رک جاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں حقوق اللہ کی خاطر مقررہ سزا حد کہلاتی ہے۔ (فقہ السنہ ص ۱۳۳) اسلام میں حدود پانچ ہیں ڈاکہ، چوری، زنا، تہمت، شراب نوشی کی سزا (جو اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے) (اسلام میں جرم وسزا، ص ۱۷۔۵۲)

تعزیر: باب تفصیل کا مصدر ہے اور عذر سے نکلا ہے جس کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔ سزا کو تعزیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مجرم کو ارکاب جرم سے روکتی ہے یا اگر وہ ایک دفعہ ارتکاب کر کے سزا پاتا ہے تو دوبارہ اس جرم کا ارتکاب نہیں کرتا۔ فقہاء تعزیر کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

''یہ ایک غیر مقرر سزا ہے جو بطو حق باری تعالیٰ یا بطور حق انسان ان جرائم پر واجب ہوتی ہے جن کے بارے میں حدود وکفارات متعین نہ ہوں۔ تادیب، اصلاح اور جرائم سے باز رکھنے میں یہ حدود کے مماثل ہے''۔ (اسلام میں جرم وسزا، از ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، ص ۷۲۔۷۳)

اسلام میں حدود وتعزیرات کے نفاذ کا مقصد نظام تمدن کے اختلال کو روکنا، مظلوم کی حمایت، شریف اور امن پسند شہریوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا اور سماج دشمن عناصر کے دل میں خوف خدا پیدا کر کے انہیں ایسی حرکات سے باز رکھنا ہے جس کے باعث اللہ کی زمین پر فساد پھیلتا ہے اور معاشرے کا اخلاقی معیار پست ہو جاتا ہے۔ اسلامی سزاؤں کا مقصد ان باتوں سے منع کرنا ہے جو انسان کے لیے نقصان دہ ہیں مثلاً زنا کی حد سے نسب محفوظ ہے، چوری کی حد سے مال محفوظ ہے، شراب کی حد سے عقل اور تہمت کی حد سے آبرو کا بچاؤ ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ اسلام کا تصور جرم وسزا، از خورشید ندیم ص ۷۱۔۷۹۔

جس معاشرے میں اسلامی احکامات اور حدود وقصاص کا نظام نافذ ہو اس میں لوگ جرائم سے قبل کئی بار سوچتے ہیں اس لیے جرائم کا صدور بہت کم ہوتا ہے یہ امر واقعہ ہے کہ خلفائے راشدین کے پورے عہد میں چوری کی سزا صرف چھ دفعہ نافذ کی گئی۔ (اسلام کا تصور جرم وسزا ص ۷۷، از خورشید ندیم)۔

یہ انہی حدود وتعزیرات اور نظام قصاص کے نفاذ کا اثر ہے کہ سعودی معاشرہ کافی حد تک برائیوں سے

Marfat.com

پاک ہے۔ اگر ہم جرائم کے سلسلے میں مختلف اور ترقی یافتہ ممالک سے شائع ہونے والی رپورٹ اور اعداد شمار کا جائزہ لیں اور سعودی عرب میں واقع ہونے والے جرائم کا ان سے موازنہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان ممالک کے مقابلے میں سعودی عرب میں جرائم کا تناسب صفر کے برابر ہے۔ (ایضاً) اور رپورٹس کے لیے ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی کتاب اسلام اور سیرۃ النبی ﷺ میں ۰۰۰ ص ۲۰۲۔۲۱۴۔

بقول شیخ الازہر علامہ عبدالحکیم محمود، سعودی عرب میں ۱۸ سال کے عرصے میں دس آدمیوں کے ہاتھ کاٹے گئے۔ (ایضاً ص ۲۰۱)۔

۱۰۹۔ اسلام میں جرم وسزا از ڈاکٹر عبدالعزیز عامر ص ۹۵۔۱۰۱۔

حدود واجب ہیں اور ان میں کسی بنا پر معافی، بریت، سفارش اور حد ساقط کر دینے کی گنجائش نہیں ہے یہی حال قصاص کا ہے کہ اس میں حکمت یا حاکم عدالت کو معافی، سفارش یا کسی دوسری وجہ سے سزا کو ساقط کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔ الا یہ کہ خود صاحب حق ہی اس کو معاف کر دے۔ رہی تعزیر تو وہ اگر بطور حق اللہ واجب ہو تو اس کا نفاذ قاعدے کے طور پر لازم ہے۔ اگر بطور حق عبد عہد واجب ہو تو صاحب حق اسے معاف کر سکتا ہے۔ اور کوئی دوسری چیز اس کے بدل کے طور پر قبول کر سکتا ہے۔ اس میں سزا صاحب حق کے دعوے پر موقوف ہے لیکن اگر وہ سزا ہی مطالبہ کرے تو حاکم وقت نہ خود مجرم کو معاف کر سکتا ہے، نہ کسی کی سفارش قبول کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی طرح بھی سزا کو ساقط کر دینے کا اختیار ہے۔ (سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۴ ص ۵۴، بحوالہ اسلام میں تصور جرم وسزا ص ۹۸۔۹۹

۱۱۱۔ روزنامہ اوصاف (میگزین) ۲۴ر اکتوبر ۱۹۹۹ء میں اقبال قاسم کا مضمون ''ملک کی معاشی صورتحال کی رپورٹ'' ص ۳۔

۱۱۲۔ اوصاف ۲۴ر نومبر ۱۹۹۹ء، یہ حکومتی رپورٹ ہے جب کہ آئی ایم ایف کی رپورٹ کے مطابق ملک کے ذمہ واجب الادا قرضے ۲۶ کھرب ۱۵۶ ارب روپے سے تجاوز کر چکے ہیں، ملاحظہ ہو روزنامہ اساس ۳۰ دسمبر ۱۹۹۹ء میں محمد الیاس طاہر کا مضمون ''معیشت کی زبوں حالی''۔

۱۱۳۔ چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کی تقریر، ۱۵ر نومبر ۱۹۹۹ء اس میں انہوں نے بتایا تھا کہ بجٹ کا

Marfat.com

۶۵ فیصد حصہ قرضوں پر سود کی ادائیگی میں صرف ہو جاتا ہے(اخبارات ۱۶ نومبر ۱۹۹۹ء)

۱۱۴۔ Zafar Iqbal "Defaults and Defaulter in World Today", Monthly review on national and international affairs Nov., 1999 Editor in Chief Farruh Sultan (P.O Box No 5018 Lahore) p. 62.

۱۱۵۔ سنن ابی داؤد کتاب القضاء ی باب فی الدین ھل تحبس بہ، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ج ۲ ص ۱۵۵۔ استاد التفسیر مولانا حمید الرحمٰن عباسی نے اسلامی معیشت میں اس حدیث کی بڑی مدلل تشریح کی ہے۔ ملاحظہ اسلامی معیشت، ج ۷، ص ۱۲۲، مکی دارالکتب، لاہور۔

۱۱۶۔ مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب جامع الدین والحول، نور محمد کتب خانہ، کراچی، ج ۲، ص ۲۲۴، صحیح المسلم کتاب المزارعۃ المساقاۃ باب مطل الغنی ظلم، والحوالہ، ج ۲ ص ۱۷۔

۱۱۷۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ص ۲۵۳۔
مشکوۃ المصابیح میں باب مذکور کی فصل ثالث میں حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش سے روایت ہے کہ:
قال كنا جلو سابفناء المسجد حيث يوضع النائز ورسول الله صلى الله عليه وسلم جالس بين ظهر يتافرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم بصره قبل السماء فنظر ثم طاطأ بصره ووضع يده على جبهته قال سبحان الله سبحان الله ماذا نزل من التشديد قال فسكتنا يومنا وليلتنا فلم بر الا خيراً حتى اصبحنا قال محمد فسالت رسول الله صلى الله عليه وسلم ما التشديد الذى نزل قال فى الدين، والذى نفس محمد بيده لوان رجلا قتل فى سبيل الله ثم عاش ثم قتل فى سبيل الله ثم عاش ثم قتل فى سبيل الله ثم عاش وعليه دين ما دخل الجنة حتى يقضى دينه. (رواہ احمد وفی شرح السنۃ نحوہ) مشکوۃ ص ۲۵۳، ۲۵۴) سنن النسائی کتاب البیوع۔ قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۲، ص ۲۳۲۔

۱۱۸۔ امام ابن تیمیہ، حسبہ فی الاسلام (اردو ترجمہ) ص ۱۸۔

۱۱۹۔ شاہ معین الدین ندوی: تاریخ اسلام: ادارہ نشریات، لاہور، حصہ اوّل ص ۳۱۴۔

۱۲۰۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی: اسلام اور سیرت النبی ﷺ ص ۱۲۳۔

Marfat.com

۱۲۱۔ تاریخ اسلام، ص ۲۵۵۔

۱۲۲۔ البقرۃ: ۲۸۱۔

۱۲۳۔ ملاحظہ ہو احتساب آرڈیننس نومبر ۱۸/۱۹۹۶ء کا ابتدائیہ جس میں یہ تحریر ہے۔

"It was issue to meet the general demand for accountability of the corrupt politicians and bureaucrats who had put Pakistan on the 2nd position among the most corrupt countries in the world" See in "PAKISTAN AFFAIRS" by Tariq Mehmood Dogar (Dogar Sons Urdu Bazar Lahore 1998) p. 513. 514

۱۲۴۔ روزنامہ اوصاف: ۱۵ دسمبر ۱۹۹۹ء میں طارق وحید بٹ کا مضمون ''فوج اور احتساب''۔

۱۲۵۔ ایضاً۔

۱۲۶۔ ملاحظہ ہو روزنامہ خبریں ۱۸ جنوری ۲۰۰۰ء میں رحیم اللہ یوسف زئی کا مضمون ''بیورو کریسی کی کرپشن'' جس کا خلاصہ حوالہ نمبر۱۹۲ میں ملاحظہ ہو۔

۱۲۷۔ صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب محاسبۃ الامام عمالہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی نمبر۱، ص ۱۰۶۸۔

۱۲۸۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مسلمانوں کا عروج وزوال، ادارہ نشریات اسلام، لاہور، ۱۹۸۳ء ص ۲۳۔

۱۲۹۔ شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، ص ۳۱۳۔

۱۳۰۔ خلیفہ راشد سیدنا حضرت علیؓ نہج البلاغہ: اردو ترجمہ، رئیس احمد جعفری، نایب حسین نقوی وغیرہ۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، اشاعت ہشتم ۱۹۸۳ء ص ۸۰۶۔۸۰۷۔

۱۳۱۔ القرآن، الانفال: ۲۷۔

۱۳۲۔ ابوداؤد، کتاب الخراج، باب ارزاق العمال ج ۲ ص ۵۲۔۵۳۔

۱۳۳۔ تاریخ اسلام، حصہ اوّل، ص ۱۸۸۔

۱۳۴۔ علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، شیخ غلام اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۴ء ص ۲۶۷۔

۱۳۵۔ ایضاً ص ۲۶۸۔۲۶۹۔

Marfat.com

۱۳۶۔ تاریخ اسلام، ص ۱۹۰۔ ۱۹۱، الفاروق، ص ۲۶۹۔

۱۳۷۔ النساء: ۵۸۔

۱۳۸۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۴۶ جسٹس پیر محمد اکرم شاہ کی تفسیر ضیاء القرآن ج ۲، ص ۳۳۵، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء جس کے مذکورہ صفحہ پر انہوں نے علامہ قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے۔

هذه الاية من امهات الاحكام تصمنت جميع الدين والشرع ... والا ظهر فى الاية انها عامه فى جميع الناس فهى تتناول الولاة فيها اليهم من الامانات فى قسمة الاموال ورد الظلامات والعدل فى الحكم.

۱۳۹۔ تاریخ اسلام، حصہ اوّل ص ۱۴۵ معارف القرآن ج ۲ ص ۴۴۷ پر اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۱۴۰۔ امام ابن تیمیہ، حسبہ فی الاسلام (اردو) ص ۲۸، معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۴۷۔

۱۴۱۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ ج ۲ ص ۴۵۔

۱۴۲۔ ایضاً۔

۱۴۳۔ تاریخ اسلام، ج اوّل، ص ۱۸۹۔

۱۴۴۔ حسبہ فی الاسلام، ص ۲۸۔

۱۴۵۔ تاریخ اسلام، حصہ اوّل، ص ۱۹۰۔

۱۴۶۔ ایضاً۔

۱۴۷۔ نہج البلاغہ، ص ۸۰۶۔

۱۴۸۔ تاریخ السلام، ص ۱۹۰۔

۱۴۹۔ ابن اثیر ج ۳، ص ۱۶۰، بحوالہ مسلمان کا عروج وزوال، ص ۲۲۔

۱۵۰۔ المبسوط ج ۹، ص ۱۹، بحوالہ اسلام میں جرم وسزا ص ۳۷۶۔

۱۵۱۔ ایضاً ص ۳۷۵: تبیین الحقائق میں ہے: جب قاضی پر انصاف کھل جائے تو اس پر فیصلہ دینا واجب

Marfat.com

ہوجاتا ہے اگر وہ فیصلہ نہ دے تو گنہگار ہونے کے ساتھ وہ معزول کئے جانے کا مستحق ہوگا۔ اور ساتھ ہی تعزیری سزا بھی دی جائے گی۔

۱۵۲ ایضاً ص ۳۷۳۔

۱۵۳۔ اس سلسلے میں قرون اولیٰ کا اسوہ سامنے رکھنا ہوگا کہ قاضی (جج) کے سامنے انصاف کے معاملے میں خلیفہ وقت ایک عام آدمی کے برابر ہوتا تھا۔ موجودہ دور میں کینیڈا کی مثال بھی دی جاسکتی ہے کہ وہاں ایک سب جج کے اختیار رکھنے والے جج نے ایک مرکزی وزیر کا بستر گول کردیا کیونکہ وہاں عدلیہ کسی بھی قسم کے دباؤ کے بغیر اپنا کام کرتی ہے یہی سلسلہ یورپ اور امریکہ کی عدلیہ کا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، نوائے وقت ۸ دسمبر ۱۹۹۹ء میں راجہ محمد حبیب جالب (کینیڈا) کا مضمون ''احتساب اور انتقام میں فرق ہونا چاہیے''۔

۱۵۴۔ رشوت کی تعریف: رشوت عربی زبان کا لفظ ہے اور رشاء سے ماخوذ ہے۔ رشاء ایسی رسی کو کہا جاتا ہے جس کو ڈول کے ساتھ لگا کر پانی نکالا جاتا ہے۔ رشوت دینے والا رشوت کے ذریعے اپنا کام نکالتا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں رشوت کی تعریف یہ ہے۔ **الرشوة مايعطيه الشخص للحاكم وغيره ليحكم له او يحمله على مايريد** (یعنی رشوت وہ چیز ہے جو اپنے حق میں فیصلہ لینے کے لیے یا اپنے موافق کرنے کے لیے کسی حاکم وغیرہ کو پیش کی جاتی ہے (کلیل علی مدارک التزیل ص ۱۸۹، پارہ ۶)۔ ایک تعریف یہ ہے **الرشوة مايعطى لابطال حق او لاحقاق باطل** (التاج ج ۳، ص ۵۵ بحوالہ رسُول اور اسلام از مولانا محمد اجمل صاحب) رشوت وہ چیز ہے جو کسی حق کے باطل کرنے یا کسی ناحق کو حق پر ثابت کرنے کے لیے دی جائے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رشوت کی تعریف مجمع البحار کے حوالے سے یوں کرتے ہیں، رشوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبہ کو پورا کرنے کے لیے کسی ذی اختیار شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کرلے (سیرت النبی ﷺ ج ۶، ص ۳۱۸۔ ۳۱۹، مفتی محمد شفیع صاحب یہ تعریف کرتے ہیں:

رشوت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جس کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو مثلاً جو کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہے اور اس کا پورا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو اس پر کسی فریق سے معاوضہ لینا جیسے حکومت

کے افسر اور کلرک سرکاری ملازمت کی رو سے اپنے فرائض کے کرنے کے ذمہ دار ہیں وہ صاحب معاملہ سے کچھ لیں تو یہ رشوت ہے۔

۱۵۵۔ روزنامہ اوصاف ۲۴ نومبر ۱۹۹۹ء۔

۱۵۶۔ ایضاً۔

۱۵۷۔ مثلاً اور پولیس وغیرہ۔

۱۵۸۔ القرآن- سورۃ البقرۃ: ۱۸۸۔

۱۵۹۔ القرآن- سورۃ النساء: ۲۹۔

۱۶۰۔ سید محمود آلوسی بغدادی: روح المعانی، ج ۲، ص ۶۹، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، لاہور۔

۱۶۱۔ تفسیر قرطبی بحوالہ اسلام اور رشوت، از مولانا محمد اجمل خان مکتبہ احسن، قلعہ گجر سنگھ، لاہور، ص ۵۷۔

۱۶۲۔ ابوحیان اندلسی: تفسیر البحر المحیط، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۹۹۱ء ج ۲، ص ۵۶۔

۱۶۳۔ مفتی محمد شفیع معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی نمبر ۱۴، ج ۱، ص ۴۰۴۔

۱۶۴۔ تفسیر روح المعانی: ج ۲، ص ۷۵۔

۱۶۵۔ البحر المحیط: ج ۲، ص ۵۸۔

۱۶۶۔ا تفسیر مدارک ج ۱، ص ۷۶ بحوالہ اسلام اور رشوت، ص ۶۱۔

۱۶۶۔ب مولانا عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجد ج ۱، ص ۷۳، تاج کمپنی لمیٹڈ، قرآن منزل، لاہور، ۱۹۵۲ء۔

۱۶۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب القضاء، باب طی کراہیۃ الرشوۃ، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ج ۲، ص ۱۴۸۔

۱۶۸۔ کنز العمال ج ۳، ص ۲۱۰، بحوالہ اسلام اور رشوت ص ۶۳۔

۱۶۹۔ علامہ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، اہل حدیث اکادمی، لاہور، ج ۲، ص ۹۶۰۔

۱۷۰۔ علامہ محمد قطب الدین، مظاہر حق جدید، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۳ء ج ۳، ص ۴۰۳۔

۱۷۱۔ لواقح الانوار للشعرانی، ص ۷۹، بحوالہ اسلام اور رشوت، ص ۷۰۔

۱۷۲۔ کنز العمال ج ۳، بحوالہ اسلام اور رشوت ص ۷۲۔

۱۷۳۔ کنز العمال ج ۳، ص ۲۱۸، بحوالہ ہم رشوت کیوں نہ لیں، ص ۴۳، از مولانا محترم فہیم عثمانی،

Marfat.com

دارالکتب، انارکلی، لاہور۔

۱۷۴۔ ایضاً۔

۱۷۵۔ المعجم الصغیر للطبرانی بحوالہ اسلام ار رشوت ص ۷۵

۱۷۶۔ کنز العمال: ج ۳، ص ۲۱۰، بحوالہ اسلام اور رشوت ص ۷۸۔

۱۷۷۔ ایضاً۔

۱۷۸۔ ایضاً۔

۱۷۹۔ اسلام اور رشوت ص ۸۵۔

۱۸۰۔ ہم سے ہر ایک کو حرام کی ہر شکل سے بچنا چاہیئے کیونکہ قیامت کے دن دوسروں پر ظلم کی حقیقت واضح ہوگی جب ایک دانق (جو تقریباً دو تین پیسے کے برابر ہوتا ہے) کے عوض سات سو مقبول نمازیں مظلوم صاحب حق کو ادا کرنی پڑیں گی اور اتنی مقبول نمازیں شاید ہی ہمارے پاس ہوں۔ مولانا محمد اجمل خان اس کے بعد لکھتے ہیں دنیا کے تعیش کا انجام آخرت میں افلاس کی صورت میں رونما ہوگا اور اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہوگی کہ انسان ان چند زہریلے سکوں کی بدولت اپنی ابدلآباد زندگی برباد کر بیٹھے۔ پس مظلوم کی آہ وبکا اور اس کے استغاثہ سے بچنے کے لیے اس حرام خوری سے دستکش ہونا چاہیئے تاکہ عاقبت میں ارجمندی نصیب ہو۔

۱۸۱۔ا اسلام اور رشوت ص ۹۰۔

۱۸۱۔ب السیاستہ الشرعیہ: ابن تیمیہ ص ۲۹، بحوالہ اسلام میں جرم وسزا ص ۳۷۴۔

۱۸۲۔ تفسیر قرطبی بحوالہ شرح الفاظ القرآن، مولانا عبدالرشید گجراتی، شمسی، پبلشنگ ہاؤس، شرف آباد سوسائٹی، کراچی، ج ۱، ص ۳۴۲۔

۱۸۳۔ مولانا محمد محترم عثمانی، ہم رشوت کیوں نہ لیں، ص ۱۲۶، علی بن حمود کا دور سلطنت مورخ امیر علی کے مطابق ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۷ء ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب "A Short History of the Saracens" نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام اباد، ۱۹۹۸ء ص ۵۲۷۔

۱۸۴۔ ایضاً ص ۱۲۷۔

Marfat.com

۱۸۵۔ مزید، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ''سیاست کے فرعون'' اور روزنامہ اوصاف ۱۹ر جنوری ۲۰۰۰ء میں راجہ انور کا مضمون ''سرداری نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا زریں موقع''۔

۱۸۶۔ روزنامہ مشرق، ۲۷، ۱۹۹۹ء میں شاہد صاحب کا مضمون ''معیشت کی بہتری'' پہلی ترجیح

ان بڑے بڑے جاگیرداروں کے پاس ہزاروں ایکڑ زمین سے بڑا حصہ بیکار پڑا ہوتا ہے نہ یہ خود صحیح معنی میں کاشت کرسکتے ہیں اور نہ دوسروں کو دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا جرم ہے۔ مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ ابوالکلام علاؤ الدولہ سمنانیؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

''ہر کس کہ زمینے دارد کہ آں زمین ہر سال ہزار من غلہ حاصل میتواز گرد اگر بتقصیر ہمال نہ صد من حاصل کند وبسبب او آں صد من از حلق خلق دور افتد بقدر آں ازوے باز خواست خواہند کرد'' یعنی کسی کے پاس ایسی زمین ہو جو ہزاروں من سالانہ غلے کی پیداوار دے سکتی ہو لیکن اس کی کاہلی وسستی سے نو سو من (بجائے ایک ہزار من کے) پیداوار ہوتی ہے اور اس کی اس تقصیر کی وجہ سے سو من غلہ مخلوق کے حلق تک نہ پہنچ سکا تو اس سے اس بارے میں (روز قیامت) باز پرس ہوگی۔۔۔ اگر اس معمولی غفلت پر باز پرس ہوسکتی ہے تو یہاں بڑے بڑے جاگیرداروں سے کیوں نہ ہوگی، جنہوں نے مخلوق خدا کو معاشی طور پر بے بس کردیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ عبدالرحمٰن جامی: نفحات الانس، نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۱۵، ص ۳۹۵۔ ۱۸۷۔ حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ: اسلام کا اقتصادی نظام: ادارہ نشریات اسلام انارکلی، لاہور، ص ۳۵۷۔ ۳۵۸: فقالوا جمعیاً الرأی رائیک فنعم ماقلت وما رائیت (سب نے کہا وہی صحیح ہے جو آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جو فرمایا اور مناسب سمجھا وہی بہتر اور خوب ہے۔ کچھ صحابہؓ (حضرت بلال وغیرہ) جو شروع میں حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف رکھتے تھے۔ وہ سب اس پر متفق ہوگئے اور اس پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہوگیا کہ علاقہ مفتوحہ (محروسہ) کی اراضی قومی ملکیت میں لی جاسکتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں یہ سب اللہ کی توفیق کا نتیجہ تھا دراصل اس میں تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور خراج کا جمع ہونا اور اس کا مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہونا جماعتی مفاد کے اعتبار سے تقسیم اراضی کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر اور مفید تھا۔ (کتاب الخراج، امام ابو یوسف ص ۲۴ تا ۲۹ بحوالہ مسئلہ

Marfat.com

ملکیت زمین اور اسلام از چوہدری صادق مرحوم، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۸۶ء ص ۱۳۱۲)۔
ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''خطبات خلافت'' مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ص ۱۲۶ تا ۱۳۴۔

۱۸۔ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۳۵۸۔ ۳۵۸۔

۱۸۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریہ ملکیت، حصہ دوم، ص ۲۴۸۔

۱۹۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ: اسلام کا نظام اراضی: ادارہ المعارف، کراچی نمبر ۱۴ ص ۱۹۲

۱۹۔ اسلام کا نظریہ ملکیت، حصہ دوم ص ۲۴۵۔

۱۹۱۔ ظہیر احمد بابر، ''پارلیمنٹ سے بازار حسن تک'' ٹیپو برادرز، لاہور، ۱۹۹۹ء۔

۱۹۲۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ادارہ مطبوعات طلبہ، اچھرہ، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۹۔

۱۹۴۔ ڈاکٹر رفیع الدین: قرآن اور علم جدید: آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانفرنس، لاہور ۱۹۹۶ء ص ۴۴۴۔

۱۹۵۔ اسلام کا نظریہ ملکیت، ص ۱۹۱۔

۱۹۶۔ علامہ ابن قیم، الطرق الحکمیہ ص ۱۴ای بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل ص ۲۴۴، از مولانا تقی امینی قدیمی کتب خانہ، کراچی نمبر ۱، ۱۹۸۸ء

۱۹۷۔ روزنامہ خبریں، ۱۸ جنوری ۲۰۰۰ء میں رحیم اللہ یوسف زئی کا مضمون ''بیوروکریسی کی کرپشن''
جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ فوجی حکومت کی تحقیق کے نتیجے میں بیوروکریٹس کے حیات آباد (پشاور) میں کئی کئی پلاٹ نکلے۔ ایک بیوروکریٹ کے ۸۶ رہائشی پلاٹ، دوسرے کے ۳۶ پلاٹ، تیسرے کے ۲۵ رہائشی پلاٹ، اسی ٹاؤن شپ میں ایک اور سرکاری افسر کے بالواسطہ طور پر ۴۴ کنال اراضی کا پتہ چلا۔ اسی طرح ایک تحصیلدار کی جائیداد کی مالیت تقریباً ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے، ایک اور انجینئر کی جائیداد کی مالیت ۱۹ کروڑ روپے نکلی۔ دور کیا جائیں ہمارے اپنے ضلع مانسہرہ میں پرائمری ایجوکیشن کے بعض کلرکوں نے کروڑوں روپے مالیت کی جائیداد بنالی ہے۔ آخر چند ہزار روپے تنخواہ میں اتنی زیادہ جائیداد کب خریدی جاسکتی ہے۔ یہ تمام قومی خزانہ سے لوٹی ہوئی

Marfat.com

رقم ہے جس کا کڑا احتساب کر کے واپس لینا ضروری ہے کیوں کہ بقول جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری یہ ملک کسی کے باپ کی جاگیر تو نہیں کہ جو آئے وہ لوٹ کر چلا جائے (اور اس کا کوئی احتساب نہیں) (مشرق ۸ دسمبر ۱۹۹۹ء)

۱۹۸۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، پندرہ روزہ الشریعہ، (مرکزی جامع مسجد، گوجرانوالہ) میں مولانا زاہد الراشدی صاحب کا مضمون حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تین نکاتی احتسابی فارمولا، ص ۳ اور تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی، ج ۲، ص ۵۰۶ تا ۵۱۰۔

۱۹۹۔ فتح الباری ج ۲، ص ۴۵۱، بحوالہ تاریخ اسلام ج ۲ ص ۵۳۔

۲۰۰۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی: مسلمانوں کا عروج وزوال ص ۲۱، محمد حسین ہیکل کی کتاب "حضرت عمر فاروق اعظمؓ"، مکتبہ میری لائبریری لاہور ص ۵۹۰۔

۲۰۱۔ شاہ معین الدین ندوی تاریخ اسلام ص ۲۱۰، "حضرت عمر فاروق اعظمؓ"

۲۰۲۔ تاریخ اسلام ص ۲۱۰

۲۰۳۔ ایضاً ص ۲۱۱، اسی طرح کا واقعہ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے اپنی کتاب اسلام کا نظریہ ملکیت حصہ اول ص ۱۷۱ پر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دو بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کے آدھے اونٹ اس بنا ضبط کر لئے تھے کہ وہ ان کے چرانے کے لیے سرکاری چراگاہ استعمال کرتے تھے۔

۲۰۴۔ تاریخ اسلام، ج ۱، ص ۳۱۴۔

۲۰۵۔ مسلمان کا عروج وزوال: ص ۲۱۔۲۲۔

۲۰۶۔ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، اسلام میں جرم وسزا، ص ۲۷۰، اور مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب کا مضمون سیاست خارجہ کے بنیادی اصول، اسوہ حسنہ کی روشنی میں، ششماہی "السیرۃ" زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ناظم آباد کراچی، ص ۲۶۳۔

۲۰۷۔ السید سابق، فقہ السنہ ص ۶۱، اسلام میں جرم وسزا، ص ۵۱، ۵۲، ۲۷۲۔

۲۰۸۔ اسلام کا نظریہ ملکیت حصہ دوم ص ۲۷۴۔

۲۰۹۔ ایضاً، حسبہ فی الاسلام (اردو) ص ۸۸، ۹۵، احیاء علوم الدین، ج ۲، ص ۳۵۹۔

Marfat.com

۲۱۰۔ حسبہ فی الاسلام (اردو) ص ۹۳، فقہاء کی ایک معتدبہ تعداد یہ رائے رکھتی ہے کہ اشیاء جن سے مضرت کا اندیشہ نہ ہو انہیں تلف نہیں کرنا چاہیے، اگر وہ معیار سے گری ہوں یا ان میں سے کسی خرابی کی وجہ سے ان کے تیار کرنے والوں یا فروخت کرنے والوں کو سزا دینی مقصود ہو تو انہیں ان کے مالکوں سے بلامعاوضہ لے کر غرباء میں تقسیم کردیا جائے، اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو، محولا بالا کا ص ۹۰۔۹۳۔

۲۱۱۔ ایضاً ص ۹۳۔

۲۱۲۔ ایضاً ص ۹۰، نیل الاوطار ج ۲، ص ۱۸۱، (کتاب الزکوٰۃ) بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت حصہ دوم ص ۲۷۸۔

۲۱۳۔ حسبہ فی الاسلام، ص ۸۸۔۸۹، اسلام کا نظریہ ملکیت حصہ دوم، ص ۲۷۶۔

۲۱۴۔ اسلام کا نظریہ ملکیت ص ۲۷۶۔

۲۱۵۔ حسبہ فی السلام، ص ۸۹۔

۲۱۶۔ شعائر اللہ کی تعظیم کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (الحج ۳۲) اور شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ امام عمرانیات شاہ ولی اللہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں "تعظیم شعائر اللہ" کے تحت لکھتے ہیں، یاد رہے شرائع کی بنیاد شعائر اللہ کی تعظیم اور ان کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرنے پر ہے...... بڑے بڑے شعائر چار ہیں۔

(۱) قرآن مجید (۲) کعبہ (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم (۴) نماز۔

امام ابوبکر جصاص سورہ مائدہ میں آیت لاتحلوا شعائر اللہ، اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "شعائر اللہ" اللہ کے دین کے تمام نشانات پر حاوی ہے یعنی دین کے وہ فرائض اور نشانات جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلایا ہے کہ ان کے حدود تجاوز نہ کریں اور ان کے حقوق میں کوتاہی نہ ہو۔ اور انہیں ضائع نہ ہونے دیں۔ یہ معنی ان تمام معانی کو جامع ہے جو سلف سے اس کی تشریح میں مروی ہیں۔ دیکھئے احکام القرآن، ج ۲، ص ۳۶۶، طبع مصر، ۱۳۴۷ھ

۲۱۷۔ اسلام میں جرم وسزا، ص ۳۹۹، اور ملاحظہ ہو محتسب کی ذمہ داریوں کے لیے، حسبہ فی السلام (امام ابن تیمیہ) کے صفحات ۳۱ تا ۴۱، اسلام کا نظریہ ملکیت حصہ دوم صفحات ۱۷۴ تا ۱۸۱، دائرہ معارف اسلامیہ

ج ۸، صفحات ۱۹۰ تا ۲۰۲ اور E - j - Brill کا انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ج ااا صفحات ۴۸۳ تا ۴۹۳۔

۲۱۸۔ القرآن- سورۃ الحج: ۴۱۔

۲۱۹۔ القرآن- سورۃ آل عمران: ۱۱۰۔

۲۲۰۔ القرآن- سورۃ الانفال: ۳۹ اور ہو جائے حکم سب اللہ کا۔

۲۲۱۔ بمطابق آیت قرآنی: هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کلہ
''اسی (اللہ تعالیٰ) نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے غالب کردے ہر دین پر۔ (التوبہ: ۳۳ الفتح: ۲۸)۔

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر عبدالرزاق۔ قلات

﴿ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون﴾ (آل عمران: آیہ ۱۰۴)

(اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں)

نیز ارشاد فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔

امام غزالیؒ کے نزدیک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور اسلامی معاشرے کے اساس اسی پر قائم ہے۔

صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد بن حنبلؒ میں ایک حدیث ذرج ذیل الفاظ میں نقل کی گئی ہے:

''من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان''(۱)۔

(تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹادے۔ اگر ایسا نہ کرسکے تو زبان سے (برا کہے)۔ اور اگر ایسا نہ کرسکے تو دل سے برا سمجھے۔

اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اسلامی تعلیمات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلامی نظام حکومت میں تمام امور قرآن کی ہدایت کی روشنی میں انجام دیئے جاتے ہیں اور پورے نظام کی اساس ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' پر استوار ہوتی ہے۔ امت مسلمہ کا امتیازی وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''یــامــرون بالمعروف وینھون عن المنکر''۔

ہر مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے اور اس فرض کی ادائیگی اس پر اس کی قدرت اور اختیار کے بقدر لازم ہوتی ہے۔ جس قدر اختیار واقتدار کا دائرہ کار وسیع ہوتا جائے گا۔ اس فرض کی اہمیت اور اس کی ادائیگی کا لزوم بڑھتا جائے گا۔ غرض اسلامی ریاست میں تمام اختیارات واقتدار کا مقصود امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

> ''اسلامی حکومت میں تمام اختیارات کا مقصود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ خواہ یہ اختیار بڑی ولایت (محکمہ جنگ) کے پاس ہو، جیسے سلطنت یا چھوٹی ولایت حرب کے پاس ہو جیسے ''شرطہ'' اور قضاء (حکم) یا ولایت مال کے پاس ہو جیسے مالی دفاتر اور ولایت احتساب''(۲)۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اسلامی ریاست میں انجام دی جانے والی ذمہ داری اور جملہ مناصب کا اصل الاصول ان الفاظ میں واضح فرمادیا ہے کہ:

> ''اسلام میں ہر طرح کی ولایت، ہر نوع کی حکمرانی، ہر قسم کا منصب اور ہر طرح کی ذمہ داری کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر فرض کو اس مقصد کے لئے انجام دیا جائے کہ انسانی زندگی کی ہر روش اللہ ہی کے لئے ہوجائے اور ہر عمل کا مقصود اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہوجائے''(۳)۔

فرد وہ اکائی ہے جو کسی بھی معاشرے کے بگاڑ یا سدھارنے کی ذمہ دار ہے۔ معاشرے کی اصلاح کی ممکنہ صورت یہی ہے کہ فرد کی اصلاح کو مقدم رکھا جائے۔ تمام مصلح اور پیغمبر اسی اصول پر کاربند رہے۔ معاشرے کو اگر ایک عمارت سے تعبیر کیا جائے تو یہ عمارت اسی صورت پائیدار، مستحکم اور دیر پا ثابت ہوسکتی ہے

Marfat.com

افراد کا کردار صاف ستھرا اور ان کے قول و عمل میں تضاد نہ ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ اگر ایسا نہیں تو ایسی ہر عمارت ہوا کے معمولی جھونکوں کو بھی نہیں سہار سکتی اور ریت کی دیوار کی طرح ڈھے جاتی ہے۔

ایک مثالی معاشرہ بس وہی کہلا سکتا ہے کہ جس میں قانون توڑنے کی جسارت کرنا اور نتائج سے بچ نکلنا ممکن نہ ہو۔ اور اگر یہ توازن کسی بھی وجہ سے قائم نہ رہے تو ہر شے درہم برہم ہو کر رہ جائے گی۔ یہی نظام عدل کی اساس ہے جس سے روگردانی ممکن ہی نہیں۔ عدل وانصاف کو اپنانا، جرم ثابت ہونے کے بعد مجرم سے رو رعایت نہ کرنا اور ہر قیمت بے لاگ احتساب کے آفاقی عمل کو جاری وساری رکھنا یقیناً معاشروں کے لئے زندگی اور موت کا فرق ڈال دینے والا مسئلہ ہے۔ چونکہ احتساب قانون فطرت ہے جو معاشرے خود احتسابی کے عمل سے نہیں گذرتے ان کا احتساب بلکہ کڑا احتساب فطرت خود کر دیتی ہے۔

﴿فاتی الله بنیانهم من القواعد فخر علیهم السقف من فوقهم واتاهم العذاب من حیث لا یشعرون﴾ (النحل: ۲۶)۔

(اللہ تعالیٰ کے (قانون مجازات) نے ان کی بڑی بڑی عمارتوں (Edifices) کی بیخ بنیاد اکھاڑ پھینکی اور چھت ان کے اوپر آ گری، اور یہ عذاب (Scourge) ان پر اس جہت سے آیا، جدھر سے آنے کا ان کو وہم وگمان تک نہ تھا)۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کے مطابق ...... اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز۔ تاریخ کا یہی سبق رہا ہے کہ وہ قومیں برباد ہوگئیں، صفحہ ہستی سے مٹ گئیں جہاں غریبوں کو تو سزا دی جاتی مگر طاقتور احتسابی عمل سے بچ نکلتے۔

سرور کائنات ﷺ کے سامنے جب ایک امیر قریش عورت کی سفارش کی گئی جو کہ چوری (سرقہ) کی ملزمہ تھی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے شاندار کلمات زبان مبارک سے ادا فرمائے جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں ''بخدا اگر میری لخت جگر فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ بھی اس جرم کی مرتکب ہوتی تو میں ان کے ہاتھ کٹوا دیتا''۔

احتساب اسلامی معاشرے کے ہر پہلو پر محیط ہے اس کی اصل اساس امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے جو کہ امت مسلمہ کا اجتماعی فریضہ ہے کہ وہ نیکیوں اور بھلائیوں کو فروغ دیتے رہیں اور برائیوں سے

Marfat.com

روکتے اور ٹوکتے رہیں۔ مصلحین اور علماء یہ فریضہ دعوت و اصلاح کے پیرایہ میں انجام دیتے ہیں جب کہ یہی فریضہ جب حکومت انجام دیتی ہے تو احتساب کہلاتا ہے۔ احتساب کا دائرہ اختیار بہت وسیع ہے ہر کھلی اور ظاہری برائی کا سدباب احتساب کے دائرے میں آتا ہے۔ احتساب بنیادی طور پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر مبنی ہونے کی بناء پر اپنے اندر اصلاحی پہلو لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ نصیحت، تلقین، فہمائش سے لے کر سرزنش، تنبیہ اور معزولی تک احتساب کا دائرہ اختیار ہے۔ گویا احتساب کے ذریعہ معاشرے کو مقررہ اخلاقی، دینی اور قانونی حالت پر برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

آیئے دیکھئے کہ مسلم مفکرین، مؤرخین اور زعمائے ملت کے نزدیک احتساب کی تعریف کیا ہے:

۱- الماوردی ابو الحسن علی بن محمد بن الحبیب الماوردیؒ (۴۵۰ھ) کے نزدیک احتساب کی تعریف یہ ہے:

''ھو امر بالمعروف اذا ظھر ترکه ونھی عن المنکر اذا ظھر فعله''(۴)

(کسی اچھائی کا ترک اور کسی برائی کا ارتکاب اگر کھلم کھلا ہو تو اس کا سدباب احتساب ہے)۔

۲- امام محمد ابو حامد حجۃ الاسلام غزالیؒ (۵۰۵ھ) نے احتساب کی یہ تعریف کی ہے:

''ھی عبادۃ شاملة الامر بالمعروف والنھی عن المنکر''(۵)

(احتساب دراصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک جامع عنوان ہے)۔

۳- علامہ ولی الدین عبد الرحمٰن ابو زید ابن خلدون (۷۳۲ھ):

''ھی وظیفة دینیة من باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر''(۶)۔

(احتساب امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے متعلق خالصتاً دینی منصب ہے)۔

آخر میں ہم ماضی قریب کے ایک مصنف کی تعریف نقل کرتے ہیں جنہوں نے بہت وضاحت اور ضروری تفاصیل کے ساتھ (ادارہ احتساب) کی تعریف کی ہے۔ یہ فاضل مصنف مملکت شام کی کلیۃ

Marfat.com

الشریعۃ کے سابق سربراہ حکومت شام کے سابق وزیر تعلیم اور ام القریٰ یونیورسٹی مکۃ المکرمۃ کے پروفیسر استاد محمد المبارکؒ تھے۔ وہ اپنی تالیف الدولة ونظام الحسبة عند ابن تیمیةؒ میں فرماتے ہیں:

''احتساب ایسا نگران ادارہ ہے جس کو حکومت قائم کرتی ہے اور خاص کارندے اس کو چلاتے ہیں اس ادارے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مذہبی اخلاق اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے۔ یعنی ان کی عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہو تا کہ انصاف اور اعلیٰ اقدار کو عملاً بروئے کار لایا جا سکے اور اس معاملہ میں اسلامی شریعت اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے رائج ہیں ان کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جا سکے''(۷)۔

بے لاگ احتساب کے لئے جب ہم سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک بات صاف نظر آتی ہے کہ شروع اسلام میں جبکہ مدینہ منورہ ایک نئی اسلامی حکومت اور سٹیٹ کی شکل اختیار کر رہی تھی اس دوران مدینہ کی حد تک آنحضرت محمد ﷺ پورا عدالتی اور احتسابی کام خود انجام فرماتے تھے۔ لیکن جب اسلامی مملکت کی عملداری میں وسعت ہوئی تو انتظامی کام بڑھ گیا۔ اب آپ ﷺ نے چند مفتی، محتسب یا قاضی مقرر فرمادیئے جن کے فیصلوں کے خلاف بسا اوقات آپ ﷺ تک شکایات بھی آتیں اور آپ ﷺ بروقت صورتحال کا ادراک فرماتے ہوئے معاملات حل فرمادیتے (۸)۔

اسی طرح دار الحکومت مدینہ کے باہر صوبوں اور ضلعوں میں بھی علیحدہ عدالتی افسروں کی ضرورت تھی اور اسی طرح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ وار عامل (گورنر) بھی بیک وقت سپہ سالار اور افسر مال اور قاضی محتسب (نگران اخلاق و مال تجارت وغیرہ) ہوتے تھے ان کی کارروائیوں اور فیصلوں کے خلاف بھی آنحضرت ﷺ کے شکایات اور مرافعے آیا کرتے تھے(۹)۔

ان قاضیوں اور محتسبوں کو جائے تقرری کی جانب روانگی کے وقت جو ہدایات دی جاتی تھیں ان میں چند کو تاریخ نے محفوظ کر رکھا ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ عہد نبویؐ کے عدالتی حلقے میں جو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کے حالات سے عام کیفیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے:

Marfat.com

''معاذ بن جبل وبعثه رسول الله ﷺ الی الجند یعلم الناس القرآن وشرائع الاسلام ویقضی بینهم، وجعل الیه قبض الصدقات من العمال الذین بالیمن''(۱۰)۔

(معاذ بن جبلؓ کو آپ ﷺ نے قاضی بنا کر جند (جو یمن میں ہے) بھیجا تاکہ لوگوں کو قرآن سکھائیں اور ان کے مقدموں کا فیصلہ کریں اور یمن کے تحصیلداروں سے جمع شدہ محاصل سرکاری اپنی تحویل میں لیں)۔

جب حضرت معاذ بن جبلؓ یمن روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ نے آخری موقع پر باریابی کے موقع پر ان سے گفتگو فرمائی وہ بھی اسلامی عدل اور قانونیات کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے:

''ان رسول الله ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال کیف تقضی؟ قال بما فی کتاب الله۔ قال فان لم یکن فی کتاب الله؟ قال فبسنة رسول الله. قال فان لم یکن فی سنة رسول الله؟ قال أجتهد برأیی. قال الحمد لله الذی وفق رسولَ رسولِ الله لما یحب رسول الله ﷺ''(۱۱)۔

(آنحضرت ﷺ نے معاذ کو یمن بھیجا تو پوچھا کس طرح فیصلے کروگے؟ کہا اس کے مطابق جو اللہ کی کتاب قرآن میں ہو۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو؟ کہا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق۔ فرمایا رسول اللہ کی سنت میں نہ ملے؟ کہا تو میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو ایسی بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے)۔

قاضیوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھادی جاتی تھی کہ دی ہوئی ہدایات کے خلاف وہ جو کام کریں گے وہ کالعدم سمجھا جائے گا(۱۲)۔

حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں مختلف صوبوں پر جو عامل اور قاضی یا محتسب بھیجے جاتے تھے۔ انہیں خاص احکام وہدایات دی جاتی تھیں۔ مرکز حکومت ''مدینہ منورہ'' میں عدالت ابتدائی ہر قبیلے کے

Marfat.com

عریف اور نقیب ہوتے یا مفتی اور قاضی عدالت ''مرافعہ'' (Appeal) اور ''استصواب'' (Reference) آنحضرت ﷺ کے پاس بعض وقت اضلاع اور صوبہ جات سے بھی ہوتا (۱۳)۔

تصحیح کی بھی متعدد نظیریں اور مثالیں تاریخ نے اس عہد کے متعلق محفوظ کی ہیں اور جب کبھی آپ ﷺ کو کسی آفیسر، سرکاری اہل کار یا عہدیدار کے غلط فیصلے یا طرزِ عمل کا پتہ چلتا تو آپ ﷺ فوراً تصحیح کے لئے دخل دہی فرما کر تلافی اور تدارک فرماتے۔ حضرت خالد بن ولید اور واقعہ ''بنی خزیمہ'' اس کی ایک انتہائی مثال ہے (تاریخ اسلام از عبد الرحمٰن شوق، ص ۲۴۷)۔

اسی طرح تصحیح اور بے لاگ احتساب کا نظام سیدنا عمر الفاروقؓ کے زمانہ میں ایک بہت ہی ترقی یافتہ ادارہ بن گیا تھا اور انہوں نے حج کے موقع کو ایک ''عدالتی انتظامی تنقیح اور بے لاگ احتساب'' کا مقام بھی قرار دیا تھا۔ چنانچہ جملہ والیان صوبہ اور حکام عدالت اس وقت مکہ معظمہ آتے، اور امیر المؤمنین حضرت عمر الفاروق ان کے خلاف دعوے، مقدمے اور اپیلیں خود سنتے اور حق رسانی کرتے۔ اگر سرکاری آفیسر اور عہدیدار کے خلاف کوئی ثبوت یا لغزش ثابت ہوتی تو بڑی سختی سے دارو گیر کرتے۔ متعدد مرتبہ کبار صحابہ تک کو احتساب کے شکنجے میں لا کھڑا کر کے عہدے سے معزول کیا۔

اسلام کسی انسان کو خطا سے مبرا نہیں سمجھتا۔ بخلاف اس کے انگریزی قانون کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ ''بادشاہ'' کو احتساب میں نہیں لایا جا سکتا یا بادشاہ کے خلاف کوئی مقدمہ دائر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ KING CON DO NO WRONG لیکن اسلام احتساب کے معاملے میں کوئی مصلحت یا امتیاز کو جائز نہیں سمجھتا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار وسرور کائنات ﷺ نے خود اپنی ذات کے خلاف ہر قسم کے متعدد مقدمات سنے اور مدعیوں کے حق میں فیصلے صادر کیے (۱۴)۔

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے نہ صرف اضلاع بلکہ دار الحکومت مدینہ منورہ میں مستقل اور پورا وقت دینے والے قاضی مقرر کر دیئے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ خود خلیفہ کے خلاف کوئی مقدمہ دائر ہوتا تو خلیفہ وقت کو بھی عدالت میں حاضر ہو کر جواب دہی کرنی پڑتی۔ کیونکہ کوئی اپنے آپ بیک وقت فریق اور حاکم دونوں نہیں بن سکتا علی ان الامام لا یکون قاضیا فی حق نفسہ (مبسوط سرخسی، ج ۱۶، ص ۷۳)۔ اسی قسم کی متعدد مثالیں نہ صرف سیدنا ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ کے زمانے میں ملتی ہیں (۱۵)۔

بلکہ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس تک اس احتساب اور عدالت میں خود بنفس نفیس حاضر ہونے سے اپنے آپ کو مستثنیٰ کرنے کی جرات نہیں رکھتے تھے۔ اور عبد الملک اور خلیفہ منصور کا عدالت میں مدعا علیہ بن کر جواب دہی کے لئے حاضر ہونا مثال کے لئے کافی ہے(۱۶)۔

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں:

۱- رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لئے گئے۔ آپ ﷺ نے ایک جگہ غلہ کے ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو اس میں نمی تھی، آپ ﷺ نے اس تاجر سے وجہ دریافت فرمائی تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بارش میں بھیگ گیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے گیلا غلہ اوپر کیوں نہ کردیا تاکہ لوگ دیکھ سکتے! یاد رکھو جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے(۱۷)۔

۲- ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا بازار سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ایک وزن کرنے والے سے فرمایا "وزِن وارجح" اچھی طرح تولو اور جھکتا ہوا تولو(۱۸)۔

۳- حضرت سالمؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

"میں نے عہد نبویؐ میں دیکھا کہ اگر لوگ غلہ کے ڈھیر (بغیر وزن کے) خرید لیتے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے پہلے فروخت کردیتے تو ان کو ضرب (مار) لگائی جاتی تھی"(۱۹)۔

مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اہل سوق یعنی بازار والوں پر "محتسب" مقرر کرنے کی اصل ہے اور اس سے یہ اجازت بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف ورزی کریں تو انہیں سزا بھی دی جاسکتی ہے(۲۰)۔

۴- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات دوسرے صحابہ کرام کو بھی اس طرح یعنی اوزان اور نرخ چیک کرنے کے لئے بازار بھیجتے رہتے تھے۔

بعد میں جب اسلامی ریاست مدینہ کے حدود سے باہر پھیل گئی تو اس کام کے لئے (چیکنگ کے لئے) مستقلاً آدمی مقرر کئے گئے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظمؓ اور مکہ مکرمہ میں حضرت سعید بن

العاصؓ کو "محتسب" مقرر کیا گیا (۲۱)۔

عہد سیدنا ابوبکر صدیقؓ:

ابوبکر صدیقؓ نے نبی اکرم ﷺ کے قائم کردہ نظام کو برقرار رکھا۔ اور آپؓ نے سیدنا عمر الفاروقؓ کو دیگر مختلف ذمہ داریوں کے ساتھ "قضاء" پر مامور کیا۔ اس منصب کے لحاظ سے سیدنا عمر الفاروقؓ پہلے قاضی ہیں۔ اور ابوبکرؓ نے علاوہ ازیں مدینہ منورہ کے "عس" پر حضرت عبداللہ بن مسعود کو نگران مقرر فرمایا تھا۔

عہد فاروق اعظمؓ میں احتساب:

خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروقؓ نے تاریخ عالم میں سب سے زیادہ مستحکم اور لاجواب حکومت تشکیل دی تھی۔ وہ مملکت کے بڑے بڑے معاملات ومسائل سے لے کر چھوٹے چھوٹے امور تک ہر معاملہ پر بڑی عمیق اور دور رس نظر رکھتے تھے۔

فریضہ احتساب کے لئے باقاعدہ عنوان نہ سہی، لیکن عمر فاروقؓ نے ان تمام امور کو بحسن وخوبی انجام دیا جو کسی بھی طرح احتساب یا "حسبہ" کے زمرے میں آسکتے ہیں۔

نوزائیدہ مسلم دار الحکومت مدینہ منورہ میں فاروق اعظمؓ یہ فریضہ خود انجام دیتے رہے اور مکہ مکرمہ میں آپؓ نے حضرت سعد بن العاصؓ کو محتسب مقرر فرمایا تھا (۲۲)۔

اسی طرح شفاء بنت عبداللہ ایک بہت ذہین، باصلاحیت اور تعلیم یافتہ صحابیہؓ تھیں۔ آپؓ ہجرت مدینہ سے قبل اسلام قبول کر چکی تھیں۔ متعدد مرتبہ سرور کائنات ﷺ آپؓ کے ہاں آرام فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے سیدنا عمرؓ ان سے بہت خوش تھے۔ ان کی فضیلت اور اہلیت کے قائل تھے اور ہمیشہ ان کی رائے کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ انہی خصوصیات کی بناء پر آپؓ نے انہیں بازار کی نگران مقرر کیا تھا (۲۳)۔

مزید برآں حضرت سمرا بنت نہیک الاسدیہ بھی ایک نیک اور مہذب اور عمر رسیدہ خاتون تھیں۔ آپؓ روزانہ کوڑا لے کر بازار میں گشت کرتی تھیں اور پورے شہر میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتی تھیں (۲۴)۔

Marfat.com

اب آیئے قرون اولیٰ کے تاریخ کے اس زریں دور کی چند مثالیں دیکھیں جن سے نہ صرف معلوم ہوگا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور میں احتساب کی کیا کیفیت تھی۔ بلکہ اس سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوگی کہ دراصل احتساب کیا ہے؟ اور وہ کون سے فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو اس ضمن میں انجام دی جانی چاہئیں۔

۱- معن بن زائدہ نے بیت المال کی مہر کے نقش پر ایک ''جعلی'' مہر بنوالی اور ایک جعلی دستاویز تیار کر کے بیت المال سے کچھ رقم حاصل کرلی۔ احتساب کی زد میں آئے راز افشاں ہوگیا تو سیدنا عمر الفاروقؓ نے اسے سو درے مارے اور جیل میں بند کردیا۔ دریں اثناء کوئی عزیز یا دوست نے سید عمر الفاروقؓ سے اس کی رہائی کی سفارش کی تو آپؓ نے معن بن زائدہ کو ایک بار پھر سو کوڑے مارے اور کچھ عرصہ بعد پھر کسی نے ان کی سفارش کی تو حضرت عمرؓ نے پھر اسے ۱۰۰ کوڑے مارے اور مزید سزا اور عبرت کے لئے اسے شہر بدر کردیا۔ اس پر مزید یہ کہ آپؓ نے پھر اہل بصرہ کو فرمان تحریر کیا کہ اس جعلسازی کے مرتکب ''مجرم'' کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھی جائے (۲۴)۔

۲- حضرت عمرؓ نے ایک شتربان کو اونٹ پر زیادہ بوجھ لادنے پر سزا دی۔ مہیب بن وارم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہ بیان کیا کہ ''رأیت عمر بن الخطاب یضرب حمالا وھو یقول حملت حملک ما لا یطیق'' (میں نے عمر بن الخطاب کو ایک شُتربان کو مارتے دیکھا آپؓ اس سے کہہ رہے تھے کہ تو نے اپنے اونٹ پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ لاد دیا ہے)۔

حضرت عمرؓ سواری کے جانور رکھنے والوں کو ہمیشہ یوں نصیحت فرمایا کرتے تھے:

''اپنی سواریوں کے بارے میں تم لوگ اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم پر ان کا بھی حق ہے؟ کیوں نہیں ان کو چھوڑ دیتے کہ زمین کا سبزہ کھالیں'' (۲۶)۔

۳- نصر بن حجاج نامی ایک شخص تھا جس کی خوبصورتی اور مردانہ وجاہت مدینہ کی خواتین کے لئے فتنہ کا باعث بن رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان کا سر منڈوا دیا۔ اس کے باوجود ''نصر'' کی خوبصورتی اور کشش میں کوئی خاص کمی نہ آئی، تو آپؓ نے اس شخص کو مدینہ منورہ سے چلے جانے کا حکم دے دیا۔

اسی طرح ایک اور صاحب تھے بڑے خوبصورت اور حسین، نام شُقال تھا۔ فتنہ کا باعث بن

Marfat.com

سکتے تھے۔ آپؓ نے ان کا بھی سر منڈوادیا اور انہیں پگڑی باندھنے کا حکم دیا۔ مگر اس طرح کے عمل سے شفال کے خداداد حسن میں مزید اضافہ ہوگیا۔ ناچار سیدنا فاروق اعظمؓ نے انہیں جہاد کے لئے روانہ فرمایا(۱)۔

۴۔ سواد کا ایک شخص شراب کی غیر قانونی تجارت سے خوب مالدار ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؓ نے فرمان جاری کیا کہ ''اس کے ہر شے کو توڑ ڈالو۔ اس کے تمام مویشی لے لو۔ اور کوئی شخص اسے پناہ نہ دے''(۲)۔

۵۔ ضحاک بن خلیفہ جھیل سے پانی نکال کر اپنی زمینوں تک لانا چاہتے تھے۔ راستہ میں محمد بن مسلمہ کی زمین پڑتی تھی مگر وہ کسی طرح تیار نہیں ہوئے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے ان سے نرمی سے فرمایا دیکھو کہ اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے کہ تم بھی اس نہر سے پانی لے سکتے ہو اور اس میں تمہارا کوئی نقصان بھی نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ لیکن محمد بن مسلمہ پھر بھی راضی نہ ہوا۔ اس پر حضرتؓ نے انہیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ''قسم بخدا یہ اپنی نہر ضرور نکال لیں گے خواہ تمہارے پیٹ پر سے بھی گزارنا پڑے'' چنانچہ ضحاک بن خلیفہ نے وہ نہر محمد بن مسلمہ کی زمین سے نکال لی(۲۷)۔

سرکاری اہل کاروں (عمال) کا احتساب:

حضرت فاروق اعظمؓ کارکنان حکومت کے معاملات کی پوری طرح دیکھ بھال کرتے تھے۔ ان کے ہر قسم کے معاملات پر بصیرت اور بصارت کے ساتھ نظر رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں سرکاری اہل کاروں کی خفیہ طور پر بھی خبریں معلوم کیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ نے اپنے عالم کعب بن مالک کو تحریر کیا کہ ''اپنی جگہ کسی کو قائم مقام مقرر کر کے تم ''سواد'' کے علاقہ کے ہر شہر اور بستی میں جاؤ اور سرکاری افسران (عاملوں) کے حالات کی تحقیق کر کے مجھے مطلع کرو''(۲۸)۔

حضرت فاروق اعظمؓ کسی شخص کو گورنر یا کوئی اور سرکاری عہدیدار مقرر کرنے سے قبل اس کے پاس موجود ''اثاثہ'' کی تفصیلات تحریر کرلیا کرتے تھے۔ اور اکثر وبیشتر ان سے حساب لیا کرتے کہ یہ کہاں سے آیا، وہ کہاں سے ملی وغیرہ۔

سیدنا عمر فاروقؓ عمال حکومت (افسران) کو اس خیال سے بھاری تنخواہیں دیتے تھے کہ وہ

خیانت اور رشوت کے نزدیک بھی نہ جائیں، کرپشن کا شکار نہ ہو جائیں۔ مزید یہ کہ ان کو سادہ زندگی گزارنے پر مجبوب کیا جاتا تھا کہ وہ: ۱-ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں گے۔ ۲-باریک کپڑے نہ پہنیں گے۔ ۳-چھنا ہوا آٹا نہ کھائیں گے۔ ۴-دروازہ پر دربان نہ رکھیں گے۔ ۵-اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھیں گے اور سب سے اہم بات وہی کہ جب بھی کوئی عامل بنایا جاتا تو اس کے مال جائیداد کی مکمل فہرست تیار کی جاتی اور اگر بعد اس ''اثاثہ'' میں غیر معمولی زیادتی پائی جاتی تو ایسے اہل کار کا مواخذہ ہوتا۔ بلاذری لکھتے ہیں:

''کان عمر بن الخطاب یکتب اموال عماله اذا ولاهم یقاسهم ما زاد علی ذلک''(۲۹)۔

عمر بن الصعق نے سیدنا عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ سرکاری عمال کے پاس کثرت ناجائز مال جمع ہو گیا ہے۔ آپؓ نے فورا سب کا محاسبہ اور نصف مال بحق سرکار (بیت المال) ضبط کر لیا(۳۰)۔

حضرت عمرؓ کی جانب سے مصر پر عامل عیاض بن غنم باریک لباس زیب تن کرتے تھے اور دروازے پر دربان مقرر کیا ہوا تھا۔ آپؓ مدینہ کے کسی رستے سے گزر رہے تھے کہ سرِ عام برلب شاہراہ کسی ان کی شکایت کر دی کہ ''عمر کیا خیال ہے تمہارا عیاض بن غنم کے بارے میں کہ وہ مصر کا عامل رہتے ہوئے تمہاری یہ شرطیں اللہ کے حضور تمہیں بچالیں گی۔ جب کہ حال یہ ہے کہ وہ باریک کپڑا پہنتا ہے اور اپنے دروازے پر دربان بھی مقرر کیا ہے۔ اب عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا جو ہمیشہ افسران تک آپؓ کے پیغامات پہنچایا کرتے تھے۔ آپؓ نے انہیں مصر روانہ کیا اور فرمایا کہ تم انہیں جس حال میں پاؤ اسی میں میرے پاس فوراً لے کر آؤ''۔

راوی کہتا ہے کہ یہ وہاں پہنچے تو ان کے دروازے پر دربان کو موجود پایا پھر اندر داخل ہوئے تو ان کے بدن پر ایک باریک (مہین) قمیض نظر آئی انہوں نے ان سے کہا کہ امیر المؤمنین کا بلاوا ہے انہوں نے کہا مجھے اپنی قبا پہن لینے دو محمد بن مسلمہ بولے کہ نہیں اسی حال میں چلو۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی قمیض اتار دو، پھر آپؓ نے موٹے اون کا ایک کرتا منگوایا اور بھیڑ بکریوں کا ایک گلہ اور لاٹھی بھی منگوائی اور ان سے فرمایا کہ یہ کرتا پہنو، یہ لاٹھی لو اور یہ بکریاں اور ان کا دودھ خود بھی پیو اور راہ گیروں کو بھی پلاؤ اور جو بچ رہے وہ ہمارے لئے محفوظ کر۔ سن لیا تم نے؟ انہوں نے کہا: ہاں سن لیا۔ مگر موت آ جانا اس سے اچھا ہے کہ ایسا کرو۔ آپؓ نے بار بار ان سے یہی بات کہی مگر بار

Marfat.com

ہوں یہی جواب دیا کہ اس سے بہتر ہے کہ موت آ جائے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں یہ بات اتنی گوار کیوں معلوم ہوتی ہے جب کہ تمہارے باپ کا نام "غنم" اس لئے پڑ گیا تھا کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ کیا تم آئندہ بھلی روش اختیار کر سکو گے؟ انہوں نے جواب دیا "جی ہاں یا امیر المؤمنین"۔ اس تبدیلی قلب ذہن) کے بعد آپؓ ان کو ان کے منصب پر بحال کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیاض بن غنم حضرت عمر الفاروقؓ کے تمام والیوں میں سب سے عمدہ والی بن گئے تھے۔

خلفائے راشدینؓ کے بعد بھی تاریخ اسلام میں ایسے بے شمار قاضی، محتسب یا جج گزرے ہیں جنہوں نے انتہائی دیانتداری، بے خوفی اور حد درجہ شجاعت و دلیری کے ساتھ "بے لاگ احتساب" اور عدل وانصاف کی مشعل کو فروزاں رکھا اور اپنے فیصلوں میں کسی خوف اور کسی لالچ کا گزر نہیں ہونے دیا۔

یہ قاضی یا محتسب فیصلہ کرتے وقت کسی بھی بڑی شخصیت حتیٰ کہ حکمران وقت کا بھی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ وہ صرف اللہ سے ڈرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ دنیاداری خوف لالچ سے بے نیاز ہو کر فیصلہ کرتے تھے۔ اور ملزم دنیاوی لحاظ سے خواہ چھوٹا ہوتا یا بڑا، بادشاہ ہوتا یا فقیر سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان میں کسی قسم کا امتیاز نہیں برتتے تھے۔ اور بلا شبہ یہ ایک ایسی صفت ہے جس میں قدیم مسلمان قاضی، محتسب یا جج بالکل منفرد نظر آتے ہیں اور ساری تاریخ عالم (اس کثرت سے) ان کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بے لاگ احتساب انصاف کرنے والے ایسے اولو العزم قاضیوں اور ججوں کی فہرست تو بہت طویل ہے (محدود صفحات کی پابندی آڑے آتی ہے) برسر تذکرہ ان ہستیوں میں سے چند کے نام نامی اور اسمائے گرامی پر اکتفا کرتے ہیں: ۱-قاضی شریح ۷۵ برس قاضی رہے (م ۷۸ھ)۔ ۲-قاضی مصعب بن عمران ۲۰۱ تا ۱۸۰ھ بعد ہشام وبعدہ۔ ۳-قاضی محمد بن بشیر باجی ۲۲۰ تا ۱۹۰ھ۔ ۴-قاضی یحییٰ بن یحییٰ مالکی اندلسی ۲۳۸ تا ۲۰۲ھ۔ ۵-قاضی محمد بن مسلم ۲۴۲ تا ۲۱۸ھ۔ ۶-قاضی منذر بن سعید ۳۵۰ تا ۳۰۰ھ۔ ۷-قاضی امام اوزاعی ۱۳۶ تا ۱۳۲ھ۔ ۸-سوار بن عبداللہ ۱۶۸ تا ۱۴۰ھ۔ ۹-قاضی ابو یوسف ۱۹۳ تا ۱۷۰ھ۔ ۱۰-عہد مامون کے متعدد قاضی ۲۱۷ تا ۱۹۸ھ۔ ۱۱-احمد بن ابی داود ۲۲۷ تا ۲۱۸ھ (خلیفہ معتصم باللہ)۔ ۱۲-سلاجقہ روم کے قاضی ۶۳۴ تا ۶۴۳ھ۔ ۱۳-قاضی مغیث الدین ۷۱۵ تا ۶۹۵ھ (علاء الدین خلجی) خصوصاً نرخ نامہ پر کنٹرول اور انسداد جرائم وغیرہ وغیرہ۔ آسمان عدل کے یہ چمکتے تارے رہتی دنیا تک کے لئے حق گوئی، بے باکی اور بے لاگ فیصلوں کے

لئے یاد رہیں گے۔ معاشرہ اور تاریخ کو بدلنے کے تناظر میں عوام کے کردار کی اہمیت کو شاید اسلام نے ہی پہلی بار دنیا کے سامنے بحیثیت ایک سسٹم کے پیش کیا ہے۔ معاشرہ میں تبدیلی یا احتساب جب بھی موضوع گفتگو بنی ہے۔ قرآن حکیم کے مخاطب (الناس) یعنی عوام ہیں۔ نبی اور رسول کو عوام کی طرف بھیجا جاتا ہے وہ اپنی قوم (عوام ہی) کو پیغام دیتا ہے اور عوام کو خود ہی اپنے اپنے اعمال کے لئے جوابدہی کرنا ہے۔

﴿لها ما کسبت ولکم ما کسبتم﴾ (البقرۃ: ۱۳۴)

(ان کے لئے وہی کچھ ہے جو انہوں نے کمایا ہوگا اور تمہارے لئے جو تم خود اپنے لئے کماؤ گے)۔

چنانچہ یہ طے ہوا کہ خالق کے روبرو فرد اور معاشرہ دونوں مکمل طور پر اپنے اپنے کئے کے ذمہ دار ہیں جس کے لئے انہیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ جوابدہی (احتساب) کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ وطن عزیز کے ۱۴ کروڑ عوام اپنی موجود ناگفتہ بہ حالت کو اللہ کی مرضی سے تعبیر کریں، یا پھر تقدیر کا لکھا جان کر کیڑے مکوڑوں کی طرح کونوں کھدروں میں پناہ ڈھونڈیں، یقیناً یہ ایک عظیم گناہ ہے۔ بحیثیت مسلمان قادر مطلق کی سنت مکافات عمل پر صدق دل سے ایمان لاتے ہوئے ہم چشم تصور سے لوٹے گئے قومی سرمایہ کی واپسی، بیرونی قرضوں اور پرائی محتاجی سے نجات، فوری اور یقینی انصاف کی فراہمی، کڑے اور تیز تر احتساب، معاشرتی ناہمواریوں، بھوک، جہالت، طبقاتی تفریق، قومی نابرابری، پولیس گردی، فروعی تعصبات، فرقہ واریت، نسلی وصوبائی امتیازات، لاقانونیت اور ظلم وجبر کے خاتمہ، آئین وقانون اور انصاف کی عملداری اور سنہرے مستقبل کے لئے ہمیں احتساب بلکہ ''بے لاگ احتساب'' کرنا ہوگا کہ یہی ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ خیانت کے مجرمین نے ان گنت طریقوں سے یہ ملک لوٹا ہے قومی خزانے کو کھوکھلا کر کے قوم کا مستقبل رہن رکھ کر بیرونی قرضہ جات کو 32 ارب ڈالر تک پہنچا کر عوام الناس کی زندگیوں میں زہر گھول کر ہر اخلاقی وقانونی پابندی کو پاؤں تلے روند کر اپنے معاشروں کو جنگلوں میں تبدیل کر کے وہاں کے ہر ادارے اور ہر سسٹم کو ناکارہ بنا کر معاشرہ کے یہ مجرمین خود ترقی یافتہ ممالک میں آرام دہ مکانات میں پرتعیش زندگی گزارنے کا پروگرام اور حوصلہ رکھتے ہیں۔

ایسے مجرمین کو بے رحم اور بے لاگ احتساب کے کٹہرے میں لا کھڑا کرنا خدا کی اس زمین

پر سب سے بڑا انصاف اور عدل ہے۔

آج جب تاریخ موڑ کاٹ رہی ہے۔ وقت کروٹ بدل رہا ہے۔ لمحے سانس روکے کھڑے ہیں۔ ایک پوری صدی امکانات سے سجی دلہن کی طرح ہمارے سامنے کھڑی ہے ایک ہزاریہ اپنے دامن میں بے شمار نعمتیں، قوتیں، صلاحیتیں اور مواقع لے کر ہمارے در پر دستک دے رہا ہے۔ بیسویں صدی کے دوسرے نصف ۵۲ سال چیخ چیخ کر ہمیں غلط کاریوں، بے ایمانیوں، لوٹ کھسوٹ، نابالغ قومی وسیاسی فیصلوں اور غلطیوں کا احساس دلا رہے ہیں۔ پہلے ہزاریئے کے آخر اور دوسرے ہزاریئے کے اوائل میں مسلمان اگر میڈیکل، جراحت، فلکیات، ریاضی، بحریہ اور عدلیہ میں پیش پیش تھے تو پھر پیچھے کیوں رہ گئے؟!

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند　　گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

آج ہم میں سے ہر ایک کو ان سوالوں کا جواب دینا ہوگا۔ ایک عام آدمی سے لے کر ملک کے چیف ایگزیکٹو کو یہ جواب دینا ہے۔ تاریخ کے اس موڑ پر بے پایاں وقت کے اس لمحے پر جنرل پرویز مشرف اس خطہ کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں جس کا تمدنی پس منظر آٹھ ہزار سال تک پھیلا ہوا ہے۔ جس کو لازوال مذہبی اور روحانی زندگی پندرہ سو سال سے میسر ہے اور جس کو علاقائی وحدت ملے باون سال گزرے ہیں۔

یہ وقت ہمارے لئے بے حد اہم ہے، ہمیں مختصر عرصہ میں کئی برسوں بلکہ کئی صدیوں کا سفر کرنا ہے۔ رکنے تماشا کرنے اور آزمائش کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ اب بہت جلد ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔

یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو جب اکیسویں صدی کا آغاز ہو تو ہم اقوام عالم کی صف میں عزت، وقار اور عزم کے ساتھ کھڑے ہوں۔ ہم میں کوئی چور، کوئی ڈیفالٹر، کوئی بدعنوان اور کوئی کرپٹ فرد ایسا نہ ہو جو بے لاگ احتساب کی زد اور شکنجے سے بچا ہوا ہو۔

ہم ہمت کریں گے تو اللہ یقیناً ہماری مدد کرے گا۔ پاکستانی قوم اپنی حالت کے بدلنے کا خیال کرے گی اللہ تعالیٰ ہماری حالت ضرور بدلے گا۔

اس لئے بھی جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو نجات دینا چاہتا ہے تو وہ کسی بکری چرانے والے کو بھی پیغمبر بنا بھیجتا ہے جو انہیں نجات دلائے۔

السعی منا والاتمام من اللہ۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱- صحیح مسلم بشرح النووی، جلد دوم، ص ۲۲۔ سنن نسائی بشرح سیوطی: ۱۱۱/۸۔ مسند احمد بن حنبل: ۳/۰۰

۲- فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد دوم، ص ٦٦

۳- فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۲۸، ص ٦١

۴- الاحکام السلطانیہ الماوردی، ص ۲۴۰، طبع قاہرہ

۵- احیاء العلوم، جلد دوم، ص ۳۱۲، طبع بیروت

۶- مقدمہ ابن خلدون، ۱۸۸

۷- ادب القاضی، ص ٦٩۷، ڈاکٹر محمود احمد غازی مدظلہ العالی

۸- المبسوط للسرخسی، ج ١٦، ص ١٠٩

۹- المبسوط للسرخسی، ج ١٦، ص ٧٦

۱۰- مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۸۷، جلد دوم ص ۲۰۵، ج ۵ ص ۲٦

۱۱- الاستیعاب ابن عبد البر، نمبر ۱۰۰۱

۱۲- ترمذی: ۳/۱۳۔ ابو داود کتاب الاقضیہ: ۱۱/۲۳

۱۳- مسلم: ۱۷/۳۰، من عمل ...... الخ۔ ابود داود: ۵/۲۳

۱۴- الوثائق السیاسیہ، ڈاکٹر حمید اللہ، ص ١٦٥۔ تفسیر طبری میں ماجئی من الربٰی کے تحت

۱۵- مسلم: ۱۷/۳۰، من عمل...... الخ، ابو داود: ۵/۲۳

۱۶- ابن ہشام، ص ۴۴۴، ابن الاثیر، ص ۱۴۱، ج ۲

۱۷- طبقات ابن سعد: ۲/۱، ص ۹۷، کتاب الخراج ابی یوسف

۱۸- ولاۃ المصر للکندی، ص ۳۵۷-۳۵٦

۱۹- مسند احمد بن حنبلؒ، ج ۲، ۵۰

۲۰- سنن نسائی بشرح السیوطی، الرحمٰن فی الوزن، جلد ۷، ص ۲۷۴

۲۱- صحیح البخاری بحاشیۃ السندی، جلد ۲، ص ١٦

Marfat.com

۲۲- سنن نسائی، جلد ۷ ص ۲۸۴

۲۳- ادب القاضی، ص ۲۷۱، بحوالہ الترتیب الادبیۃ، جلد ۱، ص ۱۹۶۹

۲۴- الاستیعاب، جلد ۸، ص ۲۵۵

۲۵- ادب القاضی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص ۶۱ ۷

۲۶- الاستیعاب، جلد ۳، ص ۴۵

۲۷- محمد رواس قلعجی، موسوعۃ فقہ عمر، ص ۱۵۷، طبع بیروت، ۱۹۸۱ء

۲۸- الاستیعاب، جلد ۳، ص ۴۵، اور مولانا تقی امینی: حالات وزمانہ کی رعایت

۲۹- ابن تیمیہ، الطرق الحکمیۃ، ۲، القاہرہ، ۱۹۵۳ء

۳۰- السنن الکبریٰ، جلد دوم ص ۱۵۷

۳۱- محمد رواس قلعجی، موسوعۃ فقہ عمر، ص ۱۸۷

۳۲- فتوح البلدان، بحوالہ البلاغ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ، ص ۱۸

۳۳- محمد رواس قلعجی، موسوعۃ فقہ عمر، ص ۱۱۲

۳۴- قاضی ابو یوسفؒ، کتاب الخراج، ص ۱۲۶ تا ۱۲۵، فی تقبیل السواد

۳۵- ''قدیم مسلمانوں کا بے لاگ احتساب اور حکمرانوں کے فیصلے'' از سید عبد الصبور طارق، البدر پبلی کیشنز، لاہور۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق خان
میرپور آزاد جموں وکشمیر

احتساب دراصل امر بالمعروف نہی عن المنکر کی ایک جز ہے۔ چنانچہ امام غزالیؒ احتساب کا ذکر ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کے تحت ہی کیا ہے، معروف کا حکم اور منکر کی نہی نص قطعی کی رو سے مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس کا باضابطہ طور ادارتی اہتمام (Institutionalization) امت مسلمہ پر قرآن مجید کے الفاظ میں واجب قرار دیا گیا ہے:

﴿ولتکن منکم امة یدعون الٰی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر﴾(۱)

(اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں)۔

سید نعیم الدین مراد آبادی کے مطابق ''اس آیت سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرضیت اور اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے''(۲)۔

نیکی کے فروغ اور برائی کے استیصال کے لئے اصحاب امر اور اہل دانش کی جانب سے ہمہ وقت جدوجہد جاری رہنی چاہیئے۔ بصورت دیگر امام غزالیؒ کے مطابق ''خاص بندے جب برا کام دیکھیں منع کرنے کی طاقت کے باوجود منع نہ کریں تو پھر معاملہ دگرگوں ہوجاتا ہے''(۳)۔ آپ لکھتے ہیں کہ شہداء بروئے حدیث وہ شخص افضل ہے ''جو جابر بادشاہ کا احتساب کرے اور اس سے باز پرس کرے جس پر بادشاہ ا

Marfat.com

قتل کرادے''(۴)۔

''احتساب کی شرائط'' کے زیر عنوان امام صاحب نے احتساب کے چار رکن بیان کئے ہیں:

۱) محتسب، ۲) جس کا احتساب ہو، ۳) جس معاملہ میں احتساب کیا جائے، ۴) احتساب کی کیفیت۔ آپ نے محتسب کی دینداری اور صلاحیت کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف کے مذاکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کا مؤقف یہ ہے کہ وہ اس وقت تک کسی کا احتساب نہیں کرسکتا جب تک اپنے آپ کو پاک نہ کرلے۔ آپ نے فرمایا کہ ''یہ بات اسے شیطان نے سمجھائی ہے تاکہ احتساب کا دروازہ بند ہوجائے''(۵)۔ احتساب کا ایک طریقہ دعوت وتبلیغ ہے۔ اس طریقہ کے تحت سرگرم مبلغین کو چاہیئے وہ خود عامل ہوں بصورت دیگر دوسروں کو نصیحت اور خود میاں فصیحت والوں کو آخرت میں شدید عذاب ہوگا۔ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے بے عمل واعظوں کے بارہ میں بتایا گیا کہ ان کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جانے کا سبب یہ ہے کہ ''وہ لوگ ہیں کہ نیکی کا حکم تو کرتے تھے لیکن اپنا عمل نہ تھا۔ بری باتوں سے روکتے تھے لیکن خود نہ کرتے''(۶)۔

احتساب کا دوسرا طریقہ یہ ہے بزور طاقت برائی کو روکا جائے۔ بروئے حدیث منکرات کو روکنے لئے طاقت کا استعمال کرنا چاہیئے۔ ''من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ''(۷)۔ اگر اس کی استعداد نہ ہوتو زبان سے روکے اور آخری درجہ یہ ہے کہ دل میں برا سمجھے۔ ابوبکر جصاص حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''ان انکار المنکر علی ھذہ الوجوہ الثلاثۃ''(۸) یعنی ہاتھ، زبان سے اور دل میں برا سمجھنے سے۔

امام غزالی نے احتساب کے آٹھ درجے بیان کئے ہیں(۹): ۱- احتساب کا جاننا۔ ۲- برائی سے مطلع کرنا۔ ۳- نصیحت کرنا۔ ۴- سخت بات سے زجر کرنا۔ ۵- ہاتھ سے اصلاح کرنا ۶- زخمی کرنے کی دھمکی دینا۔ ۷- مارنا۔ ہتھیار کھینچنا اور مددگاروں کو بلانا۔

امام صاحب لکھتے ہیں ''محتسب میں تین باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ علم، زہد اور حسن اخلاق''(۱۰)۔ محتسب میں تین اوصاف لازماً ہونے چاہئیں: نماز، صبر اور عفو واعراض۔ 'امر بالمعروف ونہی عن المنکر' کی حکمت عملی سے عمل احتساب مبنی بر اخلاص ہوتو اس کی نتیجہ خیزی یقینی ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری رقمطراز ہیں: ''من اھم شروط الامر بالمعروف والنھی عن

Marfat.com

المنکر ان یکون صاحبہ مخلصا فی فعلہ''(۱۱)۔

عمل احتساب اور دعوت وتبلیغ کے آداب واضح کرتے ہوئے نظام الدین نیشاپوری رقمطراز ہیں: ''کان ذلک ایمانا واحتسابا لا سمعة ولا ریاء ولا الغرض من الاغراض النفسانیة والجسمانیة وذلک ان ھذہ الدعوة منصب النبی وخلفاء الراشدین بعدہ''(۱۲)۔

افراد اور اقوام کی زندگی کا انحصار اس پر ہے کہ ان میں نظام احتساب موجود ہو اور باہم سرگرمی جاری رہے کہ افراد ایمان واطاعت کے دائرہ میں آتے رہیں۔ امام رازی لکھتے ہیں''... ثم امرھم بالسعی فی القاء الخیر فی الایمان والطاعة''(۱۳)۔ احتساب اور دعوت وتبلیغ کے بارے میں علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: ''امرھم سبحانہ بتکمیل الغیر اثر امرھم بتکمیل النفس لیکونوا ھادین مھدیین علی ضدھم فان ما قص اللہ تعالی من حالھم فیما سبق یدل علی انھم ضالون مضلون''(۱۴)۔ (اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی ذات کی تکمیل حکم دینے کے بعد دوسروں کی تکمیل کا حکم دیا ہے تاکہ وہ اپنے دشمنوں کے برعکس ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ دوسروں کی ہدایت کرنے والے بھی ہوجائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں ان کا جو حال بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں)۔ علامہ آلوسی کا انداز فکر بہت اہم اور فکر انگیز ہے کہ جس قوم میں احتساب اور اصلاح باہم کا نظام رائج ہو وہ راہ راست پر رہتی ہے۔ اس کے برعکس جن اقوام میں یہ نظام مفقود ہوجاتا ہے وہ تباہ ہو کر عبرت کی علامت بن جایا کرتی ہیں۔

فعلِ خیرات:

سماج کی اصلاح وفلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے باہم احتساب اور احوال وحالات کی بہتری کا جامع پیکج انسانیت کو انبیائے کرام کے توسط سے عطا فرمایا ہے۔ احتساب اور 'خیرات' کا یہ عمل انسانی تاریخ میں باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ جاری وساری رہا ہے۔ یہی تاریخی تسلسل ہے اور اسی کی وجہ سے انسانیت کو حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے احتساب وخیرات کے لئے دعوت عمل کے مذاکرے میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وجعلنٰهم ائمة يهدن بامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة وكانوا لنا عابدين﴾(۱۵)

(ہم نے ان کو امام بنایا۔ وہ ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرتے تھے۔
اور ہم نے انہیں کی، خیرات کرنے کی، اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی،
اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے)۔

شریعت کی حیثیت کل کی ہے جس کا ایک جزو احتساب ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ بغوی رقمطراز ہیں: ''واوحينا اليهم فعل الخيرات يعنى العمل بالشرائع''(۱۶) (اور ہم نے ان کی طرف اعمال کی وحی کی یعنی شریعتوں پر عمل کا حکم دیا)۔ قاضی بیضاوی کے مطابق ''الدعاء الى الخير يعم الدعاء الى ما فيه صلاح دينى اور دنيوى''(۱۷) (دعوت الی الخیر عام ہے اس کا مطلب ان تمام چیزوں کی طرف دعوت دینا جن میں دین ودنیا کی صلاح ہے)۔ احتساب کے فروغ اور نیکی کی دعوت اور برائی سے روکنے کے لئے ایک مستقل تنظیم کی اہمیت واضح کرنے کے بعد طبری نے لکھا ہے''... شراعة التى شرعها الله لعباده''(۱۸) (خیر کا مطلب ہے اسلام اور اس کی شریعت، جسے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے جاری کیا ہے)۔

احتساب اور دعوت وتبلیغ کا عمل امت کی فلاح وبقا کے لئے اشد ضروری ہے۔ اس کے لئے جامع انتظامات درکار ہیں۔ سید جلال الدین عمری کے مطابق 'اس دعوت کا حق اس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اس کے لئے وقف نہ ہوجائے اور اپنی تمام قوتیں دنیا میں اسے قائم کرنے کے لئے صرف نہ کردے'(۱۹)۔

احتساب اور معروف کی ترغیب اور منکر سے بچنے کا معاملہ گزشتہ امم پر بھی واجب تھا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں''ان الامر بالمعروف والنهى عن المنكر كان واجبا فى الامم المتقدمية وهو فائدة الرسالة وخلافة النبوة''(۲۰)۔ (معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا گذشتہ امتوں پر واجب تھا۔ یہی رسالت کا فائدہ اور یہی نبوت کی جانشینی ہے)۔ علامہ رشید رضا رقمطراز ہیں 'قد جرت سنة الانبياء والمرسلين والسلف الصالحين على الدعوة الى الخير والامر بالمعروف والنهى عن المنكر وان

Marfat.com

کان محفوفا بالمکارہ والمغارون''(۲۱) (انبیاء ومرسلین اور سلف صالحین کی یہ سنت رہی ہے کہ انہوں نے خیر کی دعوت دی، معروف کا حکم دیا اور منکر سے منع کیا۔ اگرچہ یہ کام مشقتوں اور تکالیف سے لبریز ہے)۔

امت مسلمہ کو دیگر اقوام کے مقابلہ میں یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ اس کے پاس خود احتسابی اور معروف کے حکم اور منکر کی نہی کا نصب العین موجود ہے۔ اس امت کی اس خصوصیت کا ذکر قرآن مجید میں واضح کیا گیا ہے ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ﴾ (۲۲) (تم بہترین امت ہو جسے لوگوں (کی ہدایت) کے لئے نکالا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)۔ نوع انسانی کو راہ راست کی جانب متوجہ کرنا اور شر سے روکنا احتساب کا جامع شیڈول ہے جو امت مسلمہ پیش کرتی ہے۔ اسی وجہ سے عظمت حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ صاوی لکھتے ہیں ''ھذہ الامة لھا شبہ بالانبیاء من حیث انھا متھدیة فی نفسھا وھادیة لغیرھا''(۲۳)۔ (اس امت کو انبیاء سے یک گونہ مشابہت ہے۔ اس طرح کہ وہ خود بھی راہ راست پر ہے اور دوسروں کو بھی راہ دکھاتی ہے)۔ امت مسلمہ کو جو امتیاز حاصل ہے وہ خیر کا یہی وصف ہے۔ امام رازیؒ کے الفاظ میں ''پس واجب ہوا کہ یہی عبادات خیر کے اس وصف کی علت ہیں''(۲۴)۔

تکمیل نفس اور تکمیل غیر:

تکمیل نفس کا مرحلہ طے کر کے تکمیل غیر کے مرحلہ کیلئے سعی کرنا امت مسلمہ امتیازی وصف ہے۔ یہ احتساب کی ایسی بہترین حکمت عملی ہے جو غیر مسلموں میں مفقود ہے۔ اس خصوصی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے ابوحیان اندلسی رقمطراز ہیں:

> ''لما کملوا فی انفسھم سعوا فی تکمیل غیرہ بھذین الوصفین''(۲۵)
>
> (جب وہ اپنی ذات میں مکمل ہو چکے تو 'امر بالمعروف ونہی عن المنکر' کے اوصاف کے ذریعہ انہوں نے دوسروں کی تکمیل کی کوشش کی)۔

اصلاح ذات کے بعد دوسروں کی اصلاح وفلاح کے لئے جد وجہد اسلامی معاشرہ میں

Marfat.com

احتساب عمل کا تقاضا ہے۔ یہ انبیاء کا طریقہ ہے جس پر گامزن ہو کر ہی احتساب کے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ امام رازی لکھتے ہیں "اذا کملت نفسک بعبادة الله فکمل غیرک فان شغل الانبیاء وورثتهم من العلماء هو ان یکملوا فی انفسهم ویکملوا غیرهم" (۲۶) (خدا کی عبادت کے ذریعہ جب تم اپنی ذات کی تکمیل کر چکو تو دوسروں کی بھی تکمیل کراؤ۔ کیونکہ انبیاء اوران کے وارث علماء کا یہ کام رہا ہے کہ وہ اپنی ذات کی تکمیل بھی کرتے ہیں اور دوسروں کی بھی)۔

احتسابی عمل کی بحث میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: "... فقاموا بعبادة الحق ونصح الخلق" (۲۷) (اللہ کی عبادت کے ساتھ مخلوق کی خیر خواہی کا فرض بھی سرانجام دیتے ہیں)۔ تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کے احتسابی عمل کی تکمیل کے نتیجہ میں جو مہذب انسان تشکیل پاتا ہے وہ اپنی ذات کے دائرہ میں گھومتے رہنے کی بجائے دوسرے انسانوں تک اصلاح واحتساب کا دائرہ وسیع کرتا ہے۔ یہی احتسابی عمل کا تکملہ ہے اور یہی منشائے ایزدی ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: "کانه قیل الکاملون فی انفسهم المکملون لغیرهم" (۲۸) (گویا یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی ذات میں کامل ہوتے ہیں اور دوسروں کی تکمیل کرتے ہیں)۔

سیرت طیبہ سے احتساب کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ دوران وعظ ایک شخص آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ انسانوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا "خیر الناس اقراهم واتقاهم وامرهم بالمعروف والهاهم عن المنکر واوصلهم الرحم" (۲۹) (انسانوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو خدا کی کتاب پڑھے، جو ان میں سب سے زیادہ متقی ہو، جو ان میں سب سے زیادہ معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے اور جو سب سے زیادہ صلہ رحمی کرے)۔

سیرت طیبہ اور بے لاگ احتساب:

خود احتسابی کی خاطر آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد الٰہی بیان فرمایا:

﴿یا ایها الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم﴾ (۳۰)

(اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ جو شخص بھی گمراہ ہوگا وہ تم کو کوئی نقصان نہیں

پہنچا سکتا اگر تم راہ راست پر رہو)۔

یہ دراصل وسیع تر احتساب کے لئے ذاتی اصلاح سے اپنے آپ کو اس قابل بنانا (Qualify) کرنا ہے۔ یہ اہم اور بھاری ذمہ داری ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابن جریر طبری نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے الفاظ نقل کئے ہیں (ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ سخت آیت قرآن مجید میں نازل نہیں کی'' (۳۱)۔ صدیق اکبر نے اس موقع پر حدیث بیان کی ''ان الناس اذا رأوا المنکر بینھم فلم ینکروہ یوشک ان یعمھم اللہ بعقابہ'' (۳۲) (جب لوگ اپنے درمیان منکر کو دیکھیں اور اس پر نکیر نہ کریں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پر عذاب نازل کردے)۔ آیت مذکورہ بالا کی روح یہ ہے کہ ذاتی احتساب کرکے دوسروں کے احتساب کے لئے اپنے آپ کو صحیح محتسب بنایا جائے۔ اور حدیث مذکورہ کی رو سے عمل احتساب ونکیر سے منکرات کے استیصال کے لئے سعی کی جائے۔

احتساب کے لئے حکم الٰہی:

بے لاگ احتساب ایک مہم کے طور پر شروع کرنے کے لئے ارشاد الٰہی ہے:

﴿فلو لا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون﴾ (۳۳)

(اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تاکہ دین میں سوجھ بوجھ حاصل کرے اور جب وہ اپنی قوم کے لوگوں کی طرف لوٹے تو انہیں خدا کے عذاب سے ڈرائے شاید کہ وہ اس سے بچیں)۔

قاضی بیضاوی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''لیجعلوا غایۃ سعیھم ومعظم غرضھم من الفقاھۃ ارشاد القوم وانذارھم'' (۳۴) (تاکہ دین کی سوجھ بوجھ حاصل کرنے سے وہ اپنی کوشش کی غایت اور اپنی سب سے بڑی غرض یہ بنائے کہ قوم کو سیدھی راہ دکھائے گی اور خدا کے عذاب سے ڈرائے گی)۔ احتساب کے فروغ اور اجتماعی سطح پر اہتمام کے لئے محتسبین اور مصلحین کے لئے لازم ہے کہ اپنے ذاتی احتساب اور تہذیب نفس (Self Refinery) کے تربیتی مراحل طے کرکے احتسابی مہم (Expedition)

Marfat.com

of accountability) کے لئے سرگرم عمل ہوں۔

وسیع تر احتساب:

وسیع تر احتساب اوراصلاح انسانیت کی ذمہ داری امت مسلمہ کوتفویض کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللہ﴾(۳۵)

(تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ لکھتے ہیں: ''تاتون بهم فی السلاسل فی اعناقهم حتی یدخلوا فی الاسلام''(۳۶) (......انہیں زنجیریں ڈال کر لاتے ہو، یہاں تک کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں)۔ امت مسلمہ کی نشاندہی ہے کہ انسانیت کو احتسابی عمل منکرات کے چنگل میں پھنسنے سے بچا کر حسن اخلاق اور بہترین حکمت عملی کے سلاسل میں جکڑ کر اصلاح وفلاح کے راستہ پر گامزن کردیتی ہے۔ قرآن مجید کی رو سے یہ امت خود احتسابی اور احتساب غیر کا اہتمام کرنے کی وجہ سے سراپا منفعت اور رحمت ہے۔ علامہ صاوی اس بارے میں لکھتے ہیں''ان هذه الامة نفع ورحمة لنفسها وللخلق''(۳۷) (یہ امت اپنے لئے بھی اور خدا کی مخلوق کے لئے سراپا نفع ورحمت ہے)۔

عمل احتساب ایک ڈسپلن کا متقاضی ہے جس کی رو سے درگذر، معروف کی ترویج اور جاہلوں سے اعراض ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجهلین﴾(۳۸)

(درگذر کرو۔ معروف کا حکم دو اور جاہلوں سے اپنا رخ پھیرلو)۔

اس کی تعمیل میں آنحضرت ﷺ نے احتساب، دعوت وتبلیغ اور کردار سازی کی جامع حکمت عملی اختیار فرمائی۔ طبری رقمطراز ہیں''یامر هذا النبی الامی اتباعه بالمعروف وهوالایمان باللہ ولزوم طاعته''(۳۹) (یہ نبی امی

اپنی اتباع کرنے والوں کو معروف کا حکم دیتے ہیں معروف سے مراد اللہ پر ایمان اور اس کی لازمی اطاعت ہے)۔ اس کی مزید وضاحت امام رازی نے جامع انداز میں کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں "مجامع الامر بالمعروف محصورة في قوله عليه الصلوٰة والسلام التعظيم لامر الله والشفعة على خلق الله ذلك لان الموجود اما واجب الوجود"(۴۰) (آپ کے الفاظ "اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم اور اس کی مخلوق پر شفقت" امر بالمعروف کے سارے پہلوؤں پر حاوی ہے)۔ مخلوق عموماً بگڑی تگڑی ہوتی ہے اس لئے ان کے لئے انذار برائے احتساب، حکمت عملی کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے ﴿انما انت منذر ولكل قوم هاد﴾(۴۱) (تم صرف انذار کرنے والے ہو اور ہر قوم میں ایک ہدایت کرنے والا گزرا ہے)۔

حکومت اور احتساب:

باہم احتساب اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ﴿ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءهم البينٰت واولئك لهم عذاب عظيم﴾(۴۲) (ان لوگوں کی مانند مت ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور اپنے پاس آئی ہوئی ہدایت آنے کے بعد بھی اختلاف میں پڑ گئے ان سب کے لئے دردناک عذاب ہے)۔ باہم اختلاف اور اصلاح وفلاح کے لئے قومی اتحاد اور مضبوط اقتدار درکار ہے۔ چنانچہ امام رازی رقمطراز ہیں "انه تعالى لما امر بالمعروف ونهى عن المنكر وذلك مما لا يتم الا اذا كان الامر بالمعروف قادر على تنفيذ هذا التكليف على الظلمة والمتعالين"(۴۳) (اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جو حکم دیا ہے اس کی تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ امر بالمعروف کے فرض کا انجام دینے والا ظالموں اور حد سے بڑھنے والوں کے خلاف اپنا فرض ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو)۔ اگر اہل ایمان کو اقتدار مل جائے تو ان پر لازم ہے کہ وہ ظلم کے خلاف اس کی تنفیذ کرے۔

احتساب کے حوالے سے حکومتی ذمہ داریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں: "اذا كان جماع الدين وجميع الولايات هو امر ونهى فالامر الذى بعث الله به رسوله هو الامر بالمعروف والنهى الذى بعثه به هو النهى عن المنكر وهذا نعت النبى والمؤمنين"(۴۴)

(جب پورا دین اور تمام حکومتی مناصب دراصل 'امرونہی' سے عبارت ہیں تو (یہ اس کا ثبوت ہے کہ) وہ امر جسے دے کر اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے امر بالمعروف ہے اور یہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر نبی اور اہل ایمان کا وصف ہے)۔

محتسب کا دائرہ کار:

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

''اما الحسبة فهي وظيفة دينية من باب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر الذى هو فرض على القائم بامور المسلمين يعين ذٰلک من يراه اهلا له فيتعين فرضه عليه ويتخذ الاعوان على ذک ويبحث عن المنكرات ويؤدب على قردها ويحمل الناس على المصالح العامة في المدينة''(۴۵)۔

(احتساب، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذیل کا ایک دینی فریضہ ہے، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر مسلمانوں کے سربراہ پر فرض ہے۔ وہ اس کام پر کسی ایسے شخص کو جسے وہ اس کے لئے اہل سمجھے گا متعین کرے گا اور اس پر اس فرض کی ادائیگی متعین طور پر لازم ہوجائے گی۔ وہ اس کام کے لئے اپنے بہت سے مددگار رکھے گا، منکرات کے بارے میں چھان بین کرتا رہے گا اور ان پر ان کی مناسب سے تادیب کرے گا اور لوگوں کو بستی کے مصالح عام پر ابھارتا رہے گا)۔

علماء نے احتساب سے متعلق امور کو تین عنوانات کے تحت رکھا ہے: ۱- امت کی دینی واخلاقی اصلاح، ۲-کاروباری معاملات کی نگرانی، ۳-مصالح عام کی نگہداشت۔ عمل احتساب سرکاری سطح پر بھی ہوسکتا ہے اور غیر سرکاری سطح پر افراد بھی احتساب کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔

علامہ ماوردی نے احتساب کے اہم نکات واضح کئے ہیں(۴۶): ۱-محتسب کے لئے

Marfat.com

احتساب فرض عین ہے۔ ۳-محتسب یہ کام ترک کرکے کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوسکتا۔ ۳-منکرات کے انسداد کے لئے محتسب تعاون کا مستحق ہے۔ ۴-محتسب سے امداد طلب کی جائے تو اس پر لازم ہے کہ ضرورت مند کی اعانت کرے۔ ۵- منکرات کے بارے میں چھان بین کرنا محتسب کا فریضہ ہے۔ ۶-محتسب اپنے معاونین مقرر کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ ۷- عدالتی دائرہ سے باہر منکرات پر تعزیر محتسب کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ ۸-محتسب سرکاری خزانہ سے تنخواہ کا استحقاق رکھتا ہے۔ ۹-عرف اور مصالح عامہ کے امور میں محتسب اجتہاد کرسکتا ہے۔

حکمران کے احتساب کا معاملہ:

بادی النظر میں اسلامی ریاست کے حکمران کا کردار بہت اچھا ہونا چاہیئے۔ معروف ومنکر کے معاملہ میں دوسروں کی بہ نسبت اسے محتاط ہونا چاہیئے۔ لیکن بشری تقاضوں اور کمزوریوں کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ حکمران میں بھی عیوب موجود ہوں۔ عوام کا استحقاق تو ہے کہ وہ بھی اپنے حکمرانوں پر نظر رکھیں اور ان کا احتساب کریں لیکن اس معاملہ میں شائستگی برقرار رہنی چاہیئے۔ اس بارے میں احادیث سے روشنی ملتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف ہے"مَن اکرمَ سلطان اللہ فی الدنیا اکرمه اللہ یوم القیامة ومن اھان سلطان اللہ فی الدنیا اھانه اللہ یوم القیامة"(۴۷) (اللہ تعالیٰ نے جسے دنیا میں حاکم بنایا ہے جو اس کی عزت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی عزت کرے (اس کے برعکس) جسے اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا اسے جو کوئی ذلیل کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے ذلیل کرے گا)۔

اگر حکمران طبقہ فسق وفجور میں ملوث ہو اس صورت میں پوری حکمت کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا تقاضا پورا کرتے ہوئے اصلاح احوال کے لئے سنجیدہ کوشش ہونی چاہیئے۔ اس موضوع پر امام غزالی نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ آپ لکھتے: "اگر حاکم اپنی بے علمی اور ناواقفیت کی بناء پر منکر کا ارتکاب کرے تو رعایا اس کی ناواقفیت دور کرے گی" (۴۸)۔ اس میں مرکزی کردار بہر حال مصلحین اور صلحائے امت کو ہی ادا کرنا ہوگا۔

حکمران کے احتساب پر احادیث کی رو سے دلالت ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

Marfat.com

''افضل الجهاد کلمة عدل عند سلطان جابر ''(۴۹)۔

(سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد، ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کا کلمہ ہے)۔

قرآن مجید میں اہل ایمان کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور [امر] بالمعروف ونہی عن المنکر کا التزام کرتے ہیں لقولہ تعالیٰ:

﴿ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰة واٰتوا الزکوٰة وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبة الامور﴾(۵۰)۔

(اگر ان کو زمین میں اقتدار عطا کیا جائے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور امور کا انجام اللہ کے پاس ہی ہے)۔

[ا]س آیت کے بارے میں عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں ''الا انھا لیست علی الوالی وحدہ ولکنھا علی الوالی والمولی علیہ''(۵۱) (سن لو! یہ صرف حاکم ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ حاکم اور محکوم دونوں کے لئے ہے)۔ قرآن وحدیث سے مترشح ہوتا ہے کہ راعی اور رعایا کے مابین باہم احتساب ہونا چاہئیے۔ یہ صالح معاشرہ کی تشکیل وتقویم کی محکم بنیاد ہے۔

احتساب کے بارے میں جامع رائے:

امام غزالی نے قرآن وحدیث کی روشنی میں نظام احتساب کے لئے جامع نظریہ پیش کیا ہے۔ اس کا خاکہ ذیل میں ہے:

- علم، دیانت اور تقویٰ کی کمی ہو تو احتساب سے گریز کرنا چاہئیے۔ چونکہ ''فیؤدی ذلک الی وجوہ من الخلل''(۵۲) (یہ چیز بہت سی خرابیوں کا سبب بن جاتی ہے)۔
- احتساب کے لئے حکومت کی جانب سے اذن کی شرط نہیں ''التفویض من الامام لا اصل لہ''(۵۳) (یہ ذمہ داری، امام (حکمران) کی جانب سے سونپی جانے اس کی کوئی اصل

Marfat.com

نہیں ہے (یعنی بے دلیل خیال ہے)۔

○ فرد کی سطح پر احتساب لازما ہونا چاہئیے لیکن احتساب کرنے والے کے پیش نظر واضح امو ہونے چاہئیں۔ امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ''العامی ینبغی له ان لا یحتسب ا فی الجلیات المعلومة''(۵۴)۔ (عام آدمی کو صرف ان امور میں احتساب کرنا چاہئے جو بہت ہی واضح اور معلوم ہیں)۔

○ قرآن وحدیث کی رو سے احتساب ایک واجب کا درجہ رکھتا ہے امام صاحب لکھتے ہیں ''قد دلت العمومات علی تاکد وجود الحسبة وعظم الخطر فی السکو عنها''(۵۵)۔ (قرآن وحدیث کے الفاظ کا عموم بتاتا ہے کہ احتساب کا وجوب مؤ ہے اور اس سے سکوت میں بڑا خطرہ ہے)۔

○ دین کے برملا اظہار اور شریعت کی ترویج، تعلیم اور تبلیغ کی خاطر احتساب ہونا چاہئیے ا صاحب لکھتے ہیں: ''... ولکن تستحب لاظهار شعائر الاسلام وتذکیر النّاس با الدین''(۵۶) (البتہ شعائر اسلام کے اظہار اور لوگوں کو امور دین کی تذکیر کی غرض سے مستحب اور پسندیدہ ہے)۔

○ محتسب کو خوف وضرر کا خطرہ لاحق نہ ہو تو گویا اسے 'قدرت مطلقہ' حاصل ہے اس صور میں احتساب لازم ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں ''ان یعلم ان المنکر یزول بقوله وفع ولا یقدر له علی مکروہ فیجب علیه الانکار وهذه هی القد المطلقة''(۵۷)۔ (اگر احتساب کرنے والا یہ جانتا ہو کہ اس کے کہنے یا اقدام کر سے منکر زائل ہوجائے گا اور اس کے نتیجہ میں اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی تو 'نہی المنکر' اس کے لئے واجب ہے اور یہ قدرت مطلقہ ہے)۔

○ بدعت پر احتساب کے بارے میں امام موصوف لکھتے ہیں ''البدع کلها ینبغی ان تح ابوابها وتنکر علی المبتدعین بدعهم وان اعتقدوا انها الحق''(۵۸)۔ (بدعتوں کے دروازوں کو بند کرنا اور بدعتیوں کو بدعتوں پر نکیر کرنا چاہئیے خواہ وہ ان کے

Marfat.com

ہونے کا عقیدہ کیوں نہ رکھتے ہوں)۔

لٹریچر اور میڈیا کا احتساب:

افکار، خیالات، عقائد پر پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا اثر انداز ہوتا ہے اور افراد کے طور اطوار اور افعال دور حاضر میں میڈیا کے تابع ہوگئے ہیں۔ دور گزشتہ میں افراد کے افکار واعمال پر کتابوں کا براہ راست یا بالواسطہ اثر ہوتا تھا۔ غیر شرعی یا لادینی کتب افراد کے بگاڑ کا باعث بنتی تھیں۔ ایسی تصانیف کے احتساب کی ضرورت واضح کرتے ہوئے ابن قیم رقمطراز ہیں:

''الکتب المتضمنة لمخالفة السنة غیر ماذون فیھا بل ماذون فی محقھا واتلافھا وما علی الامة اضر منھا'' (۵۸)۔

(ایسی کتابیں جو سنت کی مخالفت پر مشتمل ہوں ان کی اجازت نہیں ہے بلکہ ان کے تلف کرنے، مٹانے کی اجازت ہے۔ کیونکہ امت کے لئے اس سے زیادہ نقصان دہ کوئی چیز نہیں)۔

انسانی ذہن پر منفی اثرات مرتب کرنے والے لٹریچر کے علاوہ آلات کو بھی موصوف قابل تلف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الکتب المشتملة علی الکذب والبدعة یجب اتلافھا واعدامھا وھی اولی بذلک من اتلاف آلات اللھو والمعازف واتلاف آنیة الخمر فان ضررھا اعظم من ھذہ''(۵۹۔

(وہ کتابیں جو جھوٹ اور بدعت پر مشتمل ہوں ان کا تلف کرنا اور مٹانا ضروری ہے۔ وہ اس کی زیادہ مستحق ہیں بمقابلہ لہو ولعب اور گانے بجانے کے آلات اور شراب برتن تلف کئے جانے کے کیونکہ ان کا نقصان سب چیزوں سے زیادہ ہے)۔

ابن قیم جیسے عالم ومحقق کی جانب سے قرآن وحدیث کی روشنی میں احتساب کے لئے حکمت سے لبریز آراء حوالہ اور قابل قبول بنیاد کی حیثیت کی حامل ہیں۔ دور جدید کا منفی لٹریچر اور میڈیا لادین

Marfat.com

کتابوں اور لہو ولعب والے آلات پر قیاس کرتے ہوئے احتساب اور سکریننگ کے پراسس سے گذارنا ضروری ہے۔

احتساب کے دائرے:

علماء، محققین اور مصلحین نے احتساب کا دائرہ اور معاشرہ کے مابین وسیع بنیادوں پر ر کے لئے بہترین آراء اور حکمت عملی پیش کی ہے۔ اگر مختلف سطحوں پر فطری انداز سے احتساب ہوتا رہے تو صالح معاشرہ کی تشکیل ہوجاتی ہے۔ علماء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اور حقوق وفرائض کے حوالہ سے ذیل خاکہ برائے احتساب پیش کیا ہے:

۱- رشتہ داروں کا احتساب۔ ۲- اولاد کا احتساب۔ ۳- والدین کا احتساب۔ ۴- زوجین کا احتساب۔ ۵- راعی ورعایا کا باہمی احتساب۔

قرآن وسنت کی روشنی میں مراتب اور حقوق وفرائض کا لحاظ رکھتے ہوئے معاشرہ احتساب کی ترویج ہوتو معاشرہ ان برائیوں سے پاک ہوسکتا ہے جن کے باعث یہ خوف وغم اور آسمانی آفات ارضی مصائب میں مبتلا ہے۔

دوسروں کا احتساب کرنے والا محتسب ایک نمونہ ہونا چاہئیے اس حیثیت سے انبیائے کرام بطور نمونہ دعوت وتبلیغ اور احتساب اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام کرنے والے تھے۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی اور کامل محتسب آنحضرت ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا پیغام محض زبانی کلامی انداز میں نہیں بلکہ اسے اپنی ذات پر نافذ کرکے انسانیت کو دکھایا اور پہنچایا۔ محتسب کی حیثیت سے آپ ﷺ کا یہ کردار فقید المثال اور بہترین نمونہ ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل الفاروقی نے بہت خوبصورت انداز میں اس کی وضاحت کی ہے:

"Muhammad was not therefore merely the messenger who conveyed the message of his lord verbatim. He concretized, particularized, and specified the divine message. God had prepared him for the task, and his people never knew of a single flaw in his character. Hence it

says in the Quran that Muhammad's conduct stands per excellence as the example for Muslim emulation. Muslim believe that rwo singular merits are therefore by his divine arrangement: verbatim delivery of the message and its concetization in life." (٦٠)

جس کی دعوت دی جائے اس پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا جائے۔ یہ احتساب کے فروغ کا مؤثر اور بہترین طریقہ ہے۔ فرد و معاشرہ کے لئے جامع نظام احتساب پیش کرنے کا نبوی انداز بہترین نمونہ اور مثال ہے۔ محمد حسین ہیکل نے اس فقرہ میں گویا سمند کو کوزے میں بند کر دیا ہے:

"Muhammad's example was the best application of Islamic civilization as elaborated in the QURAN."(٦١)

محتسب کو دیگر خصوصیات کے علاوہ بردباری کا ثبوت بھی مہیا کرنا چاہئیے یہ خصوصیت بھی بدرجہ اتم ذات نبیؐ میں ہی موجود ہے۔ یہودی عالم حضرت زید بن سعنہ نے محض آزمائش کی خاطر قرض کی واپسی کا تقاضا گستاخانہ انداز میں کیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ قرض کی اصل رقم کے علاوہ بیس صاع زائد بھی اسے ادا کردو۔ بیس صاع کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے وضاحتاً کہا کہ حضرت عمرؓ نے گستاخانہ لہجہ کی وجہ سے جو ڈرایا دھمکایا تھا یہ اس کا کفارہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بردباری کا عملی مظاہرہ ملاحظہ کر کے زید نے معاً کہا: ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله''۔ احتساب کا نظام متعارف اور نافذ کرنے والے حکام اور اہلکاران کے لئے حضور اکرم ﷺ کی ذات میں 'بہترین نمونہ' موجود ہے۔

سلسلہ نبوت کی آخری کڑی میں جو شخصیت ہے وہ جملہ پہلوؤں میں 'بہترین نمونہ' ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ کیلک (Dr. Mustafa Kilic) نے اپنے مقالہ "The Holy Prophet (p.b.u.h) As an Ideal person" میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے جامع فقرہ تحریر کیا ہے:

"Muhammad's (p.b.u.h) as a banner of this chain which is becoming more and more magnificent. He is the read banner if this chain confirmed that he had beautiful pattern for men by saying "you have

Marfat.com

indeed as the apostle to God a beautiful pattern (of conduct) and God invited people to select him as an ideal by saying". So take what the apostle assigns to you deny yourselves that which he with holds from you."(٦٢)

آنحضرت ﷺ کے طور اطوار اور اخلاق کے بلند معیار کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے ان الفا[ظ] میں فرمائی ہیں ﴿وانک لعلیٰ خلق عظیم﴾(٦٣) (بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بڑے مرتبہ پر ہیں) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سید نعیم الدین مراد آبادی رقمطراز ہیں: ''جس قدر کمالات امکانات میں ہیں علیٰ وجہ الکمال عطا فرمائے ہر عیب سے ذات عالی صفات کو پاک رکھا''(٦٤)۔

داعی برحق کے نقشۂ حیات کا احتساب اور اس کی Clearance قرآن مجید ان الفاظ م[یں] کرتا ہے ﴿فَقَدْ لبثتُ فیکم عُمُرا من قبله افلا تعقلون﴾(٦٥) (تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک [عمر] گزار چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں؟)۔ نعیم صدیقی رقمطراز ہیں ''خود قریش نے اسے صادق وامین، دانا وحکیم ا[ور] پاک نفس وبلند کردار تسلیم کیا اور بار بار تسلیم کیا''(٦٦)۔

حکام اور اہلکاران حکومت کے مناصب اور اختیارات کے ساتھ افراد ملت کے حقوق واب[ستہ] ہوتے ہیں۔ ان کے معاملات سلجھانا اور حقوق کی ادائیگی کا اہتمام اہلکاران کی منصبی ذمہ داری ہے لقولہ تعالیٰ ﴿[و اذا] حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل﴾(٦٧) (جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے سا[تھ] کرو)۔

ہر مسلمان بالعموم، اور ہر اہلکار بالخصوص، کی حیثیت محتسب کی بھی ہے اور احتساب علیہ بھی۔ اس بارے میں ارشاد نبوی ہے ''الا کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیته، فالامام الذی ع[لی] الناس راعٍ وھو مسئول عن رعیته''(٦٨) (خبردار رہو! تم میں ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت [کے] بارے میں جوابدہ ہے۔ اور مسلمانوں کا سب سے بڑا سردار جو سب پر حکمران ہو، وہ بھی راعی ہے اور اپنی رع[یت] کے بارے میں جوابدہ ہے)۔

نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اہلکاران حکومت کا بے لاگ احتساب ہوگا۔ ا[س]

نبوی ہے "ما من وال یلی رعیته من المسلمین فیموت وھو غاش لھم الا حرم اللہ علیه الجنة" (۶۹) (کوئی حکمران جو مسلمانوں میں سے کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو، اگر اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ اور خیانت کرنے والا تھا تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا)۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ سے فرمایا "انھا امانة وانھا یوم القیامة خزی وندامة الا من اخذ بحقھا الذی علیه فیھا" (۷۰) (حکومت کا منصب ایک امانت ہے، قیامت کے روز وہ رسوائی اور ندامت کا موجب ہوگا سوائے اس شخص کے جو اس کا حق پورے طور پر ادا کرے)۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں "من یکن امیرا فانه من اطول الناس حسابا" (۷۱) (جو شخص حکمران ہو اس کو سب سے زیادہ حساب دینا ہوگا)۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا "من ولی امر امة محمد ﷺ شیئا فلم یقم فیھم بکتاب اللہ فعلیه لعنة اللہ" (۷۲) (جو شخص محمد ﷺ کی امت کے معاملات میں کسی معاملہ کا ذمہ دار بنایا گیا اور پھر اس نے لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق کام نہ کیا اس پر اللہ کی لعنت)۔

احتساب اور عدل کا قاعدہ اس ارشاد نبویؐ میں موجود ہے: "والذی نفس محمد بیدہ لو ان فاطمة بنت محمد فعلت ذلک لقطعت یدھا" (۷۳-۷۴) (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر محمد ﷺ کی اپنی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا)۔ احساس ذمہ داری اور احتساب کا کلیہ حضرت عمرؓ کے اس قول سے بھی واضح ہوتا ہے "لو ھلک حمل من الضان ضیاعا بشاطیء الفرات خشیت ان یسألنی اللہ" (۷۵) (دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی ضائع ہوجائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا)۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں "حق علی الامام ان یحکم بما انزل اللہ وان یؤدی الامانة" (۷۶) (مسلمانوں کے حاکم پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے اور امانت ادا کرے)۔ (حضرت عمرؓ نے فرمایا "میرے لئے اللہ کے مال میں اس کے سوا کچھ حلال نہیں ہے کہ ایک جوڑا کپڑا گرمی کے لئے اور ایک جوڑا جاڑے کے لئے اور قریش کے ایک اوسط آدمی کے برابر اپنے گھر والوں کے لئے لے لوں۔ پھر میں بس ایک آدمی ہوں مسلمانوں میں سے (۷۷)۔

Marfat.com

احتساب کے لئے تعلیم کی ضرورت:

اس حقیقت کے پیش نظر کہ زمانی ومکانی بُعد کے سبب سیرت طیبہ کی ضیاء سے دور حاضر کا انسان محروم ہے۔ اس دور کی اہم ضرورت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلوب کے تصفیہ اور نفوس کے تزکیہ کا باضابطہ طور پر اہتمام کیا جائے۔ اور ان میں احتساب اور احساس ذمہ داری اجاگر کی جائے۔ سیرت طیبہ کا 'اسوہ حسنہ' حاکم ومحکوم، راعی ورعایا، اور ہر خاص وعام کے سامنے رکھا جائے۔

اس نوعیت کی پبلک ایجوکیشن کا اہتمام، یونیورسٹیوں اور محکمہ اوقاف کے باہم اشتراک سے ہوسکتا ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ اوپر سے نیچے تک احتساب کا احساس اجاگر کرنے کے لئے حکام اور اہلکاران حکومت کی تربیت کا بھی انتظام ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

مراجع وحواشی

۱- آل عمران: ۱۰۴، ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، امام احمد رضا خان بریلوی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔

۲- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، سید نعیم الدین مراد آبادی، ص ۱۱۴

۳- کیمیائے سعادت، امام ابو حامد محمد الغزالی (ترجمہ)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، ص ۳۷۴

۴- ایضاً، ص ۳۷۵

۵- ایضاً، ص ۳۷۶

۶- ایضاً، ص ۴۷۶

۷- مسلم، کتاب الایمان

۸- احکام القرآن، ابوبکر جصاص، المطبعۃ البہیۃ، مصر، ۱۳۴۷ھ، ج ۲، ص ۳۶

۹- کیمیائے سعادت، محولہ بالا، ص ۳۸۳

۱۰- ایضاً، ص ۳۸۶

۱۱- المبین المعین الاربعین، ملا علی، علی بن سلطان بن محمد القاری الحنفی، المطبعہ الجمالیہ، مصر، ۱۳۲۰ھ، ص ۱۹۳

۱۲- غرائب القرآن ورغائب الفرقان، نظام الدین الحسن، ج ۴، س ن، ص ۳۱

۱۳- مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، فخر الدین محمد الرازی، المطبعہ العامرہ الشرفیہ، مصر، ج ۳، ص ۱۹

۱۴- روح المعانی، شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی، ادارہ الطباعہ المنیریہ، مصر، جز ۴، ص ۲۰

۱۵- انبیاء: ۷۳

۱۶- معالم التنزیل، محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی (الخازن)، المطبوع علی ہامش، ج ۴، ص ۲۴۵

۱۷- انوار التنزیل واسرار التاویل، القاضی ناصر الدین بیضاوی، مطبع احمدی دہلی، ۱۲۶۸ھ

۱۸- جامع البیان فی تفسیر القرآن، ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، المطبعہ المنیریہ، مصر ۱۳۲۱ھ، ج ۴، ص ۲۴

۱۹- معروف ومنکر، سید جلال الدین عمری، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۲۹

۲۰- الجامع لاحکام القرآن، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری الاندلسی القرطبی، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۳۵۳ھ، ص ۴۷

Marfat.com

۲۱- تفسیر القرآن الحکیم (المنار)، السید محمد رشید رضا، دار المنار مصر، ۱۳۶۵ھ، ج ۴، ص ۳۲

۲۲- آل عمران: ۱۱۰

۲۳- حاشیہ الصاوی علی تفسیر الجلالین، الشیخ احمد الصاوی، المطبعہ الازہریہ، مصر، ۱۳۴۷ھ، ص ۱۵۳

۲۴- مفاتیح الغیب، محولہ بالا، ص ۲۷

۲۵- البحر المحیط، بشیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف علی الاندلسی، مطبعہ السعادۃ، مصر ۱۳۲۰ھ، ص ۲۶

۲۶- مفاتیح الغیب، محولہ بالا، ج ۶، ص ۵۷۸

۲۷- تفسیر ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن کثیر، مطبعہ مصطفیٰ محمد، مصر، ۱۳۵۶ھ، ج ۴، ص ۵۲۳

۲۸- روح المعانی، جز ۱۱، ص ۳۲

۲۹- مسند احمد، ج ۶

۳۰- المائدہ: ۱۰۵

۳۱- جامع البیان فی تفسیر القرآن، محولہ بالا، جزء ۷، ص ۶۰

۳۲- مسند احمد

۳۳- التوبۃ: ۱۲۲

۳۴- انوار التنزیل واسرار التاویل، محولہ بالا، ص

۳۵- آل عمران:

۳۶- بخاری، کتاب التفسیر، باب کنتم خیر امۃ اخرجت للناس

۳۷- حاشیہ الصاوی علی تفسیر الجلالین، محولہ بالا، ج ۱، ص ۱۵۳

۳۸- الاعراف: ۱۹۹

۳۹- جامع البیان فی تفسیر القرآن، محولہ بالا، جزء ۹، ص ۵۳

۴۰- مفاتیح الغیب، محولہ بالا، ج ۴، ص ۳۱۰

۴۱- الرعد: ۷

۴۲- آل عمران: ۱۰۵

۴۳- مفاتیح الغیب، محولہ بالا، ج ۳، ص ۲۱

۴۴- الحسبۃ فی الاسلام، تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ الحرانی، المطبعہ الحسینیہ، مصر (شائع کردہ رسائل میں شامل ہے) ۱۳۲۳ھ، ص ۳۷

۴۵- مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون الحضرمی، مطبعہ مصطفیٰ محمد مصر، س ن، ص ۳۲۵

۴۶- الاحکام السلطانیة والولایات الدینیة، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب المصری، البغدادی الماوردی، المکتبہ المحمودیہ مصر

۴۷- مسند احمد، ج ۵، ص ۴۹

۴۸- احیاء علوم الدین، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (ترجمہ)، دار الکتب العربیہ الکبری، مصر، ۱۳۳۴ھ، ج ۲، ص ۲۹۰

۴۹- ابو داود، کتاب الملاحم، باب الامر والنہی

۵۰- الحج: ۴۱

۵۱- تفسیر ابن کثیر، محولہ بالا، ج ۳، ص ۲۳۶

۵۲- احیاء العلوم، محولہ بالا، ص ۲۸۱

۵۳- ایضاً، ص ۲۷۶

۵۴- ایضاً، ص ۲۸۱

۵۵- ایضاً، ص ۲۸۴

۵۶- ایضاً، ص ۲۸۰

۵۷- ایضاً، ص ۲۸۰

۵۸- الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیۃ، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر، المعروف ابن قیم الجوزیہ، مطبعہ الآداب، مصر، ۱۳۱۷ھ، ص ۲۵۴

۵۹- ایضاً، ص ۲

۶۰- Islam" Ismail, R. AL Faruqi, International Graphics Brentwood Maryland (International Standard Book

Marfat.com

No. 0-89505-022-6) USA, P.37

۶۱- The Life of Muhammad" Muhammad Husayn Haykal, North American trust publication, (International Standard Book No. 0-89259-002-5) P.552

۶۲- Universality of the Holy Prophet's Message" International Seerat Conference, 12-13 Rabi-ul-Awwal, 1406 A.H, Ministry of Religions Affairs, Government of Pakistan, p.141

۶۳- القلم:۴

۶۴- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۰۱۵

۶۵- یونس:۱۶

۶۶- محسن انسانیت، نعیم صدیقی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۲۷

۶۷- النساء:۵۸

۶۸- بخاری، کتاب الاحکام، باب ا۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب ۵

۶۹- مسلم، کتاب الامارۃ، باب ۵

۷۰- کنز العمال، شیخ علی المتقی، طبع دائرہ المعارف حیدر آباد، ۱۹۵۵ء، ج ۶، ۶۸

۷۱- ایضاً، ح ۷۸

۷۲- ایضاً، ح ۵

۷۳- کتاب الخراج، امام ابو یوسف، المطبعۃ السلفیہ، مصر، ۱۳۵۲ھ، ص ۱۱۵

۷۴- بخاری، کتاب الحدود، ابواب ۱۱، ۱۲

۷۵- کنز العمال، محولہ بالا، ج ۱۲

۷۶- ایضاً، ج ۵، ح ۱

۷۷- البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ج ۷، ص ۱۳۴

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

افضل الدین- چترال

حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی رسالت کی بابرکت سلسلہ کی آخری کڑی تھی۔ آپ ﷺ کی رسالت زمانی، مکانی، لسانی اور نسلی قیود سے ماوراء اور ہمہ گیر تھی اس لئے آپ ﷺ کی ذات گرامی میں بحیثیت خاتم الرسل جامعیت اور کاملیت کی امتیازی صفات بدرجہ اتم رکھ دی گئیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کو پوری انسانیت کے لئے گنجینۂ رشد وہدایت بنایا گیا۔ جس میں حیات انسانی کی مادی وروحانی، انفرادی واجتماعی، دنیوی واخروی تمام شعبوں کی اصلاح وتعمیر کے متعلق جامع رہنمائی موجود تھی۔ اگرچہ آپ ﷺ زندگی کے ہمہ جہتی شعبوں میں مثالی کردار کا حسین پیکر اور ہدایت کا منارۂ نور بن کے چمکے تاہم آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مندرجہ ذیل تین شعبے زیادہ اہم اور درخشندہ ہیں:

۱- بحیثیت شہری (قبل از نبوت):

آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا پہلا دور چالیس سال کی عمر کا زمانہ، جب کہ آپ نبوت کے نعمت عظمیٰ سے سرفراز نہیں ہوئے تھے اس دور میں آپ ﷺ نے بحیثیت شہری معاشرے میں زندگی گزاری اور اپنے کردار سے اخلاق حسنہ کی ایسی رفعتوں پر پہنچے جہاں کسی سیاسی مفکر یا فلسفی کی پرواز تخیل بھی ایک مثالی شہری کے اوصاف گنواتے ہوئے رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔ زندگی کے اس عہد اور شعبے میں آپ ہمدردی، خدمت خلق، انسان دوستی، صداقت، امانت ودیانت، ایفائے عہد اور ایثار جیسی صفات میں مرتبہ فضیلت پر فائز تھے۔

۲- بحیثیت انقلابی رہنما (بعثت تا ہجرت):

نبوت سے سرفراز کئے جانے کے بعد آپ ﷺ کو انسانیت کی فکری، اخلاقی، مذہبی، معاشرتی اور سیاسی اصلاح کا عظیم فریضہ سونپ دیا گیا۔ اپنی حیات مبارکہ کے مکی دور میں آپ ﷺ جس دعوت و پیغام کو لے کر اٹھے وہ محض تحریک کے مرحلہ میں تھی اس کے عملی نفاذ کا موقع نہیں آیا تھا۔ اس عہد میں آپ ﷺ ایک مصلح اور انقلابی رہنما کے کردار میں نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کی تحریک کو دبانے اور ناکام بنانے کے لئے عصری اسلوب کے تمام تر حربے استعمال کئے گئے۔ تشدد، جان سے مارنے کی دھمکی، دولت واقتدار کا لالچ، اصولوں پر سودا بازی، پروپیگنڈے کی سرد جنگ، معاشی اور معاشرتی پابندیاں الغرض تمام انداز وطریقے اپنائے گئے مگر آپ ﷺ نے ان تمام آزمائشی حالات کا عزم وہمت اور صبر واستقلال سے مقابلہ کیا اور اپنے مشن کو جاری رکھا۔ بحیثیت مصلح وانقلابی رہنما رفعت مقصد، منزل سے لگاؤ اور نصب العین کے حصول کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کا جذبہ آپ ﷺ کی سیرت کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

۳- بحیثیت سربراہ مملکت (بعد از ہجرت تا وصال):

ہجرت مدینہ کے بعد آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کفار قریش کے مظالم سے نجات حاصل کر کے ان کی ایک آزاد ریاست قائم کی گئی۔ آپ ﷺ اس خوش قسمت ریاست کے سربراہ تھے۔ مسلمانوں کی اس ریاست کو ان تمام سنگین آزمائشی حالات اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑا جن سے نوزائیدہ ریاستوں کو عموما سابقہ پیش آتا ہے۔ مکہ سے آئے ہوئے بے خانماں مہاجرین کی آبادکاری، کفار قریش کی کھلی جارحیت، مسلمانوں کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار افرادی اور مالی بے سروسامانی کے عالم میں دفاع کا مسئلہ، افتراق اور بغض وعداوت سے لبریز معاشرہ کی شیرازہ بندی اور استحکام، آپ نے الٰہی نصرت ورہنمائی، اپنی حکمت، تدبر اور استقلال سے ان تمام مسائل پر نہ صرف قابو پایا بلکہ بہترین منتظم اور اعلیٰ مدبر سربراہ مملکت کی مثال بھی قائم فرمائی۔ آپ ﷺ کی کامیابیوں کا درست اندازہ اس وقت ہی لگایا جاسکتا ہے جب نبوت سے قبل عرب کی مذہبی، اخلاقی معاشرتی اور سیاسی حالت کا موازنہ آپ ﷺ کی قائم کردہ معاشرہ کی مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی حالات سے کیا جائے۔ فیضان نبوت سے براہ راست فیض یافتہ اس معاشرہ میں باہمی الفت ومحبت کی

خوشبو مہک رہی تھی۔ معاملات میں عدل وانصاف کا بول بالا تھا۔ ایثار، ہمدردی اور استحکام اوج کمال کے قابل فخر مقام تک پہنچے تھے۔ داخلی طور پر امن وآشتی کا دور دورہ تھا۔ خارجی طور پر دشمن زیر اور اس کے دل میں مسلمانوں کا رعب ودبدبہ قائم ہو چکا تھا۔ انسانیت کی فکری، مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کی جو تحریک چلائی گئی تھی وہ عملاً نافذ ہو چکا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے ذاتی عمل اور تعلیمات سے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے انتظام سلطنت کے سنہرے اصول وضع فرمائے۔ آپ کی تعلیمات کی رو سے ایک مسلمان حکمران کے فرائض یہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھو عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور﴾(۱)

ترجمہ: ''یہ ایسے لوگ ہیں اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنے کے لئے کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔ سب کاموں کا انجام خدا کے اختیار میں ہے''۔

گویا ایک مسلمان حکمران کے تین بنیادی فرائض- اقامت صلوٰۃ، ادائیگی زکوٰۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہیں۔ ہمارے موضوع کا تعلق تیسری ذمہ داری امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے ہے۔

''معروف ومنکر'' وسیع مفہوم کے حامل اسلام کی دو اہم اصطلاحات ہیں۔ معروف سے مراد وہ جملہ نیک امور ہیں جن کی انجام دہی فرد اور معاشرہ دونوں کے لئے دنیوی واخروی لحاظ سے مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ اس میں اسلام کے تمام اوامر شامل ہیں۔ ''منکر'' سے مراد وہ تمام برے امور ہیں جن کا ارتکاب فرد اور معاشرہ کے لئے کسی نہ کسی صورت میں مضر اثر رکھتا ہے اس میں اسلام کے تمام نواہی شامل ہیں۔ چنانچہ نیکی کے تمام کاموں کا فروغ اور بدی کے تمام کاموں کا سد باب مسلمان حکمران کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔

اسلام میں نیکی کے فروغ اور برائی کے سد باب کے لئے دو قسم کے احکام دیئے گئے ہیں:

۱) نظریاتی تعلیمات۔ ۲) عملی اقدامات۔

Marfat.com

۱- نظریاتی تعلیمات:

انسان کے تمام افعال پر دل ودماغ کی مضبوط گرفت رہتی ہے۔ انہی کے اشارے اور تحریک پر انسان مختلف اعمال بجا لاتا ہے۔ اس لئے ان کی اصلاح کسی سیاسی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی نظام کے قیام، استحکام اور بقا کے لئے اولین شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ انسان کو فکری طور پر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اسے اس دنیا میں فکر وعمل کی آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے(۲)۔ انسان اس دنیا میں جو عمل اچھا یا برا، چھوٹا یا بڑا، علانیہ یا چھپا انجام دیتا ہے۔ اول تو اللہ جو علیم وخبیر ہے ان سب کو دیکھتا اور جانتا ہے وہ اتنا باریک بین ہے کہ آنکھوں کے اشاروں کو دیکھتا اور دلوں کی نیتوں کو جانتا ہے(۳)۔ پھر اس نے انسانی اعمال کی نگرانی کے لئے سراغ رسانی کا ایک مضبوط، معتبر اور وسیع نظام وضع کیا ہوا ہے کہ کرہ ارض کا کوئی گوشہ، مکان، بیابان، پہاڑ، جنگل اور غار ایسا نہیں جو سراغ رسانی کے اس الٰہی نظام کی زد سے خارج ہو۔ انسان کے تمام افعال وحرکات ریکارڈ کئے جا رہے ہیں۔ اس کے خلاف دستاویزی شہادت تیار کی جا رہی ہے۔ اور روز قیامت اس پر فرد جرم عائد کردی جائے گی(۴)۔ وہ اپنے تمام اعمال کے منطقی انجام سے دوچار ہوجائیگا۔ نیک اعمال کے صلہ میں جنت کی شکل میں انعامات سے نوازا جائے گا۔ برے اعمال کے نتیجہ میں عذاب دوزخ کی شکل میں سزا بھگتے گا(۵)۔ پھر جنت ودوزخ کا مستحق بنانے والے اعمال کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی فہرست طویل ہے اس لئے یہاں صرف ان اعمال کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا ہمارے موضوع سے تعلق ہے۔ چنانچہ امانت ودیانت، صداقت اور کسب حلال جنت کا مستحق بنانے والے اعمال میں بطور خاص شامل ہیں۔ ان کے برعکس بد دیانتی، خیانت اور حرام خوری ان اعمال کے زمرے میں آتے ہیں جن کے ارتکاب پر روز قیامت سخت ترین سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔

احتساب کے سلسلہ میں وقوع واحوال قیامت، حساب کتاب، سزا وجزا، عذاب دوزخ کی ہولناکیوں اور جنت کی راحتوں اور نعمتوں کا تصور انسانی فکر وعمل میں انقلابی اثرات پیدا کرتا ہے۔ جو انسان مذکورہ بالا حقائق پر یقین رکھے وہ انفرادی واجتماعی معاملات، اخلاق وکردار میں حزم واحتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے گا۔ اس سلسلہ میں صحابہ کی زندگی ہمارے لئے بہترین مثال ہے۔ وہ خوف خدا اور خوف آخرت ہی کی وجہ سے برائیوں سے دور رہنے والے تھے اور خدانخواستہ ان سے گناہ کا ارتکاب بھی ہوجاتا تو آخرت کے دائمی اور شدید عذاب سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو قانون کے حوالہ کردیتے تھے چاہے انہیں کتنی سنگین سزا ہی

Marfat.com

کیوں نہ بھگتنی پڑتی۔

۲۔عملی اقدامات:

جرائم کی روک تھام کے سلسلہ میں محض نظریاتی تعلیمات پر اکتفا نہیں کیا گیا کیونکہ ان نظریاتی تعلیمات کا معاشرہ کے تمام افراد پر یکساں اثر نہیں ہوتا۔ اکثر انسانوں کی جبلت میں برائی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ خواہشات نفس سے مغلوب ہوتے ہیں اس لئے بعض عملی اقدامات کی بھی ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ اسلام میں بعض سنگین نوعیت کے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے سخت ترین سزائیں بھی مقرر کی گئی ہیں جیسے قاتل کی سزا موت، چور کی سزا ہاتھ کاٹ دینا، زانی کی سزا سنگسار کرنا یا کوڑے مارنا وغیرہ۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں مجرمین پر ان سزاؤں کا نفاذ سختی سے فرمایا اور اس میں کسی کی خاندانی شرافت، عزت، اقتدار یا دولت کا لحاظ نہیں رکھا۔ کسی کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھا۔ قانون کے نفاذ میں اقتدار وشرافت کی بنیاد پر امتیاز کرنے کو امم سابقہ کی گمراہی کا سب سے بڑا سبب قرار دیا جیسا کہ ایک مخزومی عورت کی چوری کا واقعہ کتب حدیث میں ذکر ہوا ہے جسے قانونی سزا سے بچانے کے لئے خاندانی عصبیت کی پُر زور پشت پناہی حاصل تھی۔ نبی کریم ﷺ نے تمام سفارشوں کو ٹھکرا کر اسے اس جرم کی سزا دلوائی۔

احتساب ''نہی عن المنکر'' کا ایک شعبہ ہے:

احتساب کو ''نہی عن المنکر'' کا ایک شعبہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک حدیث میں ''منکر'' کے سدباب کی تعلیم اس طرح دی گئی ہے:

> من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان.(۲)
>
> (تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ کے ذریعے اسے بدل دے اگر ایسا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے۔ اگر ایسا بھی نہ کرسکے تو دل میں برا مانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے)۔

Marfat.com

مذکورہ حدیث میں برائی کی روک تھا کے تین مدارج بیان کئے گئے ہیں جن میں پہلا درجہ ہاتھ سے روکنے کا ہے۔ ہاتھ سے روکنے سے مراد مجرم کی ڈانٹ ڈپٹ یا قانونی سزا دینے کے ہیں اور اس کی استطاعت صرف حکمران ہی رکھ سکتے ہیں۔ غبن، خورد برد اور خیانت بڑی معاشرتی برائیاں ہیں جن کے ارتکاب سے قومی دولت کو سخت نقصان پہنچتا ہے نتیجتاً ریاست کے عوام، جن کی معاشی کفالت حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے، زندگی کے بنیادی وسائل سے محروم رہ جاتے ہیں۔ عوام کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا دارومدار قومی آمد کے بہتر تحفظ پر ہے لہٰذا غبن، خیانت اور خورد برد کا سدباب مسلمان حکمران کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

مالیاتی شعبہ کی نزاکت اور احتساب کی ضرورت:

یوں تو نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے تمام اعمال کی نگرانی فرماتے تھے ان کی غلطیوں مناسب وعظ ونصیحت اور تنبیہ کے ذریعے روک ٹوک فرماتے البتہ مالی معاملات کی نزاکت کے پیش نظر آپ نے اس کے متعلق خصوصی تعلیمات دیں جن میں بعض اہم یہ ہیں:

۱- معیشت کو ملک وقوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت دی گئی اور اس کی بہتر حفاظت کا حکم دیا گیا یہ تعلیم دی گئی کہ اسے نا اہلوں کے حوالہ نہ کیا جائے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قياما﴾ (۷)

ترجمہ: تم کم عقلوں کو اپنا وہ مال مت دو جسے خدا نے تمہارے لئے مایۂ زندگی بنایا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام شاہ مصر کے دربار میں وزارت خزانہ کے منصب کے طالب ہوئے تو اپنے مندرجہ ذیل کوائف خصوصاً بیان کئے:

﴿قال اجعلنى على خزائن الارض انى حفيظ عليم﴾ (۸)

ترجمہ: آپ (حضرت یوسفؑ) نے فرمایا کہ مجھے ملک کے خزانوں پر مامور کر دیجئے میں بہتر حفاظت کرنے والا اور (حساب کتاب سے) واقف ہوں۔

۲- مالی معاملات کے لین دین کو بد دیانتی، خیانت اور شکوک وشبہات سے پاک رکھنے کے لئے

Marfat.com

دستاویزی ریکارڈ رکھنے کی بتاکید تعلیم دی گئی:

﴿یایها الذین آمنوا اذا تداینتم بدَین الی اجل مسمی فاکتبوه﴾ (۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب ادھار کا معاملہ کسی معین مدت تک کرنے لگو تو اسے لکھ لیا کرو۔

قرض کے معاملات کا دستاویزی ریکارڈ رکھنے کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ قرض کے معمولی معاملہ کو بھی لکھنے میں نظر انداز کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حضرت ابوسلیمان مرعشی تابعی کا قول ہے کہ اگر کوئی کسی کو گواہ بنائے بغیر قرضہ دے تو پھر وہ آدمی قرضہ واپس کرنے سے انکار کردے تو ایسے مظلوم کی بددعا کی اللہ کے دربار میں دادرسی نہیں ہوگی کیونکہ اس نے قرضہ کے لین دین پر کسی کو گواہ نہ بنا کر خود حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی (۱۰)۔

۳- قومی دولت میں خیانت کرنے کو بدترین چوری قرار دیا گیا اور اس پر روز قیامت ہتک آمیز عذاب کی وعید سنائی گئی۔ قیامت کے دن دوسرے گناہگاروں کو ان کے گناہوں کے مخصوص علامتی انداز میں سر محشر حاضر کیا جائے گا جب کہ قومی دولت میں خیانت کرنے والوں کو رنگے ہاتھوں پیش کیا جائے گا۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿من یغلل یأت بما غل یوم القیٰمة﴾ (۱۱)

ترجمہ: جو کوئی خیانت کرے گا وہ شخص خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن میدان حشر میں جمع کرے گا۔

حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو زکوٰۃ پر عامل بنا کر بھیجا اور فرمایا اے ابوالولید! اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کہیں تم روز قیامت آؤ ایک چلاتا ہوا اونٹ، ایک بکائی ہوئی گائے اور ایک بلبلاتی ہوئی بکری تمہارے اوپر سوار ہو۔ انہوں نے استفسار کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تو انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا میں کسی شیٔ پر آپ کا عامل نہیں بنوں گا (۱۲)۔

یہ ارشاد نبویؐ ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ اگر روز قیامت مال خیانت سے ایک اونٹ، گائے یا بکری تمام مخلوقات کے سامنے سامان رسوائی بنی ہے تو سوچنا چاہیے کہ قومی دولت لٹا کر بنائے جانے والے محل

Marfat.com

عالیشان پلاٹس، کارخانے اور خریدی جانے والی جائیدادیں روز قیامت انسان کے لئے مصیبت وذلت کا کتنا سامان فراہم کریں گے؟!

اس کے برعکس جو شخص قومی دولت کی بہتر حفاظت کرتا ہے اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کے اس دیانتدارانہ عمل کو صدقہ جاریہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عن ابی موسی قال: قال النبی ﷺ ان الخازن المسلم الامین الذی یعطی ما امر به کاملا مُوفَّرا طیّبًا به نفسه احد المتصدقین (۱۳)

"بے شک وہ مسلمان دیانتدار خزانچی جو اپنے ذمہ امانت (مال) کو بخوشی ورغبت پورا پورا دیتا ہے وہ دوصدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے"۔

نبی اکرم ﷺ نے اگرچہ احتساب کا کوئی باقاعدہ اور مستقل شعبہ قائم نہیں فرمایا تاہم آپ ﷺ لوگوں کے مابین مالی معاملات کی خاص نگرانی فرماتے۔ عاملین زکوٰۃ کو حصول زکوٰۃ کے لئے بھیجتے وقت انہیں ضروری ہدایات ارشاد فرماتے۔ جن میں لوگوں کو غیر ضروری تنگ نہ کرنے، تحفہ وصول کرنے سے گریز کرنے اور زکوٰۃ ان کے عمدہ ترین مال کا انتخاب نہ کرنے کے احکام ہوتے۔ بعض اوقات حصول زکوٰۃ سے واپسی پر ضروری باز پرس بھی فرماتے۔ کاروباری معاملات میں ملاوٹ، فریب، ذخیرہ اندوزی اور مصنوعی مہنگائی پیدا کرنے والے دوسرے عوامل سے منع فرماتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے باہر سے شہر کو سامان لانے والوں سے شہر پہنچنے سے پہلے مل کر سودا طے کرنے کو ممنوع قرار دیا۔

کتب سیرت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مالی معاملات کے ساتھ ساتھ دوسرے حساس نوعیت کے قومی معاملات بھی احتساب کے دائرے میں شامل تھے۔ اور اس میں بھی کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت پر گرفت ہوتی تھی۔ خاص کر قومی سلامتی اور دفاع سے متعلق بعض خفیہ معاملات کو فاش کرنے کو بھی قومی خیانت سے تعبیر کیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿یایها الذین امنوا لا تخونوا الله والرسول وتخونوا امنتکم وانتم تعلمون﴾ (۱۴)

"اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ اور رسول کی اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت

کرو درانحالیکہ تم جانتے ہو"۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر حضرت ابولبابہ نے مسلمانوں کے کسی راز کو اشارتاً یہود پر فاش کر دیا اور پھر فوراً نادم ہو کر انتہائی عاجزی اور ذلت سے اللہ کے حضور توبہ کی۔ اپنے آپ کو مسلسل سات دنوں تک کھائے پئے بغیر مسجد کے ستون سے باندھے رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ کے دربار میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے قومی معاملات میں کوئی ایسی خیانت کہ جس سے ان کے قومی مفاد کو زک پہنچے احتساب کے دائرے میں شامل ہے۔

احتساب اور مالی معاملات کی بہتر نگرانی کے سلسلہ میں حضرت عمر فاروقؓ کا دور ایک قابل تقلید مثال ہے۔ آپ تقویٰ اور عدل وانصاف کے ساتھ ساتھ اعلیٰ مدبرانہ اوصاف سے بھی بہرہ ور تھے۔ چنانچہ آپؓ نے انتظام سلطنت کے سلسلے میں بعض ایسے مفید اور رہنما اقدام اٹھائے جو جدید ترقی یافتہ دور کے لئے بھی مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ آپ نے عاملین اور ولاۃ کے اثاثوں کا سالانہ حساب کتاب رکھنے اور ان کے متعلق مکمل تحقیقات کا نظام سختی سے رائج فرمایا۔ سامان تعیش کے استعمال کو ان کے لئے قطعاً ممنوع قرار دیا۔ خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سنگین کارروائی عمل میں لائی۔ ان کے خلاف پبلک کے لئے شکایات کے دروازے کھول دیئے اور شکایات کی قرار واقعی پذیرائی فرمائی۔ جس سے احتساب کا عمل آسان، مفید اور مؤثر بن گیا۔

یہ تلخ حقیقت ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں سیاسی عہدہ داران اور بعض سرکاری ملازمین غبن، خورد برد، خیانت اور رشوت کے ذریعے قومی دولت لوٹنے کے مذموم دھندے میں سرگرم رہے ہیں۔ سیاسی عہدے دار چند دن کا مہمان بن کر آتے ہیں کیونکہ انہیں حصول اقتدار کے بعد سخت سیاسی کشمکش کا سامنا رہتا ہے اور وہ دوسری مہذب جمہوریتوں کے نمائندگان کی طرح اپنے اقتدار کا آئینی دورانیہ مکمل نہیں کر پاتے۔ اس لئے انہیں حصول اقتدار کے روز اول ہی سے اقتدار کے چند روزہ لمحۂ اقدس سے بھرپور استفادہ کرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور وہ قومی دولت پر اس اس طرح ہاتھ ڈالتے ہیں کہ قومی خزانہ نہ صرف خالی ہوتا ہے بلکہ ملک نسل در نسل بیرونی قرضوں کے شکنجے میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

بعض وہ ملازمین بھی جو مختلف سرکاری ٹیکس اور دوسری آمدنیوں کی نگرانی اور حساب کتاب رکھنے کے کام پر مامور ہیں غبن، خورد برد اور خیانت میں بری طرح ملوث ہیں جن سے قومی آمدنی بری طرح

Marfat.com

متاثر ہوتی ہے۔ وہ ملازمین خود تو ٹھاٹھ باٹھ کی پر عیاش زندگی گزار رہے ہیں مگر عام آدمی ضروریات زندگی سے محروم افلاس وغربت کا شکار ہے۔ اگر اس خورد برد، خیانت اور غبن کو پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ان حالات میں، جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے، لٹیروں سے قومی دولت کا تحفظ، انہیں کیفر کردار تک پہنچانا اور لوٹ مار کے دروازوں کو بند کرنا ہی دراصل ''نہی عن المنکر'' ہے جس پر ہر مسلمان حکمران مامور ہے۔

اگرچہ مختلف محکموں کے ملازمین کو قومی دولت میں خورد برد سے روکنے کے لئے حساب کتاب کی نگرانی اور جانچ پڑتال کا نظام موجود ہے اور وقتاً فوقتاً حساب کتاب کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ ملازمین کی اثاثوں کے سالانہ گوشوارے بھی حاصل کئے جاتے ہیں مگر یہ نظام برائے نام، غیر مؤثر اور غیر معقول ہے۔ ایک طرف یہ گوشوارے ملازمت کے مخصوص گریڈ کے اعتبار سے حاصل کئے جاتے ہیں ان کے حصول میں سرکاری ٹیکس ودیگر آمدنی کے حصول ونگرانی پر مامور ملازمین کہ جن کے پاس خیانت اور خورد برد کے بکثرت مواقع ہوتے ہیں اور ان ملازمین جو صرف اپنی ماہانہ تنخواہ کے مالک ہوتے ہیں میں امتیاز نہیں کیا جاتا۔ دوسرا کہ ان کے اثاثوں کے گوشوارے حاصل کرنے کے بعد ان گوشواروں کی مزید کوئی تحقیقات نہیں کی جاتی۔ جس سے یہ نظام بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

تجاویز:

قومی آمدنی کے حصول ونگرانی کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱- مختلف محکموں اور وزارتوں کو مختص کئے جانے والے فنڈز کی مالیت اور ان کے اخراجات کی ضروری تفصیلات کو قومی اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر لایا جائے۔ عوام کو ان کے خلاف شکایت کرنے کا مکمل موقع دیا جائے اور شکایات کی قرار واقعی تحقیقات کرائی جائے۔

۲- ملازمین کے اثاثوں کے سالانہ گوشوارے حاصل کرنے کے نظام کو مؤثر اور بامعنی بنایا جائے۔ ان

گوشواروں کو ملازمت کے مخصوص گریڈ کے اعتبار سے حاصل کرنے کے بجائے ان ملازمین تک محدود رکھا جائے جن کے پاس غبن اور خورد برد کے مواقع موجود ہیں۔ ایسے ملازمین کے اثاثوں کے سالانہ گوشوارے حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اثاثوں کی خفیہ تحقیقات کرائی جائے۔

۳۔ انکم ٹیکس اور کسٹم کے حصول کے نظام کو صاف اور مؤثر بنایا جائے جس میں ٹیکس چوری اور ہیرا پھیری کی گنجائش نہ ہو۔

۴۔ سیاسی عہدہ داروں، وزراء اور اراکین پارلیمنٹ کے مالی اختیارات کو محدود کیا جائے۔ ان کو مختص کئے جانے والے فنڈز کا ایسا معتبر حساب کتاب رکھا جائے کہ اپنے عہدے سے فراغت کے بعد اس کے خلاف تحقیقات ممکن اور آسان بن جائے۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱- القرآن، ۲۲:۴۱

۲- القرآن، ۶۷:۲

۳- القرآن، ۴۰:۱۹

۴- القرآن، ۱۷:۱۳

۵- القرآن، ۸۲:۱۴

۶- مسلم

۷- القرآن، ۴:۵

۸- القرآن، ۱۲:۵۵

۹- القرآن، ۲:۲۸۲

۱۰- تفسیر ابن کثیر، بذیل آیت مذکورہ

۱۱- القرآن، ۳:۱۶۱

۱۲- طبرانی

۱۳- متفق علیہ

۱۴- القرآن، ۸:۲۷

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد ضیاء الحق۔ اسلام آباد

مقدمہ

اسلام دین فطرت ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ اس اختیار کے استعمال کا حساب ہوگا۔ دین اسلام کی فطری تعلیمات انسان کو اس حساب کتاب میں دنیا و آخرت میں کامیابی کے لئے ہیں۔ دنیا و آخرت کا نظم و ضبط کبھی قائم نہ ہو سکتا اگر جوابدہی کا تصور نہ ہوتا۔

۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر بننے والی اسلامی ریاست پاکستان اس لئے وجود میں آئی تھی کہ اس میں دین فطرت کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کے لئے نظام حیات کے ایسے قوانین بنائے جائیں جن میں جوابدہی کا تصور ہوتا کہ یہ مسلمان دنیا کے لئے نمونہ بنیں اور پاکستان پوری دنیا میں نشاۃ اسلام کا مرکز بنے لیکن بدقسمتی سے ابھی تک پاکستان اپنی اس منزل سے جوابدہی کا مناسب نظام نہ ہونے کی وجہ سے کوسوں دور ہے۔

موضوع کی اہمیت:

احتساب دنیا کے فلاح و بہبود پر مبنی نظام کی تنظیم اور بہتری کی بنیاد ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ترقی یافتہ تمدن اور تہذیب اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس کے پیروکار نظم و نسق کے مطابق زندگی نہ گزاریں احتساب اس نظم و نسق کا نام ہے جو کسی ریاست کے باشندوں اور کسی تہذیب و ثقافت کے ماننے والوں کو حقوق و فرائض کے دائرہ میں رکھتا ہے۔

بدقسمتی سے پاکستان جسے تمام دنیا کے لئے نمونہ ہونا چاہیے تھا احتسابی نظام کی عدم موجودگی کا شکار رہا۔ اور جب نظام آیا بھی تو اس سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے۔ اب بھی پاکستان کے

Marfat.com

مسائل کا حل یہی ہے کہ سیرت طیبہ جو مسلمانوں کے لئے کامل نمونہ ہے کی روشنی میں نظام حکومت ترتیب دیا جائے اور خاص طور پر سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کا نظام قائم کیا جائے تاکہ قوم کو نقصان پہنچانے والوں کو سزا ملے اور جن لوگوں کے حقوق غصب ہوتے ہیں ان کو واپس مل جائیں۔

موضوع کا بنیادی سوال:

اس موضوع کے بنیادی سوال میں کئی نکات شامل ہیں جن کے مطابق احتساب سے کیا مراد ہے؟ اس کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کیا ہے؟ بے لاگ احتساب کیا ہے؟ اسلام میں احتساب کے نظام کی مشروعیت کس طرح ثابت ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حیات مبارکہ میں کیسے احتساب فرمایا؟ سیرت طیبہ کی روشنی میں محتسب کی کیا صفات ہیں؟ محتسب کے فرائض میں کیا کچھ داخل ہے؟ اس نظام کو کس طرح بہتر بنایا جا سکتا ہے؟ اس مقالہ میں انہیں سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔

موضوع کا خاکہ:

موضوع کے بنیادی سوال میں شامل نکات کی بنیاد پر موضوع تحقیق کے لئے درج ذیل خاکہ ترتیب دیا گیا ہے۔

پہلی بحث: احتساب کا تعارف

دوسری بحث: احتساب کی مشروعیت

تیسری بحث: سیرت طیبہ کی روشنی میں محتسب کی شرائط

چوتھی بحث: سیرت الرسول ﷺ کی روشنی میں محتسب کے فرائض و اختیارات

پانچویں بحث: احتساب کے آداب اور طریقہ کار

چھٹی بحث: سیرت طیبہ کی روشنی میں پاکستان میں بے لاگ احتساب

مقالہ کا خلاصہ

مقالہ کے بنیادی سوال کا جواب

حواشی و حوالہ جات

اسلوب تحقیق:

اس مقالہ کو علمی طور پر معروف اسلوب تحقیق کی بنیاد پر تحریر کیا گیا ہے جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ موضوع سے متعلق تمام معلومات اصل مصادر سے حاصل کی گئی ہیں۔

۲۔ زیادہ سے زیادہ دلائل قرآن و سنت سے دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔ آنحضورﷺ سے مروی احادیث سے سیرت طیبہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ فقہی نکات بیان کرنے کے لئے کتب الاحکام السلطانیہ سے مدد لی گئی ہے۔

۵۔ کئی جگہوں پر تشریح و توضیح کے لئے نظم اسلامیہ کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

۶۔ حواشی میں حوالہ جات کا ذکر کرتے ہوئے مصنف کا نام کتاب کا نام اور پہلی دفعہ ذکر پر تاریخ طبع وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس کتاب کے دوبارہ استعمال کی صورت میں مصنف کا مختصر ذکر کر کے کتاب کی طرف (م، ن) کی رمز سے اشارہ کر دیا گیا ہے۔

سیرت طیبہ پر کچھ لکھنا خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس نے سیرت طیبہ پر چند گزاراشات پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی اگر اس میں کوئی بہتری ہے تو یہ اس لئے کہ یہ سیرت رسول علیہ السلام کا موضوع ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کے ذکر میں برکت ڈال دیتے ہیں اور اگر اس میں کوئی کوتاہی ہے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں اور اس کو بہتر بنانے کے لئے ہمہ وقت تیار ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت طیبہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

پہلی بحث- احتساب کا تعارف:

اسلامی نظام احتساب میں احتساب حسبہ محتسب وغیرہ کی اصلاحات استعمال ہوئی ہیں، سیرت طیبہ کی روشنی میں احتساب کی تعلیمات کو جانچنے سے پہلے ان مصطلحات کے مفہوم کو جاننا انتہائی ضروری ہے جو ذیل میں پیش خدمت ہے۔

ا- احتساب کا لغوی مفہوم:

احتساب کا لفظ احتسب فعل سے ہے جس کا اصل ثلاثی مجرد حسب ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حسب یحسب حسابا اس کے معنی گننا اور شمار کرنا ہیں اور حسب یحسب محسبة و حسبانا سے مراد خیال کرنا یا گمان کرنا ہے(۱)۔

حسب میں ''کافی'' کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی جو کفایت کرے یا اس کے بعد کسی اور شے کی ضرورت نہ رہے، حاسب کے معنی حساب کرنے والے کے ہیں جبکہ حسبان کی جمع ہے جس کے معنی گننے کے ہیں حسیب گننے والے یا نگرانی کرنے والے کو کہتے ہیں۔(۲)

قرآن پاک میں حساب کا لفظ بہت جگہوں پر استعمال ہوا ہے، کہیں یہ لفظ گننے اور شمار کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور کہیں پر اعمال کے حساب اور یوم آخرت کے حساب کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔(۳)

جن آیتوں میں یہ لفظ گنتی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

﴿الشمس والقمر بحسبان﴾ (۴)

ایک دوسری آیت میں وضاحت کی گئی ہے کہ آفتاب و ماہتاب برسوں کی گنتی کے لئے بنائے گئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ولتعلموا عدد السنين والحساب﴾ (۵)

Marfat.com

مفسرین نے حساب اور حسبان کے معنی قریب قریب ایک ہی بتائے ہیں اور لکھا ہے کہ حسبان کے معنی بظاہر آگ، عذاب یا بلائے ناگہاں کے ہیں۔ (٦)

حسبان کا لفظ قرآن پاک میں حساب کے مطابق سزا اور جزا دینے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فحاسبنها حسابا شديدا﴾ (٧)

اس آیت کی وضاحت حدیث الرسول ﷺ میں اس طرح کی ہے:

من نوقش الحساب يهلك (٨)

اعمال اور حساب کتاب کے مفہوم میں جن آیات میں یہ لفظ استعمال ہوا ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ان الله سريع الحساب﴾ (٩)

اسی مفہوم میں ایک آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿انی ظننت انی ملق حسابيه﴾ (١٠)

احتساب سے الحسیب اور الحاسب کے اسماء مشتق ہیں، ان کے معنی حساب لینے یا حساب کرنے والے کے ہیں۔ (١١)

الحسیب اللہ تعالیٰ کے مبارک اسماء میں سے ایک نام بھی اس کے مفہوم کے بارے میں ابن الاثیر لکھتے ہیں۔

الحسيب هو الكافي فعيل بمعنى مفعل من احسبنى الشى اذا كفانىٰ و احسبه و حسبته بالشديد اعطيته ما يرضيه حتى يقول حسبى (١٢)۔

(الحسیب بروزن فعیل جو حقیقت میں فعل یعنی محسب کے معنی میں ہے، جیسے احسبنی الشی کہہ کر اس سے کفانی مراد لیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ مجھ کو پورا پڑ گیا اور احسبنی الشیء کہہ کر اس سے مراد لیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ مجھ کو پورا پڑ گیا، اور احسبتہ و حسبتہ یعنی تشدید کے ساتھ اس وقت کہتے ہیں کہ میں نے اسے اتنا دیا جس سے وہ رضا مند ہو گیا اور بول اٹھا کہ مجھے کافی دیا گیا ہے)۔

Marfat.com

مندرجہ بالا آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ احتساب کے کئی لغوی معنی ہیں جس میں سے زیادہ معروف گننا حساب کتاب کرنا اور عمل کے مطابق اجر وغیرہ دینے کے ہیں، احتساب کے ساتھ اگر علی کا حرف جر استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب کسی سے جواب طلبی کرنا ہے چنانچہ اگر کہا جائے کہ احتسب فلان علی فلان عملہ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فلاں کی فلاں کام پر جواب طلبی ہوئی ہے یہیں سے احتساب کا لغوی مفہوم اس کے اصطلاحی مفہوم میں تبدیل ہو جاتا ہے جن میں اسے ادارہ احتساب یا الحسبہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۔ الحسبہ کا لغوی مفہوم:

الحسبۃ کے لغوی معنی گننے اور حساب کرنے کے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے کہ ''احتسب بکذا اذا اکتفی به'' یعنی اس نے ایسا گنا کہ کافی ہو گیا، اور اس ضمن میں کہا جاتا ہے کہ ''واحتسب الاجر علی اللّٰه بمعنی ادخرہ لدیه'' یعنی اس کا اجر اللّٰہ کے ہاں ہے یعنی اس کے ہاں جمع ہو گیا ہے، اور الحسبہ احتساب سے ہی مشتق Drived ہے اور یہ لفظ اس عمل کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کی جوابدہی اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں ہو گی (۱۳)۔

۳۔ فقہی اصطلاح میں الحسبہ کا مفہوم:

الماوردی کے نزدیک الحسبۃ سے فقہ میں مراد:

امر بالمعروف اذا ظهر ترکه، و نهی عن المنکر اذاظهر فعله (۱۴)

''کسی معروف چیز کا اس وقت حکم دینا جس سے اس کا ترک کرنا ظاہر ہو چکا ہو اور منکر سے منع کرنا جبکہ اس کا کرنا ظاہر ہو چکا ہو''

اسی قسم کا مفہوم ابو یعلی نے بیان کیا ہے (۱۵) اور ابن خلدون کے نزدیک:

'''اور یہ وہی دینی عمل ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ابواب میں سے مسلمانوں کے معاملات جس کے ذمہ ہوں اس پر فرض ہے، اس کام

Marfat.com

کے لیے اس شخص کا انتخاب کیا جاتا ہے جو اس کا اہل ہو اور اس ضمن میں
اس کے نائبین کا تقرر بھی کیا جاتا ہے۔''

۴-احتساب کے لیے انگریزی اصطلاح:

انگریزی میں Account کے معنی شمار کرنے گننے اور جانچ پڑتال امتحان وغیرہ کے ہیں اسی سے Accountability کا لفظ نکلا ہے جس کے مفہوم کے بارے میں Oxford English Dictionary میں لکھا ہے:

"The quiality of being accountable; liablity to give account of, and answer for, duties or conduct; responsibility, amenableness Accountableness"

اور یہی مفہوم تقریبا الحسبہ کا ہے اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ انگریزی میں Accountability کا لفظ احتساب کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔(۱۸)

۵ -احتساب کا اصطلاحی مفہوم:

مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں احتساب کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ:

''احتساب سے مراد نظام الحسبۃ کا قیام ہے، جس میں محتسب لوگوں کو خاص کام کا خاص اسلوب سے کرنے کا حکم دیتا ہے اور اپنے ہاتھ سے برائی کو روکتا ہے (اور قانون کی طاقت سے) برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے''(۱۹)

۶- محتسب کا مفہوم:

امام ابن تیمیہ محتسب کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

واما المحتسب فله الامر بالمعروف والنهی عن المنكر مما ليس من

Marfat.com

خصائص الولاة والقضاة واهل الديوان و نحوهم (۲۰)۔

''یعنی اور یہاں تک محتسب کا تعلق ہے تو اس کے ذمہ ہے کہ معروف کا حکم کرے اور منکرات سے منع کرے اور یہ ایسے امور ہیں جو والیوں، قاضیوں اور دواوین کے عہدیداروں کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔''

گویا کہ محتسب سے مراد عہدیدار ہے جس کے ذمہ احتساب کا فریضہ لگا ہوا ہو یعنی اس کے ذمہ یہ فرائض ہوں کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے، فقہاء کے ہاں محتسب سے مراد والیِ احتساب ہے، یعنی جب کسی شخص کو اس عہدے پر حکومت کی طرف سے متعین کر دیا جائے، جو کوئی شخص حکومت کی طرف تعین کے بغیر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے تو وہ محتسب نہیں بلکہ متطوع (نیکی کرنے والا ہے) فقہاء نے یہ نام وضع کئے ہیں اور دونوں کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے۔(۲۱)

۷- المحتسب علیه:

محتسب علیہ سے مراد وہ شخص ہے جو کوئی بھی ایسا کام کرے جس میں احتساب کرنا جائز ہو، محتسب علیہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ممنوع فعل کا ارتکاب کرے اس لیے اس کے لیے عاقل، بالغ وغیرہ شرائط عائد نہیں کی جاتیں۔(۲۲)

۸- بے لاگ احتساب کا مفہوم:

ان آراء کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ بے لاگ احتساب سے مراد یہ ہے کہ اچھے کام کرنے کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا احتساب ہے، اس کام کے لیے اسلامی نظام حکومت میں الحسبہ کا ایک مستقل ادارہ شروع سے موجود رہا ہے اس ادارے کے سربراہ کو محتسب کہا جاتا ہے اور جس کا احتساب کیا جائے وہ محتسب علیہ ہے۔

دوسری بحث- احتساب کی مشروعیت:

احتساب کی مشروعیت قرآن وسنت سے ثابت شدہ امر ہے، اس کی بہت سی دلیلیں ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

۱- قرآن پاک میں احتساب کی مشروعیت کے دلائل:

قرآن پاک میں جتنی بھی آیات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں وارد ہوئی ہیں وہ سب احتساب کی مشروعیت کے دلائل ہیں (۲۳) اقامت دین کا فریضہ شروع سے ہی تمام انبیاء سرانجام دیتے آئے ہیں اور اس میں بھی مصلحت یہی ہے کہ لوگ ہدایت کے راستے پر چلیں اور گمراہی کے راستے سے بچیں، اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شرع لکم من الدین ما وصّی به نو حا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه (۲۴)

اقامت دین کی خاطر ہی نبی آخر الزمان اس دنیا میں تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس فریضہ کی صراحت قرآن پاک میں اس طرح فرمائی ہے:

یامرهم بالمعروف و ینهٰهم عن المنکر ویحل لهم الطیبٰت ویحرم علیهم الخبٰئث (۲۵)

اقامت دین کے دو پہلو ہیں ایک ایجابی یعنی امر بالمعروف اور دوسرا سلبی یعنی نہی عن المنکر اس ضمن کی قرآن کی تعلیمات یہ ہیں کہ جو بھی ان میں سے کچھ کرے گا وہ خود ہی ذمہ دار بھی ہو گا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

من اهتدی فانما یهتدی لنفسه و من ضل فانما یضل علیها ولا تذر وازرة وزر اخریٰ (۲۶)

امر بالمعروف امت مسلمہ کی بنیادی صفات میں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و ینهون عن

Marfat.com

المنکر واولٓئک ھم المفلحون (۲۷)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تمام مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے تعاون کرنے کے پابند ہیں کیونکہ یہ ایک اجتماعی ضرورت ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

والمؤمنون والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولٓئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم (۲۸)

ان آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست کے تمام اجتماعی اداروں کی غرض و غایت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام غزالی ابن جوزی ابن قیم جیسے مسلم فلاسفر نے ادارہ احتساب کی تشریحات و توضیحات امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ابواب کے تحت بیان کی ہیں۔

۲- سنت الرسول ﷺ میں احتساب کی مشروعیت کے دلائل:

سنت سے مراد رائج الوقت طریقہ ہے جس پر بار بار عمل کیا جائے اسی مفہوم میں سنت کا لفظ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۲۹)

اور انسان کی سنت سے مراد وہ طریقہ اور اسلوب ہے جس پر کوئی عمل پیرا ہو، سنت رسول اللہ ﷺ سے مراد وہ عمل ہے جو آنحضور ﷺ سے قول فعل یا تقریر کی صورت میں منقول ہے، اس لیے سنت الرسول ﷺ احکام کے بنیادی مصادر میں سے ہے سنت کی یہ تشریعی حیثیت خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بیان کر دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی. (۳۰)

اسی بنا پر فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی قرآن کی طرح شرعی حجت ہے کیونکہ قرآن اور سنت دونوں اللہ کی وحی ہیں فرق اتنا ہے کہ قرآن لفظی اور معنوی

دنوں اعتبار سے وحی ہے جبکہ سنت رسول اللہ ﷺ معنوی اعتبار ہے۔ (۳۱)

قرآن پاک کی طرح سنت رسول اللہ ﷺ میں احتساب کے متعلق بہت سی ہدایات ملتی ہیں جن کی بعض تفاصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

۲- احتساب سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ:

احتساب کا مطلب برائی کو روکنا ہے، آنحضور ﷺ نے بھی برائی کے خلاف جہاد کرنے کی ہدایت دی ہے، آنحضور ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (۳۲)

''تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے روکے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہوگا۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

یٰایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم(۳۳)

اور پھر ارشاد فرمایا کہ لوگ جب کوئی بری چیز دیکھیں اور اس کو تبدیل نہ کریں تو اللہ تعالیٰ سب کو سزا دیتا ہے (۳۴) گویا کہ اسلام کی دعوت یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ سارا معاشرہ فساد کی زد میں آ جائے افراد ایک دوسرے کو معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں کیوں کہ اسلامی معاشرے کا ہر فرد ذمہ دار ہے اور اسے اپنے ذمہ داری کا جواب دینا ہوگا جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ، فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ، والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول

Marfat.com

عن رعیته، والمرأة راعیة علی اهل بیت زوجها وولده وهی مسئولة عنهم وعبد الرجل راع علی مال سیده وهو مسئول عنه، الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته (۳۵)

یعنی حکمران وقت سے لے کر خادم بیت تک اسلامی معاشرے کا ہر فرد اپنی ذمہ داری کے لیے جوابدہ ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے حکمرانوں کی اطاعت کو معروف سے پابند کیا ہے، نافرمانی میں ان کی اطاعت نہیں ہو گی جیسا کہ حدیث الرسول ﷺ میں ہے:

(انما الطاعة فی المعروف) (۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کلا واللہ لتامرون بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتأخذون علی یدی الظالم ولتاطرنه علی الحق ولتقصرنه علی الحق قصرا او لیضربن اللہ قلوب بعضکم علی بعض (۳۷)

''ہرگز نہیں خدا کی قسم تمہیں بالضرور معروف کا حکم دینا ہو گا اور منکر سے روکنا ہو گا اور ظلم کا ہاتھ پکڑنا ہو گا، اسے حق پر جھکانا ہو گا اور اس پر محدود کرنا ہو گا ورنہ اللہ تم میں سے بعض کے دل بعض کے خلاف کر دے گا۔''

آنحضور ﷺ کے ان ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام یعنی احتساب کا قیام اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض میں سے ہے، معروف کے منافی کام کرنے والے سے اسلامی ریاست میں باز پرس ہو گی، آنحضور ﷺ نے فرمایا: (من غش فلیس منا) (۳۸)

۴۔ سیرت الرسول ﷺ اور احتساب

رسول اللہ ﷺ کی ذات نمونہ اقتداء ہے اللہ نے آپ ﷺ کے ذات میں اخلاق

Marfat.com

کریمہ، سچائی، محبت، عزت و احترام، عجز و انکسار، معاملات کی انتہائی اعلیٰ درجہ کی سمجھ بوجھ اور وفا جیسی بہت سی صفات کو جمع کر دیا تھا، (۳۹) آپ ﷺ کی انہی صفات کی بناء پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

''میں نے زمین کے مشرق اور مغرب کا چکر لگایا لیکن میں نے محمد ﷺ سے بہتر کسی کو نہ پایا، میں نے زمین کے مشرق اور مغرب کو بھر ڈالا لیکن میں نے بنی ہاشم سے بہتر کسی کو نہ پایا''(۴۰)۔

رسول اللہ ﷺ اس طرح جوان ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جاھلیۃ العرب کی بری عادتوں سے محفوظ رکھا ہوا تھا، گویا آپ ﷺ کو عزت و احترام کے ساتھ رسالت کی ذمہ داری سونپنے کی تیاری کی جا رہی تھی، آپ ﷺ لوگوں میں بہترین مروت والے، سب سے زیادہ امانت والے، سب سے زیادہ برائی سے دور رہنے والے کی حیثیت سے معروف ہو گئے اور آپ ﷺ اپنی قوم میں صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہو گئے(۴۱)

آنحضرت ﷺ کی ذات میں انتظامی صلاحیتوں نے اس وقت اہل مکہ کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا جب آپ ﷺ نے ۳۵ سال کی عمر میں کعبہ کی از سرنو تعمیر کے بعد حجر اسود کو نصب کرنے کے مسئلہ پر ہونے والے تنازعہ کو خوش اسلوبی سے نمٹا دیا، آپ ﷺ کو دیکھ کر عرب بے اختیار پکار اٹھے:

''ھذا الامین، رضینا، ھذا محمد ﷺ'' (۴۲)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیغمبرانہ دعوت کا اعلانیہ آغاز تقریبا ۴۰ سال کی عمر میں اس وقت کیا جب ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

وانذر عشیر تک الاقربین، واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین، فان عصوک فقل انی بریءٌ مما تعملون (۴۳)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلایا اور ان سے کہا۔ (فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید) (۴۴) اس دعوت پر آپ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کا ابتدائی ردعمل کچھ بھی حوصلہ افزا نہ تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کو جاری رکھا آپ ﷺ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی گئیں، آپ ﷺ کو برا بھلا کہا گیا آپ ﷺ پر جادو ٹونے کے الزامات لگائے گئے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے

Marfat.com

ساتھیوں کو جسمانی اذیتیں دی گئیں لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کو جاری رکھا (۴۵) ۱۳ سال کی شب و روز کی جد و جہد کے بعد ایک طرف آپ ﷺ نے ایک ایسی جماعت تیار کر دی جو عدل و انصاف کا نظام نافذ کرنے کے لیے آپ ﷺ کی ممد و معاون ثابت ہونے کے لیے تیار تھی تو دوسری طرف آپ ﷺ نے محسوس کر لیا کہ اس نظام کی ابتداء مکہ میں نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لیے ہجرت ضروری ہوگی (۴۶)۔

آنحضرت ﷺ حج کے موقع پر مختلف قبائل سے ملاقاتیں فرمایا کرتے تھے اور ان کو دعوت اسلام دیا کرتے تھے، اسی ضمن میں آپ ﷺ نے یثرب کے شہر سے تعلق رکھنے والے اوس اور خزرج کے قبائل سے ملاقات فرمائی، اور ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی انہوں نے نہ صرف یہ کہ اسلام قبول کر لیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت بھی کر لی کہ وہ عادلانہ احتسابی نظام کے قیام میں آپ کی اعانت کریں گے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیعت کرتے وقت فرمایا:

(تعالوا بايعوني على ان لاتشر كوا بالله شيئا ولا تشرفوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا اولادكم ولا تاتوا ببهتان تفترونه بين ايديكم وارجلكم، ولا تعصوني في معروف، فمن وفى منكم فاجره على الله، ومن اصاب من ذلك شيئا فعوقب به في الدنيا فهوله كفارة، و من اصاب من ذلك شيئا فستره الله فامره الى الله، ان شاء عاقبه وان شاء عفاعنه)(۴۷)

۵- ہجرت مدینہ اور حکومتی اداروں کا قیام

اہل یثرب جو کہ بعد میں مدینۃ النبی ﷺ یا المدینہ کے نام سے معروف ہو گیا نے آنحضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں استقبال کیا، رسول اللہ ﷺ نے وہاں کی دنیا کی پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور دنیا کا پہلی دستور عمل میں لایا گیا۔(۴۸)

اس دستور کی رو سے مدینہ میں مختلف الجنس معاشرہ وجود میں آیا اور اس دستور کو

میثاق مدینہ کہا جاتا ہے کی شق نمبر۱۶ کے تحت رسول اللہ ﷺ کی احتسابی قیادت کو تمام فریقین نے تسلیم کر لیا جیسا کہ اس کی نص میں ہے۔

''وانہ ماکان بین اھل ھذہ الصحیفة من حدث او اشتجار یخاف فسادہ، فان مردة الی اللہ والی محمد رسول اللہ ﷺ وان اللہ علی ما اتقی مافی ھذہ الصحیفة وابرہ'' (۴۹)

یعنی اس معاشرہ کے فریقین میں کوئی تنازعہ ہو گا تو وہ اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹایا کائے گا، اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کے مختلف اداروں کی بنیاد رکھنے کے کام کا آغاز کیا اور اس میں نظام احتساب بھی شامل ہے، جس کی بعض مثالیں ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

۶۔سیرت الرسول ﷺ میں احتساب کی عملی مثالیں

آنحضور ﷺ نے دستور مدینہ کے ذریعے جس میں عدل و انصاف جو کہ احتساب کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ کے قیام کو یقینی بنایا، دستور بنایا، دستور مدینہ کی بہت ساری شقیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ کس طرح آپ ﷺ نے اس دستور کو امن اور عدل و انصاف کے بنیاد بنایا، اہل مدینہ میں کچھ یہودی قبیلے مقیم تھے ان قبائل میں بنو قریظہ کا قبیلہ بھی تھا۔ قریظہ اس درخت کو کہتے تھے جو عرب میں دباغت کے لیے خاص طور پر کام آتا تھا گویا یہ چمار تھے اور جوتے وغیرہ بنا کر بیچا کرتے تھے، اس قبیلہ کو دوسرے یہود کم تر سمجھتے تھے اور ان کے خون بہا دوسرے یہودیوں سے نصف ہوا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے اس ناانصافی کا احتساب فرمایا اور اس کو منسوخ کر کے مساوات کا حکم دیا، اس فیصلہ سے دوسرے یہودی قبیلے ناراض ہو گئے لیکن آنحضور ﷺ نے اس ضمن میں کسی دباؤ کی پرواہ نہیں کی۔(۵۰)

رسول اللہ ﷺ خاص طور پر اپنے عمال کا احتساب فرماتے تھے اور ان کی کارکردگی کی کڑی نگرانی فرماتے تھے، روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عامل کو صدقات کے لیے مقرر کیا، جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا:

Marfat.com

''ھذا الذی لکم وھذا ھدیۃ اھدیت لی''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(فھلا جلست فی بیت ابیک وبیت امک حتی تاتیک ھدیتک ان کنت صادقا)(۵۱)

''کیا اگر تو اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہتا تو تم تک یہ ہدیہ پہنچتا اگر تم سچے ہو'' اسی لیے تو اسلام نے عام زندگی میں بھی مسلمان کی ایسی تربیت پر زور دیا ہے جس میں وہ اپنے کیے کا جواب دہ ہو، اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ اس سے پہلے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا محاسبہ کرے اسے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمؤمنون (۵۲)

آنحضور ﷺ نے مختلف صوبوں میں اپنے عمال کا تقرر فرمایا ان کے فرائض میں دوسری چیزوں کے علاوہ احتساب بھی شامل تھا، اکابر صحابہ کرام کے علاوہ آپ ﷺ خود بھی احتساب کی نگرانی فرمایا کرتے تھے، اس اعتبار سے آپ ﷺ کی حیثیت محتسب اعلیٰ کی تھی (۵۳)

معاملات اور اخلاق عامہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی متعدد فروگذاشتوں پر مواخذہ فرمایا، تجارت اور لین دین کے متعلق آپ ﷺ نے بہت سی اصلاحات جاری فرمائیں جن پر سختی سے عمل درآمد ہوا، احادیث میں ہے کہ جو لوگ تخمینہ سے زیادہ غلہ خریدنے لگے تھے عہد رسالت میں انہیں پابند کیا گیا کہ وہ اسے گھروں کو منتقل کرنے سے پہلے خود اپنے ہاتھوں سے اسے فروخت کر دیں، حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا:

''رایت الناس یضربون علی عھد رسول اللہ ﷺ اذا اشتروا الطعام جزافا ان یبیعوہ... الی رحالھم'' (۵۴)

امام سیوطی اس حدیث سے استنباط کرتے ہیں کہ یہ اہل سوق محتسب مقرر کرنے کی اصل ہے، اور اس سے یہ اجازت بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف ورزی کریں تو انہیں بھی سزا دی جائے۔(۵۵)

Marfat.com

امام نوویؒ کے مطابق اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی الامر کو بیع فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔(۵۶)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ بغرض معاینہ بازار تشریف لے گئے، ایک جگہ گندم کا ڈھیر نظر آیا، آپ ﷺ نے دست مبارک اس میں ڈالا تو کچھ نمی سی محسوس فرمائی، دکاندار سے جواب طلبی کی تو اس نے عذر پیش کیا کہ غلہ بارش سے بھیگ گیا ہے تب آپ ﷺ نے تنبیہ کے طور پر اس سے استفسار کیا کہ پھر اسے اوپر کیوں نہیں کر لیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس طرح کی ہیرا پھیری کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(۵۷)

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو کسی شخص کو ایک چیز تولتے ہوئے دیکھا اور ارشاد فرمایا: اتزن وارجع، اچھی طرح جھکتا ہوا تولو(۵۸)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ بعض اوقات صحابہ کرامؓ کو بھی بغرض احتساب بازار کی طرف بھیجا کرتے تھے۔(۵۹)

الماوردی لکھتے ہیں کہ زبیر بن عوامؓ اور ایک انصاری کے درمیان زمین کی سیرابی پر جھگڑا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسق انت یازبیر ثم الانصاری یعنی زبیر پہلے تم سیراب کرو، پھر انصاری، اس پر انصاری نے کہا رسول اللہ ﷺ بے شک وہ آپ ﷺ کی پھوپھی کا بیٹا ہے، یہ بات آپ ﷺ کو ناگوار گزری آپ ﷺ نے فرمایا:

(یا زبیر واجره علی بطنه متی یبلغ الماء الی الکعبین)

"یعنی اے زبیر پانی کو آنے دینا یہاں تک کہ ٹخنوں تک آ جائے چاہے اس کے لیے تجھے اس کے پیٹ پر سے گزارنا پڑے، اس کے بعد انصاری کو پانی دینا" یہ الفاظ آپ ﷺ نے تادیبا ارشاد فرمائے(۶۰)

سیرت الرسول ﷺ سے یہ سبق ملتا ہے کہ احتساب جو کہ عدل کے قیام کا ذریعہ ہے کے بغیر کوئی نظام قائم نہیں رہتا۔

آپ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

(لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر اویسلطن اللّٰہ علیکم شرارکم ثم یدعو خیارکم فلا یستجابلھم)(۶۱)

''تمہارے لیے ضروری ہے کہ معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو ورنہ اللّٰہ تم پر شیطانوں کو مسلط کر دے گا، پھر تمہارے نیکوکار دعائیں مانگیں گے جو قبول نہ ہوں گی۔''

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میری امت کے بہترین شہیدوں سے وہ شہید ہو گا جو ظالم امام کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر اس نے اس کو معروف کا حکم دیا اور منکر سے روکا تو اس امام نے اسے قتل کروا دیا۔''(۶۲)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

(افضل الجھاد کلمة حق عند سلطان جائر)(۶۳)

''ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے۔''

رشوت اور سفارش نظام عدل کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں رسول اللّٰہ ﷺ نے اس انسداد کا سختی سے حکم فرمایا، ایک روایت ہے کہ:

(ان رسول اللّٰہ لعن الراشی والمرتشی والرایش)(۶۴)

''رسول اللّٰہ ﷺ نے رشوت لینے، دینے اور پہنچانے والے پر لعنت کی ہے''

اسی بناء پر رسول اللّٰہ ﷺ عمال کو تحائف لینے سے منع فرمایا کرتے تھے، اس ضمن میں آپ ﷺ نے فرمایا:

(ھدایا الامرا غلول)(۶۵)

''امراء کے تحفے زیادتی ہیں''

آنحضور ﷺ کے دور میں جب ایک فاطمہ نامی خاتون جو کہ بااثر خاندان سے تعلق رکھتی تھی کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوا تو بعض صحابہؓ نے اس کی سفارش کی اس بناء پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اس کا ہاتھ کاٹ دیتے''(۶۶)۔

آنحضورﷺ نے اپنے وفات سے پہلے اپنے آپﷺ کو لوگوں کے سامنے احتساب کے لیے پیش فرمایا(۶۷) آنحضورﷺ نے احتسابی فرائض کی ادائیگی میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی ذمہ داری بھی لگائی ہوئی تھی، روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک رشتہ دار خاتون شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو رسول اللہﷺ نے حضرت حفصہؓ ام المومنین کی تعلیم کی ذمہ داری سونپی ہوئی تھی، ابن حجر کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں مدینے کے بازار کی نگرانی ذمہ داری دی ہوئی تھی اس بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ فرائض عہد نبویﷺ میں بھی ادا کرتی ہوں۔(۶۸)

تیسری بحث۔سیرت طیبہ کی روشنی میں محتسب کی شرائط:

فقہاء نے قرآن و سنت کی روشنی میں محتسب کے لیے کچھ شرائط کا ہونا لازمی دیا ہے، دراصل یہ شرائط ہر اس عامل کی ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض سرانجام دے۔

۱۔مکلّف ہونا:

فقہاء کے خیال میں محتسب کے لیے ضروری ہے کہ وہ مکلف ہو غیر مکلف کے ذمہ کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی مکلف سے مراد بالغ اور عاقل ہونا ہے اور یہ فی الحقیقہ مسلمان پر احتساب کے واجب ہونے کی شرائط ہیں اسی طرح محتسب کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقل رکھتا ہو، اور اس کو معاملات کی سمجھ بوجھ ہو(۶۹)۔

۲۔رسمی طور پر حکومت کی طرف سے تعین ہونا:

محتسب کے لیے ضروری ہے کہ اسے حکومت کی طرف سے باقاعدہ متعین کیا گیا ہو، بغیر تعین کے احتساب کا کام شروع نہیں کیا جا سکتا، احتساب کا کام حکومت کے اعمال میں سے ایک عمل ہے اس کام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کام کے لیے حکومت کی طرف سے باقاعدہ اجازت اور تعین ہے، اگر کسی شخص

Marfat.com

کو حکومت نے احتساب کی ذمہ داری نہ لگائی ہو اور وہ یہ کام کرنا چاہے تو اس کو محتسب نہیں بلکہ متطوع کہا جائے گا۔(۷۰)

۳۔علم:

محتسب کی شرائط میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کے پاس علم ہو جس کے ذریعے وہ معروف کو جان لے اور معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا اس کے فرائض میں شامل ہے۔(۷۱) اسلام علم کو مختلف ذہنی عقلی اور بدنی قدرات کے حصول کا ذریعہ سمجھتا ہے علم ہی انسان کی برتری اور فضیلت کا سبب ہے، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو فرشتوں سے بالا تر قرار دیا ہے۔ جب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تسبیح کی بنیاد پر فخر کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا۔

انبؤنی باسمآء ھٰؤلآء ان کنتم صٰدقین (۷۲)

''مجھے ان چیزوں کے نام بتاو اگر تم سچے ہو''

جب فرشتے عاجز آ گئے اور حضرت آدم علیہ السلام علم کی بنیاد پر امتحان میں کامیاب ہو گئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذقلنا للملٰئکة اسجدوا لأدم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر و کان من الکافرین (۷۳)

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا''

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ حصول علم کی تلقین فرماتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

(من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین)(۷۴)

اسلامی مملکت کی انتظامیہ بشمول محتسب کی کارکردگی میں علم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، علم عمل کی طرف راہنمائی کرتا ہے اس لیے رسول ﷺ نے ہاتھ سے کام کو انبیاء کی سنت قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

Marfat.com

(ما اکل احد، طعاما قط خیرا من ان یکل من عمل یده، وان نبی اللّٰہ داود علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہ)(۷۵)

اسلامی سیاست کے اصولوں میں بھی عاملین حکومت کے لیے علم کے ہونے کے بہت ضروری قرار دیا گیا ہے، اسی بناء پر علماء نے کہا ہے کہ:

''اگر بادشاہ جاہل ہو اور اس کے وزرا عالم ہوں تو حکومت کا نظام احسن طریقے سے چلتا رہے گا، اور اگر وزرا جاہل ہوں اور بادشاہ عالم ہو تو اس کی حکومت انتشار کا شکار ہو جائے گی۔''

علم کی اسی اہمیت کی بناء پر فقہاء نے محتسب کے لیے عالم ہونا ضروری قرار دیا ہے، محتسب کے علم سے مراد یہ ہے کہ اس کو اپنے اختیارات کا علم ہو اس کو مختلف جرائم کی حدود، سزاؤں اور اسباب کا بھی ادراک ہو تاکہ وہ لوگوں کو ان کی حدود میں رکھے(۷۶)

۴- العدالۃ:

محتسب کے لیے ضروری ہے کہ اس میں عدالت اور امانت کی شرائط موجود ہوں، اسلامی انتظامی نظام میں العدالۃ یعنی معاملات میں سچا اور ایماندار ہونا بنیادی شرائط میں سے ہے، اس شرط کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان خیر من استأجرت القوی الامین(۷۷)

''بہترین ملازم جو آپ رکھیں وہ ہے جو طاقت ور اور امین ہو۔''

اگر کسی ذمہ دار فرد کے معاملات سچائی پر مبنی ہوں تو اسے حقیقت شناسائی ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ. وان الرجل لیصدق حتی یکون صدیقا. وان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی

Marfat.com

یکتب عند اللہ کذابا(۷۸)

اسی بناء پر امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ولی امر کے لیے ضروری ہے کہ وہ عادل اور صادق عمال سے امور سلطنت چلانے میں مدد لے۔

۵-قوت وشجاعت:

محتسب کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہو، شجاعت اسلامی نظام میں انتظامی افسران کی بنیادی صفات میں سے ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان خیر من استأجرت القوی الامین(۷۹)

حضرت ابو ذر غفاریؓ آنحضورﷺ کے نامور صحابیؓ ہیں ان کی خواہش تھی کہ انہیں کسی منصب پر فائز کر دیا جائے لیکن رسول اللہﷺ نے قوت وشجاعت کی شرط پوری نہ ہونے کی بناء پر فرمایا:

(یا اباذر انک ضعیف وانها امانة وانما یوم القیامة خذی الامن اخذ بحقها وادی الذی علیه فیها)(۸۰)

یہ حدیث ایسے لوگوں کو ذمہ داری نہ سونپنے میں اصل ہے جو اس کی ادائیگی کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں(۸۱)اسی بناء پر محتسب جو کہ لوگوں کے معاملات کو دیکھے گا اور اس پر کئی طرف سے دباؤ ہوگا اسکے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس مناسب قوت وشجاعت ہو اس قوت شجاعت سے مراد کسی کا جسمانی طور پر طاقتور ہونا نہیں ابن تیمیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر منصب میں قوت کا مفہوم اس منصب کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے، جنگ میں قوت سے مراد دل کی بہادری اور جنگوں کی مہارت ہے ... اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں قوت سے مراد عدل کا علم اور قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی فراہمی ہے۔''(۸۲)

Marfat.com

۶- پیشہ وارانہ مہارت:

محتسب کے لیے انتظامی معاملات سے باخبر ہونا اور اس کا ماہر بھی ضروری ہے، پیشہ وارانہ مہارت کی تعریف کرتے ہوئے الماوردی کہتے ہیں:

"الرای المفضی الی سیاسة الرعیة وتدبیر المصالح"(۸۳)

یعنی وہ رائے سلیمہ جو لوگوں کے مصالح کی حکمت عملی سے تدبیر کرے۔

آنحضور ﷺ اپنے صحابہؓ میں سے صرف انہی کو مختلف عہدوں پر فائز فرماتے تھے جو امور کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے ابو ذر غفاریؓ کی تقرری سے انکار فرما دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالار مقرر کیا، حالانکہ تقوی کے اعتبار سے وہ تمام صحابہؓ میں سے بہتر نہ تھے۔

سیرت رسول اللہ ﷺ اس ضمن میں تمام مسلمانوں کے لیے خاص طور پر اور پوری انسانیت کے لیے عام طور پر نمونہ کامل ہے آپ ﷺ عربوں کی عادات سے آگاہ تھے، ان کی طبیعتوں کو سمجھتے تھے اور تمام قبائل سے انہی کے لہجہ میں گفتگو کے فن میں ماہر تھے، اس عظیم ترین سیاسی مہارت کی بناء پر آپ جزیرۃ العرب کی منتشر قوت کو جمع کرنے اور اسلام کے پرچم تلے لانے میں کامیاب ہو گئے(۸۴)

ابن تیمیہ ذکر کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ ماہر فاجر اور کمزور متقی میں سے کس کو جنگ میں امیر بنایا جائے، امام صاحب نے فرمایا کہ "جہاں تک فاجر کا تعلق ہے تو اس کا فجور اس کی ذات کے لیے نقصان کا باعث ہے جبکہ اس کی طاقت و مہارت کا فائدہ مسلمانوں کو پہنچے گا، جبکہ متقی کمزور کے تقوی کا فائدہ اس کی اپنی ذات کے لیے ہو گا جبکہ جنگی معاملات میں اس کی کمزوری کا نقصان مسلمانوں کو ہو گا، اس لیے فاجر مگر اپنے شعبہ میں ماہر کے ساتھ لڑائی میں شرکت کی جائے گی"(۸۵)

اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

(ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر)(۸۶)

پیشہ ورانہ مہارت کی اہمیت کی بناء پر ہی فقہاء کہتے ہیں کہ محتسب مختلف کاموں میں بے ایمانی اور بددیانتی کا صحیح طور پر اس وقت تک اندازہ نہیں لگا سکتا جب تک کہ اسے ان کاموں کے متعلق

ضروری امور کا علم نہ ہو، اسی بناء پر بعض فقہاء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ محتسب مختلف پیشوں کا کام کرنے والوں کا امتحان لے تا کہ کوئی عوام کو کسی ایسے پیشہ کے نام پر دھوکہ نہ دے جس کی ادائیگی کی وہ صلاحیت نہیں رکھتا(٨٧)

چوتھی بحث-سیرت الرسول ﷺ کی روشنی میں محتسب کے فرائض و اختیارات:

احتساب کے ادارہ سے متعلق تمام قسم کی گفتگو عملی طور پر اس وقت بے سود ہو جاتی ہے جب تک کہ اس کے اختیارات اور فرائض کی تحدید نہیں کر دی جاتی، فقہاء اسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں اس ضمن میں جو فرائض و اختیارات متعین کئے ہیں۔ الماوردی نے ان کو دو صورتوں میں تقسیم کیا ہے:

١۔ امر بالمعروف

٢۔ نہی عن المنکر

ان کی مزید تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

١- امر بالمعروف سے متعلق محتسب کے اختیارات:

امر بالمعروف کی پھر مزید اقسام ہیں اور اس ضمن میں آنے والی اشیاء کی فہرست کافی طویل ہے، امر بالمعروف کی ضمنی اقسام کی بعض تفاصیل درج ذیل ہیں:

الف-حقوق اللہ سے متعلق امر بالمعروف:

نماز کی ادائیگیوں کا اہتمام

١۔ نماز جمعہ کی ادائیگی:

کسی علاقہ کے لوگ اگر نماز جمعہ کی فرضیت کے باوجود اس کو چھوڑ دیں تو محتسب کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا اہتمام کروائے اور علاقہ کے لوگوں کو نماز جمعہ کی دائیگی پر مجبور کرے، تاہم اگر

Marfat.com

انہوں نے کسی اجتہادی دلیل کی بناء پر نماز جمعہ قائم نہ کی ہوئی ہو تو ایسی صورت میں اجتہادی رائے کو قبولیت حاصل ہو گی(۸۹) اور اگر ایسی صورت ہو کہ لوگوں پر جمعہ کی نماز لازمی نہ ہو تو محتسب کو چاہیئے کہ لوگوں سے تعرض نہ کرے۔(۹۰)

۲۔ دوسری نمازوں کا اہتمام اور ائمہ وغیرہ کا امتحان:

نماز جمعہ کے علاوہ دوسری پنجگانہ نمازوں اور عیدین کی نمازوں کی ادائیگی کے اہتمام کی نگرانی کرنا بھی محتسب کے فرائض میں شامل ہے، نمازوں اور مساجد کی اس قسم کی سرگرمیاں دراصل ثقافت اسلامیہ کی روح ہیں، انہی سرگرمیوں کی بناء بقول رسول اللہ ﷺ دارالسلام دارالکفر سے ممتاز ہوتا ہے، اسی لیے اگر مملکت اسلامیہ کی ان ثقافتی سرگرمیوں میں جو مذہبی مقام بھی رکھتی ہیں کوئی کوتاہی ہو گی تو محتسب کا ادارہ فورا حرکت میں آ جائے گا، الماوردی نقل کرتے ہیں۔

> **فاذا اجتمع اهل بلد او محلة على تعطيل الجماعة فى مساجدهم و ترک الاذان فى اوقات صلواتهم كان المحتسب مندوبا الى امرهم بالاذان والجماعة فى الصلوات(۹۱)**
>
> ''یعنی جب کسی شہر یا محلہ کے لوگ مساجد میں باجماعت نماز کی دائیگی کو معطل کر دیں اور پانچ اوقات پر اذانیں بھی نہ دیں تو محتسب ان سے اذان اور نماز کا تقاضا کرے گا۔''

مذہبی معاملات میں محتسب کے اختیارات میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ مساجد کا خیال رکھے اس بات کو یقینی بنائے کہ مساجد میں ائمہ کرام اہل علم ہوں، اہل فساد اور شر کو مساجد ٹھکانا بنانے کی اجازت ہرگز نہیں ہو گی، جیسا کہ فقہاء کہتے ہیں کہ محتسب لوگوں کو بازاروں، دکانوں اور مساجد کے دروازوں پر قرات قرآن سے منع کرے گا تا کہ وہ اس کو بھیک مانگنے کا ذریعہ اور وسیلہ نہ بنا لیں۔(۹۲)

اسی طرح غیر اہل لوگوں کو امامت کے فرائض ادا کرنے سے منع کرنا بھی محتسب کے فرائض میں شامل ہے(۹۳) اس بات سے یقینی استنباط کیا جا سکتا ہے کہ آج کل کے دور میں جس طرح بعض مساجد کو شر فساد اور فرقہ وارانہ مسائل کی جگہ بنا دیا گیا ہے اس کا بھی احتساب کرنے کی ضرورت ہے

تاکہ اس صورت حال کے ذمہ دار لوگوں کو سخت سے سخت سزائیں سنائی جائیں۔

ب۔ نہی عن المنکر سے متعلق محتسب کے اختیارات:

۱۔ کاروباری معاملات کی نگرانی:

کاروباری معاملات کی نگرانی بھی محتسب کے فرائض میں شامل ہے، رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں اس کی کئی مثالیں ہیں جن کی وضاحت پہلے ہی کی جا چکی ہے، فقہاء اسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں جو قوانین وضع کیے ہیں، ان کے مطابق محتسب کے فرائض میں یہ بات شامل ہو گی کہ وہ خلاف شریعت کاروبار سے منع کریں اور جائز کاروبار میں ایسی کسی بات کو شامل نہ ہونے دیں جو خلاف قرآن و سنت ہو، عقود فاسدہ، قمار بازی اور حرام چیزوں کی خرید و فروخت جیسے معاملات سے باخبر رہنا بھی محتسب کے فرائض میں شامل ہے، جانوروں کی خرید و فروخت میں بھی اس بات کا لحاظ کیا جائے گا کہ کوئی ایسی صورت نہ ہو جس سے خریداروں کو دھوکہ ہو، محتسب اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ناپ تول کے آلہ جات درست حالت میں ہوں، محتسب کو ایسے رائج الوقت آلہ جات کے چیک کرنے کا مکمل اختیار ہو گا، محتسب مختلف بازاروں میں مختلف امور کی نگرانی کے لیے اپنے اہلکاروں کا تعین بھی کر سکے گا۔(۹۴)

۲۔ راستوں میں سے منکرات کو ختم کرنا:

راستوں کی خرابیوں میں سے اہم خرابیاں یہ ہیں کہ دکانیں بنا دی جائیں راستوں میں رکاوٹیں رکھ دی جائیں راستوں پر جانوروں کو ذبح کیا جائے اور اس سے زمین اور اردگرد ماحول کو پراگندہ کیا جائے، اس لیے محتسب اس تمام صورت حال کو وقوع پذیر ہونے سے روکنے کا ذمہ دار ہے۔

سڑکوں کی خوبصورتی کا خیال رکھنا، سڑکوں پر رات کو روشنی کے قمقموں کی فراہمی کا خیال رکھنا بھی محتسب کی ذمہ داری ہے، سڑکوں پر ایسے جانوروں کی آمد کو روکنا جو آنے جانے والوں کے لیے تکلیف کا سبب بنیں بھی محتسب کے فرائض میں شامل ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ لوگوں کو ہر قسم کی تکلیف پہنچانے سے منع کرتی ہے اور اس چیز سے بھی منع کرتی ہے کہ پہلے سے جاری شدہ تکلیف جوں کی توں موجود رہے، اس لیے ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ کے احکامات کی پیروی میں محتسب لوگوں سے تکالیف

مشکلات کو دور کرے۔(۹۵)

۳-صنعت و حرفت کی خرابیوں کی اصلاح کرنا:

صنعت و حرفت کا تعلق براہ راست انسانوں سے ہوتا ہے، محتسب کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کے اہم پیشوں سے متعلق معلومات کو اکٹھا کرے اور اس ضمن میں ماہرین کے مشورے سے ضروری قوانین وضع کرے جن میں درج ذیل چیزوں کا خیال ضرور رکھا جائے۔

ا-صنعت و حرفت کا محل وقوع مناسب ہو:

یہ بات لازمی اور ضروری ہے کہ صنعت و حرفت کے لیے جو بھی جگہ ہو وہ مناسب ہو اور اس میں لوگوں کے لیے کوئی تکلیف نہ ہو، مثال کے طور پر کسی لوہار کو اس بات کی محتسب اجازت نہ دے گا کہ وہ کپڑوں کی دکانوں کے ساتھ اپنی دکان بنا لے، اس طرح پلمبر وغیرہ جیسے کام جن سے آوازیں پیدا ہوتی ہوں کا لوگوں کی رہائش گاہوں کے قریب ہونا رہائشی علاقوں کے لوگوں کے لیے اذیت کا باعث ہوتا ہے اس لیے ان پیشوں کا کام آبادیوں کے اندر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۲-صنعت و حرفت کے آلات کا درست حالت میں ہونا:

فقہاء یہ شرط لگاتے ہیں کہ ہر صنعت کے آلات درست ہوں اس کام کو جس کے کرنے کے لیے بنائے ہوں بنانے میں مدد دیں اور ان سے لوگوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی ہو مثلاً جلیبی کو تلنے والے برتن کے متعلق ایک فقیہ کہتے ہیں:

> ''ضروری ہے کہ جلیبی کو تلنے والا برتن لال رنگ کے پیتل کا ہو اور اس کو اندر سے قلعی کیا گیا ہو۔''(۹۷)

۳-لین دین کے معاملات کا صاف ستھرا ہونا:

محتسب کے فرائض میں اس بات کو یقینی بنانا بھی شامل ہے کہ تمام کاروباری دھوکہ اور فراڈ سے پاک ہوں مثلاً گیہوں مٹی سے ملی ہوئی نہیں ہونی چاہیے، اچھی گیہوں کو نمک کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک قول سے بھی ظاہر ہے، آٹا اور دوسری پسی ہوئی چیزوں میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے اور اس ضمن میں قیمتوں میں جو فرق ہے وہ واضح طور پر

Marfat.com

خریداروں کو معلوم ہونا چاہیے، گوشت وغیرہ کے ضمن میں اس کی تمام اصناف کا واضح طور پر جدا جدا رکھنا ضروری ہے۔(۹۸)

اس بحث میں پیش کی گئی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ محتسب کے فرائض میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شامل ہے، اور ان دنوں کی مختلف اقسام ہیں اس میں کئی امور شامل ہیں، محتسب کے لیے لازمی ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنے تمام فرائض سرانجام دے۔

پانچویں بحث- احتساب کے آداب اور طریقہ کار:

احتساب ایسی فضا میں جاری رہتا ہے جو اخلاق و آداب اور احترام پر مبنی ہوتی ہے احتساب کے نام پر ظلم و زیادتی اور حکومتی جبر قائم کرنا اسلامی نظام احتساب میں ہرگز مرغوب نہیں ہے احتساب کے دوران محتسب اور اس کے کارندوں کے لیے اپنے لیے مخصوص ضوابط کی پابندی لازمی ہے۔ مثال کے طور پر اگر محتسب کو راستوں پر کوئی عورت مل جائے اور اس کا گناہ گار ہونا بھی واضح ہو تو بھی اس صورت میں اس کی کرامت اور عزت کے خلاف محتسب کوئی اقدام نہیں کر سکے گا، اور نہ ہی اس سے خلوت میں کچھ کر سکتا ہے، اس ضمن میں محتسب کے فرائض میں بھی یہ بات ثابت ہے کہ وہ لوگوں کو آداب سکھائے ابویعلی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> وان كان من اهل الاسواق من يختص بمعاملة النساء راعى المحتسب سيرته وامانته فاذا تحقق منه اَقره على معاملتهن، وان ظهرت الريبة وبان عليه الفجور منعه من معاملتهن وادبه على التعرض لهن(۹۹)
>
> ''اور اگر بازار میں کوئی شخص ایسا ہو جو عورتوں سے خرید و فروخت کرتا ہو تو محتسب اس کی سیرت اور امانت کو دیکھے اگر اس کا کردار ٹھیک ہو تو اسے کاروبار جاری رکھنے کی اجازت دی جاوے اور اگر اس میں کوئی شک و شبہ ظاہر ہو اور کوئی غلط حرکت سرزد ہو

Marfat.com

تو اس کی عورتوں سے خرید و فروخت سے منع کر دے اور اس کی
تربیت کرے"

اسی صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے قرآن و سنت کی روشنی میں احتساب کے آداب اور طریقہ کار سے متعلق تعلیمات وضع کی ہیں، ان میں سے بعض تعلیمات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ محتسب احتساب میں اللہ کی رضا کو ملحوظ خاطر رکھے، احتساب کے دوران محتسب کا مقصد شہرت و بلندی اور لوگوں کے ہاں قدر و منزلت حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس سے مقصود تمام معاملات میں خلوص نیت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے وہی کچھ قبول کرتا ہے جو صرف اس کی رضا کے حصول کے لیے کیا جائے، محتسب کی کامیابی میں اس کا اخلاص ہی بنیادی کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ اللہ کی مدد اور تائید کے بغیر اس کی کامیابی ممکن نہیں ہوتی (۱۰۰)۔

۲۔ احتساب کے دوران محتسب کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو صبر و تحمل اور بردباری کی صفات سے مزین رکھے، باقی اخلاق کے ساتھ ساتھ صبر و تحمل کی محتسب کے لیے اہمیت سب سے زیادہ ہے کیونکہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے، لوگوں کی تکالیف کو دور کرتا ہے، پس اگر وہ صابر اور حلم کرنے والا نہ ہو گا تو اصلاح کرائے اس زیادہ اس سے فساد کا خطرہ ہو گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بتایا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنے پر جو تکالیف پہنچیں ان پر صبر کرنے کی تلقین کی اور جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰبنیّ اقم الصلٰوة وأمر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر
علی ما اصابک ان ذٰلک من عزم الامور (۱۰۱)

محتسب کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اپنے اعصاب کو قابو میں رکھے، پسند اور ناپسند کے جذبات بعض اوقات حقیقی صورت حال کے ادراک میں حائل ہو جاتے ہیں اس لیے ایک مسلمان

Marfat.com

ذمہ دار سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ غصے وغیرہ کے جذبات کو حلم کے ذریعے قابو میں رکھے، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لیس الشدید بالصرعة وانما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب) (۱۰۲)

حلم اخلاق نبیلہ میں سے ہے کیونکہ اس میں عزتوں اور جسموں کے لیے راحت اور اطمینان کا پہلو موجود ہے(۱۰۳)

حلم وصبر کی اسی اہمیت کی بنا پر محتسب کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ وہ دوران احتساب اپنے آپ کو اس صفت سے مزین رکھے اور اس ضمن میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔

۳۔ محتسب کے آداب اور طریقہ کار میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ نرمی کا سلوک اختیار کرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دوران بعض اوقات نرمی سے پیش آنا زیادہ فائدمند ثابت ہوتا ہے، آنحضور ﷺ کی مثال ہمارے سامنے ہے آپ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فبما رحمة من الله لِنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك(۱۰۴)

''اس کی رحمت سے آپ ﷺ ان کے لیے نرم دل ہیں اور اگر آپ ﷺ سخت دل ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے گرد سے بھاگ جاتے''۔

اس ضمن میں آنحضور ﷺ کا بھی ایک قول ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(ان الله یحب الرفق فی الامر کله)(۱۰۵)

''بے شک اللہ نرم ہے اور نرمی کو تمام معاملات میں پسند کرتا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کیطرف بھیجا تو نرمی ہدایت کی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(فقولا له قولا لینا لعله یذکر او یخشٰی (۱۰۶)

Marfat.com

’’اور تم دونوں اس کو نرم بات کہنا شاید کہ وہ نصیحت پکڑے اور ڈرے‘‘

نرمی اور خوش اسلوبی کی اسی اہمیت کی بنا پر محتسب کے لیے ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دوران اس خوبی کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔

۴۔ احتساب کے آداب میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ محتسب لوگوں سے زیادہ میل جول اور شخصی تعلقات سے اجتناب کرے ورنہ لوگ اس سے ناجائز فائدہ طلب کریں گے، محتسب کو اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ وہ مختلف دنیاوی لذتوں اور خواہشوں کا شکار نہ ہو، ورنہ اس کی اس خواہش کا وہ لوگ جو ناجائز کام کروانے کے خواہش مند ہوتے ہیں ناجائز فائدہ اٹھائیں گے، اسے اس کی نفسیات کے مطابق تحفے تحائف دیں گے اور جب وہ غلط کام کے بعد احتساب کی زد میں آئیں گے تو اپنی دی ہوئی چیزوں کے بدلے رعایت کے طلب گار ہوں گا اس لیے محتسب کے لیے ضروری ہے کہ نہ صرف خود رشوت وغیرہ سے بچے بلکہ اپنے اہلکاروں کی بھی اس ضمن میں سخت نگرانی کرے، اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے ماتحت عملہ میں کسی نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے، رشوت لی ہے تو اس فوری طور پر اپنے منصب سے ہٹا دے اور احتساب کے ادارے سے دور کر دے تاکہ لوگوں کو احتساب کے صحیح ہونے میں کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو(۱۰۷)۔

۵۔ محتسب اگر احتساب کے ادارہ کو چلانے کے دوران مختلف اصحاب تجربہ سے مشورہ کرے تو بھی اس کے لئے بہت بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مشورہ کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وشاورهم فی الامر﴾(۱۰۸)

آنحضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست ہدایت یعنی وحی حاصل کرنے کے باوجود صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’المستشار مؤتمن‘‘(۱۰۹)

Marfat.com

اسی بناء پر اگر محتسب صاحب خبرۃ یعنی تجربہ کار لوگوں سے احتساب کے عمل کے دوران مشورہ کرتا رہے تو بہت بہتر ہوگا۔

۶- کچھ چیزوں کا عوام الناس کو ظاہر کرنا درست ہوتا ہے اور انتظامی معاملات میں بہت سے چیزوں کا خفیہ رکھنا ضروری ہوتا ہے، اسرار کی حفاظت دراصل انتظامی عہدیداروں کی اچھی صفات اور خوبیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے قول کو جس میں وہ اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے اسرار کی حفاظت کرنے کو کہتے ہیں بیان کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا﴾(۱۱۰)

(اے میرے بیٹے اپنے خواب کا قصہ اپنے بھائیوں کو مت سنانا ورنہ وہ تمہارے لئے سازش کریں گے)

اسرار کو چھپانا کسی شخصیت کی بڑائی کی دلیل ہے جس طرح اس برتن کا کوئی فائدہ نہیں جو اپنے اندر موجود چیز کو چھپا نہ سکے اس طرح اس انسان کا کوئی فائدہ نہیں جو اپنے سینے میں موجود راز کو سنبھال نہ سکے(۱۱۱)۔

جو شخص کسی راز کو چھپا نہ سکے وہ نفسیاتی طور پر ضعیف ہوتا ہے اور اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس شخص کی طبیعت میں کمزوری ہے اس کا سینہ تنگ ہے اور اس میں صبر کی قلت ہے اسی لئے وہ اسرار کو سنبھال نہیں سکتا(۱۱۲)۔

محتسب کو بھی چاہئیے کہ احتساب کے دوران ان اسرار کو جن کا نہ ظاہر کرنا ضروری ہے، چھپا کے رکھے اور اپنے ماتحت عملہ میں بھی یہ خوبی پیدا کرے۔

۷- اسلام افراد کی تربیت کا حریص ہے تاکہ اس کے اس کی اپنی ذات، دوسرے بندوں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلقات کو منظم خطوط پر استوار کیا جاسکے، اسلام انسان کے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے اور زندگی کے دوسرے تمام اسالیب میں تنظیم اور ضوابط پر عملدرآمد کا خواہش مند ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا. ان اللہ لا یحب کل مختال فخور. واقصد فی مشیک واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر﴾(۱۱۳)

اس قرآنی آیت کی بناء پر ضروری ہے کہ محتسب اور اس کا تمام عملہ اپنے فرائض کی کما حقہ ادائیگی کے لئے عملی تربیت حاصل کریں۔ عملی تربیت دراصل علم حاصل کرنے کی ہی ایک صورت ہے تا کہ انسان اپنے ذمے لگائے گئے کام کو سب سے احسن طریقے سے سرانجام دے سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یأکل من عمل یدہ''(۱۱۴)

آنحضور ﷺ کا اسوہ حسنہ اس ضمن میں ہمارے سامنے مثال ہے۔ آپ ﷺ خود صحابہ کرام کے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف خواتین کو غزوات میں شریک ہونے کی اجازت دی بلکہ اس ضمن میں ان کی تربیت بھی فرمائی(۱۱۵)۔ حضرت عمرؓ بھی اپنے عمال کی تربیت کا اہتمام کیا کرتے تھے اور ان کو باقاعدگی کے ساتھ ایسی ہدایات بھجوایا کرتے تھے جن میں تربیتی اور ٹریننگ کا پہلو نمایاں ہوتا تھا(۱۱۶)۔

اسلام چونکہ تربیت کو بہت اہمیت دیتا ہے اس لئے محتسب کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی اپنے فن میں ماہر ہو اور اپنے اہلکاروں کو بھی اس ضمن میں تربیت کرے۔

مختصراً یہ کہ محتسب کا اسلامی آداب اور طریقہ کار کا خیال رکھنا ضروری ہے احتساب کا کام اگرچہ لوگوں کی فلاح وبہبود میں سے ہے لیکن اس سے اللہ کی رضامندی کا حصول ہی محتسب کا اصل مقصد ہونا چاہیئے۔ احتساب کے دوران محتسب صبر، حلم اور برداشت سے کام لے۔ ضروری اسرار کی حفاظت کرے اور احتساب کے عمل کے لئے اپنے ماتحت عملہ کی ضروری تربیت کرے۔ احتساب کے دوران ماتحت کے کردار پر نظر رکھے اور کسی بھی قسم کی کوتاہی ہرگز برداشت نہ کرے۔

Marfat.com

چھٹی بحث سیرت طیبہ کی روشنی میں پاکستان میں بے لاگ احتساب:

۱- پاکستان میں احتسابی ادارے:

مملکت اسلامیہ پاکستان کا قیام ۱۹۴۷ء کو اس لیے عمل میں لایا گیا تھا کہ اس ملک کو جدید دور میں ایک اسلامی ریاست کے نمونہ کے طور پر پیش کیا جائے گا لیکن بدقسمتی سے قیام پاکستان کے فوراً بعد قائد اعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان کی وفات کے بعد پاکستان کی حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آ گئی جو نہ صرف یہ کہ نااہل تھے بلکہ ایمانداری اور تقویٰ کے اس معیار سے، جس کی ہندوستان کے مسلمان پاکستان کے حکمرانوں میں توقع کرتے تھے، بہت نیچے تھے۔ ان لوگوں نے پہلے تو پاکستان کا آئین ہی بننے نہ دیا جب آئین بنا تو اس پر عمل درآمد نہ ہونے دیا پاکستان کے آئین کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کئی ایسے ادارے قائم ہونے تھے جن کا مقصد اسلام کا عملی نفاذ تھا پاکستان کے تمام دساتیر میں ایک ایسے ادارے کے قیام کی گنجائش رکھی گئی تھی جس کے ذمے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا ہو، اس قسم کے ادارے کے قیام کے لیے کئی مرتبہ باقاعدہ سفارشات بھی مرتب ہوئیں، ۱۹۵۲ء کے دستور کا مسودہ پیش کیا گیا تو اس کی دفعہ ۲ شق ۳ میں کہا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک تنظیم قائم کی جائے۔ ۱۹۷۶ء میں محتسب کے ادارے کے لیے جناب جسٹس عبدالحلیم کی سربراہی میں ایک خصوصی سیل قائم کیا گیا جس کا مقصد شہری معاملات سے متعلق شکایات کا جائزہ لینا تھا، پھر ۱۹۷۲ء کے عبوری آئین کی دفعہ ۲۷۲ میں وفاقی محتسب کے ساتھ ساتھ صوبائی محتسبوں کے تقرر کی بھی گنجائش رکھی گئی، ۱۹۷۳ء کے آئین کے شیڈول چہارم میں وفاقی محتسب کے قیام کی گنجائش اور ایک بار پھر ضروری قرار دیا گیا۔ موجودہ وفاقی محتسب کے قیام کا حکم نامہ ۱۹۸۳ء میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے جاری کیا اور جناب جسٹس سردار محمد اقبال کا پاکستان کے پہلے وفاقی محتسب کے عہدے پر تقرر ہوا۔

اس کے بعد مختلف ادوار میں وفاقی محتسب کے ساتھ ساتھ احتساب کے بعض دوسرے ادارے بھی وجود میں آئے جن میں احتساب کمشنر، احتساب بیورو اور حال ہی میں قائم ہونے والا نیشنل اکاؤنٹیبلٹی بیورو وغیرہ شامل ہیں، احتساب کے ان تمام اداروں کے قیام کا مقصد عوام کو سستا انصاف فراہم

Marfat.com

کرنا اور لوٹ مار کرنے والے افراد اور اداروں کو انصاف کے کٹہرے میں لانا ہے ان اداروں نے اگرچہ احتساب کے ضمن میں کئی کارنامے کیے ہیں، بہت سارے لوگوں کی داد رسی بھی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود جس قسم کا بے لاگ احتساب اسلامیان پاکستان کا خواب ہے ابھی تک اس کی تعبیر نہیں ہوئی۔

پاکستان میں وفاقی محتسب کے ادارہ کی تاسیس و تشکیل دراصل خلافت راشدہ کے اسلامی تصور اور سیکنڈے نیویا کے ممالک یں قائم شدہ احتساب کے اداروں کا ایک قابل تقلید اور خوبصورت امتزاج ہے، یہ قدیم اسلامی مملکتوں کے محتسبوں کی طرح رشوت، ملاوٹ اور اوزان و پیمانوں اور اخلاق عامہ پر نظر رکھنے کی بجائے عام شہریوں کی ان شکایات کا ازالہ کرتا ہے جو سرکاری دائرہ کار میں بد انتظامی کے باعث ناانصافیوں کو جنم دیتی ہے۔(۱۱۷)

پاکستان کے وفاقی محتسب کا بنیادی مقصد وسیع معنوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اجراء و قیام کے لیے اسلامی اقدار کا تحفظ و فروغ ہے اور اس کے فرائض میں حکومت اوراس کے اداروں کے خلاف افراد کی شکایات اور ان پر ظلم و زیادتی کی تفتیش اور چھان بین، انفرادی حقوق کی خلاف ورزی کی روک تھام، ملازمین سرکار کے کام کا معائنہ اور ان کی بدانتظامی، بے پروائی یا فرائض سے غفلت اور کوتاہی پر مبنی معاملات کی نگرانی وغیرہ شامل ہے، وفاقی حکومت کی کوئی وزارت، شعبہ، کمیشن یا دفتر یا وفاقی حکومت کی طرف سے قائم کردہ خود مختار کارپوریشن، وفاقی محتسب پاکستان کے دائرہ کار سے باہر نہیں سوائے اعلی عدالتوں کے (۱۱۸)

وفاقی محتسب جیسے آئینی ادارے اور بعض دوسرے احتسابی اداروں کے قیام کے باوجود پاکستان میں ابھی تک احتساب کا وہ عمل شروع نہیں ہوا جس کو بے لاگ احتساب کی عملی صورت قرار دیا جائے، آج بھی ظالم لٹیرے دندناتے پھرتے ہیں، ٹیکس چور، سرکاری امانتوں میں خیانت کرنیوالے تاجر اور سرکاری خزانے کو بے دریغ لوٹنے والے اہلکار آج بھی قانون کے شکنجے سے آزاد ہیں، سیرت طیبہ کی روشنی میں احتساب کے جس نظام کا مطالعہ اس مقالہ میں کیا گیا ہے اس روشنی میں ضروری ہے کہ پاکستان کے نظام احتساب میں درج ذیل اصلاحات نافذ کی جائیں۔

Marfat.com

۲- پاکستان میں بے لاگ احتساب کے لیے ضروری اقدامات:

الف: احتساب کے مختلف اداروں کی بجائے احتساب کی ایک تنظیم قائم کر دی جائے اور اس کے دائرہ کار میں کسی کو استثناء حاصل نہ ہو، حکمران وقت سے لے کر ایک عام آدمی تک سب احتساب کی زد میں آتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

الا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته (۱۱۹)

ب: احتساب کے لیے ایسے نیک افراد کا تعین کیا جائے جو اس کام میں ماہر ہوں۔ لوگوں کے مسائل کو سمجھتے ہوں اور بے ایمان اور بدیانتی کے ہرگز مرتکب نہ ہوتے ہوں، امانت کے اسلامی تصور کو سمجھتے ہوں اور اس پر عمل کرنے کے لیے پرعزم ہوں، نیز یہ لوگ کسی بڑے کی سفارش سے مرعوب نہ ہونے والے ہوں دوسرے لفظوں میں قوی اور امین ہوں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ان خیر من استاجرت القوی الامین (۱۲۰)۔

ج: پوری قوم میں یہ شعور بیدار کیا جائے کہ دوسرے کے حقوق غصب کرنا اور امانتوں میں خیانت کرنا شرعی اخلاقی اور قانونی جرم ہے، اس جرم کی سزا اس دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور تعلیمی اداروں کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترویج دینا بھی احتساب کے نظام کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔

د: احتساب کا آغاز بڑے بڑے چوروں اور ڈاکوؤں سے کیا جائے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول کہ:

> ''تم میں سے جو طاقت ور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں
> اس سے کمزور کا بدلہ نہ لے لوں اور جو کمزور ہے وہ طاقتور ہے جب تک کہ
> اس کو اس کا حق نہ دلا دوں'' (۱۲۱)

کو احتساب کا ماٹو بنا دیا جائے، پولیس فوج اور دوسری ایجنسیاں احتساب کے ادارے سے تعاون کرتے ہوئے بڑے سے بڑے ظالم اور طاقت ور کے احتساب کے لیے متحد ہو جائیں جب بڑوں کا احتساب ہو گا چند ایک کو سزا مل گئی تو عوام الناس خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔

Marfat.com

ہ: احتساب کے ادارے کے لیے جتنے بھی اہلکاروں کا تعین ہو ان سب کی تربیت کی جائے، احتسابی قوانین سے ان کو آگاہ کیا جائے تاکہ کوئی مجرم قانونی موشگافیوں سے بچ نہ سکے۔

و: احتساب کے ادارے کی کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لیے جتنی بھی نئی قانون سازی کی ضرورت ہو وہ کر لی جائے، پوری قوم ایک بھرپور سیاسی عزم اور ارادے کے ساتھ ایک ایسے احتسابی ادارے کی حامی بنائے جائے جس پر حکومتوں کے بدلنے کا کوئی اثر نہ ہو اور احتسابی ادارہ سیاسی دباؤ سے آزاد ہر پاکستانی کے احتساب کرنے کا حق رکھتا ہو۔

اگر ان تجاویز پر عمل کرتے ہوئے پاکستان میں پائیدار احتسابی نظام قائم ہو جائے تو اس سے پاکستان کے پیشتر مسائل ختم ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس مملکت خداداد کو بے شمار وسائل سے نوازا ہے لیکن لوٹ مار کرنے والے حکمران طبقے نے خاطر خواہ احتساب نے ہونے کی بنا پر عوام کی زندگی کو اجیرن بنا دیا ہے، آج بھی اگر پاکستان میں احتساب کا صحیح اسلامی نظام قائم کر دیا جائے، ذمہ دار افراد کا بے لاگ احتساب کیا جائے تو چند ہی سالوں میں پاکستانیوں کی قسمت بدل سکتی ہے۔

مقالہ کا خلاصہ:

اس مقالہ میں پیش کی گئی گذارشات چھ بحثوں پر مشتمل ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بے لاگ احتساب سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وہ نظام قائم کرنا مراد ہے جو الحسبہ جیسی اصلاحات کے تحت تاریخ اسلام میں موجود رہا ہے، جس شخص کے ذمہ احتساب کی ذمہ داری ہوتی ہے وہ محتسب ہوتا ہے اور جس کا احتساب کیا جائے وہ المحتسب علیہ ہوتا ہے،احتساب کی مشروعیت قرآن و سنت سے ثابت ہے، قرآن پاک کی بہت ساری آیات اور رسول ﷺ کے کئی فرمانات احتساب کی شرعی حیثیت کی وضاحت کرتے ہیں، آنحضور ﷺ کی عملی زندگی احتساب کی مشروعیت کی سب سے بڑی دلیل ہے، آنحضور ﷺ نے جن ریاستی اداروں کو قائم فرمایا ان میں احتساب کا ادارہ بھی شامل تھا، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محتسب کے فرائض کے سرانجام دہی کرنے والے ذمہ دار فرد میں تکلیف، حکومت کی طرف سے تعین، علم، عدالت و امانت قوت و شجاعت اور پیشہ ورانہ مہارت جیسی شرائط کا ہونا لازمی ہے، سیرت طیبہ

Marfat.com

سے پتہ چلتا ہے کہ محتسب کے فرائض کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، اور اس میں وہ تمام امور داخل ہو جاتے ہیں جن کا احتساب کرنے کی ضرورت ہے، سیرت طیبہ ہمیں یہ بھی درس دیتی ہے کہ احتساب کے کچھ اصول قواعد اور آداب ہیں، احتساب کے دوران ان کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے احتساب کے متعلق سیرت طیبہؐ کی روشنی میں جو معلومات فراہم کی گئی ہیں ان معلومات کی روشنی میں اگر پاکستان میں رائج نظام احتساب کو بہتر بنا لیا جائے اور پاکستانیوں کو حقیقی احتساب کا نظام مل جائے تو اس سے پاکستان کے بیشتر مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

مقالہ کے نتائج:

اس مقالہ میں پیش کی گئی معلومات اور گزارشات کی بنا پر درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

۱- احتساب کا لفظ احتسب کے فعل سے نکلا ہے، جس کے لغوی معنی حساب کتاب کرنے اور گننے کے ہیں۔

۲- الحسبہ کا لفظ بھی احتساب سے ہی نکلا ہے اس سے مراد ایسا عمل ہے جس کی جوابدہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گی۔

۳- فقہی اصطلاح میں الحسبہ سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اس وقت قیام ہے جب ان کا ترک کرنا واضح ہو جائے اور یہی بے لاگ احتساب کا اصطلاحی مفہوم ہے۔

۴- محتسب سے مراد وہ شخص ہے جو احتساب کرنے کا پابند ہو۔

۵- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی فرض کفایہ ہے اور قرآن پاک کی آیات کی رو سے اس کا قیام اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

۶- آنحضور ﷺ کے نہ صرف کئی فرمانات احتساب کی مشروعیت کی دلیل ہیں بلکہ سیرت طیبہ میں احتساب کی کئی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

۷- ہجرت مدینہ کے بعد رسول ﷺ نے کئی حکومتی اداروں کا قیام عمل میں لایا اور دستور

Marfat.com

مدینہ کے مطابق تمام فریقین نے آپ ﷺ کو بطور محتسب تسلیم کر لیا۔

۸۔ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر احتساب قائم کیا اور کئی لوگوں کا احتساب کیا۔

۹۔ سیرت طیبہؐ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ محتسب کا مکلف ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ احتساب کے کام کی ذمہ داری باقاعدہ رسمی طور پر حکومت کی طرف سے اس کے سپرد کی گئی ہے۔

۱۰۔ محتسب کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب علم ہو عادل اور امین ہو، اپنے فرائض کو سرانجام دینے کے لیے مطلوبہ شجاعت اور قوت رکھتا ہو، پیشہ ورانہ امور کا ماہر ہوتا کہ اسے حقیقت تک پہنچنے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

۱۱۔ محتسب کے اختیارات میں یہ بات شامل ہے کہ وہ امر بالمعروف کرے لوگوں کو نمازوں کی ادائیگی کا حکم دے، اہل لوگوں کو ائمہ لگائے اور فرقہ پرستوں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دے۔

۱۲۔ محتسب کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ صنعت وحرفت کی خرابیوں کی اصلاح کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ صنعتیں ایسی جگہوں پر لگائی ئی ہوں جہاں لوگوں کو تکلیف نہ پہنچتی ہو۔

۱۳۔ محتسب کاروباری معاملات کی شفافی کو یقینی بنائے، لوگوں کے راستوں سے تکالیف کو دور کرے۔

۱۴۔ شریعت اسلامیہ نے احتساب کے لیے آداب وضع کیے ہیں جن میں محتسب میں خوف خدا کا ہونا، احتسا کو اللہ کی رضا کے لیے خالص کرنا، احتساب کے دوران صبر وتحمل اور اپنے اعصاب پر قابو رکھنا اور حلم جیسی صفات کا عملی مظاہرہ شامل ہیں۔

۱۵۔ محتسب کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو لوگوں سے مناسب فاصلہ پر رکھے تاکہ لوگ اس سے ناجائز امداد کے طلب گار نہ ہوں۔

۱۶- احتساب کے دوران صاحب خبرۃ لوگوں سے مشورہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۷- محتسب کو چاہیے کہ اپنے عملہ کے افراد کی تربیت کرے تا کہ وہ اپنے فرائض صحیح طور سرانجام دے سکیں۔

۱۸- اگرچہ پاکستان میں احتساب کے ادارے ٹھوس قانونی اور آئینی بنیادوں پر قائم ہیں لیکن ابھی تک ان سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہو سکے۔

۱۹- پاکستان میں احتسابی عمل کو مزید شفاف اور اسلامی اصولوں کے قریب تر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کے لیے اس میں ضروری اصلاحات کی جائیں۔

موضوع کے بنیادی سوال کا جواب:

درج بالا نتائج کی روشنی میں موضوع سے متعلق بنیادی سوال کے اہم نقاط کا جو مقدمہ میں دیے گئے ہیں، جواب یہ ہے کہ پس ان نتائج سے پتہ چلا کہ احتساب سے لغوی مراد حساب کتاب جبکہ اصطلاح میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جب کہ ان کا ترک کرنا واضح ہو چکا ہو، کا قیام احتساب ہے، اسلام میں احتسابی نظام کی مشروعیت قرآن و سنت سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ کے مدینہ ہجرت کے بعد وہاں کے تمام باشندوں نے آپ ﷺ کی احتسابی اتھارٹی کو تسلیم کر لیا تھا، آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں علماء اسلام نے محتسب کی کئی شرائط رکھی ہیں جن میں تقویٰ، امانت داری، قوت و طاقت، پیشہ ورانہ مہارت اور علم وغیرہ شامل ہیں، محتسب کے فرائض میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شامل ہے جو کہ تمام اچھے کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے روکنے کا جامع نام ہے، فقہاء نے محتسب کے لیے آداب مقرر کیے ہیں محتسب کا فرض ہے کہ احتساب کے دوران ان کا لحاظ کرے، پاکستان میں اگرچہ قانونی اور آئینی بنیادوں پر احتسابی نظام موجود ہے لیکن یہ نظام اس وقت تک مطلوبہ نتائج نہیں دے سکتا جب تک اس میں سیرت طیبہ کی روشنی میں اصلاحات نہ کی جائیں۔

☆ حوالہ جات ☆

۱- تفصیل کے لیے دیکھئے

ابن منظور الافریقی، لسان العرب(داراحیاء التراث العربی، بیرت ۱۹۹۶ء) مادہ ح س ب ،ص ۳-۱۶۱

۲- زبیدی مرتضی، تاج العروس، (دارالفکر، بیروت ۱۹۹۴ء) ،ص ۱-۲۱۸

۳- ایس ایم ناز، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ۱۹۹۹ء) ص ۳۹

۴- الانعام:۹۶

۵- بنی اسرائیل: ۱۲

۶- دیکھئے ابن العربی، احکام القرآن (دارالمعرفہ، بیروت) ،ص ۲-۷۷۰

۷- الطلاق:۱۹۹

۸- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم باب من سمع شیئا فراجع حتی یعرفہ حدیث نمبر۱۰۳،ص ۱-۵۱

۹- آل عمران: ۱۹۹

۱۰- الحاقہ: ۲۰

۱۱- بیہقی ابوبکر احمد بن الحسین (م ۴۵۸) کتاب الاسماء والصفات، (قاہرے ۱۳۵۸ھ) ص ۳۴

۱۲- ابن الاثیر مجدد الدین (م ۶۰۶ ھ) النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (قاہرہ ۱۳۰۰ھ)،ص ۱-۱۳۵

۱۳- زیدان عبدالکریم، نظام القضاء فی الشریعۃ الاسلامیہ، (مؤسسۃ الرسالۃ ۱۹۸۹ء، بیروت) ص ۳۱۳

۱۴- الماوردی ابوالحسن علی بن محمد حبیب البصری (م ۴۵۰ھ)، کتاب الاحکام السطانیہ (دارالفکر للطباعۃ والنشر بیروت)،ص ۲۴۰، مزید دیکھیں وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ (دارالفکر ۱۹۸۴ام) ص ۶۴۷

۱۵- نیز دیکھئے، ابو یعلی محمد بن الحسن الفراء (م ۴۸۵ھ) الاحکام السلطانیہ، تحقیق محمد حامد الفقی دارالکتب العلیمۃ، بیروت ۱۹۸۳ء) ص ۲۶۸

۱۶- ابن خلدون عبدالرحمٰن بن محمد(م ۸۰۸ھ) المقدمہ (مستہ علمی للمطبوعات بیروت ۱۹۷۱ء) ،ص ۲۲۵

۱۷- The Oxford English Dictionary (The Calrendon press oxford U.K. 1970) p.65

Marfat.com

۱۸- مزید تفصیل کے لئے دیکھئے:

Websters New tweentieth century dictionary (U.S.A. 1979) p. 13

۱۹- زیدان عبدالکریم، ن، ص ۳۴۳

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں، ایس ایم ناز، م، ن، ص ۴۹-۶۹

۲۰- ابن تیمیہ بن تیمیہ (م ۷۲۷ھ)، مجموع فتاوی شیخ الاسلام، تدوین عبدالرحمٰن بن محمد، دار عالم الکتب للطباعۃ التوزیع، الریاض ۱۹۹۱ء) ص ۲۸-۶۹

۲۱- زیدان عبدالکریم، م، ن، ص ۳۱۹

۲۲- الغزالی، احیاء علوم الدین، ص ۲۷۸۲-۲۸۸

۲۳- ابن خلدون، المقدمہ، ص ۲۵۵

۲۴- الشوریٰ: ۱۶

۲۵- الاعراف: ۱۵۷

۲۶- الاسراء: ۱۵۷

۲۷- آل عمران: ۱۰۴

۲۸- التوبۃ: ۷۱

۲۹- الاحزاب: ۶۲

۳۰- النجم: ۳-۴

۳۱- زیدان عبدالکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، (مؤسستہ، بیروت ۱۹۸۷ء) ص ۱۶۲

۳۲- مسلم بن الحجاج (م ۲۶۱ھ) الصحیح کتاب الایمان، باب دویا، ص ۲-۶

۳۳- المائدۃ: ۱۵۵

۳۴- خطیب تبریزی محمود بن عبداللہ (م ۴۰ھ) مشکوۃ المصابیح (سانگلہ ہل مکتبہ الاثریۃ) ص ۳۵۰

۳۵- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالٰی (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) حدیث نمبر ۶۷۱۹، ص ۲۶۱۱

Marfat.com

- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ حدیث نمبر ۶۸۶۶، ۶-۲۶۱۳

-۱ ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)، الجامع، باب الفتن،

احمد بن حنبل المسند، (قاہرہ ۱۹۴۹ء) ص ۵-۴۸۸

-۱ حدیث صحیح رواہ ترمذی

-۲ عزام عبدالرحمٰن، الرسالۃ، الخالدۃ، (دارالکتاب العربی مصر، ۱۹۵۴) ص ۵۲

-(ابن کثیر ابو الفداء اسماعیل (م ۷۷۴) البدایۃ، مکتبہ المعارف بیروت، الریاض، ۱۹۶۶م) ص ۱-۲۵۷

-۱ ابن ہشام (محمد عبدالملک بن ہشام) (م ۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ (دارالجلیل، بیروت) ص ۱-۱۶۸

-۴ ابن ہشام، ن، ص، ۱-۱۸۲، ابن سید الناس (محمد بن محمد بن عبد اللہ ۷۳۴ھ)، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر (ج ۲، دار الجیل، بیروت ۱۹۷۴ء) ص ۱-۵۲

-۴ الشعراء: ۲۱۴-۲۱۶

-۴ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب وانذر عشیرتک الاقربین، حدیث نمبر ۴۴۹۲، ص ۱۹۸۷ء

-۴ تفاصیل کے لئے دیکھیں، البخاری، م، ن، ص، کتاب فضائل الصحابہ، باب ما لقی النبی واصحابہ من المشرکین بمکۃ، حدیث نمبر ۳۶۳۹، ص ۱۳۹۸

-۴۶ دیکھیں، ابن ہشام، م، ن، ص ۱-۵۰۴

-۴۷ البخاری، م، ن، کتاب فضائل الصحابۃ، باب وفود الانصار الی النبیؐ بمکۃ وبیعۃ العقبۃ، حدیث نمبر ۳۶۷۰، ص ۳-۱۴۱۳

-۴۸ Hamidullah Muhammadd, First Constitution of the Word, p. 16-19

-۴۹ میثاق مدینہ کی نص کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ابن ہشام، م، ن، ص ۲- ۱۰۶-۱۰۸، ابو عبید (القاسم بن سلام م ۲۲۴ھ)، کتاب الاموال، مؤسسۃ ناصر للثقافۃ، نومبر ۱۹۸۱ء) ص ۹۱

-۵۰ حمید اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، دار الاشاعت کراچی ۱۹۸۴ء، ص ۲۵۳

-۵۱ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب محاسبۃ الامام عمالہ، حدیث نمبر ۲۷۷۲، ص ۶-۲۶۳۲

Marfat.com

۵۲- التوبۃ: ۱۰۵

۵۳- ایس ایم ناز، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ص ۲۴۲

۵۴- البخاری، م، ن، کتاب البیوع، باب۔۔۔۔

۵۵- ایس ایم ناز، م، ن، ص ۲۴۳

۵۶- النووی، شرح مسلم، بیروت ۱۹۶۹ء، ص ۱۰-۱۷۱

۵۷- مسلم، م، ن، کتاب الایمان، باب

۵۸- سنن نسائی، شرح السیوطی، باب البیوع، الرجحان فی الوزن، بیروت، ص ۷-۲۸۴

۵۹- الکتانی (عبد الحیٔ)، نظام الحکومۃ النبویۃ المسمیٰ التراتیب الاداریۃ، دار الثقافۃ بیروت، ص ۱-۲۵۸

۶۰- الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص ۷۷

۶۱- رواہ البزاز، دیکھئے: السیوطی (جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، ۹۱۱ھ) الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ص ۲-۳۴۴

۶۲- رواہ الغزالی فی احیاء العلوم، ص ۲-۳۲۷ء

۶۳- رواہ الامام احمد بن حنبل، دیکھئے: السیوطی، م، ن، ص ۱-۱۶۱

۶۴- الماوردی، م، ن، ص ۷۵

۶۵ الماوردی، م، ن، ص ۷۵

۶۶- البخاری، م، ن، کتاب الحدود، باب کراہیۃ الشفاعۃ فی الحد اذا رفع الی السلطان، حدیث نمبر ۶۴۰۶، ص ۶-۱

۶۷- ابن ہشام، ن، ص ۴-۳۰۰

۶۸- حمید اللہ محمد، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۱۰۸

۶۹- زیدان عبد الکریم، نظام مصطفیٰ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص ۳۲۳

۷۰- زیدان، م، ن، ص ۳۲۴

۷۱- ابن تیمیہ، فتاویٰ، ص ۲۸-۶۲

۷۲- البقرۃ: ۳۱

Marfat.com

۷۳- البقرۃ: ۳۱

۷۴- البخاری، م، ن، کتاب العلم، باب من یرد بہ اللہ خیرا یفقہہ فی الدین، حدیث نمبر ۷۱، ص ۱-۳۹

۷۵- البخاری، م، ن، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث نمبر ۱۹۶۷، ص ۲-۷۳۰

۷۶- ابن تیمیہ، م، ن، ص ۲۸-۶۲

۷۷- القصص: ۲۶

۷۸- البخاری، م، ن، کتاب الادب، باب وما ینہی عن الکذب، حدیث نمبر ۵۷۴۳، ص ۵- ۲۲۶۱

۷۹- القصص: ۲۶

۸۰- مسلم، م، ن، کتاب الامارۃ، باب کراہیۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، حدیث نمبر ۸۲۵، ص ۳-۱۴۵۷

۸۱- النووی، صحیح مسلم بشرح النووی، ص ۱۲-۲۱۰

۸۲- ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، دار الکتاب العربی، ۱۹۰۰

۸۳- الماوردی، م، ص ۶

۸۴- ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ، ص ۲۱

۸۵- ابن تیمیہ، م، ن، ص ۲۱

۸۶- البخاری، م، ن، کتاب الجہاد والسیر، ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر، حدیث نمبر ۲۸۹۷، ص ۳-۱۱۱۴

۸۷- زیدان، م، ن، ص ۳۲۶

۸۸- الماوردی، م، ن، ص ۲۴۳

۸۹- ایس، ایم ناز، م، ن، ص ۱۸۱

۹۰- الماوردی، م، ن، ص ۲۴۳

۹۱- الماوردی، م، ن، ص ۲۴۴

۹۲- الشیرزی (عبد الرحمٰن) نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ، ص ۱۱۰-۱۱۱

۹۳- الماوردی، م، ن، ص ۲۴۴

۹۴- الشیرزی، م، ن، ص ۱۱۰

Marfat.com

۹۵- الزیدان، م، ن، ص ۳۳۹

۹۶- ایضاً

۹۷- الشیرزی، م، ن، ص ۱۱۰

۹۸- الزیدان، م، ن، ص ۳۳۹

۹۹- ابو یعلیٰ، الاحکام السلطانیۃ، ص ۲۹

۱۰۰- الزیدان، م، ن، ص ۳۲۹

۱۰۱- لقمان: ۱۷

۱۰۲- البخاری، م، ن، کتاب الآداب، باب الحذر من الغضب، حدیث نمبر ۵۷۶۳، ص ۵-۲۲۶۸

۱۰۳- الماوردی، ادب الدنیا والدین، ص ۱۸۴

۱۰۴- آل عمران: ۱۵۹

۱۰۵- البخاری، م، ن، کتاب الآداب، باب الرفق فی الامر کلہ، حدیث نمبر ۵۶۷۸، ص ۵-۲۲۴۲

۱۰۶- طٰہٰ: ۴۴

۱۰۷- الزیدان، م، ن، ص ۳۳۹

۱۰۸- آل عمران: ۱۵۹

۱۰۹- ابو داؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب ما جاء فی المشورۃ، حدیث نمبر ۴۹۶۵، ص ۷-۲۸

۱۱۰- یوسف: ۵

۱۱۱- الطرطوشی، سراج الملوک (الاسکندریہ ۱۲۸۹)، ص ۱۷۵

۱۱۲- الماوردی، ادب الدنیا والدین، ص ۲۲۹

۱۱۳- لقمان: ۱۸-۱۹

۱۱۴- البخاری، الصحیح، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث نمبر ۱۹۶۷، ص ۲-۷۳۰

۱۱۵- تفاصیل کے لئے دیکھیں، البخاری، الصحیح، کتاب الجہاد، باب رد النساء الجرحی والقتل، حدیث نمبر ۲۷۲۷، ص ۳-۱۰۵۶

Marfat.com

۱۱۶- ابن الجوزی، سیرۃ عمر رضی اللہ عنہ، ص ۱۰۰

۱۱۷- ایس ایم ناز، م، ن، ص ۳۹۱

۱۱۸- ایس ایم ناز، م، ن، ص ۳۹۲

۱۱۹- دیکھئے، حاشیہ نمبر ۳۵

۱۲۰- القصص: ۲۶

۱۲۱- الطبری، التاریخ، ص ۳-۲۱۳

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

خالدہ جمیل۔ لاہور

ارشاد ربانی ہے:

''اے ایمان والو اللہ کے واسطے انصاف کرو اور عدل کی گواہی دینے والے ہو جاؤ کسی قوم کی دشمنی تم کو بے انصافی پر آمادہ نہ کرے۔ پرہیزگاری کے قریب تر یہی بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع اس کے پاس ہے''۔

پہلے حصہ میں نفس عدل وانصاف کا وجوبی حکم ہے۔ اور دوسرے حصہ میں اس بات کی تاکید ہے کہ جب کوئی انصاف کی مسند پر بیٹھ جائے تو وہ صرف منصف اور جج ہو تمام کدورتوں عداوتوں ہر طرح کے بغض وحسد اور جذبۂ انتقام سے اس کا دل پاک اور دماغ صاف ہو۔ اگر انسانی تقاضے کی وجہ سے اس طرح کی باتیں ذہن میں آئیں تو یہ سوچ لے کہ کل خدا کے سامنے مجھے اپنے اعمال واخلاق کا حساب پیش کرنا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۴:

''اور جو آدمی ہے لگادی ہے ہم نے اس کی بُری قسمت اس کی گردن سے اور نکال دکھائیں گے اس کو قیامت کے دن ایک کتاب کہ دیکھے گا اس کو کھلی ہوئی۔ پڑھ لے کتاب اپنی تو ہی بس آج کے دن اپنا حساب لینے والا''۔

عدالت کی کرسی پر بیٹھنے کے بعد دوست دشمن اس کی نظر میں برابر ہوں گے' اور اس کی نظر صرف انصاف پر ہوگی جذابیت کی رو میں بہنا اور انسانی جذبۂ انتقام سے متاثر ہونا اسکے منصب عظیم کے سراسر

منافی ہوگا۔

حافظ ابن کثیر آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''کسی قوم کے ساتھ تمہارا بغض و کینہ تم کو ان میں انصاف کرنے سے نہ روک سکے بلکہ تمہارا شیوہ یہ ہو کہ تم ہر ایک کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔ خواہ وہ تمہارا دوست ہو یا دشمن''۔

شیخ علی مہائمی اپنی تفسیر تبصیر الرحمٰن میں لکھتے ہیں:

''کسی قوم سے انتہائی دشمنی تم کو اس کے حق سے نا انصافی پر آمادہ نہ کردے۔ اور اس نا انصافی کی ممانعت اس لئے نہیں کہ اس میں دشمنوں کے حقوق کی پوری ادائیگی نہیں ہے بلکہ اس حیثیت سے بھی ہے کہ اس صورت میں تم اس استقامت سے دور ہو جاتے ہو جو تمہارے اپنے لئے لازم ہے''۔

بے لاگ احتساب:

جس کے معنی بلا رو رعایت امیر کی اطاعت، مالدار کی دولت غریب و نادار کی بے کسی اور مفلسی میں عادلانہ طریق کار سے حساب لینے میں فیصلے صادر کرنا جو دستور العمل نبی اکرم ﷺ نے تجویز فرمایا ہے اس پر عمل کرنے کا نام بے لاگ احتساب ہے۔

اس کی مثال خود آپ ﷺ کی سیرۃ طیبہ ﷺ سے ملتی ہے۔ جبکہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک ایسی خاتون چوری کی مرتکب ہوئی جو شریف اور اونچے خاندان کی لڑکی تھی۔ قریش کو اس کی بڑی فکر ہوئی انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو رسول اکرم ﷺ سے اس کی سفارش کرے۔ بالآخر طے پایا کہ اس کی جرأت صرف اسامہ بن زیدؓ ہی کر سکتے ہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کے بڑے چہیتے ہیں۔ لوگوں کے اصرار پر حضرت اسامہؓ نے لب کشائی کی جسارت کی تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم سے پہلے والے اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ سزا نیچ لوگوں کو دیتے اور شریفوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو چھوڑ دیتے۔ اس ذات کی قسم جس کے دست

قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمۃ الزہراء بھی چوری کا ارتکاب کرتی یقیناً میں ان کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا''۔

اسلام کا قانون یہی ہے اسلام میں نہ درجہ کی عزت ہے نہ ذات کی کیونکہ حبیب پاک ﷺ کی نظر میں سب برابر ہیں۔ اس لئے ان کے خلفاء میں بھی یہی روایات قائم رہیں۔ ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں بے لاگ احتساب میں نہ ہی کسی کے لئے خاص امتیاز وتفریق ہے۔ جو قانون فقیر کے لئے وہی بادشاہ کے لئے اور جو آئین سرمایہ دار کے لئے ہے وہی ایک مزدور اور فاقہ مست کیلئے سب پر لاگو ہے۔

آسان اور سستا انصاف:

حضرت معاذؓ بن جبل کو جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو دونوں کو وصیت فرمائی:

''نرمی برتنا دشواری پیدا نہ کرنا۔ خوشخبری سنانا نفرت انگیزی نہ کرنا اور باہم متحد رہنا آپس میں اختلاف نہ کرنا''

کیونکہ یہ حکومت کا ہی ایک اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنے باشندوں کو ہر حال میں سستا اور آسان انصاف مہیا کرے۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ انتظامیہ یا عدلیہ کا ہر کارندہ اپنے دفتری کاروبار میں اس قدر دلچسپی لے گویا کہ وہ اس کا ذاتی اور گھریلو معاملہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص پبلک کی خدمت کیلئے متعین کیا جائے اور پھر وہ لوگوں کی خدمت ونگرانی اتنی نہ کرے جتنی کہ وہ اپنے گھر والوں کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے تو ایسا شخص جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم جانتے ہو قیامت کے دن گرمی جب اپنے شباب پر ہوگی اور اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا تو اس شدت کی گرمی میں وہ کون لوگ ہونگے جو اس سایۂ خداوندی میں پناہ لینے کیلئے آگے بڑھیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اور اس کے رسول مقبول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ افراد حکومت کہ جب ان سے کلمۂ حق کہا جاتا ہے تو بے چوں وچرا قبول کر لیتے ہیں اور جب وہ عدالت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو پورا انصاف کرتے ہیں۔ اپنے پرائے غریب وامیر میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ شریف)۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر انصاف سے گریز کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت ہو''۔

اسی طرح صحابہ کرام کی زندگیوں میں بے لاگ احتساب کی حکمرانی نظر آئیگی۔ جس میں چھوٹے بڑے امیر فقیر شریف وزیر اور سلطان وگدا کی کوئی تمیز باقی نہیں ہے۔

گواہوں کی بھی کٹھن ذمہ داری ہے:

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کی طرف کی گواہی دو۔ اگرچہ تمہارا، تمہارے والدین کا یا قرابت داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ سو تم انصاف کرنے میں دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو'' (النساء-۱۳۰)

اس آیت مبارکہ میں سچی گواہی کی اہمیت اور گواہوں کی کٹھن ذمہ داری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جیسا مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! تمام معاملات میں ادا کے وقت بھی اور فیصلہ کے وقت بھی انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اقرار یا شہادت کی نوبت آئے تو اللہ کی خوشنودی کے لئے سچی گواہی اور اظہار دینے والے رہو۔ اگرچہ وہ گواہی اور اظہار اپنی ہی ذات پر ہو۔ جس کو اقرار کہتے ہیں۔ یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو۔ اور گواہی کے وقت یہ خیال نہ کرو کہ جس کے مقابلہ میں ہم گواہی دے رہے ہیں یہ امیر ہے اس کو نفع پہنچانا چاہئے تاکہ اس

Marfat.com

سے بے مروتی نہ ہو۔ یا یہ غریب ہے اس کا نقصان کیسے کردیں۔ تم کسی کی امیری اور غریبی کو نہ دیکھو کیونکہ وہ شخص جس کے خلاف گواہی دینی پڑے گی اگر امیر ہے یا غریب ہے تو۔ دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے۔ وہ تمہارا دیا ہوا نہیں پھر جب باوجود تعلق قوی کے اللہ تعالیٰ نے ان کی مصلحت اس میں رکھی کہ اظہار حق کیا جائے تو تم تعلق ضعیف پر ان کی ایک عارضی مصلحت کا کیوں خیال کرتے ہو۔ سوتم اس شہادت میں خواہش نفس کا اتباع مت کرنا۔ کہ کبھی حق سے ہٹ جاؤ۔ اگر تم کج بیانی کروگے، پہلو تہی کروگے یعنی شہادت کو ٹالوگے تو یاد رکھنا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں''۔ (بیان القرآن)۔

سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۳:

''اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائیگا اس کا قلب گناہ گار ہوگا''۔

پیش کردہ آیات میں ان اسباب کی مناسبت کو سامنے رکھا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جب کبھی کوئی ہدایت صادر فرمائی تو موقع آنے پر اس کو عملی جامہ پہنایا۔ اس لئے کہ آپ کی تعلیمات اخلاص پر مبنی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ تصنع اور بناوٹ سے پاک تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک مسلمان انصاری اور یہودی کا مقدمہ آتا ہے۔ یہودی غیر مسلم ہی نہیں بلکہ اسلام سے کھلی دشمنی بھی رکھتا ہے اس کے مقابلہ میں انصاری مسلمان ہے۔ اہل مدینہ نے ہجرت کے موقع پر ایثار وقربانی کی ایسی مثال قائم کی جس کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی۔ مسلمان اور حضور اکرم ﷺ ان کے بے حد ممنون تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی عدالت میں یہودی حق بجانب ہونے کی وجہ سے بری کیا جاتا ہے اور انصاری مسلمان جرم کی سزا پاتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے انصار مدینہ کے وقار کا لحاظ رکھنے کی بجائے انصاف کا تقاضا پورا کیا۔ یہ بے لاگ احتساب جسے خدا کی طرف سے دنیا بھر کی اقوام کے رہنما ﷺ نے اسلامی معاشرتی عدل میں قائم فرمایا جن کا دل تمام قسم کی کدورتوں سے اور تعصبات سے پاک ہے اور جن کے دل میں بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی بھری ہوئی ہے۔

Marfat.com

حبیب پاک ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو جو سٹیٹ پالیسی تلقین فرمائی وہ بے لاگ احتساب میں نظام عدل پر اعتماد کی سند کا درجہ رکھتی ہے۔

مصری عیسائی رعایا کے متعلق حضور ﷺ کا روشن ارشاد ہے:

''تم عنقریب مصر کو فتح کر لو گے۔ یہاں کے رہنے والوں سے بھلائی کرنا کیونکہ وہ اسلامی سلطنت کی رعایا ہونے کے باعث ہمارے معاہد قرار دیئے جائینگے''۔

اس ارشاد نبوی ﷺ پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فاتح مصر اور گورنر مصر تھے پورا پورا عمل کیا۔ انہوں نے عیسائی قوم اور کنعانی غلاموں کو وہی حق عطا کیے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔ اس عزت واحترام بھری رعایت نے عیسائی رعایا کے دلوں میں حقیقی امن واطمینان پیدا کیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ہم ایک غیر معمولی امن وامان کی فضا میں زندگی بسر کرنے لگے ہیں۔ ان کو ایک اور واقعہ نے بھی اس سے زیادہ اور بڑھ کر متاثر کیا کہ ہم ایک غیر معمولی انسان نہیں بلکہ انصاف اور عزت وتوقیر میں بڑا مقام رکھتے ہیں کہ جب مسلمان گورنر کے صاحب زادے نے برسر بازار ایک عیسائی قبطی کو زد وکوب کیا حضرت عمر فاروقؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ برہم ہوئے۔ انہوں نے عمروؓ بن العاص اور ان کے فرزند کو مدینہ طلب کیا صاحبزادے کو پبلک میں سزا دی اور گورنر کو اس انداز میں اس الفاظ سے تنبیہ کی:

''یعنی تم نے کب سے یہ ظلم واستبداد کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔ کہ ان لوگوں کو غلام بنا کر رکھو۔ جنہیں ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے''۔

اس عدل گستری اور بے لاگ احتساب سے اہل مصر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔ ان کو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ اور نہ ہی آ سکتا تھا کہ مصر کے حاکم کے صاحبزادے کو ایک عیسائی قبطی کے بدلہ میں سزا دی جا سکتی ہے۔ وہ متعجب تھے کہ ایک غیر مسلم کی داد رسی کے لئے گورنر اور اس کا صاحبزادہ دونوں مصر سے مدینہ منورہ طلب کئے جاتے ہیں۔ اسلامی عدل نے یہ پرواہ نہ کی کہ مصر سے مدینہ میں گورنر کی طلبی اس کے لئے انتہائی ذلت کا باعث ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

''ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنکو اہل زمین نے کمزور سمجھ رکھا ہے''۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اس مبارک ارادہ کو انجام دینے کے لئے ایسی ہستی کو منتخب کیا جس کی جبلت میں پہلے سے ہی مساکین، غرباء، کمزوروں، ناداروں، مظلوموں کے لئے ہمدردی اور ان کی بہبود کا ولولہ موجزن تھا۔ چنانچہ حضور پاک ﷺ اس اہم اور مشکل کام کے لئے سرانجام دینے میں باحسن کامیاب ہوئے۔ آپ نے بلاگ احتساب میں عدل وانصاف کا ایسا لاثانی ولافانی نظام دیا جس سے بڑھ کر جامع اور مکمل نظام کا تصور بھی اس چرخ نیلگوں کے نیچے نہیں کیا جاسکتا۔

آپ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ کہیں عدل وانصاف مصلحتوں اور رعایتوں کی نذر نہ ہو جائے۔ یہی تلقین خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیؓ نے اپنے پہلے فرمان خلافت میں ملحوظ رکھتے ہوئے کہا تھا:

> ''تم میں سے بڑی سے بڑی قوت والا بھی اس وقت تک میری نگاہ میں حقیر اور کمزور ہے جب تک میں مظلوم کا حق اس سے چھین نہ لوں اور کمزور سے کمزور بھی اس کا حق دلانے تک میری نگاہ میں مضبوط اور طاقتور ہے''۔

محسن انسانیت ﷺ کا بے لاگ احتساب کہ حبشی غلام اور معمولی شہری کو بھی حق دیتا ہے کہ وہ خلیفۃ المسلمین کو عدالت کے کٹہرے میں کھینچ لائے۔ اس کی نظروں میں حاکم ومحکوم، رعایا اور راعی، قرابت دار اور اجنبی سب برابر ہیں۔

آج جو نگاہیں انسانی حقوق کے تلف ہونے میں انسانی خون سے رنگے ہوئے سرخ افق میں انسانی عظمتیں اور حق وانصاف تلاش کرتی ہیں اور جو سرخ ندیوں کو جبر واستبداد اور ظالمانہ امتیازات کا علاج ٹھہراتی ہیں۔ پیغمبر رحمت ﷺ کا پیش کردہ بے لاگ احتساب بے نظیر عدل وانصاف ان کی نگاہوں سے کیوں اوجھل رہے۔

''اسلام کی نگاہ میں پوری انسانیت خدا کا ایک گھرانہ ہے''۔

لہٰذا اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ اسرہ مبارکہ کاروان انسانیت کے لئے قیامت تک روشنی کے بلند مینار کا کام دیتا ہے۔ دیتا رہے گا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نصر کی بیٹی ربیع نے ایک بچی کے دانت توڑ دیئے۔ ربیع کے گھر والوں نے اس لڑکی سے عفو و درگزر کی درخواست کی لیکن اس نے مسترد کردی۔ انہوں مالی معاوضہ دیکر صلح

کرنا چاہی۔ یہ کوشش بھی ناکام رہی۔ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر اس لڑکی اور اس کے اہل خانہ نے فریاد کی اور عرض کیا کہ ہم تو ربیع سے قصاص بھی لیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے ربیع اس کے باپ اور اس کے خاندان کی وجاہت و وقار کو نظر انداز کرتے ہوئے فیصلہ صادر فرمایا کہ ربیع سے قصاص لیا جائے۔ حضرت انسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ربیع جیسے شریف زادی کے دانت توڑ دیئے جائیں؟! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے انس قصاص لینا اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حکم ہے اس میں پھیر ممکن نہیں''۔ چنانچہ اس لڑکی کے خاندان والوں نے بے لاگ احتساب کی اس بالادستی کو دیکھا تو ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور انہوں نے خوش دلی سے ربیع کی خطا معاف فرمادی۔

اس سے بھی زیادہ ایمان افروز اور روح پرور منظر اس وقت دکھائی دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول مقبول ﷺ اس دارفانی سے رخصت ہونے والا ہے۔ رفیق اعلیٰ سے ملنے کا وقت قریب آ گیا۔ مسجد نبوی میں مسلمانوں کا ہجوم ہے۔ حضور ﷺ بیماری کی حالت میں تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''اے لوگو اگر میں نے کسی پیٹھ پر کبھی درہ مارا تو یہ پیٹھ حاضر ہے۔ وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا تو یہ میری آبرو حاضر ہے۔ وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی سے مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے۔ وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔ اور کوئی تم میں سے یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے انتقام لیا تو ناراض ہو جاؤں گا۔ یہ بات میری شان کے لائق نہیں''۔

باہمی جھگڑوں تنازعات تجارتی ہوں یا کاروباری، معاشرتی ہوں یا معاملاتی، ان کی حالت قابل اصلاح تھی۔ مدینہ میں آنے کے ساتھ ہی ان پر عمل کرایا جو کہ صیغہ احتساب سے تعلق رکھتا تھا۔ نہایت سختی کے ساتھ ان معاملات کی نگرانی فرماتے اور تمام لوگوں سے ان پر عمل کراتے اور جو لوگ باز نہیں آتے تھے ان کو سزائیں دلاتے تھے۔ ان کے لئے اپنے جلیل القدر صحابہ کرام کو بطور قاضی مقرر فرمایا اور انہیں اس منصب جلیل کی اہمیت اور جلالت شان سے بھی بار بار آگاہ کیا اور اس کے لئے دلنشیں اور مؤثر اسالیب کلام اختیار کئے۔ صحابہ کرامؓ سے صرف ان لوگوں کو اس منصب کے لئے منتخب فرمایا جن کا علم جن کا تقویٰ اور جن کی اہلیت شک وشبہ

سے بالاتر تھی۔ مزید برآں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "بے شک انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک دائیں طرف نور کے ممبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ اور یہ یاد رکھے کہ خدا کے ہاں ہر سمت دائیں (متبرک) سمت ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اپنے لوگوں میں اور تمام سرکاری ذمہ داریوں میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔

مقام افسوس ہے کہ بے لاگ احتساب کے اسلامی تصور اور اس کی افادیت سے بخوبی آگاہی کے باوجود ہم اس کے قیام میں ناکام ہو چکے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج معاشرے میں ظلم وتعدی نا انصافی وحق تلفی بے راہ روی ولا دینیت، چور بازاری، رشوت ستانی اور اقربا پروری و بے جا طرفداری کا دور دورہ ہے۔ سوچنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آخر اس کے اسباب کیا ہیں۔ یوں تو عوامل کی فہرست بہت طویل ہے لیکن اس کی بنیادی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے دلوں سے آخرت کی جوابدہی کا ڈر اٹھ چکا ہے اور یوم قیامت پر ہمارا ایمان پختہ نہیں رہا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم اب عقیدہ آخرت کے بنیادی مفہوم یعنی مسئولیت محاسبہ اور جزا وسزا پر کامل یقین نہیں رکھتے۔ کیونکہ یوم آخرت کو یوم الدین یعنی جزا اور سزا کا دن سمجھتے ہیں۔ اور اس کے یقینی طور پر قائم ہونے پر کامل یقین نہیں رکھنے کے بعد کوئی شخص بھی جرائم کا ارتکاب کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے اندر نبی آخر الزمان کا دیا ہوا معاشرتی تجارتی معاملاتی کاروباری جزئیاتی اخلاقی فرائض مذہبی میں بے لاگ احتساب میں عدل وانصاف قائم ہو جائے تو سب سے پہلے ہمیں افراد معاشرہ کے دلوں میں عقیدہ آخرت راسخ کر کے خوف خدا پیدا کرنا پڑے گا۔ بلکہ ایمانداری اور دیانت داری سے اس کا اہتمام بھی کرنا ہوگا۔ اس اہتمام سے منصفانہ اور متوازن معاشرہ معرض وجود میں آئیگا۔ بصورت دیگر ظلم واستبداد اور بے اطمینانی وبدامنی کی عام فضا قائم رہے گی۔

حبیب پاک ﷺ نے اقوام عالم کے سامنے اپنا عملی نمونہ رکھا۔ جس کی برکات سے انسان کی درندگی بندگی سے اور حیوانیت ملکوتیت سے بدل گئی۔ اخلاق سدھر گئے۔ معاشرہ پاک ہوا۔ معاشی مسائل خود بخود حل ہو گئے۔ مراسات کے جذبہ نے مساوات کا مسئلہ بھی حل کر دیا۔ ظلم عدل سے وحشت الفت سے بدل

گئی۔ انصاف اور حق رسائی کا راستہ نہایت سہل ہوگیا۔ احتساب کی گرفت کڑی رکھی گئی۔ نتیجتاً معاشرہ تاریخ کا مثالی معاشرہ بن گیا۔

کسی زمانہ میں بھی کسی معاشرہ میں ظلم وستم کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا۔ ہمیشہ بے لاگ احتساب میں عدل وانصاف کے تقدس کا علم لہراتا رہا۔ وہ لوگ جو خود ظلم وستم کے علمبردار تھے انہوں نے کبھی بھی یہ دعوئی نہیں کیا کہ ظلم اچھی چیز ہے۔ جس معاشرے میں ظلم وستم کی فرمانروائی ہوتی رہی وہاں علم ودانش کی روشنی پھیلانے والے چراغ گل ہوجاتے ہیں۔ وسعت دولت آفرین شل ہوجاتا ہے۔ صنعت تجارت اور زراعت کی رونقیں دم توڑ دیتی ہیں۔ ہر روز ادبی ثقافتی فنی اور سائنسی شاہکاروں کو جنم دینے والی تخلیقی قوتیں بانجھ ہوجاتی ہیں۔ انسانی معاشرہ کی ترقی کیلئے خوشحالی کیلئے ضروری ہے کہ ایک ایسی قوت حاکم ہو جو زبردست کو زیردست پر دست درازی سے روکے۔ طاقتور کو کمزور پر ظلم سے باز رکھے۔ جبر وتشدد کے تند وتیز سیلاب کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہوجائے۔

محسن انسانیت ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب میں انتقام کی سختی سے تاکید فرمائی۔ اور سزا کا اختیار صرف ان لوگوں کو دیا جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہو۔ قانون کے نفاذ سے جرائم کا انسداد ہوجاتا ہے لیکن اس سے دل میں برائی سے نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ روح میں بالیدگی اخلاق میں بلندی اور نفس میں تکزیہ صرف قانون کے نفاذ سے نہیں ہوتا بلکہ قانون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف اخلاقی تعلیم وتربیت کی بھی ضرورت ہے۔ کاش کہ ایسے پُرفتن اور تاریک دور میں اسلام کا آفتاب عالم وتاب طلوع ہو۔ جس کی نورانی کرنوں سے سارا عالم روشن ہوجائے۔ بھٹکے ہوئے راہ پالیں ظلم وجور کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھٹ جائے سسکتی دم توڑتی انسانیت میں جان آجائے جو کل تک سہمے ہوئے ہیں اور مظالم کے اندر دب چکے ہیں اٹھ کھڑے ہوں۔ دین اسلام کے ہمہ گیر سائے تلے سکھ کا سانس لیں (آمین ثم آمین)۔

حبیب پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے مشعل راہ بنا کر بھیجا۔ گویا زندگی کے ہر شعبہ میں مشعل راہ ہیں اور مسلم کو ہر شعبہ زندگی میں جو کچھ کرنا چاہیئے اور جو کچھ اس شعبے میں حضور اکرم ﷺ نے کیا یا کرنے کا حکم صادر فرمایا آپ ﷺ نے بحیثیت قاضی فیصلے فرمائے اور اس سلسلہ میں ایک نظام کا خاکہ مرتب کیا۔

اور یہ حبیب پاک ﷺ کی لازوال تعلیم اور آپ ﷺ کے ابدی فیض کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد متبعین نے اس روایت کو برقرار رکھا۔ خلفائے راشدین نے اس روایت کو مستحکم بنایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے انصاف نے بے لاگ احتساب میں شہرت پائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مرتبہ زرہ گم ہوگئی۔ مجرم کی نشاندہی کرلی گئی عدالت میں استغاثہ دائر ہوا مگر ثبوت نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ خارج کردیا گیا۔ آپ نے یہ فیصلہ قبول کرلیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلم جس نے یہ جرم کیا تھا اسلام میں داخل ہوگیا۔

درحقیقت حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کا عمل ہماری عدالتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ جج صاحبان اسی کو مشعل راہ بنائیں تاکہ ہماری عدالتیں عدل وانصاف کا نمونہ بنیں اور پورے معاشرے میں بے لاگ احتساب کا عمل جاری وساری ہو۔ کسی پر ظلم وتشدد نہ ہو جہاں پر ہر فرد کی عزت وآبرو اور جان ومال محفوظ ہو ہر ایک کی بنیادی ضرورت پوری ہوں اور ہر فرد کو ترقی کے ایک جیسے مواقع حاصل ہوں ایسا معاشرہ خود اسلام کی حقانیت کا بیّن ثبوت ہوتا ہے۔ اور اللہ کی جانب سے برکات کے حصول کا ذریعہ بنے۔ اس لئے دنیا والے یہ اصول صحیح معنوں میں اپنالیں تو اس سے مستفید ہوکر دونوں جہانوں کی فلاح اور مکمل کامیابی سے ہمکنار ہوسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ رسول مقبول ﷺ کو اپنانے کی توفیق دے۔ (آمین ثم آمین)۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

طاہرہ کوکب (کراچی)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے کسی پہلو پر گفتگو کرتے وقت یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت تاریخ انسانی کی جامع ترین اور کامل ترین شخصیت کی سیرت ہے۔ یہ سیرت پوری دنیا کے لئے واحد نمونہ ہدایت ہے جس میں ہر قسم کے انسانوں کے لیے ہدایت موجود ہے۔ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کو صحیح اور مکمل رہنمائی یہیں سے مل سکتی ہے۔ حکمرانوں اور فرمانرواؤں کے لیے سرکار مدینہ ﷺ ہی کی سیرت نمونہ بن سکتی ہے کوئی کسی بیوی کا شوہر ہو تو اس کو چاہیے کہ امہات المومنینؓ کے پاکباز شوہر سے ہدایت حاصل کرے۔ کوئی صاحب اولاد ہو تو اس کو صرف فاطمہؓ، رقیہؓ اور ابراہیمؓ کے والد اور حسنؓ و حسینؓ اور امامہؓ کے نانا کی زندگی سے رہنمائی مل سکتی ہے۔ ایک معلم اور مدرس کو چاہیے کہ وہ دار ارقم اور صفہ کے معلم سے سبق حاصل کرے۔ سپہ سالاروں اور صاحبان سیف و سنان کو اگر کہیں سے کوئی نمونہ ہدایت مل سکتا ہے تو صرف سالار بدر و حنین کے ہاں سے مل سکتا ہے ایک فاتح جرنیل کی کیا شان ہونی چاہیے۔ یہ صرف فاتح مکہ کے ہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک مدبر اور سیاست دان کے لیے کیا اسوہ حسنہ ہونا چاہیے یہ اس کو صرف صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط پر گفتگو کرنے والے مدبر اور میثاق مدینہ مرتب کرنے والے سیاست دان کے ہاں سے معلوم ہو سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا مدبر و قانون دان ہونا آپ ﷺ کی زندگی کے بے شمار پہلوؤں میں سے محض ایک ادنیٰ پہلو ہے اس پر گفتگو کرتے وقت حضور ﷺ کی اصل اور برتر حیثیت نظروں سے اوجھل نہ ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کی اصل حیثیت بہرحال ایک نبی مرسل اور فرستادہ خداوندی ہے جو روز قیامت تک عالم انسانیت کے سامنے رب العزت خالق کائنات کا واحد نمائندہ مجاز اور ترجمان مرضی الٰہی ہے جس کا

Marfat.com

تلاوت آیات، تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب وحکمت ہے باقی سارے وظائف اور پہلو اسی اصل الاصول کے لوازم
فروع ہیں آپ ﷺ ہی کے عطا کردہ قوانین میں سے احتساب کا قانون ہے جس پر میں بحث کرنے سے پہ
احتساب کا مختصراً تعارف کرنا چاہوں گی۔

احتساب کے لغوی معنی:

احتساب کا مادہ ح ،س، ب ہے اور یہ مختلف معنی میں مستعمل ہے(۱)۔

(الف) شمار کرنا گننا قرآن میں بھی اس معنی میں مستعمل ہے(۲)۔ اجر کے لیے کام کرنا(۳)۔ حدیث
بھی اسی معنی میں آیا ہے(۴)۔ جزاء و بدلہ کہ معنی میں بھی آتا ہے(۵)۔ حضرت عمرؓ نے فر
حاسبوا قبل ان تحاسبوا(۶)

(ب) کسی اچھائی کا ترک اور کسی برائی کا ارتکاب اگر کھلم کھلا ہو تو اس کا سدباب احتساب ہے۔
ماوردیؒ اور ابو یعلٰی نے احتساب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے جب لوگ نیکی چھوڑ دیں تو حکم
جب برائی کرنے لگیں تو روکنا(۷)

امام غزالیؒ نے کچھ اس طرح تعریف کی ہے۔

عبارة عن المنع لحق الله صيانة للممنوع عن مقارنة المنكر (۹)

''حقوق سے متعلق کسی غلط کام کے ارتکاب سے روکنا تاکہ مرتکب رک جائے۔''

۲۔ ابن خلدون نے احتساب کو مذہبی منصب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:-

''احتساب دینی عہدہ ہے اور اس کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے۔''(۱۰)

۳۔ پروفیسر ساجد الرحمٰن صدیق کے بقول ''یہ ایک نگران ادارہ ہے جس کو حکومت قائم کرتی ہے اور اس
کارندے اسے چلاتے ہیں اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق، مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں اف کی

سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے یعنی ان کی عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہو تا کہ انصاف اور اعلیٰ اقدار کو عملاً بروئے کار لایا جا سکے اور اس معاملہ میں اسلامی شریعت اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے رائج ہیں ان کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جا سکے۔(۱۱)

شرائط محتسب

امام غزالیؒ نے محتسب کے لئے پانچ شرائط لازمی قرار دی ہیں۔

۱۔ مکلّف ہو یعنی نا بالغ، پاگل وغیرہ نہ ہو۔

۲۔ مسلمان ہو، غیر مسلم محتسب نہیں بن سکتا۔

۳۔ صاحب عدالت ہو، یعنی فاسق و فاجر نہ ہو۔

۴۔ حکومت کی طرف سے اسے اس کام کی باقاعدہ اجازت دی گئی ہو۔

۵۔ احکام احتساب کا علم ہو اور نافذ کرنے کی قدرت حاصل ہو۔ (۱۲)

محتسب کا دائرہ کار اور اختیارات

مولانا متین ہاشمی نے اپنی کتاب میں بہت سے معاملات کی فہرست پیش کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ محتسب کا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ہے وہ یہ فریضہ(۱۷) ان امور میں انجام دے گا جو ولاۃ، قضاۃ اور اہل دیوان کے ساتھ مختص نہ ہوں(۱۸) ان تمام امور کی تفصیل لفظاً بیان کرنا مشکل ہے ہاں اس کے اہم اصول و تقسیمات بیان کئے دیتی ہوں جسے محتسب کا دائرہ کار سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ محتسب کی ذمہ داریاں دو قسم کی ہیں۔

(الف) امر بالمعروف

(ب) نہی عن المنکر۔ امر بالمعروف کی تین قسمیں ہیں

(۱) وہ امور جو محض حقوق اللہ سے متعلق ہوں

(۲) وہ امور جو حقوق العباد سے متعلق ہوں

(۳) وہ امور جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے متعلق ہوں۔

حقوق اللہ سے متعلق انفرادی و اجتماعی امور کی اصلاح کرنا، حقوق العباد سے متعلق انفرادی و اجتماعی امور کی اصلاح کرنا، حقوق العباد سے متعلق عمومی وخصوصی مسائل کا مسئلہ مثلاً نہر کا مسئلہ، نہریں بنانا او صفائی کرانا پانی کی تقسیم کا مسئلہ حل کرنا مساجد کا قیام وغیرہ عمل میں لانا۔

بعض معاملات کا تعلق دونوں حقوق سے ہوتا ہے مثلاً یتیم بچیوں کے لیے نکاح کا حکم د اس کے نکاح کے انتظامات کرانا، مالکوں کو پابند کرنا کہ مزدوروں کے حقوق ادا کریں جانوروں پر قوت سے زیاد بوجھ نہ لادیں۔

نہی عن المنکر کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں جس میں بالخصوص معاملات کی نگرانی ظلم زیادتی کا ازالہ لوگوں کو افراط وتفریط سے روکنا وغیرہ جنہیں ان عنوانات کے تحت جمع کیا جا سکتا ہے۔ عبادات نگرانی، آداب عامہ کی نگرانی، صحت عامہ کی نگرانی، خوردنی اشیاء کی نگرانی، بازاروں کی نگرانی، تجارتی معاملات نگرانی، بچوں کی تعلیم پر مامور افراد کی نگرانی، اجتماعی مصالح کی نگرانی اور حفاظت محتسب پر لازم ہے اختیارا کے استعمال میں انصاف کو ملحوظ رکھے (۱۹)۔

محکمہ احتساب کا تاریخی ارتقاء

سرکاری افسران کے خلاف عوام کی شکایات کی تحقیق اور داد رسی کا تصور عہد قدیم دور جدید تک موجود ہے۔ رومن عہد میں اس کا باقاعدہ نظام موجود تھا۔ (۲۰) انگریزی میں محتسب کے اومبڈس مین (Ombudsman) کا لفظ مستعمل ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جسے حکومت کی طرف لوگوں کے حقوق غصب کرنے والے سرکاری اداروں کے معاملات کی چھان بین کے لئے مقرر کیا ہے (۲۱)

اسی سے ملتی جلتی تعریف انسائیکلو پیڈیا ایوری کے مقالہ نگار مصنف نے کی (Ombudsman) سے مراد وہ آفیسر ہے جسے سرکاری محکموں کے خلاف شکایات کی تحقیقات کے لئے مقرر جاتا ہے تاکہ وہ شہریوں پر ڈھائے گئے مظالم کی داد رسی کرنے (۲۲) عہد قدیم کے ساتھ عہد جدید میں بھی

Marfat.com

ادارہ مختلف ممالک میں مختلف ناموں اور شکلوں کے ساتھ موجود ہے البتہ یہ ادارہ اندلس کے حوالہ سے بہت بدنام ہوا ہے۔

محکمہ احتساب عہد اسلامی میں

آغاز اسلام سے یہ ادارہ موجود تھا۔ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے مظلوموں کی داد رسی کی اور پھر عہد بعہد بعد میں خلفاء اسلام نے اسے جاری رکھا۔

عہد نبوی ﷺ میں احتساب کا ارتقاء

نبی کریم ﷺ نے معاشرہ کے ہر فرد میں احساس ذمہ داری پیدا کی کہ وہ خود اپنا محاسبہ کرے اور دوسروں کا بھی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

عن عبداللہ بن عمران رسول اللہ قال الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اہل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی اہل بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم و عبدالرجل راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ(۲۳)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ مرد سے اپنے گھر، بیوی سے شوہر کے گھر اور بچوں کے بارے میں، غلام سے آقا کے مال کے بارے میں باز پرس ہوگی پھر تاکید کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

اس حدیث میں معاشرہ کے ہر فرد کو ذمہ دار اور جواب دہ بنا کر معاشرتی احتساب کا تصور اجاگر کیا گیا مزید فرمایا!

Marfat.com

من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذالک اضعف الایمان(۲۴)

''تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے ٹھیک کر دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اصلاح کی کوشش کرے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے۔''

دنیا کے پہلے دستور اسلامی میں دفعات احتساب

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جاہلیت کے اکثر ادارے اور بیشتر رسم و رواج معطل و منسوخ کر دیے گئے یا ان میں تبدیلیاں کر دی گئی اور ظہور اسلام کے نتیجے میں جو عالمگیر تحریک پیدا ہوئی اس نے دنیا کو ایک نیا تصور حیات پیش کیا یوں مکہ مکرمہ میں مسلم معاشرہ کی ابتداء ہوئی لیکن یہ باقاعدہ ریاست یا مملکت سے محروم تھا ہجرت نبوی ﷺ کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی نظم مملکت کے نقوش ابھرے جو رفتہ رفتہ روشن گہرے اور جاندار دکھائی دینے لگے۔

عہد رسالت ﷺ میں جس دستور پر مملکت یا رسالت کی تشکیل ہوئی خوش قسمتی سے اس کا اصل متن لفظ بہ لفظ اب تک محفوظ و دستیاب ہے۔ یہ ۵۲ دفعات پر مشتمل ہے اور اس میں عدل و احتساب کے متعلق صراحت کر دی گئی ہے کہ انصار کا ہر قبیلہ اجتماعی طور پر اپنے تمام افراد کے ناجائز افعال کے مکافات کا ذمہ دار ہے۔ انصاف متضرر کے ہاتھ میں نہ ہو گا۔ بلکہ پوری جماعت کا فریضہ سمجھا جائے گا اور اس میں کسی رشتہ داری یا قرابت کو دخل نہ ہو گا۔

اس دستور کی رو سے الحسبہ کی ذمہ داری کسی ایک فرد پر نہیں ڈالی گئی تھی بلکہ اسے اجتماعی اقدام قرار دیا گیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ تمام لوگ ایک دوسرے کی مذموم حرکات پر نظر رکھیں اور اصلاح معاشرہ میں پیش پیش رہیں۔ انصاف کے حصول کے لئے ضروری تھا کہ اس کے تقاضے بخوبی پورے کئے جائیں اور کسی فرد کو یہ شکوہ و شکایت نہ رہے کہ اس کے ساتھ ظلم یا نا انصافی کی گئی ہے نیز قرابت یا رشتہ داریوں کی بناء پر کئے جانے والے فیصلے کسی صورت میں قرین انصاف نہ سمجھے جا سکتے تھے۔ لہٰذا عدل و انصاف اور احتساب کے تقاضوں کو پورا

Marfat.com

کرنے کے لئے عہد رسالت کے اس اولین اسلامی اور دستور کی دفعات معاشرہ کی ضامن تھیں۔ ان دفعات میں افراد کے ناجائز افعال کے مکافات کا ذکر الحسبہ کے اصطلاحی مفہوم و معانی پر عملدرآمد کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہے۔ بعد ازاں ۱۰ھ میں جبل الرحمتہ کے مقام پر رسول ﷺ کا خطبہ جسے عالم اسلام کے ایک عظیم الشان منشور اساسی کی حیثیت حاصل ہے۔ عدل و احتساب کے لئے ایک اہم پروانہ اور عالم انسانی کے حقوق کے لئے ایک بہت بڑی ضمانت تھا جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے تین بنیادی حقوق ہیں یعنی جان، مال اور آبرو اور یہ قابل احترام ہیں۔

(الف) امانتیں اور قرض لوٹا دیئے جائیں۔

(ب) زمانہ جاہلیت کا سود ممنوع ہے اور سب سے پہلے میں (محمد رسول اللہ ﷺ) حضرت عباسؓ کا سود کالعدم قرار دیتا ہوں۔

(ج) سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔(۲۵)

پہلے محتسب

عہد نبوی ﷺ میں نظم مملکت کے سلسلہ میں جو صیغہ جات قائم ہوئے ان میں ایک قضاء ہے اور دوسرا ''الحسبہ'' تاریخ اسلام میں الحسبہ کے اولین قیام کے متعلق مورخین کی مختلف آراء ہیں لیکن اکثریت اس پر متفق ہے کہ اس اہم کام کی ضرورت کو آغاز اسلام ہی سے محسوس کر لیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے قولاً اور عملاً اس کا اجراء فرمایا۔ اس اعتبار سے تاریخ اسلام کے اولین محتسب آپ ﷺ ہی تھے۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کا حقیقی مقصد دعوت توحید اور تزکیہ نفس کے علاوہ اصلاح اخلاق تھا۔ باقی تمام امور ضمنی تھے اور صرف اس حد تک کہ مذکورہ بالا مقاصد کے حصول اور قیام امن میں معاون ثابت ہوں۔ اسلام دنیا میں شہنشاہیت کے بجائے جمہوری خلافت قائم کرنے کے لئے آیا تھا اور اپنے ہمراہ قانون اور انسانوں کی دینوی و اخروی فلاح کی ضامن ایک دائمی شریعت لایا تھا اور اس قانون اور شریعت کے تحفظ و بقا، نفاذ اور قیام کے لئے ایک نظام کی ضرورت تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ افراد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس جملہ مذہبی و انتظامی امور کا مرجع تھی تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تنہا اسلام کی عظیم الشان مذہبی ذمہ داریوں کو سرانجام دینا اور پھر انتظامی امور کا بھی متکفل ہونا۔ اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصل کی وصولی مقدمات کے فیصلوں، اصلاح احوال، تزکیہ اخلاق اور قیام عدل کے لئے مختلف مقام پر حکام وولاۃ مقرر فرمائے۔

> ''باذانؓ بن ساسان کی تقرری والی یمن، شہر بن باذانؓ کی والی صنعاء اور ان کے بعد خالد بن سعید بن العاصؓ کی اسی شہر میں تقرری ہوئی۔ مہاجر بن ابی امیہ مخزومیؓ کو کندہ اور صدف کا والی بنایا گیا۔ مگر وہ روانگی سے قبل ہی وفات پا گئے۔ حضرموت کی ولایت زیادؓ بن لبید انصاری کو، جند کی معاذؓ بن جبل کو، نجران کی عمرو بن حزمؓ کو، تیمار کی یزید بن ابی سفیانؓ کو، مکہ مکرمہ کی عتاب بن اسیدؓ کو، عمان کی عمرو بن العاصؓ اور بحرین کی ولایت علاء بن حضرمیؓ کے سپرد ہوئی۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ کو متولی اخماس یمن بنایا گیا۔''(۲۶)

ہر حاکم محتسب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم محتسب اعلیٰ تھے

مذکورہ اکابر صحابہؓ میں سے ہر حاکم یا والی اپنی جگہ محتسب بھی تھا۔ کتب سیرت میں اگرچہ قوم کے اخلاق و عادات کی اصلاح بیع وشراء او رمعاملات اور داد رسی کے لئے کسی باقاعدہ محکمہ کی تاسیس کا ذکر نہیں ملتا۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ اس کی بنیاد عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھ دی گئی تھی۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ان امور کی نگرانی فرماتے اور لوگوں کو جزئیات اخلاق کی تعلیم دیتے تھے۔ اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت محتسب اعلیٰ کی تھی۔

معاملات اور اخلاق عامہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی متعدد فروگزاشتوں پر مواخذہ فرمایا۔ تجارت اور لین دین کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی اصلاحات جاری فرمائیں جن پر سختی سے عملدرآمد ہوا۔ احادیث میں ہے کہ وہ لوگ جو تخمینہ سے زیادہ غلہ خریدنے لگے تھے عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں انہیں پابند کیا گیا

Marfat.com

کہ وہ اسے اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے قبل خود اپنے ہاتھوں سے بیچ دیں۔ حضرت سالمؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا۔

'میں نے عہد رسالت میں دیکھا کہ لوگ غلہ کے ڈھیر (بغیر وزن) خرید لیتے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے پہلے فروخت کر دیتے تو ان کو ضرب (مار) لگائی جاتی تھی'

اس حدیث کے بارے میں سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ اہل سوق پر محتسب مقرر کرنے کی اصل اور اس سے یہ اجازت بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف ورزی کریں تو انہیں سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ (۲۸) امام نووی کے نزدیک جہاں یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ولی امر کو بیع فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے (۲۹) وہاں اس امر کی طرف بھی بلیغ اشارہ ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں الحسبہ کے متعلق امور طے پانے لگے تھے۔

رسول اللہ ﷺ بحیثیت محتسب اعلیٰ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ معائنہ کے لیے بازار تشریف لے گئے۔ ایک جگہ گندم کا ڈھیر نظر آیا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک اس میں ڈالا تو کچھ نمی محسوس فرمائی۔ دکاندار سے جواب طلبی کی تو اس نے عذر پیش کیا کہ غلہ بارش سے بھیگ گیا تھا۔ تب آپ ﷺ نے تنبیہ کے طور پر استفسار فرمایا کہ اسے اوپر کیوں نہیں کر لیا؟ اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اس طرح کی ہیرا پھیری یا دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں (۳۰) ایک اور روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو کسی شخص کو ایک چیز تولتے ہوئے دیکھا اور ارشاد فرمایا اچھی طرح جھکتا ہوا تولو۔'' (۳۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ بعض اوقات صحابہ کرامؓ کو بھی بغرض احتساب بازار کی طرف بھیجا کرتے تھے (۳۳)۔

سرکاری کارندوں اور عمال کا احتساب

عہد رسالت ﷺ کے احتساب کے متعلق احادیث میں متعدد واقعات ملتے ہیں۔ فرائض احتساب میں سب سے مقدم فرض چونکہ عمال کا احتساب ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس طرف بطور خاص توجہ مبذول

Marfat.com

فرمائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عمال زکوۃ اور صدقہ وصول کر کے لاتے تو رسول کریم ﷺ بہ نفس نفیس جائزہ لیتے کہ اس کام میں کوئی ناجائز طریقہ تو اختیار نہیں کیا گیا۔ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ صدقہ وصول کر کے لائے اور کہا کہ مال کا یہ حصہ مسلمانوں کا ہے اور اس میں سے اتنا مجھے ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھر بیٹھے بیٹھے تمہیں یہ ہدیہ کیوں نہ مل سکا۔ اس کے بعد ایک عام خطبہ دیا جس میں اس کی ممانعت فرمائی (۳۴)۔

ناانصافی کا ازالہ احتسابی فیصلے کی صورت میں

رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں روحانیت کا غلبہ تھا اور صحابہ کرامؓ کے درمیان تنازعات قریب قریب مفقود تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کی خدمت میں بہت کم مقدمات پیش ہوتے۔ لوگ زیادہ تر آپ ﷺ کے پاس احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لیے حاضری دیتے۔ لیکن بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کسی کے ساتھ ہونے والی ناانصافی یا زیادتی کا ازالہ فیصلے کی صورت میں فرمایا جیسا کہ الماوردی نے لکھا ہے کہ زبیرؓ بن عوام اور ایک انصاری کے درمیان زمین کی سیرابی پر جھگڑا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اسق انت یا زبیر ثم الانصار'' (یعنی زبیر پہلے تم سیراب کرو پھر انصاری)۔ اس پر انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ بے شک وہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ یہ بات آپ ﷺ کو ناگوار گزری۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

> ''اے زبیر پانی کو آنے دینا یہاں تک کہ ٹخنوں تک آ جائے چاہے اس کے لیے تجھے اس کے پیٹ پر سے پانی گزارنا پڑے۔ اس کے بعد میں انصاری کو پانی دینا'' (۳۵)۔

یہ الفاظ آپ ﷺ نے احتساباً وتادیباً ارشاد فرمائے۔ اس طرح کے بعض اور واقعات بھی کتب حدیث وسیرت میں بکھرے ملتے ہیں۔

حضرت عمرؓ بحیثیت محتسب

عبدالحئ الکتانی نے تصریح کی ہے کہ اسلامی مملکت جب مدینہ سے باہر تک پھیل گئی تو عمل احتساب کے لئے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس عہدہ پر مستقل تقرریاں عمل میں لائی گئیں۔ چنانچہ حضرت

عمر فاروقؓ مدینہ منورہ اور حضرت سعید بن العاصؓ کو مکہ مکرمہ کا محتسب مقرر کیا گیا (۳۶)

جب حضرت عمرؓ خود حکمران بنے تو اس طرح کی شکایات کی تحقیقات کے لئے محمد بن مسلمہ کو مقرر کیا (۳۷)۔ اس کے ساتھ آپؓ خود بھی لوگوں کا محاسبہ کرتے تھے ایک شخص شراب کی تجارت سے خوب مالدار ہو گیا حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی تو آپؓ نے فرمان جاری کیا کہ اس کی ہر شے توڑ ڈالو اس کے تمام مویشی لے لو اور کوئی اسے پناہ نہ دے (۳۸) اسی طرح ایک سائل لوگوں کے سامنے دست دراز کر رہا تھ اور اس کی جھولی میں گندم بھرا ہوا تھا آپؓ نے اس سے غلہ چھین کر اونٹ کے آگے ڈال دیا اور فرمایا "لے اب مانگ" آپؓ نے اپنے ایک عامل کعب بن مالک کو لکھا کہ اپنی جگہ کسی کو مقرر کر کے سواد کے ہر شہر اور بستی میں جاؤ اور عاملوں کے حالات کی تحقیق کر کے مجھے مطلع کرو (۳۹) جب آپ کو عاملوں کے حالات میں کچھ بھی معلوم ہوتی تو فوراً سخت سزا دیتے انسان تو انسان آپؓ جانوروں کی خبر گیری کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے تھے کوئی شتربان اگر جانور پر زیادہ بوجھ لاد کر چلتا تو اس کی اسی جگہ پٹائی کرتے تھے آپؓ نے جانور رکھنے والوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اپنی سواریوں کے بارے میں تم لوگ اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم پر ان کا بھی حق ہے ان کو چھوڑا کرو تا کہ یہ زمین کا سبزہ کھا لیا کریں۔" (۴۰)

حضرت عمرؓ کا احتساب کے لئے خواتین کا تقرر کرنا عہد حاضر میں اس کی ضرورت و اہمیت

عہد فاروقی میں حکومت بہت وسیع ہو گئی تھی لہذا آپؓ نے مختلف لوگوں کو مامور کیا اور خود بھی راتوں کو جاگ کر جائزہ لیا کرتے تھے۔ آپؓ نے مردوں کے ساتھ خواتین کا بھی بحیثیت محتسب تقرر کیا اور اس سلسلہ میں دو خواتین کے نام آتے ہیں۔ ایک شفاء بنت عبداللہ عدویہؓ ہیں۔ دوسری سمرہ الاسدیہؓ ہیں یہ دونوں خواتین بازار کا دورہ کرتیں اور جرم کرنے والوں کو کوڑے بھی لگاتی تھیں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواتین بھی محتسب مقرر ہو سکتی ہیں۔

اس موقع پر میری بہنوں کے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے خواتین کی کیا حالت تھی۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔

Woman's Status had degenerated to that of child bearing

slaves. Wives were secluded in their homes, had no education and few rights and were Considered by their Husbands no better than Chattel.(۴۲)

ترجمہ "قدیم یونان میں عورت کا مرتبہ اتنا گرا دیا گیا تھا کہ اس کی حیثیت بچہ پالنے والی لونڈی کی ہو کر رہ گئی تھی۔ عورتوں کو گھروں میں بند کر دیا گیا تھا وہ تعلیم سے محروم تھیں ان کا کوئی حق نہیں تھا ان کے شوہر بیوی کو گھر کی اشیاء کے برابر ایک معمولی شے سمجھتے تھے" ۔

مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں قدیم روم میں عورت کی قانونی حیثیت کامل محکومی کی تھی۔ اولاً وہ اپنے باپ بھائی کی محکوم ہوتی تھی اور بعد میں شوہر کی محکوم بنتی شوہر کو بیوی پر پدرانہ اختیارات حاصل تھے۔ قانون کی نظر میں عورت ضعیف العقل شمار ہوتی تھی (۴۳) عورت کو دیکھنے پرکھنے اور سمجھنے کے لئے دنیا کا زاویہ نگاہ مختلف اقوام و ممالک میں جدا جدا تھا مشرق میں عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ تھی۔ روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتے تھے یونانی شیطان کہتے تھے توراۃ اسے لعنت ابدی کا مستحق قرار دیتی تھی کلیسا اسے باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا تھا۔ (۴۴)

خواتین کی معاشرتی ذمہ داریوں کے حوالہ سے اسلام کا نقطہ نظر

اسلام کا نقطہ نظر ان سب سے جدا ہے یہاں عورت خلق کا پیکر، عفت کا جوہر اور آبروئے انسانیت کے ماتھے کا جھومر ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں عورت کو مردوں کے برابر حقوق ملے ہیں" جان سٹوارٹ مل کے" عورت کی غلامی کے نظریہ کے پیش ہونے سے سینکڑوں برس پہلے اس وقت عطا کر دیے تھے۔ جب وہ اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ (۴۵) عصر حاضر میں حیات عائلی سے لے کر بین الاقوامی زندگی تک خواتین کو اسلام کے عطا کردہ تمام حقوق صنفی رعایات، استقلال شخصیت اور ہر میدان میں تکمیل و ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہیں اور ہر پہلو سے روز افزوں ہیں (۴۶)۔ معاشرہ ایک اعلیٰ طبعی قدرتی انسانی ادارہ ہے جس کی ضرورت مدنی الطبع انسان کے لئے فطری اور بدیہی ہے اس مفہوم کو علامہ اقبال نے یوں ادا کیا ہے۔

Marfat.com

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

حیاتیاتی لحاظ سے انسانی معاشرہ مردوں عورتوں کی تین زندہ نسلوں (معمر، بالغ، بچہ) کا سائیکل ہوتا ہے(۴۷)۔

نبی کریم ﷺ نے اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے خواتین کو محتسب کرنے والا شہری قرار دیا ہے

اسلام دینی معاملات کے ساتھ دینوی انفرادی و اجتماعی امور حیات کا ہمہ گیر نظام پیش کرتا ہے اور اس میں ہر فرد بالخصوص خواتین کو ذمہ دار فرد بناتا ہے۔ اسلام سے پہلے دیگر ادیان میں دینی معاملات زندگی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ نہیں تھے۔ تقسیم کار کے اصول کے تحت کچھ نے رہبانیت اختیار کر لی اور کچھ دین سے لاتعلق ہو گئے۔ اسلام نے ان تقسیمات کو ختم کر کے دونوں کو یکجا کیا(۴۸)۔ اسلامی معاشرہ میں انسانی فرائض کا تعین حقوق اللہ وحقوق العباد کے ذریعہ ہوتا ہے۔ معاشرہ کے افراد میں توازن حق کے بجائے فرائض کے ذریعہ قائم کیا جاتا ہے۔ ایک کا فرض دوسرے کے حق کا تعین کرتا ہے اور فرد کو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں جو اس کی ذات کے ارتقاء اور نشو ونما کے لیے ضروری ہیں(۴۹)۔

قرآن کی روشنی میں خواتین کی احتسابی ذمہ داریاں

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد پر اس کے ذاتی عمل کی پوری ذمہ داری ڈالی ہے ارشاد ہے۔

﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره﴾(۵۰)

''جو ذرہ برابر بھی کوئی نیکی کرے گا (چاہے مرد ہو یا عورت) وہ نیک اجر پائے گا اور جو ذرہ برابر بھی برائی کرے گا وہ اس برائی کا (پورا پورا) بدلہ پائے گا''

اسی کے ساتھ باقاعدہ ذمہ داری عائد کرتے ہوئے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن

Marfat.com

المنکر (۵۱)

''تم ایک اچھی امت ہو جسے لوگوں کے لئے بھیجا گیا تم لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔''

اس میں مرد اور خواتین دونوں کو معاشرتی امور اور اسلامی اقدار کے فروغ کا ذمہ دار بنا گیا ہے مرد اور عورت معاشرہ کے بنیادی ستون ہیں لیکن گھر کی اصل معمار عورت ہے اس کی کوششوں سے گھر کا شیرازہ بندی ہوتی ہے۔ بچہ کی پہلی درسگاہ آغوش مادر ہے (۵۲) مولانا جلال الدین عمری لکھتے ہیں قرآن ہمیں بتاتا ہے زندگی کی گھما گھمی اور نشیب و فراز میں ہمیشہ مرد اور عورت میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار و معاون ہے۔ زندگی کے بار گراں کو دونوں نے سنبھالا ہے تمدن کا ارتقاء دونوں کے اتحاد سے عمل میں آیا ہے (۵۳) قرآن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والمئومنون والمئومنات بعضهم اولياء بعض يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر (۵۴)

''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں (اسلامی اقدار کے فروغ اور خود انحصاری کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں) آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں''

حدیث کی روشنی میں خواتین کی احتسابی ذمہ داریاں

تعلیمات نبوی ﷺ میں بھی واضح طور پر خواتین کو ذمہ دار فرد قرار دیا گیا ہے ابی برزۃؓ سے منقول ہے۔

قال رسول الله ﷺ لا تزول قدما عبد حتى يسال عن عمره فيما افناه وعن علمه مافعل فيه و عن ماله من اين اكتسبه و فيم انفقه وعن جسمه فيما ابلاه (۵۵)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی فرد اس وقت تک نہیں ہل سکتا (چاہے مرد

ہو یا عورت) جب تک کہ اس سے اس کی عمر کے متعلق نہ پوچھ لیا جائے کہ کس کام میں صرف کی؟ اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا؟ اور اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا؟ اور کہاں خرچ کیا اور اس کے بدن کے بارے میں کہ اسے کس حال میں بوڑھا کیا؟''

اس حدیث سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی طرح خواتین بھی ذمہ دار اور جواب دہ ہیں۔ اس کی مزید وضاحت ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جس میں خواتین کو مخاطب کر کے باقاعدہ ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

والمرأة راعية على اهل بيت زوجها وولده وهى مسئولة عنهم(۵۶)

''عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی نگران (وذمہ دار) بنائی گئی ہے اور قیامت کے دن وہ اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دِہ ہو گی۔

خاص کر ایسے معاملات جن کا تعلق خواتین سے ہو ان کے بارے میں باقاعدہ خواتین سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

''عورتوں سے ان کی لڑکیوں کے بارے میں مشورہ کر لیا کرو''

مولانا جلال الدین لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے جن شعبوں سے متعلق وہ تجربات رکھتی ہیں اور ان کے نفع ونقصان سے بہتر طور پر واقف ہیں ان کے سلسلہ میں ان کے افکار و خیالات خصوصی توجہ کے مستحق ہیں(۵۸) اور معاشرتی معاملات رسوم رواج میں خواتین کا تجربہ مسلمہ حیثیت رکھتا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کے بارے میں منقول ہے۔

''نبی کریم ﷺ عورتوں سے بھی مشورہ کرتے تھے اور کبھی ان کے مشورہ کو اختیار بھی کرتے تھے''(۵۹)

جیسے ام سلمہؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مشورہ دیا آپ ﷺ حکم کی عدم تعمیل پر آزردہ نہ ہوں بلکہ خود احرام کھولئے اور قربانی کیجیے۔ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو صحابہؓ نے آپ ﷺ کی اتباع کی (۶۰)۔ خواتین کی اسی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے فارابی نے کہا ہے۔ ''جس گھر میں نیک اور تعلیم یافتہ ماں ہوتی ہے وہ

Marfat.com

گھر تہذیب و انسانیت کی یونیورسٹی ہے۔" علامہ اقبال نے کہا عورت قوم اور معاشرہ کی خالق ہے۔

استقلال شخصیت و ذمہ داری کے مظاہر تین ہیں:

(۱) اہلیت (۲) حریت (۳) مسئولیت

پہلے دو نکات مردوں کی طرح خواتین کو بھی حاصل ہیں اس لئے تیسرا نکتہ جو ان دونو سے وجود میں آتا ہے، مسئولیت و ذمہ داریوں کے ساتھ خود بخود وجود میں آ گیا۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ م خواتین گھریلو صنعت کے بہت سے کام کرتی تھیں۔ مثلاً اسماء بنت ابی بکرؓ جانوروں کی خدمت اور لکڑی وغ لانے کا کام کرتیں (۶۱) کچھ خواتین کھانا پکاتی تھیں اور فروخت کرتیں (۶۲) کچھ دودھ نکال کر فروخت کر تھیں (۶۳)۔ کچھ ختنہ کرتی تھیں (۶۴) کچھ دایہ کا کام کرتی تھیں (۶۵)۔ کچھ زراعت کرتی تھیں (۶۶) تجارت کرتی تھیں (۶۷) کچھ خوشبو فروخت کرتی تھیں کچھ گھر میں کپڑا بنتی تھیں اور کچھ بڑھئی کا کام کر تھیں (۶۸)۔

حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ بنت جحش کے بارے میں روایت کیا ہے تعم بیدھا و تصدق (۶۹)۔ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں اور کما کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتی تھیں۔ قرآن کی آیات سے خواتین کی ملازمت کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا اسحٰق سندیلوی لکھتے ہیں مجھے تک کوئی دلیل شرعی ایسی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ عورت کا دائرہ عمل گھر تک محدود ہے (۷۰)۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ احتساب کے عمل کو وسیع اور مؤثر بنانے کے لیے خواتین کو اس عمل زیادہ سے زیادہ شریک کیا جائے اس لئے کہ خواتین بہت سے ایسے معاملات کی چھان پھٹک کر سکتیں ہیں مردوں کے لیے آسان نہیں ہوتا۔

پاکستان میں نظام احتساب کا ارتقاء

محتسب خواتین کے تقرر کی ضرورت

پاکستان میں محکمہ احتساب کے لئے ۲۸ر جنوری ۱۹۸۱ء کو پی، سی، ایس اکیڈمی میں م

Marfat.com

ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس کے شرکاء نے ادارہ احتساب کے قیام پر زور دیا اس کے بعد عبوی آئین کی دفعہ ۲۷۶ کی شق (۱) اور (۴) میں وفاقی اور صوبائی سطح پر محتسب کے تقرر کا ذکر کیا گیا (۷۱)۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۴ جنوری ۱۹۸۴ء کو ایک فرمان کے ذریعہ وفاقی محتسب کے قیام کا اعلان کیا اور چیف جسٹس لاہور (ریٹائرڈ) ہائی کورٹ کے سردار محمد اقبال کو پہلا وفاقی محتسب مقرر کیا (۷۲) اس کا مقصد مظلوموں کی داد رسی اور بدعنوانی کا خاتمہ تھا۔ عوام نے ۸ اگست تا ۳۱ ستمبر ۱۹۸۴ء تک ۸۱۲۷ درخواستیں پیش کیں جن کا مکمل جائزہ لیا گیا اور قابل مواخذہ ۱۹۴۱ درخواستوں پر کاروائی کی گئی (۷۳)۔

عوام کے مسلسل دباؤ کے بعد چاروں صوبوں میں صوبائی محتسب کام کر رہے ہیں سندھ کے پہلے صوبائی محتسب سید وسیم مقرر کئے گئے تھے (۷۴)۔ سابقہ حکومت نے صوبہ کے ہر علاقہ میں احتسابی کمیٹیاں قائم کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس پر عملدرآمد کا آغاز بھی ہو گیا تھا لیکن ابھی تک یہ طے کرنا باقی تھا کہ ان احتساب کمیٹیوں کا دائرہ کار کیا ہو گا۔ اور انہیں کیا اختیارات حاصل ہوں گے۔ اختیارات کے سلسلے میں اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت وسیع اختیارات سامنے آتے ہیں اس سلسلہ میں مزید غور وفکر کی ضرورت ہے۔

تجویز

میں اپنے مقالہ کے آخر میں یہ تجویز پیش کرنا چاہوں گی کہ پاکستان کے نظام احتساب میں ''خواتین محتسبین'' کا تقرر عمل میں لایا جائے اور بالخصوص وہ معاملات جن کا تعلق خود خواتین سے ہوتا ہے انہیں وہ سونپا جائے۔ مثلاً عائلی مسائل، میاں بیویوں کے جھگڑے طلاق کی صورت میں بچوں کی پرورش، اس طرح معاشرتی مسائل جیسے خواتین کو وراثت میں حصہ نہ دینا، کاروبار کی روک تھام، اتہامات، ملازمت پیشہ خواتین کو تنگ کرنا، جنسی طور سے ہراساں کرنا، فضول خرچی، جہیز کے مسائل نمود و نمائش وغیرہ۔

یہ چونکہ ایسے مسائل ہیں جن سے زیادہ تر خواتین کا تعلق ہے اگر خواتین کو ان کی اصلاح پر مامور کیا جائے تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ جلد معاشرتی احتساب کے نتائج ہمارے سامنے آجائیں گے۔

Marfat.com

☆ حواشی و حوالہ جات ☆

۱- لسان العرب، مصنف ابن منظور، ج ۱ص ۳۱۱ دار صادر بیروت ۱۳۰۰ھ

۲- سورۃ الرحمٰن: ۵۰ میں والشمس والقمر بحسبان

۳- تاج العروس للزبیدی ج۱،ص۲۱۲، المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱۳۰۶ھ

۴- صحیح البخاری محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الصوم' ج۱،ص ۲۵۵،مطبوعہ نور محمد کراچی ۱۹۳۸ھ

۵- لسان العرب، ج۱،ص ۳۱۱، اور المفردات فی غریب القرآن امام راغب اصفہانی ص ۱۱۶ مطبوعہ نور محمد کراچی

۶- جامع ترمذی، ابوعیسیٰ ترمذی ابواب، صفۃ القیامۃ، ج۲،ص ۶۹، مکتبہ رحیمیہ دیو بند ۱۹۵۲ء

۷- الاحکام السلطانیہ امام ماوردی،ص ۲۴۰،مطبوعہ قاہرہ سوم ۱۹۷۳ء اور الاحکام السلطانیہ ابی یعلی الفراء میں ۲۸۴ الطبعۃ الثالثۃ بیروت،۱۹۷۴ء

۸- دائرۃ المعارف المعلم بطرس البستانی ج۲،ص ۵۵۶،مطبوعہ ایران

۹- احیاء علوم الدین امام غزالی ج۲،ص ۳۲۳۳ مطبعۃ العامرۃ الشریفۃ مصر ۱۳۲۶ھ

۱۰- مقدمہ ابن خلدون باب سوم فصل ۳۱،ص ۱۸۸، بیروت ۱۹۷۱ء

۱۱- اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام مصنف ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی ص ۱۱۰-۱۱۱۱ مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور طبع اول ۱۹۸۸ء

۱۲- اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب مصنف مولانا محمد متین ہاشمی،ص ۱۰۴ تا ۱۰۶ مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور طبع اول ۱۹۸۸ء

۱۳- سورۃ آل عمران ۱۰۴، اور سورہ الحج:۴۱

۱۴- اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب ص ۱۰۶

۱۵- دونوں محتسب کے فرق کے لئے ملاحظہ کیجیے احکام السلطانیہ قاضی ابی یعلی الفراء اور ماوردی

۱۶- احیاء علوم الدین ، ج۱،ص ۲۳۳

Marfat.com

۱۷- دیکھئے اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب متین ہاشمی، ص ۱۰۵

۱۸- اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام ص ۱۲۷

۱۹- ایضاً ص ۱۳۲

۲۰- The Historians History of world by Williams Henry Smith the times London 1907 Vol 6 p. 286

۲۱- Noah Welester Vol.2 p.1247

۲۲- Encyclopedia by Euearymanc J.M. Dent and Sons Ltd. London. 1978. vol9 p.152

۲۳- صحیح بخاری ج ۳، ص ۷۵۶

۲۴- صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب الامر بالمعروف، ج ۲ ص ۲۲

۲۵- کتب احادیث کے علاوہ سیرۃ بن ہشام میں اس خطبہ کی تفصیل موجود ہے۔

۲۶- ملاحظہ ہو: طبقات ابن سعد، ج ۱

۲۷- صحیح بخاری: کتاب البیوع

۲۸- ایضاً

۲۹- النووی: شرح مسلم ج ۱۰، ص ۱۷۱، بیروت ۱۹۲۹ء

۳۰- صحیح مسلم: کتاب الایمان

۳۱- ایضاً

۳۲- سنن نسائی بشرح السیوطی: البیوع الرجحان فی الوزن ج ۷، ص ۲۸۴، بیروت

۳۳- التراتیب الاداریۃ ج ۱، ص ۲۵۸، عبدالحئی الکتانی دارالکتب العربیۃ بیروت، لبنان

۳۴- صحیح البخاری: کتاب الاحکام

۳۵- الاحکام السلطانیہ ص ۷۳

۳۶- التراتیب الاداریۃ، ج ۱، ص ۲۸۷ دارالکتاب العربیہ بیروت لبنان

Marfat.com

۳۷- اسد الغابۃ مصنف ابن الاثیر مطبوعہ تہران المکتبہ الاسلامیۃ ج۴،ص ۳۴۰

۳۸- موسوعۃ فقہ عمر مصنف محمد رواس قلعہ جی،ص ۱۸۷،مطبوعہ کویت، ۱۹۸۱ء

۳۹- موسوعۃ فقہ عمر،ص ۱۱۱

۴۰- حالات و زمانہ کی رعایت مولانا محمد تقی امینی،ص ۲۸۳

۴۱- اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام،ص ۱۲۷

۴۲- Encyclopedia Britanica by a Society ov Gentlemen in Scotland William Benton Publisher. Pub.1984. London Vol. 1 . p. 909

۴۳- خاتون اسلام مکتبہ الرسالہ نئی دہلی مطبوعہ ۱۹۹۴ء،ص ۴۶

۴۴- مسلم خواتین کی قومی کانفرنس حصہ دوم،ص ۷

۴۵- دور جدید میں مسلمان عورت کا کردار افضل الرحمٰن مترجمہ محمد ایوب منیر فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۱ء طبع اول،ص ۲۸۱

۴۶- سہ ماہی منہاج لاہور حیثیت نسواں نمبر حصہ دوم مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری اکتوبر، ۱۹۸۴ء ص ۵

۴۷- مسلم خواتین کی قومی کانفرنس حصہ دوم،ص ۸۹-۹۰

۴۸- ایضاً،ص ۱۲۸

۴۹- سورہ الزلزال: ۷-۸

۵۰- سورہ آل عمران: ۱۱۰

۵۱- مسلم خواتین کی قومی کانفرنس حصہ دوم،ص ۱۲۸-۱۲۹

۵۲- عورت اسلامی معاشرہ میں،مصنف مولانا جلال الدین عمری اسلامک پبلی کیشنز لاہور،طبع سوم، ۱۹۷۴ء،ص ۶۳

۵۳- سنن ترمذی ،مصنف امام ابوعیسیٰ ترمذی، مترجم مولانا حامد الرحمٰن صدیقی قرآن محل مولوی مسافر
کراچی، ۱۹۶۷ء ابواب، صفۃ القیامۃ باب شان الحساب

۵۴- صحیح بخاری ج۳،ص ۷۵۶

۵۵- سنن ابی داؤد مصنف ابو داؤد سلیمان بن اشعت سجستانی مترجم مولانا خورشید عالم قاسمی، دارالاشا
کراچی، کتاب النکاح باب فی الاستمار

Marfat.com

٥٦- عورت اسلامی معاشرہ میں، ص ۱۹۱

٥٧- ایضاً ص ۱۹۲، بحوالہ عیون الاخبار، لابن قتیبہ ج ۱، ص ۲۷

٥٨- ایضاً صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب

٥٩- سہ ماہی منہاج حیثیت نسواں نمبر حصہ دوم، ص ۲۲

٦٠- ایضاً ص ٦٤

٦١- صحیح البخاری، ج ۳، ص ۱۲۱

٦٢- صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب فاذا قضیت الصلوۃ، ج ۱، ص ۱۲۸

٦٣- سیرت عمر بن عبدالعزیز مصنف ابن عبدالحکیم (مترجم) ص ۱۲-۱۳

٦٤- اسلام کا نظریہ جنس، مصنف سلطان احمد اصلاحی الفیصل ناشران لاہور، مطبوعہ ۱۹۹۵ء ص ۲۵۱

٦٥- صحیح البخاری کتاب الطلاق باب من طلق و ہل یواجہ الرجل امراۃ بالطلاق

٦٦- صحیح البخاری، ج ۱، ص ۵۵۴، ج ۳، ص ۱۲۱ اور صحیح مسلم ج ۲، ص ۵۹۳

٦٧- صحیح البخاری ج ۱، ص ۷۳۲

٦٨- صحیح البخاری، ج ۱، ص ۷۳۲

٦٩- صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۵۵۴

٧٠- دیکھئے سورۃ القصص ۲۳ اور سورۃ النساء، ۱۳۲ اور سورۃ النجم، ۳۹

٧١- عورت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی مرتبہ افتخار فریدی مجلس نشریات اسلام، کراچی طبع اول ص ۲۳

٧٢- روزنامہ مشرق لاہور، ۲۶ جنوری ۱۹۸۴ء

٧٣- وفاقی محتسب کی سالانہ رپورٹ ۱۹۸۴ء ص ۴۷-۴۸

٧٤- روزنامہ پاکستان لاہور، ۱۰ جون ۱۹۹۱ء

☆☆☆ ____ ☆☆☆

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

فرزانہ شاہین - ایبٹ آباد

وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟

(اور جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ) (الحشر: ۷)

جینے کا دیا ہے تری سیرت نے قرینہ
قرآن مجسم تیری ہر ایک ادا ہے
ہٹتی نہیں سرکار کی سیرت سے نگاہیں
ہر وقت میرے سامنے قرآن کھلا ہے
سرکار کے قدموں کے نشاں ڈھونڈ رہا ہے
جو اشک محبت مری آنکھوں سے گرا ہے

میں ابھی تک اسی کشمکش میں مبتلا ہوں کہ اے میرے آقا، میرے مولا، میرے مصطفیٰ، میرے مجتبیٰ ﷺ، میں آپ ﷺ کے کردار پر، سیرت طیبہ پر روشنی ڈالوں تو کیسے ڈالوں! میں حقیر اور اتنا بڑا موضوع یعنی احتساب اور وہ بھی نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں اللہ اللہ ! ایک طرف میں ناچیز اور دوسری طرف سیرت النبی ﷺ اللہ اللہ ! میں غلام نبیؐ پھر ذکر نبیؐ اللہ اللہ ! میں نام لیوائے نبیؐ اور پھر فکر پیام نبیؐ اللہ اللہ ! بھلا میں دریا کو کوزے میں کیسے بند کرسکتی ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ اگر یہ زمین و آسمان اوراق بن جائیں، قلم لکھتے جائیں، زبانیں بولتی جائیں، دنیا سنتی جائے، اوراق بھرتے جائیں، آنکھیں دیکھتی جائیں اور زمانہ پڑھتا جائے مگر

پھر بھی اُس حقدار کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔

آج اس تحریر کو لکھتے ہوئے جب میں پوری امت مسلمہ کو ایک جسم تصور کرتے ہوئے اور خود کو اس جسم کے اندر دوڑنے والے لہو کی گردش کی صدا ٹھہرا کر موجودہ دور کے مسلمانوں کے بگڑے ہوئے حالات پر نظر ڈالتی ہوں تو سوچ میں پڑ جاتی ہوں۔ میں سوچتی ہوں کہ آخر امت مسلمہ کے اس زوال کا ذمہ دار کون ہے اور کس کس کا احتساب کیا جائے! میں اپنے حافظے کے شعوری خانوں میں اس کے لئے نسخہ شفا تلاش کرتی ہوں مگر جب ناکام و نامراد اپنے ہی پاس واپس لوٹ آتی ہوں تو پھر اپنا رہبر قرآن مجید فرقان حمید کھولتی ہوں اور جب اس آیت مبارکہ پر نظر پڑتی ہے تو مجھے میرے سوال کا جواب مل جاتا ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ

(بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہیں بدلتی)

انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس کی پیدائش چار عناصر (ہوا، پانی، آگ اور مٹی) سے ہوئی ہے جن کا آپس میں مکمل اختلاف ہے اور ان کا ملنا ناممکن ہے۔ اس کا خمیر ہمیشہ اسے مبتلائے کشمکش رکھتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

فَٱقْصُصِ ٱلْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

(پس انہیں ان کی داستان سناؤ تا کہ وہ سوچیں کہ ہمیں کیا ہو گیا) (الاعراف: ١٧٦)

یہاں توجہ چاہتی ہوں۔ حکم ہوتا ہے کہ انسان کو اس کی داستان سناؤ۔ تو پھر سننے والے سنیں کہ

(آدم جنت میں تھا، ابلیس نے بہکایا اور وہ جنت سے نکال دیا گیا)

یہ ہے اس کی کل داستان۔ اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ یہ جنت سے نکالا ہوا آدم پھر سے جنت کیسے پا سکتا ہے۔ بلا شبہ انسانیت کی اصلاح کیلئے بہت سے پیغمبر آتے رہے اور جاتے رہے مگر انسان نہایت بے چینی و بے قراری کی حالت میں حصول جنت کیلئے کسی مضبوط گارنٹی کا طلب گار رہتا ہے۔ پھر وہ وقت بھی آتا ہے یعنی چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ کہ جس کی جانب کا قرآن کا اشارہ ہے:

ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ

ہلاکت خیز تاریکیاں ہیں، انسانیت تڑپ رہی ہے۔ چند سعید روحیں بارگاہ الٰہی میں چیخ چیخ کر فریاد کر رہی ہیں

انسان پکارتا ہے۔ اے رب کائنات تجھے تیری رحمت کا واسطہ ہمارے لئے کوئی نجات دہندہ بھیج دے۔ بالآخر خدا اپنی مخلوق پر مہربان ہوجاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ جب انسانیت غلاظتوں اور ظلمتوں میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اچانک فاران کی بلندیوں سے ایک کرن نمودار ہوئی اور جہاں پڑتی گئی انسانیت کو تعمیر وترقی کی جانب رواں دواں کرتی گئی۔ میرے حضور ﷺ وہ آفاقی پیغام لے کر آئے جو تڑپتی انسانیت کو تخریب سے تعمیر کی جانب، بربادیوں سے آبادیوں کی جانب، در بدر سے ایک ہی در کی جانب، اندھیروں سے اجالوں کی جانب، پستیوں سے بلندیوں کی جانب، آنسوؤں سے مسکراہٹوں کی جانب، کانٹوں سے پھولوں کی جانب، بدبوؤں سے خوشبوؤں کی جانب، غلط سے راس کی جانب، بے توجہی سے احساس کی جانب، مایوسی سے آس کی جانب اور جنت کی پیاس کی جانب لے آیا۔

قدم قدم پہ برکتیں، نفس نفس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں، سے وہ گزر گیا

تمہید کے بعد اس تحریر کے خاص ''نکات'' درج ذیل ہیں:

۱ قرآن کی روشنی میں
۲ سنت کی روشنی میں
۳ صحابہؓ کا طرز عمل
۴ امت مسلمہ کا عروج
۵ امت مسلمہ کے زوال کے اسباب
٦ اتفاق کا فقدان
۷ مذہب اسلام سے دوری
۸ پاکستان کے حالات
۹ اصلاح کی ضرورت
۱۰ حاصل بحث

Marfat.com

۱۔ قرآن کی روشنی میں:

سورۃ النساء، آیت ۱۱۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو حالانکہ اس پر (بات) براہ راست واضح ہو چکی ہو اور مؤمنوں کی روش سے ہٹ کر کسی اور روش پر چلے تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے''۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللهَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسٰنِ

(بے شک اللہ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے)

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ

(اور انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

ایک اور جگہ فرمایا:

''اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دیگی۔ جو اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لئے سخت سزا ہے، کہ وہ یوم حساب کو بھول گئے''۔ (سورۃ ص: ۲۶)۔

''پیغمبر مؤمنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں'' (سورۃ احزاب)۔

یہاں پر اطاعت رسول کی طرف اشارہ کیا گیا۔

''اب جو ہدایت لیتا ہے اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ گمراہ ہو کر اپنا ہی برا کرتا ہے۔ آپ ان سب کے ٹھیکہ دار نہیں ہیں'' (الزمر: ۴۱)۔

وَمَنْ یَّکْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَکْسِبُهٗ عَلٰی نَفْسِه

(اور جو شخص برائی کمائے تو اس کی یہ کمائی اسی کیلئے وبال ہوگی)۔

Marfat.com

''پس میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئیگی اور جس نے ہدایت کی پیروی کی انہیں خوف ہوگا نہ غم''۔

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

(اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے اس کا پھل اس کے لئے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے اس کا وبال اس پر ہے)۔

''جس نے سرکشی کی روش اختیار کی اور حیات دنیا کو ترجیح دی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو اپنے رب کے حضور حاضری سے ڈرتا ہے اور جس نے اپنے نفس کو ہوس سے باز رکھا، اس کا مسکن جنت ہے'' (النازعات: ۳۷-۴۱)

ہم غور کر سکتے ہیں کہ جہاں پر قرآن میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴿٧﴾

(انسان کو چاہیئے کہ وہ غور کرے کہ اس کی تخلیق کس چیز سے ہوئی۔ وہ اچھلتے ہوئے پانی سے بنایا گیا جو پسلیوں اور ریڑھ کی ہڈی سے نکلتا ہے) (الطارق: ۵-۷)

وہاں یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ

''ہم نے بنو آدم کو آبرومند کیا''۔

یعنی قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کو اگر تکبر کا خیال آئے بھی تو وہ اپنی پیدائش پر غور کرے کہ اس کی تخلیق کیسے ہوئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ انسان کو اس کی اہمیت کا احساس بھی دلاتا ہے کہ وہ خدا کا نائب ہے اور اشرف المخلوقات ہے۔ اس کو اللہ نے ایک مقصد دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اور وہی تو ہے کہ جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا اور ایک دوسرے پر

Marfat.com

درجے بلند کیئے تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کر سکے"

یہاں قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ تمام انسانوں کی پیدائش ایک ہی طرح سے ہوئی ہے لیکن اللہ نے کسی کو زیادہ اور کسی کو کم آسائشوں سے اس لئے نوازا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی آزمائش کر سکے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"اور کئی طرح کے لوگوں کو ہم نے دنیاوی زندگی میں آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے (اس لئے) کہ ان کی آزمائش کریں، ان پر نگاہ نہ کرنا"۔

سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوتا ہے:

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہیں مختلف گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا، تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے"۔

حضور ﷺ جو لوگوں کو ہر دم اپنے اعمال پر غور کرنے اور اپنا محاسبہ کرنے کا درس دیتے رہتے تھے۔ اس بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ

(جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے) (الجمعۃ: ۲)۔

اللہ انسانوں کو پاکیزہ زندگی گزارنے اور عدل وانصاف کے ساتھ رہنے کی بار بار تلقین کرتا ہے:

ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ

(انصاف (عدل) کرو۔ یہ تقویٰ کے بہت قریب ہے)

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال سے واقف ہے۔ وہ دیکھئے کہ کھیت میں خربوزے کی ننھی سی بیل زمین سے نکل رہی ہے۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ایک پائپ کے ذریعے بچے کو نو ماہ تک غذا پہنچا رہا ہے۔

سورۃ التین میں ارشاد ہوتا ہے:

"تم نظام جزا وسزا سے کیسے انکار کر سکتے ہو کیا اللہ عادل ترین جج نہیں؟"۔

Marfat.com

سورۃ الحجر میں ارشاد ہوتا ہے:

"اللہ کو ظالموں کی کارستانیوں سے کبھی غافل نہ سمجھو"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف اور عدل چھوڑ دو۔ ہرگز نہیں بلکہ ہمیشہ عدل وانصاف سے کام لو کہ تقویٰ کا تقاضا یہی ہے"۔

سنت نبوی کی روشنی میں

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین وہی طٰہٰ

سرور کونین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہمیشہ اس خوف سے کہ میں خدا کو کیا جواب دونگا، کانپتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی حیات پاک کا ایک ایک لمحہ اللہ کے حضور جواب دہی کے خوف سے لبریز رہتا تھا۔ آپ ﷺ بلا شبہ ایک عظیم محتسب تھے۔ آپ ﷺ نے انفرادی واجتماعی دونوں حیثیتوں میں، دونوں صورتوں میں احتساب کا حکم دیا اور خود عمل کر کے دکھایا بھی۔ حضور ﷺ کی سیرت کے کون کون سے پہلو بیان کئے جائیں۔ وہ جن کی خوش معاملگی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ جن کی صداقت وامانت میں شبہ ہی گناہ سمجھا جاتا ہے وہ جو جبل حرا کے دامن میں کھڑا ہو کر منادی دے رہا ہے کہ:

"برائی کا بدلہ ہمیشہ نیکی سے دو"۔

جب کلمہ حق بلند کرنے کی پاداش میں خلیل وذبیح کا وطن ان ہی کے پوتے پر تنگ کر دیا جاتا ہے تو وہ اف تک نہیں کہتا۔ جو دین حق کی سربلندی کے لئے اور انسانیت کی فلاح کیلئے ہر دکھ جھیلتا ہے۔ آفرین ہے اس پر جو "دانت ٹوٹنے پر" بھی مسکراتا ہے۔

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے، گالی دی، پتھر برسائے

اس پر چھڑکی پیار کی شبنم، صلی اللہ علیہ وسلم

وہ جب حق کی تبلیغ کرتا ہے تو اسے وطن سے در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ جب اس پر پتھر برسائے جاتے ہیں وہ اُحد کا پہاڑ غصے کی شدت سے ہلتا ہے اور تباہی و بربادی کی اجازت چاہتا ہے تو اسے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ:

''میں زحمت نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

فوراً دعا کیلئے ہاتھ اٹھتے ہیں اور لب ہلتے ہیں:

ایسی رحمتیں کر اہل طائف کے مکینوں پر

خدایا پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

صلح حدیبیہ کے موقع پر زخمی ابو جندلؓ کو کیا جواب دیا جاتا ہے کہ

''اے ابو جندل! میں فیصلہ کر چکا ہوں تم صبر کرو، اللہ تمہارے حق میں کوئی بہتر فیصلہ فرمائے گا''۔

فتح مکہ کے موقع پر دیکھئے کہ جب لوگوں کا خوف اور شرمندگی کے مارے برا حال تھا تو حضور علیہ کیا اعلان فرما رہے تھے

''الیوم یوم المرحمۃ''

ترجمہ: آج رحمت و پیار بانٹنے کا دن ہے۔

واقعہ: ایک مرتبہ ایک یہودی نے ایک صحابیؓ کو شہید کر دیا۔ کوئی عینی گواہ میسر نہ تھا۔ اس لئے آپ علیہ نے بیت المال سے خون بہا کی رقم ادا کر دی۔

مثال: قریش کے ایک معزز خاندان کی عورت جب چوری کرتی ہے تو اس کی سفارش کی جاتی ہے تو حضور علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی قومیں اسی لئے برباد ہوئیں کہ وہ کمزوروں کو سزا دیتے تھے اور طاقتور کو چھوڑ دیتے

Marfat.com

تھے۔ خدا کی قسم!

اگر یوں فاطمہ بیٹی محمد کی بھی ہوجاتی
تو وہ بھی ہاتھ اپنے ہاتھ سے لاریب دھوجاتی

مثال: جنگ بدر کے دشمن قیدیوں میں حضرت عباس بھی تھے جو حضورﷺ کے چچا تھے۔ بعض انصار نے ان کا فدیہ نہ لینے کی عرض کی تو حضورﷺ نے فرمایا ''ایک پائی بھی کم نہ لو''۔

مثال: ایک مرتبہ ایک شخص نے حضورﷺ سے قرض کی واپسی کا تقاضا کیا۔ ایک انصاری نے کھجور دی وہ کچھ ادنیٰ تھی۔ قرض خواہ نے لینے سے انکار کردیا۔ انصاری نے غصے میں کہا کہ تم حضورﷺ کی دی ہوئی چیز واپس کرتے ہو؟ آپﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپﷺ نے فرمایا ''ہاں مجھ سے بڑھ کر عدل کا سزا وار کون ہے''۔ اور پھر اس کو صحیح کھجور واپس کی۔

ایک مرتبہ حضورﷺ نے ایک غیر مسلم بدو سے اونٹ ادھار لیا اس نے سخت الفاظ میں تقاضا کیا تو صحابہؓ نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا۔ حضورﷺ نے فرمایا ''حقدار کو بولنے کا حق ہے''۔ اور پھر اسے اونٹ دے دیا۔

حضورﷺ فرمایا کرتے تھے:

''اِس دنیا کی شرمساری اُس دنیا کی خجالت سے بہتر ہے''۔

ایک مرتبہ حضورﷺ نے فرمایا

''دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا آدمی جنت میں نہ جائے گا''۔

ایک مرتبہ فرمایا ''تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لیکر آتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ اپنا معاملہ دوسروں کی نسبت بہتر طریق پر پیش کرسکتے ہوں۔ مجھے شہادتوں پر فیصلہ کرنا ہوتا ہے جو میرے سامنے ہوتی ہیں۔ اگر میں نے کسی شخص کا حق مار کر اس کے بھائی کو دے دیا تو وہ اسے نہ لے کیونکہ مجھ سے اس صورت میں وہ جہنم کا ایک ٹکڑا (آگ کا گولہ) لے رہا ہے''۔

Marfat.com

ایک مرتبہ حضورﷺ نے ایک اونٹ کو دیکھا جو بلبلا رہا تھا۔ آپﷺ نے اس کے مالک
کہا کہ ''کیا تم جانوروں کے معاملے میں خدا سے نہیں ڈرتے؟''۔
ایک مرتبہ آپﷺ بازار تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ ایک شخص گیلے اناج کے اوپر
اناج رکھ کر بیچ رہا ہے۔ آپﷺ نے اسے صداقت اور انصاف پسندی کی نصیحت کی۔ ایک مرتبہ حضورﷺ
فرمایا:

''جو شخص اپنی اولاد میں سے کسی کے ساتھ زیادہ محبت اور کسی کے ساتھ کم محبت
سے پیش آئیگا وہ خدا کی ناراضگی پائیگا''۔

ایک مرتبہ آپﷺ نے فرمایا ''اے گروہ مہاجرین! میں تمہارے پانچ باتوں میں پڑنے
ے خدا کی پناہ مانگتا ہوں: ۱- جب کسی قوم میں برملا فحش کام ہونے لگیں تو وہ طاعون اور دوسری بیماریوں میں مبتلا
جاتے ہیں کہ جن سے ان کے اسلاف محض بے خبر تھے۔ ۲- جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو وہ
سالی، سخت مصائب اور حکمرانوں کے مظالم میں پھنس جاتی ہے۔ ۳- جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا نہیں کرتی تو ان پر
ش بند ہو جاتی ہے۔ اگر ان کے چوپائے نہ ہوں تو ان پر مینہ کی ایک بوند بھی نہ برسے۔ ۴- جب کوئی قوم اللہ
ے ساتھ عہد شکنی کرتی ہے تو اللہ ان پر دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان کے اموال چھین لیتا ہے۔ ۵- اور جب کسی
ک کے حکام احکام خداوندی کے مطابق فیصلے کرنے چھوڑ دیتے ہیں تو پھر اللہ ان کی قوم میں تفرقہ اور لڑائی ڈال
یتا ہے۔

اگر آج ہم دور حاضر پر غور کریں تو ہماری قوم انہی پانچوں برائیوں میں مبتلا دکھائی دیتی ہے۔
ایک مرتبہ ''جنگ بدر'' میں مجاہدین کی صفوں کو درست کرتے ہوئے حضورﷺ سے ایک
صحابیؓ کے پیٹ پر خنجر سے ہلکی سے خراش لگ گئی۔ اس کے بدلہ لینے کے تقاضے پر حضورﷺ نے خود کو پیش کر
دیا۔ وہ حضورﷺ کے جسم مبارک سے لپٹ گیا اور کہنے لگا کہ ''یا رسول اللہ! یہ تو محض ایک بہانہ تھا، میں تو چاہتا
تھا کہ میرا جسم آپ کے جسم اطہر سے چھو جائے تا کہ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جائے (سبحان اللہ)۔
ایک مرتبہ آپﷺ فرماتے ہیں کہ ''کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت
حاصل نہیں۔ مگر تقویٰ کی بنا پر'' حضورﷺ نے غلو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ حضورﷺ نے اپنے بارے میں

Marfat.com

بھی غلو کرنے کے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں غلو کیا تم میرے بارے میں ایسا نہ کرو میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہو۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے اہلِ قریش! میں خدا کے آگے تمہارے کچھ کام نہ آ سکوں گا۔ اے بنی عبد مناف اے بنی عبد مناف! میں خدا کے آگے تمہارے کچھ کام نہ آ سکوں گا۔ اے اللہ کے رسول کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے آگے تیرے کچھ کام نہ آ سکوں گا''۔

صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل

قرآن پاک صحابہؓ کی خود گواہی دیتا ہے یعنی رضی اللہ عنھم ورضوا عنه (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے)۔

اس کا یہی مطلب ہے کہ انہوں نے اپنی زندگیاں مکمل طور پر اسلام کے سانچے میں خود ڈھال کر گزاری تھیں۔ وہ عمل کا پیکر تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خطبہ خلافت میں فرماتے ہیں:

''اے لوگو! تم میں سے جو طاقتور ہیں وہ میرے نزدیک کمزور ہیں اور جو کمزور ہیں وہ میرے نزدیک طاقتور ہیں۔ کیونکہ میں نے طاقتور سے بدلہ لے کر کمزور کو اس کا حق دلانا ہے جو طاقتور نے طاقت کی بنا پر اس سے چھین لیا ہے''۔

حضرت عثمانؓ کو تو ان کی عاجزی و انصاف پسندی کی وجہ سے ہی شہید کر دیا گیا۔ حضرت علی جب زرہ کے حصول کے لیے کوئی گواہ نہیں پاتے تو قاضی کے فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں تو وہ شخص ان کی انصاف پسندی کو دیکھ کر خود اقرار جرم کر لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ عدالت میں ایک مقدمے کی سماعت کے لیے جاتے ہیں تو قاضی احترام میں فوراً کھڑا ہو جاتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں یہ پہلی بے انصافی تو میرے احترام میں آپ کا کھڑا ہونا ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے لباس کے بارے میں کیسے دلیل دیتے ہیں کہ یہ میری اور میرے بیٹے کی چادر سے مل کر بنا ہے۔ سبحان اللہ! ایک وہ بھی دور تھا کہ جب رعایا کا ایک عام آدمی بھی کھڑا ہو کر حکمران کا محتساب کر سکتا تھا۔

Marfat.com

واقعہ: ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے بیت المال میں اپنے بیٹوں سے ایک ایک نارنگی چھین کر رکھوا دی جو مال غنیمت میں آئی تھیں۔

واقعہ: ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے مال غنیمت میں آئی ہوئی روٹی کو بھی دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔

حضورﷺ کا یہ حکم کہ اگر تمہاری زیادہ بیویاں ہیں تو ان کے ساتھ انصاف کرو، اس پر صحابہؓ ہمیشہ سختی کے ساتھ کاربند دکھائی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بیمار ہوئے تو بیت المال سے رعایا کی اجازت لے کر تھوڑا سا شہد استعمال کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ چراغ کی روشنی میں کام کر رہے تھے کہ زوجہ محترمہ نے آ کر کسی موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔ آپؓ نے فوراً چراغ بجھا دیا کہ سرکاری خرچے میں گھر کی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

حضورﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ"

(تم سب چرواہے ہو اور تم سب سے تمہارے ریوڑ کے بارے میں پوچھا جائے گا)

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم سب اپنی اپنی جگہ، اپنے اپنے مقام پر ان ذمہ داریوں کو پورا کر رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف سنت نبویﷺ پر عمل کر کے صاف و شفاف اور پاکیزہ چشمے سے اپنے آپ کو سیراب کر گئے اور ہم ابھی تک متعفن جوہڑ میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔ آج ہماری قوم میں، ہمارے ملک میں اندھیری رات کا راج ہے، سورج کی شعاعوں کو اندھیروں نے اپاہج بنا دیا ہے۔ ہمارے رہنماؤں، لیڈروں نے لالچ اور ہوس کو اپنا معبود بنا کر سامری کے بچھڑے کی طرح اس کی پوجا شروع کر رکھی ہے۔ آج تو سب سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ دولت مند ہے حالانکہ دولت سے ہم عینک تو خرید سکتے ہیں مگر آنکھ کی روشنی نہیں۔ ایک وہ بھی وقت تھا کہ جب ایک شخص نے فتح کئے ہوئے علاقے کا گورنر بننے کی خواہش کی تو حضورﷺ نے فرمایا "اگر تمہارے دل میں حکومت کرنے کی خواہش ہے تو تم موزوں شخص نہیں ہو" مگر آج -- آج تو ہمارے لیڈر، اقتدار کے پجاری حکمرانی کے شوق میں سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ جو مزہ "خادم" بننے میں ہے وہ "مخدوم" بننے میں نہیں۔ مگر آج ایسا ممکن نہیں کہ ایک اونٹ میسر ہو اور کبھی "خلیفہ" سواری کرے اور کبھی "غلام" اور خلیفہ بھی

Marfat.com

وہ جو ۲۲ لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ وسیع سلطنت کا حکمران ہے۔ آج ہمارے سیاستدان و حکمران ''فائیو ہوٹلوں میں بیٹھ کر ''نرم گدیلوں'' پر لیٹ کر بہت بڑا ''اسلامی انقلاب'' لانا چاہتے ہیں۔ یہ کفر کو ملیا میٹ دیکھنا چاہتے ہیں، امریکہ کی تباہی، سوشلسٹوں کو نیست و نابود اور مشرق و مغرب میں اسلام کا غلبہ دیکھنا چا ہیں۔ مگر عمل سے عاری ہیں۔

دراصل ہم گندگی کے ڈھیر پر بیٹھ کر چاہتے ہیں کہ ہمیں خوشبو کے دلنواز جھونکے آ کانٹوں پر بستر بچھا کر چاہتے ہیں کہ چبھن بھی نہ ہو، تیل چھڑک کر تیلی بھی جلاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بھی نہ لگے، اپنے نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل بھی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ کامیاب بھی ہو جائیں۔ ان عمل حکمرانوں کے بارے میں کسی نے درست ہی کہا ہے کہ

کچھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں

ماحول کے تپتے صحرا سے، حالات کی اجڑی شاخوں سے
یہ اہل ستم پھولوں سے بھرے دامن کی توقع رکھتے ہیں

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے جس قدر انسان کی مال و جاہ کی حرص فساد ڈالتی ہے''۔

قرآن سونے اور چاندی کے ڈھیر جمع کرنے والوں کو ڈراتا ہے کہ اسی دولت سے ان کی پیٹھ داغی جائے گی۔

جس شہر میں پڑ جائے اگر پیار کا قحط
پھر الوداع کہنے میں اسے تم دیر نہ کرنا

جو مفلسوں کے کام آ نہ سکے وہ دولت
پیٹھوں کے داغنے کے لیے اسے تم ڈھیر نہ کرنا

آج حرام کی کمائی ہوئی دولت کئی گوداموں میں جمع ہے۔ کئی کنالوں پہ پھیلے ہوئے محلے

Marfat.com

ہیں جن پر یہ بینر ضرور لگا ہوا ہے "ھذا من فضل ربی"

حقیقت کی تجھ کو خبر ہی نہیں
نہ جا ان کے ظاہر پہ میرے مربی
کمائی پہ رشوت کی اکثر بنے ہیں
وہ گھر جن پہ لکھا ہے من فضل ربی

سورۃ البقرۃ کی ۲۴۵ آیت مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

"تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تا کہ اللہ کئی گنا بڑھا چڑھا کر اسے واپس کرے۔ گھٹانا بھی اسی کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی۔ اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

آج ہمارے رہنما اقتدار کی کرسی کے لیے ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے میں مصروف ہیں۔ ان کی کمینگی منصب جلیلہ پر فائز ہے۔ حق گوئی و بیباکی پابند سلاسل ہے پچھلے باون سالوں سے دستور خداوندی پھانسی کی کی کوٹھڑی میں موت و حیات کی کشمکس میں مبتلا ہے۔

انصاف کا وعدہ لے کر آنے والے انصاف کی دھجیاں بکھیر کر چلے جاتے ہیں۔ کپڑے کا وعدہ لے کر آنے والے وطن عزیز کے جسم سے ایک ایک لیر کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ گھر کا وعدہ لے کر آنے والے بے گھروں سے فٹ پاتھ پر سونے کا سہارا بھی چھین لیتے ہیں۔ انسان کی خدمت کا وعدہ لے کر آنے والے "گھوڑوں" کی خدمت کر کے چلے جاتے ہیں، خوشحالی کا وعدہ لے کر آنے والے رشوت خوروں کی خدمت کر کے چلے جاتے ہیں اور غریب عوام کے جسم سے خون کی ایک ایک بوند چوس کر باہر کے بینکوں کو بھر دیتے ہیں۔

بنے ہیں اہل ہوش مدعی بھی، منصف بھی
کسے وکیل کریں، کس سے منصفی چاہیں

حضور ﷺ نے فرمایا "عادل حکمران زمین پر اللہ کا سایہ ہے" ایک وہ وقت بھی تھا کہ حضور ﷺ ۹۰ ہزار درہم غریبوں میں بانٹ کر چادر کو جھٹک دیتے ہیں اور ایک یہ وقت بھی ہے کہ آج ہمارے حکمران

Marfat.com

بتوں کی پوجا تو نہیں کرتے مگر دولت کی پوجا کرنے میں ضرور مصروف ہیں اور دونوں ہاتھوں سے لوٹنے میں مصروف ہیں۔خدا ان کی بے انصافی کو دیکھ رہا ہے اور بے شک ''واللہ یقضی بالحق'' اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو' یہاں پر میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب''اللہ کی عادت'' (جو میری پسندیدہ کتاب ہے) سے ایک مثال بیان کرنا چاہوں گی۔آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مسافر جنگل میں سے گذر رہا تھا کہ اس پر ایک کتے نے جو کسی دہقان نے پال رکھا تھا، حملہ کر دیا اور اس کے کپڑے پھاڑ دیے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسافر کا دامن کس نے چیرا، کتے نے دہقان نے۔سعدیؒ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ''مسافر کا دامن کتے نے نہیں بلکہ اس کم فہم دہقان نے پھاڑا ہے جس نے کتا پال رکھا ہے (نہ سگ دامنِ کاروانے درید---کہ دہقان ناداں کہ سگ پرورید)۔

میں سمجھتی ہوں کہ ہم بھی اپنے ظالم اور بے انصاف حکمرانوں کو بالکل اسی طرح پال رہے ہیں۔خدا ہم سے بھی ہمارا احتساب لے گا۔آج انہی کی وجہ سے ہم ان حالات سے گذر رہے ہیں۔میرا سینہ دکھوں سے بھرا پڑا ہے۔اپنے ملکی حالات کو دیکھ کر میرے اندر کا طوفان باہر نکلنے کی کوشش میں ہے۔

میرے آج کے یہ الفاظ اس''کشکول'' کے نام جو حق و انصاف کی بھیک مانگ رہے ہیں میری آج کی یہ کاوش ان بے کسوں کے نام جن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا جاتا ہے۔ان بے بسوں کے نام جن کے بے جان جسم بوریوں میں بند کر کے سڑکوں پر پھینک دیے جاتے ہیں۔میرا ماتم صلاح الدین، زینب نور اور اس کے نام جنہیں بے موت مارا جاتا ہے۔معصوم غلام جیلانی کے نام کہ جسے ننھی سی خطا پر اپنے ہی محافظ موت کی سزا دیتے ہیں۔میری آج کی یہ نفرت ان منافقوں کے نام جو جوتوں کے تلوں پر اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کا نام کندہ کر کے ہمیں اذیت کی انتہا تک لے گئے ہیں۔میری آج کی یہ کاوش محترم حکیم سعید کے نام جنہیں اس ملک سے وفاداری کا صلہ گولیوں سے چھلنی کر کے دیا جاتا ہے۔اگر ہمارے یہی حالات رہے تو کوئی چنگیز خان آ کر کھوپڑیوں کے مینار لگا کر تاریخ دہرائے گا۔

''ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات''۔

مقام افسوس کہ جس قوم سے پہلے قیصر و کسریٰ جیسی سپر طاقتیں بھی لرزہ براندام تھیں آج

اس سے اسرائیل جیسا تھاڑلا درندہ بھی نہیں ڈرتا۔ ہمارے پاس سیم وزر کی قلت نہیں، گولہ بارود کا فقدان نہیں بلکہ ایمان و یقین اور اتفاق و اتحاد کی کمی ہے۔ اگر ہم سب مسلمان ممالک ''انما المومنون اخوۃ'' کے درس پر عمل کرتے ہوئے مل جائیں تو ہم سب پر فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ ہماری نااتفاقی کی وجہ سے ہی آج دشمن بوسنیا، یوگوسلاویہ، کسوو اور نہ جانے کہاں کہاں ہمارا کیا حال کیا جا رہا ہے۔ تمام دنیا میں مسلمان ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ آج اسرائیلی درندے مسلمان خواتین کو زبردستی پکڑ کر اپنے گھروں میں بند کر دیتے ہیں کہ جب تک ان کے پیٹ سے عیسائی بچے جنم نہ لیں گے ہم انہیں نہ چھوڑیں گے مگر ہم بے بسی کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ ایک غیر مسلم لڑکی کے سر سے چادر کھینچنے پر حضور ﷺ نے سارے قبیلے سے جنگ کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ آج اللہ کی کتابوں کو بے دردی سے سڑکوں پر پھینک دیا جاتا ہے۔ مساجد کو تالے لگائے جاتے ہیں، انہیں شہید کیا جاتا ہے۔ بچے پیڑوں پر عریاں لٹکائے جاتے ہیں، مائیں کٹتی اور بیٹیاں لٹتی ہیں۔

بخارا کے ایک چوک میں کھڑے ہو کر ایک کیمونسٹ اعلان کرتا ہے کہ آؤ ہم نے اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے، آج ہم اس کا جنازہ نکال رہے ہیں، کون کون اس جنازے میں شریک ہو گا۔ ۱۹۹۶ء میں نیویارک کے ایک اشاعتی ادارے ''اینکر بکس'' میں ایک کتاب اسلام کے خلاف شائع کی جاتی ہے۔ قرآن کہتا ہے ''جس نے ایک مومن کو قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے'' یعنی ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے (حدیث) مگر افسوس کہ ۱۰۰ معصوم بچوں کا قاتل آزادی سے پھر رہا ہے۔ ہمیں ۱۴ معصوم لاشوں کا تحفہ دیا جاتا ہے۔ مگر ہم تو بسنت رُت منانے میں مصروف ہیں اور ٹی وی میں روزانہ ہر شہر کی باری باری بسنت رُت کی تیاری دکھائی جاتی ہے اور شو منعقد کیے جاتے ہیں۔ ابھی امریکی صدر آئے ہیں تو ان کی آمد کے لیے ہم بے چین و بے قرار بیٹھے ہیں اور انھیں خوش آمدید کہنے کو تیار ہیں۔ جبکہ قرآن کہتا ہے:

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ''

مجھے یہ کہنا ہے کہ اب بھی دوبارہ ہم اپنا کھویا ہوا مقام پا سکتے ہیں اگر ہم حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کریں۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے ''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی''۔ کتنی بڑی سند ہے، کتنی بڑی ڈگری ہے کہ ایک بشر پُر نور کی اطاعت خدا کی اطاعت کہلائی۔ اے نادان مسلمان تمہارے پاس حضور ﷺ سیرت عظیم ترین خزانہ کی طرح موجود ہے اور تم دوسروں سے بھیک مانگ

Marfat.com

رہے ہو، تمہارے پاس روشنیوں کا منبع ہے مگر تم امریکہ، روس اور چین سے روشنی مانگ رہے ہو۔ تمہارے پاس ''آب شیریں کا دریا'' بہہ رہا ہے۔ مگر تم ''العطش العطش'' پکار رہے ہو۔ بقول جان برنارڈ شا ''میرا ایمان ہے کہ اگر محمد ﷺ جیسا شخص دنیا کا حکمران ہوتا تو ہمارے تمام مسائل حل ہو جاتے اور دنیا خوشیوں اور امن کا گہوارہ بن جاتی''۔

ویسے تو دل میں ایک بحر بے کراں موجود ہے مگر قواعد و اصولوں کے مطابق بہرحال مجھے ابھی اختتام کرنا ہے۔ میری آخر میں اپنے رب سے یہی دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنا اپنا محاسبہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ ہمیں حضور ﷺ کے بتائے ہوئے خوبصورت طرز زندگی کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہم دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کر سکیں کیونکہ

ہم اگر پھر اسی رہبر ﷺ کا چلن اپنا لیں
اپنی قسمت میں گھٹا ٹوپ سیاہی نہ رہے
اپنی منزل پہ پہنچ جائیں مسافر سارے
ایک بھی راہ میں بھٹکا ہوا راہی نہ رہے

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

وما علینا الا البلاغ.

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

مسز عائشہ لطیف۔ کوئٹہ

حکومت کے عہدے اور مناصب عزت و جاہ، اور کسب دنیا کے کامیاب ذرائع خیال کئے جاتے ہیں۔ عام طور پر ان کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں یہ تصور ہے کہ ان کا حصول ہر شہری کا حق ہے، خواہ وہ پورے طور پر ان کا اہل اور مستحق ہو یا نہ ہو۔ لوگ اس کے حصول کے لئے ہر ذریعہ اور ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔ عہدوں کے حصول میں دونوں قسم کی منفعتوں کی امید ہوتی ہے مالی منافع کی بھی، اور معنوی منافع کی بھی۔

اس انداز فکر اور ذہنیت کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض اہم اور کلیدی عہدے حاصل کرنے کے لئے لوگ سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

لیکن اسلام نے دنیا کے اس عام رجحان کے برعکس یہ تصور دیا کہ عہدہ اور منصب حاصل کرنا لوگوں کا حق نہیں، بلکہ ایک امانت ہے۔

عہدہ اور منصب طلب کرنے کی نہیں بلکہ سوچنے کی چیز ہے جو لوگ آخرت کی زندگی، جزا اور سزا کے تصور، اور باز پرس کے خوف سے بالکل ناآشنا ہوں، ان کے لئے تو بلاشبہ ان میں بڑی کشش ہے اور ایسے لوگ عام طور پر ملکی اور قومی مناصب کو ذمہ داری سمجھ کر حاصل نہیں کرتے بلکہ وہ انہیں اپنا حق سمجھتے ہیں، اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان سے اپنے ذاتی منافع حاصل کرتے ہیں۔

لیکن ایک مسلمان، جس کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور اس سے اس کے گلہ کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ آقا سے غلام کے بارے میں، شوہر سے بیوی بچوں کے بارے میں اور حکمران سے اس کی رعایا کے بارے میں کہ تم نے کس حد تک ان کے حقوق ادا کئے اور تمہیں جو ذمہ داری

Marfat.com

سونپی گئی تھی اسے کس طرح نبھایا وہ کب عہدوں کا طلب گار ہوسکتا ہے ان کی خواہش وہی شخص کرسکتا ہے جو اس ذمہ داریوں سے ناآشنا ہو۔

ایک مسلمان، جو اپنے فرائض سے اچھی طرح واقف ہے وہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی مین خائف رہتا ہے کہ انہیں ٹھیک طریقے سے ادا کرسکا یا نہیں وہ پرائی ذمہ داریاں اپنے سر لینے کے لئے خم ٹھونک کرکہاں میدان میں آئے گا؟ چہ جائیکہ وہ ان کو حاصل کرنے کے لئے جوڑ توڑ کرے، رشوتیں پیش کرے، اور سفارشیں بہم پہنچائے۔

یہ امانت اگر اس کو سونپی جائے تو وہ اس کو آزمائش سمجھ کر امکانی حد تک اس کی حفاظت کرے گا اس ذمہ داری کو نبھانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا تا کہ جب مسؤلیت کا وقت آئے تو ذلت و رسوائی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ اس حقیقت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو سمجھایا تھا، جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ انہیں کوئی حکومتی عہدہ سونپا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوذر! عہدہ بہت بھاری ذمہ داری ہے، تم ایک کمزور آدمی ہو۔ قیامت کے دن یہ امانت رسوائی اور پشیمانی کا سبب نہ جائے اس ذمہ رای کو صرف وہی اٹھائے جو اس کا حق ادا کرسکتا ہو'۔ (مسلم بن حجاج قشیری۔ الصحیح باب کراہتہ الامارۃ بغیر ضرورۃ)۔

دنیوی حکومتوں میں امانت کوئی تصور نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو وہ قومی امانت کا ہے، یہاں صرف ایک کھٹکا ہوتا ہے قومی احتساب کا۔ جہاں یہ کھٹکا بھی نہیں ہوتا وہاں خیانت کے لئے ہاتھ پاؤں پوری طرح آزاد ہوتے ہیں لیکن اسلام نے امانت بلکہ خدائی امانت قرار دے کر نگرانی کے دوہرے پہرے بٹھا دئے ہیں، قوم کی نگاہیں چوک سکتی ہیں، اس کی آنکھ سے آدمی اوجھل ہوسکتا ہے۔ اس کی گرفت سے بچا جا سکتا ہے مگر اللہ کی نگاہ سے کوئی اپنے آپ کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ جرم کر کے اللہ کی گرفت سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ جو لوگ عہدہ اور منصب حاصل کر کے اپنے اوپر عائد شدہ ذمہ داریاں نبھانے میں خیانت برتتے ہیں، انہیں بھی دیکھتا ہے، جو امانت و دیانت اور خلوص کے ساتھ تمام ذمہ داریوں کو نبھاتے ہیں، وہ بھی اللہ کی نظر سے اوجھل نہیں۔ ان دونوں طبقوں کو اللہ کی طرف سے بالترتیب سزا اور جزا ملتی ہے۔

اسی دوہرے ''احتساب'' کا نتیجہ ہے کہ عام دنیوی نظاموں اور حکومتوں میں لوگ جن

Marfat.com

عہدوں اور منصبوں کے لئے بھاگ دوڑ کرتے ہیں، وہاں اسلامی ماحول میں ان مناصب کو قبول کرنے والے مشکل سے ملتے ہیں۔ یہ اسی تعلیم اور تربیت کا نتیجہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا کے بازار میں جو چیز سب سے زیادہ محبوب و مطلوب ہے اسلامی بازار میں اس کا کیا حال ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے منصف بنایا گیا وہ الٹی چھری سے ذبح کر دیا گیا(۲)۔

یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ حاکموں کے لئے ہلاکت ہے، چوہدریوں کے لئے ہلاکت ہے، متولیوں کے لئے ہلاکت ہے، قیامت کے دن بہت سے لوگ ہوں گے جو تمنا کریں گے کہ کاش ان کی چوٹیاں ثریا سے بندھی ہوئی ہوتیں وہ آسمان و زمین کے درمیان لٹکے ہوئے ہوتے، مگر کوئی ذمہ داری ان کو نہ سونپی گئی ہوتی اور وہ کسی عہدے پر مقرر نہ کئے گئے ہوتے۔

یہ ڈراوے ان لوگوں کے لئے ہیں جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کریں گے۔ لیکن جو لوگ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں دیانت کے ساتھ ادا کریں گے ان کے لئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ نوید ہے کہ ان کی آستینوں میں اللہ کے ہاتھ ہیں۔ (مسلم بن حجاج قشیری۔ باب فضیلۃ الامام العادل)

اسلامی حکومت میں حکام اور عمال کس قسم کے اوصاف کے حامل ہونے چاہئیں عوام مختلف ذمہ داریوں اور مختلف امور کی انجام دہی کے لئے جو نمائندے منتخب کریں انہیں کیسا ہونا چاہیئے؟ یہ بات اس ماحول میں بڑی عجیب سی محسوس ہوگی جہاں لوگ اسوہ حسنہ اور اپنے عمل کے لئے حتمی دلیل تہذیب مغرب اور قانون مغرب سے حاصل کرتے ہیں نئی درس گاہوں، نئی تربیت گاہوں، اور سول سروس کے مقابلے کے مختلف امتحانوں کے ذریعے حکمرانی اور طرز حکمرانی کے جو تصورات دیئے جاتے ہیں اور جو آداب ان کو سکھائے جاتے ہیں وہ اسلامی آداب و آئین سے یکسر مختلف ہیں۔

جو طرز زندگی موجودہ نظام حکمرانی کا نشان امتیاز ہے بلکہ یوں کہیے کہ بنیاد و اساس ہے، اسلامی ماحول میں اسے فرعونیت سے کم شاید اور کوئی نام نہ دیا جا سکے۔ دونوں نظاموں کے درمیان اس غیر معمولی دوری کے سبب نظام مغرب سے مرعوب نسلوں اور افراد کو اسلامی نظام اور اسلامی ریاست کے مزاج کا قائل و

معترف کرنا بہت مشکل کام ہے۔ جب تک لوگوں کے نظریات میں تبدیلی نہ آئے اسلامی اقدار کی محبت وعظمت ان کے دلوں میں رچ بس نہ جائے اس وقت تک ان کو یہ بات کیونکر سمجھائی جا سکتی ہے کہ اسلام حکام کے لئے سرکاری ملازمین کے لئے اور عوام کے منتخب نمائندوں کے لئے کیا معیار مقرر کرتا ہے۔

اسلامی نظام میں سربراہ مملکت سے لے کر عام حکومتی ملازمن تک ہر شخص کو ایک مقصد اور فریضہ کی حیثیت سے کیا چیز پیش نظر رکھنی پڑتی ہے جس کو نظر انداز کر دینے سے ریاست کے نقطہ نظر سے ان کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نامہ مبارک پیش کرنا مناسب ہوگا جو آپ نے عمرو بن حزم کو اس وقت لکھ کر دیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ اس نامہ مبارک کی ابتداء یوں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت نامہ ہے۔ اے ایمان والو! تم اللہ سے جو عہد باندھو انہیں پورا کرو، ہر معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ انہی لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے حکموں پر چلتے ہیں، خود بھی نیکی اور بھلائی پر قائم رہنا اور دوسروں کو بھی بھلائی کی دعوت دینا، لوگوں کو دین کی تعلیم دینا، ان کے حقوق پوری ذمہ درای کے ساتھ ادا کرنا، نرم رویہ اختیار کرنا، لوگوں کو تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسانا، جو لوگ فتنہ وفساد برپا کریں، اور دوسروں پر ظلم کریں، ان سے سختی کے ساتھ نمٹنا، ایسا ماحول اور فضا پیدا کرنا کہ لوگ صوبائی، لسانی اور قبائلی عصبیتوں کے نعرے نہ لگائیں اگر کوئی شخص یا کوئی گروہ اللہ کے نعرہ کے بجائے اپنی قومی اور لسانی نعرے پر اصرار کرے تو اس کا فیصلہ تلوار سے کرنا۔ یہاں تک کہ لوگ ان جاہلی نعروں سے دستبردار ہو جائیں''۔ (ابن ہشام ۴/۲۴)

اسلامی نظام نے جن خرابیوں کا فیصلہ تلوار سے کرنے کا حکم دیا تھا، اور ان کو جڑ سے اکھاڑ

Marfat.com

پھینکنے کی ہدایت کی تھی، مغرب کا نظام، اور مغرب کی جمہوریت ان خرابیوں کی سب سے بڑی مربی اور سرپرست ہے اور بطور خاص صوبائی، لسانی اور قبائلی عصبیتوں کو پال پوس کر اور توانا بنا کر مسلمانوں کے حوالے کر دیتی ہے تاکہ یہ اس وحدت اور اتحاد و اتفاق سے محروم رہیں جس کا درس اسلام دیتا ہے صرف یہی نہیں دیتا بلکہ دوٹوک الفاظ میں یہ بات کہتا ہے کہ تم اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان نہیں بن سکتے جب تک ان جہلی عصبیتوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کر لیتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت و امارت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو عوام سے جو پہلا خطاب کیا، اس میں آپؓ نے دو باتیں کہیں اور یہ دونوں باتیں اسلام کے مزاج کے عین مطابق، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا مظہر تھیں۔ آپ لوگوں نے زبردستی سپرد کر دی ہے تمہیں اسے اب بھی واپس کرتا ہوں، اگر آپ لوگ اجازت دیں۔ (ابن قتیبہ۔ الامامتہ والسیاستہ۔ ۱/۱۷)۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو احساس تھا کہ حکومت کی سربراہی کتنی نازک ذمہ داری ہے اور اس میں کوتاہی پر کتنی سخت گرفت ہے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے تین روز بعد تک بھی وہ لوگوں سے یہی کہتے رہے کہ یہ منصب کسی اور کے سپرد کر دو۔ خواہش اور تگ و دو تو بڑی بات تھی۔

دوسری بات یہ کہی کہ میرے نزدیک تم میں سے سب سے قوی آدمی سب سے کمزور ہے، اور سب سے کمزور آدمی سب سے زیادہ طاقتور ہے، میں اس منصب پر اس وقت تک قائم رہوں گا جب تک مجھ میں اتنی طاقت ہوگی کہ زورآور سے کمزور کا حق اس کو دلا دوں۔ (ابوبکر صدیقؓ (از محمد حسین ہیکل، ص ۶۷)

اس کے علاوہ لوگوں کو دعوت عام دی کہ نیک کاموں میں میری مدد کرنا لیکن مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے دیکھ کر مجھے روک دینا چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ یہ بات دعوؤں کی حد تک نہ تھی، آپؓ نے دعوے سے زیادہ عمل کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد جب حضرت عمر فاروقؓ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو آپؓ نے اپنے خطاب عام میں فرمایا......

''اے اللہ میں تجھ کو اپنے حکام پر گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو اس لئے مقرر

Marfat.com

کیا ہے کہ یہ لوگوں میں عدل قائم کریں کوئی مشکل پیش آئے تو اس کو حل کریں لوگوں کے حقوق پوری دیانتداری سے ادا کریں لوگوں کو دینی تربیت دینے کا فرض انجام دیں انہیں اس لئے مقرر نہیں کیا کہ یہ لوگوں کے اموال میں سے اپنی جائیدادیں بنائیں لوگوں کو تکلیف پہنچائیں اور ان کو بے عزت کریں''۔

(امین احسن اصلاحی۔ اسلامی ریاست- طبع انجمن خدام القرآن، لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۳۲۳-۳۲۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک اور حضرت عمر فاروقؓ کے خطاب عام سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی حکومت کے احکام اور امراء کا مقدم ترین فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کی دینی تربیت کا اہتمام کریں۔ اسلامی ریاست کا حاکم صرف اس بات سے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا کہ اس نے اپنے علاقے میں امن وامان قائم رکھا ہے، اور لوگوں کو ان کی مادی ضروریات آسانی کے ساتھ حاصل ہیں۔ یا وہ لوگوں سے حکومت ے لئے ٹیکس صحیح طور پر وصول کر رہا ہے۔ اسے اپنے منصبی فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا نظام قائم کرے، اور انتظامی مشینری کو اس طرح ترتیب دے اس کے علاقے اور دائرہ اختیار میں امن وعدل کے ساتھ اسلامی تربیت کا اہتمام بھی ہو۔

حضرت عمر فاروقؓ بعض ایسی باتوں پر بھی لوگوں کی گرفت رکھتے تھے جو بظاہر بہت معمولی نظر آتی ہیں۔ مثلاً آپ نے دیکھا کہ لوگ چاہ زم زم پر پانی پینے کے لئے جمع ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ الجھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے انہیں ٹوکا اور نظم وترتیب کے ساتھ پانی پینے کی تلقین کی لوگوں کو مسجد میں زور زر سے باتیں کرتے سنا تو انہیں بتایا مسجد کے آداب کیا ہیں۔

تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنیادی طور پر امراء اور حکم کو یہی بتایا، اور ارباب حل و عقد کو اس بات کی تلقین کی کہ تم اصلاح اور تبدیلی کا جو عمل لوگوں میں کرنا چاہتے ہو پہلے خود اس کا عملی نمونہ بن کر دکھاؤ۔ لوگوں کے سامنے عملی نمونہ ہو گا تو کچھ کہنے اور سننے کی بھی ضرورت نہ ہو گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اس وقت تک سیدھی راہ پر قائم رہیں گے جب تک ان کے حکام اور رہنما سیدھے راستے پر چلتے رہیں گے۔ جب ان کے بڑے بے قید

Marfat.com

وجائیں گے تو یہ بھی بے لگام ہو جائیں گے۔

اسلامی ریاست میں عدل و انصاف ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا مقصد وجود ہے۔ اس ریاست کے، امراء حکام اور تمام کارکنوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ عوام میں انصاف قائم کریں اور اس معاملہ میں کسی خوف اور لالچ کی پروا نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

''مجھے تم لوگوں میں سے زیادہ محبوب عدل کرنے والا حاکم ہے اور قیامت کے روز وہی سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا''۔

الصحیح مسلم، باب فضیلتہ الامام العادل

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا لوگ عہدوں کی طلب میں انتہائی حریص ہوں گے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ قیامت کے دن یہ عہدے ندامت کا سبب ہوں گے (اگر ان کے حقوق اور ذمہ داریاں ادا نہ کی گئیں)۔ الجامع الصحیح (بخاری) نسائی مسند احمد بن حنبل۔

اس تصور کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کرتے ہیں اسلامی ماحول میں وہ لوگ مشکوک اور خائن سمجھے جاتے ہیں اور بسا اوقات ان کا فعل انہیں اس عہدے کے لئے نااہل قرار دینے کے لئے کافی خیال کیا جاتا ہے۔

اتنی بڑی آزمائش میں پڑنے کے لئے جو شخص اپنے آپ کو خود پیش کر رہا ہے بلکہ اس کے لئے کوشاں ہے۔ یا اس کی نیت میں خرابی ہے اگر پہلی صورت ہے تو ایسا شخص امتحان میں پڑنے کے بعد ناممکن ہے کہ اپنے آپ کو ترغیبات کے فتنوں سے بچا سکے۔ جب کوئی آزمائش سامنے آجائے گی اس کے قدم ضرور لڑکھڑا جائیں گے اور دوسری شکل میں تو ایسا شخص پہلے مرحلہ ہی میں خائن اور بددیانت ہے اس کو کوئی ذمہ داری سونپنا گویا چور کو کوتوال بنانا ہے، اس وجہ سے اسلام میں عہدہ کی طلب کو ایک مستقل دلیل نا اہلیت قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ دو آدمی میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک نے کہا کہ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہمیں حکومت کے کسی

منصب پر مقرر فرمائیں۔ دوسرے نے بھی اسی قسم کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ ان خائنکم عندنا من طلبه ہمارے نزدیک تم میں سے بڑا خائن وہ ہے جو کوئی عہدہ طلب کرے حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ فلم یستعن بھما حتیٰ مات یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو کوئی کام نہیں سپرد فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات فرمائی۔ (ابوداؤد کتاب الخراج والفیء)۔

اسلامی ریاست میں احتساب کی حوصلہ افزائی

اسلامی حکومت کے امراء وعمال کے لئے ضروری ہے کہ ان کے اندر اس بات کی گہری خواہش وجود رہے کہ لوگ ان کی غلطیوں اور کمزوریوں پر ان کو ٹوکتے رہیں۔ اس چیز کو روکنے کے لئے لوگوں مختلف طریقوں اور قوانین کے ذریعے دہشت زدہ کرنے کی بجائے ان پر لازم ہے کہ وہ اس کیلئے پبلک کو اکساتے رہنے کا سامان کریں۔ اسلامی نظام کو تنقید و احتساب سے کوئی خطرہ نہیں ہے اس کو اگر کوئی خطرہ ہے عوام کے اندر احتساب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روح مردہ ہو جانے سے ہے۔ اگر لوگوں کے اند تنقید کی روح بیدار ہے اور وہ ہر چھوٹے بڑے کی غلطیوں پر ٹوکتے اور ان کا محاسبہ کرنے کی جرأت رکھتے ہیں یہ اس بات کی علامت ہے وہ اس نظام کے اندر زندگی کی روح موجود ہے اور یہ باقی رہے گا۔ ہاں اگر لوگوں کے اندر اس فرض کا احساس کمزور ہو رہا ہو تو ارباب حل وعقد کا فرض ہے کہ فوراً چوکنے ہوں اور اس بیماری کو دو کرنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ اسلامی ریاست کے لئے ایک واقعی خطرہ ہے اور اگر اس نے جڑ پکڑ لی تو پھر ریاست کی اسلامی خصوصیات کا باقی رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ اسلامی نظام کے لئے اس کی اس اہمیت ہی کی وجہ سے اسلام نے غلطیوں پر ٹوکتے رہنا اور ان سے متنبہ کرتے رہنا مختلف افراد پر ان کے درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے فرض قرار دیا ہے۔ اور ان لوگوں کو سخت وعیدیں سنائی ہیں جو علم رکھتے ہوئے اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی کریں کیونکہ یہ درحقیقت اسلامی ریاست کے ساتھ سب سے بڑی دشمنی اور غداری ہے۔

ایک مسلمان حاکم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حلقہ اختیار میں لوگوں کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کے کام سرانجام دے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے......

"جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا، اس نے ان کی فلاح و

بہبود کے لئے کوئی۔ کوشش نہ کی نہ ان کی خیر خواہی کا طلب گار ہوا، ایسا شخص جنت میں نہیں جائے گا''۔ الصحیح (الامام مسلم) باب فضیلۃ الامام لعادل)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک روز میں نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے:

''اے اللہ جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا جائے اور وہ انہیں تکلیف اور مصیبت میں ڈالے تو تو بھی اسے مصیبت میں مبتلا کر۔ اور جو شخص میری امت کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنایا گیا، ر اور اس نے لوگوں کے ساتھ نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا، اور ان کی مدد کی۔ اے اللہ تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کر''۔ (صحیح مسلم، باب فضیلۃ الامام العادل)۔

وما علینا الاالبلاغ.

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر زاہدہ پروین۔ نکیال۔ آزاد کشمیر

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں احتساب کی وضاحت سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احتساب کے معنی و مفہوم اور اس کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت کر دی جائے۔ تاکہ فی زمانہ اس کی اہمیت کا اندازہ کرنے میں آسانی ہو۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ نے انسانی زندگی کے غیر متغیر پہلوؤں کو قابل تغیر احکام میں جاری و ساری کیا ہے۔ جب کہ نو بہ نو بدلنے والے پہلوؤں میں اصولی ہدایات دے کر اس قدر وسعت اور گنجائش چھوڑ دی ہے، کہ انسان ہر دور اور ہر زمانے میں ان اصولی ہدایات اور تمدنی مدو جزر کو ان سے ہم آہنگ بناتا رہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے، اصولِ اجتہاد، تغیراتِ زمانہ کی رعایت، اور مصالح عامہ کے پیش نظر نئے اداروں اور جدید امور کو اختیار کرنے کی اس حد تک اجازت دی گئی، جس حد تک وہ قرآن و سنت سے متصادم نہ ہوں۔

اسلام ایک روحانی تہذیب کا علمبردار ہے۔ روحانی تہذیب ہمیشہ اصول و نظریات کا تحفظ کرتی ہے۔ اس کے برعکس مادی اور جاہلی تہذیبیں ہمیشہ مظاہرِ تہذیب، تمدنی صورتوں اور تنظیمی اداروں کے لیے مستعد رہتی ہیں۔ اسلام کے تمام نظام ہائے زندگی صرف اور صرف اس کی روحانیت کے گرد گھومتے ہیں۔ یوں اسلام کا نظامِ احتساب اپنا کام از خود کرتا ہے۔

احتساب کے لغوی معانی

لفظ احتساب ''حسب'' سے مشتق ہے جس کے معنی گننے اور شمار کرنے کے ہیں۔ حسب کا ایک معنی اس عظمت اور شرف کے بھی ہیں جو کسی کے باپ دادا میں پائی جاتی ہو، یعنی اباء و اجداد کے مفاخر کیونکہ

Marfat.com

سان اپنی گذشتہ نسلوں کی عظمتوں اور مفاخر کو شمار کرتا ہے۔

احتساب کا ایک معنی اجر وثواب کے لیے کوئی کام کرنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں

آتا ہے:

من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه(۱)۔

یعنی جس نے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت کے ساتھ رمضان کے روزے

رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔

احتساب کے اصطلاحی معانی:

اصطلاحِ شرع میں احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں لفظ احتساب بے شمار مقامات پر آیا ہے۔ ایک جگہ آتا ہے:- ان اللّٰہ سریع الحساب(۲)۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والے ہیں۔

کتب فقہ میں احتساب کے لیے بالعموم لفظ حسبہ استعمال ہوا ہے۔ جب کہ اس فریضہ کو انجام دینے والے کو محتسب بھی کہا گیا ہے۔ ''والی الحسبہ'' کی اصطلاح بھی اسی کے لیے استعمال کی جاتی ہے(۳)۔

الاحکام السلطانیۃ میں احتساب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

هو امر بالمعروف اذا ظهر تركه ونهی عن المنكر اذا ظهر فعله(۴)۔

یعنی اگر کسی اچھائی کا ترک اور کسی برائی کا ارتکاب کھلم کھلا ہو تو اس کا سدباب احتساب ہے۔ اسی مفہوم کی تعریفیں امام غزالی اور ابن خلدون نے بھی کی ہیں(۵)۔

اسلامی نظام حکومت میں تمام امور قرآن وسنت کی روشنی میں انجام دیے جاتے ہیں، اور پورے نظام کی اساس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر استوار ہوتی ہے۔ بقول ڈاکٹر لیاقت علی نیازی احتساب اور حسبہ شرع میں امر بالمعروف کو کہتے ہیں، جب کہ معروف کو لوگ ترک کر دیں، اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں، جب کہ لوگ اس کا ارتکاب کریں، یا ارتکاب کرنا شروع کر دیں۔

Marfat.com

احتساب کی وسعت اور جامعیت

احتساب اسلامی معاشرے کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ چنانچہ اس کی اصل اساس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو کہ امت مسلمہ کا اجتماعی فریضہ ہے۔ اس اعتبار سے معاشرے کے مصلحین، اساتذہ اور دانش وروں کا فرض ہے کہ وہ نیکیوں اور بھلائیوں کو فروغ دیتے رہیں اور برائیوں سے روکتے اور ٹوکتے رہیں۔ علمائے امت یہ فریضہ دعوت و اصلاح کے پیرایہ میں انجام دیتے ہیں، جب کہ یہی فریضہ جب حکومت انجام دیتی ہے، تو احتساب کہلاتا ہے۔

احتساب کا دائرہ اختیار قضاء اور مظالم سے بہت وسیع ہے۔ ہر کھلی اور ظاہری برائی کا سد باب احتساب کے دائرے میں آتا ہے، مگر احتساب کا کام مصلحت اور نرمی کا متقاضی ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مبنی ہونے کی بناء پر اپنے اندر اصلاحی پہلو لئے ہوئے ہے۔ اسی لیے اس میں سخت گیری اور زیادہ سزائیں نہیں ہیں۔ اس طرح سے احتساب کے ذریعے معاشرے کو مقررہ اخلاقی، دینی اور قانونی حالت پر برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

احتساب از روئے قرآن

قرآن حکیم، فرقان حمید جہاں انسان کے دیگر شعبہ ہائے زندگی کا مکمل احاطہ کیے ہوئے ہے، وہاں اس نے احتساب کے موضوع پر بھی بڑی شرح و بسط سے بحث کی ہے۔ قرآن نے بعثتِ انبیاءؑ کا اصل مقصد اور منشاء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا۔ اس اعتبار سے احتساب دینِ اسلام کا ایک اہم عنصر ہے۔ اور اس بنیادی رکن کو قائم کرنے اور دائم رکھنے کے لیے انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے، جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں بھی اس فریضے کو ادا کیا۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ ایک جماعت بہرحال ہونی چاہیئے جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون(٦)۔

اور تم میں سے ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف

لوگوں کو دعوت دیا کرے، اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے
کاموں سے لوگوں کو باز رکھے اور یہی گروہ فلاح پانے والا ہے۔

اس آیت میں ایسے لوگ کے لیے جو احتساب کا فریضہ انجام دیتے ہیں، ان کے مفلحون ہونے کا اقرار کیا گیا ہے یعنی وہ لوگ فلاح پاتے ہیں۔ ''ضیاء القرآن'' میں آتا ہے کہ فلاح کسی ادھوری اور عارضی کامیابی کو نہیں کہتے بلکہ فلاح اس مکمل کامیابی کو کہا جاتا ہے، جس کے دامن میں دنیا و آخرت کی ساری سعادتیں اور برکتیں سمٹ آئی ہوں۔ ائمہ لغت نے تصریح کی ہے کہ عربی زبان میں فلاح کے لفظ سے زیادہ جامع اور کوئی لفظ نہیں جو دنیا و آخرت دونوں کی خیرات و برکات پر دلالت کرتا ہو(۷)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ احتساب کا فرض انجام دینے والے سعادتِ دارین کے عظیم درجہ پر فائز ہیں۔ قرآن میں باری تعالیٰ ایک مقام پر اپنے صالح بندوں کی پہچان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

الذين ان مكنهم في الارض اقاموا الصلوة واتوالزكوة
وامرو بالمعروف و نهوا عن المنكر ولله عاقبة
الامور(۸)۔

یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز ادا
کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، اور نیک کام کرنے کا حکم کرتے ہیں،
اور برے کاموں سے روکتے ہیں، اور ہر کام کا انجام اللہ ہی کے
ہاتھ میں ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے پیر کرم شاہ رقم طراز ہیں کہ ان لوگوں کی حکومت اور ان کا اقتدار منفرد نوعیت کا ہے۔ جب یہ مسند حکومت پر بیٹھتے ہیں تو اپنے رب کی یاد سے غافل نہیں ہوتے جب ملک کے خزانوں کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہوتی ہیں تو وہ ان خزانوں کو اپنے ذاتی آرام و آسائش اور عیش و عشرت میں صرف نہیں کرتے۔ ان کے اقتدار کے جھنڈے کے نیچے بدکاری اور فسق و فجور پروان نہیں چڑھتا، بلکہ زمامِ حکومت ہاتھ میں لینے کے باوجود ان کا سر نیاز اپنے پروردگار کے حضور میں انتہائی عاجزی سے جھکا رہتا ہے۔ ان کی دولت غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات کی کفیل ہوتی ہے۔ جہاں ان کے مبارک قدم پہنچتے ہیں وہاں نیکی اور

Marfat.com

تقویٰ کے چمنستان لہلہانے لگتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو یہ اسلامی حکومت کی برکات کا کتنا واضح اور حسین بیان ہے۔ اسلامی حکومت کے رہنماؤں کے فرائض کی کیسی جامع فہرست ہے، اور ان کے لیے کتنا جامع دستور العمل ہے۔ ایسے واضح، جامع اور برکت سے لبریز دستور العمل کی موجودگی میں اگر ہمارے سربراہوں کو کسی نئے دستور العمل کی تلاش ہو تو یہ ان کی اپنی سمجھ کا قصور ہے، قرآن نازل کرنے والے نے بتانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی(۹)۔

احتساب کا زیادہ تر تعلق صاحبِ اقتدار لوگوں سے ہی ہے۔ اس لیے ابتداء ہی سے اسلامی نظامِ حکومت کے اندر ایک ادارہ ''دیوان المظالم'' کے نام سے قائم کر دیا گیا تھا جس کے قیام کا مقصد لوگوں تک عدل و انصاف کا پہنچانا تھا۔ عدل و انصاف کے قیام کے ضمن میں ارشاد ربانی ہے:

ان اللہ یامرکم بالعدلِ والاحسان(۱۰)۔

بے شک اللہ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

اسی طرح سورۃ النساء میں حکم ہے:

ان اللہ یأمرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل(۱۱)۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانتوں کو جو ان کے اہل ہیں ان کے سپرد کرو، اور جب بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔

قرآن کی رو سے عملِ احتساب کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس میں اصحاب اقتدار اور عوام الناس شامل ہیں، غرض کہ ہر انسان اپنے ہاتھ اور پاؤں تک کا احتساب پیش کرے گا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر و الفواد کل اولٰئک کان عنہ مسؤلا(۱۲)۔

اور نہ پیروی کرو اس چیز کی جس کا تمہیں علم نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ملت کا ہر فرد اپنے تمام افعال کے بارے میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے حضور جواب دہ ہے۔ اس کے دیکھنے کی قوتیں، اس کی عقل وفہم کی صلاحیتیں، ہر ایک کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس نے انہیں کیسے اور کہاں استعمال کیا ہے۔ وہ قوم جس کو اس کے خالق نے واشگاف الفاظ میں احساسِ ذمہ داری کا درس دیا وہی قوم آج اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کیے ہوئے ہے۔ احتساب کی قرآنی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ روز قیامت ہر آدمی کو اپنے تمام تر اعمال کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ چنانچہ سورہ الصآفات میں ارشاد رب العزت ہے:

وقفوهم انهم مسؤولون (۱۳)۔

اور انہیں ٹھہراؤ ان سے سوال کیا جائے گا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ آیت بالا کے ضمن میں ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ روزِ قیامت بندہ اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکے گا جب تک اس سے چار باتوں کا جواب نہ طلب کر لیا جائے۔

۱۔ اس کی عمر کے متعلق سوال کہ کس کام میں گذری؟

۲۔ اس کے علم کے بارے میں استفسار کہ اس پر کتنا عمل کیا؟

۳۔ اس کے مال کے بارے میں سوال کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔

۴۔ چوتھے نمبر پر اس کے جسم کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اس کو کس کام میں لایا؟

''ریاض الصالحین'' میں یہ الفاظ اس طرح سے درج ہیں:-

قال رسول الله ﷺ لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن عمره فيم افناه و عن علمه فيم فعل فيه وعن ماله من اين اكتسبه و فيم انفقه، وعن جسمه فيم ابلاه (۱۴)۔

احتساب از روئے حدیث

نبی اکرم ﷺ نے احتساب کا تصور بے شمار احادیث میں انتہائی خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف

الایمان (۱۵)۔

تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ اپنی قوتِ بازو سے روک دے۔ اگر اس میں اتنی طاقت نہیں تو اسے چاہیے کہ زبان سے اس برائی کو روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا، تو اس برائی کو دل سے برا جانے لیکن یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

مشکوۃ المصابیح میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے:

عن حذیفة ان النبی ﷺ : قال والذی نفسی بیده لتأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر او لیوشكن الله ان یبعث علیكم عذاباً من عنده لتدعونه ولا یستجاب لكم (۱۶)

حضرت ابو حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تمہارے اوپر عذاب نازل کر دے۔ اس وقت تم دعا کرتے رہو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

حدیث بالا کی وضاحت میں امام غزالی نے ابو الدرداء کا ایک اثر اس طرح نقل کیا ہے:

فقد قال ابوالدرداء رضی الله عنه لتأمرون بالمعروف و لتنهون عن المنكر او یسلطن الله علیكم سلطاناً ظالماً لا یجل كبیركم ولا یرحم صغیركم ویدعو علیه خیاركم فلا یستجاب لهم و تنتصرون و تستغفرون فلا یغفرلكم (۱۷)

حضرت ابوالدرداء نے ارشاد فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر کسی ایسے ظالم بادشاہ کو

Marfat.com

مسلط کر دے گا، جو نہ تو تمہارے بڑوں کی عزت کرے گا اور نہ تمہارے چھوٹوں پر رحم کرے گا۔ تمہارے لوگ اس کے لیے بددعائیں کریں گے۔ لیکن ان کی بددعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ تم مدد چاہو گے لیکن تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔ تم مغفرت طلب کرو گے لیکن تمہاری مغفرت نہیں ہو گی۔

صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کا ایک قول مبارک اس طرح آتا ہے:

''تم میں ہر شخص اپنے مرتبہ کے لحاظ سے نگہبان اور جواب دہ ہے۔ امیر اور خلیفہ بھی راعی ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خاوند اپنے تمام گھر والوں کا راعی ہے اور بیوی خاوند کے گھر کی پاسبان ہے۔ ہر ایک سے اس کی حیثیت کے مطابق باز پرس ہو گی'' (۱۸)۔

امام نووی کی شرح صحیح مسلم میں حدیث بالا کے ضمن میں تحریر ہے کہ علمائے کرام کے نزدیک ''الراعی'' سے مراد یہ ہے کہ وہ نگہبان ہے اور امانت دار ہے۔ جب امر کا مکلف خلیفہ ہے تو وہ مملکت کے اندر صلاحات نافذ کرنے والا ہے۔ اس تمام گروہ مخلوق کا جن پر وہ حاکم بنایا گیا ہے اپنے فرائض کے لیے جواب دہ ہے۔ ان تمام لوگوں کے دینی اور دنیاوی تمام متعلقات پر اس کی کڑی نظر ہو۔ اور تمام معاملات وہ عدل و انصاف کے ساتھ سرانجام دے (۱۹)۔

احتساب کا یہ تصور زندگی کے ہر شعبے کو گھیرے ہوئے ہے چاہے کوئی حاکم ہے، چاہے کوئی تاجر ہے، چاہے کوئی والد ہے، چاہے کوئی کسی بھی منصب پر فائز ہے۔ وہ احتساب کے عمل سے باہر نہیں۔ حکمران حقوق العباد کے پاسبان ہیں ظلم کی ضرور پوچھ گچھ ہو گی حدیث میں ظلم کو اندھیروں سے تشبیہ دی گئی ہے ''الظلم ظلمات یوم القیامۃ'' یعنی ظلم روز قیامت تاریکی بن کر آئے گا۔ اس طرح والد اپنے کنبے کا سربراہ ہے، لہٰذا وہ اپنی اولاد اور بیوی کے بارے میں جواب دہ ہے۔ اولاد کی نیک تربیت اس کا فرض اولین ہے۔ احتساب کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے سرکار دو عالم نے مزید فرمایا:

Marfat.com

''جو شخص بھی رعیت کا نگہبان بنایا گیا اس کو موت آئے گی وہ ضرور ایک دن مرے گا۔ اگر وہ اپنی رعیت کے لیے غاصب اور دھوکے باز ہوا تو اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے'' (۲۰)۔

امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رعیت کی خیر خواہی والی پر واجب ہے، اور یہ کہ وہ رعیت کے اندر اصلاحات کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔ والی رعیت کی دینی اور دنیاوی ہر دو مصالح کی خیر خواہی کا ذمہ دار ہے اور پاسبان ہے (۲۱)

اسلام میں احتساب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ باقاعدہ طور پر ابتدائے اسلام ہی سے محتسب کا ادارہ قائم کر دیا گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دور نبوت میں انسداد مظالم کے لیے ایک شعبہ ''ولایتِ مظالم'' قائم کیا۔ یہ محکمہ ظلم کی روک تھام کرتا تھا۔ حضرت زبیر بن العوامؓ نے اور ایک انصاری کے درمیان زمین کے سیراب ہونے کا جھگڑا نبی کریم ﷺ نے ایک محتسب کی حیثیت سے نمٹایا۔

احتساب کی اقسام

احتساب کی دو اقسام ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- احتساب عرفی

۲- احتساب شرعی

۱- احتساب عرفی

یہ ایسا احتساب ہے کہ جب لوگ نیکی پر عمل کرنا چھوڑ دیں، مثلاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، اور زکوۃ دینا وغیرہ تو ان کو نیکی پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ جب لوگ منہیات کا ارتکاب کرنے لگیں مثلاً وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں تو انہیں منع کیا جائے۔ اوائلِ اسلام میں تو خلفاء اور حکام بنفس نفیس اس فریضے کو انجام دیتے تھے اور اس معاملے میں کسی قسم کی مداخلت گوارہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو گیا، اور خلفاء کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ دور دراز علاقوں کے بسنے والوں کے حالات کی کڑی نگرانی کر سکیں تو باقاعدہ محکمہ احتساب کی ضرورت پیش آئی۔

Marfat.com

۲- احتساب شرعی

احتساب شرعی میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ یعنی ہر قسم کے نیک کام کرنے کی تلقین اور ہر برائی کا قلع قمع کیا جائے۔ احتساب شرعی یہ ہے کہ کوئی بھی شعبہ انسانی زندگی کا بغیر نگرانی اور باز پرس کے نہ چھوڑا جائے۔ چاہے کسی شخص کی انفرادی اور نجی زندگی ہو، یا اس کے قومی اور ملی معاملات ہوں یا بین الاقوامی مسائل جس عہدے اور حیثیت کا کوئی مالک ہے اس کے لیے جواب دہ ہے۔

محتسب کا تقرر

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ صرف وہی شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے جو ان امور میں نرم خو ہو۔ جو ان امور میں حلیم و بردبار ہو اور ایسے تمام معاملات میں مکمل فقیہ ہو۔ اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ایک محتسب کا تقرر کرتے وقت ان امور کو ملحوظِ خاطر رکھنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ جس شخص کے اندر حدیث میں مذکور خصوصیات نہ پائی جاتی ہوں وہ شعبۂ احتساب میں اپنے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دینے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ایک محتسب کو درج ذیل خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے۔

۱- علم

۲- تقویٰ

۳- حسن اخلاق

محتسب کو احتساب کے حدود و ضوابط سے آگاہی حاصل ہو اور اسے شریعت کے اوامر و نہی کی کماحقہ واقفیت حاصل ہو۔ اس کے اندر خوف خدا اور تقویٰ موجود ہو تاکہ جن امور میں لوگوں کا احتساب کرے ان پر خود بھی پورا اترے۔ محتسب علم و تقویٰ کے ساتھ حسن اخلاق کا پیکر ہو۔ جس شخص کے اندر حسن اخلاق نہیں ہے وہ احتساب کا عمل اچھے طریقے سے سرانجام نہیں دے سکتا۔ مذکورہ تینوں خصوصیات اگر ایک محتسب کے اندر ہوں تو اس کا احتساب ایک نیکی اور عبادت بن جائے گا۔ اور ایسا احتساب ہی منکرات کے استیصال میں مؤثر ثابت ہوگا۔

محتسب کی شرائط

امام غزالی نے احیاء علوم میں محتسب میں پانچ شرطوں کا پایا جانا ضروری قرار دیا ہے:

۱- یہ کہ وہ مکلف ہو یعنی نابالغ، مجنون، اور فاتر العقل کو محتسب نہیں بنایا جا سکتا۔

۲- یہ کہ وہ مومن ہو کافر محتسب نہیں بن سکتا۔

۳- یہ کہ وہ صاحبِ عدالت ہو، یعنی وہ بذاتِ خود فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو۔

۴- یہ کہ وہ حکومت کی طرف سے ماذون ہو۔

۵- یہ کہ اسے احکامِ احتساب کو نافذ کرنے پر قدرت ہو اس لیے کہ جو نفاذِ احکام پر قادر نہ ہو گا وہ احتساب کیا کرے گا (۲۲)

درج بالا شرائط سے واضح ہوتا ہے کہ محتسب عوام الناس کی عزت و ناموس اور جان و مال کا صحیح محافظ ہوتا ہے۔ بقول امام الماوردی "والحسبة من قواعد الامور الدينية" یعنی احتساب دینی امور کے قواعد سے ہے۔

Marfat.com

محتسب کی اقسام

محتسب کی دو اقسام ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱-محتسب متولی۔ ۲-محتسب متطوع۔

۱- محتسب متولی

محتسب متولی ایسا محتسب ہے جس کا تقرر حکومت کرے۔ اس اعتبار سے محتسب متولی پر احتساب کی ذمہ داریاں حکومت کی جانب سے عائد کی جاتی ہیں۔ ایسا محتسب سوائے اس فریضہ کے دوسرے مشاغل میں مصروف نہیں ہو سکتا۔ محتسب متولی کی خدمات عوام بھی بوقت ضرورت طلب کر سکتے ہیں۔ محتسب متولی پر فرض ہے کہ وہ منکراتِ ظاہرہ کو تلاش کر کے ان کا احتساب کرے۔ اس طرح اس پر یہ بھی واجب ہے کہ اگر لوگ اوامر کو عملاً ترک کر رہے ہوں تو ان کا پتہ لگائے اور ان کا احتساب کرے۔ کسی منکر کو روکنے یا کسی معروف

کو قائم کرنے کے لیے بوقت ضرورت محتسب اپنے اعوان و انصار کو بھی ساتھ لے سکتا ہے، کیونکہ اس فریضے کی انجام دہی کے لیے حکومت کی جانب سے اس کا تقرر کیا گیا ہے۔ ایسا محتسب حدود جاری نہیں کر سکتا۔ البتہ تعزیری سزائیں تجویز کر سکتا ہے۔ شرعی امو کے ماسوا جو عرفی امور ہیں ان کے بارے میں محتسب اپنے ذاتی اجتہاد سے فیصلہ کر کے ان فیصلوں کو نافذ کر سکتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کسی شاہراہ عام پر کوئی تھڑہ بنا دیا، یا کوئی ایسی رکاوٹ کھڑی کر دی جس سے راہگیروں کو تکلیف ہوتی ہو اور محتسب متولی یہ خیال کرتا ہو کہ اسے ہٹا دینے میں اہلِ شہر کی بھلائی ہے تو وہ اسے توڑ سکتا ہے۔ محتسب متولی چونکہ حکومت کا مقرر کردہ ہے اس لیے اس کو بیت المال سے باقاعدہ مشاہرہ ملے گا۔

۲۔ محتسب متطوع

محتسب متطوع وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اس میں حکومت کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ محتسب متطوع بطورِ فرض کفایہ احتساب کا عمل کرتا ہے۔ ایسا محتسب احتساب کے علاوہ دیگر قسم کے مشاغل بھی اختیار کر سکتا ہے۔ منکراتِ ظاہرہ کو تلاش کرنے کی ذمہ داری اس پر نہیں ہے اور نہ ہی یہ تعزیر کا اختیار رکھتا ہے۔ بیت المال سے اس کو مشاہرہ یا کسی قسم کی اجرت بھی نہیں ملتی۔ ایسا محتسب عرفی امور میں کسی قسم کے اقدام کا مجاز نہیں ہے۔ (۲۳)

محتسب کے فرائض

محتسب کے فرائض درج ذیل ہیں:

۱۔ عبادات کی نگرانی

محتسب اس امر پر نظر رکھے گا کہ عوام الناس عبادات و فرائض بخوبی سرانجام دے رہے ہیں اور حقوق اللہ میں کوتاہی تو نہیں برتی جا رہی ہے ان فرائض میں ادائے نماز، ادائے زکوۃ، نماز باجماعت، مساجد کی صفائی، وغیرہ کی نگرانی کے علاوہ وہ مستحبات اور مندوبات پر بھی نظر رکھے گا۔

Marfat.com

۲- آدابِ عامہ کی نگرانی

جو امور آدابِ عامہ کے خلاف ہوں محتسب لوگوں کو ان سے باز رکھے گا مثلاً خواتین کے مخصوص بازاروں میں مردوں کے داخلہ کو روکے گا۔ پبلک حماموں وغیرہ میں کسی بے حیائی کی بات کے ارتکاب سے لوگوں کو باز رکھے گا۔ اگر کوئی شخص ایسی برائی کا مرتکب پایا جاوے تو محتسب اسے تعزیری سزا دینے کا مجاز ہے(۲۴)۔

۳- صحتِ عامہ کی نگرانی

عوام الناس کی صحت کی نگرانی بھی محتسب کے فرائض منصبی کا ایک اہم جزو ہے۔ وہ اس بات کی نگرانی کرے گا کہ ڈاکٹر کسی کو نقصان دہ یا مضرِ صحت دوا نہ دیں۔ جو شخص علم طب میں ماہر نہ ہو اس پر طبابت کا پیشہ اختیار کرنے پر پابندی ہو گی۔ اس کے علاوہ دیگر تمام امور کی نگرانی جو عوام کیلئے حفظانِ صحت کے اصولوں کے منافی ہوں، بھی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

۴- نظافتِ عامہ کی نگرانی

محتسب اس امر کی پوری نگرانی کرے گا کہ حمام ستھرے ہوں۔ ان میں نظافت اور صفائی کا پورا انتظام ہو۔ اس طرح شہر کی صفائی کی نگرانی کرے گا۔ گلیوں اور نالیوں کی خاطر خواہ صفائی ہو اور شہر کے اندر نہ تو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر جا بجا ہوں اور نہ ہی گندا پانی جمع ہو۔

۵- اشیائے خوردنی کی نگرانی

تمام اشیائے خوردنی کی صفائی پر نظر رکھنا محتسب کا اہم فرض ہے۔ اس کے علاوہ اشیائے خوردنی میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہونے پائے۔ خوردنی اشیاء فروخت کرنیوالے ان اشیاء کو گرد وغبار اور مکھیوں سے بچائیں۔ ہوٹلوں پر سالن اور کھانوں کا مطلوبہ معیار پورا ہو اور صحیح طور پر صحت کے اصولوں کے عین مطابق کھانے پکائے گئے ہوں۔

۶- بازاروں کی نگرانی

اس مقصد کے لیے بازار میں ہر پیشہ کو جاننے والا ایک نائب مقرر کر دے جو اسے عام کاروباری لوگوں کے دھوکے فریب اور مختلف چالوں سے آگاہ کرتا رہے۔ ہر طرح کے ناپ تول کے پیمانوں کی نگرانی اور اس امر کا سدِ باب کہ کسی طرح کا فریب اور دھوکہ نہ ہو سکے، محتسب کا فریضہ ہے۔

۷- تجارتی معاملات کی نگرانی

تجارتی معاملات اور خرید و فروخت کے معاملوں پر نظر رکھنا بھی محتسب کے فرائض میں سے ہے۔ اس طرح تاجر حضرات کو فاسد معاملات، ذخیرہ اندوزی او راحتکار سے باز رکھنا بھی محتسب کا فریضہ ہے۔

۸- تربیتِ اطفال کی نگرانی

بچے کسی بھی قوم کا ایک عظیم سرمایہ ہوا کرتے ہیں پھر آج کے بچے کل کے معمارِ قوم ہوتے ہیں۔ محتسب کا فرض ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کی خصوصی نگرانی کرے۔ بچوں پر مامور اساتذہ اور معلمین کی سیرت و کردار پر نظر رکھے۔

۹- مصالح عامہ کی نگرانی

محتسب کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ عوام الناس کے اجتماعی مصالح کی دیکھ بھال کرے اور ان کے تحفظ کا خیال رکھے۔ ان مصالح میں شاہراہوں اور راستوں کی مرمت، جانوروں کے حقوق کا تحفظ، اجیروں کے حقوق کی حفاظت، مزدوروں کے حقوق کی حفاظت، حاکموں اور حکمرانوں کو رعایا سے انصاف کرنے کی تلقین، اور قاضیوں اور ججوں کو جلد فیصلے کرنے کی تاکید شامل ہے۔

احتساب کا طریق کار

ایک محتسب کو عمل احتساب میں جو تادیبی اختیارات دیے گئے ہیں، شریعتِ اسلامیہ میں ان

Marfat.com

اختیارات کو استعمال کرنے کے بعض درجات مقرر کیے گئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱- بتدریج احتساب

احتساب ایک ایسا عظیم ادارہ ہے جس کے تحت معاشرے کی اخلاقی، دینی اور اقتصادی حالت پر نظر رکھی جاتی ہے۔ ان میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو دور رکھا جاتا ہے، اور شریعتِ اسلامی کے مقرر کردہ اصولوں کے پیش نظر وقت، حالات اور زمانہ کی رعایت کے تحت ان میں بتدریج احتساب کیا جاتا ہے۔

۲- تجسس سے گریز

محتسب کو چاہیے کہ وہ صرف ان منکرات پر گرفت کرے جن کا برملا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ بلاوجہ تجسس نہ کرے۔ اسے نہ تو لوگوں کے گھروں میں کان لگا کر یہ سننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہاں پر گانا ہو رہا ہے یا نہیں اور نہ ہی کسی کے گھر سے شراب کی بو سونگھنے کی کوشش کرے۔

۳- واضح ثبوت کا ہونا

اگرچہ تجسس سے گریز لازم ہے لیکن اگر دو معتبر آدمی اپنی مرضی سے آ کر یہ گواہی دیں کہ فلاں گھر میں شراب کی بھٹی ہے یا مے نوشی کی تیاری ہو رہی ہے تو اس صورت میں محتسب دست اندازی کا مجاز ہے۔

۴- مرتکب کو تنبیہ

ارتکابِ جرم کا پتہ چل جانے کے بعد محتسب کو چاہیئے کہ مرتکب پر اچھی طرح سے واضح کر دے کہ جو کام وہ کر رہا ہے غلط ہے۔ بعض اوقات کوئی شخص محض لاعلمی کی بناء پر کسی منکر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

۵- نرمی سے روکنا

اس درجے پر محتسب مرتکب کو نرمی سے سمجھائے کہ یہ کام شریعت کی نظر میں پسندید

Marfat.com

نہیں ہے۔ اس درجہ پر کسی قسم کی سختی یا درشتی اختیار کرنا مناسب نہیں۔

۶- وعظ و نصیحت

جو افراد جانتے ہوئے بھی منکر کے مرتکب ہوں۔ محتسب ان کو وعظ و نصیحت کرے اور اللہ کا خوف دلائے اور وعیدیں سنائے۔ اور اس قدر دل سوزی سے سمجھائے کہ لوگ منکر سے باز آ جائیں۔

۷- درشتی کا استعمال

اگر وعظ و نصیحت کے باوجود مجرم اپنی اصلاح نہ کرے اور اس کے عمل میں کسی قسم کا تغیر رونما نہ ہو تو محتسب اسے برا بھلا کہہ سکتا ہے لیکن اس صورت میں بھی وہ فحش یا دشنام طرازی سے احتراز برتے۔

۸- معمولی قوت کا استعمال

اگر درشتی کا استعمال بے اثر ثابت ہو تو محتسب اپنی معمولی قوت کا استعمال کر سکتا ہے۔ مثلاً شراب کے برتنوں کو توڑ دے، مزمار وغیرہ کو بے کار کر دے اگر اس کے بدن پر حریر کا لباس ہو تو بالجبر اتروا دے اگر دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کیے ہوئے ہے تو بزور اسے وہاں سے نکال دے۔

۹- ہلکی جسمانی سزا

اگر اس کے بعد وہ منکرات کا ارتکاب کرے تو اس کو ڈرائے دھمکائے اور ہاتھ کی ہلکی ضرب سے مار سکتا ہے لیکن ہتھیار وغیرہ کا استعمال نہ کرے۔

۱۰- ہتھیار کا استعمال

اگر مجرم اپنے اعوان و انصار کے ساتھ مل کر فتنہ برپا کرے تو محتسب حاکم اعلیٰ سے مجرم کے خلاف ہتھیار استعمال کرنے کی اجازت طلب کرے۔ اجازت ملنے کے بعد اپنے اعوان و انصار کے ساتھ مل کر

Marfat.com

فتنے کا مکمل استیصال کرے۔

۱۱- دیگر تادیبی اقدامات

محتسب کو یہ بھی اختیار ہے کہ بوقت ضرورت وہ عدالتی کاروائی کے بغیر بھی مجرموں کی تشہیر کرے، انہیں گلیوں میں پھرائے، غلط باٹ اور پیمانے اور ناقص مال ضبط کر لے، کسی بددیانت تاجر کو کاروبار سے روک دے اگر بار بار تنبیہ کرنے کے باوجود وہ اپنی اصلاح نہ کرے تو شہر بدر کر دے (۲۵)

خلاصہ تحقیق

احتساب اور سیرتِ طیبہ ﷺ

کسی اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد وحید ہی یہ ہے کہ دینِ اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہو اللہ کا کلمہ بلند ہو اور جس نظام کو نافذ کرنے کے لیے حضور ﷺ اور مومنین نے جہاد کیا تھا تاکہ وہ نظام من کل الوجوہ قائم ہو جائے (۲۶)

سیرتِ طیبہ ﷺ وہ منارۂ نور ہے جس نے انسانی زندگی کے کسی شعبہ کو نظر انداز نہیں کیا۔ خالقِ کائنات نے انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے جن چیزوں کو ضروری سمجھا قرآنِ حکیم میں ان کو کرنے کا حکم فرمایا۔ اور جن اشیاء کو معاشرے کے لیے تباہ کن تصور کیا ان سے منع کر دیا۔ پھر رحمۃ للعٰلمین نے اللہ کے احکام کی تشریح فرمائی اور عملی زندگی میں ان کو نافذ کر کے دکھایا۔ اسلام سے قبل اہل عرب میں جہاں ظلم وستم اور جور تعدی اپنے پورے عروج پر تھے، وہاں بعض اوقات بعض حساس قلب اس صورتِ حال پر رنجیدہ بھی تھے۔ اس ظلم وستم کے سدباب کے لیے عملی سعی اور تدابیر بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ رسول اللہ ﷺ کی بعثتِ طیبہ سے بیس سال پہلے پیش آیا اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس برس تھی۔ یہ ایک معاہدہ تھا جو تاریخ میں ''حلف الفضول'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدہ میں قریش کے تمام سرداران شریک ہوئے تھے اور انہوں نے باہم قسمیں کھائی تھیں کہ آئندہ کوئی ظالم کسی بھی مظلوم پر زیادتی نہیں کرے گا (۲۷)

یہ اجتماع عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ہوا تھا۔ جو کہ بہت سخی تھا بہت کثرت سے لوگوں

کو کھانا کھلاتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی یہ کرم نوازیاں جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر ملک شام تک پہنچ گئی تھیں (۲۸) یہ معاہدہ حرب فجار کے چار ماہ بعد ہوا تھا، اور تاریخ عرب کا سب سے معزز، مکرم اور قابلِ احترام معاہدہ تھا (۲۹) یہی وجہ ہے کہ قریش نے اس واقعہ کو تاریخ بنا لیا تھا (۳۰)۔

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست قائم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ظلم کے باقاعدہ احتساب کے لئے ایک ادارہ "ولایت مظالم" کے نام سے قائم کیا اور زبیر بن عوامؓ اس کے سربراہ تھے۔ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسد کے ایک شخص کو قبیلہ بنی سلیم کی طرف وصولی زکوۃ کے لیے متعین فرمایا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ مال تو آپکا ہے، جو زکوۃ کی صورت میں وصول ہوا ہے اور یہ کچھ میرے تحائف ہیں جو لوگوں نے مجھے دیے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! تم اگر اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھے رہتے تو تمہارے پاس یہ تحفے آتے تو تم سچے تھے (۳۱)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ اس حدیث کی رو سے عمال کو ملنے والے ہدیے اس کے لیے حرام ہیں۔ کیونکہ یہ اس کی اپنے عہدے میں خیانت ہے۔ یہ ہدیئے اس نے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے لوگوں سے وصول کیے۔ لہذا حکمرانوں کو ملنے والے ایسے تمام ہدیئے سرکاری خزانے میں جمع ہونا ضروری ہیں (۳۲)

سیرت طیبہ کی روشنی میں بے لاگ احتساب کا اندازہ آنحضور ﷺ کے اسی فیصلے سے ہوتا ہے جو آپ نے بحیثیت ایک محتسب کے صادر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے آنحضرت ﷺ کے سامنے زبیر بن عوامؓ سے حرہ کی ندی کے پانی کا جھگڑا پیش کیا۔ آپ ﷺ نے زبیر سے فرمایا کہ اپنے درختوں کو پانی بقدر ضرورت پلانے کے بعد اسے ہمسایہ کی زمین کی طرف چھوڑ دو۔

غزوۂ بدر والے دن جب سرکار دو عالم ﷺ صفیں درست فرما رہے تھے تو حضرت سواد بن غزیہ انصاریؓ صف سے قدرے آگے بڑھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ان کے پیٹ کو ٹھونکا اور فرمایا اے سواد برابر ہو جاؤ۔ حضرت سوادؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے ضرب شدید لگائی ہے، حالانکہ حق تعالیٰ نے آپ کو عدل و انصاف کے ساتھ مبعوث کیا ہے پس مجھے اس کا قصاص دیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا کہ اپنا قصاص لے لو (۳۳)۔

Marfat.com

حفص بن سیرہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ایسی حالت میں مسجد میں تشریف لائے کہ آپ نے سر پر سرخ رنگ کی پٹی باندھ رکھی تھی اور فضل ابن عباس آپ کو سہارا دیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہارے سامنے اس ذاتِ واحد کی ستائش بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تمہارے درمیان رہ کر مجھ سے کچھ حقوق متعلق ہو گئے ہوں گے۔ اگر میں نے کسی کی عزت و ناموس پر کوئی حرف زنی کی ہو تو وہ میری عزت و ناموس سے اپنا بدلہ لے لے، اگر میں نے کسی کی پشت پر ضرب لگائی ہو تو وہ میری پشت پر ضرب لگا کر بدلہ لے سکتا ہے، اور جس کا میں نے مال لیا ہو اس کے لیے میرا مال حاضر ہے۔ تم میں سے مجھے زیادہ محبوب وہی ہو گا جس کا میرے ذمے کوئی حق ہو اور وہ مجھ سے وصول کر لے یا وہ مجھے معاف کر دے۔ اس پر یک شخص نے تین درہم کا مطالبہ کیا جو آپ ﷺ کے ذمے اس کے قرض تھے آپ ﷺ نے فضل ابن عباس کو حکم دیا کہ وہ اسے ادا کر دیں۔

مختصر یہ کہ سیرتِ طیبہ میں جا بجا ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں آپ ﷺ نے نہ صرف دوسروں کا احتساب کیا بلکہ اپنے آپ ﷺ کو بھی احتساب لینے کے لیے دوسروں کے سامنے پیش کر دیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ احتساب کا جو بے لاگ اور شفاف تصور مذہبِ اسلام نے پیش کیا، کسی اور قانون میں اس کو تلاش کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اسلام ایک بے نظیر الہامی مذہب ہے لہذا اس نے احتساب کا بھی ایک بے نظیر تصور اقوامِ عالم کو دیا ہے۔

وما علینا البلاغ۔

Marfat.com

حواشی وحوالہ جات

۱- مشکوۃ المصابیح: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص۱۷۳

۲- القرآن: البقرۃ

۳- صدیقی، ساجد الرحمٰن کاندھلوی: اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، ص ۱۰۸

۴- الماوردی: الاحکام السلطانیۃ، طبع قاہرہ، ص ۲۴۰

۵- الغزالی: احیاء علوم الدین، ج ۲، ص ۲۱۲، ابن خلدون: مقدمہ، ص ۱۸۸، بیروت

۶- القرآن، آل عمران: ۱۰۴

۷- الازہری، محمد کرم شاہ، پیر: ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۳۲

۸- القرآن، الحج: ۴۱

۹- الازہری، محمد کرم شاہ، پیر: ضیاء القرآن، ج ۳، ص ۲۲۰

۱۰- القرآن، النحل: ۱۰

۱۱- القرآن، النساء: ۵۸

۱۲- القرآن، سورۃ بنی اسرائیل: ۳۶

۱۳- القرآن، سورۃ الصفت: ۲۴

۱۴- الحافظ، محی الدین، أبی زکریا، ریاض الصالحین: ص ۱۹۷ المکتبۃ التجاریہ الکبری بمصر

۱۵- صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۰

۱۶- مشکوۃ المصابیح، ۴۳۶

۱۷- عبدالسلام ہارون، تہذیب احیاء علوم الدین للغزالی، ۱:۳۲۲، مطبوع مصر

۱۸- صحیح مسلم، ۲:۱۲۲

۱۹- شرح نووی علی مسلم، ۲:۱۲۲

۲۰- صحیح مسلم، ۲:۱۲۲

Marfat.com

۲۱- شرح نووی علی الصحیح مسلم، ۲: ۱۲۲

۲۲- الغزالی، احیاء العلوم الدین، بحوالہ: ہاشمی، محمد متین السید، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ص ۱۱۰ کاندھلوی، ساجد الرحمٰن صدیقی، اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور ہاشمی، محمد متین السید، منہاج شمارہ جنوری، اپریل ۱۹۸۸، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور

۲۳- الماوردی، احکام السطانیۃ، ۲۴۰، مطبوعہ مصر

۲۴- النبہان، محمد فاروق، نظام الحکم فی الاسلام، ص ۷۱، طبع الکویت

۲۵- The Encyclopeadia of Islam 3:492 London

بحوالہ، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ

۲۶- ابن تیمیہ، رسالۃ الحسبۃ فی الاسلام: ۲۲۹، طبع مصر

۲۷- ابن الاثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۲: ۲۹۱، طبع بیروت

۲۸- الحلبی، علی بن برہان الدین، السیر ۃ السیر ۃ الحلبیہ: ۲۱۱، طبع بیروت

۲۹- البدایۃ والنھایہ، ۲: ۲۹۱

۳۰- جواد علی، تاریخ العرب: ۸، بیروت۔

۳۱- صحیح مسلم، ۲: ۱۲۳

۳۲- صحیح مسلم، شرح نووی، ۲: ۱۲۳

۳۳- علامہ توکلی، سیرت رسولِ عربی ﷺ، ۱۴۴: تاج کمپنی لاہور

Marfat.com

المراجع والمصادر

۱- القرآن

۲- ابن تیمہ، رسالۃ الحسبہ فی الاسلام، طبع مصر

۳- ابن الاثیر، البدایۃ والنھایۃ، طبع بیروت

۴- البغوی، محمد الحسین بن مسعود الفراء، مشکوۃ المصابیح، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۵- جوادعلی، تاریخ العرب قبل الاسلام، طبع بیروت

۶- الحلبی، علی بن برھان الدین، السیرہ الجلیلۃ، طبع بیروت

۷- الحافظ، محی الدین أبی زکریا، ریاض الصالحین، المکتبۃ التجاریہ مصر۔

۸- الازھری، محمد کرم شاہ پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ، لاہور

۹- علامۃ توکلی، سیرت رسول عربی ﷺ، تاج کمپنی، لاہور

۱۰- عبدالسلام، ہارون، تہذیب احیاء علوم الدین، بمصر

۱۱- الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، طبع بیروت

۱۲- القشیری، ابوالحسن مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۱۳- کاندھلوی، ساجد الرحمٰن صدیقی، اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، دیال سنگھ ٹرسٹ، لائبریری، لاہور

۱۴- الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، مطبوع مصر

۱۵- النبھان، محمد فاروق، نظام الحکم فی الاسلام، طبع کویت

۱۶- نووی، یحیٰی بن شرف، شرح نووی علی صحیح مسلم، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۱۷- ہاشمی، محمد متین مولانا، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور

۱۸- ہاشمی، محمد متین مولانا، منہاج شمارہ، جنوری، اپریل، ۱۹۸۸، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور

۱۹- ہاشمی، محمد متین مولانا، منہاج شمارہ، جولائی، اکتوبر ۱۹۹۵ء، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور

۲۰- The Encyclopedia of Islam, London.

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

سیدہ ساجدہ گیلانی۔ اسلام آباد

اپنا یا کسی کا محاسبہ کرنے کو احتساب کہتے ہیں اور بے لاگ احتساب سے مراد ایسی پوچھ گچھ، انکوائری یا acountibility ہے۔ جس میں حساب لینے والا کسی مصلحت خوف، رشتہ داری، پریشر یا فیور Favour کو پس پشت ڈال کر خالصتاً اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق محاسبہ کرے اور صرف خوف خدا اور تقویٰ ہی سے راہنمائی حاصل کرے۔ ویسے صرف اور صرف حقیقی محاسبہ کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

قرآن کا نظریۂ احتساب:

اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ اس نے کسی چیز کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ چنانچہ اس نے انسان کو بھی فرشتوں کی مخالفت کے باوجود ایک خاص وقت تک کے لئے آزمائش کے لئے انسان کو مخصوص اختیارات عطا کئے بے شمار نعمتیں دیں ہاتھ پاؤں دل و دماغ دے کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا کی پھر اس کو واپس بلا کر اس سے حساب لے گا فرمان الٰہی ہے:۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثاًو انکم الینا لاترجعون آیت ۱۱۵ المؤمنون۔ ترجمہ:۔ ہاں کیا تم نے یہ خیال کیا کہ ہم نے تم کو بے حساب (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور (یہ خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس واپس نہیں لائے جاؤ گے۔ سورۃ البلد ۷، ۸، ۹، ۱۰ میں فرمایا

ایحسب ان لم یرہ احد الم نجعل لہ عینین و لسانا و شفتین و ھد ینہ النجدین

ترجمہ:۔ کیا آدمی سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا ؟ کیا ہم نے اس کو دو

Marfat.com

آنکھیں نہیں دیں زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے (یہ چیزیں بھی دیں) اور اس کو (خیروشر کے) دونوں راستے بھی دکھا دیئے۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان السمع و البصر و الفؤاد کل اولٓئک کان عنہ مسئولا۔

ترجمہ:۔ ''بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا''۔ اسی طرح انسان کے منہ پر مہر لگا کر جسم کے سب حصوں سے گواہی لی جائے گی۔ سورۃ الذاریات ۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد کچھ یوں بیان فرمایا ہے۔ **و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون۔** ترجمہ:۔ اور میں نے جن اور انس اس لئے بنائے ہیں کہ میری عبادت (بندگی) کریں۔

شاعر نے انسان کی پیدائش کا مقصد کچھ یوں بیان کیا ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

برحال یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ایک ربط رکھا ہے پھر اچھے اور برے کی آزمائش کے لئے پیمانے اور کسوٹی مقرر فرمائی ہے۔

سورۃ الانبیآء۔ ترجمہ:۔ اور ہم قیامت کے دن میزان عدل قائم کریں گے اور کسی پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل (نیک یا بد) ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) سامنے لائیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

اس طرح سورۃ مُلک میں فرمایا۔ ترجمہ:۔ اللہ وہ پاک ذات بڑی عالی شان والا ہے جس کے قبضہ میں تمام مُلک (ساری سلطنتیں) ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ پاک ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ امتحان کرے کہ کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ آیت نمبر ۱،۲۔

یہ بھی بالکل مانی ہوئی بات ہے کہ اگر کسی شخص کی نگرانی کی جارہی ہو تو وہ اس نگران کے ڈر سے اپنے کام کو احسن طریقے سے انجام دیتا ہے اور اپنے معیار کو بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر

Marfat.com

نگرانی کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی تعریف اور انعام و اکرام بھی ہو تو سونے پر سہاگہ۔ یعنی کارکردگی میں محنت، جانفشانی، دلجمعی، لگن اور فرض شناسی کا جذبہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور انسان اپنے مالک کے لئے تن من دھن تک قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

اسی اصول کے تحت اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر دیئے ہیں جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے جو ہر انسان کے اچھے اور برے ہر عمل کی فہرستیں تیار کر رہے ہیں۔ اس بات کو سائنس نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ خلاء میں انسانی آوازیں ٹیپ یعنی ریکارڈ ہو رہی ہیں اور ہر ایک کی (Pithch) آواز دوسرے سے مختلف ہے۔

آیئے دیکھیں قرآن اس بات کو کیسے بتاتا ہے

وجاءت کل نفس معها سائق و شهید

ترجمہ:۔ اور ہر شخص ہمارے سامنے آئے گا ایک (فرشتہ) اس کے ساتھ چلانے والا اور ایک گواہی دینے والا۔

وقال قرینه هٰذا مالدی عتید (سورۃ ق ۲۱،۲۳)

ترجمہ:۔ اور اس کا ہمنشیں (فرشتہ) کہے گا یہ (اعمالنامہ) میرے پاس حاضر ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ دنیا میں جو تمہیں نعمتیں رزق، دولت، خوشیاں اولاد وغیرہ ملیں گی ان سب کا حساب لیا جائے گا (قیامت کے دن) اور وہ احتساب خالصتاً انصاف پر مبنی ہو گا اور کسی پر (کھجور کی گٹھلی کے اندر جو دھاگہ ہوتا ہے) دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ سورۃ البقرہ۔ ترجمہ:۔

لها ما کسبت و علیها ما اکتسبت

جس نے اچھا کمایا وہ اس کے لئے فائدہ اور جس نے برا کمایا وہ اس کے لئے نقصان ہے

و لتسئلن یومئذ عن النعیم

ترجمہ:۔ اور نعمتوں کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے۔

قیامت کے بارے میں فرما دیا گیا وہاں مال، دولت، اولاد کچھ کام نہ آئے گا بجز نیکیوں کے عقلمند ہیں وہ لوگ جو تیاری کر کے جاتے ہیں۔ سورہ آل عمران ۳۰۔ جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا ہو گا

Marfat.com

حاضر پائے گی اور جو برا کام کیا ہو گا امید کرے گی کہ کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔ سورہ انبیاء میں فرمان الٰہی کچھ اس طرح ہے۔

اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون۔ ما یأتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ و ھم یلعبون

ترجمہ:۔ لوگوں کے حساب کا دن قریب آ گیا ہے اور اس (کی تیاری) سے روگرداں ہیں جب انکے پاس انکے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آتی ہے تو اسے سنتے ہیں مگر کھیلتے ہوئے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو اپنے غلام نوکر یا اپنی اولاد کو جب ان سے کوئی کوتاہی ہو سزا دیتا ہے اور کہتا ہے اگر تنبیہ نہ کی تو سرکش ہو جائیں گے لیکن اپنے نفس کی بالکل پرواہ نہیں کرتا حالانکہ دوسروں کی سرکشی سے اتنا نقصان نہیں جتنا نفس کی سرکشی سے پہنچتا ہے کیونکہ دوسروں کی سرکشی تیری دنیا کا نقصان ہے جب کہ نفس کی سرکشی تیری آخرت کا نقصان ہے۔

اسلام میں احتساب کی اہمیت:۔

اسلام میں احتساب کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "قیامت کے دن آدمی کے قدم (دونوں) اس وقت تک محاسبے کی جگہ سے نہیں ہل سکتے جب تک پانچ باتوں کا جواب (معقول) نہ دے دیا جائے۔ ۱) اپنی عمر کس کام میں خرچ کی، ۲) جوانی کس چیز میں خرچ کی، ۳) مال کہاں سے کمایا، ۴) مال کہاں خرچ کیا، ۵) اپنے علم میں کیا عمل کیا"۔ ترمذی۔

جو انسان اس دنیا میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے جسمانی اعضاء کو بنایا اس کو رزق دیا بیوی بچے غرض دنیا کی نعمتیں دیں پھر اس کی واپسی کو بھی لازمی ٹھہرایا۔ یعنی جو پیدا ہوا ہے اس نے مرنا ہے۔ جب وہ اللہ کے پاس واپس جاتا ہے تو اسے ہر شے کا حساب دینا ہے۔

کل نفس ذائقة الموت ونبلوکم بالشر والخیر فتنة والینا ترجعون.(انبیاء ۳۵)

ترجمہ:۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے اور تمہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد جی اٹھنے اور میزان قائم کرنے کا طریقہ نہ رکھا ہوتا تو بہت سے بڑے بڑے مجرم تو بچ جاتے اور یہ آخرت اور احتساب کا خوف ہی تو انسان کو راہ پر چلنے میں مدد دیتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ سورۃ الجاثیہ: ۲۸، ۲۹۔ ترجمہ:۔ اور ہر جماعت اپنی کتاب (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی اور جو کچھ تم کرتے رہے ہو آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ کتاب تمہارے بارے میں سچ سچ بیان کر دے گی اور جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔

سورۃ بنی اسرائیل ۱۳، ۱۴۔ ترجمہ:۔ اور ہم نے انسانوں کے اعمالنامے کو (بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے روز (وہ) کتاب نکال کر دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ کہا جائیگا اپنی کتاب پڑھ آج تو اپنا ہی محاسبہ ہے۔

ایک دن جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ﷺ جتنے دن بھی زندہ رہیں گے موت بہر حال آنے والی ہے اور جو عمل بھی آپ ﷺ کریں گے (بھلا یا برا) اس کا بدلہ ملے گا''۔

سورۃ الکھف ۴۹۔ ترجمہ:۔ اور عملوں کی کتاب کھول کر رکھ دی جائے گی تو تم گناہ گاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس سے ڈر رہے ہونگے اور کہیں گے ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو مگر اس کو لکھ رکھا ہے''۔

جو سمجھدار اور نیک لوگ ہیں اور جن کے دل میں خوف خدا ہے وہ عیش وعشرت سے بچتے ہیں اور میانہ روی کو کام میں لاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذؓ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا ''اپنے آپ کو عیش وعشرت سے بچائے رکھنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے عیش وعشرت والے نہیں ہوتے''۔

Marfat.com

جب کہ کفار کی نشانی ہی یہ بتائی ﴿و الذین کفروا یتمتعون و یاکلون کما تاکل الانعام و النار مثوی لھم﴾۔ سورہ محمدؐ ۱۱۔ ترجمہ:۔ اور جو لوگ کافر ہیں اس طرح برتتے اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں اور آگ ہی میں ان کا ٹھکانہ ہے"۔ سورۃ الزمر۔ ترجمہ:۔ جن لوگوں نے دنیا میں ظلم کیا تھا اگر ان کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان کے ساتھ اتنی ہی چیزیں اور بھی ہوں اور وہ سب فدیہ میں دیں (عذاب سے چھوٹنے کے) تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور انکے ساتھ اتنا سخت معاملہ پیش آئے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا (کہ اتنی سختی ہوگی)۔

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں:

دیکھا جائے تو بے لاگ احتساب کا بیج بویا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کے معاشرہ پر غور کریں کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا معاملہ تھا۔ جو زور آور تھے قانون بھی اسی کا چلتا تھا۔ کمزوروں سے حقارت کا سلوک ہوتا تھا اور ان کمزوروں میں عورت، لونڈی، غلام اور جانور شامل تھے۔ رحمۃ للعالمین کے قربان جائیں کہ جن کے لائے ہوئے آفاقی دین نے کمزوروں کو بھی جینے کا حق دیا اور زندگی گذارنے کا جو منشور آپ ﷺ لائے اس کی زندہ مثال بن کر دکھا بھی دیا فرمان ربی ہے۔

"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا یہ منشور ابھی تک بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی مشعل راہ ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگرچہ بخشش کی ضمانت ملی ہوئی تھی لیکن آپ ﷺ کبھی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے احتساب سے غافل نہ رہے۔ تقویٰ اور خوف خدا جو احتساب کی جان ہے وہ تو سب سے زیادہ آپ ﷺ میں ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اللہ کے خوف سے روتے رہتے اور سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی جیسے ہانڈی ابل رہی ہو (شدت گریہ سے) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابر آندھی وغیرہ ہوتی تھی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لاتے کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے۔ ترجمہ:" یا اللہ اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض سے بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی چاہتا

Marfat.com

ہوں۔ یا اللہ اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں''۔ اور جب بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہو جاتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگ جب ابر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے مگر آپ ﷺ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔'' عائشہؓ مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا وہ ابر کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ ہمارے لئے پانی برسایا جائے گا حالانکہ اس میں عذاب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر لمبی نمازیں پڑھتے کہ اکثر پاؤں مبارک سُوجھ جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتیں'' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بخشش کا وعدہ نہیں فرمایا پھر آپ ﷺ کیوں مشقت کرتے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے'' کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام زندگی نہ کسی کو گالی دی نہ کسی کو اپنی ہاتھ سے قتل فرمایا نہ کبھی دوسروں پر اپنی برتری کی دھونس جمائی۔ پوری زندگی میں آپ ﷺ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو جہانوں کے آقا تھے دنیا کی ہر نعمت آپ ﷺ کے اشارے پر حاضر ہو سکتی تھی لیکن فرماتے ہیں کہ'' میرے رب نے دنیا کو مجھ پر پیش کیا کہ میرے لئے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے''۔ میں نے عرض کیا یا اللہ'' مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھرا ہوا ہو تو تیرا شکر ادا کروں''۔

حدیث:۔ ایک بار حضرت عائشہؓ سے فرمایا'' اگر تو میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو دنیا میں ایسے گذار دینا مسافر سواری پر جاتا جاتا کہیں تھوڑی دیر ٹھہر جائے اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرنا، اور کپڑے کو اس وقت تک بیکار کر کے نہ پھینکنا جب تک اس میں پیوند نہ لگ جائیں''۔ (رواہ ترمذی مشکوٰۃ)۔

حدیث:۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے۔ سو کر اٹھے تو جسم اطہر پر چٹائی کی بناوٹ کے نشان پڑ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا!'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ ﷺ حکم فرمائیں تو ہم آپ ﷺ کے لئے اچھا بچھونا بچھا دیا کریں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' مجھ کو دنیا سے کیا (مطلب) تعلق؟ میرا واسطہ دنیا سے بس ایسا ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے نیچے سایہ کے لئے بیٹھ گیا ہو اور پھر چھوڑ کر چل دیا ہو (مشکوٰۃ)۔

Marfat.com

مختلف روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی میں ایک من پینتیس سیر کے بقدر اناج پوری زندگی میں استعمال کیا (کھایا) (یعنی باقی ستو اور کھجوریں وغیرہ پر گذارکیا)۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر بھوکے رہتے تھے بغیر کسی ناداری کے یعنی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کھانا موجود ہو پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم تناول فرماتے تھے اسلئے کہ بھوکے رہنے سے انوار کی کثرت ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد ہے ''کہ دنیا میں جو لوگ بھوکے رہنے والے ہیں آخرت میں وہی لوگ پیٹ بھرنے والے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ کو وہ شخص بہت ناپسند ہے جو اتنا کھائے کہ بدہضمی ہو جائے۔ جو شخص کسی ایسی چیز کے کھانے کو ترک کر دے جس کو دل چاہتا ہو اسکے لئے جنت میں درجے ہیں''۔ (حدیث)۔

ایک بار راہ میں پڑی ہوئی کھجور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھالی تمام رات کروٹیں بدلتے گذر گئی حضرت عائشہؓ نے بے چینی کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''کہ راہ میں پڑی کھجور کھالی تھی تمام رات اس فکر سے نیند نہ آئی کہ کہیں صدقہ کی نہ ہو''۔ اسی طرح امام حسنؓ یا حسینؓ میں سے کسی سے صدقہ کی کھجور کھالی تو آپ ﷺ نے انگلی ڈال کر اندر سے نکال لی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔ ''یا اللہ! مجھ سے حساب یسیراً (سہل حساب) کرنا''۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حساب یسیراً کیا چیز ہے؟ فرمایا ''آدمی کا اعمالنامہ دیکھ کر فرما دیا جائے گا کہ اس کو معاف کر دیا۔ لیکن جس کا محاسبہ ہونے لگے وہ ہلاک ہو گیا''۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص میں تین چیزیں ہوں اللہ جا شانہ اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کریں گے اور اس کا حساب سہل ہو گا، ۱) جو تجھے محروم رکھے اس پر احسان کر، ۲) جو ظلم کرے معاف کر، ۳) جو قطع تعلق کرے اسے ملا۔

احتساب اور صحابہ کرامؓ:

حقیقت میں خود احتسابی اور بے لاگ احتساب کا جو سبق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا گئے تھے اور خود عمل کر کے جو بیج بو گئے تھے اس کے صحیح پھل پھول بن کر درخت بننے کا زمانہ تو خلفائے

Marfat.com

راشدین کے دور میں ہی آیا۔

حضرت ابو بکر جب آپ ﷺ کے بعد خلیفہ بنے تو پہلے ہی خطبے میں فرمایا "مجھے امیر بنایا گیا ہے اگرچہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں غلطی کروں تو میری اصلاح کرو، تمہارا ضعیف بھی میرے لئے قوی ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں، تمہارا قوی بھی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ دلاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رحلت سے پہلے ایک لشکر (جنگ موتہ کے شہیدوں کے انتقام کے لئے ترتیب دیا تھا اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو جو صرف سترہ سال کے تھے اس کا سپہ سالار مقرر فرمایا تھا ابھی یہ لشکر جرف کے مقام پر مقیم تھا اور حضرت اسامہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت کی وجہ سے لیت ولعل سے کام لے رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے۔ اس وقت مسلمانوں پر کڑا وقت تھا جھوٹے مدعیان نبوت کا خطرہ ابھی تک سر پر تھا۔ مدینے کے اندر اور باہر حالات خراب تھے ان حالات میں کبار صحابہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ فی الحال مہم کو ملتوی کر دیا جائے یا اگر بھیجنا ضروری ہے تو حضرت اسامہؓ کی جگہ کسی بزرگ صحابی کو سپہ سالار مقرر کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر چڑھ کر تقریر کی اور فرمایا "ابو قحافہؓ کے بیٹے کی یہ مجال کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روانہ کردہ لشکر کو روکے یا ان کے مقرر کردہ سپہ سالار کو تبدیل کرے جسے اس کا آقا روانگی کا حکم دے چکا ہو۔ خدا کی قسم مدینہ رہے یا مٹ جائے یا بھیڑ آ کر عورتوں اور بچوں کو کھا جائے تب بھی میں اُس لشکر کو روانہ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ اور جب پتہ چلا کہ حضرت عمر فاروقؓ بھی اس کے حق میں ہیں تو فرمایا "اے ابن خطاب! کیا تم بھی اس شخص کے بدلنے کو کہتے ہو جسے خود آقائے نامدار نے مقرر فرمایا" پھر لوگوں سے فرمایا "لوگو اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور اگر میں نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں"۔ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ کو ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی گئی لیکن خوف خدا کا عالم یہ تھا کہ حساب کتاب کے نام سے لرز جاتے فرماتے "کاش میں کسی مؤمن کے جسم کا بال ہوتا یا گھاس یا چڑیا ہوتا جسے حساب کتاب کا خوف نہ ہوتا"۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب تو وہ زندہ رہے شیطان کو کھل کر سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی ساری زندگی انتہائی سادگی سے گذار دی مدینے میں ان کا ایک بار ابی کعبؓ سے نزاع ہو

Marfat.com

گیا حضرت زید بن ثابتؓ کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ جب حضرت عمرؓ ان کی عدالت میں پہنچے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی۔ آپ نے فرمایا ''یہ پہلی ناانصافی ہے'' یہ کہہ کر اپنے مدعی فریق کے ساتھ بیٹھ گئے۔

راتوں کو جاگ جاگ کر گشت کرتے۔ ان کا کہنا تھا ''دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمرؓ خدا کو کیا منہ دکھائے گا'' بعض جگہ اونٹ لکھا ہے۔

ہر سال حج کے موقع پر تاکیداً سب صوبوں کے عمال کو جمع ہونے کو کہتے اور پھر اعلان کرواتے کہ کسی کو کسی سے کوئی شکایت ہو تو پیش کریں۔ چنانچہ ذرا ذرا سی بات پر شکایتیں پیش ہوتیں۔ ایک بار ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا ''آپ کے ایک عامل نے بغیر کسی قصور کے سو کوڑے مارے ہیں'' آپ نے تحقیق کی اور پھر بھرے مجمع میں اس عامل کو سو کوڑے مارنے کا حکم سنایا۔ حضرت عمروؓ بن العاص کہ ایہ امر عامل پر گراں ہو گا''۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ''یہ نہیں ہو سکتا کہ میں انتقام نہ لوں اور انصاف نہ دلاؤں''۔ چنانچہ حضرت عمرو ابن العاصؓ نے بڑی مشکل سے اس شخص کو راضی کیا کہ وہ ہر کوڑے کے بدلے تین اشرفیاں لے لے۔

ایک بار حج کے موقع پر خطبہ دیا کہ عمال اس لئے مقرر کر کے نہیں بھیجے جاتے وہ لوگوں کو کوڑے ماریں یا طمانچے ماریں یا مال چھینیں، اس لئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ نہیں تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اٹھ کر کہا ''اگر عامل کسی کو ادب سکھانے کے لئے مارے گا تب بھی آپ سزا دیں گے؟'' حضرت عمرؓ فاروق نے جواب دیا ''خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا۔ خبردار! مسلمانوں کو مت مارو ورنہ وہ ذلیل ہو جائیں گے۔ ان کے حقوق تلف نہ کرو، ورنہ وہ کفرانِ نعمت پر مجبور ہو جائیں گے''۔

جب کسی صوبے کے عامل کو مقرر فرماتے تو یہ احکامات صادر فرماتے، ۱) چھنا ہوا آٹا (میدہ) نہیں کھائے گا، ۲) عربی گھوڑے پر سوار نہیں ہو گا، ۳) باریک لباس نہیں پہنے گا، ۴) گھر کے باہر ڈیوڑھی نہیں بنائے گا''۔

ایک بار بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے برسرعام پکارا ''عمرؓ! تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے، تمہارے ایک عامل عیاض بن غنمؓ نے پتلے کپڑے پہننے شروع کر دیئے ہیں''۔ حضرت عمرؓ نے فوراً محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا کہ جس حال میں ہوں لے آئیں۔ شکایت درست ثابت ہونے پر پتلے کپڑے

اتروا کر کمبل کا لباس پہنوا دیا اور بکریوں کا گلہ منگوا کر چرانے کا حکم دیا۔ عیاضؓ کو انکار کی مجال تو نہ تھی مگر بار بار کہتے ''اس سے تو مر جانا بہتر ہے''۔ حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا۔ ''تمہیں اس سے انکار کیوں ہے؟ تیرے باپ کا نام تو غنم اسی وجہ سے تھا کہ وہ بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔ غرض عیاضؓ نے توبہ کی اور تاحیات اپنے فرائض بخوبی انجام دیئے اور نافرمانی کی جرأت نہ ہوئی۔

اسی طرح سعد بن ابی وقاصؓ (جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کزن اور فاتح قادسیہ تھے) (جو کوفہ کے گورنر تھے) کے بارے میں شکایت ہوئی کہ انہوں نے نہ صرف محل بنا لیا ہے بلکہ اس کے باہر ڈیوڑھی بھی ہے جس کی وجہ سے سائلوں کو گورنر تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فوراً محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا کہ جا کر ڈیوڑھی کو آگ لگا دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سعد بن ابی وقاصؓ چپکے سے کھڑے دیکھتے رہے۔ یہ تھی بے لاگ احتساب کی زندہ مثال۔ اپنے بارے میں بھی ان کا طرز عمل اسی طرح کا تھا۔ بیت المال سے جو وظیفہ لیتے تھے وہ بہت قلیل تھا۔ بہت سی فتوحات کے بعد جب درہم و دینار کے ڈھیر لگ گئے تو کبار صحابہ نے مل کر مشورہ کیا کہ اب ان کا وظیفہ بڑھانا چاہئے ان کی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے درخواست کی گئی اور نام نہ بتانے کی درخواست کی۔ سن کر شدید غصے میں آ گئے اور کہا نام معلوم ہو جاتے تو ان کے چہرے بدل دیتا یعنی ایسی سزا دیتا کہ چہرے پر نشان پڑ جاتے تو ہی بتا حفصہؓ تیرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عمدہ سے عمدہ لباس کیا تھا۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا دو گیروی لنگ کے کپڑے تھے جنہیں آپ ﷺ وفود کی آمد کی وجہ سے یا جمعہ کو زیب تن فرماتے تھے پھر پوچھا تیرے گھر میں عمدہ سے عمدہ کھانا کیا تھا۔ عرض کیا ہمارا کھانا جو کی موٹی تھی ایک بار میں نے گھی کے برتن کی تلچھٹ کو توے پر الٹ دیا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود بھی اسے مزے مزے سے کھا رہے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ پھر پوچھا عمدہ سے عمدہ بستر کیسا تھا۔ انہوں نے عرض کیا ایک موٹا کپڑا جس کو آدھا بچھاتے آدھا اوڑھتے فرمایا ''حفصہؓ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے ایک اندازہ مقرر فرما دیا اور امید (آخرت) پر کفایت فرمائی۔ میں بھی ان کی اتباع کروں گا۔ میری اور میرے دو ساتھیوں کی مثال (حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ) ان تین شخصوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے۔ پہلا شخص ایک توشہ لے کر چلا اور مقصد کو پہنچ گیا۔ دوسرے نے پہلے کا اتباع کیا وہ بھی پہلے تک پہنچ گیا۔ تیسرے نے چلنا شروع کیا ہے اگر وہ ان

Marfat.com

دونوں کے راستے پر چلے گا تو ان کے ساتھ مل جائے گا خلاف چلے گا تو کبھی ان سے نہیں مل سکے گا۔

ایک بار جمعہ کی نماز میں دیر سے تشریف لائے آ کر معذرت کی کیونکہ ایک ہی جوڑا کپڑوں کا تھا دھونے اور سکھانے میں دیر ہوگئی۔ ایک بار جمعہ کے خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو کپڑوں میں بارہ پیوند لگے تھے جن میں سے ایک چمڑے کا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اللہ کے شیر کہلاتے تھے بے انتہا بہادر تھے مشہور ہے کہ ان کا جسم فولاد کی طرح تھا مگر جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پانی پانی ہو جاتا (خوف خدا سے)۔

جوں جوں لوگوں کے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم پڑتی گئی احتساب کا عمل کمزور پڑتا گیا۔ پھر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اسی روش کو اپنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی تھی۔ ان کی بیوی فاطمہ بنت عبد المالک کے پاس ایک ہیرا تھا جو ان کو جہیز میں ملا تھا۔ وہ بیوی سے لے کر بیت المال میں جمع کرا دیا۔ خلافت سے پہلے خوش لباس مشہور تھے ایک دفعہ کا لباس دوسری دفعہ نہ پہنتے تھے خلافت سے پہلے پچاس اونٹوں پر ان کے کپڑے لاد کر آئے اور جب لائن پر آئے تو سب راہ خدا میں دے دیا مرنے سے پہلے ان کے سالے مزاج پرسی کو آئے بہن سے کہا کہ ان کا کرتا میلا ہے تبدیل کر دیں۔ وہ خاموش ہوگئیں دوبارہ کہنے پر بتایا کہ یہی ایک ہی کرتا ہے۔ حضرت ابولدرداؓ کی بیوی نے اس نے کہا "آپ مال کی جستجو اسطرح نہیں کرتے جس طرح دوسرے لوگ کرتا ہیں انہوں نے فرمایا "میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "کہ تمہارے سامنے ایک ایسی گھاٹی آنے والی ہے (میدان حشر)۔ اس میں بھاری بوجھ والے نہیں گذر سکتے (حساب کتاب کا بوجھ) اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ اس گھاٹی سے ہلکا پھلکا گذر جاؤں۔ ایک بار فرمایا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ مسجد کے دروازے پر میری دکان ہو جس سے ہر نماز کے جماعت سے ملے اور پچاس اشرفیاں روز دکان سے کماؤں اور صدقہ کروں کسی نے پوچھا کیا برائی ہے؟ فرمایا حساب کتاب تو لمبا ہو جائے گا۔

نور الدین زنگیؒ ایک بار دریا کے پل سے گزر رہا تھا ایک بڑھیا نے آ کر لگام پکڑ لی اور کہا "نور الدین! میرا حساب اسی پل پر کرے گا یا پل صراط پر۔ نور الدینؒ زنگی گھوڑے سے اتر آیا اور بڑھیا کے ساتھ جا کر اس کی داد رسی کر دی۔

Marfat.com

محمود غزنویؒ مسلمان بادشاہ تھا جس نے ہندوستان پر شوق جہاد میں اور مسلمان آبادیوں کو ہندو مظالم سے بچانے کے لئے سترہ حملے کئے۔ اس کا ایک غلام جو بعد میں وزیر بن گیا اس کا بہت چہیتا تھا۔ چونکہ غلام سے وزارت کے عہدے تک پہنچا تھا اس لئے باقی وزیر اس سے سخت حسد کرتے اور بادشاہ کے کان بھرتے تھے ایک بار بادشاہ تک شکایت پہنچی کہ اس نے بہت سی دولت جمع کر لی ہے اور وہ ہر رات چھپ کر اس کو کھول کر گنتا ہے۔ بادشاہ نے وزیروں کے کہنے پر چھپ کر اس کا پیچھا کیا اور عین اس وقت جب وہ ایک بڑے صندوق کو کھولنے والا تھا۔ وہاں پہنچ کر صندوق کھولنے کا حکم دیا۔ ایاز نے بہت منت کی کہ سب کے سامنے صندوق نہ کھلوایا جائے لیکن حاسدوں کے زور دینے پر بادشاہ نے سختی سے صندوق کھولنے کا حکم دیا۔ ایاز نے افسردگی سے صندوق کھولا دیکھا تو اس میں ایک درانتی ایک پھٹی پرانی جوتی اور ایک پرانی لنگی برآمد ہوئی۔ بادشاہ نے کہا ایاز یہ کیا؟ ایاز نے کہا یہ چیزیں میری اس وقت کی یادگار ہیں جب میں ایک گھسیارہ تھا اور گھاس کاٹ کر بیچ کر گزارہ کرتا تھا میں ہر رات دربار سے فارغ ہو کر یہاں آتا ہوں اور اپنے نفس کے احتساب کے لئے یہ چیزیں دیکھتا ہوں کہ کہیں فخر میں آ کر اپنے اعمال کو ضائع نہ کر دوں اور اپنی اوقات نہ بھول جاؤں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت لقمان سے ارشاد فرمایا ''کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہیں بادشاہ بنا دیا جائے اور حق کے موافق حکومت کرو۔ انہوں نے عرض کیا میرے رب اگر یہ حکم ہے تو مجھے کوئی عذر نہیں کیونکہ اس صورت میں آپکی اعانت بھی ہو گی اور اگر مجھے اختیار ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں کیونکہ حاکم بڑی سخت جگہ میں ہوتا ہے پھر وہ سو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر حکمت کو ڈھانپ دیا۔

بے لاگ احتساب اور عصر حاضر:

احتساب ہر دور ہر وقت میں ناگزیر ہے آج کے دور میں احتساب اس لئے ناممکن ہے کہ نہ ہم سچ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور سچ ہضم کر سکتے ہیں۔ اصل میں احتساب کے دو بڑے محرکات ہیں، ۱) خوف خدا، ۲) محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خوف خدا چونکہ برائے نام رہ گیا ہے۔ اللہ کے خوف سے زیادہ ہمیں دوسرے خوف زیادہ ہیں۔ کبھی معاشرے کا خوف، کبھی خاندان کا خوف، کبھی افسران بالا کا خوف اور کبھی اپنی کٹتی ہوئی ناک کا خوف، جب اس پاؤ بھر کے دل میں اتنے سارے خوف سما جائیں گے تو اللہ

Marfat.com

خوف تو خوف بخود کم ہو جائیں گے۔ اس خوف کو قائم رکھنے کے لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ''لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو''۔ حدیث: جو شخص اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھتا ہے اس کے دل سے سارے خوف دور ہو جاتے ہیں فرمایا ''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز خوف کھاتی ہے''۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہے وہ ہر وقت اپنے آپ کو احتساب کے لئے تیار رکھتا ہے۔ وہ ہر کام سوچ سمجھ کر کرتا ہے نیکیوں کو اختیار کرتا ہے برائیوں سے بچتا ہے ایسا شخص کامیاب و بامراد ہے اور جو اللہ کے خوف کو بھول کر بے پروا ہو کر ظلم و زیادتی اور عیش و عشرت میں پڑ گیا اس کی آخرت ہو گئی۔ کیونکہ قرآن میں صاف آیا ہے۔ ترجمہ:۔ ''کوئی اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

آج کے دور میں ایک اسلامی ملک میں رہتے ہوئے ہم احتساب کو بھولے ہوئے ہیں مذہب سے دور ہیں گنے چنے لوگ نماز پڑھتے ہیں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کریں۔ حالانکہ اللہ نے عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور توحید کو ایمان اور اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ نماز کے بارے میں فرما دیا کہ کفر اور اسلام کے درمیان فرق ہی نماز ہے۔ ایک جگہ فرمایا من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔ یہ بھی فرمایا کہ بے نمازی کا حساب کتاب لئے بغیر اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کا مال سانپ بن کر اس پر سوار رہے گا اسی طرح حج کے بارے میں مشکوٰۃ کی ایک حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری کے لئے انتظام ہو کہ بیت اللہ شریف جا سکے اور وہ حج نہ کرے تو اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ یہودی مرے یا نصرانی۔ اسی طرح روزے کے بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں لیکن ہم کہتے ہیں روزے وہ رکھیں جن کے ہاں رزق نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد پر جتنا زور دیا ہے اتنا ہی ہم ان کی ادائیگی سے دور رہیں۔ ہمارا حال بنی اسرائیل کے ان لوگوں کا سا ہے جو آنکھوں سے عذاب دیکھنے پر ماننے کو تیار تھے ہر شخص اس خیال میں ہے کہ جب حشر کا دن آئے گا اس وقت دیکھا جائے گا۔

احتساب کا دوسرا بڑا محرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سچی محبت ہے۔ اسی سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے فرمایا ''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے ہر چیز سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں'' (اس میں جان، مال، اولاد اور والدین سب آ جاتے ہیں)۔ محبت

Marfat.com

رسول ختم ہو کر نہ ہونے کے برابر ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یا ایھا الذی امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ ترجمہ: اے ایمان والو پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں''۔ آج کے دور میں نہ تو اللہ کا خوف ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت۔ کچھ لوگ ہیں جن کے سر پر یہ دنیا چل رہی ہے۔ علم تو بے حد ہے مگر عمل کا نشان نہیں۔ قول و فعل کے تضاد نے ہمیں اس حال تک پہنچا دیا ہے حرام رزق کی ہوس اور دنیا کی چکا چوند نے آخرت کو احتساب کو بھلا دیا ہے جس کے پاس جتنا ہے اسے اور حاصل کرنے کی فکر ہے۔ ھَل مِن مزید نقطہ نظر ہے خواہ حرام ہو یا حلال۔ دنیا کی ہوس نے اندھا کر رکھا ہے قناعت کا نام و نشان نہیں نہ والدین کے حقوق کی فکر ہے نہ پڑوسیوں کے نہ استاد کا احترام ہے نہ انسانیت کا، نہ صلہ رحمی ہے نا غریب پروری۔ جس کے پاس جتنا ہے اسے دوگنا کرنے کی فکر ہے۔ کسی غریب رشتہ دار کو قرض دینے سے ہم بہتر سمجھتے میں بینک میں ڈال کر سود لیں۔ رشوت ہمارے ہاں عام ہے۔ بے ایمانی ہمیں حلال ہے۔ جھوٹ، فریب اور منافقت کو ہم سیاست کہتے ہیں۔ ہماری عبادت گاہیں مناظرہ گاہیں اور قتل گاہیں بن چکی ہے۔ کوئی دیوبندی ہے تو کوئی وہابی، کوئی بریلوی ہے تو کوئی سُنی۔ سیاست کو دیکھ لیں ہمارے ہاں نہ ووٹ کا تقدس ہے نہ امانت داری کا پاس۔ ہمارے ایوان حکومت اور قانون ساز ادارے مچھلی منڈی کا سماں پیش کرتے ہیں۔ انفرادی طور پر بھی گھروں بے سکونی قربانی کرتے ہیں تو گوشت غریبوں، رشتہ داروں کو تقسیم کرنے کی بجائے ڈیپ فریزروں کی نظر کر دیتے ہیں۔ حج کرنے جاتے ہیں تو وہاں بھی کاروبار اور دو اور دو چار کا فکر رہتا ہے۔ حج کا سفر بھی لڑائی جھگڑے کی نظر ہوتا ہے۔

اس سارے معاشرے اور سسٹم کو صحیح کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔ اللہ کا خوف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اختیار کی جائے پھر جو حاکم ہیں ان کی فرمانبرداری کی جائے۔ سورۃ نساء میں فرمان ربی ہے ''یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم''۔ ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اپنے حاکموں کی۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ''جو تم پر حاکم بنایا جائے اس کی اطاعت کرو خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو''۔ اللہ اور رسول کی اطاعت پر تو بار بار زور دیا گیا ہے قرآن میں بھی اور احادیث میں بھی کیونکہ

Marfat.com

پھر اس کا احتساب ہونا ہے۔ سورۃ انفال میں و اطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مؤمنین۔ ترجمہ: اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اگر تم مسلمان ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے تمام مسائل کا حل ہے جب ہم صحیح مسلمان ہونگے تو اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں کے لئے تیار رہیں گے۔ ہم نے اپنے گھر والوں کے اعمال کا محاسبہ کر کے ان کو تیار کرنا ہے قیامت اور میزان کے لئے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔ اس سے پہلے اس حکم کو قرآن اس طرح بیان کرتا ہے۔ ترجمہ: اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن ہونگے انسان اور پتھر اور جس پر سخت فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے انہیں جو حکم ہوتا ہے وہ کرتے ہیں۔

ابھی بھی وقت ہے کہ ہم آنے والے دن کیلئے جس دن ہر بات کا حساب ہونا ہے تیاری کر لیں کیونکہ حساب کا یہ عالم ہو گا کہ سینگوں والی بکری سے پوچھا جائے گا کہ اس نے بے سینگوں والی کو ٹکر کیوں ماری۔ کیونکہ خوف خدا اختیار کرنے والے ہی اللہ کو محبوب ہیں۔ سورۃ المؤمنین میں فرمان ربی ہے۔

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور انکے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف (واپس لوٹنا ہے) اور یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ سب سے پہلے (بھلائیوں) انہیں پہنچے۔ ۵۷، ۶۱۔

جو لوگ آخرت کے حساب کا خیال رکھتے ہیں اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتے ہیں وہ اپنے آپ کو مختصر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے پیچھے آنے والے صحابہؓ نے کم کھایا کم پہنا اور ہمارے لئے نمونہ چھوڑ گئے۔ کیونکہ جس کا حساب کتاب لمبا ہو گیا وہ پکڑ میں آ گیا۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے اور ان کے جنت کے مرتبوں کے بارے میں فرما رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں فرمایا ''وہ جنت کے جس دروازے پر جاتے وہاں سے مرحبا مرحبا کی آواز سنائی دیتی یعنی ہر عمل میں پرفیکٹ Perfect تھے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا ''جنت

Marfat.com

میں ان کے لئے سفید موتی کا محل دیکھا جس میں یاقوت جڑے تھے'' پھر حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے مراتب کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے بارے میں فرمایا''میرے ساتھیوں میں سے تم میرے پاس بہت دیر میں پہنچے۔تم پسینہ پسینہ تھے میں نے تم سے دیر سے آنے کا سبب پوچھا تو تم نے جواب دیا کہ مال کی کثرت کی وجہ سے حساب میں مبتلا رہا'' مجھ سے اس کا حساب ہوا'' کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا''۔ حضرت عبد الرحمن یہ سن کر رونے لگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کثرت سے صدقہ کا حکم دیا تا کہ حساب کتاب آسان ہو جائے۔ ہمیں بھی قیامت کے حساب و کتاب یعنی احتساب بے لاگ سے بچنے اور سرخرو ہونے کے لئے کثرت سے صدقہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''صدقہ کے ذریعے جہنم سے بچو چاہے آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو (مشکوٰۃ)۔ آج کے دور میں ہمیں بلا ضرورت کمانے سے اور خرچ کرنے سے بچنا ہے کیونکہ جب زیادہ مال نہ ہوگا تو حساب بھی مختصر ہوگا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''آدمی دو چیزوں سے گھبراتا ہے اور دونوں اس کیلئے خیر ہے۔ ایک موت سے گھبراتا ہے حالانکہ موت فتنوں سے بچاؤ ہے دوسرے مال کی کمی سے گھبراتا ہے حالانکہ جتنا مال کم ہوگا اتنا ہی حساب کم ہوگا''۔ یعنی مال کی کمی یا کفایت درجے مہ مال اللہ کی مہربانی ہے حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں''اے آدم کے بیٹے اگر ساری دنیا تجھ کو مل جائے تو تب بھی تو اس میں سے اپنی حاجت کے بقدر ہی کھائے گا۔ اگر میں اتنی مقدار میں مجھے دے دوں اور اس سے زیادہ نہ دوں جس کا تجھے حساب نہ دینا پڑے تو یہ میں نے تجھ پر احسان فرمایا''۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے''قیامت کے دن کوئی شخص امیر ہو یا غریب ایسا نہ ہوگا جو اس کی تمنا کرتا ہو کہ کاش دنیا میں اس کو صرف ضرورت کے درجہ کی روزی ملتی اس سے زیادہ نہ ملتی''۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طمع لالچ اور زیادہ مال کمانے سے منع فرمایا ہے۔ اس طرح دنیا میں معاملات میں جو ہم کسی کے ساتھ زیادتی دھوکہ دہی وغیرہ کرتے ہیں کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں سب کا حساب ہونا ہے''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کی مجلس میں ارشاد فرمایا''تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟'' صحابہؓ نے عرض کیا جس کے پاس درہم و دینار مال و اسباب نہ ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''نہیں بلکہ مفلس وہ ہے جو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کے پاس نمازوں، روزوں، حج اور دیگر عبادات کے ڈھیر ہونگے مگر اس نے دنیا میں کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کی غیبت کی ہوگی، کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا۔ ان

Marfat.com

میں سے ایک ایک شخص آئے گا اور اپنے حق کے بدلے کوئی اس کی عمر بھر کی نمازیں لے جائے گا کوئی روزے، حج اور زکوٰۃ خیرات لے جائے گا اس کی نیکیاں ختم ہو جائینگی اور ابھی حق دار باقی ہونگے پھر ان سب کے گناہ اس شخص کے سر پر رکھ کر دوزخ میں بھیج دیا جائیگا (مسلم و ترمذی)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے کئی غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بھی بولتے ہیں خیانت بھی کرتے ہیں کہنا بھی نہیں مانتے میں ان کو برا بھلا بھی کہتا ہوں مارتا بھی ہوں میرا اور ان کا قیامت کے دن کیا معاملہ رہے گا ؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ''قیامت کے دن جتنی مقدار میں انہوں نے نافرمانی کی ہوگی جھوٹ بولا ہوگا خیانت کی ہوگی سب کا وزن کیا جائے گا اور جو تو نے ان کو سزا دی ہوگی تولی جائے گی اگر انکا جرم اور تیری سزا برابر ہوگی تو نہ لینا نہ دینا اور اگر تیری سزا جرم کے مقابلے میں زیادہ ہوگی تو تجھ سے زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا''۔ وہ شخص روتا ہوا چلا گیا۔

اسی طرح ہمارے حاکموں کا حال تو بالکل ہی پتلا چلا آ رہا ہے۔ ایک کے بعد ایک حکومت آ رہی ہے۔ لوگ اس امید پر کہ اس دفعہ بہتری ہوئی بار بار آزمائے ہوؤں کو آزماتے ہیں جو آتا ہے اپنی جیبیں بھرتا ہے، دوستوں کو نوازتا ہے، دشمنوں کو عقوبت خانوں میں یا لوہے کی بھٹیوں میں ڈال دیتا ہے گذشتہ پچاس سالوں سے اسی الٹ پھیر میں ملک اور عوام کی حالت مزید پتلی ہوتی جا رہی ہے نہ سچ سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں جب اللہ کے قانون سے بھاگیں گے جھوٹ منافقت سے مسائل کا حل کیسے حاصل کر سکیں گے۔ قرآن کریم میں صاف رہنمائی موجود ہے۔

ترجمہ: اور تیرے رب کے قوانین اپنی درستی اور توازن کیساتھ مکمل ہو گئے ہیں (انعام، ۱۱۵)۔

اول تو قرآن پورے کا پورا رہنمائی کے لئے موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجتہ الوداع کے خطبے میں فرمایا تھا ''میں تمہاری رہنمائی کے لئے قرآن اور اہل بیت کو (سیرت طیبہؐ) چھوڑے جا رہا ہوں اس کو مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے''۔

حاکموں کے لئے فرمان الٰہی ہے ''ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الأمانات الی اھلھا''۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کر دو۔

باقی امانتوں یعنی حقوق العباد معاملات کی طرح حکومت بھی امانت الٰہیہ ہے۔ ہر عہدہ دار کا حکومت میں ایمانداری سے کام کرنا بھی امانت ادا کرنے کے برابر ہے۔ اس مقصد کی خاطر ضروری ہے کہ ہر شخص خود اپنے ماتحتوں میں ایمانداری کو رواج دے ان کی شخصی اصلاح کرے اجتماعی اصلاح کرے اور پھر ان کے اوپر بھی محتسب مقرر ہوں یہ سب تب ممکن ہے جب اقتدار اعلیٰ ایماندار اور خوف خدا رکھنے والے شخص کے ہاتھ میں ہو۔ جب تک احتساب کا دائرہ وسیع نہیں کیا جائے گا مقصد حل نہ ہوگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ احتساب کا دائرہ وسیع کیا جائے۔ اور اس دائرہ اختیار میں زندگی کے دوسرے شعبے بھی شامل کئے جائیں یعنی سیاستدان، ملازم، دکاندار، مزدور ہر شخص کا احتساب کیا جائے۔ عدلیہ کو مکمل آزاد کیا جائے جس طرح خلافت راشدہ کے دور میں تھا کہ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ خلیفہ ہونے کے باوجود عدالت میں بلائے گئے۔ اس طرح ہر مسلمان شہری کو علم ہونا چاہیئے کہ اس کے معاشرے میں اللہ اور حکومت کی طرف سے کیا کیا فرائض ہیں۔ اسی طرح غریب اور امیر ہر آدمی حکومت کے ہر فائدے اور جزا سزا میں شامل ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت نے چوری کی چونکہ معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اس لئے اس کی سفارش کے لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصے میں فرمایا "تم سے پہلی امتیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ ان میں سے جب کوئی امیر جرم کرتا تو بچ جاتا اور غریب کرتا تو سزا دی جاتی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ کٹوا دیتا" (بخاری)۔

یہ ہے وہ جذبہ جو بے لاگ احتساب کو قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ اگر ہم سب لوگ اس جذبہ سے آشنا ہو جائیں تو ہم دنیا میں بھی سرخرو ہونگے اور قیامت میں بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ظاہر شاہ- اسلام آباد

بعثت نبوی ﷺ کا مقصد:-

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اعلیٰ و ارفع مقاصد میں ایک مقصد ظلم کو مٹانا بھی ہے۔ یعنی ظلام کو سزا دینا اور مظلوم کی داد رسی کرنا۔ جیسا کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"مجھے کس لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے (اگر میں کمزوروں کی مدد نہ کروں) اللہ تعالیٰ اس قوم کو پاک نہیں کرتا۔ جس میں کمزور کے حق کو محفوظ نہ کیا جائے" (۱)۔

ملک کی بقاء کا انحصار عدل وانصاف پر ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم۔

(مملکت کفر کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے۔ مگر ظلم کے ساتھ نہیں)۔

ظلم "ظلمت" سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب اندھیرا ہے۔ جب اسلام کی روشنی چار سو پھیل گئی تو ظلاموں کا احتساب شروع ہو گیا۔ اور مخلوق خدا کو ظلمتوں سے نکالا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یخرجهم من الظلمت الی النور﴾

اللہ تعالیٰ ان کو اندھیروں سے روشنی کے لئے نکالتا ہے۔

دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد:

Marfat.com

تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو تعلیمات توحید کے ساتھ ساتھ وہ مظلوم انسانیت کی مدد کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور انہوں نے کما حقہ وہ حق ادا فرمایا۔ وعدہ رب تعالیٰ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان مظلوموں کو ظالموں پر غالب کیا۔

امت مرحومہ کا مقصد زندگی:

اسلام نے اس امت کا مقصد اعلیٰ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' قرار دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون باالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ (۲)

بہترین امت ہو۔ جو کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کیلئے نالی گئی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوں۔

حق و باطل کی پہچان کے لئے عقلی دلائل:

اسلام نے جتنی اہمیت دد''امر بالمعروف'' کو دی ہے۔ اتنی ہی اہمیت نہی عن المنکر کو بھی دی ہے۔ کیونکہ نیک کو نیک کہنا اور برے کو برا کہنا دونوں ضروری ہے۔ یا نیکی کی تعریف کرنا اور برائی کی مذمت کرنا دونوں ایک ہی منزل مقصود کی طرف پیش قدمی ہے۔ عربی مقولہ ہے: ''**تعرف الاشیاء باضدادھا**'' یعنی ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ سایہ کی پہچان دھوپ ہے۔ دن کی پہچان کے لئے رات ہے۔ برے کے لئے نیک ممیز ہے۔ روشنی کا وجود صرف اور صرف تاریکی کے وجود کا ایک نتیجہ ہے۔ اس طرح ظلم سے عدل کی پہچان ہے۔ فطرت کے قوانین کے مطابق ہر ضد اپنے مد مقابل کو ختم کرنے کے درپے رہتی ہے۔ اندھیرا روشنی کو ختم کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ اور روشنی اندھیرے کو ختم کرنے کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ دن رات میں داخل ہوتا ہے۔ اور رات دن میں دخول کرتی ہے۔ کیونکہ مشیت ایزدی یہی ہے:

تولج اللیل فی النھار و تولج النھار فی اللیل (۳)

اس طرح حق و باطل کی کشمکش روز ازل سے جاری ہے۔

بقول علامہ اقبال

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تاامروز

چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اور حقیقت میں شرار بولہبی کا علاج صرف اور صرف چراغ مصطفوی ﷺ سے ہی ممکن ہے۔

بڑے کاموں کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت:

بڑے کاموں کے لئے بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے صرف دفع الوقت سے دفع الاستبداد ممکن نہیں صاحب سیرۃ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالموں کے مقابلہ اور مظلوموں کی مدد کے لئے کئی کٹھن مراحل پیش آئے ۔ یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ حق کو دبایا نہیں جا سکتا قرآن مجید میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون"(۴)

یہ کافر اللہ تعالیٰ کے نور کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا۔ اگر چہ کافر لوگ برا مانیں۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

باطل کو طاقت کے ذریعے روکنا:

ایک عربی مقولہ ہے: "آخر الحیل السیف" (سب سے آخری حربہ تلوار ہے)۔

جب باطل باز نہ آئے تو اس کو طاقت کے ذریعے روکنا حکمران کا فرض ہے۔ علمائے کرام

نے جہاد بالسیف یعنی طاقت کے ذریعے باطل کو روکنے کے لئے حکمرانوں کو ذمہ دار گردانا ہے۔ اور معاشرے کی اصلاح اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک ظالموں کا احتساب نہ ہو۔

اسلام کا مذہب احتساب کا مذہب ہے:

اسلام کا مذہب تو احتساب کا مذہب ہے۔ اور اس مذہب میں ''یوم الاحتساب'' پر ایمان فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح ''یوم الدین'' یوم الجزا بھی اسی دن کو کہا گیا ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ

فطرت کے مقاصد کے معیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام سے پہلے احتساب کا تصور تک نہ تھا۔ اور ایک اسلامی مملکت میں احتساب کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اور محکمہ احتساب ایک اسلامی حکومت کا لازمی جزد لا ینفک ہوتا ہے۔(۵)

احتساب کے لغوی معنی:

احتساب کا مادہ ''حسب (ح س ب) ہے۔ جس کے معنی ہے۔ شمار کرنا، ذہن میں لانا میں عربی کہتے ہیں۔ احتسب علیه الامر یعنی ناپسندیدہ کام سے روکا گیا۔ جبکہ یہ ثواب اور اجر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں۔ احتسب عند اللہ خیرا اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھنا۔(۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احتساب میں جزا و سزا دونوں پہلو موجود ہیں۔ اگر ایک طرف ظالم کو ظلم سے روکنا ہے تو دوسری طرف ثواب کی امید کے لئے بھی مستعمل ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (۷)

Marfat.com

: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے۔ تو
اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جائینگے۔

احتساب سے پہلے تحقیق و تفتیش:

کسی کے متعلق رائے قائم کرنے سے پہلے محتسب کا فرض ہے۔ کہ وہ تحقیق و تفتیش کرے۔
جیسا کہ حکم خداوندی ہے۔

﴿اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علٰی ما فعلتم ندمین﴾ (۸)

جب تمہارے پاس کوئی فاسق (غیر معتمد) آدمی خبر لائے تو پہلے تحقیق کرو۔ مبادا کہ تمہاری نادانی کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچے۔ اور تمہیں شرمندہ ہونا پڑے۔

تحقیق و تفتیش حدیث کی رو سے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص مسلمانوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علی وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اور پکار کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے زنا کیا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف سے آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ چار بار اقرار کیا۔ جب چار مرتبہ اقرار کر چکا۔ تو آپ ﷺ نے اس کو بلایا۔ اور پوچھا۔ کہ تو دیوانہ تو نہیں ہے؟ وہ بولا نہیں پھر آپ ﷺ نے پوچھا۔ کیا اس نے شراب پیا ہے؟ ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے اس کا منہ سونگھا تو شراب کی بو نہ آئی۔ جب آپ ﷺ نے تحقیقات کر الی۔ تو اس کے بعد فیصلہ صادر فرمایا۔ کہ جاؤ اس کو لے جاؤ۔ اور سنگسار کرو۔ (۹)

خود احتسابی اور مقام صحابہ:

اس حدیث شریف سے ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق و تفتیش ثابت ہوتی ہے۔ یعنی قاضی/محتسب کے لئے ضروری ہے۔ کہ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرے۔ اگرچہ انصاف میں غیر ضروری تاخیر بھی انصاف سے انکار کے مترادف ہے۔ تو دوسری طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی پاکدامنی اور خود احتسابی کا پہلو نکلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہر قدم پر شریعت اسلامی کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ اور آخرت کے احتساب سے پہلے دنیا میں اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کیا۔ اور اس حدیث شریف پر عمل کیا۔ ارشاد ہے:

حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔

اپنا محاسبہ کرو اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ ہو۔

اس طرح انہوں نے شرعی سزاؤں سے گریز کرنے کی بجائے ان سزاؤں کو اپنے لئے نجات کا ذریعہ سمجھا بقول حافظ شیرازیؒ

نہ شود نصیب دشمن کہ بود شہید شیغت
سر دستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

امام نوویؒ صحابہ کرامؓ کا عادلانہ دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ کام (یعنی گناہوں کا بر سر عام اقرار) اچھے عالموں اور درویشوں سے بھی دشوار ہے۔ جان دینا تو بڑی بات ہے۔ ذرا سی بے عزتی یا دنیا کی تکلیف اور سختی بھی دین کے کام کے لئے گوارا نہیں کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام کے تمام گناہ معاف فرمائے۔ اور ان کے لئے اپنی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ جاری فرمایا۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنه ذلک لمن خشی ربهٗ"

قاضی/محتسب کے اجر کا بیان:

جب قاضی/محتسب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے۔ تو ہر حال میں اجر ملے گا۔ چاہے فیصلہ غلط ہو

Marfat.com

۔صحیح جیسا کہ ابو قیسؓ کی روایت ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ جب حاکم سوچ
بجھ کر حکم دے۔ اور صحیح فیصلہ کرے۔ تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ اور جب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے اور غلط فیصلہ
تو اس کے لئے ایک اجر ہے (۱۱)۔

الت غصہ میں فیصلہ صادر کرنے سے احتراز:

مشہور مسلمان فلسفی مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب غصہ آتا ہے تو "عقل
خت خویش اندازد بیرون" یعنی عقل رخصت ہو جاتی ہے۔ اس لئے قاضی/محتسب کو چاہئے۔ کہ وہ غصہ کی
الت میں کوئی فیصلہ نہ کرے۔ درج ذیل حدیث شریف میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے۔

"عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ سے روایت ہے۔ کہ میرے باپ نے لکھوایا۔ اور میں نے لکھا
بد اللہ بن ابی بکرہؓ جو بجستان کے قاضی تھے۔ کہ حکم مت کرو دو آدمیوں کے درمیان جب تم غصے میں ہو۔ کیونکہ
ں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان غصے کی حالت میں
یصلہ نہ کرے" (۱۱ ب)

تسب کو ذاتیات سے بالاتر ہونا چاہیئے:

محتسب کا فیصلہ اس وقت صحیح اور صائب ہو گا۔ جب اس میں ذاتیات یعنی ذاتی دشمنی کا
عمل دخل نہ ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھاالذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان
قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی. واتقوا اللہ ان اللہ خبیر
بما تعملون (۱۲)۔

مرض وفات میں آنحضرت ﷺ کا اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش فرمانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم "فاستقم کما امرت" کے مصداق تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے

Marfat.com

پہلے خود عمل کیا۔ پھر دوسروں کو حکم دیا۔ یہاں تک کہ احتساب کے معاملے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو مقدم رکھا۔ ''والفضل للمتقدم'' یعنی فضیلت ہمیشہ اول نمبر آنے والے کو حاصل ہے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات تمام بشری کمزوریوں سے مبرا تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لئے ایسا کیا۔ چنانچہ مرض الوفات کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فضیل ابن عباسؓ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہمراہ کا شانہ نبوت ﷺ سے نکلے۔ اور منبر پر تشریف فرما ہو کر لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے:

اے لوگو! جس کو میں نے مارا ہو۔ تو یہ میری پیٹھ ہے۔ مجھ سے انتقام لے۔ اور جس کو میں نے سخت بات کی ہو تو میں حاضر ہوں مجھ سے انتقام لے۔ اور جس کا مال میں غصب کیا ہو۔ تو وہ مجھ سے وصول کرے(۱۳)۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ میں اللہ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہوں۔ کہ پاک اور صاف ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے ظہر کی نماز پڑھی اور بعد میں دوبارہ منبر پر چڑھے اور اس اعلان کو دہرایا۔

خلیفہ اول کی خلافت کا پہلا خطبہ:

خلفائے راشدین کا دور نبوت کے دور کا تکملہ ہے۔ جو بنیادیں اسلامی ریاست کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھیں۔ انہی بنیادوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء نے ایک مضبوط تعمیر کھڑی کی۔ چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

''انی ولیت علیکم ولست بخیر کم فان رایتمونی علی حق فاعینونی و ان رایتمونی علی باطل فسددونی اطیعوتنی ما اطعت اللہ فیکم فان عصیتہ فلا طاعۃ لی علیکم الا ان اقواکم عندی الضعیف حتی اخذت الحق منہ و اضعفکم عندی القوی حتی اخذ الحق لہ''(۱۴)

(مجھے تمہارے اوپر خلیفہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ میں تم میں سے بہتر نہیں۔ پس جبتک میں راہ حق پر چلوں تو میری مدد کرو۔ اور اگر میں باطل پر ہوں۔ تو مجھے روک لو میری اطاعت کرو۔ جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں۔ تو میری نافرمانی کرو۔ خبردار! تم میں سے سب سے زیادہ قوی اس وقت تک سب سے زیادہ کمزور ہے۔ جبتک میں اس سے کمزور کا حق نہ لوں۔ اور تم میں سے سب سے کمزور اس وقت تک میرے نزدیک سب سے زیادہ طاقتور ہے جب تک میں اس کو اس کا حق نہ دلا دوں)۔

ملاحظہ اس خطبہ میں آپؓ نے پیشگی خود احتسابی کا اعلان فرمایا۔ اور ظالموں اور جابروں کے احتساب کا اعلان فرمایا:

عہد فاروقی کے احتساب کے قوانین:

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، والیوں اور عمال حکومت کے احتساب میں بڑے سخت تھے۔ آپؓ نے گورنروں کے احتساب کے لئے درج ذیل قوانین وضع کئے تھے۔

(۱) **اثاثوں کی فہرستیں:** تقرری سے قبل گورنروں کے اثاثوں منقولہ اور غیر منقولہ کی فہرست تیار کرتے۔ اور پھر وقتاً فوقتاً ان کے اثاثوں کی جانچ پڑتال فرماتے۔

(۲) **تجارت پر پابندی:۔** گورنروں/ عہدے داروں پر تجارت کی پابندی لگائی تھی۔ اور ان کو ہدایات جاری فرماتے:

"انما بعثنکم ولاۃ ولم نبعثکم تجاراً

بے شک ہم نے تمہیں والی بنا کر بھیجا ہے۔ نہ کہ تجارت کرنے کے لئے۔

(۳) گورنروں کو چیک کرنے کے لئے خفیہ لوگ مقرر کئے تھے۔ تا کہ ان کے حرکات وسکنات پر کڑی نظر رکھیں۔ اس لئے ہر والی (گورنر) اپنے قریب کے لوگوں سے زیادہ خوفزدہ رہتا تھا۔ کہ کہیں خلیفہ تک

Marfat.com

بات نہ پہنچے۔

(۴) شکایات سیل کا قیام:۔ کچھ لوگ اس کام پر مامور تھے۔ کہ لوگوں کی شکایتیں جمع کرتے رہیں۔

(۵) واپسی/معزولی کے وقت اثاثوں کی جانچ پڑتال: جب والی یا گورنر اپنے شہر میں واپس لوٹتا۔ تو اس کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ دن کے وقت داخل ہو۔ اور پہلے شہر کے چوکیداروں کو اطلاع دے۔ تا کہ ان کے اثاثوں کی جانچ پڑتال ہو سکے۔

(۶) حج کے ایام میں کھلی کچہری: آپؓ موسم حج میں تمام گورنروں کو مکہ شریف طلب فرماتے۔ اور سب لوگوں کے سامنے ان کی سالانہ رپورٹیں سنتے۔ اور ان کے بارے میں لوگوں کی رائے معلوم کرتے (۱۵)۔

گورنروں کے رشتہ داروں کا احتساب:

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حضرت معاویہؓ شام کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ ان کے والد حضرت ابوسفیانؓ ان سے ملنے کے لئے شام تشریف لے گئے۔ جب ملاقات کر کے واپس آئے۔ تو حضرت عمرؓ کے سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عاملوں کے ذریعے ان کے سامان کی تلاشی لی۔ اور جتنے تحفے تحائف وہاں سے ملے تھے۔ ان سب کو بیت المال میں جمع کرانے کا حکم دیا (۱۶)

اس واقع کا بہت چرچا ہوا۔ اور سب گورنر بہت محتاط ہوئے۔ اگر ان کا کوئی رشتہ دار ملنے کے لئے آتا۔ تو ان کو کوئی ہدیہ پیش نہ کرتے۔

تلک اثارنا تدل علینا فانظر وابعد نا الی الاثار

Marfat.com

مراجع ومصادر

۱- مشکوۃ المصابیح جلد اول ص ۲۸۸

۲- القرآن سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۵۴

۳- القرآن۔ آل عمران: ۲۷

۴- القرآن۔ الصف: ۸

۵- محمد اسحاق سندھیلوی۔ اسلام کا معاشی نظام ص ۲۵۵

۶- المنجد مادہ "ح س ب"

۷- ریاض الصالحین بحوالہ بخاری ومسلم ص ۳۷۹ باب وجوب صوم رمضان

۸- القرآن۔ الحجرات آیت (۶)

۹- مسلم شریف مع شرح نوویؒ کتاب الحدود باب حد الزنا۔ ص ۳۲۵

۱۰- مسلم مع شرح نوویؒ

۱۱- مسلم مع شرح نوویؒ

۱۲- القرآن سورۃ المائدۃ آیت ۸

۱۳- ابن اثیرؒ الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۵۴

۱۴- الشمرانی، تاریخ الرسل والملوک ج ۳ ص ۲۰۳

۱۵- محمود الباجیؒ: مثل علیا من قضاء الاسلام ص ۴۶ ۴۶۔ ۴۵، المکتبہ الشرقیہ تونس

۱۶- محمود الباجی

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

حافظ محمد سعد اللہ - لاہور

بے لاگ احتساب کا مفہوم:

احتساب اپنے عام مفہوم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ الماوردیؒ (۴۵۰ھ) نے لکھا ہے:

"هو امر بالمعروف اذا ظهر تركه ونهى عن المنكر اذا ظهر فعله"(۱)

(احتساب کا معنی ہے ہر بھلائی کا حکم دینا اور ہر برائی سے روکنا جبکہ بھلائی کا چھوڑنا اور برائی کا ارتکاب ظاہر ہو جائے)۔

اور امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) احتساب کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"هی عبارة شاملة للأمر بالمعروف والنهی عن المنكر"(۲)۔

(احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مجموعہ کا نام ہے)

احتساب کی تعریف کے بعد بے لاگ احتساب کا مطلب "صاف ستھرا، غیر طرفدار، غیر جانبدار، بے تعصب اور بلا امتیاز ہر ایک آدمی کا احتساب" ہوگا۔

احتساب کا دائرہ کار یا وسعتِ مفہوم:

درج بالا تعریف کی روشنی میں احتساب کا معنی جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار پایا تو معروف اور منکر کے مفہوم میں وسعت کے پیش نظر (۳) علماء نے احتساب کے مفہوم یا دائرہ کار میں بھی بڑی

Marfat.com

وسعت پیدا کی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کتنی قسمیں ہیں؟ احتساب میں کیا کیا امور داخل ہیں؟ کن کن معاملات میں احتساب ہوتا ہے؟ پھر حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حوالے سے معروف ومنکر کی تفصیلات کیا ہیں؟ امام غزالیؒ اور الماوردی وغیرہ نے اس سلسلہ میں مفصل کلام کیا ہے۔ چنانچہ احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے مساجد کے منکرات، بازار کے منکرات، راستوں کے منکرات، حماموں کے منکرات، ضیافت کے منکرات، مؤذنوں، واعظوں اور مدارس کے منکرات وغیرہ کے ذیل عنوانات سے قابل احتساب امور کی وضاحت کی ہے جن کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں (۴)۔

الغرض شرعی نقطۂ نظر سے احتساب سے مقصود اخلاق عامہ (Public Moral) کی اصطلاح ہے۔ جو کام بھی مفاد عامہ کے خلاف ہوگا اس کی روک تھام ادارہ احتساب کے ذمہ ہوگی۔ مثلاً کسی آبادی میں اذان، نماز باجماعت اور جمعہ وغیرہ کا اہتمام نہ ہو تو ان کا اہتمام کرانا، نماز روزہ اور دوسری عبادات کی ادائیگی میں غیر شرعی امور اور بدعات راہ پا رہی ہوں یا کوتاہی ہو رہی ہو تو ان کی اصلاح کرانا، مدارس میں اساتذہ کو روکنا کہ وہ طلبہ کو زیادہ زدوکوب نہ کریں، کھانے پینے کی اشیاء اور دوسری استعمال کی چیزوں میں ملاوٹ اور دھوکہ دہی کا سدباب کرنا، پیمانوں اور اوزان کی نگرانی کرنا تاکہ دکاندار تولنے اور ناپنے میں کمی نہ کریں، جانوروں کے ساتھ بے رحمی کے سلوک کو روکنا۔ سرکاری ملازمین کو بددیانتی اور اختیارات کے تجاوز سے باز رکھنا، شاہراہوں، سڑکوں، گزرگاہوں، عام اٹھنے بیٹھنے کی جگہوں اور پبلک مقامات کی اصلاح اور وہاں سے مخرب اخلاق حرکات (مثلاً شراب نوشی، جوا اور دوسری ناشائستہ حرکات وغیرہ) کی روک تھام، مرد وزن کے خلاف شرعی اختلاط، اور دیگر تمام غیر مشروع اور ممنوع دینی، سماجی، معاشرتی معاملات سے روکنا وغیرہ۔

احتساب کی ضرورت واہمیت:

احتساب ایک اسلامی ریاست میں کتنا ضروری ہے؟ اس کی کتنی اہمیت ہے؟ کتنی افادیت ہے؟ قرآن وحدیث میں اس پر کتنا زور دیا گیا ہے؟ احتساب کے سلسلہ میں ہمارے اسلاف نے کتنی ایمان افروز اور تابندہ مثالیں چھوڑی ہیں؟ خلفاء راشدین اور بعد کے مسلمان خلفاء وسلاطین نے کس طرح اس کو ایک منظم اور باقاعدہ ادارے کی شکل دی اور پھر اس ادارے نے معاشرے کی اصلاح، مفاد عامہ اور ہر قسم کے

Marfat.com

منکرات کی روک تھام میں کیا کردار ادا کیا؟ ان تمام چیزوں کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔ امام غزالیؒ نے متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے استدلال کرتے ہوئے احتساب یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وجوب ثابت کیا ہے۔انہوں نے احتساب کے وجوب اور اس کی فضیلت پر ایک مستقل فصل قائم کی ہے(۵)۔

ابن تیمیہؒ اور دوسرے علماء نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دوسرے لفظوں میں احتساب کی ضرورت واہمیت واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وهذا واجب على كل مسلم قادر وهو فرض على الكفاية ويصير فرض عين على القادر الذى لم يقم به غيره''(۶)۔

(یہ ہر قدرت رکھنے والے مسلمان پر واجب ہی نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے اور ایسے آدمی کے لئے فرض عین ہے جس کے سوا کوئی دوسرا آدمی یہ فریضہ ادا کرنے والا نہ ہو)۔

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک تو اسلام میں اختیار واقتدار کے چھوٹے بڑے جملہ مناصب اور محکمہ جات کا بڑا مقصد ہی معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا ہوتا ہے۔فرماتے ہیں:

''جميع الولايات الاسلامية انما مقصودها الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر''(۷)

(تمام اسلامی مناصب کا مقصد وحید نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے)۔

یعنی ہر منصب اور ہر اقتدار اسی لئے ہے کہ اس سے اللہ کا دین غالب ہو اور ہر قسم کے منکرات مٹا دیئے جائیں۔ ہر منصب کی بنیادی شرط یہ ہوتی ہے کہ جو شخص بھی اس پر مامور ہو وہ اسی مقصد عظیم کے لئے کام کرے۔مسلم معاشرے کے ہر فرد کا نہ صرف یہ حق ہے بلکہ یہ اس کا فرض بھی ہے کہ کلمہ حق کہے، نیکی اور بھلائی کی حمایت کرے اور ایک حکم نبویؐ کے مطابق معاشرے یا مملکت میں جہاں بھی غلط اور ناروا کام (منکرات) نظر آئیں ان کو روکنے میں اپنی امکانی حد تک پوری کوشش صرف کرے(۱۸)۔

خلاصہ یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین اسلام کا اہم عنصر، اساس، اصل الاصول اور رکن رکین ہے۔ اسی رکن کو قائم کرنے کے لئے جملہ انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔ اس زریں سلسلہ کی

Marfat.com

آخری کڑی خاتم النبیین حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت بھی اسی مقصد کے لئے ہوئی (۹)۔

یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین اور صدر اول کے ائمہ عام فوائد اور اجر جزیل کے خیال سے اس کے فرائض خود بنفس نفیس انجام دیتے تھے۔ لیکن جب سلاطین نے اسے چھوڑ کر معمولی اور نااہل لوگوں کے حوالے کردیا تو یہ اہم ادارہ کھانے کمانے اور رشوت لینے کا ذریعہ بن گیا۔ لوگوں کے دلوں سے اس کی عظمت وہیبت جاتی رہی لیکن کسی قانون پر عمل نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا حکم ساقط ہوگیا۔ احتساب کے ترک کا انجام ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ساری قوم کی ہلاکت بتایا ہے (۱۰)۔

احتساب...... اسلامی حکومت کا فرض:

ایک اسلامی حکومت کی غرض وغایت اور اس کے بنیادی واصولی فرائض بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ):

> "اگر ہم انہیں (مسلمانوں کو) زمین میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیکی کا حکم دیں اور برے کام سے منع کریں (۱۱)۔

اس آیت کریمہ کی تشریح میں مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے ایک اسلامی طرز حکومت کی جو تصویر کشی کی ہے وہ قابل ملاحظہ۔ فرماتے ہیں:

> "یہ ہے اصلی اور سچی تصویر اسلامی طرز حکومت کی۔ گورنمنٹ اگر مسلمانوں، سچے مسلمانوں کی قائم ہوجائے تو مسجدیں آباد وپر رونق ہوجائیں، ہر طرف سے صدائیں تکبیر وتہلیل کی گونجا کریں بیت المال کے بعد کوئی ننگا بھوکا نہ رہ جانے پائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کے بجائے ملنے لگے۔ رشوت، جعلسازی، دروغ حلفی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی حق، کوئی موقع غریب کی تحقیر کا، ایذا کا نہ باقی رہ جائے۔ غیبتیں، بدکاریاں، چوریاں، ڈاکے خواب وخیال ہوجائیں۔ آبکاری کے محکمہ کو کوئی پانی دینے والا بھی نہ رہے۔ مہاجنی کوٹھیوں،

Marfat.com

سود خوار ساہوکاروں، بینکوں کے ٹاٹ الٹ جائیں۔ گویے، نچنیے اگر تائب نہ ہوں، شہر بدر کر دیئے جائیں۔ سینما، تھیٹر، تمام شہوانی تماشہ گاہوں کے پردوں کو آگ لگادی جائے۔ گندہ، فحش افسانہ وشاعری کی جگہ صالح وپاکیزہ ادبیات لے لیں۔ غرض یہ کہ دنیا، دنیا رہ کر بھی نمونہ جنت بن جائے"۔

احتساب کا بڑا مقصد اسی طرز حکومت کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ عہد نبوی میں اگرچہ احتساب کا باقاعدہ ادارہ تو تشکیل نہیں دیا گیا تھا تاہم اس سلسلہ میں نبی رحمت ﷺ نے ایک نمونہ اور واضح ہدایات ارشاد فرمائیں جن کا مختصر تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

احتساب اور سیرت طیبہؐ:

سیرت طیبہؐ کے مطالعے سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دین ودنیا کے تمام معاملات میں نبی محتشم ﷺ کا ایک نمایاں کمال اور امتیازی وصف یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نے جس کام کے بھی کرنے کا حکم دیا پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ پہلے چالیس سال تک قرآن بن کر دکھایا اس کے بعد اس پر عمل کا حکم دیا(۱۲)۔ پہلے خود ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کی، پوری پوری رات رکوع وسجود اور تسبیح وتہلیل میں گزاری(۱۳) تب جا کر لوگوں کو دن رات میں صرف پانچ وقت کی نماز کا حکم دیا۔ پہلے خود اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا(۱۴) تب کہیں لوگوں کو صرف اڑھائی فیصد زکوٰۃ کا حکم دیا۔ یہی صورت حال اور سو فیصد بھی زیادہ عمل احتساب کے معاملہ میں تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی خود احتسابی:

آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمین، رؤف، رحیم، کریم، طبعی طور پر مجسم خیر خواہ اور سراپا غمخوار ذات گرامی ﷺ سے کسی بھی انسان کے ساتھ ناروا ظلم وزیادتی اگرچہ بعید از قیاس تھی مگر آپ چونکہ انسانیت کے لئے ہمہ پہلو اور ہمہ جہتی ایک کامل نمونہ تھے(۱۴) اس لئے آپ نے ساری امت خصوصاً حکمرانوں کی تعلیم کے لئے خود احتسابی کی وہ عادلانہ روایت قائم فرمائی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

Marfat.com

آنجناب ﷺ نے متعدد مواقع پر اپنی ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کی شان کی حامل ذات ستودہ صفات کو قصاص جوابدہی اور احتساب کے لئے صحابہؓ کے سامنے پیش فرمایا (۱۶)۔ محدثین نے حضرت فاروق اعظمؓ کی چشم دید گواہی نقل کی ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات کا قصاص دلاتے ہوئے دیکھا'' (۱۷)۔

ابن سعد نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ معمولی خراش کے بدلے میں بھی آپ ﷺ نے اپنی ذات کو قصاص کے لئے پیش فرمایا (۱۸)۔

اگر آپ ﷺ کے کسی سلوک سے نادانستہ طور پر بھی کسی شخص کو معمولی تکلیف پہنچی تو آپ ﷺ نے اسے اپنا بدلہ لینے کی فراخدلانہ پیشکش فرمائی۔ چنانچہ ایک مرتبہ مال غنیمت کی تقسیم کے دوران ایک شخص کے چہرے پر جو اپنا حصہ لینے کے لئے آپ ﷺ پر جھک آیا تھا، آپ ﷺ کے نیزے کا زخم لگ گیا۔ آپ ﷺ نے فوراً اسے بدلہ لینے کی پیشکش فرمائی مگر اس نے معاف کر دیا (۱۹)۔

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں اور حضور اکرم ﷺ کے کمال انصاف کو دیکھ کر ایمان تازہ کیجئے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک شخص کی کمر پر جو ادھر ادھر کی باتیں کر کے لوگوں کو ہنسا رہا تھا، ٹھونکا دیا جس پر اس نے بدلہ لینے کی خواہش ظاہر کی آپ ﷺ نے اپنی کمر آگے کر دی۔ اس نے کہا کہ میں برہنہ تن تھا جبکہ آپ ﷺ قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے قمیص اٹھا دی اس نے آگے بڑھ کر مہر نبوت کو بوسہ دیا اور کہا میں نے تو یہ سب کچھ اسی سعادت کے حصول کے لئے کیا تھا (۲۰)۔

وصال مبارک سے چند روز قبل آپ نے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ اگر کسی کا حق میرے ذمہ ہو تو وہ مجھ سے لے لے۔ اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہے تو میری پیٹھ حاضر ہے وہ انتقام لے لے۔ کسی کی عزت و آبرو کے خلاف میں نے سخت الفاظ کہے ہوں تو وہ میری عزت لے لے۔ میں نے کسی کا مال لیا ہو تو وہ میرے مال سے اپنا لے لے۔ میرا سینہ بے کینہ ہے میری طرف سے عداوت کا اندیشہ نہ کرے (۲۱)۔

Marfat.com

سرکاری ملازمین کا احتساب:

احتساب جیسا کہ اوپر گزرا، نبی اکرم ﷺ کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔ دوسرے دنیوی اعتبار سے بھی اسلامی ریاست معاشرتی عدالت وانصاف، معاشی عدل، اخلاقی اصلاح، پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل، جان ومال وآبرو کی حفاظت اور ہر طرح کے داخلی اور خارجی امن وسلامتی کا دار ومدار چونکہ زیادہ تر حقیقی احتساب پر تھا۔ تیسرے کسی بھی منکر سے چشم پوشی یا مصلحت کوشی چونکہ آپ ﷺ کے پیغمبرانہ منصب اور شان نبوت کے خلاف تھی، چوتھے اپنے نور نبوت وبصیرت سے آپ ﷺ نے ترک احتساب کے خطرناک انجام کو بھی دیکھ رہے تھے۔ اس لئے تعلیم امت کے لئے آپ ﷺ نے احتساب کو بڑی اہمیت دی۔ آنجناب ﷺ اس امر کا بھی بخوبی علم تھا کہ سرکاری حکام میں اگر بددیانتی راہ پاجائے گی تو ''الناس علی دین ملوکھم'' کے مقولہ کے مطابق یہ مرض سارے عوام میں سرایت کرجائے گا۔ اس لئے آپ ﷺ اس معاملہ میں سرکاری ملازمین پر بطور خاص کڑی نظر رکھی چنانچہ ایک روایت میں جسے مختلف الفاظ میں متعدد محدثین مثلاً امام بخاری (۲۲)، امام مسلم (۲۳)، امام ابوداود (۲۴) اور امام ابوعبید قاسم بن سلام (۲۵) وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ ابن اللتبیہ نامی عامل نے ایک علاقہ کے صدقات لاکر جب یہ کہا کہ یہ مال آپ ﷺ کا اور یہ میرا ہے جو مجھے بطور ہدیہ دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا اگر یہی بات ہے تو ذرا وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر دیکھے کہ وہاں اسے ہدایا پیش کئے جاتے ہیں یا نہیں۔ پھر سرکاری مال میں بددیانتی کی اخروی شرمساری سے لوگوں کو ڈرایا۔

بددیانتی کے اخروی عذاب سے ڈرانا:

اخروی باز پرس اور آخرت کا عذاب بھی ایک مسلمان کو کسی بھی قسم کی برائی سے روکنے کا چونکہ اہم نفسیاتی ذریعہ ہے اس لئے آپ ﷺ نے متعدد احادیث میں سرکاری مال اور سرکاری خزانہ میں بددیانتی حتیٰ کہ سوئی جیسی معمولی چیز کی خیانت پر بھی حکام کو آخرت کا خوف دلایا اور فرمایا ''قیامت کے دن ایک خائن، بدیانت اور کرپٹ آدمی خیانت شدہ چیز کو گردن پر لادے استغاثہ کرتے ہوئے میرے پاس آئے گا مگر اس روز میں اسے کہہ دوں گا ''لا املک لک شیئاً'' اب میں تیرے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا'' (۲۶)۔

ایک حدیث میں بیوی بچوں کے ضروری اخراجات، خادم، رہائش اور سواری کے لازمی

Marfat.com

حقوق کے علاوہ قومی خزانے سے کسی چیز کے لینے والے سرکاری ملازمین کو خائن اور چور بتایا گیا ہے (۲۷)۔

بلا امتیاز احتساب:

شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معروف دانشور سید خورشید گیلانی کے ادیبانہ الفاظ ''ایسا قانون نہیں کہ کسی کا چہرہ، کسی کا شجرہ نسب، کسی کا اشارہ ابرو، کسی کا سیاسی منصب، کسی کا جاہ وجلال اور کسی کی ذات برادری دیکھے۔ قانون محمدی تو ایسی میزان ہے جس میں سب کی بالاتری اور کمتری ایک پاٹ میں تلتی ہے۔ یہاں ایسا نہیں کہ افسران کرام کروڑوں روپے ہضم کر جائیں، وڈیرے غریب دہقان کی عزت تار تار کر دیں، بستیاں کی بستیاں اجاڑ دیں، بھرے بازار اور مصروف چوک میں کلاشنکوف سے دسیوں انسانوں کو بھون ڈالیں تو قانون بے چارہ دانتوں میں انگلی دبائے شرم سے سر جھکائے اور بے بسی سے منہ لٹکائے سراپا استفسار ہو کہ بتا تیری رضا کیا ہے''۔ اس لئے احتساب کے معاملہ میں نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی چھوٹے بڑے، امیر غریب، حاکم محکوم، شریف کمین، اپنے پرائے اور دوست دشمن کے درمیان کبھی امتیاز نہیں برتا۔ نامور عرب قبیلہ بنو مخزوم کی ایک معزز خاتون پر جب چوری کا جرم ثابت ہو گیا اور اس سلسلہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ذریعے بارگاہ نبوی میں جب رعایت کرنے کی سفارش کرائی گئی تو غصے سے فرمایا:

> ''تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ وہ کم تر درجہ کے لوگوں پر حد قائم کرتے مگر شریف (بڑے) لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر فاطمہ (میری بیٹی) بھی اس جرم کا ارتکاب کرتی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتا'' (۲۸)۔

ہمارے وطن عزیز کا سب سے بڑا المیہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ یہاں کبھی بلا امتیاز احتساب نہیں ہوا۔ ہر حکومت نے احتساب کا نعرہ لگایا مگر اس کا یہ احتساب صرف مخالفین کو دبانے یا فائلوں کا پیٹ بھرنے کی حد تک رہا۔ اکثر حکمران چونکہ خود بددیانتی، خورد برد، کمیشن کھانے، غبن کرنے، قومی خزانہ کو بیدردی سے لوٹنے، اپنی پارٹی کو نوازنے، سرکاری خزانہ کو مال مفت سمجھ کر بری طرح ضائع کرنے، اختیارات سے ناجائز تجاوز جیسی خلاقی کمزوریوں اور خامیوں کا مجموعہ تھے اس لئے وہ بلند بانگ دعوؤں اور نعروں کے باوجود جرأتمندانہ اور بلا

Marfat.com

امتیاز بے لاگ احتساب نہ کرسکے۔ سیرت طیبہ کا سبق یہی ہے کہ احتساب کے معاملے میں کسی آدمی کے حسب نسب جاہ و مال رنگ و نسل اور عہدہ و منصب کو نہیں دیکھا جائے گا۔ اس کائنات میں حضور سرور دو عالم ﷺ سے بڑھ کر کون بڑا ہوسکتا ہے جب آپ ﷺ نے اپنے آپ کو احتساب سے بالا نہیں سمجھا تو کوئی دوسرا کیونکر بالا قرار دیا جاسکتا ہے۔

دیگر معاملات میں احتساب:

نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا بے لاگ احتساب صرف سرکاری ملازمین کی حد تک نہ تھا بلکہ اس کا دائرہ کار ہر قسم کے معاشی اخلاقی اور دینی و دنیوی معاملات تک پھیلا ہوا تھا۔ معاشرے میں آپ ﷺ کو جہاں بھی کوئی خرابی کوئی بگاڑ کسی قسم کے فتنے کا باعث بننے والا کوئی معاملہ نظر آیا تو فوری طور پر اس کی اصلاح فرمائی۔ سیرت طیبہ میں اس نوع کے احتساب کی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ہم یہاں چند مثالیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

۱- ایک دوکاندار کی بددیانتی پکڑنا:

ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے۔ گندم کے ایک ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر نیچے سے گیلی گندم برآمد کی۔ اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور پھر ایک عام اصول کے طور پر فرمایا:

> ''من غش فلیس منا'' (جس نے کسی معاملہ میں دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا وہ ہم میں سے نہیں)(۲۹)۔

۲- بلند قبہ کو پسند نہ فرمانا:

قیام مدینہ کے ابتدائی عہد میں جبکہ ابھی تک عام طور پر غربت وافلاس اور تنگدستی کا زمانہ تھا، حضور اکرم ﷺ کا ایک راستے سے گزر ہوا۔ راستے میں ایک بلند قبہ (گنبد نما مکان) نظر آیا تو ناپسند فرمایا۔ مالک مکان جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو اس کے سلام کا جواب نہ دے کر اس کے گنبد نما مکان پر اپنی

Marfat.com

پسندیدگی کو ظاہر فرمادیا۔ ایک عاشق زار کے لئے محبوب کا یہ اعراض کہاں برداشت ہوسکتا تھا۔ اس نے گھر جا کر اس مکان کو زمین کے برابر کر دیا (۳۰)۔

۳۔سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں لٹکے پردہ کو پھاڑ دینا:

ایک سفر سے واپسی پر زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں پردہ لٹکا دیکھا تو (امت کو تکلفات کے پسندیدہ نہ ہونے کی تعلیم دینے نیز پیغمبرانہ شان اور فقر محمدی کے خلاف سمجھتے ہوئے) اسے پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا اللہ کریم نے ہمیں جو رزق عنایت فرمایا اس میں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھر اور مٹی (دیواروں) کو کپڑے پہنائیں (۳۱)۔ یعنی منقش اور تصویر دار پردوں سے دیواروں اور دروازوں کو ڈھانپیں (۳۲)۔

۴۔منقش پردہ دیکھ کر بیٹی فاطمہؓ کے گھر داخل نہ ہونا:

اس طرح ایک سفر سے واپسی پر آپ ﷺ حسب معمول پہلے اپنی لخت جگر سیدۃ نساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر پہنچے تو دروازے پر لٹکا منقش پردہ دیکھ کر گھر میں داخل نہ ہوئے۔ سیدہ کو اس کا انتہائی غم ہوا۔ آپ ﷺ کے داماد حضرت علی المرتضیٰؓ نے حاضر ہو کر خلاف معمول ایسا کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

"میرا اور دنیوی زیب و زینت اور نقش و نگار کا کیا جوڑ ہوسکتا ہے)۔

سیدہ کو ابا جان کی ناراضگی کی وجہ معلوم ہوئی تو اس بتولؓ نے یہ پردہ کسی ضرورت مند گھرانے کو بھجوا دیا (۳۳)۔

۵۔عیب جوئی پر سیدہ عائشہؓ کو فہمائش:

سیدہ عائشہؓ نے ام المؤمنین سیدہ صفیہؓ کے ایک جسمانی اور قدرتی نقص (پستہ قد) کی طرف اشارہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ تو نے ایک ایسا (سخت) کلمہ کہا ہے کہ اگر یہ سمندر کے پانی میں مل جائے تو اسے (اس کا رنگ اور ذائقہ) تبدیل کر دے" (۳۴)۔

اسی طرح ایک دن سیدہ عائشہؓ نے ایک عورت کے بارے میں کہہ دیا کہ اس کا دامن (یا

Marfat.com

قد) کتنا لمبا ہے تو آپ ﷺ نے (ایسی بات ان کے بلند منصب کے خلاف سمجھتے ہوئے) فرمایا: عائشہ! تم نے اس عورت کی غیبت کی لہٰذا لازم ہے کہ تم تھوکو۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں میں تھوکا تو میرے منہ سے (واقعی) گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا (۳۵)۔

۶- لمبی نماز پڑھانے والے امام کو تنبیہ:

ایک نمازی نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر حضرت معاذ بن جبلؓ کے خلاف یہ شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم اونٹ بان لوگ ہیں۔ سارا دن محنت مزدوری کرتے ہیں، رات کو تھکے ماندے گھر آتے ہیں تو یہ معاذ عشاء کی نماز میں سورۃ البقرۃ جیسی لمبی سورتوں کی قرأت شروع کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں جماعت سے محروم رہ جاتا ہوں۔ نبی رحمت ﷺ نے یہ سنا تو ناراضگی میں حضرت معاذ سے فرمایا ''افتّان انت'' (کیا تم دین میں فتنہ کھڑا کرنا چاہتے ہو)۔ جماعت کراؤ تو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھا کرو۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی مختصر نماز پڑھانے کی تلقین فرمائی (۳۶)۔

۷- دین میں تَعمُّق اور تشدد پر ناراضگی:

ایک صحابی نے جوش ایمان سے جب رات بھر نماز پڑھنے، دوسرے نے ہمیشہ روزہ رکھنے اور تیسرے نے کبھی شادی نہ کرنے کا عندیہ ظاہر کیا تو آپ ﷺ نے اس قسم کے رویہ کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا:

''من رغب عن سنتی فلیس منی'' (۳۷)

(جو آدمی میری سنت سے ہٹ گیا وہ مجھ سے نہیں)

احتساب اور حکومت پاکستان:

وطن عزیز میں جہاں احتساب کے نام یا احتسابی قوانین کا تعلق ہے تو یہ قیام پاکستان سے لے کر اب تک ہر حکومت میں موجود رہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں انسداد بدعنوانی ایکٹ آیا۔ سرکاری انتظامیہ کی نگرانی کے لئے مختلف اوقات میں مختلف ناموں سے کئی انسپکشن ٹیمیں، معائنہ ٹیمیں اور معائنہ کمیشن تشکیل دیا گیا۔

Marfat.com

۱۹۸۳ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ایک آرڈر کے ذریعے وفاقی محتسب کا ادارہ قائم کیا۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے ادوار میں بھی احتساب کے بلند بانگ دعوے کئے جاتے رہے۔ اب موجودہ فوجی حکومت نے سرکاری محکموں میں مالی بدعنوانی، رشوت ستانی، عوام کے ساتھ زیادتی، ناروا سلوک، افسران بالا اور بیوروکریسی کو اختیارات میں تجاوز جیسے جرائم سے روکنے اور سابقہ حکمرانوں کے احتساب کے لئے ''قومی احتساب بیورو'' کے نام سے احتساب کا ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ ان تمام اداروں خصوصاً قومی احتساب بیورو نے اپنے مقاصد کے حصول میں جزوی طور پر بعض کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں تاہم مجموعی طور پر احتساب کے سلسلے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کی جاسکی۔ وطن عزیز میں جیسا کہ سطور بالا میں گزر چکا ہے احتسابی قوانین زیادہ تر سیاسی مخالفین کو دبانے کے لئے استعمال کئے جاتے رہے۔ دوسرے جس حکومت نے بھی احتساب کا نعرہ لگایا اور پھر احتساب جیسا انتہائی ذمہ دارانہ اور جرأت مندانہ کام جن حضرات کے سپرد ہوتا رہا، خود ان کے اندر وہ ورع، تقویٰ، پاک دامنی، دیانتداری، نیک نامی اور اوصاف وشرائط نہ تھے جو شرعاً ایک محتسب میں ہونے چاہئیں اس لئے اب تک احتساب سے مطلوب مقاصد کو حاصل نہیں کیا جاسکا۔

اصلاح اور عمل کی ضرورت:

وطن عزیز میں احتساب کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوسکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں احتسابی قوانین، اسلام کے نظام احتساب کے وسیع تر شرعی مفہوم کے تناظر میں کبھی نہیں بنائے گئے۔ ہمارا ادارہ احتساب، اسلام کے نظام احتساب سے صحیح معنوں میں اور مکمل طور پر مطابقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ شرعی احتساب کا دائرہ کار جیسا کہ شروع میں گزر چکا ہے، بہت وسیع ہے۔ شرعی احتساب میں صرف سرکاری محکموں میں نہیں بلکہ ریاست میں پائے جانے والے حکومتی، معاشرتی، معاشی، تعلیمی، سماجی، تجارتی، سیاسی، اخلاقی، صنعتی، انفرادی، اجتماعی ہر قسم کے منکرات کا قلع قمع کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ایک تو احتساب کا دائرہ سرکاری محکموں کے علاوہ بازاروں، منڈیوں، صنعتوں، تعلیمی اداروں، فیکٹریوں، مساجد، شہروں، دیہاتوں اور گلیوں محلوں کی سطح تک پھیلائے۔ دوسرے حکومت خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پہلے تو اپنی دیانت وامانت اور صداقت کا عملاً لوہا منوائے۔ پھر یہ احتساب کا فریضہ ایسے پاکباز متقی دیانتدار حضرات کے سپرد کیا

Marfat.com

جائے جن کا اپنا دامن ہر قسم کی بدعنوانی، سیاسی وابستگی، علاقائی طرفداری، فرقہ وارانہ تعصب، جماعتی تعلق، ہر قسم کی بداخلاقی اور کمزوری سے پاک ہو۔ جو وطن اور قوم وملک کی خیر خواہی اور خدمت کے جذبہ سے سرشار ہوں۔ کسی قسم کی ذاتی وگروہی ومالی مفاد پرستی اور وقتی منافع ان کا مقصود نہ ہوں۔ اس راہ میں جب حکومت صدق دل اور یقین کامل سے قدم اٹھائیگی تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم احتساب کی منزل مقصود کو نہ پالیں۔

اے جذبہ دل جب میں چاہوں ہر چیز مقابل آ جائے
منزل کی طرف دو گام بڑھوں اور سامنے منزل آ جائے

Marfat.com

حوالہ جات

۱- (الف) الماوردی ابوالحسن علی بن محمد: الاحکام السلطانیۃ، طبع قاہرہ، ۱۹۷۳ء، ص ۲۴۰

(ب) ایضاً (اردو ترجمہ) مطبوعہ قانونی کتب خانہ لاہور (ت ن)، ص ۳۷۹

۲- (الف) امام غزالی: احیاء علوم الدین، طبع بیروت، ج۲م، ص۲۱۲

(ب) حوالہ بالا (اردو ترجمہ) مطبوعہ شیخ غلام حسین اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاہور، ص ۳۸۷

۳- المعروف اسم لکل فعل یعرف بالعقل او الشرع حسنه. (راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مصر ۱۹۶۱ء، ص ۳۳۱)

والمنکر کل فعل تحکم العقل الصحیح بقبحه وتتوقف فی استقباحه واستحسانه العقول فتحکم بقبحه الشریعة (ایضاً، ص ۵۰۵)

۴- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) امام غزالیؒ: احیاء علوم الدین، ص ۱۹ تا ۴۳۰

(ب) الماوردیؒ: الاحکام السلطانیۃ (اردو ترجمہ) قانونی کتب خانہ لاہور، ص ۳۸۰ تا ۴۰۴

(ج) ابن تیمیہؒ: الحسبۃ فی الاسلام، دار الکتاب العربی، بیروت، ص ۹ تا ۱۰

۵- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: احیاء العلوم، ج ۲، ص ۳۸۰ تا ۳۸۶

۶- (الف) ابن تیمیہؒ: الحسبۃ فی الاسلام، ص ۶

(ب) ملا جیون: تفسیرات احمدیہ فی بیان آیات الشریعۃ (اردو) مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ج ۱، ص ۲۴۰

۷- ابن تیمیہؒ: الحسبۃ فی الاسلام، بیرون، ص ۶

۸- صحیح مسلم: کتاب الایمان باب وجوب الامر بالمعروف

(ب) سنن نسائی، کتاب الایمان، تفاضل اہل الایمان

(ج) امام یحیٰ بن شرف نوویؒ، ریاض الصالحین (باب فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر) مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۱۰۰

Marfat.com

۹- سورۃ الاعراف: ۱۵۷

۱۰- ریاض الصالحین، ص ۱۰۱

۱۱- سورۃ الحج: ۴۱

۱۲- سورۃ یونس: ۱۶

۱۳- (الف) صحیح بخاری، کتاب التہجد، سعید کمپنی کراچی، ج ۱، ص ۵۲

(ب) امام محمد بن یوسف صالحی شامی، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، بیروت ۱۹۹۲ء، ج ۷، ص ۱۱

(ج) صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الایمان، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۱، ص ۱۱۳

۱۴- (الف) صحیح بخاری، سعید کمپنی کراچی، ج ۲، ص ۹۵۲

(ب) صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۲، صد ۲۴۹

(ب) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ادارۃ القرآن، کراچی، ج ۱۳، ص ۴۰۱

۱۵- سورۃ الاحزاب: ۲۱

۱۶- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۱۱۶ - ۱۷۵

۱۷- (الف) سنن نسائی، کتاب القسامۃ، باب القصاص من السلاطین

(ب) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۷۵

۱۸- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۳۷۵

۱۹ (الف) سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب القود من الضرو قص الامیر من نفسہ، حدیث ۴۵۳۶

(ب) سنن نسائی، کتاب الادب باب فی قبلۃ فی الطعنۃ

۲۰- سنن ابی داود، کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد، حدیث ۵۲۲۴

۲۱- سیرت رسول کریم ﷺ کامل، ابن اثیر بحوالہ شاہ مصباح الدین شکیل، سیرت احمد مجتبیٰ، مطبوعہ PSO ج ۳، ص ۷۱۶

۲۲- صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب محاسبۃ الامام وعمالہ وباب ہدایا العمال

۲۳- صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب تحریم ہدایا العمال

Marfat.com

۲۴- سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب فی ہدایا العمال

۲۵- کتاب الاموال (اردو ترجمہ) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۳۹۸

۲۶- تفصیل کے لئے دیکھئے:

(الف) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب غلظ تحریم الغلول

(ب) ریاض الصالحین، باب تحریم الظلم والامر برد المظالم

(ج) کتاب الاموال (اردو ترجمہ)، ص ۳۹۸-۳۹۹

(د) صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب ہدایا العمال

(ھ) سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی ہدایا العمال

(و) عبد الرحمٰن البناء: الفتح الربانی، طبع قاہرہ، ج ۱۴، ص ۹۰ تا ۹۵

(ز) جامع ترمذی، ابواب الجہاد، باب ما جاء فی الغلول

۲۷- سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی ارزاق العمال

۲۸- (الف) صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع وباب کراہۃ الشفاعۃ فی الحد اذا رفع الی السلطان، طبع کراچی، ج ۲، ص ۱۰۰۳

(ب) ابن اکثیر: سیرت النبیؐ (اردو ترجمہ)، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور، ج ۲، ص ۴۱۷ تا ۴۱۸

۲۹- (الف) صحیح مسلم، کتاب الایمان، ج ۱، ص ۷۰

(ب) ابن تیمیہ: الحسبۃ فی الاسلام، ص ۱۱

(ج) مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، کراچی، ص ۲۴۸

۳۰- سنن ابی داود، کتاب البیوع، کراچی، ج ۲، ص ۱۱۷

۳۱- (الف) صحیح مسلم، کراچی، ج ۲، ص ۲۰۰

(ب) صحیح بخاری، کراچی، ج ۲، ص ۹۰۲-۸۸۰

(ج) سنن ابی داود، کراچی، ج ۲، ص ۵۵۷

۳۲- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ (اردو ترجمہ) قومی کتب خانہ لاہور، ج ۲، ص ۶۳۷

Marfat.com

۳۳- (الف) سنن ابی داود، کتاب اللباس، کراچی، ج ۲، ص ۵۷۲

(ب) صحیح بخاری، کراچی، ج ۱، ص ۲۸۳

۳۴- سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الغیبة، کراچی، ج ۲، ص ۶۶۸

۳۵- حافظ منذری، الترغیب من الحدیث الشریف، کتاب الادب، بیروت، ۱۳۸۸ھ، ج ۳، ص ۵۰۶

۳۶- (الف) صحیح بخاری، کتاب الاذان، کراچی، ج ۱، ص ۹۸

(ب) صحیح مسلم، مع شرح نووی، کتاب الصلوٰة، کراچی، ج ۱، ص ۱۸۸

(ج) سنن ابی داود، کتاب الصلوٰة، کراچی، ج ۱، ۱۱۵

(د) جامع ترمذی، ابواب الصلوٰة، کراچی، ص ۶۱

(ھ) سیرة ابن ہشام، طبع مصر، ۱۳۵۲ھ، ج ۴، ص ۱۹۸

۳۷- (الف) صحیح بخاری، کتاب النکاح، کراچی، ج ۲، ص ۷۵۷

(ب) صحیح بخاری، کتاب الایمان، کراچی، ج ۱، ص ۷

(ج) مشکوٰة المصابیح، باب القصد فی العمل، کراچی، ص ۱۱۰

(د) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۷۱

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر نور الدین جامی۔ ملتان

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں بے لاگ احتساب کا ایک مؤثر نظام ہی قانون کا احترام پیدا کرتا اور بدعنوانیوں کا راستہ روکتا ہے قانون پر سختی سے عملدرآمد اور قانون کے مکمل احترام کے بغیر کوئی بھی معاشرہ اپنے افراد کے جان و مال کا نہ تحفظ کرسکتا ہے اور نہ ہی بدعنوانیوں اور برائیوں کا راستہ روک سکتا ہے جب بھی بے لاگ احتساب کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے معاشرہ بدنظمی اور انتشار کا شکار ہوجاتا ہے۔ ایسے معاشرہ میں بدعنوانیوں کا دور دورہ ہوجاتا ہے اور شہریوں کی جان و مال اور عزت محفوظ نہیں رہتی ۔ اس صورت میں ایک مہذب معاشرہ کا تصور بھی ختم ہوجاتا ہے اور جنگل کے قانون کی حکمرانی کا تصور پوری شدت سے ابھرآتا ہے۔ اس صورت میں بدعنوانیوں، برائیوں، انتشار اور افراتفری کا راستہ روکنا ممکن نہیں بالآخر ایسا معاشرہ مکمل طور پر تباہ ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب اور نظام نے معاشرہ میں ایک مؤثر اور بے لاگ نظام احتساب پر زور دیا ہے اس کے بغیر کسی ریاست کا وجود قائم ہی نہیں رہ سکتا اور اقوام و ملل کی تباہی کے بنیادی اسباب میں احتساب کا فقدان سرفہرست ہے۔

یہی وجہ ہے اسلام نے احتساب پر بہت ہی زیادہ توجہ دی ہے۔ مسلم علماء متقدمین اور متاخرین نے اپنی تالیف میں احتساب کا خصوصی ذکر کیا۔ ایسی تصانیف میں قاضی ابویوسف (م۱۸۲ھ/۷۹۵ء) کی کتاب الخراج، ابوعبید قاسم بن سلام (م۲۲۴ھ/۸۳۵ء) کی کتاب الاموال، احمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلسی (م۲۴۸ھ/۸۶۲ء) کی العقد الفرید، محمد بن اسماعیل بخاری (م۲۵۶ھ/۸۶۹ء) کی الجامع الصحیح کا باب محاسبۃ الامام عمالہ، ابو الحسن علی بن محمد الماوردی (م۴۵۰ھ/۱۰۵۶ء) کی الاحکام السلطانیۃ، ابومحمد علی بن احمد بن حزم (۴۵۶ھ/۱۰۶۳ء) کی الفصل فی الملل والاہواء والنحل، قاضی ابویعلی محمد حسین الفراء الحنبلی (م۴۵۸ھ/۱۰۶۵ء)

Marfat.com

کی الاحکام السلطانیۃ، نظام الملک طوسی (۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء) کی سیاست نامہ، امام غزالی (م۵۰۵ھ/۱۱۱۲ء) کی احیاء علوم الدین، عبد الرحمٰن بن نصر بن عبد اللہ بن محمد الشیر ازی (م۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء) کی کفایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ، ابو الفرج جمال الدین ابن جوزی (م۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء) کی منہاج القاصدین، شہاب الدین ابوعبد اللہ یاقوت حموی (م۶۲۵ھ/۱۲۲۸ء) کی کتاب ارشاد الاریب فی معرفۃ الادیب المشہور بہ معجم الادباء، قاضی ضیاء الدین السنامی کی نصاب الاحتساب (مخطوطہ)، تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ کا رسالہ الحسبۃ فی الاسلام اور السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، محمد بن احمد القرشی ابن الاخوۃ کی معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب النویری (م۷۳۳ھ/۱۳۳۲ء) کی نہایۃ الارب فی فنون الادب، محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ (م۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) کی الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، تاج الدین عبد الوہاب السبکی کی معید النعم، شاہ ہمدان سید علی ہمدانی کی ذخیرۃ الملوک (مخطوطہ) دانشگاہ پنجاب لاہور، عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون کا مقدمہ ابن خلدون، احمد بن علی القلقشندی کی صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء، محمد بن احمد بن بسام المحتسب کی نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ، تقی الدین ابو العباس احمد بن علی المقریزی کی المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار اور شذور العقود فی ذکر العقود، شہاب الدین احمد المقری کی نفح الطیب فی غصن الاندلس الرطیب، حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبد اللہ کی کشف الظنون، مولانا ابو الکلام آزاد کی امر بالمعروف اور رسالہ ''البلاغ''، محمد المبارک کا الدولۃ ونظام الحسبۃ عند ابن تیمیہ، الدکتور نقولا زیادۃ کی الحسبۃ والمحتسب فی الاسلام، الدکتور وہبۃ الزحیلی کی الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد ششم، ڈاکٹر محمود احمد غازی کی ادب القاضی، پنجاب یونیورسٹی کا اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ڈاکٹر ساجد الرحمٰن کاندھلوی کی اسلام میں پولیس واحتساب کا تصور، مولانا متین ہاشمی کی اسلام کا فلسفہ حدود اور احتساب، ڈاکٹر لیاقت علی نیازی کی The Institution of Muhtasib، محفوظ احمد کا غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم فل (AIOU) اسلام کا دیوان مظالم اور ادارہ احتساب کا تقابلی مطالعہ شامل ہیں۔ اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس قیمتی اثاثے سے لگایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بے لاگ احتساب کے مفہوم کی وضاحت کی جائے۔

بے لاگ احتساب کے تصور کو سیرت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں واضح کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ احتساب کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کو بھی واضح کیا جائے۔

Marfat.com

لغوی مفہوم:

عربی لغت میں احتساب کا مادہ ح-س-ب بیان کیا گیا ہے اور یہ مندرجہ ذیل معانی میں مستعمل ہے:

○ حساب کرنا(۱): سورۃ الرحمٰن میں ہے:

﴿الشمس والقمر بحسبان﴾(۲)۔

(یعنی سورج اور چاند کے لئے ایک حساب ہے)۔

○ جزا و بدلہ ومحاسبہ کرنا(۳): جیسے قرآن مجید میں ہے:

﴿ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب﴾(۴)

(پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو اس دن معاف کردیجئو جب کہ حساب قائم ہوگا)۔

جیسے حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہے:

''حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا''(۵)

(آپ کا محاسبہ ہونے سے پہلے اپنا محاسبہ کرو)۔

○ اجر وثواب کے لئے کوئی کام کرنا: حدیث نبوی میں ہے:

''من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه''(۶)

(جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوگئے)۔

پس لغوی اعتبار سے محتسب کے معنی ہوئے وہ شخص جو کوئی نیک کام خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے جذبہ سے کرے اور اس میں کسی دنیوی غرض کا شائبہ تک نہ ہو۔

اصطلاحی مفہوم:

شرعی اصطلاح میں احتساب اس امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو کہتے ہیں جب لوگ

Marfat.com

معروف کو ترک کردیں اور منکرات کا ارتکاب شروع کردیں۔ الماوردی اور ابو یعلیٰ نے احتساب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''هو امر بالمعروف اذا ظهر تركه ونهى عن المنكر اذا ظهر فعله''(۷)

(یعنی نیکی کا حکم جب اس کا ترک ظاہر ہو اور برائی سے روکنا جب اس کا ارتکاب ظاہر ہو)

امام غزالی نے احتساب کی تعریف یہ کی ہے:

''عبارة عن المنع عن منكر لحق الله صيانة للممنوع عن مقارنة المنكر''(۸)۔

(احتساب سے مراد یہ ہے کہ حقوق اللہ سے متعلق کسی منکر (اور ناپسندیدہ کام کے ارتکاب) سے روکا جائے، تاکہ جس کو روکا جا رہا ہے وہ اس برائی کے ارتکاب سے باز رہے)۔

عبد الرحمٰن الشیرازی ''نهاية الرتبة فى طلب الحسبة'' میں احتساب کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''امرا بالمعروف ونهيا عن المنكر واصلاحا بين الناس''(۹)۔

(نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور لوگوں کے درمیان صلح وصفائی کروانا)۔

جبکہ ابن الاخوۃ نے بھی ''معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ'' میں ایسی ہی تعریف نقل کی ہے۔

اسلامی اندلس اور شمالی افریقہ کے نامور فرزند اور مسلمانوں کے مایہ ناز مفکر مورخ عبد الرحمٰن بن خلدون کی وضع کردہ تعریف سب سے جامع اور مختصر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''هى وظيفة دينية من باب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر''(۱۱)

(یہ ایک دینی منصب ہے جس کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے)۔

حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں احتساب کی بڑی مفصل تعریف کی ہے:

''هو علم باعث عن الامور الجارية بين اهل البلد من معاملاتهم اللاتي لا يتم التمدن بدونها من حيث اجرائها على قانون العدل بحيث يتم التراضي بين المعاملين وعن سياسة العباد بنهي المنكر وامر المعروف بحيث لا يؤدى الى مشاجرات وتفاخر بين العباد بحسب ما رآه الخليفة من الامر والمنع ومبادية بعضها امور استحسانية ناشئة عن رأى الخليفة''(۱۲)۔

(یہ وہ علم ہے جو اہل شہر کے درمیان ہونے والے ان معاملات سے بحث کرتا ہے جن کے بغیر تمدن مکمل نہیں ہوسکتا ان معاملات کے اجراء سے اس علم میں بحث ہوتی ہے جو عدالتوں میں نافذ ہوسکتے ہیں، جن کے بارے میں فریقین میں باہمی رضامندی پائی جاتی ہو یا جن کے بارے میں عوام کی اصلاح اور (حسب ضرورت) زجر وتوبیخ بھی ہوتی ہے اس کام کے لئے لوگوں کو برائی سے روکا جاتا ہے اور اچھائیوں کا حکم دیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے معاملات میں نہ تو کوئی جھگڑا پیدا ہوسکے اور نہ لوگ ایک دوسرے سے بلا وجہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ اس میں حکومت کو یہ صوابدید حاصل رہتی ہے کہ لوگوں کو کس طرح روکا اور باز رکھا جائے۔ اس کے بعض اصول وقواعد فقہی ہیں اور بعض استحسان پر مبنی ہیں۔ جن کے بارے میں حکومت کو ہی فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے)۔

حاجی خلیفہ کی یہ تعریف اگرچہ ''علم الاحتساب'' سے متعلق ہے، مگر اس میں احتساب کی روح کارفرما ہے۔

دورِ حاضر کے شامی مصنف استاذ محمد المبارک (۱۳) احتسابی ادارے کی تعریف کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''هی رقابة ادارية تقوم بها الدولة عن طريق موظفين خاصين على نشاط الافراد فی مجال الاخلاق والدين والاقتصاد ای فی المجال

Marfat.com

الاجتماعی بوجه عام تحقیقا للعدل والفضیلة وفقا للمبادی المقررة فی الشرع الاسلامی وللاعراف المالوفة فی کل بیئة وزمن''(۱۴)
(یہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے جس کو حکومت قائم کرتی ہے اور خاص کارندے اس کو چلاتے ہیں اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق، مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے۔ یعنی ان کی عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہو تاکہ انصاف اور اعلیٰ اقدار کو عملاً بروئے کار لایا جاسکے اور اس معاملہ میں اسلامی شریعت اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے رائج ہیں ان کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جاسکے)۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے ''احتساب'' کی یوں تعریف کی ہے:

''احتساب کے معنی یہ ہیں کہ انسان نیکی کا محافظ اور بدی کی ہر شکل اور ہر نمو کو فنا کرنے کا اپنے اندر ایک انتھک عشق رکھے۔ وہ سب سے پہلے خود اپنے نفس کا محتسب بنے، پھر اپنے خاندان کا، اپنے ہمسایوں کا، اپنے محلہ کا، اپنی قوم کا اور پھر تمام کرہ ارضی کا ﴿لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا﴾ وہ ہمیشہ دنیا کے ہر اعتقاد وعمل کا احتساب کرے۔ یعنی ہمیشہ نگران رہے کہ نیکی اور راستی کی راہ سے انحراف تو نہیں ہو رہا؟ اگر اس کو سچائی اور عدالت سے انحراف نظر آئے تو وہ اپنے ہاتھ سے، اپنی زبان سے، اپنی تمام قوتوں سے اس انحراف کو دور کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ وہ خدا کی زمین پر خدا کی سچائی کا محافظ وذمہ دار ہے اور اس کے وجود کو صرف اس لئے قائم کیا گیا ہے تاکہ میزان عدل کی نگرانی کرے اور بدی کے درخت کو بڑھنے اور پھیلنے سے روکے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی کا نام ہے اور یہی وہ قوت معلمہ ومربیہ ہے جو امت مسلمہ کے ہر فرد کو سپرد کی گئی ہے اور ان کی

Marfat.com

نسبت فرمایا کہ:

﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر﴾(۱۵)۔

احتساب ایک سنہری زنجیر ہے، جس میں تمدن، اخلاق، مذہب اور معاشرت کے تمام جزئیات جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر اس کی بندشیں ڈھیلی پڑ جائیں تو دفعتاً نظام عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہوجائے۔ اسی غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا۔ خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم ورواج اختیار کیے جن کی خلاف ورزی موجب ملامت بلکہ بعض اوقات قومی جرم خیال کی جاتی ہے۔ سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا، جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیت بشری کو مجبور کرتا ہے(۱۶)۔

امام شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ نے اپنی مشہور کتاب ''الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة'' میں ''احتساب'' پر مفصل معلومات دی ہیں:

''وہ قوانین اور فیصلے جو کسی دعوے پر موقوف نہیں ہوتے، اسلامی قانون کی اصطلاح میں ان کو ''الحسبۃ'' کہا جاتا ہے اور اس شعبہ احتساب کے سربراہ کو ''والی الحسبۃ'' (محتسب اعلیٰ) کہا جاتا ہے۔ انتظامیہ کے شعبوں کی طرح احتساب کا شعبہ بھی ایک علیحدہ شعبہ کے طور پر قائم کیا گیا ہے''(۱۷)۔

ابن قیمؒ مزید لکھتے ہیں:

''محکمہ احتساب کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دھوکہ بازوں اور کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ کرنے والوں کا قلع قمع کرے، کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو امت کی بہبود وترقی اور اس کے مصالح کے سب سے بڑے دشمن ہیں''(۱۸)۔

اسلامی ریاست میں بے لاگ احتساب کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امراء اور عمال کے احتساب سے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کی روح زندہ اور قائم رہتی ہے۔ اس حقیقت

سے انکار نہیں کہ اسلامی ریاست میں عمل غش (ملاوٹ)، عمل تجنیس (نقص وگھٹیا) اور عمل تدلیس (فریب، دھوکا) جیسے معاملات میں احتساب کی ضرورت اسی وقت محسوس کرلی گئی تھی جب ریاست مدینہ کی تشکیل ہوئی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بحیثیت محتسب اعلیٰ بہ نفس نفیس احتسابی اقدامات فرماتے تھے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ ﷺ وقتاً فوقتاً بازار تشریف لے جاتے اگر کوئی غلط کام دیکھتے تو فوراً تادیب فرماتے۔ چنانچہ آپ کے احتساب کردار کا واقعہ مشہور ہے جس کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ اس غرض سے بازار معائنہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ گندم کا ڈھیر نظر آیا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک اس میں ڈالا تو نیچے سے گیلا گندم نکلا اور انگلیوں کو تری محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گندم والے یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بارش سے بھیگ گیا تھا۔ فرمایا: اس گیلے گندم کو اوپر کیوں نہیں رکھا؟ جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ پھر کون خریدتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے یاد رکھو جو شخص اس طرح کی ہیرا پھیری یا دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں (۱۹)۔ ایک اور حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں (۲۰)۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو ایک پیشہ ور تولاوے کو ایک چیز تولتے ہوئے دیکھا اور فرمایا ''زن وارجح'' (۲۱) (اچھی طرح تولو اور جھکتا ہوا تولو)۔

ابو حمید ساعدی کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کسی علاقہ کا والی بنایا جب وہ آیا تو کہنے لگا ''یہ (مال) تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ کے طور پر دیا گیا ہے''۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''ہمارے مقرر کردہ والی نے یہ کون سا ڈھنگ اختیار کیا کہ وہ کہتا ہے ''یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیۃً دیا گیا ہے'' اگر یہی بات ہے تو ذرا وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر دیکھے کہ وہاں اسے ہدیے پیش کئے جاتے ہیں یا نہیں؟ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے تم میں سے جو بھی لوگوں سے کوئی چیز لائے گا تو روز قیامت وہ اسے اپنی گردن لادے ہوئے آئے گا۔ اونٹ ہوگا تو وہ بلبلا رہا ہوگا، گائے ہوگی تو وہ ڈکار رہی ہوگی، بکری ہوگی تو وہ ممیا رہی ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے تا آنکہ ہمیں آپ کے بغلوں کی سپیدی نظر آنے لگی اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! یا میں نے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کردیا۔ اے اللہ! کیا میں نے لوگوں کو (تعلیم دین) پہنچادی؟'' (۲۲)۔

عدی بن عمیر کندی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں جس کو ہم کسی خدمت پر مامور کریں پھر وہ ہم سے چھپا کر ایک سوئی یا اس سے اوپر کوئی چیز لے لے تو یہ خیانت ہوگی جسے قیامت کے دن وہ اپنے اوپر لائے گا''۔ یہ سن کر انصار میں سے ایک سیاہ رنگ کا آدمی کھڑا ہوا، جس کی تصویر میری آنکھوں میں ہے اور کہنے لگا ''یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے اپنا کام (واپس) قبول فرمائیں''۔ آپ نے فرمایا ''کیا بات ہے؟''۔ اس نے کہا ''میں نے آپ کو ایسے ایسے فرماتے سنا ہے''۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں اب بھی اسے دوہراتا ہوں۔ یاد رکھو جسے ہم کسی خدمت پر مامور کریں تو وہ اس کا قلیل وکثیر (جو بھی ملے پورا پورا) لے آئے۔ بعد ازاں اس میں سے جو کچھ اسے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روکا جائے اس سے باز رہے''(۲۳)۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی ریاست کلکٹر (Collector) ودیگر سرکاری اہلکاروں کے معاشی معاملات پر گہری نظر رکھی جاتی تھی۔ تنخواہ کے علاوہ سرکاری اہلکاروں کی دولت پر گرفت، احتسابی ادارے کے دائرہ کار میں آتی اور بحق سرکار ضبط کرلی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں زکوٰۃ، صدقات، خراج، ٹیکس کی وصولی پر مامور سرکاری اہل کاروں پر خصوصی طور پر احتسابی نگاہ ہوتی کہ کہیں اختیارات کا ناجائز استعمال تو نہیں ہوا؟ اور کیا بذات خود عامل نے خیانت کا ارتکاب تو نہیں کیا؟ یا سرکاری اہلکار کے قبل از ملازمت اثاثہ جات میں غیر معمولی اضافہ تو نہیں ہوا؟ ایسے تمام معاشی پہلو احتسابی ادارے کے دائرہ کار میں آتے تھے۔

علماء متقدمین میں سے قاضی ابو یوسف نے ''کتاب الخراج'' میں انفرادی اور اجتماعی معاشی معاملات جیسے عمال خراج، تحصیل مال میں ظلم سے اجتناب جیسے پہلوؤں پر مدلل بحث کی ہے۔ قاضی ابو یوسف سرکاری اہلکاروں کی بدعنوانی کی بیخ کنی اور محتسب کی سعادت مندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اسماعیل بن ابو خالد نے سعید بن ابو بردہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: عمر بن الخطابؓ نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ:

> ''...... اما بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ سعادت مند نگران وہ ہے جس کے سبب اس کی رعایا کو سعادت نصیب ہو، اور سب سے بدبخت نگران وہ ہے جس کے ہاتھوں اس کی رعایا تباہ ہوجائے۔ دیکھو! تم خود راہ راست

Marfat.com

سے نہ ہٹنا، کیونکہ اس کے نتیجے میں تمہارے اعمال بھی بگڑ جائیں گے۔ ایسا کرو گے تو اللہ کے حضور تمہارا حال اس جانور کا سا ہوگا جس نے زمین پر کچھ سبزہ دیکھا تو اس کو چرنے لگا تا کہ موٹا ہو جائے۔ حالانکہ اسی موٹاپے میں اس کی موت مضمر ہے'' (۲۴)۔

سرکاری عمال کی اصلاح کی بابت قاضی ابو یوسف حضرت علیؓ کا ایک اثر ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''میں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت علیؓ نے ان سے کہا: اگر اپنے رفیق تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنی قمیض میں پیوند لگایا کرو، تہہ بند اونچا رکھو، اپنی جوتی خود گانٹھ لیا کرو، موزے میں جڑ لگا لیا کرو، امیدیں کم کرو اور پیٹ بھر کر نہ کھایا کرو'' (۲۵)۔

ابو عبید القاسم بن سلامؒ اپنی مشہور تصنیف ''کتاب الاموال'' میں احتسابی ادارے کے دائرہ کار میں آنے والے جن معاشی معاملات کا احاطہ کرتے ہیں ان میں حکام کی آمدنی بھی شامل ہے۔ حکام کی آمدنی پر محاسبہ کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کے پاس جن میں حضرت سعد اور حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے، اپنا آدمی بھیجا اور ان سے ان کی دولت کا نصف حصہ لے لیا'' (۲۶)۔

الطرطوشی نے بھی ''سراج الملوک'' میں ایسے ہی واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن سیرین کے حوالے ابو عبید القاسم بن سلام مزید لکھتے ہیں:

''جب حضرت ابو ہریرہؓ بحرین سے واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: اے اللہ کے دشمن! اے کتاب اللہ کے دشمن! تو اللہ کا مال چراتا ہے؟ انہوں جواب دیا: میں نہ اللہ کا دشمن ہوں نہ اس کی کتاب کا دشمن، بلکہ جو ان دونوں سے دشمنی کرے میں اس کا دشمن ہوں۔ میں نے قطعاً اللہ کا مال نہیں چرایا۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے کہا: تو پھر دس ہزار درہم تمہارے پاس کہاں سے جمع ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا: میرے گھوڑوں کی نسل بڑھتی رہی۔ میرے وظیفے مجھے ملتے رہے اور میرے حصے مجھے پہنچتے رہے۔ تاہم حضرت عمرؓ نے وہ رقم ان سے لے لی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو امیر المؤمنین کے لئے دعائے مغفرت کی''(۲۷)۔

ایک دوسری سند میں ابن سیرین حضرت عمرؓ وابو ہریرہؓ کی یہ روایت بیان کر رہے ہیں لیکن اس میں مذکورہ بالا روایت کے بعد یہ اضافہ ہوا ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ بعد ازاں مجھ سے حضرت عمرؓ نے کہا: ملازمت کروگے؟ میں نے کہا ''نہیں''۔ انہوں نے کہا: تم سے بھی برتر و بہتر شخص یعنی یوسف علیہ السلام نے ملازمت کی ہے۔ میں نے کہا: بلا شک یوسف تو نبی ابن نبی ابن نبی تھے اور میں امیہ کا بیٹا ہوں اور مجھے اور تین اور دو چیزوں کا ڈر ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اکٹھی پانچ چیزیں کیوں نہ کہیں؟ انہوں نے کہا: ۱- میں ڈرتا ہوں کہ علم کے بغیر کچھ کہوں، ۲- اور حکم کے بغیر دے دوں۔ (...) میں ڈرتا ہوں کہ ۱- میری پشت پر مار پڑے، ۲- میری آبرو پر حرف آئے، ۳- اور میرا مال چھین لیا جائے''(۲۸)۔

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ حکومت کا عہدہ دار تنخواہ کے سوا کسی تحفہ و بخشش کا حقدار نہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ بھی بحیثیت محتسب بازاوں میں گشت لگاتے۔ ہاتھ میں درہ ہوتا اور کسی کا ملاوٹ کرنا یا کھوٹ کرنا ظاہر ہو جاتا تو حفظ احتسابی کردار کی ادائیگی کے لئے وہ حرکت میں آجاتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بار کوئی شخص دودھ میں پانی ملا کر فروخت کر رہا تھا۔ آپؓ نے بحیثیت محتسب اعلیٰ فوراً احتسابی کارروائی کی۔ اس کا سارا ملاوٹ شدہ دودھ ضبط کر کے زمین پر بہا کر تلف کر دیا(۳۰)۔ اسی طرح ایک شخص نے سرکاری مہر کا جعلی ٹھپّہ تیار کر کے، اس کی مدد سے ایک فرضی حکم نامہ لکھ کر بیت المال سے کچھ رقم خورد برد کر لی۔ آپؓ نے مسلسل تین دن تک اسے روزانہ بطور احتسابی کارروائی سو سو کوڑے لگوائے(۳۱)۔

Marfat.com

ابن تیمیہ مال کی ضبطی اور تلفی ایسے احتسابی کردار کی بابت بالصراحت لکھتے ہیں کہ ملاوٹ شدہ اور ناقص مال کی تلفی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایسے مال واشیاء کو فقراء پر صدقہ کر دیا جائے۔

''الحسبۃ فی الاسلام'' کے مطابق برائی کے محرک وسبب کو تلف کر دینے سے اس برائی کے اعادہ کا سبب ہو جاتا ہے۔ لیکن کسی عامل پر، تلف کر دینا علی الاطلاق واجب نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی چیز باعث ضرر نہ ہو اس کو باقی رکھنا بھی جائز ہے اس کو یا تو اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑ دیا جائے یا صدقہ کر دیا جائے (...)۔ پکے اور بھنے ہوئے کھانے جن میں ملاوٹ کی گئی ہو، مثلاً روٹی اور کھانا جو اچھی طرح پکا نہ ہو، ناخالص خوراک یعنی وہ کھانے جو رردی چیزوں کے ساتھ ملا دیئے گئے ہوں اور جنہیں خریدار کے سامنے عمدہ ظاہر کیا گیا ہو، فقراء پر صدقہ کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہی ان چیزوں کا اتلاف ہے (...)۔ کیونکہ اس میں ایک تو ملاوٹ کرنے والے کے لئے سزا پائی جاتی ہے اور دوسری طرح اعادہ جرم کے خلاف زجر وتوبیخ ہے۔ مزید برآں اس سے فقراء ومساکین کا استفادہ اس کو تلف کر دینے سے زیادہ انفع ہے (۳۲)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کا ملاوٹ شدہ مال کی تلفی ایسی احتسابی کارروائی کی توجیہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ان کے دور مسعود میں فیاضانہ عطاء وبخشش کی وجہ سے لوگ صدقہ وخیرات سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان کے عہد میں مدینہ منورہ میں فقراء ومساکین یا تو بہت ہی قلیل تعداد میں تھے، یا بالکل معدوم ہو چکے تھے'' (۳۳)۔

محتسب کے کردار کی تحدید کرتے ہوئے تصریح یوں کرتے ہیں:

> ''رہا وہ شخص جس کے پاس ملاوٹ شدہ کوئی چیز پائی گئی، لیکن اس نے خود کوئی آمیزش نہ کی ہو یا اس نے اسے خریدا ہو یا وہ اسے ہبہ کی گئی ہو یا ورثہ میں ملی ہو، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محتسب ایسی اشیاء میں سے کچھ بھی ضائع نہ کرے'' (۳۴)۔

ملاوٹ پر احتساب اور محتسب کے کردار کا تعین کرتے ہوئے صاحب ''الحسبۃ فی الاسلام'' یوں رقمطراز ہیں:

> ''اگر کوئی صاحب امر (حاکم وقاضی) دھوکہ باز اور ملاوٹ کرنے والوں کو یہ سزا

نہ دینا چاہے کہ دجل وفریب سے حاصل کردہ مال صدقہ کردیا جائے یا اسے تلف کردیا جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس دھوکہ اور فریب کے ضرر سے لوگوں کو بچائے۔ یا تو وہ ملاوٹ کا ازالہ کرے یا ملاوٹ والی چیز کوکسی ایسے آدمی کے ہاتھ بیچے جسے معلوم ہو کہ یہ ملاوٹ شدہ اور وہ اسے آگے فروخت بھی نہیں کرے گا(...)۔ ملاوٹ والا شہد، مکھن اور دیگر ملاوٹ شدہ تجارتی سامان کے ساتھ بھی یہ معاملہ کیا جائے گا''(۳۵)۔

ابن تیمیہ نے ایسے مجرموں کے لئے کوڑے، قید وبند اور بازار سے اخراج ایسے احتسابی اقدامات وتعزیرات کا ذکر بھی کیا ہے(۳۶)۔

ابن قیم کی مشہور تالیف ''الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة'' میں بھی ایسے ہی احتسابی کردار کا اعادہ کیا گیا ہے(۳۷)۔

اسی طرح عمل غش (ملاوٹ)، تجنیس (نقص) اور تدلیس (دھوکا) پر محتسب کی احتسابی کارروائی کا ذکر کرتے ہوئے قلقشندی اور المقریزی نے بالصراحت لکھا ہے کہ محتسب کھوٹ کرنے والوں کو آئندہ کاروبار سے روک دیا کرتا تھا۔ نیز اس کے حدود اختیار میں تھا کہ بذریعہ ڈھنڈورچی اعلان کرادے کہ فلاں فلاں شخص نے یہ جرم کیے ہیں اور ان کو یہ سزائیں دی گئی ہیں۔ اس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ دوسروں کو سبق اور عبرت حاصل ہو(۳۸)۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بددیانت پیشہ وروں کو بھی ایسا پیشہ جاری رکھنے سے منع کردیا جاتا تھا۔ اس باب میں احتسابی کردار کا ذکر کرتے ہوئے النویری نے یوں تصریح کی ہے:

''سنار، دھوبی، رنگ ریز اور درزی وغیرہ خاص طور سے اس کی نظر میں رہتے تھے۔ اس لئے کہ اکثر بددیانت قسم کے لوگ مال لے کر فرار اختیار کرلیا کرتے تھے۔ کسی سے بددیانتی کا اظہار ہوتا تو محتسب اسے اپنا پیشہ جاری رکھنے سے روک دیا کرتا تھا''(۳۹)۔

بید، درے وغیرہ لگانا، سختیاں کرنا اور قید کرنا وغیرہ قسم کے اختیارات محتسب کو حاصل تھے۔ کبھی کبھی کھوٹ اور بددیانتی کرنے والوں کو وہ اونٹ اور گدھے پر سوار کراتا۔ اس طرح کہ اس کی پیٹھ سواری کے

Marfat.com

منہ کی طرف ہو۔ ایسی حالت میں اسے بازاروں میں گشت کراتا، نیز اس کو ایسا لباس پہنایا جاتا جس میں گھنٹیاں اور طرح طرح کی کوڑیاں، چیتھڑے، لومڑی کی دمیں اور سیپیاں لٹکتی ہوتیں اور ملزم کی ایک خاص ہیبت بن جاتی۔ اس کے سر پر نوکدار ٹوپی رکھ دی جاتی۔ لڑکے اس کے پیچھے پیچھے شور مچاتے اور سخت سے سخت فقرے، پھبتیاں اور کریہہ الفاظ استعمال کرتے (۴۰)۔

عصر حاضر میں آج ان معاشی معاملات کے لئے کئی مختلف ادارے معرض وجود میں آ چکے ہیں اسی نقطۂ نظر کی تائید ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اس ضمن میں اپنی مشہور تصنیف "The Institution of Muhtasib" میں رقم کیا ہے۔ ان کے بقول:

"Most of the function traditionally carried out by a Muhtasib have been assigned to different departments of the thosedays"(۴۱).

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بھی ''ادب القاضی'' میں ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

''ہمارے کلاسیکی ادوار میں جو معاملات ادارہ احتساب کے زیر نگرانی تھے ان میں سے اب بہت سے دوسرے اداروں کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ احتساب کے نام سے کوئی باقاعدہ ادارہ ہماری معلومات کی حد تک کسی ملک میں موجود نہیں۔ سعودی عرب میں ''ھیئة الامر بالمعروف والنھی عن المنکر'' کے نام سے ایک مؤثر ادارہ سعودی دور حکومت کے آغاز میں قائم کیا گیا تھا۔ لیکن اس کا دائرہ کار بہت محدود تھا اور صرف دینی فرائض کی پابندی کرانے کا ذمہ دار تھا۔ لیکن اب گذشتہ پندرہ بیس سالوں سے اس کے اثرات اور سرگرمیوں میں بھی نمایاں کمی محسوس ہوتی ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کی حالیہ اسلامی حکومت نے بھی احتساب کے ادارہ کو منظم کیا ہے۔ لیکن اس کے بارے میں کوئی تحریری مواد موجود نہیں۔ اس لئے اس کے بارے میں کوئی رائے دینا

Marfat.com

مشکل ہے"(۴۲)۔

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا، تو اس مملکت خداداد میں شروع دن سے ہی ادارہ احتساب کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس کا بین ثبوت پاکستان کے بعض سابقہ دساتیر کی وہ دفعات ہیں، جن میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والے ایک مضبوط ادارہ کی تاسیس پر زور دیا گیا ہے اور کئی مرتبہ اس کے لئے باقاعدہ سفارشات بھی مرتب کرلی گئیں۔ لیکن بوجوہ ان پر عملدرآمد نہ ہوسکا۔

مملکت عطائے رب تعالیٰ پاکستان میں محتسب کے ادارے کا باقاعدہ قیام ۸/اگست ۱۹۸۳ء کو عمل میں لایا گیا اور پہلے وفاقی محتسب (امبڈس مین) نے اپنے اعزاز میں منعقد ہونے والی تقریب میں فرمایا:

> "ہمارے عقیدے کے مطابق انسان کو آخرت میں تو اپنے جملہ اعمال کے لئے خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہی ہے، مگر دنیا میں بھی اس ذات پاک کا ایک نظام احتساب چل رہا ہے، جس کے تحت انسانوں کو یہیں جزا وسزا ملتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں احتساب سے بچ نکلے، مگر آخرت کے احتساب سے مفر نہیں۔ اس حقیقت کو معاشرہ اگر اپنے سامنے رکھے تو انسان کے ہاتھوں انسان کی تذلیل اور ہر قسم کی ناانصافی سے نجات مل سکتی ہے"(۴۳)

یہ ایک حقیقت ہے کہ احتساب کا مقصد صرف مملکت ہی کے لئے بہتر نظم ونسق قائم کرنا نہیں، بلکہ اخلاق عامہ کی ترویج واشاعت بھی ہے۔ یہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ سب بلاتفریق وامتیاز اپنے اعمال اور لغزشوں، یہاں تک کہ اپنی نیتوں اور ارادے کے لئے بھی خدا کے حضور جوابدہ ہیں۔ اس لئے ایک اسلامی مملکت میں دوسری باتوں کے ساتھ ساتھ انتظامیہ یعنی عمال حکومت کے موثر احتساب کی ضرورت کو تاریخ اسلام میں ہمیشہ محسوس کیا گیا اور اس کے لئے باقاعدہ ایک نظام کے قیام سے پہلو تہی نہ کی گئی۔ عہد رسالتؐ اور خلفاء راشدینؓ کا دور ہو کہ امویوں اور عباسیوں کا زمانہ، فاطمین مصر کی حکمرانی ہو یا اندلس میں بنی امیہ کا اقتدار، عرب سے لے کر عجم تک مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کے ہر میں ادارہ احتساب اور محتسب نے

Marfat.com

کسی نہ کسی شکل میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

موجود دور میں اقتصادی قوت کی بڑی اہمیت ہے اور جو قومیں اس میدان میں آگے بڑھتی ہیں، سیاسی اعتبار سے بھی انہیں بالا دست قوت کی حیثیت ہوتی ہے۔ جس ملک کی معیشت غیر مستحکم ہو، عوام زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہوں، گرانی کی وجہ سے اشیاء صرف عوام کی دسترس سے باہر ہوں، دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو، ملکی معیشت قرضوں کے سہارے قائم ہو، وہاں ترقی اور خوشحالی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ ایسا ملک مضبوط قوموں کے استحصال کا شکار ہوتا ہے اور معاشی بے چینی اور طبقاتی منافرت کی آگ پورے معاشرہ کو بھسم کر دیتی ہے۔

آج وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان احتسابی ادارے کے غیر مؤثر کردار کی بدولت اقتصادی اعتبار سے تباہی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اقتصادی اعتبار سے تباہی کی سب سے بڑی وجہ بدعنوانی ہے۔ بدعنوانی کے خاتمے اور معیشت کے استحکام کے لئے سیرت رسول ﷺ سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔

جس معاشرہ میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو، دولت مند طبقہ وسائل پر قابض ہو اور غریب عوام مفلوک الحال ہوں وہ معاشرہ کبھی بھی مستحکم نہیں ہوسکتا۔ یہ طبقاتی تفریق جہاں دولت مندوں کے دلوں میں قساوت، بے رحمی، خودغرضی اور بخل پیدا کرتی تو دوسری طرف غریب عوام کے دلوں میں بغض، حسد، کینہ، عداوت ونفرت کے جذبات بھڑکا دیتی ہے۔ اس لئے اسلام معاشرے میں تقسیم دولت کا ایسا فطری اور قابل عمل طریقہ بتلاتا ہے جس کے تحت ہر شخص کو اپنے کسب وعمل سے اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر جائز اور مناسب حق مل سکے۔ چنانچہ اجرتوں کے تعین اور تنخواہوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ملازمین کی اتنی تنخواہ اور اجرتیں مقرر کریں جس سے زندگی کی بنیادی سہولتیں آسانی سے میسر آسکیں وہ اور ان کے لواحقین ایک معقول معیار کے مطابق زندگی گزار سکیں آپ ﷺ کے ارشاد سے بھی اس مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص عامل ہو وہ اپنی بیوی کا خرچ بھی لے سکتا ہے، اگر اس کے پاس نوکر نہ ہو تو نوکر رکھ سکتا ہے، اگر مکان نہ ہو تو گھر بنا سکتا ہے، مگر جو کوئی اپنی ضروریات سے زیادہ لے تو وہ غبن کا مرتکب ہوگا'' (۴۴)۔

سیرت رسول اللہ ﷺ ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ دولت کسی خاص طبقہ میں یا

Marfat.com

چند ہاتھوں میں محدود ہو کر رہ جائے۔ ﴿کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم﴾ بلکہ وسیع پیمانے پر دولت کی گردش ضروری ہے تاکہ امیر وغریب کے درمیان تفاوت کو کم کیا جائے۔

آج عالمی طاقتوں نے ایک سازش کے تحت غلامی اور محکومی کی نئی شکل ''اقتصادی محکومی'' کو وجود میں لاکر بالخصوص مسلم دنیا کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ سیاسی طور پر آزاد ہونے کے باوجود ان کی غلام اور محکوم بھی رہے۔ آج ہمارا ملک ایسی صورت حال سے دوچار ہے۔ قرضے چاہے انفرادی ضروریات کے لئے ہوں یا اجتماعی ضروریات کے لئے، بہت بڑا بوجھ ہیں اور موجودہ حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ ان کے ذریعے پائیدار معیشت کبھی بھی قائم نہیں ہوسکتی۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے قرضوں کے حصول کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی، بلکہ حتی الوسع گریز کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ اکثر ان الفاظ میں قرض سے پناہ مانگتے تھے: ''اللّٰھم انی اعوذ بک من المغرم'' (۴۵)۔ اور قرض کو ذلت اور رسوائی کا باعث قرار دیا ہے۔ چاہے وہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر۔ بالخصوص آج کل کے حالات میں جب کہ قرضوں کی صورت میں بھاری سود ادا کر کے پورے ملک اور قوم کو گروی رکھا جا رہا ہے۔ اس کی قباحت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اپنے وسائل پر انحصار کرنے کی بجائے دوسروں کے سہارے زندہ رہنے والی قوم کبھی بھی خوشحال نہیں ہوسکتی۔

اسلامی ریاست میں بے لاگ احتساب کے مؤثر کردار کے لئے ضروری ہے کہ اس صورت حال کا تدارک کیا جاے۔ اپنے وسائل پر انحصار کیا جائے۔ ملکی معیشت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے اور غیر ملکی امداد کی بجائے خود انحصاری کا طریقہ اپنایا جائے۔

ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، ایشین بینک اور دیگر عالمی مالیاتی اداروں سے سود پر مبنی ہر قسم کے قرضہ جات لینے سے مکمل گریز کیا جائے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ۹۴-۱۹۹۳ء تک پاکستان کی معیشت ڈیڑھ کھرب روپے سودی قرضے کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ ۱۹۹۸-۱۹۹۴ء چار سالوں میں سودی قرضہ کی مقدار اڑھائی کھرب روپے ہوگئی جو پاکستان کی معیشت کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قرضوں کے بوجھ کی وجہ سے پاکستان اصل زر تو کجا اصل زر پر سالانہ سود کی ادائیگی سے بھی قاصر ہے۔ جب کہ اصل زر عوام الناس کی فلاح وبہبود پر صرف نہیں ہوا، بلکہ کرپٹ مافیا کے پاس چلا گیا ہے۔ نیز پاکستان اپنی آزاد

Marfat.com

پالیسی بنانے اور اپنانے میں بسا اوقات بے بس نظر آتا ہے۔ ان دشوار حالات کے تناظر میں یہ انتہائی ضروری ہے کہ اسلامی ریاست کی معیشت کی پاک رگوں کو سودی وغیر ملکی قرضہ جات سے محفوظ رکھا جائے۔ کیونکہ سودی قرضے سے کوئی بھی ملک اور قوم خوشحال نہیں ہوسکتی۔ سودی قرضہ کسی بھی ملکی معیشت کو اتنا سہارا دے سکتا ہے جتنا پھانسی کا رسہ پھانسی پانے والے شخص کو دے سکتا ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کی معاشی زندگی پر بے لاگ احتسابی ادارے کے کردار کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ ملکی معیشت سے سود کو پاک کردیا جائے۔ اس ضمن میں سپریم کورٹ سود کے خلاف فیصلہ دے چکی ہے۔ لہٰذا عالمی مالیاتی اداروں سے سودی قرضہ جات سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔ سیرت رسول اللہ ﷺ کے تناظر میں فرسودہ ریاستی ڈھانچے کی تطہیر کی جائے۔ بدعنوانی اور کرپٹ مافیا کی بیخ کنی کی جائے۔ وفاقی محتسب، صوبائی محتسب، احتساب سیل ایسے اداروں کی مکمل طور پر سرپرستی کی جائے اور انہیں ترقی دی جائے۔ خود انحصاری کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے مسائل اور وسائل میں توازن قائم کیا جائے۔

عمل تطفیف۔ عمل غش، عمل تدلیس، جعل سازی، عمل تجنیس اور قرضوں کی عدم ادائیگی گداگری، نیز نرخوں کی تعیین ونگرانی، شراب نوشی، شراب فروشی، رشوت، ذخیرہ اندوزی، تجاوزات، جوئے بازی، عصمت فروشی، سرکاری اہلکاروں کی بدعنوانی، اکتساب رزق کے ممنوع طریقوں، پیشوں اور اداروں کی تطہیر کے لئے تمام معاملات احتسابی ادارے کے دائرہ اختیار میں دے دیئے جائیں تاکہ عدالت کا بہت سا وقت بچ جائے اور لوگوں کو بر وقت جلدی اور سستا انصاف مل سکے۔

اگر احتساب کے نظام کو منظم کیا جائے تو ٹیکس چوری اور ریاستی اثاثہ جات سے ناجائز مفاد کا حصول ناممکن ہوگا۔ صدر مملکت، وزیر اعظم، گورنر، وزراء اعلیٰ اور دیگر ارکان پارلیمنٹ اور بیوروکریسی اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاسکیں گے۔ ریاست کے اثاث جات اور سرمایہ کو امانت سمجھیں گے اور ذاتی کاروبار میں استعمال نہیں کریں گے اور معاشرہ میں نفرت، تعصب اور بداعتمادی کی فضا کا خاتمہ ممکن ہوگا۔ لسانی، نسلی، مسلکی اور علاقائی اختلاف سیرت رسول ﷺ کے عطا کردہ سرمدی اور عالمگیر ضابطہ حیات کے سامنے بے وقعت قرار پائیں گے اور اس طرح بے لاگ احتساب کے مؤثر کردار کی بدولت ان شاء اللہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱- ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم: لسان العرب، نشر ادب الحوزہ، ایران، ۱۴۰۵ھ، ج ا ص ص ۳۱۱۔

۲- القرآن الکریم: ۵۵: ۵

۳- اصفہانی راغب: مفردات الفاظ القرآن، دار الفکر، بیروت لبنان، ص ۱۱۶

ابن منظور: لسان العرب، ج ۱، ۳۱۱

۴- القرآن الحکیم: ۱۴: ۴

۵- ترمذی، محمد بن عیسیٰ: ابواب صفۃ القیمۃ، مکتبہ رحیمیہ دیوبند، ۱۹۵۲ء، ص ۶۹

۶- بخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح، کتاب الصوم، ج ۱، ص ۲۵۵

۷- الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب: الاحکام السلطانیۃ فی ولایۃ المدینۃ، المطبعۃ المحمودیۃ التجار، مصر، ص ۲۴۰

ابو یعلی، محمد بن الحسین الفراء حنبلی: الاحکام السلطانیۃ، دار الکتب الاسلامیہ، شیش محل لاہور، پاکستان (ت ن) ص ۲۸۴

۸- غزالی، محمد بن محمد ابو حامد: احیاء علوم الدین، مطبعہ العامرۃ الشریفۃ، مصر ۱۹۲۶ء، ص ۳۲۳

۹- الشیرازی، عبد الرحمٰن بن نصر: نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ، دار الثقافۃ بیروت (ت ن) ص ۶

۱۰- ابن الاخوۃ، محمد بن محمد احمد قریشی: معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، دار الفنون کیمرج، ۱۹۳۷ء، ص ۷

۱۱- ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد: مقدمہ، باب سوم، فصل اکتیس، ص ۲۲۲

اردو ترجمہ سعد حسن خان، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۱۲- حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبد اللہ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مکتب المثنی بیرت (ت ن) ج ۱، ص ۱۵

۱۳- یہ مصنف شام کی کلیۃ الشریعۃ کے سابق سربراہ، شام کے سابق وزیر تعلیم اور مکہ مکرمہ کی ام القریٰ یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔

۱۴- المبارک، محمد: الدولۃ ونظام الحسبۃ عند ابن تیمیہ، بحوالہ محمود احمد غازی: ادب القاضی، ادارہ تحقیقات

Marfat.com

اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۸۳ء، ص ۷۵۹-۷۶۰

۱۵- آزاد، ابوالکلام، مولانا: احتساب اور اسلام، البلاغ، دین مبین، کلکتہ انڈیا، فروری ۱۹۱۶ء، ج ۱، شمارہ ۹، ص ۱۶

۱۶- ایضاً، ج ۱، شمارہ نمبر ۶، ۷، ۸، ص ۱۱۱

۱۷- ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر: الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، فاروقی کتب خانہ، ملتان ۱۹۹۳ء، ص ۴۷۲

۱۸- ایضاً، ص ۴۸۱

۱۹- مسلم، محمد بن حجاج القشیری: الصحیح المسلم مع شرح الکامل للنووی، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غش فلیس منا، مطبوعہ کتب خانہ کراچی، ۱۹۵۶ء، ج ۱، ص ۷۰

۲۰- ایضاً

۲۱- ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بحوالہ السید سابق: فقہ السنۃ، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، ج ۳، ص ۱۲۸

۲۲- ابوعبیدہ القاسم بن سلام: کتاب الاموال، ترجمہ عبد الرحمن طاہر سورتی، طبع اول ۱۹۸۶ء، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ص ۴۰۳

۲۳- ایضاً، ص ۴۰۳-۴۰۴

۲۴- ابو یوسف، قاضی ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء: کتاب الخراج، ترجمہ محمد نجات اللہ صدیقی، مکتبہ چراغ راہ، آرام باغ روڈ، کراچی، بار اول ۱۹۹۶ء، ص ۱۳۴

۲۵- ایضاً، ص ۱۳۶

۲۶- ابوعبید القاسم بن سلام: کتاب الاموال، ترجمہ عبد الرحمن سورتی، ص ۴۰۳
الطرطوشی، ابوبکر محمد بن محمد بن الولید الفہری المالکی (م ۵۲۰ھ): سراج الملوک، الطبعۃ الاولیٰ، المطبعہ الخیریہ المنشاہ بجمالیہ، مصر ۱۳۰۲ھ، ص ۱۱۶

۲۷- ابوعبید قاسم بن سلام: کتاب الاموال، ترجمہ عبد الرحمن سورتی، ص ۴۳

۲۸- ایضاً ص ۴۰۳-۴۰۴

۲۹- درہ گائے یا اونٹ کے چمڑے کا بنایا جاتا ہے جس میں کھجور کی گھٹلیاں بھری ہوتی تھیں۔

۳۰- ابن تیمیہ، الحسبۃ فی الاسلام، مطبعہ المؤید، مصر ۱۳۱۸ھ، فصل ۵، ص ۴۳

۳۱ ایضاً

۳۲- ابن تیمیہ: الحسبۃ فی الاسلام، اردو ترجمہ طفیل ضیغم انصاری، اشاعت اول ۱۹۸۴ء، البدر پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور، فصل ۵، ص ۹۰

۳۳- ایضاً

۳۴- ایضاً

۳۵- ایضاً

۳۶- ایضاً

۳۷- ابن قیم: الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، حصہ ششم، احتساب، مطبعہ السنۃ المحمدیہ، قاہرہ ۱۴۵۳

۳۸- قلقشندی، ابو العباس احمد بن علی: صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء، قاہرہ ۱۹۱۸ء، ج ۳، ص ۴۸۷

المقریزی تقی الدین، ابو العباس احمد بن علی: الخطط، مصر ۱۲۷۰ھ، ص ۲۴۲

۳۹- النویری: نہایۃ الارب، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۹۳۲ء، ص ۲۱۱

۴۰- تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے: الخطط، نہایۃ الارب

۴۱- Niazi, Liaqat Ali, Dr.: The Institution of Muhtasib, First edition Cell Dyal Singh Trust Library, Lahore, 1994, p.27

۴۲- غازی، محمود احمد، ڈاکٹر: ادب القاضی، طبع اول، ادارہ تحقیقات اسلامی، آباد، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، ص ۷۷۷-۷۷۸

۴۳- ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پاکستان کے پہلے وفاقی محتسب سردار محمد اقبال کی اولین تقریر سے اقتباس

۴۴- بخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح، باب رزق الحکام والعاملین علیہا، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۶۱ء، ج ۲، ص ۱۰۶۱

۴۵- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب من استفاد من الدین، ج ۱، ص ۳۲۲

Marfat.com

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

جنید احمد ہاشمی - مانسہرہ

احتساب لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغت عرب میں احتساب گمان کرنا، امتحان کرنا، ثواب اور عوض کی امید رکھنا، باز رہنا، بری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکنا اور منع کرنا کے معنی میں آتا ہے(۱) اس کا مادہ ح۔ س۔ ب۔ ہے قرآن کریم میں اس مادہ سے مختلف الفاظ حسیب(۲)،حساب (۳)، حسابیہ(۴) وغیرہ متقارب المعنی وارد ہیں۔ لفظ ''احتساب'' حدیث مبارکہ: من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ(۵) میں آیا ہے لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں ہے:

> ''احتساب طلب اجر کو کہتے ہیں جب کسی کا بڑی عمر کا بچہ ضائع ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ ''احتسب فلان'' یعنی اس نے اس مصیبت پر صبر کرتے ہوئے اجر طلب کیا'' احتساب کہا جاتا ہے جب کوئی کام محض اجر و ثواب کی امید کے ساتھ خالصتاً اللہ کے لئے کیا جائے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے من صام رمضان ایماناً و احتساباً یعنی جس نے پورے ایمان و یقین کے ساتھ خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے روزے رکھے۔ اور حدیث عمرؓ میں ہے ''اے لوگو! اپنے اعمال کا حساب کرو جو اپنے عملوں کا محاسبہ کرتا ہے اس کے لئے اس کے عمل کا اجر لکھا جاتا ہے اور محاسبے کا بھی''(۶)۔

احتسب پر علیٰ کا صلہ آئے تو اس کے معنی میں نکیر اور ناپسندیگی کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے احتسب علیہ الامر احتسب ناپسندیدہ بات سے روکنا منع کرنا (۷) نیز احتسب فلان علی فلان یعنی فلاں نے فلاں کے برے عمل پر نکیر کی (۸)۔

Marfat.com

اصطلاحی معنی کے اعتبار سے احتساب فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے استعمال ہوتا ہے (۹) حسبہ (ارادہ احتساب) کے بارے میں لکھی گئی اہم ترین کتابوں (الاحکام السلطانیہ للماوردی اور احیاء علوم الدین للغزالی) میں بھی احتساب کی قریب قریب یہی تعریفات مذکور ہیں امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

''احتساب نام ہے حقوق اللہ سے متعلق منکرات سے روکنے کا تاکہ جس کو روکا جا رہا ہے وہ اس برائی سے باز رہے'' (۱۰)۔

الماوردی نے احتساب کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

هو امر بالمعروف اذا ظهر تركه و نهى عن المنكر اذا ظهر فعله (۱۱)۔

(احتساب سے مراد اچھائی کا حکم دینا جب اس کو چھوڑنا عام ہو جائے اور کھلم کھلا اس کو چھوڑا جانے لگے اور برائی سے رکنا جب کہ اس کو کھلم کھلا کیا جانے لگے)۔

ابن خلدون نے مقدمہ میں احتساب کی تعریف یوں نقل کی ہے۔

هى و ظيفة دينية من باب الامر بالمعروف و النهى عن المنكر (۱۲)۔

(یہ ایک دینی منصب ہے جس کا تعلق امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہے)۔

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں احتساب کی بڑی مفصل تعریف کی ہے۔

یہ وہ علم ہے جو اہل شہر کے درمیان ہونے والے ان معاملات سے بحث کرتا ہے جن کے بغیر تمدن مکمل نہیں ہوسکتا ان معاملات کے اجراء سے اس علم میں بحث ہوتی ہے جو عدالتوں میں نافذ ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں فریقین میں باہمی رضامندی پائی جاتی ہے یا جن کے بارے میں عوام کی اصلاح اور زجر و توبیخ بھی ہوتی ہو اس کام کے لئے لوگوں کو برائی سے روکا جاتا ہے اور اچھائیوں کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ ان کے معاملات میں نہ کوئی جھگڑا پیدا ہو سکے اور نہ لوگ ایک دوسرے سے بلا وجہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں اس میں حکومت کو یہ صوابدید حاصل رہتی ہے کہ لوگوں کو کسی طرح روکا جائے اس کے بعض اصول و قواعد فقہی ہیں اور بعض استحسان پر مبنی ہیں جن کے بارے میں حکومت کو ہی فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے'' (۱۳)

بہرحال احتساب کا بنیادی تعلق ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' سے ہے اگر یہ کام باقاعدہ طور پر سرکاری سطح پر انجام پائے تو اسے ''حسبہ'' کہتے ہیں حسبہ سے مراد وہ ادارہ ہے جو اس کام کو انجام دے اس

Marfat.com

کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق و مذہب کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے۔ اسلامی اخلاقیات اور اسلامی اقدار کی نشو و نما، بقا تحفظ اور ترقی و ترویج کی جائے اور غیر اسلامی اخلاقیات اور غیر اسلامی اقتدار کی بیخ کنی اور سرکوبی کی جائے، معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام، ظلم و جبر کا خاتمہ، معاشرتی امن و امان، اخلاقی اصلاح اور نظم و ضبط اس ادارہ کے فرائض میں سے ہیں۔

بے لاگ احتساب کی ضرورت و اہمیت:

قیام امن و استحکام اور انسداد مظالم کے لئے نفس قانون کافی نہیں ہے تاوقتیکہ انسانوں کے قلوب و اذہان پر خوفِ مسئولیت موجود نہ ہو کسی مملکت کا قانون و آئین گو کیسا ہی مرتب اور منتظم ہو لیکن اگر معاشرے میں احتساب کا نظام موجود نہ ہو یعنی حکام کی نگرانی، ان کی غلط باتوں پر تنقید، نکتہ چینی اور گرفت کا اہتمام نہ ہو، عوام کے اخلاق و کردار کا محاسبہ نہ ہوتا ہو، فواحش و منکرات پر دارو گیر نہ ہوتی ہو تو ایسے معاشرے میں بد انتظامی قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی ناروا کارروائی، حق تلفی، ناانصافی، اقرباء پروری، دوست نوازی، رشوت ستانی، اور دیگر مالی، قانونی اور انتظامی بدعنوانیاں پیدا ہو جاتی ہیں ایسی صورت میں امن و استحکام کی تمنا جاگتے میں خواب دیکھنے کے مترادف ہو جاتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں عدل و انصاف کی حالت غیر اطمینان بخش ہے۔ معاشرہ میں دیکھی آنکھوں انصاف کا خون ہوتا رہتا ہے۔ سماجی ناہمواریاں اور مروجہ نظامہائے عدل و انصاف ایک عام آدمی میں طلب انصاف کا حوصلہ ہی پیدا نہیں ہونے دیتا ایک طرف انسانی، معاشرہ کی اکثریت ہے جسے زندگی کی بنیادی ضروریات تو میسر نہیں دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جو طویل رقبوں پر پھیلے ہوئے محلات میں تعیشات کے تمام تر سامان کے ساتھ رہتے ہیں۔ حکومتی ارکان، وزرا، اور اہلکار سرکاری خزانے کے مالک بنے بیٹھے ہیں جن کے بڑے بڑے بنگلے، ملازمین گاڑیاں، فون کے اخراجات، قرضہ جات اور بے ہنگم اخراجات ہر پیدا ہونے والے بچے کی گردن پر ہزاروں، لاکھوں کے غیر ملکی قرضوں کے ہار بن جاتے ہیں حقیقی نظر سے دیکھا جائے تو یہ تمام خرابیاں عدم احتساب کا نتیجہ ہیں۔

نہ صرف نظام احتساب بلکہ ہمارے تمام مسائل خواہ وہ تمدنی، سیاسی، علمی و اخلاقی یا انفرادی ہوں وہ نبوی تعلیمات پر عمل کے بغیر حل نہیں ہو سکتے۔ تاہم احتساب جو معاشرے سے ظلم و جبر، مطلق العنانیت

Marfat.com

کے خاتمے اور عدل و انصاف اور کمزور کے حقوق کے تحفظ کا ایک مربوط و مستحکم نظام ہے اسی صورت میں ثمر آور اور کامیاب ہوسکتا ہے جب یہاں سیرت سرور عالم ﷺ سے رہنمائی لی جائے۔

بے لاگ احتساب اور تعلیمات نبوی ﷺ:

اسلام ظلم و استحصال سے پاک معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس کے لئے ایک بنیادی تقاضا بے لاگ احتساب ہے تا کہ قانون اپنی ہیبت اور رعب کے ساتھ عدل اجتماعی کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ اسلام مین داد رسی، عدل گستری، منکرات و فواحش پر سزا و مواخذہ کو اہم ترین انسانی فرائض میں شامل کر کے اسے مملکت اسلامہ کا اولین فرض قرار دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون﴾(۱۴)۔

(اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ (جو لوگوں کو بھی) خیر کی طرف لایا کرے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ (آخرت میں ثواب سے) پورے کامیاب ہوں گے)(۱۵)۔

آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"قومی اور اجتماعی زندگی کو قائم اور باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے بھائیوں کو احکام قران و سنت کے مطابق اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے روکنے کو ہر شخص اپنا فریضہ سمجھے۔ آیت کریمہ میں پوری امت پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد کیا گیا ہے۔

(امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) سے متعلقہ تمام آیات و روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر فرد پر لازم ہے البتہ تمام احکام شرعیہ کی طرح اس میں بھی ہر شخص کی قدرت و استطاعت پر احکام

Marfat.com

دائر ہوں گے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا ہے ولتکن منکم امۃ میں اشارہ ہے کہ اس جماعت کا وجود ضروری ہے۔'' (۱۶)

قرآن حکیم میں بنی اسرائل کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے سنیچر کے دن کسی قسم کا دنیاوی کام حرام تھا بنی اسرائیل کی ایک آبادی سمندر کے کنارے آباد تھی وہ حیلہ کر کے سنیچر کے دن مچھلی پکڑ لیتی تھی اس موقع پر اس آبادی میں تین گروہ ہو گئے ایک وہ جو اس گناہ کا علانیہ مرتکب ہوتا تھا دوسرا وہ جو حتی الوسع ان کو باز رکھنے کی کوشش کرتا تھا اور اس کو سمجھاتا تھا تیسرا وہ اس فعل میں شریک نہ تھا لیکن ان کو سمجھانے اور باز رکھنے کی کوشش بھی نہ کرتا تھا بلکہ خود سمجھانے والوں سے کہتا تھا کہ ایسے نااندیش لوگوں کو سمجھانے سے کیا فائدہ؟ لیکن جب عذاب آیا تو پہلا اور تیسرا گروہ برباد ہو گیا ایک تو اپنے گناہ کی بدولت اور دوسرا تبلیغ کو ترک کرنے کے سبب سے صرف دوسرا گروہ بچ گیا جو نظام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو قائم کئیے ہوئے تھا (۱۷)۔

سید سلیمان ندویؒ سیرت النبی ﷺ میں لکھتے ہیں۔

''جماعتی مصیبتیں جب آتی ہیں تو کنارہ گیر اشخاص کو بھی نہیں چھوڑتیں یہ آگ اندر اور باہر سب کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اس لئے وحیِ محمدیؐ نے اس نکتہ کو علی الاعلان ظاہر کر دیا اور کہا واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة ''اور اس فساد سے بچو جو چن کر صرف گناہگاروں پر ہی نہیں پڑے گا۔'' بلکہ اس کی لپیٹ گناہ گار بے گناہ سب تک پہنچے گی کہ اگر جماعت اپنے تمرد کی مجرم ہوئی تو کنارہ گیر اپنے تبلیغ کے فرض سے غافل رہے چنانچہ قرآن پاک میں ''اصحاب سبت'' کے قصہ میں ان کنارہ گیر اور فرض تبلیغ سے بے پرواہ رہنے والے اشخاص کو بھی گناہ گاروں ہی میں شامل کیا ہے۔'' (۱۸)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے جو شخص کوئی گناہ ہوتا دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ اور قوت سے اس کو روک دے اور یہ نہ کر سکے تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو

کم از کم اس فعل کو دل میں برا سمجھے اور یہ ادنیٰ درجہ کا ایمان ہے۔'' (۱۹)

مذکورہ حدیث مبارکہ میں برائی کو دیکھ کر ''کڑھن کے احساس'' کو بھی ''ضعف ایمانی'' قرار دیا گیا ہے کیونکہ کھلے بندوں برائی معاشرتی عدل و انصاف اور استحکام کے لئے ایسی لعنت ہے جس کے خلاف عملی جدو جہد نہ کرنے والا خود اس کے اثرات قبول کر کے اخلاقی کوڑھ کا شکار ہو جاتا ہے۔

گویا فواحش و منکرات پر انفرادی یا اجتماعی سطح پر مواخذہ اور سزا کا نہ ہونا جہاں معاشرتی امن و استحکام اور عدل و انصاف کے لئے نقصان دہ ہے وہاں اللہ کی گرفت اور دنیا و آخرت کی ذلت کا موجب بھی ہے۔

بے لاگ احتساب کا جو تصور نبی اکرم ﷺ نے اپنے قول و فعل سے دیا ہے وہ عصر حاضر میں محتسب اداروں اور حکمرانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ کے قائم کردہ نظام احتساب میں عدل و مساوات کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ عدل جو افراط و تفریط کے درمیان راہ مستقیم اختیار کرنے کا نام ہے۔ (۲۰) اجتماعی نظام میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو کسی عمارت میں اساس کی ہوتی ہے اجتماعی زندگی میں نا انصافی اس وقت بپا ہوتی ہے جب افراد میں معاشرتی امتیازات ظاہر ہوتے ہیں اور غلام و آقا، عام و خاص، کمتر و برتر کے طبقات پیدا ہو جاتے ہیں یہی طبقاتی تقسیم بالآخر اس معاشرے کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔

آج ہم اپنے اردگرد پھیلے ہوئے معاشرے کا بغور جائزہ لیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ مسلمانوں میں آج بھی اقتدار، دولت، نسب اور پیشوں کی بنیاد پر اونچ نیچ کا تصور موجود ہے حالانکہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں یہی بات ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

> یا معشر قریش ان اللّٰہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالاباء. ایھا الناس کلکم من ادم و ادم من تراب. لا فخر للانساب لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی. ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم. (۲۱)

(اے گروہ قریش اللّٰہ نے تمہاری جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا کی بزرگی کے

Marfat.com

فخر کو تم سے دور کر دیا ہے اے لوگو تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم (علیہ السلام) مٹی سے تھے۔ نسب کیلئے کوئی فخر نہیں، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے)۔

قرآن کریم میں مسلمانوں کو ہر موقع پر عدل و انصاف کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یایها الذین امنوا کونوا قوامین لِلّٰه شهدآء بالقسط ولا یجرمنکم شنانُ قوم علی الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی (۲۲)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ جادہ انصاف سے تم ہٹ جاؤ۔ انصاف کرو کہ انصاف ہی تقوٰی کے نزدیک ترین راہ ہے)۔

سیرت طیبہ نبوی ﷺ میں ایسے احتساب کے بے شمار مظاہر ملتے ہیں۔

بے لاگ احتساب کے نازک ترین مراحل میں سے ایک مرحلہ یہ بھی ہے کہ اپنے مقابلے میں بھی عدل و انصاف کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔ یہ احتساب کا وہ مرحلہ ہے جہاں بڑوں بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے انصاف کے اس نازک ترین مرحلے سے گزر کر تمام دنیا کے حاکموں کے لئے قابل تقلید نمونہ چھوڑا ہے ایک دفعہ آپ ﷺ غنائم تقسیم کر رہے تھے لوگوں کی بہت بھیڑ تھی ایک آدمی منہ کے بل آیا آپ ﷺ کے ہاتھ میں لکڑی تھی آپ ﷺ نے اسے ٹھوکا دیا جس سے اسے خراش آ گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسی وقت فرمایا ''آؤ تم مجھ سے بدلہ لے لو''۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا'' (۲۳)۔

Marfat.com

محتسبین اور ادارہ احتساب (حسبہ) کا دائرہ کار:

محتسب سے مراد مملکت اسلامیہ کے ادارہ احتساب کا وہ عہدیدار ہے جس کا تقرر خلیفہ یا وزیر کی طرف کیا جاتا ہے اور جو اس امر کی نگرانی کرتا ہے کہ احکام اسلام کی پابندی پوری طرح سے ہو رہی ہے یا نہیں وہ جرائم کی تفتیش کرتا اور جو لوگ احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پائے جائیں انہیں موقع پر سزا دیتا ہے اس خدمت کو حسبہ کہتے ہیں (۲۴) علمائے اسلام نے محتسب کے لئے کئی اوصاف کا حامل ہونا شرط قرار دیا ہے تا کہ احتساب کا عمل شفاف اور بے لاگ ہو۔(۲۵)

احتساب کے وسیع معنوں کے پیش نظر ہر مسلمان محتسب ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ نیکی کو فروغ دے اور برائی سے نبرد آزما رہے۔ اسلام کی نظر میں ہر شخص اپنی نجی حیثیت میں محتسب ہے برائی کو دیکھے تو اس کو روکے اور معاشرتی معاملات میں نگاہ رکھے عام حالات میں وہ معاشرے میں پیدا ہونے والے بگاڑ کا سد باب کرے۔ سمجھا بجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کرے بلکہ قانونی مداخلت کا سہارا لے کر ہر برائی کا راستہ روکے اور اگر حکومت کی نگرانی مہیا نہ ہو تو اپنے بل بوتے پر بھی یہ کام کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ طاقتور اور با اختیار ہو۔(۲۶)

ادارہ احتساب کا بنیادی تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے اسلئے محتسب کا دائرہ کار ان تمام مقدمات کو شامل ہے جو اس کام کے ضمن میں آتے ہیں الماوردی کے نزدیک محکمہ احتساب، محکمہ قضا اور مظالم کے بین بین حیثیت رکھتا ہے۔(۲۷)

محتسب اور ادارہ احتساب کے دائرہ کار کے تعین کے سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> محتسب کی عدالت کوئی ایسا مقدمہ نہیں سن سکتی جس کا تعلق کھلے کھلے منکر سے نہ ہو لہٰذا عام دیوانی مقدمات، عائلی معاملات وغیرہ محتسب کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں(۲۸)۔

تاہم ادارہ احتساب کی حیثیت ادارہ قضا سے دو وجہوں سے زیادہ ہے۔

۱- قاضی کے برعکس محتسب کو اس کا اختیار حاصل ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریاں انجام دینے کے لئے از خود کوئی کارروائی کر کے زیادتی کرنے والے فریق کے خلاف مقدمہ قائم کر کے اس کو سزا دے سکتا ہے اس کے برعکس قاضی کو ایسا کوئی اختیار

Marfat.com

حاصل نہیں وہ صرف ان مقدمات کی سماعت کرسکتا ہے جن کے متعلق اس کی عدالت میں باقاعدہ دعویٰ دائر کیا گیا ہے۔

۲۔ قاضی کے برعکس محتسب اپنے اختیارات اور قوت کا مظاہرہ کرسکتا ہے چونکہ اس کا بنیادی کام اخلاق عامہ کی نگہداشت اور اسلامی اقدار کی ترویج ہے اس لئے وہ ان لوگوں کو بزور روک دینے کی قوت استعمال کرسکتا ہے جو اسلامی اخلاق واقدار کی خلاف ورزی کر رہے ہوں اس کے برعکس قاضی ایسا نہیں کرسکتا اس کو مقدمہ کی سماعت پورے وقار، سکون اور برابری کے ساتھ کرنی چاہیئے۔

ادارہ احتساب اور مظالم میں بھی باہم مشابہت پائی جاتی ہے۔

پہلی مشابہت یہ ہے کہ ادارہ مظالم اور ادارہ احتساب دونوں میں سلطنت کا رعب اور ہیبت کا دخل ہے۔ دوسری مشابہت یہ ہے کہ ان دونوں کا مقصد عوام کو ظلم وستم سے روکنا اور امن قائم کرنا ہے(۲۹)۔

علمائے اسلام نے محتسب کے فرائض اور اس کی عدالت میں پیش ہونے والے مقدمات کی نوعیت کے متعلق یہ تحریر کیا ہے(۳۰)۔

- رمضان میں سرعام کھانے پینے سے منع کرنا۔
- جاہلوں کو عالم کہلوانے درس وتدریس اور دینی مسائل بتانے سے روکنا۔
- عام مقامات پر غیر مرد عورت کے میل جول کو روکنا(۳۱)۔
- ناپ تول میں کمی، ملاوٹ، دھوکہ دہی اور ہیرا پھیری کی روک تھام کرنا۔
- ملازمین سے زیادہ کام لینے پر پابندی عائد کرنا۔
- نجومیوں اور کاہنوں کے (غیر شرعی) کاروبار پر کنٹرول کرنا۔
- سکوں، پیمانوں اور اوزان کی جانچ پڑتال کرنا۔
- ناجائز منافع خوری اور سودی کاروبار کا خاتمہ کرنا۔
- کسی متضرر سے ضرر دور کرنا اور ضرر دینے والے کے خلاف کارروائی کرنا (چاہے فریق متضرر دعویٰ کرے یا نہ کرے)(۳۲)۔

Marfat.com

- جامعات اور تعلیمی اداروں کی نگرانی کرنا۔
- کوئی عالم یا مفتی اجماع امت کے خلاف فتویٰ دے تو اس کو روکنا اور اس کی مذمت کرنا۔
- کھیل تماشے اور دوسری تفریحات کے سلسلے میں خلاف شرع امور پر کارروائی کرنا۔
- عمارتوں، دکانوں اور گلیوں کی غلط تعمیر جس سے راہ گیروں کو تکلیف یا ضرر ہو کو گرانا۔
- اگر کوئی قاضی لوگوں کے لئے باعث مضرت ہو اور لوگوں کے معاملات میں تصفیہ نہ کرتا ہو تو اس سے باز پرس کرنا(۳۳)۔

ادارہ احتساب کے ان فرائض کو دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ ادارہ اسلام کے عدالتی اداروں کا ایک اہم ادارہ ہے۔

نبوی دور کی احتساب سرگرمیاں بھی زندگی کے ان مختلف شعبوں میں دخیل تھیں ریاست نبوی کے ادارہ احتساب کے تحت عوام کی اصلاح ونگرانی، حکام وعمال کی تربیت اور ان کا محاسبہ، تجارتی بدعنوانیوں کا انسداد، مذہبی امور کی خلاف ورزی پر سزا اور دارو گیر وغیرہ اہم امور سرانجام پاتے تھے(۳۴)۔

محتسب ادارے:

ایک اسلامی فلاحی ریاست میں عدل وانصاف کا قیام، ظلم وجبر اور استحصال کا انسداد اور قلع قمع کرنا، معاشرتی امن وامان، سیاسی ومعاشرتی استحکام، اخلاقی اصلاح اور نظم وضبط عامہ ریاست کے اولین فرائض میں سے ہیں ریاست اسلامیہ کے سربراہ کا فرض ہے کہ وہ حکومتی سطح پر ایک ایسا مرکزی ادارہ (Institution) قائم کرے جو ریاست میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذمہ دار ہو، عوام کے اخلاق وکردار کی نگرانی کرے، حکام اور اعلیٰ طبقے کا محاسبہ کرے، منکرات اور تعدی کے کاموں پر گرفت کرے، ظلم وجبر کا قلع قمع کرے اور مختلف شعبوں میں بے لاگ اور شفاف احتساب کا طریق کار وضع کرے۔

حکومتی سطح پر ایسے ادارے کے وجود کے بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"لیکن ان سب مرحلوں سے بڑھ کر ایک مرحلہ ریاستی اور حکومتی سطح کا ہے معاشرہ میں جہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا نفس لوامہ اور ضمیر بیدار ان کو

ملامت کرتا رہتا ہے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا رہتا ہے تا آنکہ وہ نفس مطمئنہ کے درجہ پر فائز ہوجاتے ہیں۔ جہاں ایسی پاکباز اور پاک نفس روحیں ہیں جن کو کسی مسلمان بھائی کا ذرا سی توجہ دلانا کافی ہوتا ہے وہاں ایسے سرکش اور آمادہ فساد بھی ہوتے ہیں جو ڈنڈے کے بغیر بداخلاقی سے باز نہیں آتے جن کو اگر کوئی چیز شر وفساد سے روک سکتی ہے تو وہ سزا کا خوف ہے ایسے ہی لوگوں کے تنقیہ دماغ کے لئے احتساب کا ادارہ ضروری قرار دیا گیا ہے''(۳۵)۔

اس ضمن میں قرآن کریم کا اسلوب کلام بھی مملکت میں مستقل طور پر محتسب ادارے کے وجود کا متقاضی ہے۔قرآن کریم میں ہے:

﴿الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر﴾(۳۶)

(اگر ہم ان لوگوں کو زمین میں اقتدار دیں تو یہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور لوگوں کو اچھائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں)۔

رسول اکرم ﷺ نے ریاست میں صیغہ احتساب قائم فرمایا تھا جس کے تحت مذہبی فرائض کی انجام دہی، عوام کی اصلاح ونگرانی، عمال اور حکام کا احتساب اور تجارتی بدعنوانیوں کا انسداد وغیرہ امور انجام پاتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ عام طور پر لوگوں کے اخلاق اور فرائض مذہبی کے متعلق وقتاً فوقتاً دارو گیر فرماتے رہتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ان کو ترغیب وترہیب کے ساتھ احکام اسلام کی پوری پابندی کی تلقین بھی فرماتے تھے۔کتب سیرت میں فرائض مذہبی کے بارے میں محاسبے اور سزا دارو گیر کے نبوی مظاہر ملتے ہیں۔ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''میرا ارادہ ہوا کہ میں صحابہ کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور پھر حکم دوں کہ اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھیں اورر خود ان لوگوں کے گھروں میں جا کر

Marfat.com

جو نماز میں شریک نہیں ہوئے آگ لگادوں‘‘(۳۸)۔

تجارتی بدعنوانیوں کے انسداد کے سلسلہ میں آپ ﷺ نگرانی واہتمام فرماتے۔ اس ضمن میں ترغیب وترہیب کے ساتھ ساتھ عملی اقدامات بھی فرماتے۔

آپ ﷺ بعض اوقات بازاروں اور منڈیوں کا دورہ فرماتے اور موقع پر ہی تحقیق وتفتیش فرما کر ضروری تنبیہ یا کارروائی فرماتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ بازار تشریف لائے ایک غلہ کے ڈھیر سے آپ کا گذر ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس ڈھیر میں ڈالا تو آپ ﷺ کو نمی محسوس۔ فرمایا: ’’اے اناج والے! یہ کیا ہے‘‘؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آسمان کی بارش (کی نمی) کا اثر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’پھر تم نے اس کو اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ ہر شخص کو نظر آئے۔ پھر فرمایا: (دیکھو) من غش فلیس منا (جس نے دھوکہ دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے)‘‘(۳۹)۔

رسول اکرم ﷺ نے کاروباری سرگرمیوں کی نگرانی، کاروباری افراد کو اسلام کے نظام عدل کی حدود کے پابند کرنے، منڈیوں اور بازاروں کی مجموعی نگہداشت اور تجار کے بے جا تصرف سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے باقاعدہ خصوصی افسر (محتسب) کا تقرر کیا تھا(۴۰)۔ فتح مکہ کے بعد سوق مکہ کے نگران سعد بن ابی العاصؓ اور سوق مدینہ کے نگران ومحتسب عمر بن الخطابؓ تھے(۴۱)۔ آپ ﷺ نے ایک بازار کی نگرانی کے لئے حضرت عبد اللہ بن عتبہ کو مامور کر رکھا گیا(۴۲)۔ کتانی نے سمراء بنت نہیک الاسدیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے دور میں یہ خاتون بھی محتسب کا فریضہ انجام دیتی تھیں اور بازاروں میں کوڑا لے کر گھومتی تھیں اور لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتی اور برے کاموں سے روکتی تھیں(۴۳)۔

بداخلاقی اور بدکرداری بظاہر آدمی کی نجی اور شخصی زندگی سے متعلق معلوم ہوتے ہیں کہ جن کا نقصان صرف کرنے والے تک محدود نظر آتا ہے لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو کسی شخص کے برے اخلاق وکردار کے اثرات ونتائج ساری سوسائٹی کو متاثر کرتے ہیں۔ اگر اخلاق برائیوں پر روک ٹوک اور احتساب نہ ہو تو برائیاں رفتہ رفتہ سارے معاشرہ میں پھیل جاتی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ لوگوں کے اخلاق وکردار کی اصلاح فرماتے اور برے اخلاق پر سزا ومحاسبہ کرتے تھے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی مجلس میں فرمایا:

Marfat.com

"بنی اسرائیل میں اخلاقی تنزل اس طرح شروع ہوا کہ جب ان میں برائی پھیلنے لگی تو پہلے تو ان کے علماء نے منع کیا لیکن جب وہ نہ رکے تو وہ ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے اور کھانے پینے لگے۔ صحبت کے اثر سے وہ بھی ایسے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت ان پر لعنت کی"۔ اس کے بعد آپ ﷺ سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا: "نہیں جب تک تم ظالم کا ہاتھ نہ پکڑو اور اس کو حق پر نہ جھکا دو" (۴۴)۔

عمال وحکام کا احتساب:

محسن اعظم ﷺ نے بے لاگ احتساب کا ایک ایسا عادلانہ اور جامع تصور دیا ہے جس کی رو سے امیر وغریب، حاکم ومحکوم، چھوٹے بڑے، کالے گورے کے تمام امتیازات مٹ گئے۔ آپ ﷺ نے اولاد آدم علیہ السلام کے حقوق کے مساوات کا اعلان فرمایا۔ قانون کی بالادستی قائم کی اور طاقتور اور کمزور کے لئے یکساں احکامات نافذ کئے اس قانون کے تحت سلطنت کا امام، وزراء، عمال اور امراء مسئولیت میں عام مسلمانوں کے برابر قرار دیئے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کا اپنا طرز عمل مملکتوں کے حکمرانوں اور سربرآوردہ طبقے کے لئے مشعل راہ ہے۔ ایک روز آپ ﷺ غنائم تقسیم فرما رہے تھے قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرۃ تھا آیا اور کہا "اعدل یا رسول اللہ" (یا رسول اللہ ﷺ آپ عدل کریں)۔ آپ ﷺ نے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ حکمرانوں اور مقتدر طبقوں کے لئے خصوصاً اور عوام کے لئے عموماً نصیحت وعبرت کا سامان ہے:

"ویلک من یعدل اذا لم اعدل" (تم پر افسوس ہے اگر میں عدل نہ کرونگا تو کون کرے گا)۔

رسول اللہ ﷺ کے کرم وشفقت کے اس طرز عمل سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ جاہلوں کے برے اسلوب کلام کے مقابلے میں کس قدر تحمل فرماتے تھے: نیز آپ ﷺ کا یہ طرز عمل حق شناسی، حق کوشی، حق گوئی اور حق کی پیروی میں ذاتی جاہ واعزاز اور فخر وغرور کو دخل نہ دینے کی کتنی بڑی تعلیم ہے۔

Marfat.com

عہد نبوی میں جو متمدن سلطنتیں تھیں ان کے قانون کی سب سے بڑی دفعہ یہ تھی کہ بادشاہ وامراء پر مواخذہ مسئولیت سے بری اور ہر دارو گیر سے برتر ہے اس سے بھلا برا جو کچھ ہو وہ قانون کی گرفت سے باہر ہے۔ اسلام کے قانون کی نظر میں امیر و مامور، حاکم ومحکوم اور راعی ورعیت کے لئے قانون کی گرفت اور احتساب ومواخذہ یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

نبوی بے لاگ احتساب اور مساویانہ احتساب کا ایک معروف واقعہ فاطمہ مخزومیہ کا ہے کا ہے جس نے چوری کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا چونکہ وہ معزز خاندان کی خاتون تھیں لہٰذا خاندان والوں کو یہ گراں گذرا اور انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ذریعہ سے سفارش کرانی چاہی آپ ﷺ نے نہایت سختی سے مواخذہ فرمایا ''اسامہ کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو!'' پھر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا:

''فانما اھلک الذی من قبلکم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد وانی والذی نفسی بیدہ لو ان فاطمۃ بنت محمد ﷺ سرقت لقطعت یدھا''(۴۶)۔

(تم میں سے پہلے لوگ اسی وجہ سے تباہ ہوئے کہ ان میں جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کردی جاتی۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا)۔

سیرت طیبہ میں عمال کے احتساب کے سلسلہ کی ایک خوبصورت مثال ملتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ابن اللتبیہ کو بنوسلیم کے صدقات پر عامل بنا کر روانہ کیا جب وہ وصول کرکے واپس آئے تو انہوں نے دوقسم کے مال رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ کر کہا ''یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ مال مجھ کو ہدیہ کے طور پر ملا ہے''۔ آپ ﷺ نے یہ ملاحظہ فرمایا تو کہا ''گھر بیٹھے تم کو یہ ہدیہ کیوں نہ ملا''۔ اس کے آپ ﷺ نے ایک خطبہ میں اس قسم کے لین دین کی سختی سے ممانعت فرمادی (۴۷)۔

بے لاگ احتساب کی اس نبوی تعلیم کا اثر محمدی درسگاہ کے تربیت یافتہ افراد میں واضح نظر

Marfat.com

آتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے دور حکومت میں حکمرانوں، عاملوں اور ملک کے اعلیٰ طبقے کے بے لاگ احتساب کی ایسی مثالیں قائم کیں جو عنصر حاضر کے حکام وامیر کے لئے روشن ہدایت ہے۔ خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دو سالہ دور میں شدید ہنگامی حالات رہے۔ آپؓ کا بیشتر وقت بغاوتوں اور شورشوں کو فرو کرنے میں صرف ہوا۔ آپؓ اپنی فطری رفق وملاطفت کے باوجود عمال کے حکام وکردار کی نگرانی فرمایا کرتے تھے۔ ان میں غفلت یا تساہل دیکھتے تو سختی سے مواخذہ فرماتے (۴۸)۔

عہدِ فاروقی کے ادارہ احتساب میں عاملوں اور گورنروں کے احتساب کے بہت سے اقدامات کئے گئے تھے۔ آپؓ کے عہد مبارک میں حکام کی نگرانی، ان پر تنقید واحتساب وغیرہ امور بڑے اہتمام سے انجام پاتے تھے۔ وزراء، گورنروں اور عاملوں کے لئے کڑی شرائط رکھی گئی تھیں۔ ان کے مکانات اور اراضیات سے لے کر ملبوسات تک کی خبر رکھی جاتی تھی (۴۹)۔ ذرا ذرا سی شکایات کی تحقیقات کی جاتیں (۵۰)۔ موسم حج میں کھلی کچہری میں عاملوں کو عوام کی عدالت میں پیش کیا جاتا (۵۱)۔ عمال کے متعلق شکایات کی تحقیات کے لئے آپؓ نے محمد بن مسلم کو مقرر کیا تھا (۵۲)۔

آپؓ کے قائم کردہ احتساب میں اپنے بیگانے، حاکم ومحکوم اور آقا وغلام سب برابر نظر آتے ہیں۔ عہد فاروقی میں ''بے لاگ احتساب'' کے وہ مظاہر ملتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے قابل فخر اور غیر مسلموں کے لئے حیرت واستعجاب کا باعث ہیں۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمٰن نے ایک دفعہ نبیذ پی لی جس سے انہیں نشہ ہوگیا۔ وہ حضرت عمرو بن العاصؓ کی عدالت میں آئے اور کہا کہ میں نے مشروب پیا جس نے نشہ چڑھایا اس لئے ہم پر حد نافذ کرو۔ حضرت عمرو بن العاصؓ (گورنر مصر) نے اپنے مکان کے صحن میں ان پر حد نافذ کردی۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضرت عمرو بن العاص کے نام خط لکھا:

> ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... یہ خط اللہ کے بندے عمر کی جانب سے عاصی بن عاصی کے نام ہے۔ اے عاصی کے بیٹے تعجب ہے تیری جرأت پر کہ تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کس طرح کردی۔ میرا خیال ہے کہ تجھے معزول کردوں۔ عبد الرحمٰن تمہاری رعایا کا ایک فرد تھا اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا

Marfat.com

چاہئے تھا جو تم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو لیکن تم نے سوچا کہ یہ امیر المؤمنین کا بیٹا ہے اس لئے اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا چاہیئے حالانکہ تم کو معلوم تھا کہ میرا طریق یہ ہے کہ حق کے معاملہ میں کسی کے ساتھ رعایت نہ کی جائے۔ میرے اس خط کے ملنے پر فوراً عبدالرحمٰن کو موٹے کپڑے کی قمیض پہنا کر ایسی سواری پر مدینے بھیج دو جس پر بغیر گدے کے چھوٹا کجاوا ہو تاکہ اس کا مجرم ہونا شائع ہو جائے"۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے خط پڑھا حضرت عمرؓ کے حکم کی تعمیل کی اور ساتھ میں اپنا مکتوب بھی روانہ فرمایا جس میں تحریر تھا:

"آپ کے بیٹے کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی گئی خدا کی قسم میں عام مسلمانوں اور ذمیوں کو اپنے گھر کے صحن ہی میں سزائیں دیتا ہوں"۔

عبدالرحمٰن جب مدینہ پہنچے تو حضرت عمرؓ نے ان کو دوبارہ کوڑے لگوائے (۵۳)۔

آپؓ کے دور خلافت میں حکام پر نکتہ چینی اور تنقید کی ایسی عام آزادی تھی کہ معمولی سے معمولی آدمیوں کو خود خلیفہ وقت پر اعتراض کرنے میں کوئی باک نہیں ہوتا تھا۔ آپؓ نے عوام کو حق تنقید استعمال کرنے کی کھلی اجازت دی۔ آپؓ کا ارشاد ہے:

"لوگو! میں نے اپنے عمال کو تم پر راست بازی کے ساتھ نگرانی کے لئے بھیجا ہے میں نے انہیں اس لئے مقرر نہیں کیا کہ تمہارے جان و مال اور عزت و آبرو پر دست درازیاں کریں۔ لہٰذا جس کسی پر ان میں سے کسی نے ظلم کیا ہو وہ کھڑا ہو جائے" (۵۴)۔

آپؓ حکام و عمال کو روانہ کرتے تو ان سے یہ شرط لیتے کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں، میدہ و باریک آٹے کی روٹی نہ کھائیں، باریک (نرم) کپڑے نہ پہنیں اور لوگوں کی حاجت کے وقت ان پر دروازے بند نہ کریں (۵۵)۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (گورنر کوفہ) نے اپنے رہنے کے لئے

Marfat.com

ایک مکان بنایا اور اس میں پھاٹک لگوایا جب حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس خیال سے کہ یہ پھاٹک اہل حاجت کو رکاوٹ ہوگا خاص طور سے مدینہ سے محمد بن مسلمہؓ کو اس لئے بھیجا کہ اس پھاٹک کو آگ لگادیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سینکڑوں میل کی مسافت طے کرکے وہاں پہنچے اور اسے آگ لگادی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ان کو اپنے پاس ٹھہرانا چاہا تو اس کو بھی قبول نہیں کیا اور سیدھے واپس چلے آئے (۵۶)۔

تجاویز:

اسلامی اور نظریاتی مملکت ہونے کے ناطے پاکستان میں شروع سے عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے پر زور دیا جاتا رہا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں محتسب کے ادارے کی تشکیل کے (Ombudsman) لئے دفعات شامل کی گئیں جب کہ محتسب کے ادارہ کا باقاعدہ قیام ۱۹۸۳ء میں ایک صدارتی فرمان کے ذریعے عمل میں آیا۔

عام شہریوں سے متعلق شکایات کے لئے ایک سادہ کاغذ پر وفاقی محتسب کو درخواست دینے اور اس پر فوری تفتیش اور کارروائی کا طریق کار وضع کیا گیا۔ سرکاری اہلکاروں سے ان کی بدانتظامی، تاخیر یا غلط کارکردگی، قواعد وضوابط کی خلاف ورزی، ناانصافی اور اقرباء پروری اور اس قسم کی دوسری بدعنوانیوں کے بارے میں بازپرس کے لئے وفاقی محتسب کا تقرر کیا گیا۔

وزراء، ممبران پارلیمنٹ اور بڑے بڑے سرکاری عہدیداروں کے خلاف قانونی، مالی اور انتظامی بداعمالیوں اور رشوت خوری کے الزامات کی تحقیق کے لئے نومبر ۱۹۹۶ء میں احتساب کمیشن قائم کیا گیا۔

ملک کے سیاسی استحکام، سماجی عدل وانصاف اور عالم اسلام میں باوقار مقام کے حصول کے لئے پاکستان میں نبویؐ ہدایت انقلاب کو اپنانا ضروری ہے۔ ہمارے پاس اسلام کے عدل اجتماعی کے اصول موجود ہیں جنہیں بروئے کار لاکر ایک مثالی معاشرہ کی تعمیر کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ حکومت کی طرف سے اعلان کئے گئے انقلابی اقدامات اور شفاف اور بے لاگ احتساب کے اعلان پر کما حقہ عمل کیا جائے اور حاکمیت اعلیٰ کے اس تصور پر مکمل عمل کیا جائے جو پاکستان کے اساسی نظریہ کے طور پر ہمارے قومی مقاصد کی راہیں متعین کرتا ہے تو اس خواب کی تکمیل ہوسکتی ہے جو ہمارے قومی رہنماؤں نے دیکھا تھا۔

Marfat.com

حقیقی، مساویانہ، شفاف اور بے لاگ احتساب کے لئے سیرت طیبہ سے رہنمائی لیتے ہوئے درج ذیل اہم امور کو مدنظر رکھنا ضروری ہے:

☆ سرکاری سطح پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وزارت قائم کی جائے جس میں اچھی شہرت کے حامل، باکردار، باہمت، باجرات اور متعلق معاملات کے شرعی اور قانونی پہلوؤں پر کامل دسترس رکھنے والے اراکین کا انتخاب کیا جائے۔ بری شہرت کے حاملین اور اسلام کے نظام احتساب سے ناواقف افراد کو ان اہم مناصب اور ذمہ داریوں پر مقرر نہ کیا جائے۔

☆ اس وزارت میں ایک مستقل کونسل تشکیل دی جائے جو پورے ملک میں محتسب اداروں کا کارگزاری پر عدل و انصاف کے حوالے سے نظر رکھے اس سلسلے حضرت علیؓ کے دور خلافت کے طرز عمل سے راہنمائی لی جائے آپؓ کے عہد میں عمال و حکام کے طرز عمل اور سرگرمیوں کی تحقیقات کے لئے تحقیقاتی کمیشن بھیجے جاتے تھے۔ (۵۷)

☆ علاقائی سطح پر محتسب کے اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے جن میں مقامی سطح پر معروف علماء اور اچھی شہرت رکھنے والے باکردار ماہرین قانون کو شامل کیا جائے۔

☆ خصوصیت سے محکمہ تعلیم اور محکمہ ثقافت و ذرائع ابلاغ کی تطہیر و اصلاح کی جائے کیونکہ ان محکموں کی اصلاح دیگر کئی محکموں کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

☆ نبویؐ نظام احتساب اور خلفائے راشدین کے مبارک ادوار کے محتسب ادارے تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے جنہوں نے اپنے عمال، وزراء اور گورنروں کا بے لاگ احتساب کیا۔ نبویؐ نظام احتساب کے ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وزراء ممبران پالیمنٹ اور بڑے بڑے سرکاری عہدیداروں کا بے لاگ احتساب کیا جائے ملک سے وی آئی پی کلچر کے خاتمے کے لئے عہد نبویؐ کے طرز عمل سے راہنمائی لی جائے۔ جہاں ذاتی منصب، خاندانی وجاہت اور سماجی عزت و مرتبے کے باوجود حکام و وزراء کا معیار زندگی عام لوگوں کے مساوی تھا۔

☆ قومی جرائم ثابت ہونے پر مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے اور ان کو نااہل اور

Marfat.com

بدکردار قرار دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے بہترین معیار ہے۔ انفرادی مشکلات کی بات ہو یا اجتماعی مسائل کا حق مقصود ہو۔ اگر ہم پیغمبر اسلام کی عطا کردہ تعلیمات کو دل و جان سے اپنا لیں تو ہمارے تمام مسائل و مشکلات حل ہو جائیں گے

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست

Marfat.com

☆ حوالہ جات وحواشی ☆

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۳۰۰ھ، ج ۳۱۴، ۳۱۵ نیز المنجد، بیان اللسان، بذیل مادہ حسب۔

۲۔ قرآن میں ہے و کل انسان اَلزمنٰہ طٰئِرہٗ فی عنقہ و نخرج لہ یوم القیٰمۃ کتابا یلقاہ منشورا. اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا. ''اور ہم نے ہر انسان کی قسمت اس کی گردن میں لگا دی ہے اور نکال دکھائیں گے اس کو قیامت کے دن ایک کتاب کہ دیکھے گا اس کو کھلی۔ (کہا جائے گا) اپنی کتاب پڑھ لے آج کے دن تو اپنا محاسبہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ (بنی اسرائیل: ۱۴)۔ نیز و کفی باللّٰہ حسیباً اور اللہ محاسبہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ النساء: ۶

۳۔ ان اللّٰہ سریع الحساب ''اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' المائدہ: ۴ فحاسبنھا حساباً شدیداً ہم اس سے سخت حساب لیں گے، الطلاق: ۸

۴۔ فاما من اوتی کتابہ بشمالہ فیقول یلیتنی لم اوت کتابیہ و لم ادر ما حسابیہ ''اور وہ لوگ جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ سے ملے گا وہ حسرت ویاس کی حالت میں کہیں گے کہ کاش ان کو یہ نہ ملتا اور نہ ان کو اپنے حساب کی خبر ہوتی، الحاقہ: ۲۵: ۲۶

۵۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم

۶۔ ابن منظور، لسان العرب، ج ۱ ص ۳۱۴۔ ۳۱۵

۷۔ المنجد، بذیل مادہ ''حسب''

۸۔ ابن منظور، لسان العرب، ج ۱ ص ۳۱۷

۹۔ اردو، دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ج ۶ بذیل مادہ ''حسبہ''

۱۰۔ محمد غزالی، احیاء علوم الدین، طبع قاہرہ، ج ۲ ص ۳۰۳

۱۱۔ علی بن محمد بن حبیب الماوردی، الاحکام السلطانیہ، طبع قاہرہ ۱۹۶۶ ص ۲۴۰

۱۲۔ ابن خلدون، مقدمہ طبع بیروت، باب سوم، ص ۲۲۵

Marfat.com

۱۳۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون، مکتبہ المثنی، بیروت ۱۹۴۱ ج ۱، ص ۱۵

۱۴۔ ال عمران: ۱۰۴

۱۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، سورہ ال عمران، بذیل آیت و لتکن منکم امۃ الخ

۱۶۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۲، سورہ ال عمران بذیل آیت و لتکن منکم امۃ الخ

۱۷۔ اس واقعے کا تذکرہ سورہ الاعراف کی آیت ۱۶۴ میں ہے، حدیث میں آیا ہے۔ ''بنی اسرائیل میں گناہوں کا بازار گرم ہوا تو ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ نہیں رکے ان علماء نے مجالس میں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور کھانا پینا جاری رکھا پس اسی پر اللہ نے ان میں سے بعض کے دلوں کو بعض دوسروں کے دلوں کی مانند کردیا اور ان پر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کی زبان سے لعنت بھیجی''۔

ملاحظہ ہو ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، و ابواب التفسیر، تفسیر سورہ آل عمران بذیل آیت ولتکن منکم امۃ... الخ

۱۸۔ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ طبع ۸-۴، آر زیڈ، پیکچر، لاہور، ج ۶ ص ۴۴

۱۹۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ جامع ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی تغیر المنکر، نیز مسلم بن حجاج قشیری صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النہی عن المنکر من الایمان

۲۰۔ ابن منظور، لسان العرب، بذیل مادہ ''عدل''

۲۱۔ ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ ۴-۵۴

۲۲۔ سورۃ المائدۃ: ۸

۲۳۔ ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۱۵۸۔

۲۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ج ۱۸، ص ۶۰۴

۲۵۔ بے لاگ احتساب کے لئے ضروری ہے کہ محتسبین اعلیٰ اخلاق کے حامل، قانون، مقاصد قانون، جرائم کے اسباب و نتائج، سزا و دارگیر کی نوعیت اور حکمت اور معاشرے کے اخلاقی فساد کا کامل شعور رکھتے ہوں، قرآن کریم کی رو سے منصبی ذمہ داری کیلئے سب سے اولین بات افراد کی اہلیت ہے۔

Marfat.com

ملاحظہ ہو النساء: ۵۸

حسبہ پر لکھی جانے والی کتابوں کے مطابق محتسب میں یہ شراط پائی جانی ضروری ہیں کہ وہ آزاد ہو، عادل ہو، عاقل وبالغ ہو، شریعت کا ضروری علم رکھتا ہو، دین میں متشدد ہو، معاشرتی برائیوں سے واقف ہو، حالات حاضرہ سے واقف ہو اور ذی رائے و ذی عزم ہو۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ابن الاخوہ، معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، ص ۷ تا ۱۰ نیز الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۴۱، نیز ملاحظہ ہو ابویعلی، الاحکام السلطانیہ، ص ۲۸۵، نیز ڈاکٹر محمود احمد غازی، ادب القاضی ص ۳۵۔۳۸۳

۲۶۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں اس معاملہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ محتسب کے لئے عدالت اور بادشاہ کی اجازت شرط ہے یا نہیں، ہمارے نزیک صحیح بات یہی ہے کہ شرط نہیں، ملاحظہ ہو، کیمیائے سعادت ''شرائط احتساب''

۲۷۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ۲۴۱۔۲۴۲

۲۸۔ حوالہ سابق نیز ملاحظہ ہو ابن تیمیہ، الحسبۃ فی الاسلام، ص ۴۰ ''فان المحتسب لیس لہ القتل والقطع'' حدود وقصاص سے متعلق سزائیں دینا اور مقدمات کی سماعت کرنا محتسب کے اختیار سے باہر ہے۔

۲۹۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ ص ۲۴۱۔۲۴۲، نیز ملاحظہ ہو ابویعلی، الاحکام السلطانیہ: ۲۸۵

۳۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الماوردی، الاحکام السطانیہ ص ۲۴۳ تا ۲۸۹ ہو ابن تیمیہ، الحسبۃ فی الاسلام، ص: ۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲

۳۱۔ محتسب بند دروازوں کو کھول کر اندرون خانہ نہیں جا سکتا، و(محتسب رادروں خانہ چہ کار) ملاحظہ ہو۔ اردو، دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۸ ص ۶۰۵

۳۲۔ ملاحظہ ہو، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ادب القاضی، ادراہ تحقیقات اسلامی، طبع اول، ص ۳۸۲

۳۳۔ ایضاً ص ۳۲۲

۳۴۔ ملاحظہ ہو، علی بن برہان الدین الحلبی، السیرۃ الحلبیہ، ج ۳ ص ۴۶۵ نیز عبد الحیٔ الکتانی، التراتیب الاداریۃ ج ۱، ص ۲۸۵ تا ۲۸۷

۳۵۔ ملاحظہ، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ادب القاضی، ص ۳۷۶

۳۶۔ الحج: ۴۱

۳۷۔ ....

۳۸۔ حدیث میں ہے ''سچے اور امین تاجر (کا انجام) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔''
الدارمی، ابومحمد عبداللہ السنن، مطبع النظام کانپور، ۱۲۹۳، نیز ابن ماجہ، القرزینی، محمد بن یزید ابی عبداللہ سنن المصطفیٰ طبع مصر، ج ۲، ص ۱ (ابواب التجارۃ) آپ ﷺ نے بات بات پر حلف اٹھانے، جھوٹی قسمیں کھانے، ناپ تول میں کمی کرنے اور اس قسم کی دوسری نازیبا حرکات کی سختی سے ممانعت فرمائی، ملاحظہ ہو بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح ج ۱، ص ۲۸۷ (کتاب البیوع) نیز مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، ج اص ۷۰ (کتاب الایمان)

۳۹۔ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، باب المنہی عنہا من البیوع، فصل الاول، نیز مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم ج ا، ص ۷۰ (کتاب الایمان)

۴۰۔ بحوالہ رسالہ لواء الاسلام، قاہرہ، جون ۱۹۵۳ء ص ۱۰۰

۴۱۔ علی بن برہان الدین الحلبی، السیرت الحلبیہ، ج ۳ ص ۴۶۵

۴۲۔ امام مالک، موطا، کتاب الزکوۃ، باب عشور اہل الذمہ

۴۳۔ عبدالحیٔ الکتانی، التراتیب الاداریہ، ج ا، ص ۲۸۵ تا ۲۸۷

۴۴۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، وتفسیر سورہ مائدہ ص ۴۹۸۔ ۴۹۹

۴۵۔ امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب المرتدین، (۳۹:۴)

۴۶۔ ایضاً باب کراھۃ الشفاعۃ فی الحدود اذا رفع الی السلطان

۴۷۔ امام بخاری، صحیح بخاری، ج ۲ ص ۱۰۶۴ (کتاب الاحکام)

۴۸۔ یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۱۴۸۔ ۱۴۹

۴۹۔ بلاذری، فتوح البلدان، (حضرت عمرؓ اپنے عمال کو مقرر کرنے سے قبل ان کے اموال وغیرہ لکھ لیتے تھے اور اگر اس حالت میں (غیر معمولی) زیادتی دیکھتے تو وہ اموال لوگوں میں تقسیم کر دیتے)

۵۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص ۱۹۹۔ ۲۰۰

Marfat.com

۵۱۔ ابن سعد، طبقات، ج ۳ ص ۲۹۳ ابن جریر طبری، تاریخ طبری، دار المعارف مصر، ۱۹۶۶، ج ۴، ص۱۶۵۔۱۶۶

۵۲۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ، المکتبہ الاسلامیہ، تہران، ج ۴، ص ۳۳۰ نیز عبدالحیٰ الکتانی، الترتیب الاداریہ، دارالفکر بیروت، ج ا ص ۲۶۷

۵۳۔ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، مصنف، عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۳۲ ملاحظہ ہو علی المتقی بن حسام الدین الہندی کنز العمال، طبع بیروت، ص ۶۶۲۔۶۶۴

۵۴۔ قاضی ابویوسف، کتاب الخراج، ص ۱۲۵

۵۵۔ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح باب ما علی الولاۃ من التیسیر

۵۶۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، طبع مصر، ج ا، ص ۵۴۔ نیز کنز العمال، ج ۶ ص ۵۵

۵۷۔ ملاحظہ ہو، قاضی ابویوسف، کتاب الخراج، ص ۱۲۸، نیز ملاحظہ ہو سید شریف رضی نہج البلاغۃ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، طبع پنجم، ص ۹۶

۵۸۔ احمد بن یحیٰ بلاذری، فتوح البلدان، ص ۲۱۹

وزارت مذہبی امور

النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مقالات سیرت

بے لاگ احتساب۔ سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

پیش کردہ:

شعبہ تحقیق و مراجع۔ وزارت مذہبی امور

حکومت پاکستان۔ اسلام آباد

Marfat.com